وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ

الحمد للہ والمنۃ

کہ ایں کتاب لاجواب ملخص مسائل تصوف و تربیت جامع دلائل سلوک

و واردات مشتمل مطالب و معانی و مفید ارواح انسانی

موسوم و ملقب بہ

انفاس عیسیٰ

یعنی تکملہ و تسہیل

کہ خلاصہ البیت از تربیت السالک و مواعظ حسنہ

حضرت حکیم الامت سلطان المشائخ سراج السالکین زبدۃ العارفین

حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

مؤلفہ

حضرت مولانا حاجی حافظ قاری سید محمد عیسیٰ صاحب ... سید محمد عبد الرب صاحب صوفی، اسسٹنٹ

خلیفہ ارشد بارگاہ ... (حصول نسبت کی بشارت دیتا ہوں)

... و تدین صحت و عافیت کے ساتھ برقرار رکھے اور

... اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے - آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ

اداره ...

ادارۂ تالیفات ...

باسمہ

مختصر سوانح حضرت جامع ملفوظات رحمۃ اللہ

(از بندہ سراج الحق مچھلی شہری)

جامع ملفوظات یعنی حضرت مرشدی و مولائی حاجی حافظ قاری سید شاہ محمد عیسیٰ صاحب رحمۃ اللہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ کے خلیفہ ارشد تھے زہد و تقوی میں اپنے تمام پیر بھائیوں میں نہایت ممتاز اور مسلم درجہ رکھتے تھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اللہ کے ایک انعام خاص اور ایک آفتاب تھے ان کے سامنے یقیناً کوئی عالم یا درویش چمک نہیں سکتا تھا ورنہ میرا یقین ہے کہ اگر حضرت جامع رحمہ اللہ کسی دوسرے زمانے میں ہوتے تو ان کی نمود قابل دید ہوتی اور بالیقین ایک عالم کے مقتدا ہوتے، حضرت حکیم الامت نے سب سے زیادہ تعداد میں طالبین آپ ہی کے سپرد کئے تھے۔

حضرت کے والد ماجد کا نام مولوی سید خیرات علی صاحب تھا۔ الہ آباد تحصیل سوراؤں میں قصبہ منڈواڈیہ کے پاس ضلع محی الدین پور آپ کا آبائی وطن تھا، حضرت کی ولادت ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے بھائی بہنوں میں سب میں بڑے تھے ۱۹۰۳ء میں حضرت بی اے میں تھے کہ حسن اتفاق سے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ قدس سرہ الہ آباد تشریف لائے اور اسٹیشن کے قریب عبداللہ کی مسجد پر مقیم ہوئے۔ آپ کے کئی وعظ شہر میں ہوئے۔ حضرتؒ کو حضرت تھانویؒ سے غائبانہ عقیدت تھی۔ اب جو مواعظ میں شرکت اور ملاقات و گفتگو کا موقع ملا تو توفیق الٰہی نے دامن دل کھینچا، بی اے کے امتحان میں ناکام ہوئے تو پھر اسکی تکمیل کا ارادہ نہ کیا، البتہ ٹریننگ پاس کر لیا جس سے حضرت کو ضلع ... ۱۳۳۰ ... اسسٹنٹ ماسٹری مل گئی۔ تھانہ بھون جاکر بیعت ہوئے اور سلسلہ چشتیہ ... یہی خیال ہوا کہ دینیات کی تکمیل کرنی چاہیے، وہاں مدرسہ ظہور الاسلام ... کے علاوہ بڑے صاحب نسبت بزرگ تھے ... سے عرض کیا۔ انھوں نے ... موخر کر کے ۴ بجے شام کو پڑھانا شروع کیا، اس طرح ... ایک ... مولوی ... صاحب مجھوری سے نقل تھے کہ ... حضرت استاد کچھ تقریر فرمانے لگتے تو ہم پاس بیٹھنے والے ... اس کے بعد آپ لکھنؤ جوبلی اسکول میں ... کا شوق پیدا ہوا

آخر اپنے والد صاحب کو لیکر حرمین کو تشریف لے گئے لکھنؤ سے مرزاپور، الہ آباد، فیض آباد تبدیل ہوئے۔ فیض آباد میں حضرت کو بعمرہ ۴۰ سال حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا چنانچہ کچھ مدت میں حفظ فرمالیا ۱۹۲۳ء میں الہ آباد تبدیل ہو کر گئے اس وقت اس نالائق کاتب سطور کو حضرت کی خدمت میں نیاز حاصل ہوا۔ یہاں حضرت نے ۱۹۳۷ء میں پنشن پائی اور بحکم مرشد اپنے وطن میں مقیم ہوئے تاکہ یکسوئی کے ساتھ طالبین کی تربیت و تعلیم فرمائیں۔ مبلغ مالیہ ۹/۱۲ مدالعمر پنشن ملتی رہی ۱۹۳۹ء میں رفیقہ حیات قضا کر گئیں ان کے بعد حضرت نے بہ نیت اتباع سنت ایک بیوہ بی بی کے ساتھ دوسرا نکاح کیا، مگر مشیت الہٰی سے وہ بھی ایک سال بعد زچگی میں قضا کر گئیں۔ ۱۹۴۰ء میں حضرت پر فالج گرا علاج سے وقتی افاقہ ہوا، مگر دماغ پر آخر وقت تک اثر رہا۔ آخر حضرت جونپور بغرض علاج تشریف لے گئے، اور وہیں فالج کا تیسرا حملہ ہوا، اور اپنے مرشد کے وصال کے صرف ۸ ماہ بعد ۲۵ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ م ۲۱ مارچ ۱۹۴۴ء بروز شنبہ بعمر ۶۳ سال داعی اجل کو لبیک کہا اور مسجد ٹالہ کے قریب ایک چھوٹی مسجد کے زیر دیوار آرام فرما ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کو ذکر سے خاص شغف تھا اللہ تعالیٰ نے وہ سامان فرمایا کہ قیامت تک اذان کے اذکار اور قرآن کی تلاوت کو سنتے رہیں گے حضرت کو مسجد سے عشق تھا چنانچہ آپ نے کئی مسجدوں کی مکمل مرمت تنہا کرائی اللہ تعالیٰ نے مسجد کا جوار عطا فرمایا۔ حضرت نے تین اولاد ذکور (مولوی حاجی محمد ابراہیم صاحب، مولوی حافظ محمد یحییٰ صاحب، مولوی محمد لقمان صاحب) اور دو اولاد اناث چھوڑیں، اللہ تعالیٰ ان کو تادیر قائم رکھے۔

حضرت سے حسب ذیل تصانیف یادگار ہیں۔

خلاصۃ البیان (تفسیر)۔ اذاقۃ الوسن (حدیث) بہشتی ثمر دو حصہ (فقہ)۔ انفاس دو حصہ و کمالات اشرفیہ دو حصہ (تصوف)

حضرت کے خلفاء کے جتنے نام معلوم ہو سکے یہ ہیں۔

(۱) مولوی مرتضیٰ حسین خاں صاحب ساکن محتشم گنج الہ آباد۔ (انکا انتقال حضرت کے سامنے ہو گیا)، (۲) مولوی حافظ محمد یٰسین صاحب مریاڈیہی۔ (۳) مولوی حافظ محمد بشیر صاحب (۴) مولوی علیم اللہ صاحب ساکن پی پی گنج گورکھپور (۵) مولوی محمد شفیع صاحب انسپکٹر سندھ (مجاز صحبت)۔ (۶) مولوی سید محمد عبد الرب صاحب صوفی، اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ اسکول سیتاپور (جنکو حضرت نے خود تحریر فرمایا تھا کہ حصول نسبت کی بشارت دیتا ہوں)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تادیر ان حضرات کو تقویٰ و تدین، صحت و عافیت کے ساتھ برقرار رکھے اور اس نالائق خاکپائے صلحاء کی بھی اصلاح فرمائے اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

فہرست مضامین کتاب انفاس عیسیٰ

باب دوم تحقیقات

خوف و رجا!

شکر

تفویض و توکل

اصلاحی پروگرام

ادارہ اختری دیوبند

کا

یہ پروگرام، اسلاف دیوبند کی دینی واصلاحی خدمات کی عام اشاعت کرنا ہے، اُمّتِ مرحومہ پر علماء دیوبند کے بہت سے کارنامے اور احسانات ہیں، تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ انکی دینی خدمات سے فائدہ اٹھائیں، اگر عقیدت مندی کے ساتھ ان کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے تو یقیناً انکے فیوض وبرکات اب بھی محسوس ہوں گے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ و دیگر اسلاف دیوبند کے مواعظ وملفوظات وتالیفات سے علمی واصلاحی روحانی فائدہ اٹھائیں، تو آج ہی ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند کا ممبر بن جائیں، اگر حالات سازگار رہے تو انشاء اللہ جلد ہی آپ بہت سی نایاب کتب مفیدہ کے مالک بنجائیں گے، انفاس عیسیٰ کے بعد، التکشف عن مہمات التصوف حاصل کیجئے، اسی کتاب کے آخری صفحے پر اعلان پڑھیئے! فقط۔ منیجر۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُقَدّمہ

بعد حمد و صلوٰۃ احقر محمد عیسیٰ عرض رسا ہے کہ یہ رسالہ حضرت سیدی و مرشدی، حکیم الامۃ سلطان المشائخ سراج السالکین زبدۃ العارفین مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کے آخری دس پندرہ سال کے مطبوعہ مواعظ و تربیت السالک کے بیش بہا جواہرات سے اختصاراً ماخوذ ہے، نیز کہیں کہیں زبانی ارشادات کا بھی خلاصہ ہے، جامع کی غایت اس سے یہ ہے کہ جو لوگ فن سلوک کو حاصل کرنا چاہیں وہ مبادی تصوف کو یعنی تصوف کے ضروری علوم و مسائل کو معلوم کر لیں، جو بصیرت فی المقصود کے حاصل کرنے کے لئے ناگزیر ہیں، جو سالکین امور غیر اختیاریہ کے حصول میں حیران و پریشان ہو کر مایوس ہو گئے ہوں اور ترک رذائل کی حقیقت و ماہیت نہ جاننے کی وجہ سے اس راہ کو بہت ہی مشکل اور دشوار گذار سمجھنے لگے ہوں، ان کے لیے یہ رسالہ مشعل راہ کا کام دے اور ان کے ادراک کو تقویت دے کر ان کے تعطل کا ازالہ کرے، نیز اخلاق رذیلہ کا ازالہ و تعدیل کر کے اخلاق حمیدہ کی تحصیل و تکمیل کا رہبر ثابت ہو، کتاب تربیت السالک و مواعظ میں ان امور کے عجیب و غریب نسخے منتشر طور سے موجود تھے، مگر کتاب کے حجم کو دیکھ کر اس بات کا اندیشہ ہوا کہ جو طالبین فن زیادہ وقت نہیں صرف کر سکتے ان کو ان کی تلاش و جستجو میں دقت و پریشانی ہوگی۔ اس لئے بندہ احقر نے طالبین کی سہولت کے لئے ان بیش بہا نسخہ جات میں سے مجرب المجرب نسخوں کو یکجا کر دیا ہے تاکہ وہ اس طریق میں مقصود و غیر مقصود، اختیاری و غیر اختیاری امور کو اچھی طرح جان لیں، جن کے جاننے اور مستحضر رکھنے سے قریباً تمام سلوک کے اکثر و بیشتر عقبات طے ہو سکتے ہیں۔

احقر نے اس رسالہ کو چار باب میں تقسیم کیا ہے

باب اول۔ تعلیمات کا ہے جس میں تصوف کے مبادی یعنی ضروری علوم ومسائل ہیں جو بصیرت فی المقصود میں بے حد مؤید ہیں۔

باب دوم۔ تحقیقات کا ہے جو مشتمل ہے امور غیر اختیاریہ کی تحقیقات اور ان کے عجیب وغریب معالجات پر۔

باب سوم۔ تہذیبات کا ہے جس کا حصہ اول متضمن ہے اخلاق رذیلہ کے ازالہ وتبدیل کے طریق کو اور حصہ دوم اخلاق حمیدہ کے تحصیل اور تکمیل کے طرق کو

باب چہارم۔ ارشادات کا ہے جس میں ان علوم ومسائل متفرقہ کا بیان ہے جو یک گونہ فن سلوک وتصوف میں بصیرت مزید پیدا کرتے ہیں۔

اس مجموعہ کو حضرت مولانا ومرشدنا دامت برکاتہم نے پسند فرما کر اس کا نام انفاس عیسیٰ تجویز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو سالکین کے لئے نافع فرمادیں اور اس احقر کو اپنا قرب ورضا عطا فرمائیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

المرقوم یکم ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

باب اول

تعلیمات

اس باب میں وہ علوم و مسائل ہیں جن سے طریق میں معتدبہ بصیرت حاصل ہوتی ہے

حقیقت طریقت

ارشاد۔ اس طریق کے متعلق چند ضروری امور مثل اصول موضوعہ کے ہیں اگر تحقیقاً یا تقلیداً ان کا اعتقاد اور ان پر عمل رکھا جاوے تو ہمیشہ کی پریشانی اور غلط فہمی و کج روی سے بچ جاوے۔

اول۔ ہر مطلب میں کچھ مبادی ہوتے ہیں، کچھ مقاصد کچھ زوائد و توابع، اصل مقاصد ہوتے ہیں، اور مبادی اس سے مقدم مگر مقصود بالعرض، اور زوائد ان سے مؤخر مگر غیر مقصود۔ اسی طرح اس طریق میں بھی بعض مبادی ہیں اور وہ چند علوم و مسائل ہیں جو موقوف علیہ ہیں بصیرت فی المقصود کے اور بعض مقاصد ہیں کہ وہی مقصود بالتحصیل ہیں اور ان ہی پر مدار ہے کامیابی اور ناکامی، اور بعض زوائد ہیں کہ ان کا نہ وجود معیار کامیابی ہے نہ فقدان معیار ناکامی۔

ثانی۔ منجملہ مبادی کے امر اول مذکورہ بالا ہے غالباً اعظم المبادی و اجمع المبادی ہے اور دوسرے مبادی پر اثنائے سلوک میں وقتاً فوقتاً تنبیہ و اطلاع کی جاتی رہتی ہے اور مقاصد اعمال خاصہ ہیں جو افعال اختیاریہ ہیں جن میں ایک حصہ اعمال صالحہ متعلق بجوارح ہیں جن کو سب جانتے ہیں جیسے نماز روزہ، حج، زکوٰۃ و دیگر طاعات واجبہ و مندوبہ اور دوسرا حصہ اعمال صالحہ متعلق بقلب و نفس ہیں مثل اخلاص و تواضع و حب حق و شکر و صبر و رضا و تفویض و توکل و خوف و رجا و امثالہا اور ان کے اضداد کا ازالہ اور ان اعمال اختیاریہ کو مقامات کہتے ہیں۔ اور یہی نصوص میں مامور بالتحصیل ہیں اور ان کے اضداد مامور بالازالہ وار وغ۔ اور

ان اعمال کی غایت تعلق بحق (یعنی نسبت) و رضائے حق ہے کہ روح اعظم سلوک کی یہی ہے اور زوائد احوال خاصہ ہیں مثل ذوق و شوق و قبض و بسط و صحو و سکر و غیبت و وجد و استغراق و اشباہہا۔ اور یہ امور غیر اختیاریہ ہیں، اعمال مذکورہ پر ان کا اکثر ترتب ہوتا ہے اور گاہ نہیں ہوتا یہ احوال نہ مامور بہا ہیں اور نہ ان کے اضداد مامور بالازالہ۔ اگر ترتب ہو جاوے محمود ہے، اگر نہ ہو تو مقصود میں کچھ خلل نہیں، اسی لئے کہا گیا ہے المقامات مکاسب والاحوال مواہب۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ طریق میں تین امر مبحوث عنہ ہیں۔ علوم جن سے مقصود میں بصیرت ہوتی ہے۔ اور اعمال جو کہ مقصود ہیں اور ان ہی کا اہتمام ضروری ہے، اور احوال جو کہ مقصود نہیں گو محمود ہیں ان کے درپے ہرگز نہ ہونا چاہئے۔

ثالث۔ یہ قواعد کلیہ ہیں باقی جزئیات کا ان پر انطباق اس میں ابتداء میں شیخ کی ضرورت ہے پھر اس کا درجہ طبیب کا سا ہے اور طالب کا درجہ مریض کا سا۔ طبیب سے اپنا حال کہا جاتا ہے وہ نسخہ تجویز کرتا ہے اس کا استعمال کر کے اس کو اطلاع دی جاتی ہے وہ پھر جو رائے دیتا ہے اس پر عمل ہوتا ہے اسی طرح سلسلہ جاری رہتا ہے تا حصول صحت، اسی طرح سلوک میں بھی دو امر ہیں اطلاع اور اتباع تا حصول مقصود یعنی رسوخ نسبت بحق۔

روح سلوک

مقصود طلب ہے وصول مقصود نہیں

ارشاد اہل طریق کے یہاں یہ مقرر ہے کہ طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں، شرح اس کی یہ ہے کہ مقصود کے حصول کا قلب میں تقاضا نہ رکھے کہ یہ بھی حجاب ہے کیونکہ اس تقاضے سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش برہم زن جمعیت و تفویض ہے اور جمعیت و تفویض ہی شرط وصول ہے اس کو خوب راسخ کر لیا جاوے کہ روح سلوک ہے۔ وهو من خصائص المواهب الامدادیه قلما تنبه له شیخ من المشائخ الوقت

مجاہدہ کی حقیقت

ارشاد۔ مجاہدہ کی حقیقت یہ ہے کہ معاصی کو تو مطلقاً ترک کرے اور یہ نفس کی مخالفت واجب ہے اور مباحات میں تقلیلاً مخالفت کرے اور یہ مخالفت مستحب ہے مگر ایسا مستحب ہے کہ مخالفت واجب کا حصول کامل اس مخالفت مستحبہ پر موقوف ہے جیسے بہت سونا، بہت کھانا، بہت عمدہ کپڑے پہننا، بہت باتیں کرنا، لوگوں سے زیادہ ملنا ملانا سو ان میں تقلیل کرے۔

مجاہدہ اختیاریہ و اضطراریہ کا فرق اور دونوں کی ضرورت

ارشاد۔ مجاہدہ اختیاریہ میں تو فعل کا غلبہ ہے اس لئے اس میں انوار زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ انوار کا ترتب عمل پر ہوتا ہے اور مجاہدہ اضطراریہ میں فعل کم ہوتا ہے اس میں نورانیت کم ہوتی ہے لیکن انفعال کا غلبہ ہوتا ہے اس سے قابلیت میں قوت بڑھتی ہے اور اس انفعال و قابلیت کی خود اعمال اختیاریہ کے راسخ ہونے کے لئے سخت ضرورت ہے اسی لئے بزرگوں نے ایسے مجاہدات بہت زیادہ کرائے ہیں۔

مجاہدہ اضطراریہ کا نفع

تہذیب۔ مجاہدہ اضطراریہ سے عمل میں قلت بھی ہو جاوے اور محض فرائض و واجبات ہی پر اکتفا ہوتا رہے تب بھی مجاہدہ کاملہ کا ثواب ملتا ہے۔

مجاہدہ کی دو قسمیں

ارشاد۔ مجاہدہ کی دو قسمیں ہیں، مجاہدۂ حقیقیہ یعنی ارتکاب اعمال و اجتناب عن المعاصی مجاہدۂ حکمیہ یعنی ان مباحات کو ترک کرنا جو معاصی کی طرف مفضی ہیں۔

طریق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق

ارشاد۔ طریق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق جس طرح وصول کی ایک صورت یہ ہے کہ حرم میں نماز پڑھو، یہ بھی ایک صورت ہے کہ کسی عذر سے گھر میں نماز پڑھو اور حرم کو ترستے رہو۔

عطر تصوّف

ارشاد (۱) اختیاری امور میں کوتاہی کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے کچھ نہیں اسی پر مدار ہے تمام اصلاحات کا اور یہی ہے اصل علاج تمام کوتاہیوں کا سارے اعمال شرعیہ اختیاری ہیں ورنہ نصوص کی تکذیب لازم آتی ہے بس جب اختیار کا استعمال کرے گا تو کامیابی لازم ہے البتہ دشواری اور کلفت اول اول ضرور ہوگی لیکن اس کا علاج بھی یہی ہے کہ باوجود کلفت کے ہمت سے اور اختیار سے برابر بہ تکلف اور بجبر کام لیتا رہے رفتہ رفتہ وہ کلفت مبدل بہ سہولت ہو جاوے گی سارے مجاہدے بس اسی لیئے کیے جاتے ہیں کہ اختیار اوامر اور اجتناب نواہی میں سہولت پیدا ہو جاوے۔ اور اول اول تو ہر کام مشکل ہوتا ہے مگر کرتے کرتے مشق ہو جاتی ہے اور پھر نہایت سہولت کیساتھ ہونے لگتا ہے، جیسے حفظ کا سبق شروع میں دشوار ہوتا ہے مگر رٹتے رٹتے یاد ہو جاتا ہے اگر شروع کی کلفت اور تعب کو دیکھ کر ہمت ہار دی تو پھر کوئی صورت ہی کامیابی کی نہیں۔

مسئلہ اختیار

(۲) مسئلہ اختیار کا اس قدر ظاہر ہے ہر شخص اپنے اندر صفت اختیار کو وجداناً اور طبعاً محسوس کرتا ہے چنانچہ جب وہ کوئی ناشائستہ حرکت کرتا ہے تو خجلت ہوتی ہے اگر وہ اپنے کو مجبور سمجھتا تو خجلت کیوں ہوتی، انسان تو انسان جانوروں تک کو اس اختیار کا ادراک ہوتا ہے۔ دیکھیے اگر کسی کتے کو لکڑی ماری جاوے تو وہ مارنے والے پر حملہ کرتا ہے نہ لکڑی پر۔ اس کو بھی یہ امتیاز ہوتا ہے کہ کون مختار ہے اور کون مجبور۔ حضرت مولانا رومیؒ نے نہایت سادہ اور سہل عنوان سے اس مسئلہ جبر و اختیار کو بیان فرمایا ہے۔ ؎

زاری ما شد دلیل اضطرار — خجلت ما شد دلیل اختیار

غرض محض خالص جبر ہے نہ خالص اختیار ہے۔ اختیار خالص نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ماتحت ہے اختیار حق کے مستقل اختیار نہیں ہے غرضکہ سالک جب تک صفت اختیار کو استعمال نہ کرے گا اصلاح ممکن نہ ہوگی، مثلاً کسی میں بخل ہے تو نرے ذکر و شغل یا شیخ کی دعا و توجہ و برکت سے یہ رذیلہ ہرگز زائل نہ ہوگا بلکہ نفس کی مقاومت ہی سے زائل ہوگا گو ذکر و شغل وغیرہ معین ضرور ہو جاویں گے مگر کافی ہرگز نہیں ہو سکتی، اس طریق میں تو کام ہی سے کام چلتا ہے نری تمناؤں یا نری دعاؤں سے کچھ نہیں

ہو نا ہے ۔ کارکن کار بگذر از گفتار کاندریں راہ کار باید کار

تصرف اور ہمت و اعمال کے اثر کا فرق

(۳۳) اگر یہ خیال ہو کہ بعض بزرگوں کی توجہ سے بڑے بڑے بدکاروں کی خود بخود اصلاح ہو گئی ہے تو یہ ایک قسم کا تصرف ہے اور ایسا تصرف نہ اختیاری ہے نہ بزرگی کے لیے لازم ہے بہت سے بزرگوں میں تصرف مطلق نہیں ہوتا نیز تصرف کے اثر کو بقا نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص تنور کے پاس بیٹھ گیا تو جب تک وہاں بیٹھا ہوا ہے تمام بدن گرم ہے۔ مگر جیسے ہی وہاں سے ہٹا پھر ٹھنڈا کا ٹھنڈا۔ بخلاف اس کے جو ہمت اور اعمال کے ذریعہ سے اثر ہوتا ہے وہ باقی رہتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کشتہ طلا کھا کر اپنے اندر حرارت غریزی پیدا کر لی ہو تو اگر وہ شملہ پہاڑ بھی چلا جائے گا تب بھی وہ حرارت بدستور باقی رہے گی۔

صفات رذیلہ کا مادہ تو جبلی ہوتا ہے مگر فعل اختیاری ہے

(۳۴) اگر یہ شبہ ہو کہ جبلت تو کسی کی بدل نہیں سکتی پھر جبلی صفات رذیلہ کی اصلاح کیونکر ہو سکتی ہے تو خوب سمجھ لو کہ مادہ جبلی ہوتا ہے مگر فعل اختیاری ہے پس مادہ بیشک زائل نہیں ہوتا مگر اس کے مقتضا پر عمل کرنا نہ کرنا اختیاری ہے۔ اور اسی کا انسان مکلف ہے اور بار بار اس مقتضا کی مخالفت کرنے سے وہ مادہ بھی ضعیف ہو جاتا ہے۔

شیخ کی دعا و برکت کا درجہ اعانت کا ہے نہ کفایت کا

(۳۵) شیخ کی دعا اور برکت کو بھی بڑا دخل ہے اصلاح میں لیکن اس کا درجہ محض اعانت کا ہے نہ کہ کفایت کا جیسے عرق سونف کا مرتبہ مسہل میں کہ محض عرق سونف بلا مسہل کے کار آمد نہیں یا طبیب اور مریض کی سی مثال لے لو کہ اگر مریض دوا نہ پیے تو محض طبیب کی شفقت و توجہ سے مریض ہرگز اچھا نہ ہوگا۔ یا استاد و شاگرد کی مثال لو کہ محض استاد کی توجہ سے سبق یاد نہیں ہو سکتا بلکہ شاگرد کے یاد کرنے ہی سے یاد ہوگا۔ شیخ کا اصل کام تو صرف راستہ بتلانا ہے باقی راستہ کا قطع کرنا تو سالک ہی کا کام ہے جیسے اندھے کو سوانکھا راہ بتاتا ہے گود میں اٹھا کر اس کو نہیں لے جاتا راستہ تو خود اس کے چلنے ہی سے قطع ہوگا۔

استحضار و ہمت کا نسخہ اصلاح کے لئے اکسیر ہے

(۶) اخلاص و ہمت خلاصہ تصوف ہیں۔ ان دونوں میں بھی اصل چیز ہمت ہے کیونکہ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی ہمت ہی کی ضرورت ہوگی اور ہمت کا معین استحضار ہے اور استحضار کی صورتیں مختلف ہیں، جو صورت شیخ تجویز کردے اس پر عمل کرے۔ مثلاً ہر کوتاہی پر دس رکعت یا کم و بیش نفل بطور جرمانہ ادا کرنا۔ تاکہ جب دوسرا موقع کوتاہی کا پیش آوے تو جرمانہ کے خوف سے استحضار کی کیفیت پیدا ہوجاوے اور جب استحضار ہوجاوے فوراً ہمت سے کام لے اور تقاضائے نفس کو مغلوب کرے اگر استحضار اور ہمت سے کام لے گا تو انشاء اللہ کوتاہیوں سے محفوظ رہے گا اور رفتہ رفتہ اصلاح ہوجائے گی اور ہر روز مطالعہ نزہۃ البساتین سے بھی قوت استحضار و ہمت کو پہنچتی ہے۔ ۵

جو کر حضرت نے فرمایا ہے استحضار و ہمت کا — سراسر نسخہ اکسیر ہے اصلاح امت کا

حال کی دو قسم ہے اور تصوف میں رسوخ اعمال اختیاریہ مطلوب ہے نیز ماموربہ محبت عقلی ہے نہ کہ طبعی

(۷) حال کے دو معنی ہیں۔ ایک تو کیفیت غیر اختیاریہ، دوسرے رسوخ اعمال اختیاریہ۔ دوسرے معنی میں حال کا ترتب لازم ہے کیونکہ وہ موعود ہے ففی الحدیث کذالک الایمان اذا خالطہ بشاشۃ القلوب و فی کلام اللہ و من یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام۔ اور تصوف میں یہی حال مطلوب ہے، جب کوئی شخص اعمال صالحہ بہ تکلف اختیار کرتا ہے تو رفتہ رفتہ ان اعمال میں سہولت ہونے لگتی ہے اور ایک کیفیت راسخہ پیدا ہوجاتی ہے اور گو یہ کیفیت رسوخ بذاتہ غیر اختیاری ہے لیکن بایں معنی اختیاری ہے کہ اس کے اسباب اختیاری ہیں۔ یعنی اعمال صالحہ مثلاً محبت حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا کرنا واجب ہے، کیونکہ نصوص میں اس کی تحصیل کا امر ہے بخلاف شوق و ذوق کے اس کی تحصیل کا کہیں بھی امر نہیں۔ جس محبت کی تحصیل ماموربہ ہے وہ عقلی ہے اور محبت عقلی اختیاری ہے۔ بخلاف محبت طبعی کے کہ وہ غیر اختیاری ہے۔ اس لئے ماموربہ بھی نہیں۔

طریقہ حصول یقین

اول بتکلف عمل کرنا چاہئے، اس کی برکت سے یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کوئی طریق حصول یقین کا نہیں۔

عقل و ایمان بڑی دولت ہے

(۹) کسی حال کا طاری ہونا اور چندے جاری رہنا یہ بھی بڑی دولت ہے۔ ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل و ایمان ہے۔ باقی سب میں آمد و رفت رہتی ہے۔

حصول نسبت کی ترتیب و حقیقت

(۱۰) حصول نسبت کی ترتیب اور حقیقت یہ ہے کہ اول بہ تکلف اعمال ظاہرہ و باطنہ کی اصلاح کرے بالخصوص اعمال باطنہ کی اصلاح زیادہ اہم اور دشوار ہے۔ جب اعمال صالحہ ظاہرہ و باطنہ پر ایک معتد بہ مدت تک مواظبت رہتی ہے تو رفتہ رفتہ ان اعمال میں سہولت پیدا ہونے لگتی ہے اور ایک کیفیت راسخہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سہولت ہی کیلئے تمام مراقبات، ریاضات، مجاہدات، اذکار و اشغال مقرر کئے گئے ہیں۔ باقی اصل چیز اصلاح اعمال ظاہرہ و باطنہ ہی ہے۔ جس پر نسبت حقیقی مرتب ہوتی ہے۔ جب بندہ اعمال صالحہ ظاہرہ و باطنہ پر مداومت کرتا ہے تو حق تعالیٰ کو اُس کے ساتھ رضائے دائمی کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور یہی حقیقت ہے نسبت مع اللہ کی۔ اور صرف ذکر دائم یا دوام حضور یا ملکہ یادداشت جس کو کہتے ہیں وہ نسبت کی حقیقت نہیں۔ البتہ حصول نسبت میں معین بہت ہے۔ کیونکہ جس کو ہر وقت حق تعالیٰ کا دھیان رہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہونا مستبعد ہے۔ یہ تو نسبت کی حقیقت ہے حق تعالیٰ کو بندہ کیساتھ ایک خاص تعلق رضا کا ہو جانا جس کا خاصہ ایک خاص انجذاب ہے جس کے لوازم میں سے سہولت اطاعت اور حضور دائم ہے۔ اور یہ محض موہوب ہے کیونکہ کسی عمل صالح میں یہ قابلیت نہیں ہے کہ وہ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کافی ہو سکے گو عادۃ اللہ یہ ہے کہ محض اپنے فضل سے اپنی رضا کو اعمال صالحہ پر مرتب فرما دیتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کوئی شخص اپنے اعمال کیوجہ سے جنت میں نہ جائے گا بلکہ محض حق تعالیٰ کے فضل سے جائے گا۔ اور یہ نسبت مع اللہ عادۃً پھر کبھی زائل نہیں ہوتی۔ جیسے بالغ ہونے کے بعد صفت بلوغ کبھی زائل نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ کو صوفیہ نے بعنوان فنا تعبیر کر کے فرمایا ہے کہ الفانی لا یرد یعنی فانی و واصل کبھی مردود نہیں ہوتا اگر یہ شبہ ہو کر بعد حصول حصول

نسبت کے بھی تو معاصی کا صدور ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا ہے پھر رضائے دائمی کا تحقق کہاں رہا تو سمجھو کہ گہری دوستی کے بعد یہ ضروری نہیں کہ کبھی باہم شکر رنجی بھی نہ ہوگا ہے گاہے شکر رنجی بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن تدارک کے بعد پھر ویسا ہی تعلق ہو جاتا ہے۔ بلکہ دراصل اس خفگی کے زمانہ میں بھی دوستی کا اصل تعلق بدستور قائم رہتا ہے وہ زائل نہیں ہوتا۔ شکر رنجی محض عارضی ہوتی ہے۔ مثلاً تکمیل صحت کے بعد ضرور نہیں کہ اس حالت میں کبھی زکام بھی نہ ہو یا کبھی اگر بدپرہیزی کرے۔ مثلاً گڑ کھائے تو اس سے نقصان نہ ہو۔ بدپرہیزی سے ضرور نقصان ہوگا۔ لیکن محض عارضی تدارک کے بعد پھر وہی حالت غالبہ صحت کی عود کر آئے گی یا مثلاً درسیات کے فراغ کے بعد یہ ضروری نہیں کہ کبھی کسی مقام پر اٹکے ہی نہیں۔ کہیں کہیں بعد فراغ بھی اٹکتا ہے۔ لیکن ذرا توجہ سے پھر چل نکلتا ہے۔

نسبت کے تحقق کے لئے رضائے تام شرط ہے

نسبت متحقق ہوتی ہے کامل رضائے حق پر نہ کہ مطلق رضائے حق پر۔ کیونکہ رضا تو ہر فعل حسن پر مرتب ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص زنا کرے اس کے بعد نماز بھی پڑھے تو گو زنا پر ناراضی مرتب ہوگی لیکن نماز پر رضا بھی مرتب ہوگی۔ افعال قبیحہ و حسنہ پر اپنی اپنی جگہ برابر ناراضی اور رضا مرتب ہوتی رہتی ہے۔ لیکن نسبت کے تحقق کے لئے رضائے تام شرط ہے۔ رضائے ناتمام کی بالکل ایسی مثال ہے، جیسے مرض کی حالت میں عارضی افاقہ ہو جاوے گو وہ بھی بسا غنیمت ہے۔

اتباع سنت کو خاص دخل ہے انجذاب میں

(۱) ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بہت ہی جلد نفع شروع ہو جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں بطریق جذب نفع پہنچتا ہے نہ بطریق سلوک اور اس جذب کی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اتباع سنت کا بڑا اہتمام ہے۔ جب حق تعالیٰ کے محبوب کا اتباع کیا جاتا ہے تو محبوب کا اتباع کرنے والا بھی محبوب ہو جاتا ہے اور جب محبوب ہو جاتا ہے تو محبت کا خاصہ ہے۔ انجذاب پس حق تعالیٰ فوراً اس کو اپنی طرف منجذب فرما لیتے ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

امور اختیاریہ کے اختیاری ہونے کا معنی

ارشاد۔ امور اختیاریہ کے اختیاری ہونے کا مبنی یہ ہے کہ اس کا سبب انسان کے اختیار میں ہے باقی یہ کہ مسبب براہ راست اختیار میں ہو سو یہ کسی امر میں بھی نہیں۔ پس جنت و مغفرت اختیاری ہے۔ کیونکہ اس کے اسباب اختیاری ہیں۔

نسبت کی حقیقت

ارشاد۔ نسبت کے لغوی معنی ہیں لگاؤ اور تعلق اور اصطلاحی معنی ہیں بندہ کا حق تعالیٰ سے خاص قسم کا تعلق یعنی قبول ورضا۔ جیسا عاشق مطیع و وفادار معشوق میں ہوتا ہے۔

صاحب نسبت ہونے کی علامت

ارشاد۔ صاحب نسبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس شخص کی صحبت میں رغبت الی الآخرت اور نفرت عن الدنیا کا اثر ہو۔ اور اس کی طرف دینداروں کو زیادہ توجہ ہو۔ اور دنیاداروں کو کم مگر یہ پہچان خصوص اس کا جزو اول عوام محجوبین کو کم ہوتی ہے اہل طریق کو زیادہ ہوتی ہے

سوال۔ فاسق اور کافر صاحب نسبت ہوتا ہے یا نہیں۔

فاسق یا کافر صاحب نسبت نہیں ہو سکتا

ارشاد۔ جب نسبت کے معنی اوپر معلوم ہو گئے تو ظاہر ہو گیا کہ فاسق و کافر صاحب نسبت نہیں ہو سکتا بعض لوگ غلطی سے نسبت کے معنی خاص کیفیات کو (جو ثمرہ ہوتا ہے ریاضت اور مجاہدہ کا) سمجھتے ہیں۔ یہ کیفیت ہر مرتاض میں ہو سکتی ہے مگر یہ اصطلاح جہلاء کی ہے۔

تعلق مع اللہ کا نتیجہ

ارشاد۔ بس اللہ تعالیٰ ہی سے تعلق رکھو اور کسی سے بالذات تعلق نہ رکھو۔ یہی خلاصہ ہے سارے سلوک کا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شئی سے تعلق نہ ہو گا تو پھر کسی شئی کے فوت ہونے سے زیادہ قلق بھی نہ ہو گا۔

وصول کے معنی

ارشاد۔ وصول کا حاصل صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ اس شخص پر شفقت اور عنایت فرماتے ہیں یہ معنی نہیں

کہ وہ نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی گود میں جا بیٹھتا ہے یا قطرہ کی طرح دریا میں مل جاتا ہے

طلب مطلوب ہے نہ کہ وصول

ارشاد۔ طلب مطلوب ہے، وصول مطلوب نہیں کیونکہ طلب تو اختیاری ہے اور وصول غیر اختیاری۔

تصوف کا خلاصہ صرف علم مع العمل ہے

ارشاد۔ تصوف کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہی نماز روزہ تصوف ہے اور یہی اعمال مقصود ہیں، مجاہدہ کی ضرورت صرف نماز روزہ کو نماز روزہ بنانے کے لئے ہے، تصوف کا خلاصہ صرف علم مع العمل ہے۔

سالک کے دو سفر ہیں ایک الی الاحوال دوسرا من الاحوال

ارشاد۔ سالک کا ایک سفر تو الی الاحوال ہے کہ اس پر احوال طاری ہوتے ہیں اور دوسرا سفر من الاحوال ہے جس میں وہ سب احوال سلب ہو جاتے ہیں پھر اس کے بعد دوسرے نوع کے احوال عطا ہوتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے باغ میں درختوں پر دو قسم کے پھول آتے ہیں ایک جھوٹا پھول ہوتا ہے وہ چند روز کے بعد جھڑ جاتا ہے پھر سچا پھول آتا ہے وہ باقی رہتا ہے اب اس پر پھل لگنے شروع ہوتے ہیں۔ یا جیسے صبح دو ہوتی ہے ایک کاذب جس کا نور جلد ہی زائل ہو جاتا ہے دوسری صادق جس کا نور بڑھتا ہے اسی طرح سالک پر دو حالتیں گزرتی ہیں ایک میں احوال ناقصہ عطا ہوتے ہیں اور دوسری میں احوال ناقصہ سلب ہو کر احوال کاملہ عطا ہوتے ہیں۔ اب یہ شخص پختہ ہو گیا اب اس کو حق ہے کہ لذائذ بھی کھائے اور عمدہ لباس بھی پہنے۔ کیونکہ یہ ہر شئی میں تجلی حق کا مشاہدہ کرتا اور اس کا حق ادا کرتا ہے۔

انسان کا کمال تحصیل عدالت ہے

ارشاد۔ حکماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ قوت عقلیہ اور قوت شہویہ و قوت غضبیہ میں اعتدال کا درجہ حاصل کرے اگر اس میں افراط کا درجہ ہوا یا تفریط کا تو یہ کمال نہیں بلکہ نقص ہے قوت عقلیہ میں تفریط کا درجہ حماقت ہے اور افراط کا درجہ جزبزہ یعنی بہت تیزی، اور درجہ اعتدال کا نام حکمت ہے اور قوت شہویہ سے مراد وہ قوت ہے جو منافع کو حاصل کرنا چاہتی ہے اور قوت غضبیہ سے وہ قوت مراد ہے جو مضرتوں کو دفع کرنا چاہتی ہے، اسی طرح قوت غضبیہ میں درجۂ افراط کا نام تہور ہے اور

تفریط کا نام جبن اور اعتدال کا نام شجاعت۔ اور قوت شہویہ درجۂ افراط کا نام فجور ہے اور تفریط کا نام محمود ہے اور درجۂ اعتدال کا نام عفت ہے۔ اور حکمت و شجاعت اور عفت تینوں کے مجموعہ کا نام عدالت ہے۔

انسان کا کام طلب و فکر و سعی ہے

ارشاد۔ کمال کسی کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ انسان اس کا مکلف ہے۔ انسان کا کام طلب و فکر ادر سعی ہے اگر طلب کے ساتھ ساری عمر بھی ناقص رہے تو وہ انشاء اللہ کاملین ہی کے برابر ہوگا۔ بلکہ ممکن ہے بعض باتوں میں ان سے بھی بڑھ جاوے یعنی مشقت کے ثواب میں کیونکہ کاملین کو نفس کی مخالفت گراں نہیں ہوتی۔ اور دلیل اس کی یہ حدیث ہے۔ والذی یتعتع فیہ وھو علیہ شاقٌ لہ اجران۔

اس طریق میں فکر و دھن بڑی چیز ہے

ارشاد۔ اس طریق میں فکر و دھن بڑی چیز ہے اسی سے سب کام بن جاتے ہیں، چنانچہ حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال گذرا، فرمایا کہ مغفرت ہوگئی درجات ملے مگر ہمارا ایک پڑوسی تھا جو ہم سے کم عمل کرتا تھا وہ ہم سے بڑھا ہوا رہا کیونکہ صاحب عیال تھا بال بچوں کی پرورش میں اس کو زیادہ عمل کا موقع نہ ملتا تھا مگر وہ ہمیشہ اس دھن میں رہتا تھا کہ اگر مجھے فراغت نصیب ہو تو خدا کی یاد میں مشغول ہوں۔ وہ اپنی مشقت اور نیت کی وجہ سے ہم سے بڑھ گیا۔

الیوم فی السمر
طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسر ہونے کا طریق

ارشاد۔ طاعت اور معصیت دونوں اختیاری ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں۔ رہا طریقہ سو طریقہ امور اختیاریہ کا بجز استعمال اختیار کے اور کچھ بھی نہیں۔ ہاں سہولت اختیار کے لئے ضرورت ہے مجاہدہ کی جس کی حقیقت ہے مخالفت یعنی مقاومت نفس، اس کو ہمیشہ عمل میں لانے سے بتدریج سہولت حاصل ہو جاتی ہے اس میں تمام فن آگیا۔ آگے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں ایک بعض امراض نفسانیہ کی تشخیص۔ دوسرے بعض طرق مجاہدہ کی تجویز جو ان امراض کا علاج ہے۔

الطمع فی السمع

ارشاد- غیر اختیاری کے درپے نہ ہونا، اختیاری میں ہمت کرنا۔ اس میں جو کوتاہی ہوجاوے اُس پر استغفار اور توفیق کی دعا کرنا بھی اصلاح ہے۔

آداب شیخ ومرید ومتعلقات آں

ممانعت تعجیل فی اتخاذ الشیخ

ارشاد- (۱) اس طریق میں ہر صاحب طریق کا مذاق جدا ہے۔ (۲) شرط انتفاع مناسبت مذاقین ہے (۳) تعجیل فی اتخاذ الشیخ ممنوعات طریق سے ہے (۴) بدون صحبت طویل کسی کے مذاق کا ادراک صحیح نہیں ہوتا اگر صحبت طویلہ میسر نہ ہو مکاتبت طویلہ کیجاوے کہ ملاقات حکمی ہے اس کے بعد جو رائے قائم کی جاوے گی وہ معتد بہ ہوگی۔ ورنہ ممکن ہے کہ اپنی تجویز سے رجوع کا اظہار موجب بدمزگی ہو اور اس کا اخفاء موجب تنگی و تلبیس وکلاہما مضر۔

بعض جزئیات مذاق حضرت مولانا مدظلہ العالی جو بعد معین طریق ہیں

ارشاد (۱) خوابات کا قابل التفات نہ ہونا (۲) تصرفات کو پسند نہ فرمایا۔ (۳) بتکلف سنجیدگی و متانت سے انقباض (۴) رسوم کا پابند نہ ہونا گو وہ رسوم مباحہ ہی ہوں۔ (۵) غیر طالب کے درپے نہ ہونا۔ (۶) احوال کا اہتمام نہ ہونا صرف اعمال کا مطمح نظر ہونا (۷) مجاہدہ نام ہے ترک معاصی اور تقلیل مباحات کا نہ کہ ترک مباحات کا (۸) تعلیم کی ملازمت کا سب سے زیادہ پسند ہونا، بشرطیکہ تنخواہ میں تشویش نہ ہو۔ اور تحصیل چندہ کا سب سے زیادہ ناپسند ہونا (۹) مشورہ دینے کا معمول نہ ہونا (۱۰) دعمالا یعنیک پر عمل ہونا (۱۱) آزادی میں خلل نہ ڈالنا (۱۲) قلب پر فضول بار نہ دینا (۱۳) خلوت کا زیادہ پسند کرنا، جلوت کی پسندیدگی محض برائے افادہ خواص وعوام ہونا (۱۴) انضباط اوقات (۱۵) نفع رسانی عام مخلوق (۱۶) اُمرا کا قصداً ممنون نہ بننا (۱۷) اضرار سے سخت اجتناب رکھنا۔

اصلاح عمل مقدم ہے بیعت وذکروشغل پر

تہذیب السالکین کا مطالعہ ضروری ہے اور بدون اس کے ذکر وشغل سب بے کار ہے۔ کام

ترتیب سے اچھا ہوتا ہے۔ ورنہ جس مکان کی بنیاد خام ہوگی۔ مکان جلد منہدم ہو جاوے گا۔ اس پر نہ طالبوں کو نظر ہے نہ مشائخ کو اس لئے نفع نہیں ہوتا۔

طریق کار

ارشاد۔ کام کرنے کا طریق یہ ہے کہ کام شروع کردے کسی امر کا انتظام نہ کرے۔ اگر بعض حالات میں انتظام سے کام نہ بھی ہو بلا سے بے انتظامی پھر بھی بیکاری سے اچھی ہے۔

دوست دارد دوست ایں آشفتگی کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

غرضیکہ کسی طرح ہو کام کرتے رہیں۔ اور شیخ کو اطلاع کرتے رہیں۔ اسی بے نظامی جب کہ دھن لگی رہے انشاء اللہ نظام پیدا ہو جاوے گا اور ہمت میں قوت اور طبیعت میں تقاضا پیدا ہونے لگے گا۔

شرائط اجازت تلقین

ارشاد۔ حصول اجازت تلقین کے لئے جیسے حصول نسبت شرط ہے، ایک یہ بھی شرط ہے کہ وہ شخص طرق تربیت اور اصلاح سے واقف ہو جاوے تاکہ طالبین کی خدمت کر سکے۔

اصلاح طالب کا طریق

ارشاد۔ طالب کے عیوب معلوم کرنے میں نہ کاوش کرے نہ فرصت نکالے اگر خود معلوم ہو جاوے کہدے۔

بعض آداب شیخ کی تحقیق

سوال۔ حقوق پیر کے متعلق جو النور میں ہے دو بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ایک تو یہ کہ پیر کو بذریعہ کسی کے سلام و پیام نہ پہنچائے حالانکہ حدیثوں سے اس کا ثبوت ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ پیر جس جگہ ہو اس طرف تھوک نہ پھینکے اگرچہ اس وقت پیر موجود نہ ہو۔ حالانکہ حدیث لاتطروني کے صریح خلاف معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد۔ حدیث سے جواز ثابت ہوتا ہے نہ کہ وجوب اور مشائخ اس کے جواز کے منکر نہیں کہ حدیث سے معارضہ ہو بلکہ اس کو خلاف ادب کہتے ہیں اور ادب کا مدار عرف پر ہے۔ اس لئے

اختلاف ازمنہ سے وہ مختلف ہو سکتا ہے۔ حضرات صحابہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مزاح کرنا ثابت ہے اور اب بزرگوں کے ساتھ مزاح کرنا خلاف سمجھا جاتا ہے دوسرے کا جواب یہ ہے کہ اطراء کہتے ہیں حد شرعی سے تجاوز کرنے کو۔ اگر کوئی شخص تادباً ایسا کرے مگر اعتقاد میں کچھ خلل نہ ہو تو وہ کس حد شرعی سے نکل گیا۔

شرائط ہدیہ

ارشاد۔ ہدیہ میں شرطیں ہیں (۱) پابندی نہ ہو۔ (۲) اتنی مقدار نہ ہو جو طبیعت پر گراں ہو۔ (۳) یہ غرض نہ ہو کہ شیخ کی توجہ بڑھے گی بلکہ منشاء اس کا محض محبت ہو۔

شیخ سے مناسبت نہ پیدا ہونے کی وجہ

ارشاد۔ شیخ سے مناسبت کی کمی اعمال کے تساہل سے نہیں ہوتی بلکہ بات کے نہ سمجھنے سے یا نہ ماننے سے ہوتی ہے۔

صحبت غیر شیخ کے شرائط

ارشاد۔ شیخ کے ماسوا دوسرے شیخ کی خدمت میں دو شرط سے جا سکتا ہے، ایک تو یہ کہ اس کا مذاق اپنے شیخ کے خلاف نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس سے تعلیم و تربیت میں سوال نہ کرے۔

گناہ کبیرہ سے بیعت نہیں ٹوٹتی برکت جاتی رہتی ہے

ارشاد۔ اگر کسی شخص سے کوئی گناہ کبیرہ ہو جاوے مثلاً زنا یا اور حرام کام تو اس سے بیعت نہیں ٹوٹتی مگر اس کی برکت جاتی رہتی ہے جیسے کوئی سخت بد پرہیزی کرے تو اس کی حیات منقطع نہیں ہوتی مگر صحت اور قوت بعض اوقات ایسی برباد ہو جاتی ہے کہ موت سے بدتر حالت ہو جاتی ہے

ضرورت بیعت

ارشاد۔ یہ یقینی صحیح ہے کہ بیعت طریقت کی ضرورت عام نہیں۔ لیکن باوجود اس کے پھر بھی نفس میں بعض امراض خفیہ ہوتے ہیں کہ وہ بدون تنبیہ شیخ محقق عارف کے سمجھ میں نہیں آتے اور اگر سمجھ میں بھی آجاتے ہیں تو ان کا علاج سمجھ میں نہیں آتا اس لئے تعلق شیخ محقق سے ضروری ہوتا ہے۔

رسوخ احوال کے اسباب

ارشاد۔ اعمال سے جو احوال حاصل ہوتے ہیں جیسے محبت خشیت وغیرہا کبھی غیر راسخ ہوتے ہیں کبھی راسخ۔ اور راسخ ہونے کے اسباب مختلف ہوتے ہیں کبھی تعلیم کبھی دعا کبھی صحبت گو صاحب صحبت کا قصد بھی نہ ہو، جیسے آگ کی مصاحبت سے پانی گرم ہو جاتا ہے، اور یہ صحبت احیاء کی نافع ہوتی ہے اسی طرح اموات کی بھی جبکہ دونوں کی روح میں مناسبت ہو جو کہ شرط فیض ہے۔

طریق تقویت نسبت از مزار صاحب نسبت

پس جبکہ صاحب مزار صاحب نسبت ہو اور زائر بھی صاحب نسبت ہو اور دونوں کی نسبت میں تناسب ہو اور اس سے زائر کے احوال حاصلہ میں رسوخ و استحکام ہو جاوے تو اسی کو ترقی و قوت سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور نسبت کا رسوخ وجدانی ہونے کے سبب سے وجدان سے مدرک بھی ہو جاتا ہے طریق استفاضہ یہ ہے کہ اول کچھ پڑھ کر بخشے پھر آنکھیں بند کر کے تصور کرے کہ میری روح اس بزرگ کی روح سے متصل ہو گئی ہے اور اس سے احوال خاصہ منتقل ہو کر پہنچ رہے ہیں۔

حقیقت سلب نسبت بہ تصرفات

ارشاد۔ نسبت کو کوئی سلب نہیں کر سکتا وہ تو تعلق مع اللہ کا نام ہے، ہاں کیفیات نفسانیہ کو صاحب تصرف ضعیف کر دیتا ہے جس سے ایک قسم کی غباوت ہو جاتی ہے بعض اوقات اس کا اثر ارادہ پر واقع ہو کر اعمال پر پہنچتا ہے یعنی اعمال میں سستی ہونے لگتی ہے لیکن اختیار سلب نہیں ہوتا، اپنے قصد و اختیار سے اسکی مقاومت کر سکتا ہے اکثر تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ معصیت ہوتی ہے ہاں احیاناً کسی کیفیت کے مفرط ہونے سے بعض واجبات میں خلل ہونے لگتا ہے۔ ایسے وقت میں اس کو ضعیف کرنے میں مصلحت ہوتی ہے۔

حب خدا کی شناخت	ارشاد حب الشیخ والرکون الیہ علامۃ لحب اللہ تعالیٰ والسکون الیہ

سماع موتیٰ و دعائے موتیٰ و توسل موتیٰ کا حکم

ارشاد۔ سماع (اہل قبور کا سننا) میں تو اختلاف ہے اکثر اہل کشف اس کے قائل ہیں مگر ان سے درخواست دعا کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں، کیونکہ ان کو دعا کا اختیار دیا جانا کہیں منقول نہیں۔ البتہ ان کے توسل سے خود دعا کرنا ثابت ہے۔

توسل کی حقیقت

ارشاد کسی شخص کا جو جاہ ہوتا ہے اللہ کے نزدیک، اس جاہ کی قدر اس پر رحمت متوجہ ہوتی ہے، توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ جتنی رحمت اس پر متوجہ ہے اور جتنا قرب اس کا آپ کے نزدیک ہے اس کی برکت سے مجھ کو فلاں چیز عطا فرما کیونکہ اس شخص سے تعلق ہے، اسی طرح اعمال صالحہ کا توسل آیا ہے، حدیث میں اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ اس عمل کی جو قدر حق تعالیٰ کے نزدیک ہے اور ہم نے وہ عمل کیا ہے، اے اللہ ببرکت اس عمل کے ہم پر رحمت ہو۔

فیض قبور متکفل تکمیل سلوک نہیں

ارشاد۔ قبروں سے جو فیض ہوتا ہے وہ ایسا نہیں جس سے تکمیل ہو سکے یا سلوک طے ہو سکے بلکہ اس کا درجہ صرف اتنا ہے کہ صاحب نسبت کی نسبت کو اس سے کسی قدر قوت ہو جاتی ہے، غیر صاحب نسبت کو تو خاک بھی فیض نہیں ہوتا صرف صاحب نسبت کو اتنا فیض ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے نسبت کو قوت اور حالت میں زیادت ہو جاتی ہے، مگر وہ بھی دیرپا نہیں ہوتی، بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے تنور کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر کے لئے جسم میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ زندہ مشائخ سے جو فیض ہوتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مقوی دوا کھا کر قوت و حرارت حاصل ہوتی ہے۔ صاحب نسبت کو اول قبر سے فیض لینے کی ضرورت نہیں، زندہ شیخ اس کے لئے قبروں سے زیادہ نافع ہے اور ضرورت بھی ہو تو صاحب نسبت کے لئے قبر کا پختہ ہونا ضروری نہیں وہ تو آثار سے معلوم کرلے گا کہ یہاں کوئی صاحب کمال مدفون ہے۔

ادب و احترام شیخ کی وجہ

ارشاد۔ مقصود جتنا عظیم ہوگا اس کے وسائل کی بھی اسی قدر وقعت ہوگی۔ اسی سے شیخ کا ادب و احترام بہت چاہئے۔

نسبت و ملکۂ یادداشت کا فرق

ارشاد: نسبت ملزوم و ملکۂ یادداشت لازم ہے، دونوں کی ماہیت الگ الگ ہے، نسبت نام ہے خاص تعلق کا جس پر دو امر کا ترتب لازم ہے، ایک کثرت ذکر جس کی دوسری تعبیر ملکۂ یادداشت ہے، دوسرے دوام طاعت، جس طرح کوئی کسی پر عاشق ہو جاوے تو اس تعلق عشقی میں دو امر لازم ہیں، ایک تو یہ کہ معشوق اکثر اوقات ذہن سے نہیں اترتا دوسرے عاشق عمداً اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔

نفع سالک کی تدبیر

ارشاد: سالک کو التزام معمولات و قلت مخالطت سے بیحد نفع ہوتا ہے۔

برکت کا مدار مرید کے ارادت و محبت پر ہے نہ کہ بیعت پر

سوال: زید کو کسی شیخ سے بیحد عقیدت تھی مگر بیعت یا تعلیم و تلقین کی ہنوز نوبت نہ آئی تھی کہ زید قریب المرگ ہو گیا تھا اور شیخ کو بذریعہ تار بلا بھیجا مگر شیخ کے آنے پر اس کا کام تمام ہو چکا تھا، البتہ زید نے ایک تحریر لکھ دی تھی شیخ کے نام کہ میں آپ سے مرید ہوں تو آیا وہ شیخ داخل سلسلہ بذریعۂ بیعت کر سکتا ہے یا نہیں۔

جواب: نہیں، کیونکہ مقصود بیعت، یعنی تعلیم و تلقین اب نہیں ہو سکتی، رہ گئی برکت سلسلہ کے بزرگوں کی وہ قبول شیخ پر موقوف نہیں، میت کی ارادت و محبت سے وہ حاصل ہو گئی۔

حضرت پیر نااہل

ارشاد: ایک شخص مطب خلاف قواعد کرتا ہے اور مریضوں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے، کوئی خیر خواہ مریضوں کو اس ہلاکت سے بچانے کے لئے یہ ذریعہ اختیار کرے کہ خود مطب کھول دے اور کہے گو طب میں نہیں جانتا مگر میرے مطب میں یہ مصلحت ہے کہ لوگ اس ہلاکت سے بچیں گے اور گو علاج میں بھی نہ کروں گا جس میں خطرہ کا اندیشہ ہو مگر بے خطر چیزیں بتلاتا رہوں گا، تو آیا اس خیر خواہ کو اس کی اجازت دیجاوے گی یا یہ سمجھا جاوے گا کہ یہ صورت بہ نسبت مطب نہ کھولنے کے زیادہ ضرر رساں ہے کیونکہ مطب نہ کھولنے کی حالت میں اس ہلاکت کا سبب یہ خیر خواہ نہ ہوتا اور اب جتنے علاج نہ ہونے سے ہلاک ہوں گے اس کا سبب یہ شخص بنے گا یہی حال اس شخص کا ہے جو بیعت لینے کی اہلیت تو نہیں رکھتا، لیکن پیر محض اس لئے بننا چاہتا ہے کہ لوگ گمراہ پیروں کے پھندے میں نہ پڑیں بلکہ اپنے عقائد حقہ کی تعلیم

کر سکے حالانکہ عقائد حقہ کی تعلیم اور گمراہیوں سے بچانا تو زبان سے بلا پیر بنے ہوئے بھی ممکن ہو سکتا ہے پھر کوئی نہ سنے تو وہ جانے۔ اس سے اس شخص کو تو گناہ نہ ہوگا۔ اگر یہ خیال ہو کر لوگوں کو بیعت کر کے کسی محقق کے پاس پہنچا دے تو بعد تامل اس میں بھی مفاسد نظر آتے ہیں، اول تو بعض مرید کہیں دوسری جگہ رجوع نہ کریں گے دوسرے چند روز میں ایسے غیر کامل پیر میں، بہجوم عوام سے خود بینی و عجب و ریا وغیرہ پیدا ہو جاوے گا اور تعلیم میں عار کے سبب کبھی جہل کا اقرار نہ کرے گا۔ ضلوا فاضلوا کا مصداق بنے گا۔

مرید و شیخ میں تناسب نفع کی شرط ہے

ارشاد: میرے مزاج میں تنگی ہے اور دیگر حضرات کے مزاج میں وسعت، پس اس تنگی کے سبب میرے اور آپ کے مذاق میں تناسب نہیں ہوتا۔ اور تناسب نفع کی شرط ہے اور جہاں توسع ہے وہاں چھوٹے چھوٹے واقعات سے اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے مذاق میں تخالف نہیں ہوتا وہاں نفع کی امید ہے۔

شیخ کے سامنے مشغولیت فکر کا حکم

ارشاد: میری مجلس میں لکن توجہ کر اسم ذات میں مشغول رہو۔ البتہ جس وقت میں کوئی بات کروں اس وقت ساکت ہو کر اس کو سنو۔ کما قال اللہ تعالیٰ اذا قری القرآن الخ

فوائد صحبت شیخ

ارشاد: شیخ کے پاس رہنے کے منافع حسب ذیل ہیں۔ (۱) جو ملفوظات زبانی سننے میں آتے ہیں وہ خلاصہ ہوتے ہیں تحقیقات و مسائل کے جن سے اپنی حالت بھی وضوح کے ساتھ منکشف ہوتی ہے (۲) اور ان اہل صحبت میں جو بابرکت ہوتے ہیں وہاں ایک نفع صحبت کی برکت اور ان کے طرز و عمل سے سبق لینا ہوتا ہے (۳) عمل کا شوق بڑھتا ہے (۴) اپنے عیب معلوم ہوتے ہیں (۵) اپنی استعداد معلوم ہوتی ہے لہذا اس زمانہ میں یہ صحبت کتابوں میں دیکھ کر عمل کرنے سے بدرجہا انفع ہے۔

بیعت توڑنے کا طریقہ

ارشاد۔ اگر کسی جھگڑے کا اندیشہ نہ ہو تو بیعت توڑنے کی خبر اپنے فاسد العقیدہ پیر سے کرنا بہتر ہے ورنہ خود اپنا ارادہ ہی کافی ہے، بیعت توڑنے کا طریقہ یہی ہے کہ پکا ارادہ کر لے کہ اس سے تعلق نہ رکھوں گا۔

حالت فنا شرط فیض ہے

ارشاد۔ مرید کو چاہئے کہ شیخ کے سامنے اپنے کو مردہ بدست زندہ سمجھے کہ یہی حالت فنا شرط فیض ہے

شیخ سے مناسبت کے فوائد

ارشاد۔ شیخ سے مناسبت پیدا ہو جانے میں بیحد برکات ہیں لیکن شرط نفع کی یہ ہے کہ مرید اُن برکات کا منتظر نہ رہے۔

فعل عبث سے احتراز سلوک میں ضروری ہے

ارشاد۔ فعل عبث کا ترک اول قدم ہے سلوک کا۔

شیخ کے علاوہ دوسری جگہ تعلیم واصلاح کا تعلق رکھنے میں کچھ حرج نہیں

ارشاد۔ اگر ایک جگہ بیعت ہو اور دوسری جگہ تعلیم و اصلاح کا تعلق رکھے تو کچھ حرج نہیں خصوص جب بیعت کی جگہ سے مناسبت کم ہو اور دوسری جگہ مناسبت زیادہ ہو جس جگہ تعلیم و اصلاح کا تعلق رکھا جاوے سب سے اول وہاں طرز و انداز معلوم کرے تا کہ بعد میں توحش نہ ہو اور چونکہ ہر مربی کا طرز علیحدہ ہے۔ اس لئے طرز معلوم کرنے کے بعد اُس طرز کے قبول کرنے کے لئے پورے طور سے اپنے کو آمادہ کرنے اور آمادگی یہ ہے کہ اس کے اختیار کرنے میں خواہ کوئی تکلیف ہو یا کوئی ذلت یا کوئی ضرر جسمانی یا مالی یا نفسانی سبب کو گوارا کرے۔

جلب توجہ شیخ کا طریقہ

ارشاد۔ طالب قلت اہتمام کو چھوڑے تو بے نیاز شیخ بھی اضطراراً اس کی طرف متوجہ ہو جاوے گا۔

نری بیعت دافع امراض باطنی نہیں

ارشاد۔ یہ گمان کرنا کہ صرف بیعت میں اثر دفع امراض باطنی کا ہے بالکل غلط ہے، بیعت صرف مجاہدہ اتباع کا نام ہے۔ آگے اتباع کی ضرورت ہے اور اتباع کا محل عمل ہے اور عمل میں البتہ خاصیت دفع امراض باطنی کی ہے

مشائخ کیلئے ایک کارآمد نصیحت

ارشاد۔ مشائخ کو چاہئے کہ وظیفہ وغیرہ بتلانے سے پہلے دو کام بتلائیں ایک اخلاق کی درستی دوسرے بقدر ضرورت علم کی تحصیل۔

شیخ سے مستغنی نہ ہونے کے معنی

ارشاد۔ شیخ سے مستغنی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ تعلیم کی احتیاج رہتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تعلق کی احتیاج رہتی ہے یعنی اس سے اعراض اور مماثلت یا افضلیت کا دعویٰ قاطع طریق ہے، اور تعلیم میں بھی اتنی احتیاج رہتی ہے کہ اس کے اصول کا ترک جائز نہیں گو فروع میں اجتہاداً اختلاف ہو جاوے، وہ بھی ادب کے ساتھ۔

معلم کی محبت کلید وصول ہے

ارشاد۔ معلم کی محبت کلید ہے وصول الی المقصود کی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرے شیخ کیطرف رجوع کس وقت جائز ہے اور اصلاح کے معنی

ارشاد۔ دوسرے شیخ سے رجوع اس وقت کرے جب ایک معتد بہ مدت کے بعد بھی اپنے اندر اصلاح محسوس نہ کرے، اور اصلاح کے یہ معنی ہیں کہ دواعی معاصی کے مضمحل ہو جاوے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ شیخ اول کی مجوزہ تدابیر پر پوری طرح عمل کر چکا ہو اور پھر بھی کامیابی نہ ہوئی ہو، ورنہ وہ تو اس کا مصداق ہو جاوے گا کہ نسخہ تو پیا نہیں اور حکیم صاحب کی شکایت کہ ان کے علاج سے نفع نہیں ہوا۔

شرط برکت تعلیم شیخ

ارشاد۔ جو شیخ خود بھی کام کرتا رہتا ہے اور اپنی اصلاح سے کبھی غافل نہیں رہتا اس کی تعلیم میں

برکت ہوتی اور محض فن داں ہے مگر خود عامل نہیں ہے اس کی تعلیم میں برکت نہیں ہوتی۔ گو تمام تدبیر صحیح تجویز کرے۔

مرید کو شیخ کی رائے سے مخالفت کا حق نہیں

ارشاد۔ مرید کو شیخ کی رائے سے مخالفت کا حق نہیں ہے اگرچہ دوسری شق بھی مباح ہو۔ کیونکہ مرید کا تعلق شیخ سے استاد شاگرد جیسا نہیں بلکہ اس طریق میں مرید و شیخ کا معاملہ ایسا ہے جیسے مریض اور طبیب کا معاملہ ہے کہ مریض کو طبیب کے فتویٰ کی مخالفت جائز نہیں۔ جب تک شریعت کے خلاف شیخ کا قول نہ ہو۔

خلاف شرع امور میں مخالفت شیخ لازم ہے مگر ادب کیساتھ

ارشاد۔ اگر مرید کے نزدیک شیخ کا قول خلاف شرع ہو تو مخالفت جائز بلکہ لازم ہے مگر ادب کے ساتھ گو واقع میں وہ قول خلاف شریعت نہ ہو مگر یہ تو اپنے علم کا مکلف ہے، جیسے حضرت سید صاحب رح بریلوی کو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصور شیخ تعلیم فرمایا، سید صاحب نے اُس سے عذر کیا کہ مجھے اس سے معاف فرمایا جاوے۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید که سالک بے خبر نبود زرسم و راہ منزلہا

سید صاحب نے عرض کیا کہ مے خواری تو ایک گناہ ہے آپ کے حکم سے میں اس کا ارتکاب کرلوں گا پھر توبہ کرلوں گا مگر تصور شیخ میرے نزدیک شرک ہے اس کی کسی حال میں اجازت نہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے یہ جواب سن کر سید صاحب کو سینہ سے لگالیا کہ شاباش جزاک اللہ تم پر مذاق توحید واتباع سنت غالب ہے اب ہم تم کو دوسرے راستہ سے لے چلیں گے۔

شیخ کے صریح شرعی خلاف پر مرید کو کیا معاملہ کرنا چاہیے

ارشاد۔ اہل طریق کی وصیت ہے کہ اول طلب شیخ میں پوری احتیاط لازم ہے پھر جب تفتیش و تجربہ سے اس کا متبع شریعت و محقق ہونا ثابت ہو گیا تو اب اجتہادی مسائل میں بات بات پر اس سے بدظن نہ ہو البتہ اگر بیعت کے بعد اس سے کوئی بات ایسی دیکھی جاوے جو کہ صراحۃً خلاف شرع ہو جس میں اجتہاد کی بالکل مجال نہ ہو تو اسکے متعلق تین قسم کا معاملہ کرنیوالے لوگ ہیں بعض تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں

اور یہ خلاف اصول طریقت ہے۔ اور بعض اس کے فعل میں بھی تاویل کر لیتے ہیں اور اگر وہ ان کو بھی اس فعل کا امر کرے تو اس کو بھی کر لیتے ہیں اور یہ خلاف طریقت بھی ہے اور خلاف شریعت بھی اور سب سے اچھا تیسری قسم کا معاملہ کرنے والا ہے وہ یہ کہ اگر امر نہ کرے تو بد ظن نہ ہو اور اس کے عمل میں یقیناً یا ابہاماً تاویل کرے اور اگر تاویل پر قدرت نہ ہو تو سمجھے کہ شیخ کیلئے عصمت لازم نہیں آخر وہ بھی بشر ہے اور بشر سے کبھی غلطی ہو جانا ممکن ہے اور اگر اس کو بھی امر کرے تو اتباع نہ کرے بلکہ ادب سے عذر کر دے اگر وہ اس عذر کو قبول کرے اور پھر اس کو مجبور نہ کرے تو اس شیخ کو نہ چھوڑے اور اگر وہ اس عذر پر مرید سے خفا ہو جاوے تو سمجھے کہ یہ شیخ کامل نہیں، اُس کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاوے اور اس دوسرے سے جا کر صاف کہدے کہ میں پہلے وہاں بیعت تھا اور اس وجہ سے الگ ہوا، اگر وہ بھی سن کر ناخوش ہو تو اس کو بھی چھوڑ دے، اور اگر ناخوش نہ ہو تو اس سے تعلق پیدا کرے، مگر اس حالت میں بھی پہلے شیخ کے ساتھ گستاخی نہ کرے کیونکہ اس طریق کا مدار ادب پر ہے

مشائخ کی تعظیم میں غلو کا حکم

ارشاد۔ مشائخ کی تعظیم و اطاعت میں ایسا غلو کرنا کہ وہ خلاف شرع بات کا حکم کریں جب بھی ان کی اطاعت کی جائے یہ بھی ارضائے خلق میں داخل ہے، جو ایک مرض ہے۔

مرید کی ترقی شیخ ہی کی برکت سے ہے

ارشاد۔ اگر کوئی مرید شیخ سے بھی بڑھ جاوے تو وہ بھی شیخ ہی کی برکت سے بڑھا ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک مرغی کے نیچے قاز اور بطخ کے انڈے رکھ دیئے جاویں تو گو بچہ نکلنے کے بعد یہ قاز اور بطخ مرغی سے بڑی اور قوی اور سیر فی الہواء و فی الماء پر قادر ہوگی مگر اس کی یہ ترقی بھی مرغی ہی کی بدولت ہے۔

پیر کامل کی شناخت

ارشاد۔ پیر کامل وہ ہے جو محق بھی ہو اور محقق بھی ہو، محق ہونے کے تو معنی یہ ہیں کہ اس کے عقائد صحیح ہوں متبع سنت ہو، اور محقق ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وسائس نفس پر اسکی نظر گہری ہو۔

تبدیل شیخ کی شرط

ارشاد۔ اگر کسی کو کسی شیخ سے نفع نہ ہوتا ہو تو اس کو دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنے کی اجازت ہے مگر یہ لازم ہے کہ پہلے شیخ کی شان میں گستاخی نہ کرے۔

بے ادب را اندریں رہ بار نیست　　جائے او بردار شد در دار نیست

شیوخ ابو الوقت کی حالت

ارشاد۔ بعض شیوخ اہل مقام ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جس وقت جو حالت چاہیں اپنے اوپر وارد کر لیں۔ ان کو ابو الوقت کہتے ہیں۔ وہ جس مرید کے لئے جس حالت کی تجلی نافع ہوتی ہے وہ اس کے سامنے اُسی حالت کی تجلی اپنے اوپر وارد کرتا ہے، مثلاً شیخ پر تو خوف کی تجلی غالب ہے لیکن جب دیکھتا ہے کہ مرید کے لئے تجلی رجا یا تجلی شوق مفید ہے تو اس کی مصلحت سے اپنے اوپر تجلی رجا کی یا تجلی شوق کی غالب کر لیتا ہے۔

عارف کی تائید غیب سے ہوتی ہے

ارشاد۔ بعض دفعہ غیب سے ایسا ہوتا ہے کہ عارف پر ایک حال غالب ہے مگر اس کی مصلحت دوسرے حال کے غلبہ میں ہے تو اس وقت اس کی مدد غیب سے کی جاتی ہے کیونکہ یہ شخص مراد ہوتا ہے اور مراد کی اصلاح حق تعالیٰ کی طرف سے بلا اس کے قصد کے کی جاتی ہے، مثلاً عارف پر اُنس کا غلبہ تھا اور اُنس کے بڑھنے سے خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں حدود سے نہ بڑھ جاوے تو دفعتاً کسی وقت ہیبت کا چرکا لگا دیا جاتا ہے۔

طالب کو اطاعت و انقیاد کی سخت ضرورت ہے

ارشاد۔ پہلے یہ حالت تھی کہ طالبین مشائخ کی ایسی اطاعت و انقیاد کرتے تھے کہ اگر کسی کو یہ کہا جاتا کہ تم کسی دوسرے سے تعلیم حاصل کرو تو اس پر راضی ہو جاتے اور یہ سمجھتے تھے کہ ان کی اطاعت سے ہم کو نفع ہوگا اور خواہ ہم کسی سے رجوع کریں ہم کو انہی سے فیض ہوگا۔ اور آج کل یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو دوسرے سے تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا جائے تو وہ اطاعت نہیں کرتا۔ اور سمجھتا ہے کہ مجھے ٹال دیا اور غلط مشورہ دیا۔ جب اطاعت و انقیاد کی یہ حالت ہے تو پھر نفع کیونکر ہو۔

محقق کی علامت

ارشاد۔ محقق کی علامت یہ ہے کہ وہ سبب و منشار کا علاج کرے محض آثار کا علاج نہ کرے۔

ہدیہ دے کر دعا کی درخواست کرنا خلاف ادب ہے

ارشاد۔ ایک صاحب نے ہدیہ دے کر دعا کی درخواست کی حضرت نے روپے واپس کر دیئے کہ یہاں دعا کی دوکان نہیں، ہم بدون ہدیہ کے بھی سب مسلمانوں کی بھلائی کیلئے دعا کرتے ہیں۔

پیر سے اختلاط کا طریقہ

ارشاد۔ اپنے پیر کے پاس بھی کم جاؤ، زیادہ نہ لپٹو، کیونکہ گاہے گاہے خاص اوقات میں اس کے پاس جاؤ گے تو اس کو ذکر میں مشغول دیکھو گے، اور اگر ہر وقت لپٹے رہو گے تو کبھی ہنستے دیکھو گے کبھی سوتے کبھی تھوکتے سنکتے دیکھو گے، اس سے تمہیں اعتقاد کم ہوگا، ہاں عقلاء کو تو ان حالات کے مشاہدہ سے اعتقاد بڑھے گا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ شیخ فرشتہ نہیں بشر ہے، مگر بشر ہو کر بے مثل ہے تو بڑا کامل ہے۔ اور ناقص العقل کبھی شیخ میں اور اس کی بیوی میں لڑائی جھگڑا دیکھے گا۔ تو اُس کا اِن باتوں سے اعتقاد کم ہوگا۔ اگر اعتقاد بھی کم نہ ہو تو بھی ہر وقت نہ لپٹو۔ زیادہ لپٹنے سے اس کو کدورت ہوگی، اور شیخ کا تکدر طالب کے لئے مضر ہے۔ جس کے پاس جاؤ ایسے وقت میں جاؤ کہ اُس وقت تمہارے جانے سے اس کو کدورت نہ ہو۔ فقہائے تو اس کی یہاں تک رعایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی وجہ سے کسی ذن میں عیادت کو منحوس سمجھتا ہو تو اس کی عیادت کو اُس دن نہ جاؤ۔ بزرگوں کو زیادہ لپٹنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ بعض دفعہ ایسی حرکات تم سے صادر ہوں گی جن سے ان کو انقباض ہوگا۔ تھوڑی دیر پاس بیٹھنے میں تو تم اپنی حرکات کی نگہداشت کر سکتے ہو اور ہر وقت پاس رہنے میں اس کی رعایت دشوار ہے، اور اہل اللہ میں چونکہ لطافت زیادہ ہوتی ہے، اس لئے اُن کو بعض ایسی حرکات سے انقباض ہو جاتا ہے، جن کو تم معمولی بات سمجھتے ہو اور شیخ کے مکدر ہونے سے فیض بھی مکدر ہی ہو کر آئے گا۔

آداب شیخ کی رعایت کی تعلیم

ارشاد۔ جس طرح اپنے شیخ کے ہوتے ہوئے دوسرے شیوخ احیاء کی طرف التفاف خلاف ادب ہے اسی طرح شیوخ اموات کیطرف التفات بھی مضر ہے اور اپنے شیخ کے حالات کو ان کے حالات سے موازنہ کرنا تو سخت حماقت ہے۔ بزرگوں میں چونکہ لطافت زیادہ ہوتی ہے اس لیے اُن کی صحبت کے آداب سلاطین کی صحبت کے آداب سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

اگر شیخ کی مجلس میں بھی غیبت ہونے لگے تو اٹھ جاؤ

ارشاد۔ اگر اپنے شیخ کی مجلس میں بھی غیبت ہونے لگے تو فوراً اٹھ جاؤ۔ جیسے بارش عمدہ چیز ہے اس میں نہانا مفید بھی ہے مگر اولے پڑنے لگیں تو بھاگنا ہی چاہئے۔

معاملہ بالشیخ کا خلاصہ پھر اس کا ثمرہ

ارشاد۔ میں نے دو لفظوں میں معاملہ بالشیخ کا خلاصہ نکالا ہے۔ اس کے موافق عمل کرنا چاہیے یعنی اطلاع و اتباع۔ اپنے احوال کی اس کو اطلاع کرتے رہو اور جو وہ حکم دے اس کے موافق عمل کرتے رہو پھر کامیابی یقینی ہے۔ اگر اس کو اس تمام مشقت کے بعد صرف یہی معلوم ہوا کہ میں ناکام رہا تو بھی کامیابی ہے۔ کیونکہ اس نایافت سے عبدیت پیدا ہو گی اور یہی کمال مقصود ہے جو شخص شیخ کی تعلیم پر عمل کرتا رہے گا۔ اس کو اور کچھ نہ ملے تو رضا تو ملے گی کیونکہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبُلنا۔

تعلیم و تربیت میں کاوش کر کے کسی کے درپے نہ ہونا چاہئے

ارشاد۔ اصلی کوشش اپنے وصول کی کرنا چاہئے۔ البتہ اگر بدون کاوش و بدون گھیر گھار کے کوئی طالب آجاوے اور اس کی طلب متحقق ہو جاوے تو اس کی خدمت کر دینے کا بھی مضائقہ نہیں بلکہ طاعت ہے۔

جسکی خدمت کرو اس کی کامیابی کی فکر نہ کرو دعا کرتے رہو، ناکامی میں دُہرا اجر ہے

ارشاد۔ بس یہی مذاق رکھو کہ جو آجائے اس کی خدمت کر دو۔ جو نہ آئے اس کی فکر میں نہ پڑو۔ اور جس کی خدمت کرو اس کی بھی کامیابی کی فکر نہ کرو ہاں دعا کرتے رہو، باقی اسی کا وظیفہ لے کر نہ بیٹھو اگر

شاگرد کو جلالین اچھی طرح آجاوے تو آدھ سیر خوشی ہے اور بالکل نہ آوے تو سیر بھر خوشی ہے کیونکہ تم نے ایک خدمت کی تھی جس میں تم کو دنیا میں ناکامی ہوئی تو انشاء اللہ اس کے حصہ کا بھی سارا اجر آخرت میں ملے گا۔

محقق کی شان سالک کے حق میں

تعلیم محققین کی یہ شان ہوتی ہے کہ چپکے چپکے اندر ہی اندر جو چاہتے دیتے ہیں اور اس طرح لیجاتے ہیں کہ بعض اوقات اسے خود بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں کہاں تھا اور کہاں پہنچ گیا

عارف ہر وقت حق تعالیٰ کو مصلح حقیقی جانتا ہے اپنے اوپر نظر نہیں کرتا

ارشاد۔ عارف اپنی طرف سے کبھی نفع پہنچانے کا قصد نہیں کرتا نہ اصلاح خلق کا خیال دل میں لاتا ہے کیونکہ اس کو اپنی حقیقت معلوم ہے وہ جانتا ہے کہ بھلا میں اور کسی کو نفع پہنچاؤں یا میں کسی کی اصلاح کروں عظمت حق جب دل پر غالب ہوتی ہے تو یہ سب خیالات پاش پاش ہو جاتے ہیں۔

طریق تعلیم و تربیت سالکین فی زمانہ

ارشاد۔ نقشبندیہ کا مذاق یہ ہے کہ وہ پہلے ہی دن ذکر کی تلقین کر کے تخم ریزی شروع کر دیتے ہیں اور چشتیہ ازالہ رذائل کا کام شروع کرتے تاک چنے چبواتے ہیں بلکہ چبواتے تھے کیونکہ اب تو وہ طالبوں کی ضعف ہمت کی وجہ سے نقشبندیوں کے طریق پر عمل کرنے لگے اور وصل و فصل دونوں کو ساتھ ساتھ لے چلتے ہیں۔ آج کل یہی صورت مناسب ہے کہ سالک کو ذکر و شغل کی تعلیم کے ساتھ اصلاح رذائل کا بھی امر کیا جاوے اور ہر رذیلہ کی اصلاح کا علاج بتلایا جاوے، گو زیادہ ضروری علاج رذائل ہی کا ہے مگر ذکر کے ساتھ رذائل کا علاج بہت سہل ہو جاتا ہے۔

اپنے امراض کو مشائخ سے چھپانا نہ چاہیے

ارشاد۔ اپنے امراض کو مشائخ سے چھپانا نہ چاہیے، اگر یہ خیال ہو کہ وہ بزرگ ہم کو ذلیل کہیں گے تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ تم کو کیا ذلیل سمجھتے جب کہ وہ کتے کو بھی اپنے سے افضل سمجھتے ہیں دوسرے وہ امین ہوتے ہیں کسی کا راز دوسروں پر کبھی ظاہر نہیں کرتے، اگر اظہار مرض کو اظہار معصیت

سمجھ کر طبیعت کھنے سے رکتی ہو تو معصیت تو فعل ہے اس فعل کا اظہار مت کرو بلکہ مواد کو بیان کرو اور مواد کا بیان کرنا معصیت نہیں۔ اگر کسی وقت علاج کیلئے شیخ افعال کے تحقیق کی ضرورت سمجھے تو اس وقت افعال کا بھی ظاہر کرنا شیخ پر جائز ہے۔ اور اس کی بالکل وہی مثال ہے جیسے بدن مستور کا کھولنا ڈاکٹر اور جراح کے سامنے۔

کتابیں دیکھ کر علاج کرنا کافی نہیں

ارشاد۔ مشائخ اعمال صالحہ کیوجہ سے بابرکت ہوتے ہیں اس لیے ان کی تعلیم میں بھی برکت ہوتی ہے جس کی وجہ سے جلد شفا ہو جاتی ہے، خود کتابیں دیکھ کر علاج کرنا کافی نہیں۔

اہل محبت کی صحبت کا طریقہ اور اہل دنیا کی تعریف

ارشاد۔ اہل محبت کی صحبت سے محبت پیدا ہوتی ہے لیکن ان کی صحبت پرہیز کیساتھ اختیار کیجاوے، پرہیز یہ ہے کہ اہل دنیا کی صحبت سے بچو اور اہل دنیا وہ ہیں جو غیر اللہ کا تذکرہ زیادہ کریں۔

صحابہ کے کمالات اصلیہ

ارشاد۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اصلی کمالات یہ ہیں کہ ان کو حق تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت درجہ محبت تھی، اخلاص اور توحید میں کامل تھے۔ خدا کے سوا کسی سے ان کو خوف وطمع نہ تھا کسی کام میں نفسانیت نہ تھی۔ عبادت میں کسی وقت غفلت نہ ہوتی تھی، نہ زراعت اس سے مانع تھی نہ تجارت، حضرت غوث اعظم رحمہ نے فرمایا ہے کہ حضرت معاویہؓ اور عمر بن عبد العزیز میں اتنا فرق ہے کہ حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو گرد بیٹھ کر جم گئی ہو وہ ہزار عمر بن عبد العزیز جیسوں سے افضل ہے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ عمر بن عبد العزیز وہ آنکھیں کہاں سے لائیں گے جن سے حضرت معاویہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور وہ زمانہ کہاں سے لائیں گے جس میں وہ حضور کے ساتھ رہے اور حضور کے پاس اٹھے بیٹھے۔

کبھی روانی کلام اتشیخ کی وجہ مخاطبین کا فیض ہوتا ہے

ارشاد جس قدر علوم میں ترقی ہوتی جاتی ہے اسی قدر کلام کی روانی کم ہوتی جاتی ہے۔ اور اگر

کبھی رواتی زیادہ ہوتی ہے تو وہ مخاطبین کا فیض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخاطب کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں ان کے افادہ کے لئے قلب میں مضامین مفیدہ کثرت سے وارد ہو جاتے ہیں پس شیوخ ناز نہ کریں کہ ہم نے بڑے بڑے علوم و اسرار بیان کئے ہیں، کیونکہ کبھی سامعین کی برکت سے بھی مضامین کا ورود ہوتا ہے اور اس وقت اس کی مثال قیف جیسی ہوتی ہے کہ وہ محض واسطہ ہے بوتل میں تیل پہنچانے کا۔ اب اگر قیف ناز کرنے لگے کہ میں نے تیل پہنچایا یہ اس کی حماقت ہے بلکہ اس کو بوتل کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس کی برکت سے اس کو بھی تیل سے کسی قدر تلبس ہو گیا۔

عمل کی مثال مبتدی اور منتہی کے حق میں

ارشاد۔ عمل کی مثال ابتدا میں مثل دوا کے اور انتہا میں مثل غذا کے ہے۔ منتہی کو عمل کی زیادہ لذت ہوتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے۔ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ

شیخ کا فرض

ارشاد۔ شیخ کے ذمہ طالبین کا افادہ فرض ہے اس کے ذمہ ضروری ہے کہ ایک وقت افادہ کیلئے بھی مقرر کرے

شیوخ کی توجہ و عنایت کی تفسیر

تعلیم۔ شیوخ کی توجہ اور عنایت یہی ہے کہ اپنے مریدین کو مضرتوں سے بچنے کی ہدایت کریں منافع حاصل کرنے کی تدبیریں بتائیں ہر وقت ان کو اپنے زیر نظر رکھیں، اگر سامنے آکر بیٹھیں تو خاص تفقد رکھیں۔

مشائخ کو مریدوں سے فرمائش ہرگز نہ چاہئے

ارشاد۔ مشائخ کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ مریدوں کی دنیا پر نظر نہ کریں اور از خود کسی سے کچھ فرمائش نہ کریں، ہاں کسی سے بہت ہی بے تکلفی ہو جہاں بار ہونے کا مطلق احتمال نہ ہو اس سے کوئی بہت ہلکی فرمائش کا مضائقہ نہیں، مگر ایسے مخلص ہزاروں میں ایک ہی دو ہوتے ہیں عام حالت یہی ہے کہ فرمائش سے گرانی ہوتی ہے۔

خلوص و محبت کے معنیٰ ہدیہ دینے میں

ارشاد۔ خلوص و محبت کے تو معنی یہ ہیں کہ ہدیہ دینے والے کو دنیا کی تو غرض کیا آخرت کی بھی غرض

مقصود نہ ہو یعنی ثواب کا بھی قصد نہ ہو کیونکہ ثواب کے لئے کچھ دینا صدقہ ہے ہدیہ نہیں ہے۔ ہدیہ وہ ہے جو محض تطییب قلب مہدی لہ کیلئے دیا جاوے، گو تطییب قلب مسلم بھی ثواب کا موجب ہے اور اس ثواب کی نیت ہدیہ میں کرنا مذموم نہیں مگر ثواب اعطا کا قصد نہ ہونا چاہئے۔

قبول ہدیہ کا حکم

ارشاد۔ جب عدم خلوص کا علم نہ ہو تو ہدیہ کو قبول کر لینا اگرچہ حلال ہے مگر جب تھوڑی سی کوشش سے علم ہو سکے تو پھر سستی جائز نہیں۔

ہدیہ میں زیادہ ثواب کی صورت

ارشاد۔ اگر ہدیہ قلیل ہو اور خلوص زیادہ ہو تو ثواب زیادہ ملے گا۔

مشائخ کسی کو اپنا خادم خاص نہ بنائیں

ارشاد۔ مشائخ کو چاہئے کہ کسی کو اپنا خادم خاص نہ بنائیں جس کو ان کے کاموں میں زیادہ دخل ہو کہ کبھی کسی مرید کی تعریف کر کے بڑھا دیں یا شکایت کر کے گھٹا دیں۔

طرق امداد اہل طریق

ارشاد۔ حضرات مقبولان الٰہی سے جو وابستہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو محروم رکھنا نہیں چاہتے جس کے طرق مختلف ہوتے ہیں، ان میں سے ایک طریق یہ بھی ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ ان مشائخ کو کشف کے ذریعہ سے اطلاع دیتے ہیں اور ان کو حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی مدد کرو۔ اور کبھی شیخ کو اطلاع بھی نہیں ہوتی اور کوئی لطیفہ غیبی شیخ کی صورت میں آکر مدد کر جاتا ہے۔

اس طریق میں قلب کی نگہداشت عمر بھر کا روگ ہے

ارشاد۔ جس طرح تمام حالت کے اعتبار سے قرآن بدون دائمی مزاولت کے یاد نہیں رہتا اسی طرح اس طریق میں قلب کی نگہداشت عمر بھر کا روگ ہے کسی وقت غفلت کی اجازت نہیں۔

؎ یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

اہل اللہ کی عظیم الشان فکر سب دنیوی فکر سے مستغنی کرنیوالی ہے

ارشاد۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اہل اللہ بڑے چین میں ہیں ان کو کچھ فکر نہیں۔ بیشک دنیا کی تو ان کو فکر نہیں مگر دنیا کی فکر نہ ہونے کا منشا بے فکری نہیں، بلکہ ایسی عظیم الشان فکر ہے جس نے عصائے موسوی کی روح بنکر سب فکروں کو نگل لیا ہے۔

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

ذکر و شغل میں اصلاح غیر کی نیت رہزن طریق ہے

ارشاد۔ بعض سالکین اس نیت سے ذکر و شغل کرتے ہیں تاکہ اپنی تکمیل کے بعد مخلوق کی اصلاح کریں گے۔ یاد رکھو یہ خیال طریق میں رہزن ہے۔ اور نیت سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ابھی سے بڑے بننے کا شوق ہے۔ ابھی پوری طرح بیٹے تو بنے نہیں اور باپ بننے کی فکر ہونے لگی۔

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی تا راہ بین نباشی کے راہبر شوی
در مکتب حقائق پیش ادیب عشق ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

نفع متعدی کی اہلیت کی شناخت

ارشاد۔ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ اس وقت ہمارے لئے نفع متعدی میں مشغول ہونا افضل ہے یا مضر اس کے لئے نظر صحیح کی ضرورت ہے۔ یا تو نظر صحیح پیدا کرو۔ ورنہ کسی صاحب نظر کا دامن پکڑو اور اس کے تابع ہو جاؤ، اور اس سے ہر موقع پر استفسار کرو۔ واللہ اس کی سخت ضرورت ہے نظر صحیح بھی یوں پیدا ہوگی، بدون اس کے بہت کم پیدا ہوتی ہے بلکہ جو شیخ صاحب نظر صحیح ہو وہ بھی اپنے واسطے کسی کو شیخ تجویز کرے، اپنے احوال خاصہ میں اس کی رائے سے عمل کیا کرے اپنی رائے سے عمل نہ کرے۔ کیونکہ اپنے حالات و واقعات میں اپنی نظر تو ایک ہی پہلو پر جاتی ہے۔ اور دوسرے کی نظر ہر پہلو پر جاتی ہے، اور جس شیخ کو دوسرا شیخ نہ ملے تو وہ اپنے چھوٹوں ہی سے مشورہ کیا کرے اس طرح بھی غلطی سے محفوظ رہے گا۔

نیت نفع خلق کے شناخت کا طریقہ

ارشاد۔ بعض مشائخ اپنا مجمع بڑھانے کی فکر میں رہتے ہیں اور اس میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ ہمارا مجمع زیادہ ہوگا تو مخلوق کو زیادہ نفع ہوگا۔ یہ تاویل بھی فاسد ہے، اگر ان کو نفع خلق مطلوب ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص ان سے زیادہ کامل آجاوے جس سے نفع خلق کی زیادہ امید ہے تو یہ حضرت شیخ اپنی مسند کو چھوڑ کر الگ ہو جاویں اور لوگوں سے صاف کہدیں کہ اب میری ضرورت نہیں رہی فلاں بزرگ کے پاس جاؤ وہ مجھ سے زیادہ کامل ہیں۔

طریقہ ثانی

ارشاد۔ اب ہمارے اندر تحزّب اور گروہ بندی کا مرض آگیا ہے اگر ہم کو نفع خلق مقصود ہوتا تو دوسرے نفع رسانوں سے انقباض نہ ہوتا بلکہ خوشی ہوتی کہ اچھا ہوا کہ اس نے میرے اوپر سے بوجھ ہلکا کر دیا۔ اب میں دین کا دوسرا کام کروں گا جس کو کوئی نکر رہا ہو۔ اب ہماری حالت یہ ہے کہ اگر ہمارے بزرگوں سے کسی عالم کو کسی مسئلہ میں بھی اختلاف ہو چکا ہے اس سے دین کا فیض ہمارے بزرگوں سے بھی زیادہ ہو رہا ہو اس سے خوش نہ ہوں گے، اور نہ اس کے مرنے پر حسرت و رنج ہوتا ہے بلکہ کسی درجہ میں خوشی ہوتی ہے۔

بے تکلف اپنے جذبات پر عمل کرنا دلیل سچے ہونے کی ہے

ارشاد۔ سچے آدمی کی علامت یہی ہے کہ وہ اپنے جذبات فطریہ کے موافق بلا تکلف عمل کرتا ہے اُس کو اس کی پروا نہیں ہوتی کہ کوئی میرے اس فعل پر اعتراض کرے گا، یا کیا سمجھے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ آپ میں تصنع اور بناوٹ کا نام و نشان نہیں تھا، آپ بے تکلف اپنے جذبات پر عمل فرماتے تھے کبھی خطبہ کے درمیان بچوں کو اٹھا لیتے تھے کبھی بچہ کو گردن پر سوار کر کے نماز پڑھتے تھے کبھی صحابہ کے ساتھ مزاح فرما لیتے تھے کبھی اپنی بی بیوں کے ساتھ مسابقت کر لیا کرتے تھے۔

سادگی منشا ہے کمال کا

ارشاد۔ کمال کی مستی خیال ہستی کو کم کر دیتی ہے، اسی لئے واقعی جو لوگ اہل کمال ہیں وہ سادگی سے رہتے ہیں، اس میں کچھ اہل باطن ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ علوم دنیا میں بھی جو

کامل ہیں ان میں کمال کی وجہ سے سادگی آجاتی ہے۔

شرائط سماع

ارشاد۔ حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ کے نزدیک سماع کی چار شرطیں ہیں (۱) سامع از اہل ہویٰ وشہوت نباشد (۲) مسمع مرد تمام باشد زن وکودک نباشد (۳) مسموع ہزل وفحش نباشد (۴) آلۂ سماع مثل چنگ ورباب درمیان نباشد۔

عارف حق تعالیٰ کے شیون وتجلیات کی پوری رعایت کرتا ہے

ارشاد۔ حق تعالیٰ تو مزاج سے پاک ہیں مگر وہاں تجلیات وشیون بے انتہا ہیں ان کے مقتضیات مختلف ہیں، عارف ان شیون اور تجلیات کی مقتضا کی پوری رعایت کرتا ہے جس وقت جو شان ظاہر ہوتی ہے اس کے موافق گفتگو کرتا ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ تجلی محبوبیت کا غلبہ ہے اور حق تعالیٰ یہی چاہتے ہیں کہ میں ان پر ناز کروں، تو کہنے لگے۔ اللّٰھم ان تھلک ھٰذہ العصابۃ لم تعبد بعد الیوم۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے دیکھا کہ حق تعالیٰ میرا صبر دیکھنا چاہتے ہیں، اس لئے پورا صبر کیا حتیٰ کہ دعا بھی نہ کی۔ حالانکہ دعا صبر کے منافی نہ تھی، مگر صورتًا اس میں بیماری سے ناگواری اور ضجر کا اظہار ہے، اس لئے دعا بھی نہ کی پھر جب منکشف ہوا کہ اب حق تعالیٰ عبدیت کا اظہار چاہتے ہیں تو فوراً دعا کرنے لگے۔ (رب) انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب

اہل اللہ کو اپنی جان سے محبت کا راز

ارشاد۔ اہل اللہ کو اپنی جان سے اس لئے محبت نہیں ہوتی کہ اپنی جان ہے بلکہ اس لئے محبت ہوتی ہے کہ یہ خدا کی چیز ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں طاعات کی توفیق ہوتی ہے۔ ؎

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است — افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را — کہ دامنم گرفتہ بسویت کشیدہ است

فن تسہیل کے استعمال کا طریقہ

ارشاد۔ مشائخ نے اسی سے ہیں کہ وہ فن تسہیل سے واقف ہیں، وہ اس طریق کو اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں جو تحصیل میں ساعی ہو، اور جو شخص تحصیل اعمال میں کوتاہی کر کے تسہیل کا طالب ہو وہ اس کے ساتھ تسہیل کا معاملہ نہیں کرتے بلکہ تکلیف کا معاملہ کرتے ہیں۔

پیری مریدی کی حقیقت

ارشاد۔ پیری مریدی نام ہی ہے معاہدۂ اطاعت من جانب المرید و معاہدۂ تعلیم و اصلاح من جانب الشیخ۔ بیعت یعنی ہاتھ میں ہاتھ دینا نہ مقصود ہے نہ کسی مقصود کا موقوف علیہ۔ صرف رسم مشائخ ہے اور حقیقت بیعت کی یہ ہے کہ مرید کیطرف سے اتباع کا التزام ہو اور شیخ کی طرف سے تعلیم کا۔ اگر ایسا معاہدہ خواہ قولاً ہو یا حالاً کیونکہ معاہدہ کبھی حالیہ ہوتا ہے، تو بیعت کا تحقق ہو گیا، شیخ کا مرید کو تبلیغ نہ کرنا وعدہ خلافی اور خیانت ہے۔

پیروں کی افراط تعظیم

ارشاد۔ آج کل پیروں کے ساتھ وہی معاملہ ہو رہا ہے جو یہود و نصاریٰ نے اپنے احبار و رہبانوں کے ساتھ کر رکھا تھا۔ اگر پیر صاحب ڈھنگ کی بات بولیں تو حقائق و معارف ہیں۔ اور بے ڈھنگی بے تکی ہانکیں تو رموز ہیں۔ اور خاموش رہیں تو مراقب اور چپ شاہ ان کی ہر حالت میں جیت ہے۔

اناڑی شیخ کی تعلیم کا نتیجہ

ارشاد۔ اناڑی شیخ اپنے مرید کو مجموعۃ الوظائف بنا دیتا ہے۔

کفار کو مرید کرنا ان کو اسلام سے دور کرتا ہے

ارشاد۔ کفار کو مرید کرنا اور ذکر و شغل بتلانا اسلام سے ان کو قریب کرنا نہیں بلکہ بعید کرنا ہے کیونکہ ذکر و شغل میں خاصیت ہے کہ اس سے کیفیات طاری ہوتی ہیں اور کیفیات میں خاص لذت بھی ہوتی ہے، جس کو یہ شخص قرب حق کی لذت سمجھتا ہے، اور اس کا یہ خیال پختہ ہو جاتا ہے کہ قرب الٰہی میں اسلام کو کچھ دخل نہیں نہ اسلام کی ضرورت ہے بلکہ کافر رہ کر بھی قرب حق

حاصل ہو سکتا ہے تو پھر کسی وقت بھی اس کے اسلام لانے کی امید نہیں رہتی۔

بیعت کے بعد کن امور کی تعلیم مشائخ کو ضروری ہے

ارشاد۔ صاحب بیعت ہونے کے بعد جن چیزوں پر روک ٹوک زیادہ ضروری ہے وہ اس قسم کی ہیں کبر، عُجب، اضاعت، حقوق العباد، حسد و بغض، فساد ذات البین وغیرہ، مگر آج کل ان امور میں مطلق روک ٹوک نہیں حالانکہ پہلے زمانہ میں مشائخ کو اول اسی کا زیادہ اہتمام تھا وظائف تو سالہا سال کے بعد تعلیم کرتے تھے، اور یہی نہیں کہ محض زبان سے ان امور پر روک ٹوک کرتے تھے بلکہ تدبیروں سے ان امراض کو قلب سے نکالتے تھے، مثلاً کسی کو زینت پرستی میں مبتلا دیکھا تو اسے سڑکوں پر یا خانقاہ میں چھڑکاؤ کرنا، جھاڑو دینا بتلا دیا، اور جس میں تکبر دیکھا اس کو نمازیوں کے جوتے سیدھے کرنا تعلیم کر دیا، افعال تواضع میں خاصیت ہے کہ ان سے قلب میں تواضع پیدا ہو جاتی ہے۔

افادہ و استفادہ کی شرط

ارشاد۔ افادہ اور استفادہ کی شرط یہ ہے کہ مستفید ین کا دل مربی سے کھلا ہوا ہوتا کہ وہ بے تکلف اپنی حالت کو ظاہر کر کے اصلاح کر سکیں۔

اہل اللہ کی ہر فعل میں نیت صالحہ ہوتی ہے

ارشاد۔ اہل اللہ کی ہر فعل میں نیت صالحہ ہوتی ہے اگر کسی فعل میں کوئی خاص نیت نہ ہو۔ کیونکہ بعض دفعہ ہر فعل میں نیت تراشنا مشکل ہوتا ہے تو اس میں اظہار عبدیت کی حکمت ہوتی ہے، ہم ایسے عاجز ہیں کہ ہم سے نیت صالحہ نہیں ہو سکتی اور اظہار عبدیت شرعاً مطلوب ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اظہار عبدیت کے لئے بھی بعض افعال کئے ہیں، چنانچہ کھانا کھا کر آپ اول خدا کی حمد فرماتے تھے۔ الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین اس کے بعد فرماتے۔ غیر مودع ولا مکفور ولا مستغنی عنہ ربنا کہ اے اللہ اس کھانے کو ہم ہمیشہ کیلئے رخصت نہیں کرتے (بلکہ دوسری وقت پھر اس کی طلب کریں گے) اور نہ اس کی بے قدری کی گئی ہے (بلکہ پیٹ بھرنے کے بعد بھی ہم اس کے ویسے ہی قدرداں ہیں۔ جیسے بھوک کی حالت میں تھے)، اور نہ ہم کو اس سے استغنا ہوا ہے (بلکہ ہم ہر حال میں اس کے

محتاج ہیں مگر اس وقت اس لئے دسترخوان اٹھادیا کہ اب گنجائش نہیں رہی ۔

سلوک میں ریاضت کی تعیین کیلئے شیخ کی اجازت لازم ہے

ارشاد۔ بزرگوں سے جو بعض اختیاری مشقتیں منقول ہیں وہ بطور قرب العبد کے نہیں محض بطور معالجہ کے ہیں جس کی تجویز کے لئے مجتہد کا اجتہاد یا شیخ کی اجازت ضروری ہے ۔

شیخ سے مستغنی ہونا مضر ہے

ارشاد۔ اگر کوئی شخص شیخ سے مستغنی بنجائے تو وہ اس وقت سے چھوٹا ہونا شروع ہو جاوے گا ۔

مبتدی کو وعظ گوئی سے ممانعت کیوجہ

ارشاد۔ مشائخ نے مبتدی کو وعظ کہنے سے منع کیا ہے، کیونکہ وہ حظ نفس کیلئے وعظ کہے گا، اس کا نفس پابندی معمولات اور تنہائی سے بھاگتا ہے مجمع میں باتیں بنانے کو دل چاہتا ہے، اس لئے وعظ کہنے میں اسے مزا آتا ہے، دوسری وجہ ممانعت کی یہ بھی ہے کہ ابتدا میں احوال کا طریان زیادہ ہوتا ہے اس وقت اگر یہ شخص وعظ کہے گا تو اپنے حالات ہی کا بیان کرے گا، کیونکہ ایسا ضبط مبتدی میں کہاں کہ دل پر آرہ چلے اور زبان پر نہ آئے یہ ظرف کاملین ہی کو عطا ہوتا ہے ۔

خدمت خلق مذموم

ارشاد۔ ایسی خدمت خلق جس میں اپنے دین کا ضرر ہو مذموم ہے ۔

اصلاح غیر کا طریقہ

ارشاد۔ جس کی اصلاح اپنے قبضہ میں ہو وہاں تو دعا بھی کرو اور تدبیر بھی کرو جہاں اصلاح قبضہ میں نہ ہو وہاں دعا تو مطلقاً جائز ہے مگر تدبیر اس شرط سے جائز ہے کہ اپنا ضرر نہ ہو ۔

ایثار کا ایک قاعدہ

ارشاد۔ اپنے ذاتی احتیاج پر دوسروں کے نفع کو مقدم کرنا محمود اس وقت ہے جبکہ اپنے دین کا ضرر نہ ہو ۔

اپنی ظاہری و باطنی قوت کو دیکھ کر اصلاح غیر کی فکر میں پڑنا مناسب ہے

ارشاد۔ اپنی ظاہری و باطنی قوت کو دیکھ لو، اس کے بعد ایثار کرو اور دوسرے کاموں میں پڑو مگر اپنا نقصان کرکے اور دین برباد کرکے دوسروں کے کاموں میں لگنا اور اصلاح غیر کے درپے ہونا یہ حضرات صحابہ سے کہیں بھی ثابت نہیں والذین تبوء الدار والایمان الخ میں جو صحابہ کے ایثار کی تعریف کی گئی ہے، تو تعریف اس پر کی گئی ہے کہ ان کے دل میں ایمان راسخ و ثابت ہو چکا تھا ان کے قلوب حرص سے پاک ہو چکے تھے اور محبت اسلام و مسلمین سے لبریز تھے، پس اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح نفس اصلاح غیر سے مقدم ہے۔ اور یہ کہ ایثار کی اسی کو اجازت ہے جو اپنی اصلاح سے فراغت کر چکا ہو۔

اہل اللہ کی صحبت کا نفع ایک ظاہری دوسرا باطنی

ارشاد۔ اہل اللہ کی صحبت کے موثر ہونے کا سبب یہ ہے کہ بار بار اچھی باتیں کان میں پڑیں گی تو کہاں تک اثر نہ ہوگا، ایک وقت چوکوگے دو وقت چوکوگے تیسری دفعہ تو اصلاح ہو ہی جائے گی اور ایک سبب باطنی بھی ہے وہ یہ ہے کہ جب تم ان کے پاس رہوگے اور تعلق بڑھاؤگے تو ان کو تم سے محبت ہو جائے گی تو اس سے دو طرح اصلاح ہوگی، ایک تو یہ کہ وہ دعا کریں گے اور ان کی دعا مقبول ہوتی تو حق تعالیٰ تم پر فضل فرماویں گے اور اکثر یہ ہے کہ ان کی دعا باذن حق ہوتی ہے تو ان کے منہ سے دعا نکلنا اس بات کی علامت سمجھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ کے فضل ہونے کا وقت آگیا، دوسری وجہ بڑی خفی ہے وہ یہ کہ تمہارے اعمال میں ان کی محبت سے برکت ہوگی اور جلد جلد ترقی ہوگی، اور جلد اصلاح ہو جائے گی۔

نفس پر جرمانہ کرنے کی اصل اور اس کا راز

ارشاد۔ نفس پر جرمانہ کرنے کی اصل نصوص سنت میں موجود ہے احدیث میں ہے۔ من قال تعال اقامرک فلیتصدق۔ یعنی جس کی زبان سے یہ کلمہ نکل جاوے کہ آؤ جوا کھیلیں، وہ صدقہ کرے، اسی طرح حیض کے زمانہ میں غلطی سے جماع ہو جاوے تو وہاں بھی صدقہ کا حکم ہے ابتدائے حیض میں ایک دینار اور آخر میں نصف دینار، اور راز جرمانہ کا یہ ہے کہ صدقہ کرنے سے نفس پر زیادہ مشقت ہوتی، اور اس سے بچنے کیلئے سالک تھوڑی مشقت برداشت کر لیتا ہے

مجاہدہ کا مقصود

ارشاد۔ مجاہدہ سے مقصود نفس کو پریشان کرنا نہیں بلکہ نفس کو مشقت کا خوگر بنانا اور راحت و تنعم کی عادت سے نکالنا ہے اور اس کے لئے اتنا مجاہدہ کافی ہے جس سے پر کسی قدر مشقت پڑے۔ بہت زیادہ نفس کو پریشان کرنا اچھا نہیں۔ ورنہ وہ معطل ہو جائے گا۔

اعتدال فی المجاہدہ

ارشاد۔ محنت ہمیشہ مستحسن نہیں بلکہ جب اعتدال سے ہو اور اس پر اچھا نتیجہ مرتب ہو پس مجاہدہ میں اعتدال کی رعایت ضروری ہے شریعت کے ہر شئی میں اعتدال ضروری ہے۔

تمام دینی و دنیوی تمدنی و سیاسی مصالح کی بنیاد نفس کو مشقت کا عادی بنانا ہے

ارشاد۔ اعمال صالحہ اور ترک معاصی کو رزق کی وسعت میں بڑا دخل ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولو ان اھل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکٰت من السماء والارض۔ اسی طرح معاصی کو تنگی رزق و نزول بلاؤں میں بڑا دخل ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جس قوم میں سود کی کثرت ہوگی اللہ تعالیٰ اس پر قحط مسلط کر دیں گے اور جس قوم میں زنا کی کثرت ہوگی اس پر طاعون وغیرہ ایسے امراض مسلط ہوں گے پس دینی و دنیوی، تمدنی و سیاسی تمام مصالح کی بنیاد اور جڑ یہی ہے کہ انسان اپنے نفس کی مخالفت کا عادی بنے اور نفس کو مشقت کا عادی بنائے۔

اصلاح دین کی ترکیب

ارشاد۔ اگر دین کو سنبھالنا چاہتے ہو تو ہر شخص کو اس کی ضرورت ہے کہ کسی عالم متقی کا اتباع کرے

وضوح حق کا طریقہ

ارشاد۔ طالب حق کو حق ضرور واضح ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ اس کو قاعدہ سے طلب کرے جس کے دو طریقے ہیں، ایک تدبیر کر فکر سے کام لے۔ دوسرے دعا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ مجھ پر حق واضح کر دیجئے۔

تصوف میں جو چیز سینہ بسینہ ہے اس کی تعریف

ارشاد۔ تصوف میں سینہ بسینہ ایک چیز ہے یعنی نسبت اور مناسبت اور مہارت، جو استاد کے پاس رہنے ہی سے حاصل ہوتی ہے، محض کتاب پڑھ لینے یا زبانی طریقہ دریافت کر لینے سے حاصل نہیں ہوتی، اور یہ وہ چیز ہے جو ہر علم میں سینہ بسینہ ہی ہے، حتیٰ کہ بڑھئی اور باورچی کے پیشہ میں بھی مناسبت اور مہارت ہے جس کا نام سینہ بسینہ ہے تصوف میں ایک اور چیز ہے۔ یعنی برکت جو مشاہدہ سے معلوم ہوگی بدوں مشاہدہ کے اس کا علم نہیں ہو سکتا۔

حضرات صوفیہ کا فہم سب سے بڑھا ہوا ہے

ارشاد۔ حضرات صوفیہ صاحب تقویٰ بھی ہیں اور صاحب ذہب بھی۔ اس لئے ان کا فہم دوسروں سے بڑھا ہوا ہے۔

عطائی اور طبیب حاذق کا فرق

ارشاد۔ طبیب حاذق کے ہاتھ سے اگر کسی کو شفا نہ ہوا اور مر جائے تو اس سے قیامت میں باز پرس نہ ہوگی، کیونکہ وہ فن کو جان کر علاج کرتا ہے، بخلاف عطائی کے کہ اس کے ہاتھ سے کسی کو شفا ہوگی جب بھی مواخذہ ہوگا اور کوئی مر گیا تو اچھی طرح گردن ناپی جائے گی، کیونکہ وہ فن سے واقف نہیں۔

اہل اللہ بحد شفیق ہوتے ہیں

ارشاد۔ اہل اللہ کو مسلمانوں پر بے حد شفقت اور مصالح کی بے حد رعایت ہوتی ہے۔

شیخ کے سامنے اس طرح نہ کھڑا ہو اس پر سایہ پڑے

ارشاد۔ شیخ کے سامنے اس طرح نہ کھڑا ہو کہ اس پر سایہ پڑے، بات یہ ہے کہ اس سے بھی الجھن ہوتی ہے۔ پس اس کا منشا اذیت ہونے کی وجہ سے منع کیا گیا۔

شیخ کی جائے نماز پہ نماز پڑھنا بے ادبی ہے اس کی تحقیق

ارشاد۔ اجازت کے بعد شیخ کی جگہ یا مصلے پر نماز پڑھنے اور ذکر کرنے کا مضائقہ نہیں بغیر اجازت کے ایسا نہ کرنا چاہئے، کیونکہ ظاہراً دعویٰ مساوات کا ظاہر ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو حضورؐ کی جگہ نماز پڑھتے تھے اس کا منشا محض اتباع تھا نہ کہ دعویٰ مساوات، علاوہ اس کے ایک بات اور ہے کہ بنیٰ ادب کا عرف پر ہے اور تبدل عرفیات سے عرفیات کا حکم بدل جاتا ہے تو صحابہ کے زمانہ میں کسی کی جائے نماز پر نماز پڑھنا خلاف ادب نہ تھا اور اب ہے۔

ادب شیخ کی تحصیل کا طریقہ

ارشاد۔ ادب کا مدار اس پر ہے کہ ایذا نہ ہو اس کلیہ کو تو ملحوظ رکھو، یہ مقصود ہے باقی سب اس کے فروع ہیں جو کہ امور انتظامیہ میں سے ہیں اور وہ تبدل زمانہ سے بدلتے رہتے ہیں، جیسے انتظام اوقات کا معیار پہلے گھڑی گھنٹہ پر نہ تھا اور اب گھڑی گھنٹہ پر ہے یا سفر کا مدار پہلے اونٹ، بیل گھوڑے پر تھا، اور اب ریل اور موٹر پر۔ پس مشائخ میں اپنے ذوق سے کام لینا چاہئے کہ ان کو کس بات سے ایذا ہوتی ہے کس بات سے نہیں، یہ نہ کیا جاوے کہ کتابوں سے آداب دیکھ کر عمل کرنے لگے، کیونکہ ہر جگہ ہر زمانہ میں امور ایذا بدلتے رہتے ہیں، نیز ادب میں غلو بھی نہ کرے کیونکہ غلو سے بھی ایذا ہوتی ہے۔

شیخ طریق کی تقلید کی وجہ

ارشاد۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید تو احکام میں کی جاتی ہے اور شیخ طریق کی تقلید معالجات اور امور انتظامیہ میں کیجاتی ہے۔ اس لئے غیر مقلد شیخ حنفی کی تقلید سے مقلد نہ بن جائیگا۔

نفس پر جرمانہ کی سند

ارشاد۔ وطی حائض اور ترک جمعہ پر حضورؐ نے تصدق دینار و نصف دینار کا امر فرمایا ہے جس سے جرمانہ مال کا بطور معالجہ کے ثبوت ہوتا ہے۔

توسل کی حقیقت

ارشاد۔ توسل کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ فلاں شخص میرے نزدیک آپ کا مقبول ہے اور مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدہ رحمت ہے المرء مع من احب میں، پس میں آپ سے اس رحمت

گویا مانگتا ہوں، پس توسل میں یہ شخص اپنی محبت کو اولیاء اللہ کے ساتھ ظاہر کر کے اس محبت پر رحمت و ثواب مانگتا ہے اور اولیاء اللہ کا موجب رحمت و ثواب ہونا نصوص سے ثابت ہے چنانچہ متحابین فی اللہ کے فضائل سے احادیث بھری ہوئی ہیں، اب یہ اشکال جاتا رہا کہ بزرگی اور برکت کو رحمت حق میں کیا دخل۔ دخل یہ ہوا کہ اس بزرگ سے محبت رکھنا حب فی اللہ کی فرد ہے۔ اور حب فی اللہ پر ثواب کا وعدہ ہے۔

حقیقت توسل پر ایک شبہ کا جواب

ارشاد۔ توسل کی حقیقت جو اوپر بیان کی گئی ہے وہ تو کسی کو معلوم بھی نہیں، پھر اس حقیقت کا قصد کر کے کون توسل کرتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جو بات جائز ہے وہ اس وقت تک جائز رہے گی جب تک ناجائز کا قصد نہ کیا جاوے اور یہ ظاہر ہے کہ اہل حق جو توسل کرتے ہیں وہ ناجائز معنی کا قصد نہیں کرتے گو جائز معنی کا بھی قصد نہ ہو۔

ہدیہ کو اصل بنانا اور زیارت کو تابع دلیل قلت محبت کی ہے

ارشاد۔ آج کل کا مذاق یہ ہے کہ تحفہ کا اہتمام پہلے کرتے ہیں، زیارت کا قصد بعد میں کرتے ہیں گویا زیارت تابع ہے اور تحفہ اصل ہے۔ یہ قلت محبت کی دلیل ہے۔

خالی جاوے بھرا آوے کی توجیہ

ارشاد "خالی جاوے خالی آوے" یعنی جو عقیدت و محبت سے خالی جاوے وہ فیض سے خالی آوے، اس کے مقابلہ میں تھے یہ تصحیف کیا ہے کہ خالی جاوے بھرا آوے۔ یعنی جو شخص دعویٰ، تصنع و ریا سے خالی جاوے وہ نفع سے بھرا ہوا آوے۔

بڑا ادب ہدیہ کا خلوص و محبت ہے

ارشاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے ہمسایہ کو ہدیہ دیتے رہو چاہے جلی ہوئی کھری ہی ہو، ہدیہ میں خلوص و محبت کی ضرورت ہے اور قیمتی و نفیس کی ضرورت نہیں۔

نجات اصل مقصود ہے

ارشاد۔ بڑی بات یہ ہے کہ آخرت میں تو جوتیوں سے نجات رہے کیسی دوسروں کی تربیت اور کیسی دوسروں کی اصلاح۔

آج کل مجاہدہ کی کمی مضر نہیں

ارشاد۔ ریاضت و مجاہدہ سے تو بس یہ مقصود ہے کہ نفس کی سرکشی کم ہو جاوے اور اطاعت میں آسانی سے لگ سکے۔ چونکہ اب نفوس میں پہلی سی قوت اور سرکشی نہیں رہی نہ اب پہلے سے قوی رہے، اس لئے مجاہدہ کی کمی مضر نہیں۔

حضرت والا کے معمولات مبنی بر عقل و شریعت ہیں

ارشاد۔ حضرت والا (حکیم الامت مدظلہ العالی) نے فرمایا کہ دو شخص میرے پاس رہ کر بدظن نہیں ہو سکتے ایک تو وہ جو پورا عاقل ہو کہ میرے ہر فعل کی حکمت اس کی سمجھ میں آجاوے۔ یا وہ جو پورا عاشق ہو کہ میرا جو فعل بھی ہو اس کی نظر محبت میں بالکل مناسب اور بجا ہو۔

تعلیم استغنائے قلب

ارشاد۔ قلب کا تعلق نہ دوستوں سے رکھے نہ دشمنوں سے مگر حقوق سب کے ادا کرے۔

مقامات کی تعریف نیز یہ کہ اصلاح میں اس کی کوئی ترتیب نہیں

ارشاد۔ مقام کہتے ہیں اخلاق باطنہ حمیدہ ملکہ کے اندر رسوخ و پختگی کو جیسے توکل، انس، محبت، تفویض اگر کسی کو ان اخلاق باطنہ کے اندر پورے طور پر رسوخ اور پختگی حاصل نہیں تو گویا اس کو مقامات حاصل نہیں تو بس اس کا طریقہ اصلاح یہی ہے کہ طالب کی حالت میں غور کرے اور دیکھے کہ فلاں خصلت اس شخص کے اندر کیسی ہے آیا پختہ ہے یا خام۔ پس اگر کسی خلق کے اندر خامی دیکھے اس کی اصلاح کردے اور ظاہر ہے کہ اس میں ہر شخص کی حالت جدا ہے تو پھر ایک ترتیب کیسے ہو سکتی ہے۔ اور اصلی بات تو یہ ہے کہ اس کی فکر ہی میں نہ پڑے کہ کتنا راستہ قطع ہو چکا اب کتنا باقی ہے۔ اس لئے کہ اس طریق کا تو یہ حال ہے۔ ؎

نہ ہرگز قطع گردد جادۂ عشق از دویدنہا   کہ می بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا

حضرت تمام عمر کی دوڑ دھوپ کے بعد یہ سمجھ میں آوے گا کہ ہم کچھ نہیں سمجھے۔ ؎

نیست کس را از حقیقت آگہی جملہ می میرند با دست تہی

انکسار و افتقار کا حظ حصول مقامات کے حظ سے بڑھ کر ہے

حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد ہے کہ اگر کسی کو ساری عمر کی محنت و کوشش کے بعد یہ معلوم ہو جاوے کہ مجھ کو کچھ حاصل نہیں ہوا تو اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ اگر مقامات طے بھی ہو گئے تو ان کے طے ہونے میں وہ حظ نہیں جو اس سمجھنے میں ہے کہ ہم نے ابھی کچھ بھی راستہ قطع نہیں کیا۔ گویا تیلی کے بیل کی طرح ہیں اور یہ حظ ہے انکسار اور افتقار اور عجز و عبدیت کا۔

بشاشت شیخ شرط تربیت ہے

ارشاد۔ باطن کا علاج اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ معالج کے قلب میں مریض کی طرف سے بشاشت ہو۔ بلکہ طبیب ظاہری بھی بغیر بشاشت کے معالجہ نہیں کر سکتا۔

شیخ موافق سنت کا اتباع کرے

ارشاد۔ جس کے اعمال ظاہرہ و باطنہ منہاج شریعت پر ہوں۔ اس کی صحبت سے استفادہ کرے اصل چیز اعمال ہی ہیں اور حدود سنت کے اندر رہ کر جو کیفیت پیدا ہوتی ہے تو وہ بعض مرتبہ اتنی لطیف ہوتی ہے کہ خود صاحب کیفیت کو بھی اس کا ادراک نہیں ہوتا۔

سب کاملین کو اپنے نقص نظر آتے ہیں اور یہی مقتضا ہے عبدیت کا

ارشاد۔ پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں اور وہ کاملین بھی اپنے کو کامل نہیں سمجھتے، سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں خواہ وہ نقص حقیقی ہوں یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ہیں اور مغموم بھی ایسے کہ اگر ہم جیسوں پر وہ غم پڑ جاوے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے۔ کمال کی تو توقع ہی چھوڑنا واجب ہے ہاں سعی کمال کی توقع بلکہ عزم واجب ہے، اس کی مثال وہ مریض ہے جس کی تندرستی سے تو مایوسی ہے مگر فکر صحت اور اس کی تدبیر کا ترک جائز نہیں سمجھا جاتا۔ اور نجات بلکہ قرب بھی کمال پر موقوف نہیں فکر تکمیل پر موعود ہے واللہ لا یخلف المیعاد۔ بس اسی طرح عمر ختم ہو جاوے

تو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے و ھذا ھو معنی قال رومی رحمۃ اللہ علیہ ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش
تادم آخر دمے فارغ مباش

تادم آخر دمے آخر بود
کہ عنایت باتو صاحب سرّ بود

سب سے آخر میں خواہ اس کو اظہار حال کہیے یا آپ کی ہمدردی یا رفع التباس جو چاہے نام رکھئے یہ کہتا ہوں کہ میں بھی اسی کشمکش میں ہوں مگر اس کو مبارک سمجھتا ہوں جس کا یہ اثر ہے کہ یہ سمجھ نہیں سکتا کہ خوف کو غالب کہوں یا رجا کو مگر مضطر ہو کر اس دعا کی پناہ لیتا ہوں جس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے اللھم کن لی واجعلنی لک

چھوٹوں کو اپنے بڑوں کی تعظیم اور بڑوں کو اپنے چھوٹوں کے ساتھ شفقت چاہئے نہ کہ تکبر

ارشاد۔ اگر چھوٹے اپنے کو بڑوں کی برابر سمجھنے لگیں تو وہ اسی دن سے گھٹنا شروع ہو جاویں گے اور بڑے اگر شفقت کا برتاؤ نہ کریں بلکہ بڑائی کے غرور میں تکبر کرنے لگیں تو وہ بھی گھٹ جائیں گے ایسے ہی بے اصولی بڑوں کے تابعین کے متعلق کسی نے کہا ہے سگ باش برادر خورد مباش اور جو چھوٹے چھوٹے بن کر نہ رہیں، ان کے متبوعین کے متعلق کسی نے کہا ہے خر باش برادر بزرگ مباش۔ واقعی اگر چھوٹے بڑوں کا مقابلہ کرنے لگیں تو بڑا آدمی گدھے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے کہ سارا بوجھ اسی پر لادا جاتا ہے۔

عوام پر توجہ کا اثر ہونے کی وجہ

ارشاد۔ توجہ کا اثر اس پر ہوتا ہے جو اپنے کو محتاج اثر سمجھتا ہو، اور اپنے کمال کا مدعی نہ ہو، عوام پر توجہ کا اثر ہوتا ہے اور خواص پر نہیں، کیونکہ ان میں احتیاج و طلب ہی نہیں تو خود اس کے مدعی ہیں کہ دوسرے ہمارے محتاج ہیں۔

منتہی کے اس کہنے کی توجیہ کہ میں کچھ نہیں ہوں

ارشاد۔ منتہی کا یہ کہنا کہ "میں کچھ نہیں ہوں" آئندہ کے مراتب معرفت پر نظر کر کے کہنا صحیح ہے، کیونکہ

نتیجہ وجود ہے تو کمالات موجودہ کے اعتبار سے ہے جس پر اس کی نظر نہیں اور مراتب معرفت غیر متناہی ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اعلم الناس و اعرف الخلق ہونے کے حکم ہے کہ آپ ترقی کی برابر درخواست کرتے رہئے۔ لقولہ تعالیٰ قل رب زدنی علما۔

ارشاد۔ الواصل لایرد یعنی واصل فی الواقع کبھی مردود نہیں ہوتا۔

مشائخ کا نااہل کو مجاز بنانے کا راز

تعلیم۔ مشائخ بعض دفعہ کسی نااہل میں شرم و حیا کا مادہ دیکھ کر اس امید پر اسے مجاز کر دیتے ہیں کہ جب وہ دوسروں کی تربیت کرے گا تو اس کی لاج اور شرم سے اپنی بھی اصلاح کرتا رہے گا یہاں تک کہ ایک دن کامل ہو جاوے گا

سالکین کی لغزش پر جلد تنبیہ ہوتی ہے

ارشاد۔ سالکین کو حق تعالیٰ ان کی لغزش پر جلدی سزا دے کر متنبہ فرما دیتے ہیں تاکہ غلطی کی اصلاح کرے۔ اور دوسروں کے واسطے یہ قاعدہ ہے اسا ملی لھم ان کیدی متین یعنی حق تعالیٰ ڈھیل دیتے رہتے ہیں تاکہ دفعتاً پکڑ لیں، چنانچہ حضرت جنیدؒ کے ایک مرید نے ایک حسین نصرانی لڑکے کو دیکھ کر سوال کیا تھا کہ کیا خدا تعالیٰ ایسی ایسی صورتوں کو بھی جہنم میں ڈالیں گے چنانچہ اس بدنظری کی سزا میں قرآن بھول گئے تھے۔

بعض دفعہ غیر کامل کو مجاز کرنے کا سبب

ارشاد۔ بعض دفعہ غیر کامل کو مشائخ اجازت دیدیتے ہیں کہ شاید کسی طالب مخلص کی برکت سے اس کی بھی اصلاح ہو جائے کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی پیر نااہل ہے اور اس کا مرید کوئی مخلص ہے تو طالب صادق کو تو حق تعالیٰ اس کے صدق و خلوص کی برکت سے نواز ہی لیتے ہیں جب وہ کامل ہو جاتا ہے تو پھر حق تعالیٰ پیر کو بھی کامل کر دیتے ہیں کیونکہ یہ اس کی تکمیل کا ذریعہ بنا تھا۔

تربیت میں کیا مقصود ہے اور معرفت مقصودہ کیا ہے

ارشاد۔ مقصود تربیت میں محض حالات کی اطلاع اور معالجہ کا استفسار ہے معلم جس طریق سے جا ہے

معالجہ کرے، اور معرفت مقصودہ وہی ہے جس کا شارع نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کا عقیدہ رکھو اور ان کے تصرفات کا استحضار رکھو۔ یہ تصرفات تمام عالم میں ہیں جن میں انسان کے اندر تصرفات زیادہ عجیب ہیں۔

سوال۔ بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے

مقصود اور طریق کی تشریح

ارشاد۔ کچھ اعمال مامور بہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی نیز کچھ اعمال منہی عنہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی ہر دو قسم میں کچھ علمی و عملی غلطیاں ہوجاتی ہیں، مشائخ طریق طالب کے حالات سن کر ان عوارض کو سمجھ کر ان کا علاج بتلادیتے ہیں۔ ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے، اور اعانت طریق کے لئے کچھ ذکر بھی تجویز کردیتے ہیں، اس تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہوگئے۔

صحبت کے نتائج

ارشاد۔ امراض باطنیہ میں تعدیہ ضرور ہوتا ہے، صوفیہ نے اس کو مسارقہ سے تعبیر کیا ہے، صحبت صالح کا اثر تو یہ ہے کہ مسارقت کے بعد مشارقت ہوتی ہے کہ دونوں انوار سے منور ہوجاتے ہیں اور صحبت بد کا یہ اثر ہوتا ہے کہ مسارقت کے بعد مبارقت ہوتی ہے کہ دونوں طرف سے بجلی چمکتی ہے اور سوختن وافروختن کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے کہ دونوں کا دین جل کر خاک سیاہ ہوجاتا ہے

تعلیم و تعلم کا مقصود اصلی یہی ہے کہ آدمی خدا کا ہوجاوے

ارشاد۔ تعلیم و تعلم کا مقصود یہی ہے کہ آدمی خدا کا ہوجاوے۔ مگر آج کل اہل علم نے صرف تعلیم و تعلم ہی کو مقصود سمجھ لیا ہے عمل کا اہتمام نہیں کرتے محض الفاظ پر اکتفا کرتے ہیں، ان کو قلب تک نہیں پہنچاتے۔ غرض علماء کو تحصیل علم کے بعد طریق سلوک یا جذب کو حسب تجویز شیخ اختیار کرکے اصلاح نفس کرانا چاہئے۔ ؎

ایہا القوم الذی فی المدرسہ	کل ما حصلتموہ وسوسہ
علم نبود غیر علم عاشقی	ما بقی تلبیس ابلیس شقی
علم نو می سر بسر قیل است وقال	نے از دیکیفے حاصل نہ حال

علم چہ بود آنکہ رہ بنمایدت زنگ گمراہی زدل بزدایدت
ایں ہوس را از سرت بیروں کند خوف و خشیت دردلت افزوں کند
تو ندانی جز یجوز و لا یجوز خود ندانی کہ توحوری یا عجوز
علم چوں بردل زند یارے بود علم چوں برتن زند مارے بود

شیخ کو اس کی حالت جذب میں بھی نہ چھوڑے

ارشاد۔ دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیر ما چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما
در خرابات مغاں مانیز ہم منزل شویم کیں چنیں رفت است در عہد ازل تقدیر ما

اول شعر میں ایک سوال ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے شیخ پر کچھ دنوں سے جذب کا غلبہ ہے، تو اب ہم کو کیا کرنا چاہئے، کیونکہ اس حالت میں وہ ہم کو نفع نہیں پہنچا سکتا، تو کیا ہم کو دوسرا شیخ تلاش کرنا چاہئے۔ دوسرے شعر میں جواب ہے کہ نہیں ہم کو اس حالت میں بھی شیخ کا ساتھ دینا چاہئے کیونکہ جس کو ایک دفعہ شیخ بنا لیا ہے اور طبیعت کو اس سے کامل مناسبت ہوگئی ہے ازل سے وہی ہمارے واسطے شیخ مقدر ہو چکا ہے تو ہم کو دوسرے سے نفع نہیں ہو سکتا۔ اور اس حالت میں افادہ نہ کر سکنے کا جواب یہ ہے کہ کاملین پر جذب دیرپا نہیں ہوتا۔ بلکہ عارضی ہوتا ہے اسلئے مضر نہیں

اصلاح نفس کے لئے علم رسمی سے قطع تعلق ضروری ہے

ارشاد۔ اصلاح نفس کے لئے علم رسمی سے قطع تعلق کرنے کی ضرورت اس لئے ہے کہ سلوک و جذب کے لئے یکسوئی اور خلوت کی ضرورت ہے۔ اشتغال علمی کے ساتھ اس کا جمع ہونا دشوار ہے۔

اصلاح نفس کا بہترین طریقہ

ارشاد۔ اصلاح نفس کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے کو کسی کے سپرد کردے جو وہ کہے اس پر عمل کرے مگر تجویز ایسے کو کرے جو شریعت و طریقت دونوں کا جامع ہو، بدوں کسی محقق کی اتباع کے اصلاح نفس نہیں ہو سکتی،

ایصال کا قصد زمانہ طلب میں سد راہ ہے

ارشاد۔ جب کسی شیخ کی تعلیم و صحبت کی برکت سے تمہاری اصلاح ہو جاوے تو اسکے بعد دوسروں

کی اصلاح کرنا چاہیئے، زبانی بھی ہو اور ربانی گر بھی ہو۔ مگر اس میں ایک بات قابل تنبیہ ہے وہ یہ کہ کام شروع کرنے سے پہلے تو ربانی گر بننے کی نیت کر لو تاکہ نیت افادہ کا ثواب ملتا رہے مگر کام میں لگنے کے بعد اس نیت کی طرف التفات نہ کرنا چاہیئے، کیونکہ ایک کام کے ساتھ دوسری باتوں کی طرف التفات کرنا موجب تشتت ہے، کام جبھی ہوتا ہے جب اس میں ایسا لگے کہ اس وقت اس کے سوا کسی پر نظر نہ ہو۔ ایسے ہی اصلاح نفس میں مشغول ہو کر یہ خیال کرنا کہ ہم ایک دن مصلح بنیں گے، سدِّ راہ ہے۔

زمانہ طلب میں وصول کا قصد نہ کرنا چاہیئے

ارشاد۔ طالب کو بندہ بن کر رہنا چاہیئے، کالمیت فی ید الغسال۔ ثمرات پر نظر نہ کرنا چاہیئے کہ یوں ہوگا اور اس طرح ہوگا، یہی مطلب ہے حضرت استاد علیہ الرحمۃ کے اس قول کا، نفقہ، وہ طلب ہے وصول مطلوب نہیں، یعنی طلب کے وقت مقصود طلب ہے، طلب کے وقت وصول پر نظر نہ کرنا چاہیئے کہ مجھے وصول ہوگا یا نہیں، بلکہ اس وقت اس کا یہ مذہب ہونا چاہیئے۔ ؎

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید　　یا تن رسد بجاناں یا جان ز تن بر آید

؎ یابم اورا یا نہ یابم جستجوئے می کنم　　حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

ہمینم بس کہ داند ماہ رویم　　کہ من نیز از خریداران اویم

ظاہر ہے کہ یہ تھوڑی بات نہیں، جب انھیں خبر ہو جاوے گی تو وہ اپنے خریدار کو محروم نہ رکھیں گے۔

؎ عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد　　اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

مگر تم تفویض بھی اس نیت سے نہ کرو کہ تفویض کی وجہ سے ہمارا کام ہو جاوے گا۔ بلکہ ان کا حق سمجھ کر تفویض کرو۔

شیخ کامل کی تعلیم تدریجی ہوتی ہے

ارشاد۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ربانی کی تفسیر فرمایا ہے۔ الربانی الذی یعلم صغار العلوم قبل کبارھا۔ ربانی یعنی شیخ کامل وہ ہے جو چھوٹے علوم اول تعلیم کرے اور بڑے علوم بعد کو سکھلائے یعنی طالب کو بتدریج ترقی کی طرف لیتا جاوے۔

تعلق بالخلق مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالغیر ہے

ارشاد۔ تعلق بالخلق مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالغیر

ہے اور کبھی کبھی جو کسی عارض کی وجہ سے مقصود بالذات پر اس کی تقدیم کا امر ہوا ہے اسی سے بعض اہل علم کو مقصودیت ذاتیہ کا شبہ ہو گیا ہے، حالانکہ کسی عارض کی وجہ سے مقصود بالغیر کبھی مقصود بالذات سے مقدم ہو جاتا ہے مگر وہ مقصود بالذات نہیں بن جاتا صرف تقدم زمانی ہو جاتا ہے جیسے وضو کا تقدم صلوٰۃ پر۔ چنانچہ ارشاد ہے فاذا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب یعنی مخلوق کے کام سے فارغ ہو کر تعلق بالحق میں مشغول ہونے کی کوشش کی جاوے، اور اس طرح مشغول ہو کر ماسوا سے قطع نظر کی جاوے، یعنی توجہ الی الحق اصل و مقصود بالذات ہے اور توجہ الی الخلق تابع یعنی مقصود بالغیر۔

تعلق مع الخلق کے محمود یا مذموم ہونے کا معیار

ارشاد۔ تعلق مع الخلق کو مطلوب کون سمجھتا ہے اور کون نہیں سمجھتا یہی تعلق مع الخلق کے محمود و مذموم ہونے کا معیار ہے۔ وہ یہ کہ اگر کسی کو دوستوں کے ساتھ باتوں میں مشغول ہونے سے دلچسپی نہ ہو بلکہ اس سے جی گھبراتا ہو اور نماز و ذکر میں مشغول ہونے کو جی چاہتا ہو اور باتوں میں مشغول ہوتے ہوئے یہ تقاضا ہو کر جلدی سے بات ختم ہو تو میں اللہ کی یاد میں لگوں تو یہ شخص واقعی تعلق مع الخلق کو مطلوب نہیں سمجھتا اور اس کے لئے اس تعلق کو مذموم نہ کہا جاوے گا اور جس شخص کا نماز میں یہ جی چاہتا ہو کہ جلدی نماز سے فارغ ہو کر دوستوں سے باتیں کریں، اور ان کی باتوں کی وجہ سے اپنے معمولات کا ناغہ کر دیتا ہو، نہ اشراق ہے نہ تہجد نہ ذکر ہے نہ تلاوت۔ ان کی وجہ سے محض فرائض پر اکتفا کرتا ہو، اور اس سے بھی جلد فارغ ہونے کا تقاضا ہے تو یہ شخص تعلق مع الخلق کو مطلوب سمجھتا ہے اس کے لئے یہ تعلق مذموم ہے۔

محقق کامل کیلئے تمام عالم مرآۃ جمال حق ہے

ارشاد۔ محقق کامل کی نظر ہر چیز پر حضرت حق کے بعد ہی پڑتی ہے یعنی ہر چیز سے اول حضرت حق پر نظر پہنچتی ہے پھر اس چیز پر نظر پڑتی ہے تمام عالم اس کے لئے مرآۃ جمال حق بن جاتا ہے

کاملین کے اقوال کی اقتدا کا مطلب

ارشاد۔ کاملین کے اقوال کی اقتدا کرنا چاہئے یعنی وہ تم کو جو امر کریں اس پر عمل کرو یہ مطلب نہیں کہ ان کی طرح اسرار و دقائق بیان کرنے لگو کیونکہ اس کا نام تقلید و اطاعت نہیں بلکہ اس کو نقالی محض کہتے

۱۰۔ **خلق ومدارات سے معمولات میں ناغہ کرنا مضر باطن ہے**

ارشاد۔ اگر تم خلق وارتباط بالاحباب کی وجہ سے اپنے معمولات کو ناغہ کرو گے تو ایک دن بالکل کورے رہ جاؤ گے۔ من لاورد لہ لاوارد لہ۔

شیخ کو زبان ہونا چاہئے مرید کو کان

ارشاد۔ ناقص کو بولنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس کو سکوت ہی میں محبوب کی طرف توجہ رہتی ہے اور کامل کو نطق وسکوت دونوں میں محبوب کی طرف توجہ رہتی ہے اس لیے اب اس کو بولنے کی ضرورت ہے تاکہ طالبین کو فیض زیادہ ہو، غرضیکہ شیخ کو زبان ہونا چاہئے اور مرید کو کان۔ میں نے منتہی کے لئے اس مشورہ کا ایک شعر تجویز کیا ہے۔ ؎

بنمائے رخ کہ خلقے والہ شوند وحیراں ۔۔۔ بکشائے لب کہ فریاد از مرد وزن بر آید

کاملین علاوہ احکام مشترکہ کے ہر وقت کے احکام خاصہ کو بھی پہچانتے ہیں

ارشاد۔ محققین کاملین تکلم وسکوت ہر حالت میں محبوب کے شیون کو پہچانتے ہیں کہ اس وقت وہ کس چیز میں خوش ہیں وہ بلاتشبیہ ایسے ہیں جیسے ایاز تھا کہ ایاز کے لیے کوئی قاعدہ اور قانون نہ تھا وہ بادشاہ سے ایسے وقت میں بھی باتیں کر سکتا تھا جس میں دوسروں کیلئے بات کرنے کی اجازت نہ تھی کیونکہ وہ مزاج شناس تھا موقع اور وقت کو پہچانتا تھا۔ اب ہر شخص اگر ایاز کی ریس کرنے لگے تو یہ اس کی حماقت ہے بلکہ اور درباریوں کو تو قواعد وقوانین عامہ ہی کا اتباع لازم ہے۔

کمال کے حصول کا طریقہ

ارشاد۔ کمال تو اسی طرح حاصل ہوگا کہ کاملین کے سامنے اپنے کو پامال کردو یعنی اپنی فکر ورائے کو فنا کردو۔ اور اس کے لئے تیار ہو کر شیخ میری ذات میں جو کچھ بھی تصرف کرے گا میں اس کو خوشی سے برداشت کروں گا اور اس کو اپنی فلاح وصلاح سمجھوں گا۔ ؎

فکر خود ورائے خود در عالم رندی نیست ۔۔۔ کفر است دریں مذہب خود بینی وخود رائی

فہم کے درست ہونے کا طریقہ

ارشاد۔ اپنے بزرگوں کے ہاتھ سے جو ذلت ہو وہ ذلت نہیں (بلکہ بڑی عزت ہے۔ اس لئے اپنے بزرگوں کے سامنے ذلت سے ناگواری نہ ہونا چاہئے، یہی کامیابی اور عزت کا پیش خیمہ ہے فہم کی درستگی چاہتے ہو تو کاملین کے سامنے ہر ذلت کو گوارا کر کے کچھ دنوں ان کے پاس رہو۔

خودرو سلیم الفہم میں صلاحیت فیض رسانی کی نہیں ہوتی

ارشاد۔ جیسے بعض دفعہ مرغی کے انڈے میں سے محض مشین کی گرمی پہنچانے سے بچہ نکل آتا ہے مگر سنا ہے کہ ایسے بچے زندہ نہیں رہتے جلد ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح جو لوگ خودرو (بلا صحبت شیخ) سلیم الفہم ہوتے ہیں ان کو اصلاح خلق کی مناسبت تامہ نہیں ہوتی گو فہم کتنا ہی سلیم ہو مگر ان سے فیض نہیں چلتا۔ فیض رسانی کی شان اسی بچہ میں آئے گی جس کو کچھ دنوں کسی مرغی نے نیچے رکھ کر پروبال نکالے ہوں۔ باقی حضرات انبیاء علیہم السلام کیلئے اد بنی (ربی) فاحسن تادیبی و علمنی (ربی) فاحسن تعلیمی کے سبب تربیت خلق کی حاجت نہیں ہوتی،

مطلوب کا حصول بقدر ہمت کام سے ہے

ارشاد۔ یاد رکھو حصول مطلوب کچھ زیادہ کام کرنے پر موقوف نہیں بلکہ بقدر ہمت طلب ہونا چاہئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مریض وضعیف کی چھ رکعتیں قوی کی چھ سو رکعتوں کے برابر ہے، کیونکہ اس کو چھ ہی رکعت کی ہمت ہے اور ثواب دینے والے اللہ تعالیٰ عز شانہ ہیں وہ ہر شخص کی حالت اور ہمت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

دل سے اور توجہ سے تھوڑا کام بھی وصول کیلئے کافی ہے

ارشاد۔ اگر دل سے اور توجہ سے تھوڑا کام بھی ہو تو وہ بے توجہی کے ساتھ زیادہ کام کرنے سے بڑھ کر ہے، بس جو زیادہ کام نہ کر سکے وہ تھوڑا ہی کرے مگر توجہ سے کرے یہی وصول کیلئے کافی ہے۔

بعزائے دل زنا نے نظرے براہ روے بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے ہوئے

سارے طالبوں کو ایک ہی لکڑی سے ہانکو یہ بھی پیروں کی غلطی ہے

ارشاد۔ یہ طریقہ غلط ہے کہ سارے طالبوں کو ایک ہی لکڑی سے ہانکا جائے بلکہ ہر ایک کو ان کے مناسب

کام بتلاؤ اور ضعفاء کو تھوڑا بتلاؤ اور اس کی تاکید کرو کہ وہ تھوڑا ہی کام توبہ کے ساتھ کریں۔ انشاء اللہ وہ زیادہ ہی کے برابر ہو جائے گا۔ چنانچہ بعض بزرگوں نے اپنے بعض مریدوں کو جو دنیوی مشاغل میں زیادہ مشغول تھے صرف اتنا کام بتلایا ہے کہ ہر نماز کے بعد تین دفعہ لا الہ الا اللہ جہراً کہہ لیا کرو۔ اب رسمی پیروں کے یہاں یہ رسم ہو گئی ہے کہ ہر نماز کے بعد یا فجر و عصر کے بعد سارے نمازی مل کر جہراً لا الہ الا اللہ کہتے ہیں اور اس کا سختی کے ساتھ التزام کرتے ہیں، حالانکہ سب کے واسطے بزرگوں نے نہیں کہا تھا۔ بلکہ خاص خاص لوگوں کو بتلایا تھا، مگر جاہلوں نے اس کو حکم عام ہی بنا لیا اور التزام کر لیا، اسی واسطے علماء نے اس کو بدعت کہا ہے۔

نظام عالم علماء ہی کے اتباع سے قائم رہ سکتا ہے

ارشاد۔ عوام کو لازم ہے کہ علوم میں صوفیہ کا اتباع نہ کریں بلکہ علماء اور جمہور کا اتباع کریں کیونکہ یہ لوگ منتظم ہیں، نظام شریعت بلکہ نظام عالم علماء ہی کے اتباع سے قائم رہ سکتا ہے، یہ علماء منتظم پولیس ہیں کہ مخلوق کے ایمان کی حفاظت کرتے ہیں، اگر یہ اپنا کام چھوڑ دیں تو پھر صوفی صاحب کو حجرہ سے نکل کر یہ کام کرنا پڑتا اور سارا اعمال و اشغال رکھا رہ جاتا کیونکہ اصلاح خلق کا کام فرض کفایہ ہے۔

خدمت کرنے اور لینے کے بعض اصول

ارشاد۔ خدمت وہی اچھی ہے جس سے بزرگوں پر گرانی نہ ہو۔ بزرگوں کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اپنے خدام کے ساتھ ایسی تواضع نہ کریں جس سے ان کو خجلت و کلفت ہو بلکہ بزرگوں کیلئے تو اس کی ضرورت ہے کہ کبھی کبھی خدام سے کہہ دیا کریں کہ جوتے وہاں سے اٹھا کر یہاں رکھ دو۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ مریدوں کو ذلیل کیا کریں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس سے خدام خوش ہوں گے کہ ہم کو اپنا سمجھتے ہیں اور کبھی یہ خدمت بہ نیت اصلاح و تعلیم تواضع کے لینا چاہئے۔

شیخ کے سامنے اپنے کو مٹانا طریق کی شرط اول ہے

ارشاد۔ افسوس آج کل جنبدی خدام کے سامنے تو اپنے کو کیا مٹاتے یہ تو اپنے کو شیخ کے سامنے بھی نہیں مٹاتے جس کے سامنے اپنے کو پامال کر دینا طریق کی اول شرط ہے مگر یہ اس کے سامنے بھی اپنی فکر اور رائے کو فنا نہیں کرتے، خود الٹے کام لیتے ہیں حالانکہ کمال اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا

جب تک اپنے کو کسی کامل کے ہاتھ میں کالمیت فی ید الغسال سپرد نہ کردو، اور حقائق کا انکشاف بھی اسی پر موقوف ہے۔

کامل توجہ الی الخلق میں بھی توجہ الی الحق سے غافل نہیں اور اس کا راز

ارشاد۔ کامل توجہ الی الخلق میں بھی توجہ الی اللہ سے غافل نہیں ہوتا کیونکہ توجہ الی الحق کے دو جز ہیں، ایک ذکر دوسرے طاعت۔ اور وہ توجہ الی الخلق میں ان دونوں سے غافل نہیں ہوتے ذکر سے تو اس لئے غافل نہیں ہوتے کہ کوئی کام ان کو یاد محبوب سے نہیں ہٹا سکتا، ہر کام اور ہر حالت میں ان کا دھیان اسی کی طرف لگا رہتا ہے، چنانچہ بھی حالت عارف کی جمعہ کے دن حجامت وغسل وتطییب میں ہوتی ہے، وہ یہ سب کام محض محبوب کے لئے کرتا ہے، اور عین اشتغال بہذہ الاعمال کے وقت محبوب کی طرف اس کا دھیان ہوتا ہے، اس کا راز یہ ہے کہ جو چیز دل میں پیوستہ ہوجاتی ہے، اس سے کوئی چیز حاجب ومانع نہیں ہوتی، تمہارے دل میں دنیا پیوست ہوگئی ہے اس لئے تم کو ذکراللہ دنیا کی یاد سے اور اس کے دھیان سے مانع نہیں ہوتا اور اہل اللہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیوستہ ہوگئی ہے ان کو کوئی چیز اور کوئی کام ذکراللہ سے مانع نہیں ہوتا، یہ تو ذکر کی حالت ہے کہ توجہ الی الخلق میں بھی وہ ذاکر ہوتے ہیں، اور طاعت کی حالت یہ ہے کہ وہ ہر کام میں احکام شرعیہ کی رعایت کرتے ہیں، چنانچہ تبلیغ میں بھی جس میں ظاہراً تعلق مع الخلق ہے اس کی رعایت کرتے جس سے وہ تعلق مع الحق ہوجاتا ہے، چنانچہ تبلیغ میں وہ نرمی کرتے ہیں اور درشتی نہیں کرتے، مگر اسی وقت تک جب تک محبوب کی شان میں کوئی گستاخی نہ کرے۔

خلوت وجلوت مفیدہ کی شناخت اور ان الاجہز جیشی فی الصلوٰۃ منافی خشوع وخلوت تھا اور اس کا راز

ارشاد۔ اگر صورۃً خلوت ہو مگر قلب تعلقات میں گرفتار ہو تو اس خلوت کا کچھ فائدہ نہیں۔ اور

اگر مال وزر اور کھیتی و تجارت میں بھی دل خدا تعالیٰ کے ساتھ لگا ہوا ہو تو تم جلوت میں خلوت نشیں ہو۔ ؎

گر باہمہ چو با منی بے ہمہ ور بے ہمہ چو بے منی با ہمہ

پس کم از کم خلوت میں تو ایسی توجہ ہونا چاہئے کہ اس وقت دل خیالات غیر سے پاک ہو ورنہ وہ خلوت خلوت نہ ہوگی بلکہ جلوت ہوگی، البتہ اگر ایسا خیال ہو جس کی اجازت محبوب کی طرف سے ہو یعنی دین کا خیال ہو اور ضرورت کا ہو تو وہ خلوت کے منافی نہیں، اس خیال کی نظیر وہ ہے جس کو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ انی لاجھز جیشی وانا فی الصلوٰۃ کہ میں نماز میں لشکر کشی کا انتظام کرتا ہوں۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ یہ بھی دین کا کام تھا اور ضروری تھا اور ذکر اللہ و ما والاہ میں داخل تھا۔ اور کثرت مشاغل کی وجہ سے خارج نماز اوقات بعض دفعہ اس کے لئے کافی نہ ہوتے تھے، اور نماز میں یکسوئی ہوتی ہے اور تدبیر و انتظام کا کام محتاج یکسوئی تھا اس لئے حضرت عمرؓ نماز میں بھی بضرورت باذن حق یہ کام کر لیتے تھے اور اس لئے منافی خلوت و خشوع نہ تھا۔

نفع متعدی کی شرط استعداد سیاست و تدبیر بھی ہے

ارشاد۔ نفع متعدی کی اجازت شیخ اس وقت دیتا ہے کہ جب سیاست و تدبیر کا ملکہ بھی مرید میں دیکھ لیتا ہے، کیونکہ امر بالمعروف کے کچھ آداب ہیں جن کے قابل ہر ایک نہیں ہوتا اور جن کے بغیر امر بالمعروف بجائے مفید ہونے کے موجب فتنہ و فساد ہو جاتا ہے۔

تعلق مع اللہ اصل مقصود ہے اور مرجوعین خلائق کیلئے دستور العمل

ارشاد۔ تعلق مع اللہ اصل مقصود ہے تو ہم کو زیادہ اہتمام اس کا کرنا چاہئے اور جن کی طرف مخلوق کا رجوع ہو خواہ دین کی غرض سے یا دنیوی غرض سے ان کو تعلق مع الخلق کا وقت منضبط کرنا چاہئے اور باقی وقت خدا کی یاد میں صرف کریں خصوصاً وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ نے ملازمت وغیرہ سے مستغنی کیا ہے، جن کے گھر میں کھانے پینے کا سامان موجود ہے ان کو اس کا اہتمام زیادہ کرنا چاہئے کیونکہ ان کو دوسروں سے زیادہ ذکر حق کا موقع مل رہا ہے۔ ؎

خوشا روزگارے کہ دارد کسے کہ بازار حرصش نباشد بسے

بقدر ضرورت یسارے بود کند کارے از مرد کارے بود

مرید کو شیخ کے خانگی معاملات میں نہ پڑنا چاہیئے

ارشاد۔ مشائخ کی وصیت ہے کہ مرید کو شیخ کے خانگی معاملات میں نہ گھسنا چاہیئے کیونکہ جو شخص کسی کے خانگی معاملات سے واقف اور ان میں دخیل ہوتا ہے اس کے قلب سے دوسرے کی عظمت کم ہو جاتی ہے۔ اور مشائخ کو بھی مناسب ہے کہ مریدوں کو اپنے خانگی معاملات پر مطلع یا ان میں دخیل نہ کرے۔ کہ اس سے تمام طبائع کو بجائے نفع کے ضرر ہوتا ہے۔

معالجۂ نفس میں تسہیل کا طریقہ بتلانا شیخ کے ذمہ نہیں

ارشاد۔ طریق تسہیل کا بتلانا مصلح کے ذمہ نہیں۔ اگر بتلادے تو محض تبرع ہے سو طالب کو اپنے مصلح سے اس کے مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں اور طالبین کثرت سے اس مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں کہ معالجہ اختیاریہ میں مشقت سے گھبراتے ہیں اور شیخ سے ایسی تدبیر کی درخواست کرتے ہیں جس میں مشقت نہ ہو مثلاً شیخ نے کہا کہ باوجود تقاضا کے اپنی نظر کو روکو مگر اس پر اصرار کرتے ہیں کہ ایسی تدبیر بتلائی جاوے کہ نفس میں تقاضا ہی نہ ہو حالانکہ تقاضا شدید نہ ہونا یہ خود موقوف ہے عمل مدید پر تو عمل کو اس پر موقوف رکھنا دور کو جائز رکھنا ہے۔

تعلیم اقتصار برضروریات واقعیہ

ارشاد۔ سالک بلکہ ہر مکلف کو چاہیئے کہ اپنی نظر کو ہر چیز میں صرف حاجت روائی کے درجہ تک مقتصر رکھے اور تزئین اور لذت کے درپے نہ ہو کیونکہ لذت کی کوئی حد نہیں سو جو اس کے درپے ہوگا اس کو کبھی تشویش سے نجات نہ ہوگی اور جو شخص حاجت پر کفایت کرے گا جس وقت حاجت پوری ہو جاوے گی اس کو سکون ہو جائے گا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب تم میں کوئی شخص کسی حسین عورت کو دیکھے اور وہ اس کو اچھی معلوم ہو تو اس کو چاہیئے کہ اپنی بی بی کے پاس چلا آوے یعنی اس سے ہمبستری کرے۔ اس لئے کہ شرمگاہ دونوں جگہ ایک ہی سی ہے اور بیوی کے پاس بھی ویسی ہی چیز ہے جیسی اس اجنبی عورت کے پاس ہے نیز اس حدیث میں معالجہ نفس کو سہل کرنے کا طریق بھی بتلایا گیا ہے جو دلیل ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال شفقت کی۔ ورنہ اصل علاج تو کف نفس وغض بصر تھا۔

مبتدی کو اغیار سے اخفائے حال چاہیئے

ارشاد۔ مبتدی سالک کو اپنی کوئی حالت یا خواب بجز شیخ کے کسی معتقد یا غیر معتقد سے ہرگز بیان

ذکر نا چاہئے۔

اطاعت شیخ زینہ کامیابی ہے

ارشاد۔ اگر شیخ سے طریق تربیت میں غلطی بھی ہو جاوے جس پر خواہ اس کو محبوبانہ عتاب بھی ہو جاوے لیکن پھر بھی مرید کو اس پر عمل کرنے سے نفع ہی ہوگا۔ کیونکہ نفع دینے والے تو حق تعالیٰ ہیں۔ جب وہ طالب کی طلب صادق کو دیکھتے ہیں اور اس کو اپنے ولی کی اطاعت میں پختہ دیکھتے ہیں تو اس کے حال پر کرم فرما دیتے ہیں چاہے شیخ سے غلطی ہی ہو۔ اس راستہ میں اطاعت وانقیاد بڑی چیز ہے، اطاعت شیخ کے ساتھ کسی کو محروم ہوتے ہوئے نہیں دیکھا اور خود رائی کے ساتھ کسی کو کامیاب ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ؎

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ　　جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

حصول نسبت کو اصطلاح میں تکمیل کہتے ہیں مع مثال

ارشاد۔ حصول نسبت جس کو اصطلاح میں تکمیل کہتے ہیں، اس کو تکمیل کہنا ایسا ہے جیسے طلبہ کی دستار بندی کو تکمیل کہتے ہیں، کیا دستار بندی کے بعد سیر علمی ختم ہو جاتی ہے ہرگز نہیں بلکہ اب تو پہلے سے زیادہ سیر شروع ہوتی ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ راستہ تو اب کھلا ہے اور صحیح سیر تو اب ہوگی۔

اصطلاح میں جذب کے معنیٰ اور اس کی علامت

ارشاد۔ اصطلاح میں جذب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اس سے محبت ہو جاوے جس کی علامت یہ ہے کہ سالک پر داعیہ اضطرار غالب ہو جاوے اور اس سے کوئی واصل خالی نہیں ہوتا۔

شیخ صاحب تمکین کی علامت

ارشاد۔ شیخ ساحل رسیدہ اور گرداب طے کردہ وگرگ باراں دیدہ یعنی صاحب تمکین کو راہبر بنانا چاہئے، اور جو شیخ خود صاحب تلوین ہو اس سے الگ ہونا چاہئے، مراد اس سے وہ تلوین ہے جو قبل از تمکین ہو اور تمکین کے بعد بھی تلوین پیش آتی ہے مگر وہ مشیخت میں قادح نہیں۔ اور علامت ایسے شیخ کی یہ ہے کہ اس کی دو ہی باتوں سے سالک کی تسلی ہو جاتی ہے اور صاحب تلوین تو باتیں بہت بناتا ہے مگر سالک کی ان سے تسلی نہیں ہوتی۔

عدم رجعت واصل کی مثال

ارشاد۔ وصول بدون جذب کے نہیں ہوتا اور وصول کے بعد اندیشہ ارتداد ورجعت کا نہیں رہتا۔ مولانا رومی نے اس کی مثال یوں دی ہے کہ جیسے بالغ نابالغ نہیں ہو سکتا اور پکا ہوا پھل کچا نہیں ہو سکتا۔

بالغ کی شناخت

ارشاد۔ طبعی بالغ وہ ہے جس سے منی نکلے اور حقیقی بالغ وہ ہے جو منی سے نکل جاوے (یعنی خودی و کبر سے)

وصول کا طریق

ارشاد۔ دو چیزیں ہیں، ان ہی میں لگنے سے سالک کا کام بنتا ہے اور جو بھی پہنچا ہے ان ہی سے پہنچا ہے، وہ دو باتیں یہ ہیں، ذکر اور اطاعت۔ مگر ان کا طریقہ کسی محقق سے دریافت کرو اپنی رائے سے تجویز نہ کرو، باقی کیفیات واحوال کے درپے نہ ہو، وہ سب ان ہی دو کی باندیاں ہیں۔

بجائے کتابوں کے مطالعے کے شیخ کا مطالعہ کرنا چاہیے

ارشاد۔ جب تک محقق مل سکے اس وقت تک کتاب سے سلوک طے نہ کرو۔ کتابیں بھی مفید ہیں مگر وہ شیخ کے لئے ہیں، مرید کو ان کتابوں کا مطالعہ مفید نہیں، اور ان کو مطالعہ کر کے شیخ سے معارضہ کرنا سم قاتل ہے، تمہاری کتاب تو انسان کامل یعنی شیخ ہے، تم کو جو مشکل حل کرنا ہو اسی کے مطالعہ سے حل کرو، ہاں اگر کسی کو شیخ محقق نہ ملے تو پھر کتابوں کا مطالعہ کرو۔ مگر ان کتابوں کا جن میں علوم معاملہ کا بیان واصلاح نفس کے طریق مذکور ہوں۔ اور جن کتابوں میں علوم مکاشفہ اور اسرار ہوں، ان کو ہرگز نہ دیکھا جاوے۔

تحصیل جذب کا طریق

ارشاد۔ طلب کے ساتھ ساتھ عجز وعبدیت کے اظہار سے جذب ہوتا ہے جیسے ہم کسی بچہ کو دور سے دیکھ کر ہاتھ پھیلا دیویں کہ چلو ہی گود میں آجا اور وہ شوق میں دوڑے اور دو قدم دوڑ کر گر پڑے، اسی وقت ہم خود دوڑ کر اس کو اٹھا لیتے ہیں۔ اور اگر وہ چلے بھی نہیں تو ہم بھی نہیں لیتے۔ بس یہاں اسی کی ضرورت ہے کہ تم اس طویل راستہ کے طے کرنے کا قصد کر کے چلو اور گر پڑو۔ (یعنی

عجز و عبدیت کا اظہار کرو، پھر حق تعالیٰ خود تم کو اٹھا کر منزل پر پہنچا دیں گے۔

وصول کی حقیقت اور اس کا طریقہ حصول

ارشاد۔ اپنے اوپر نظر کرنا چھوڑ دو اپنے کو نیست و نابود سمجھو، تکبر کو دماغ سے نکال دو، حق تعالیٰ کے احکام میں منازعت نہ کرو۔ بس واصل ہو گئے۔ اور تجربہ و مشاہدہ ہے کہ خودی و خود بینی محبت ہی سے نکلتی ہے اس کے بغیر بہت کم نکلتی ہے اسی لئے عراقی طریق محبت کی تمنا کرتے ہیں ؎

صنمارہ قلندر سزد ار بمن نمائی — کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

نفس کو آرام کرنے اور سزا دینے کا طریقہ

ارشاد۔ نفس کے ساتھ بچوں کا سا معاملہ کرو کہ بچوں سے جب کوئی کام لینا ہوتا ہے تو اول اس کو مٹھائی وغیرہ دے کر بہلاتے ہیں، اگر اس سے بھی نہ مانے تو دھمکی سے کام لیتے ہیں اگر اس سے بھی نہ مانے تو بس دے چپت دے چپت، اسی طرح تم بھی نفس کے حظوظ کو تو پورا نہ کرو۔ باقی حقوق ادا کرتے رہو، خوب کھلاؤ پلاؤ اچھی طرح کام لو۔ ؎ کہ مزدور خوش دل کند کار بیش ✦ ہاں کسی طرح باز نہ آئے تو اب سزا دو مگر خود سزا نہ دو بلکہ کسی کے یعنی شیخ کے حوالہ کردو۔ وہ مناسب سزا تجویز کرے گا۔ ورنہ جو لڑکا اپنے ہاتھ اپنے چپت مارے گا وہ تو آہستہ مارے گا۔ اور محقق سزا کافی دے گا مگر حقوق نہ تلف کرے گا۔

ذکر متعلقات آں

ذکر میں ضرب کا حکم

ارشاد۔ طریق خاص ضرب نہ مقصود ہے نہ موقوف علیہ مقصود۔ جس طرح بے تکلف نبھا دے کافی ہے

فکر سے اُنس ہو جانا ذکر ہی کی برکت ہے

حال۔ دل چاہتا ہے کہ ذکر چھوڑ دوں اور بیٹھ کر سوچتا رہوں اور ذکر میں طبیعت کم لگتی ہے
ارشاد۔ یہ جو لکھا ہے کہ ذکر چھوڑ دوں اور بیٹھ کر سوچتا رہوں ہو یہ برکت ذکر ہی کی ہے کہ فکر سے

اُنس ہوگیا ہے ذکر کو ہرگز نہ چھوڑنا ورنہ بناء کے انعدام سے مبنی کا انعدام ہو جاوے گا، خواہ دل لگے یا نہ لگے، معمولات پر استقامت رکھیں۔

ضعف خود مقتضی تقلیل قیود ہے

ارشاد۔ بندی کو اجازت ہے کہ خواہ آنکھ کھولے ہوئے نماز پڑھے یا بند کر کے، اکثر صفراوی یا سوداوی قیود سے متوحش ہوتے ہیں، خصوص جبکہ اس کے ساتھ ضعف بھی منضم ہو جاوے اور ضعف مقتضی تکثیر قیود کو نہیں بلکہ مقتضی تقلیل قیود کو ہے۔ قیود سے جو اصل مقصود ہے تاثر خود وہی کام ضعف دیتا ہے۔

معمول سے زائد ذکر کا حکم

ارشاد۔ اگر معمول سے زیادہ ذکر کو طبیعت چاہے تو کرے لیکن اس زائد کو لازم نہ سمجھے اور جب بعد چندے امید دوام ہو جاوے التزام کرلے۔

ذکر میں بار و مشقت خود نافع ہے

حال۔ ذکر طبیعت پر بہت بار معلوم ہوتا ہے، جب کرنے بیٹھے جی گھبرا اٹھتا ہے۔

ارشاد۔ بار ایک مشقت ہے، مشقت میں اگر جی نہ لگے تو سمجھ لو کہ خود مشقت بھی نفع میں جی لگنے سے کم نہیں۔ جس طرح سے بھی ہو حتی الوسع پورا کرلیا کیجئے۔ شدہ شدہ سب دشواری مبدل بآسانی ہو جاوے گی۔

ندامت مافات بھی مانع حرمان ہے

حال۔ ایک مرض جو کہ سب سے بڑھ کر ہے وہ کم ہمتی ہے کہ مجھ سے کوئی کام نہیں ہوتا۔

ارشاد۔ جتنا بھی ہو جاوے وہ بھی بے کئے ہوئے کی ندامت سے مل کر محروم نہ رہنے دے گا۔

فرحت خود رحمت کی لونڈی ہے

حال۔ کچھ ذکر و تلاوت تو کرنے لگا ہوں، تہجد بھی بعد عشاء جاری ہے لیکن ہنوز قلب میں فرحت پیدا نہیں ہوئی۔

ارشاد۔ رحمت تو پیدا ہو گئی ہے جو رہبری کر رہی ہے، فرحت خود اس کی لونڈی ہے، انشاء

بیداری میں وہ بھی حاضر ہو جاوے گی۔

ذکر میں وضو کا حکم

ارشاد۔ باوضو ذکر کرنے سے برکت زیادہ ضرور ہوتی ہے لیکن وضو رکھنا ضروری نہیں اس لئے اگر کسی کا وضو نہ ٹھہرتا ہو اور بار بار وضو کرنے سے تکلیف ہو تو تیمم کر لیا کرے مگر اس تیمم سے نماز و مس مصحف جائز نہیں۔

نماز سے جی چرانے کا علاج

حال۔ نماز پڑھنے میں جی بہت چراتا ہے۔

ارشاد۔ اس کا تو کچھ حرج نہیں مگر جی چرانے پر عمل نہ کیا جاوے، نفس کی مخالفت کرکے نماز کو اہتمام سے پڑھا جاوے اور کچھ نوافل بھی مقرر کر لیا جاوے جتنے میں کسی ضروری کام کا حرج نہ ہو

وقعِ تشتت کا طریقہ ذکر میں

ارشاد۔ کتابوں میں بوقت ذکر نفی و اثبات ملاحظہ مفہوم لا معبود الا اللہ یا لا محبوب الا اللہ یا لا موجود الا اللہ تحریر ہے لیکن میں اس لئے نہیں بتلایا کرتا کہ اس سے اکثر تشتت ہوتا اور جو اس میں مصلحت رکھی گئی تھی وہ اس تشتت کے مقابلہ میں ضعیف ہے۔

تصور بوقت ذکر

ارشاد۔ تسبیح کے وقت اولیٰ تو تصور مذکور کا ہے یعنی حق تعالیٰ کا لیکن اگر یہ خیال نہ جمے تو پھر ذکر کا اس طرح جس میں یہ قلب سے ادا ہو رہا ہے۔

ذکر بوقت اذان

ارشاد۔ اذان ہوتے ہوئے ذکر سے رک جانا اولیٰ ہے۔

نماز سے بے ذوقی کا علاج

حال۔ آج کل عبادات خصوصاً نماز سے بے رغبتی ہو جاتی ہے اور سستی آسکت گھیرتی

ہے۔ ایک آدھ بار قضا بھی ہو جاتی ہے۔

ارشاد۔ یہی صورت ہے کہ اولاً تکلف سے اس کام کو کیا جاوے بعد چندے سہولت ہو جاتی ہے نیز اس کی اعانت کے لیے اپنے نفس پر کوئی جرمانہ نقد جو نہ بہت سہل ہو نہ بہت گراں مقرر کیا جاوے یا کچھ نوافل ایسی تعداد میں کہ نہ بہت سہل ہو نہ بہت گراں اپنے ذمہ لازم کی جاویں۔

ذکر نزد مصلی کا حکم

ارشاد۔ کوئی اگر پاس نماز پڑھتا ہو تو اتنا جہر نہ کرے کہ مصلی کو تشویش ہو، یا دوسری جگہ چلا جاوے۔

طریقہ ترتیل حافظ کے لیے

حال۔ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتا ہوں تو از بر پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے اور میں حافظ ہوں۔

ارشاد۔ معمول تو حسب عادت پڑھتے رہیے کیونکہ اس قدر جلد تغیر مشکل ہے اور تغیر تک ناغہ نامناسب ہے البتہ روزانہ ایک پارہ یا کم خوب ٹھہر ٹھہر کر بھی پڑھیے اگر از بر نہ پڑھا جاوے تو قرآن پاس رکھ لیا اور از بر شروع کیا اور جہاں شبہ ہوا دیکھ لیا امید ہے کہ پندرہ روز میں اصلاح ہو جاوے گی۔

ذکر میں عدم لذت انفع ہے

ارشاد۔ ذکر میں لطف و لذت کا حاصل ہونا ایک نعمت ہے اور نہ ہونا دوسری نعمت ہے جس کا نام مجاہدہ ہے یہ اول سے انفع ہے گو لذیذ نہ ہو۔

موقوف علیہ آثار ذکر

ارشاد۔ ذکر کا اثر موقوف ہے تقلیل کلام، تقلیل اختلاط مع الانام وقلت التفات الی المتعلقات پر ان چیزوں کے حصول کیلئے مواعظ کا مطالعہ اور مثنوی کا گو سمجھ میں نہ آوے اکرنا چاہیے۔

طریقہ حصول جمعیت

ارشاد۔ اعمال کا انضباط اور ان پر مداومت چاہیے خواہ کچھ ہی کیفیت ہو یا نہ ہو۔ اس سے ضرور یہ کہ بیٹھ کر بھی کچھ معمول زیادہ مقدار میں ہر گز جاوے یہی طریقہ جمعیت حاصل ہونے کا ہے۔

ذکر و شغل میں تصور الی السماء کا حکم

ارشاد۔ ذکر و شغل، تلاوت میں تصور حق تعالیٰ کی جانب بلا تکلف آسمان کی جانب بندھے تو اس کے دفع کرنے کا قصد بالکل نہ کریں، یہ تصور فطری ہے دفع ہو نہیں سکتا اور کوئی اس سے خالی نہیں۔ لیکن بالقصد ایسا نہ کریں۔

ذکر و نماز میں گدگدی قلب کی علامت بسط کی ہے

ارشاد۔ ذکر و نماز میں اگر قلب میں گدگدی معلوم ہو تو یہ حالت بسط ہے۔ ذکر میں تو اگر ضبط نہ ہو سکے تو ضبط نہ کرے، لیکن نماز میں ضبط رکھے۔

نماز کے اندر نہ ذکر لسانی چاہئے نہ قلبی

ارشاد۔ نماز میں نہ ذکر لسانی کرے نہ قلبی، خود توجہ الی الصلوٰۃ اس میں مطلوب ہے قلب جاری ہونا کوئی اصطلاح فن کی نہیں۔ مطلوب ذکر میں بلکہ یاد داشت ہے خواہ اسکا کچھ بھی نام ہو۔

معمولات کی زیادتی رمضان میں خلاف دوام نہیں

ارشاد۔ اگر کوئی رمضان شریف تک کیلئے اپنے معمولات بڑھالے اور آئندہ دوام کی امید نہ ہو تو یہ خلاف دوام نہیں۔ کیونکہ اول ہی سے دوام کا قصد نہیں، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال رمضان میں زیادہ ہو جاتے تھے۔

ضعیف کا عمل قلیل بھی وصول مقصود کیلئے کافی ہے

ارشاد۔ قوی کے عمل کثیر میں جو اثر ہے ضعیف کے عمل قلیل میں وہی اثر ہے ضعیف کو اسی عمل قلیل سے ہی ان شاء اللہ مقصود میں کامیابی ہو جاتی ہے۔

جی لگنے کا قصد انتظام نہ کرنا بلکہ توجہ علم و مرت اختیاری میں کوتاہی نہ کرنا حصول مقصود کیلئے کافی ہے

ارشاد۔ کسی خاص وظیفہ میں یہ کوئی خاص اثر نہیں کہ اس سے عبادت میں جی

لگنے لگے۔ اسی طرح اس کی اور کوئی تدبیر بھی نہیں، اسی واسطے محققین کی تعلیم ہے کہ اس کا یعنی جی لگنے کا، نہ قصد کرے نہ انتظار کرے، کام میں لگا رہے اور جتنی توجہ اور مداوست اختیار میں ہے اس میں کوتاہی نہ کرے بس اسی پر تمام برکات مرتب ہو جاتے ہیں جو اس وقت سمجھ میں بھی نہیں آسکتے بعد ترتب نظر آجاویں گے۔

اضافۂ معمول بقدر تحمل و نشاط چاہیے

ارشاد۔ اگر ذاکر کا دل کسی روز معمول سے زیادہ ذکر کرنے کو چاہے تو التزام تو اتنا ہی رکھیں جتنا معمول ہے لیکن حسب نشاط بقدر تحمل اضافہ کر لینا مضائقہ نہیں۔

بال بچوں کے ساتھ گھر رہکر ذکر نہ ہوتا ہو تو اس کا علاج

ارشاد۔ اگر بال بچوں کے ساتھ گھر رہ کر ذکر نہ ہوتا ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ بالقصد ایسا اہتمام کرے کہ اگر گھر کے علاوہ دوسری جگہ میسر ہو تب بھی گھر ہی میں ذکر کرے۔ راکفین کا معمول ہے کہ گھوڑا جس چیز سے چمکتا ہو اس سے دور کرنے کا اہتمام نہیں کرتے کہ ہمیشہ کی مصیبت ہے، بلکہ اسی چیز کے سامنے آنے اور دیکھنے کا خوگر کرتے ہیں، یہاں تک کہ چمک نکل جاتی ہے البتہ جس جگہ امر مانع ایسا ہو کہ اس سے ملابست کی ضرورت نہ ہوگی، وہاں اسلم یہی ہے کہ اس مانع سے مباعدت اختیار کی جاوے۔ خوب، سمجھ لو۔

مفید ترین ذکر

ارشاد۔ زیادہ قرب لا الٰہ الا اللہ میں ہے کہ یہ ماثور ہے اور دوسرے اذکار الا اللہ یا اللہ، اللہ مصلحت یکسوئی کے لیے تجویز ہوتے ہیں واقعی تجربہ سے ذکر ماثور ادوق بالطبائع ہے اور اس لیے انفع بھی ہے۔

شغل کی حکمت

ارشاد۔ اگر ذکر میں دل لگ جاوے، تو شغل کی غرض حاصل ہو گئی شغل کی حاجت نہیں۔ اسی لیے ذکر توجہ کے ساتھ صاحب نسبت کے لیے شغل سے مغنی ہے۔

بتدی کو ذکر اور منتہی کو تلاوت سے زیادہ شغف مناسب ہے

ارشاد۔ بتدی کیلئے ذکر سے زیادہ شغف مناسب ہے اور منتہی کیلئے تلاوت ہے۔

ثبوت جواز تہجد دراول شب

ارشاد۔ فی الدر المختار وصلوٰۃ اللیل الی قولہ ولو جعلہ ثلاثاً فالاوسط افضل وانصافاً فالاخر افضل فی رد المختار وروی الطبرانی مرفوعاً لابد من صلوٰۃ بلیل ولوحلب شاۃ وما کان بعد صلوٰۃ العشاء فھو من اللیل وھذا یفید ان ھذہ السنۃ تحصل بالتنفل بعد صلوٰۃ العشا قبل النوم ج۱ ص۴۵۱۔ اوسط و اخیر کے افضل ہونے سے بھی اول شب میں جواز مفہوم ہوا۔ اور طبرانی کی روایت میں اس کی صاف تصریح ہے، اگر کسی کو افضل کی ہمت نہ ہو محض ترک سے جائز ہی پر عمل کر لینا احسن ہے اسی طرح بیداری کا اگر تیقن نہ ہو بعد عشا رسب معمولات کو ادا کر لینا احسن ہے۔

استغفار وندامت کی ضرورت

ارشاد۔ اگر بوجہ کثرت کاروبار کے معمولات واوراد پورا نہ کر سکے تو جتنا ہو سکے کرتا رہے جو کمی رہ جاوے استغفار وندامت سے اس کی تلافی کرے، کام بنانے کے لئے کافی ہے۔

تمکین کی تعریف اور اس کے حصول کا طریقہ

ارشاد۔ ذاکر کو انقلابات احوال وکیفیات سے بالکل قطع کرنا چاہئے مقصود دوامر کو رکھنا چاہئے دوام طاعت، وکثرت ذکر استقامت کے ساتھ اس طرح مشغول رہنے سے حسب استعداد اخیر میں مناسب حالت محمودہ برقرار ہو جاتا ہے جس کو اصطلاح تصوف میں تمکین کہتے ہیں۔

ورد کا اصلی مقصود عبدیت ہے

ارشاد۔ ورد سے جو اصلی مقصود ہے، وہ خود مرض میں بھی حاصل ہے یعنی عبدیت۔

نفع کے لئے قصد کی ضرورت ہے

ارشاد۔ صرف دل سے ذکر کرنا بھی نافع ہے جب بقصد ہو ورنہ بلا قصد نفع مقصود حاصل نہیں ہوتا، قلب اور زبان دونوں کو جمع کرنا زیادہ نافع ہے۔

پریشانی کے وجوہ اور اس کے دفعیہ کا طریقہ

ارشاد۔ دل نہ لگنے کی بہت صورتیں ہیں۔ کبھی تو کسی کام کے تعلق کی وجہ سے پریشانی ہو جاتی ہے، کبھی کسی عضو میں کچھ مرض ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے دل کی بھی پریشانی ہو جاتی ہے، کبھی بھوک کبھی گناہ کا ارتکاب۔ ان اسباب میں سے جس کا دفعیہ

اختیار میں ہو۔ اسے تو دفع کر کے ذکر میں مشغول ہو، بھوک ہو کھانا میسر ہو کھالے۔ تعلق اگر نا جائز ہے ہے چھوڑ دے۔ پھر ذکر میں مشغول ہو اگر اس پر بھی دل نہ لگے تو کچھ پروا نہ کرے۔ ذکر کو مقصود سمجھ کر پورا کرے۔ انشاء اللہ ذکر کی برکت سے حالت کی اصلاح ہو جائے گی۔

طبیعت کا گھبرانا بھی عذر ہے تخفیف تلاوت کیلئے

ارشاد۔ ذکر و تلاوت میں جب طبیعت یاد ذ گھبرانے لگے جلدی ختم کر دیا جاوے۔ یہ عذر ہے اور عذر میں احکام کی تخفیف ہو جاتی ہے۔

اذان کا جواب مخل ذکر نہیں

ارشاد۔ ذکر کی حالت میں اگر اذان ہونے لگے تو ذکر موقوف کر کے جواب ہی دینا زیادہ مناسب ہے اور اس کو مخل ذکر نہ سمجھا جاوے۔ سنن کی برکت سے ذکر کا معدن منور ہوتا ہے۔ اور اس سے ذکر میں زیادہ اعانت ہوتی ہے۔

کثرت ذکر و اصلاح اعمال رکن طریق ہیں

ارشاد۔ اس طریق میں دو چیزیں ہیں۔ کثرت ذکر اور اصلاح اعمال۔ سو کثرت ذکر تو حالت طالب علمی میں مناسب نہیں۔ اور جو مقصود ہے کثرت ذکر سے وہ انکو شغول علم سے حاصل ہو جاتا ہے۔ بشرط تقویٰ، باقی رہا اصلاح اعمال وہ ہر حال میں فرض ہے اور طالب علمی کی حالت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں سو اس کا سلسلہ شروع کر دینا چاہئے اس کی ترتیب یہ ہے کہ اول قصد السبیل کو دو بار بغور مطالعہ کرے اس سے جو حاصل طریق کا ذہن میں آدے اس سے اطلاع دے، پھر طریقہ اصلاح کا پوچھے۔

تبدیل معمولات میں تعجیل مناسب نہیں

ارشاد۔ مدت کے بعد معمول میں دوام کی برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے تبدیل تعجیل نہ کی جائے۔

درود کا حکم

ارشاد۔ حضور کا نام سن کر صلی اللہ علیہ وسلم کہنا ایک مجلس میں ایک ہی بار فرض ہے۔ اس کے بعد پچاس دفعہ بھی اگر آپ کا نام مبارک زبان پر آئے یا کان میں پڑے تو بار بار درود فرض نہیں۔ ہاں محبت کا مقتضا یہ ہے کہ ہر بار صلی اللہ علیہ وسلم کہے۔

درود اپنے جذبات کے مطابق ہے

ارشاد۔ حضور محسن ہیں، اور سب سے بڑے محسن ہیں۔ یہ جان کر خود بخود تقاضا ہوگا کہ حضور کے احسان کا بدلہ کریں۔ جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کم از کم آپ کو دعا دیں، پس حضورؐ پر درود بھیجنے میں ہم حضورؐ پر کوئی احسان نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے جذبۂ شکر کو پورا کرتے ہیں۔ مگر اس پر ثواب کا بھی وعدہ ہے۔ تاکہ ثواب کو سن کر اور زیادہ سہولت ہو جائے۔

درود حق اللہ اور حق العبد دونوں ہے

ارشاد۔ درود جیسا حق اللہ ہے ویسا ہی حق العبد بھی ہے۔ اسی واسطے اس میں کوتاہی کرنے کا گناہ صرف توبہ کرنے سے معاف نہ ہوگا۔ بلکہ اس کی تلافی توبہ کے ساتھ حضور کو خوش کرنے سے ہوگی، جس کا طریقہ یہ ہے کہ کوتاہی ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کرے اور آئندہ درود کی خوب کثرت کرے۔ یہاں تک کہ دل گواہی دے کر حضورؐ خوش ہو گئے ہوں گے۔

درود ایسی طاعت ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی

ارشاد۔ درود ایسی طاعت ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی کیونکہ یہ حضورؐ کے لئے درخواست رحمت ہے اور حضور حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کیلئے جو درخواست کی جاتی ہے وہ رد نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم بادشاہ سے شاہزادے کے متعلق ایسی بات کی سفارش کریں جو بادشاہ خود اس کے لئے کرنے والا ہے تو ظاہر ہے کہ ایسی سفارش کیوں رد ہوگی۔

علامت مقبولیت ذکر

ارشاد۔ ذکر اللہ سے اگر شوق میں ترقی اور حب الٰہی میں زیادتی ہو، تو سمجھ لو کہ ذکر مقبول ہے۔

ذکر کا مقصود اصلی

ارشاد۔ ذکر اس واسطے مقصود نہیں کہ اس پر کیفیات و حالات کا ترتب ہو بلکہ محض اس لئے مقصود ہے کہ بندہ کے ذکر سے حق تعالیٰ اس کو یاد کرتے ہیں، عاشق کے لئے کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ محبوب اس کو یاد کرے۔

ذکر اللہ مستقل غذا ہے

ارشاد۔ صوفیہ کے واقعات اس پر شاہد عدل ہیں کہ ذکر اللہ ان کی غذا بن جاتا ہے اور غذائے جسمانی کا کام دیتا ہے اور

مشاہدہ ہے کہ ذکر اللہ کرنے والے کی غذائے جسمانی کم ہو جاتی ہے یعنی ذکر اللہ میں مشغول ہونے سے پہلے جس قدر اس کی غذا تھی اس سے کم ہو جائے گی۔

ابتداء میں توجہ الی اللہ کا طریقہ

ارشاد۔ توجہ الی اللہ کا طریقہ ابتداء ہی ہے کہ توجہ الی الاسم کی جائے۔

زبان کا ذکر سے بند ہو جانا کبھی غایت قرب کی وجہ سے ہوتا ہے

ارشاد۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غایت قرب کی وجہ سے زبان ذکر سے بند ہو جاتی ہے اس لئے نزع کی حالت میں کوئی مسلمان اگر کلمہ نہ پڑھے تو اس سے بدگمان نہ ہونا چاہئے ممکن ہے کہ اس کی وجہ غایت قرب ہو۔

عشاق ہر وقت نماز میں ہیں

ارشاد۔ عشاق نماز کے بعد دوسری نماز کی فکر و انتظار میں بیتاب رہتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ نماز کے انتظار میں لگا رہنے والا نماز ہی میں ہے اسلئے عشاق ہر وقت نماز ہی میں ہیں۔

عمل شوق باقی رکھ کر کرو

ارشاد۔ ان اللہ لایمل حتی تملوا یعنی عمل شوق باقی رکھ کر کرو۔ اتنا عمل نہ کرو کہ سارا شوق ایک دم ہی سے پورا کر لو۔ عبادت تحمل کے موافق کرو، تحمل سے زیادہ نہ کرو۔

نماز سے عبدیت اور ذکر اللہ سے محبت حق پیدا کرنے کا طریقہ

ارشاد۔ نماز پڑھتے ہوئے یہ ارادہ ہو کہ ہم نماز اس واسطے پڑھتے ہیں تاکہ عبدیت پیدا ہو، ذکر اللہ اس واسطے کرتے ہیں کہ محبت حق پیدا ہو، تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ قصد اثر سے جو عمل کیا جائے گا، وہ ضرور موثر و نافع ہوگا۔ خواہ اس میں یکسوئی حاصل ہو یا نہ ہو۔ دل لگے یا نہ لگے وساوس آئیں یا نہ آئیں۔

مداومت و مواظبت کے معنی

ارشاد۔ مداومت و مواظبت کے یہ معنی نہیں ہیں ہر وقت اس میں لگا رہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو وقت جس عمل کا مقرر ہے اس وقت وہ عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہی بڑی دولت ہے

ارشاد اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہی بڑی

دولت ہے۔ یہ دولت ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی، ایک صورت قہر نازل ہونے کی یہ ہے کہ خدا کا نام لینے کی توفیق سلب ہو جاوے۔

دوبارہ توفیق طاعت دلیل قبول طاعت سابق کی ہے اور اس قول کی حقیقت شرعی

ارشاد۔ جس طاعت کے ایک دفعہ کرنیکے بعد دوبارہ اس کی توفیق ہو جاوے تو سمجھو کہ پہلی طاعت قبول ہو چکی، یہ علامت قبول ہے، اور گو یہ استنباط قطعی نہیں، مگر ظاہر عادۃ اللہ اور وسعت رحمت اسی کو مقتضی ہے۔ پس تغلیب رجاء میں یہ بہت نافع ہے جو کہ شرعاً مامور بہ ہے۔ لا یموتن احدکم الا وھو یحسن الظن بہ ترجمہ تم میں سے کسی کو موت نہ آوے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ سے حسن ظن رکھتا ہو۔

اللہ کی یاد کو اپنا مقصود اصلی بنالو

ارشاد۔ اللہ و رسول کا مقصود ہے کہ تم اللہ کی یاد کو اپنا اصلی کام بنالو اور سب کاموں کو تابع بناؤ۔ حدیث میں ہے لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ اگر زبان سے ہر وقت اللہ اللہ کرنا یاد نہ رہے تو تسبیح یاد میں رکھو، اور ریا کا خوف نہ کرو۔ کیونکہ ریا وہ ہے جو قصد و ارادہ سے ہو، اور بلا قصد وسوسہ ریا ہے اور وسوسہ ریا ریا نہیں۔

ذکر ریائی ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ ہے جو پل صراط سے پار کر دیگا

ارشاد۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص ریا سے ذکر کرتا ہے، فرمایا وہ تجھ سے اچھا ہے، اس کا یہی ذکر ریائی ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ بن کر اسے پل صراط سے پار کر دے گا اور تیرے پاس تو ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی نہیں۔

بتدی کو تکثیر ذکر اولیٰ ہے تکثیر نوافل و کثرت تلاوت سے

ارشاد۔ آج کل بتدی کو تکثیر نوافل سے یکسوئی حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ نماز میں متفرق افعال ہیں جن سے بتدی کو تشتت ہوتا ہے اور ذکر میں ایک ہی چیز ہے اس میں بتدی کو جلدی یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے۔ پس صوفیہ تکثیر ذکر کی تعلیم کر کے بتدی کو تکثیر صلوٰۃ کے قابل بناتے ہیں۔ چنانچہ انتہا میں بجائے ذکر و شغل کے تکثیر نوافل اور کثرت تلاوت رہجاتا ہے۔

ذکر حقیقی کا معیار

ارشاد۔ ذکر حقیقی اور ہے، اور صورت ذکر اور ہے، ذکر حقیقی سارے معاصی سے بچنے کو اور تمام اوامر کے بجا لانے کو مستلزم ہے۔

ذکر قلبی کی تحقیق

ارشاد۔ متاخرین صوفیہ نے محض ذکر قلبی تجویز کیا ہے، وہ بہت اچھی چیز ہے مگر زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتا، بلکہ کچھ دیر کے بعد دل اِدھر اُدھر چلا جاتا ہے۔ اور ذاکر یہ سمجھتا ہے کہ میں ذکر میں مشغول ہوں۔ اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ذکر لسان سے بھی کرنا چاہئے اور اسی میں توجہ قلبی رکھنا چاہئے۔ اگر کچھ دیر میں ذکر قلبی نہ رہے گا، تو ذکر لسانی تو باقی رہے گا۔ اور وقت ضائع نہ ہوگا۔ خصوصاً میری اس تحقیق کے بعد کہ۔

جو عمل خالص نیت سے شروع ہو اس کی برکت و انوار مستمر رہتے ہیں گو وہ بہت مستحضر نہ رہے اور گو توجہ باقی نہ رہے

ذکر کے درجات

ارشاد۔ ذکر کا ایک درجہ یہ ہے کہ اللہ کے نام کو یاد کرو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ بواسطہ نام کے ذات کو یاد کرو۔ تیسرا درجہ ہے کہ نام کا واسطہ بھی نہ رہے محض ذات کے ذکر پر قادر ہو جائے۔

ذکر کی حقیقت

ارشاد۔ معاصی سے جو چیز روکے وہ ذکر اللہ ہی ہے۔ چنانچہ جنت اور دوزخ کی یاد اگر معاصی سے روکے وہ بھی ذکر اللہ ہے۔ اسی طرح مراقبہ اگر ذات معاصی سے روکے ذکر اللہ ہے۔

قلب ذاکر مثل تعویذ ملفوف کے ہے اسلئے پاخانہ میں ذکر قلبی جائز ہے

ارشاد۔ پاخانہ میں دل سے خدا تعالیٰ کو یاد کرنا کہ وہی ذکر حقیقی ہے ممنوع نہیں کیونکہ قلب پاخانہ نہیں ہے۔ چنانچہ صوفیہ کا قول ہے کہ لطیفہ قلب جسم سے باہر ہے وہ دوسرے عالم میں ہے اور اگر کوئی اس تحقیق کو نہ مانے تو وہ یوں کہے کہ قلب ذاکر مثل تعویذ ملفوف کے ہے، اور تعویذ ملفوف کو پاخانہ میں لے جانا جائز ہے اور گو زبان بھی ملفوف ہے۔ مگر زبان سے ذکر جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ لبوں اور دانتوں کو حرکت ہو۔ اور جب دنداں کو حرکت ہوگی

تو زبان مستور نہ رہے گی۔

ذکر ناجائز کب ہوجاتا ہے

ارشاد۔ اگر ذکر سے کسی کو تکلیف ہونے لگے کہ نہ زبان سے ذکر کر سکے نہ دھیان سے جیسا کہ امراض جسمانیہ میں ایسا ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ضعف دماغ کی وجہ سے دھیان سے تکلیف ہوتی ہے تو اس شخص کو اس حالت میں ذکر جائز نہیں تاکہ ذکر سے نفرت نہ ہوجائے۔

ذکر میں قیود وزوائد کا اہتمام عمل سے زیادہ نہ چاہئے عمل اصل مقصود ہے

ایک صاحب نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو مجھ سے فرمایا کہ ذکر نفی واثبات کر کے دکھلاؤ۔ تو میں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ میں مدا ورتی عتق الیمین کر کے باقاعدہ ادا کیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتنی دیر میں تو تم کئی دفعہ ذکر کر سکتے تھے جس سے ترقی زیادہ ہوتی، ایک بار میں اتنی دیر کر کے کیوں نقصان کیا، اس کے جواب میں حضرت مولانا مدظلہ العالی نے فرمایا کہ یہ بالکل وہی مذاق ہے جس کو میں اکثر ظاہر کیا کرتا ہوں کہ عمل اصل مقصود ہے۔ اور یہ سب قیود وزوائد ہیں جن کا اہتمام عمل سے زیادہ نہ چاہئے۔

طاعات کے یاد کرنے سے مقصود تعلق مع المنعم کی تقویت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کی وجہ

ارشاد۔ طاعات کے یاد کرنے سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے، تاکہ شکر سے تعلق منعم قوی ہو، جب یہ مقصود حاصل ہوگیا تو اب قصداً طاعات کو بھی یاد نہ کرے ورنہ عجب ذکبر پیدا ہوجائے گا۔ انبیاء علیہم السلام کا کمال یہی تھا کہ وہ اللہ کی یاد کو مقصود بالذات بناتے تھے۔ ذکر طاعات کو مقصود نہ بناتے تھے۔ اور یہی حکمت ہے آپ کے سہو کی کہ حضور کو جو سہو ہوا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف توجہ کامل کرنے سے ہوا کہ اس وقت آپ کی توجہ نماز کی طرف نہ تھی۔ بلکہ نماز سے اعلیٰ کی طرف تھی۔ یعنی حق تعالیٰ کی طرف۔

ذکر میں کسل کی وجہ سے نیند کا علاج

ارشاد۔ جو شخص رات بھر سوتا ہے پھر بھی اس کو ذکر میں نیند آوے تو

اس نیند کا منشا کسل ہے۔ اس کو چاہئے کہ جب نیند کا غلبہ ہو۔ ایک اسیاہ امرچ چبالے، یہ مقوی دماغ بھی ہے اس لئے مضر نہ ہو گا۔

تنگ وقت میں نماز کا طریقہ

ارشاد۔ نماز کا وقت تنگ ہو گیا ہو تو لازم ہے کہ فرائض وواجبات پر اکتفا کیا جاوے، اور سنن کو حذف کیا جاوے، اس وقت اختصار ہی مطلوب ہے۔ بہت لوگ طلوع آفتاب سے پہلے اٹھ جاتے ہیں۔ مگر علم نہ ہونے کی وجہ سے نماز کو قضا کر دیتے ہیں۔ ان کی تو نیت ہی دیر میں بند ھتی ہے کہ جاننے والا اس میں ایک رکعت پڑھ لے۔

دوستوں کی دلجوئی بھی عبادت ہے

ارشاد۔ عبادت صرف نفلیں ہی پڑھنے کا نام نہیں ہے دوستوں کی دلجوئی اور ان کے ساتھ باتیں کرنا بھی عبادت ہے۔

جمعہ و عید میں عطر لگانے کی نیت

ارشاد۔ جمعہ و عید کے دن عطر اس نیت سے لگانا کہ ہم اللہ میاں کو اچھے لگیں، عین عبادت ہے۔ من تطیب للّٰہ فلہ اجرہ

مقدار عبادت میں افراط اور تفریط دونوں معیوب ہیں

ارشاد۔ عبادت اتنی کرنی چاہیے جس میں کچھ مشقت بھی ہو گو اس قدر زیادہ نہ ہو جو تحمل سے زیادہ ہو جس سے دل اکتا جاوے بلکہ امامت میں تو مقتدیوں کے لحاظ سے اختصار کریں۔ اور تنہا ذرا اسی قدر تطویل کیا کریں ہاں اتنی تطویل نہ کریں جو نفس پر زیادہ شاق ہو۔ جس کو نباہ نہ سکیں۔ غرض نہ انقد ہو نہ انخد ہو انقد اختصار ہے الحمد اور قل ہو اللہ کا جس میں الحمد کا تو الف لے لیا گیا اور ولا الضالین کا نون۔ اور قل ہو اللہ کا قاف اور احد کی دال اور انخد میں ان نفی کا کلمہ ہے یعنی بے حد) غرضیکہ افراط و تفریط دونوں معیوب ہیں۔

رسوخ و پختگی کے حصول کا طریقہ

ارشاد۔ رسوخ و پختگی کیلئے ضرورت ہے کہ ہرگز کسی وقت بے فکر نہ ہو اوقات اور نفس کی نگرانی رکھیں

ذکر و صلوٰۃ کو رضا و قرب میں زیادہ دخل ہے

ارشاد۔ جو مقصود اصلی ہے یعنی رضا و قرب اس کے

حصول میں ذکر وصلوٰۃ کو زیادہ دخل ہے، بہ نسبت مطالعہ کتب کے۔ مطالعہ کتب مقصود بالغیر ہے۔ گو لذت مطالعہ ہی میں زیادہ ہو۔ اور ذکر صلوٰۃ مقصود ہے، مقصود بالغیر بقدر ضرورت ہونا چاہئے اور مقصود بالذات مستقلاً۔ یہ ساری خرابی شوق اور ذوق کے مقصود سمجھنے کی ہے، اور یہی غلطی ہے۔ ظاہر ہے کہ چٹنی میں جتنا لطف ہے غذا میں نہیں، مگر جزو بدن و بدل ما یتحلل غذا ہی بنتی ہے۔

فکر اور ذکر استغراق سے افضل ہیں

ارشاد :- فکر مقصود بالغیر ہے اور ذکر مقصود بالذات ہے، یہ دونوں استغراق سے افضل ہیں، اس لئے کہ استغراق میں ترقی نہیں، اور ان میں ترقی ہے۔

ذکر بالجہر کی اجازت تہجد میں کب ہے

ارشاد :- جو جاگنا نہ چاہے تہجد کے لئے اس کے پاس ذکر بالجہر نہ کریں اور جو جاگنا چاہتے ہوں ان کے پاس ذکر بالجہر کی اجازت ہے۔

درود نہ پڑھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی کی وجہ

ارشاد :- جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنکر درود نہ پڑھے آپ نے اس شخص کو بد دعا دی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور کے نام پر درود نہ پڑھنے سے چونکہ حق تعالیٰ کا غصہ اس شخص پر ہوتا ہے اس لئے آپ نے امت کو خدا تعالیٰ کے غضب سے بچایا ہے۔ پس وجہ اس بد دعا کی شفقت ہے نہ کہ خود غرضی۔

مقاصد میں تو مشقت موجب اجر ہے اور طریق میں نہیں

ارشاد: مقاصد میں تو مشقت موجب اجر ہے اور طریق میں نہیں۔ مثلاً ذکر مقصود ہے تو نفس ذکر میں جو مشقت ہو جیسے دو ہزار کی جگہ چار ہزار دفعہ ذکر کیا جاوے یہ مشقت موجب اجر ہے اور ایک مشقت یہ ہے کہ خاص آواز اور خاص ہیئت سے ذکر کیا جاوے، سو یہ محض طریق ہے، اس میں مشقت باعث اجر نہیں۔

ذکر میں جہر کا ثبوت اور مصالح

ارشاد :- اگر مقصود نفس ذکر ہو اور جہر اعتدال سے ہو اور یہ مصلحت دفع خواطر و حصول

جمعیت وسکون قلب ہو تو وہ بدعت نہیں۔ بلکہ ایسا جہر شریعت سے ماذون فیہ بلکہ حدیث میں وارد ہے، چنانچہ حدیث تصبحون الی بالمس عار سے جہر کا ثبوت ہو رہا ہے۔

اسم ذات کا مقصود مدلول کا رسوخ فی القلب ہے اسلئے بحکم ذکر ہے

ارشاد محققین صوفیہ نے اس راز کو سمجھا کہ اللہ اللہ کرنا گو ذکر نہیں مگر مقصود کیلئے تیار ہوتا ہے اس واسطے بحکم ذکر ضرور ہے اور اصل مقصود اس ذکر سے اس کے مدلول کا رسوخ فی القلب ہے اور قاعدہ ہے کہ رسوخ کیلئے تکرار موثر ہوتا ہے اور اس کیلئے تجربہ کافی ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ رسوخ کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جائے وہ طریقہ سنت سے ثابت ہو۔

ذکر میں صدق و خلوص کا طریقہ

ارشاد:۔ محققین کا قول ہے کہ حق تعالیٰ کے صفات وکمالات خود ایسے ہیں کہ اسکا کمال اسکو مقتضی ہے کہ ان کیطرف توجہ کی جاوے اور ان کی یاد دل میں بسائی جاوے کسی وقت ان سے غافل نہ ہو، اگرچہ وہ ہماری طرف توجہ بھی نہ فرمائیں، اگرچہ ہمارے ذکر پر کوئی ثمرہ عاجلہ مترتب نہ ہو، چہ جائیکہ ایک دوسرا مقتضی بھی موجود ہے، یعنی ان کا بندہ کی طرف توجہ فرمانا چنانچہ ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم۔ من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا الخ بلکہ بغیر تمہاری توجہ کے توجہ فرماتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے ان لربکم فی دھرکم نفحات (توجہات) الا فتعرضوا لھا۔ یعنی تمہارے رب وقتاً فوقتاً تمہاری طرف توجہ فرماتے رہتے ہیں، اس لئے تم کو ان کی طرف دائمی توجہ رکھنا چاہیے۔

رسوخ ذکر کا اعلیٰ درجہ اور اس کے تحصیل کا طریقہ

ارشاد:۔ رسوخ ذکر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ذات بحت کا تصور راسخ ہو جائے اور یہ پیدا ہوتا ہے کثرت ذکر سے مع تصور ذات بحت کے، اور اگر ذکر میں بھی صرف اسم ذات کا اختیار کیا جاوے تو اہل طریق کے تجربہ سے اس تصور کا زیادہ معین ہوتا ہے۔

مشاہدہ اور معائنہ کا مطلب

ارشاد:۔ صفات کی طرف توجہ کرنے کو اصطلاح میں مشاہدہ کہتے ہیں اور ذات بحت کے تصور کرنے کو معائنہ کہتے ہیں۔

دعا و متعلقات آں

۱

حال:۔ اب پروردگار عالم ساتھ ایمان کے بلالیں، بلا بصارت زندگی بے کار ہے، تلاوت و مواعظ وغیرہ سے محرومی کا سخت رنج ہے۔

(۱) صحت کی دعا سنت اور علامت عبدیت ہے	ارشاد: صحت کی دعا تو سنت اور علامت عبدیت ہے مگر یہ کہنا کہ اب پروردگار عالم ساتھ ایمان کے بلالیں
(۲) رائیں لگانا بعید از عبدیت ہے	
(۳) بعض اوقات صبر کا اجر عمل کے اجر سے بڑھ جاتا ہے	

بلا بصارت زندگی بیکار ہے، یہ نہایت بے ادبی ہے اور بعید از عبدیت ہے، ہم کو رائیں لگانے کا کیا حق ہے، حضرت حق سے جو پیش آوے خیر ہے، تلاوت و کتب بینی میں ثواب اور رضا منحصر نہیں، اول تو صحت کی حالت میں تطوع پر مداومت کرنے والے کو مرض میں بدون عمل کئے بھی ثواب عمل سابق کا ملتا ہے، دوسرے بعض اوقات صبر کا اجر عمل کے اجر سے بڑھ جاتا ہے، البتہ بینائی کی دعا، خود برائی نہیں اس کی اجازت ہے، دعا مانگے اور دل سے مانگے اور ساتھ میں یہ سمجھے کہ اگر اس کے خلاف واقع ہوا وہ بھی خیر ہے، اس پر بھی راضی رہے۔

حال:۔ دعا فرماویں کہ دنیا کے مطالب پورا کریں، یا نہ کریں۔ لیکن مقصود حقیقی یعنی رضائے مولیٰ ہمیشہ نصیب رکھیں۔

مقاصد دنیویہ کی دعا نہ مانگنا بے ادبی ہے	ارشاد:۔ یہ کہنا بے ادبی ہے ہم کو دنیا کے مطالب کی بھی

حاجت ہے، دعا یہ کرنا چاہیے کہ دارین کے مطالب پورے ہوں۔

حال:۔ اللّٰھم اٰتنا فی الدنیا حسنۃ الخ ایک جامع دعا ہے اس کے علاوہ بہت سی دعا ہیں، اب میں خیال کرتا ہوں کہ جب ہم نے ایک باغ مانگ لیا ہے جس میں گلاب

لیمو نارنگی وغیرہ کل اشیاء موجود ہیں پھر علیحدہ علیحدہ لیمو نارنگی مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔

خاص خاص دعاؤں کے مانگنے میں خشوع و خضوع زیادہ ہوتا ہے جو مطلوب ہے

ارشاد:۔ حق تعالیٰ کے دربار میں خشوع و خضوع بڑی چیز ہے، تجربہ یہ ہے کہ خاص خاص چیزوں کے مانگنے میں زیادہ خشوع ہوتا ہے، اس واسطے احادیث میں جامع دعاؤں کے علاوہ خاص خاص مقاصد کی بھی دعائیں آئی ہیں۔

دعا و سفارش بدرگاہ حق مال و جان سے بھی بڑھ کر ہے

حال۔ جب اور جس وقت ارشاد عالی ہو، یہ غلام خدمت عالی میں جان و مال سے حاضر ہے۔

ارشاد۔ میں تو ان سب سے بڑھ کر چیز چاہتا ہوں یعنی دعا، وسفارش بدرگاہ حق۔

درود شریف اپنے دعا کے قبولیت کیلئے پڑھنا خود غرضی نہیں ہے

ارشاد:۔ دینی غرض، خود غرضی مذموم داخل نہیں اور دُعا دین اور طاعت ہے پس اس کے مقبول ہونے کے لئے درود شریف پڑھنا دینی غرض کے لئے ٹھہرا، جو عین مطلوب ہے، ذرا بھی اس میں ناپسندیدگی نہیں اور خلاف خلوص نہیں۔

حال:۔ دنیوی امور میں دعا کرنے سے جی ڈرتا ہے کہ کہیں خدا تعالیٰ کی مصلحت کے خلاف دعا مانگ کر اپنے کو خرابی میں نہ ڈال لوں۔

جہاں اذن شرعی ہو دعا سے نہ رکیں

ارشاد:۔ جہاں ایسا ہوگا خود حق تعالیٰ اسکو واقع نہ فرمائیں گے اور اگر عدم جواز کا شبہ ہو تو سمجھ لیجئے کہ آپ اپنے نزدیک خیر سمجھ کر مانگ رہے ہیں، اور اس کے شر ہونے پر کوئی دلیل بالفعل نہیں، اسلئے شرعی اذن ہے اور اذن شرعی کے بعد کوئی وجہ شبہ کی نہیں۔

دعا میں دل نہ لگنے اور تقاضائے عجلت کا علاج

ارشاد:۔ دعا میں اگر دل نہ لگے اور تقاضا عجلت کا کرے تو دیر تک باوجود دل نہ لگنے کے دعا کیا کرے۔ اس سے دل لگنے لگے گا۔

☆ ☆ ☆

امتنی مسکیناً میں مسکیناً کے معنی

ارشاد۔ اللّٰھم امتنی مسکیناً اگر یہ دعا نافع عام نہ ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اعلان نہ فرماتے، پس یقیناً یہ کسی حال میں مضر نہیں اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ مسکین سے مراد حالاً نہیں اخلاقاً ہے۔

امور دنیویہ کے لئے بھی دعا عبادت ہے

ارشاد۔ چونکہ آسائش دنیا کو جمعیت اور سکون قلب میں بڑا دخل ہے اس لئے اس کو بھی خوب مانگنا چاہئے، امور دنیا کے لئے بھی دعا سے نہ رُکنا چاہئے۔ امور دنیویہ کے لئے بھی دعا عبادت ہے۔

طاعات میں طلب ثواب اور دعا میں طلب اجابت افتقاد ہے

ارشاد۔ طاعات میں طلب ثواب اور دعا میں طلب اجابت یہ افتقاد ہے کہ ہم کو کوئی درجہ استغنار کا حاصل نہیں حتیٰ کہ جن چیزوں کا آپ نے ہم کو محتاج بنایا ہے، ہم انکے محتاج ہو کر ان کو طلب کرتے ہیں، اور یہ محض عبدیت ہے ومن ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم فی حمد الطعام غیر مودّع منہ ولا مستغنی عنہ ربنا۔ وقال اللہ تعالیٰ بعد ذکر الجنۃ وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور جو بعض بزرگوں کی حکایت سے استغنا ثابت ہوتا ہے وہ ان کے حال ناقص سے ناشی ہے اور وہ حجت نہیں، گو معذور ہوں، وشتان بین من ھو ملازم وبین من ھو غیر ملازم۔

شرط دعا، برائے کیفیات

ارشاد:۔ کیفیات کے لئے دعا کرنے کا مضائقہ نہیں بشرطیکہ عدم اجابت سے ذرا قلق نہ ہو، باقی کوئی تدبیر نہ کرے۔

کونسی کیفیت قابل اتباع ہے

حال۔ جب نماز کے بعد دعا دنیا کے لئے مانگتا ہوں تو عظمت خداوندی ایسی طاری ہوتی ہے کہ باوجود شدت ضرورت دنیوی حاجت کے دعا نہیں مانگی جاتی باوجودیکہ جانتا ہوں کہ تسمہ نعل بھی اسی سے طلب ہونا چاہئے۔

ارشاد۔ کیفیت وہ قابل اتباع ہے جس کے غلبہ کے وقت اس کے ضد کا خطور نہ ہو۔ اور

جب اس کی ضد بھی مستحضر ہو اور وہ اقرب الی السنۃ ہو تو وجدانیات کے اتباع سے سنن کے اتباع کو ترجیح و تقدیم ہے۔

سب مقاصد کے لئے دعاء

ارشاد۔ سب مقاصد کے لئے یہ شعر ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

فسہل یا الٰہی کل صعب بحرمۃ سید الابرار سہل

ظاہراً دعاء کے عدم قبولیت کا راز

ارشاد۔ اگر دعا قبول ہونے میں دیر ہو اور قبول کے آثار معلوم نہ ہوں تو گھبراؤ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر بات کو اچھی طرح جانتے ہیں یعنی وہ ہر چیز کی مصلحت کو تم سے زیادہ جانتے ہیں، بس اس بات کو بھی وہی خوب جانتے ہیں کہ یہ نعمت موہوبہ جس کی تم درخواست کر رہے ہو، تمہارے لئے مناسب ہے یا نہیں اور مناسب ہے تو کس وقت اور کس حالت میں مناسب ہے۔

عارف کی دعاء کا منشاء

ارشاد۔ عارف کو دعا سے بجز دعاء کے اور کچھ مقصود نہیں تو اس کی دعاء ہر حال میں مستجاب ہے کیونکہ مدعاء ہر حال میں حاصل ہے۔ کبھی حق تعالیٰ عارف کی زبان سے دعا اسلئے نکلواتے ہیں کہ ان کی باتیں سنیں، ان کا عجز و نیاز دیکھیں۔

ہماری سب دعائیں بالمعنی الاعم قبول ہوتی ہیں

ارشاد۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دعائیں سب قبول ہوتی ہیں، پھر کبھی تو وہی مل جاتا ہے جو مانگا تھا اور کبھی اس سے افضل چیز عطا ہوتی ہے، اور کبھی دنیا میں کچھ عطا نہیں ہوتا بلکہ اس کا اجر آخرت میں جمع کر کے اس کو دیا جائے گا۔ اس وقت ثواب کو دیکھ کر آپ تمنا کریں گے کاش ہماری سب دعائیں آخرت ہی میں ذخیرہ رہتیں، دنیا میں ایک بھی نہ ملتی پس یقین کر لینا چاہئے کہ ہماری سب دعائیں بالمعنی الاعم قبول ہی ہوتی ہیں۔

ثمرات آجلہ و عاجلہ کیلئے دعاء کے شرط جواز

ارشاد۔ اعمال اختیاریہ کا اہتمام واجب ہے اور ثمرات آجلہ یعنی جزا کے لئے دعاء بھی جائز ہے اور اہتمام بھی واجب ہے

اور احوال اختیاریہ یعنی ثمرات عاجلہ کے لئے صرف دعاء جائز ہے اور اس کے علاوہ کسی قسم کا اہتمام جائز نہیں۔ اور دعاء بھی اس شرط سے جائز ہے کہ عدم عطا پر دل سے راضی رہے۔

دعاء کا امتیاز دوسرے عبادات سے

ارشاد۔ دعاء میں ایک امتیاز یہ ہے کہ دین و دنیا دونوں منافع کو جامع ہے یعنی تدابیر دنیا میں سے یہ بھی ایک تدبیر ہے اور سب سے بڑی تدبیر ہے۔ اور دوسرا امتیاز یہ ہے کہ دعاء ہر حال میں اگو دنیا ہی مانگی جاوے بشرطیکہ ناجائز اور حرام شے کی دعاء نہ ہو، ثواب و عبادت ہے۔ دیگر عبادات میں اگر دنیا کی آمیزش ہو جاوے تو وہ عبادت نہیں رہتیں، اور اگر مقصود ہی دنیا ہو، پھر تو بطلان عبادت ظاہر ہے مگر دعاء سے اگر دنیا ہی مطلوب ہو جب بھی وہ عبادت ہے، کیونکہ دعاء میں عبادت کی شان ہر حالت میں باقی رہتی ہے۔

دعاء کی فضیلت عقلاً

ارشاد۔ ہر تدبیر میں انسان اپنے جیسے عاجز کے سامنے احتیاج کو ظاہر کرتا ہے خواہ قالاً یا حالاً اور دعاء میں ایسے سے مانگتا ہے جو سب سے زیادہ کامل القدرۃ ہے اور جس کے سب محتاج ہیں، اور عقل سے پوچھو تو وہ یہی کہے گی کہ جو سب سے قادر تر ہے اسی سے مانگنا اکمل وانفع ہے، پس یقیناً یہ تدبیر (دعاء) ہر تدبیر سے بڑھ کر ہے کیونکہ اور تدابیر بھی حق تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے ہی کامیاب ہو سکتی ہیں تو جو شخص حق تعالیٰ سے مانگے گا وہ ضرور کامیاب ہوگا۔

اجابت کے دو معنی ہیں

ارشاد۔ اجابت کے دو معنی ہیں۔ ایک درخواست کا لے جانا یہ بھی ایک قسم کی منظوری اور بڑی کامیابی ہے۔ اگر کوئی طبیب سے درخواست کرے کہ میرا علاج مسہل سے کر دیجئے تو اصل منظوری تو علاج شروع کر دینا ہے گو مسہل نہ دے اور دوسری منظوری مسہل دینا ہے اس میں یہ شرط ہے کہ طبیب بھی مصلحت سمجھے۔

دعاء میں دل بستگی کا سہل طریقہ

ارشاد۔ دعاء میں اگر دل نہ لگتا ہو تو اس طرح سمجھا دے کہ دنیا میں

نفع موہوم پر بھی ہمت سے کام کر لیتے ہیں گو آخر میں خسارہ ہی ہو جاوے۔ اور خسارہ کا خطرہ بھی ہوتا ہے، جیسے تجارت وغیرہ میں احتمال ہے اور دعاء میں تو خسارہ کا احتمال ہی نہیں، پھر اس میں کوتاہی کیوں کی جاتی ہے۔

"دعاء" حق تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرنے کا سہل طریقہ ہے

ارشاد۔ دعاء میں ایک خاص بات اور ہے وہ یہ کہ دعا کرنے سے بندہ کو حق تعالیٰ سے خاص تعلق ہو جاتا ہے، جس وقت آدمی دعا کرتا ہے اس وقت غور کر کے ہر شخص دیکھ لے کہ اس کو اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق محسوس ہوگا۔ پس دعاء کے بعد اگر مطلوب بعینہ حاصل نہ ہو تو یہ بات تو اسی وقت حاصل ہو جاوے گی کہ دل میں قوت اور اطمینان حاصل ہوگا، اور یہ برکت اس کی ہے کہ دعاء سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندہ کو تعلق ہو جاتا ہے اور عشاق کو دعاء سے صرف تعلق مع اللہ مطلوب ہے۔

از دعاء نبود مراد عاشقاں　　جز سخن گفتن بآں شیریں دہاں

اسی لئے عشاق کو دعاء قبول ہونے یا نہ ہونے پر کبھی التفات نہیں ہوتا۔ پس حق تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کرنے کا سہل طریقہ دعاء ہے بغیر اس کے خاص تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف ہوائی تعلق ہوتا ہے۔

دعاء کی کوتاہی کا عملی علاج

ارشاد۔ دعاء کی کوتاہی کا عملی علاج یہ ہے کہ ہر ہر حاجت میں (خواہ گھر میں نمک ہی ختم ہو گیا ہو یا جوتے کا تسمہ ہی نہ شکست ہو گیا ہو) دعا کریں اور اس کے ساتھ تدبیر بھی کرو، کیونکہ تدبیر شاہد ہے اور شاہد سے تسلی زیادہ ہوتی ہے۔

دعاء کا درجہ

ارشاد۔ اور دعاء کو تدبیر کہنا تو برائے ظاہر ہے۔ ورنہ حقیقت میں اس کا درجہ تدبیر سے آگے ہے، دعاء کو تقدیر سے زیادہ قرب ہے، کیونکہ اس میں اس ذات سے درخواست ہے جس کے قبضہ میں تقدیر ہے۔

معمولی چیز بھی خدا ہی سے مانگو

ارشاد۔ معمولی چیز بھی خدا ہی سے مانگو اور یہ نہ سمجھو کہ چھوٹی چیز مانگنے سے

حق تعالیٰ ناخوش ہوں گے، کیونکہ حق تعالیٰ کے نزدیک ہر بڑی چیز چھوٹی ہی ہے، ان کے نزدیک عرش اور نمک کی ڈلی برابر ہے۔

دعاء کا حسی اثر

ارشاد۔ دعاء سے یہ اثر ہر شخص کو فوراً محسوس ہوگا کہ پریشانی رفع ہو جاوے گی، اور باطنی نفع یہ محسوس ہوگا کہ حق تعالیٰ سے قرب خاص مشاہد ہوگا، اللہ تعالیٰ سے جی لگے گا، اللہ تعالیٰ کی یاد سے وحشت نہ ہوگی اللہ تعالیٰ سے بُعد محسوس نہ ہوگا۔

دعاء بھی اعلیٰ تدبیر ہے اور اس کی خاصیت

ارشاد صاحبو دعاء بڑی چیز ہے

دعاء میں خاصیت ہے کہ اس سے تدبیر ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے، کم از کم دعاء سے یہ فائدہ تو ضرور ہوتا ہے کہ دل میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور قلب کو راحت وسکون ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی تو مطلوب ہے، کیونکہ دنیا کی تمام تدابیر سے راحت قلب ہی تو مقصود ہے۔

دعاء کا ایک نفع

ارشاد۔ دعاء میں ایک نفع یہ ہے کہ یہ حق تعالیٰ کے یہاں معذور سمجھا جاوے گا۔ کیونکہ جب اس سے سوال ہوگا کہ تم نے حق کا اتباع کیوں نہیں کیا یہ کہہ دے گا کہ میں نے طلب حق کے لئے بہت سعی کی اور اللہ تعالیٰ تو ایک ہی تھے، میں نے ان سے بھی عرض کر دیا تھا کہ مجھ پر حق واضح کر دیا جاوے۔

دعاء بھی ذکر ہی ہے

ارشاد۔ دعاء بھی ذکر کی ایک فرد ہے۔

فاجر کے حقوق سے بریت کی دعاء

ارشاد۔ اللھم لا تجعل لفاجر عندی نعمة اکافیہ بھا فی الدنیا والآخرہ۔ اس میں نعمت سے مراد حق ہے، یعنی میرے ذمہ اس کا کوئی حق نہ رہ جاوے۔

استجابت کے معنی

سوال۔ ادعیہ نعوذ میں ومن دعوة لا یستجاب بھا وارد ہے سو تعوذ تو امر مذموم ومضر سے ہوا کرتا ہے

حالانکہ دعار خواہ مستجاب ہو یا نہ ہو اس کی حکمت تذلل وافتقار جو بہر حال مطلوب ومحمود ہے حاصل ہو ہی جاتی ہے، پھر تعوذ کیا معنی۔

ارشاد۔ یہ شبہہ پیدا ہوا ہے استجابت کے معنی نہ جاننے سے سو استجابت خاص اسی حاجت کو پورا ہونا نہیں ہے، بلکہ توجہ الی الحق الی العبد برحمۃ خاصۃ اس کی حقیقت ہے، پس عدم استجابت اس کا عدم ہے اور وہ قابل تعوذ ہے۔

آمین کا حکم

ارشاد۔ آمین تو دعار ہے اور دعار کا خاص لب ولہجہ عاجزی و نیاز مندی کا ہونا چاہیے۔

مراقبات

دفع رغبت الی المعاصی کا مراقبہ

ارشاد۔ اگر رغبت الی المعاصی کی کثرت ہو تو یاد کرکے ایسے وقت میں عقوبت دوزخ کو یا حق تعالیٰ کے بصیر ہونے کو یاد کرلیا کرو، چند بار ایسا کرنے سے یہ مانع ہوجایا کرے گا۔

مراقبہ موت کی تعدیل

ارشاد۔ مراقبہ موت و مابعد الموت جو خوف پیدا ہوتا ہے عین مطلوب ہے کہ معین آخرت ہے، لیکن اگر اس کے قصداً استحضار سے کوئی مرض جسمانی ہونے کا خوف ہو تو روزانہ نہ کریں، گاہ گاہ جب غفلت محسوس ہو کرلیں۔

مراقبہ دفع معاصی

ارشاد۔ گناہ کا علاج بجز ہمت کے کچھ نہیں ہے، اور خدا تعالیٰ کے عذاب کو سوچنا یہ ہمت کو قوی کرے گا۔

مراقبہ میں جی نہ لگنے کی تعدیل

ارشاد۔ اگر مراقبہ میں جی نہ لگے تو ایک دن مراقبہ کرو، ایک ناغہ کرو۔

مراقبہ عذاب آخرت

ارشاد۔ عذاب آخرت کا سوچنا تمام پریشانیوں سے نجات دینے والا ہے۔اس سے کلفت اور کدورت نہیں ہوتی، بلکہ اس فکر سے قلب میں نورانیت وانشراح ہوتا ہے، جس کا راز یہ ہے کہ اس فکر سے قلب کو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور تعلق ہوجاتا ہے اور تعلق مع اللہ تمام پریشانیوں سے نجات دینے والا ہے، حدیث میں ہے من جعل الهموم هما واحدا هم آخرته كفاه الله هم دنياه ومن تشعبت الهموم احوال الدنيا لم يبال الله في اى اودیتها هلك الخ

مراقبہ تفویضیہ، توحیدیہ، عشقیہ، عبدیہ، بعنوان دیگر مراقبہ قدسیہ

ارشاد۔ یہ مراقبہ اور استحضار کہ ہم کون ہیں اپنے اندر تصرف کرنیوالے یا تجویز کرنیوالے محبوب حقیقی ہی کو حق ہے تصرف اور تجویز کا اور وہ جو تصرف اور تجویز فرماتے ہیں سب خیر محض ہے گو اس وقت ہماری سمجھ میں نہ آوے بعد میں آبھی جاتا ہے البتہ جن اعمال کا ہم کو امر فرمایا ہے وہ خود ان کا تصرف ہے اس کا اہتمام یہ اپنا تصرف نہیں ان ہی کے تصرف کو تسلیم کرنا ہے اور اس کے ساتھ اس یقین کا تازہ اور قوی کرنا کہ اگر ان کے کسی تصرف سے جس کا بندہ کو تحمل نہ ہو سکے صحت برباد ہو جاوے بلکہ جان بھی ختم ہوجاوے تو ایسا تصرف سب سے بڑی رحمت ہے۔ ؎

عاشقاں جام فرح آنگہ کشند ۔۔۔ کہ بدست خویش خوباں شان کشند
ہمچو اسماعیل پیشش سر بنہ ۔۔۔ شاد و خنداں پیش تیغش جان بدہ
تا بماند جانت خنداں تا ابد ۔۔۔ ہمچو جان پاک احمد با احد
آں کسے راکش چنیں شاہے کشد ۔۔۔ سوئے تخت و بہترین جائے کشد
نیم جان بستاند و صد جان دہد ۔۔۔ آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
گر نہ بیدے سود او در قہر او ۔۔۔ کے شدے آں لطف مطلق قہر جو
طفل می لرزد ز نیش احتجام ۔۔۔ مادر مشفق دراں غم شاد کام

نیز یہ بھی پیش نظر رکھا جاوے۔ ؎

زاں بلاہا کانبیا برداشتند ۔۔۔ سر بچرخ ہفتمیں افراشتند

نیز اس کو بھی ملاحظہ کیا جاوے۔ ؎

تو بیک زخمے گریزانی زعشق | تو بجز نامے چہ میدانی زعشق
در بہر زخمے تو پر کینہ شوی | پس کجا صیقل چو آئینہ شوی

اور اپنے لئے یہ مذہب اختیار رکھا جاوے۔

چیست تعظیم خدا افراشتن | خویشتن را خاک وخارے داشتن
چیست توحید خدا افراشتن | خویشتن را پیش واحد سوختن
گر ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز | ہستی ہمچوں شب خود را بسوز

اور ان مراقبات تفویضیہ، توحیدیہ، عشقیہ، عبدیہ کی تعدیل کے لئے گو بعض اوقات ان مراقبات سے دعویٰ وعجب واستغنار کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ عمل دعار والتجار وابتہال کا التزام بھی بلکہ ان مراقبات سے زیادہ رکھا جاوے کہ یہ بھی تفویض کا ایک شعبہ ہے جیسا اوپر اعمال ماموربہا کے اہتمام میں اس کی تقریر گذری ہے، اعمال کی طرح دعا بھی ماموربہ ہے، یہ امر (دعا)، عبد کو عبد میں ایک تصرف ہے، اس کا اختیار کرنا اس تصرف کو تسلیم کرنا ہے اور یہی تفویض ہے، انشاراللہ یہ نسخہ تمام جسد وروح کی اصلاح کے لئے کافی ہوگا فخذوہ وکلوہ ھنیا مریئا واللہ الشافی الکافی۔

مراقبہ ارض کا حال

ارشاد۔ ہماری اصل تو خاک ہے لہذا ہم کو خاک بنکر رہنا چاہئے مٹی ہو کر تکبر کرنا نہایت ہی نازیبا ہے پھر آخر ہیں بھی ہم مٹی ہی میں ملنے والے ہیں، یہ جسم سب خاک خوردہ ہوجائے گا اور ایک دن ہم زمین کے اوپر سے اس کے اندر پہنچ جائیں گے تو اس کے لئے ہم کو ایسے اعمال کرنا چاہئے جو اس وقت کارآمد ہوں۔ اس مراقبہ کو اصلاح حال میں بہت ہی تاثیر ہے۔

سفر آخرت کا مراقبہ سفر دنیویہ سے

ارشاد۔ جس طرح اسفار دنیویہ میں موانع سفر سے کوسوں دور بھاگتے ہیں، اتفاقیہ نقصان پر طبیعتوں میں آثار غم پاتے ہیں، اور جو امور معین ہوتے ہیں ان کی طرف رغبت کرتے ہیں، اسی طرح ہم کو چاہئے کہ اپنی ہر ہر نقل وحرکت کو تنقیدی نظر سے دیکھیں کہ آیا یہ ہمارے سفر آخرت کے واسطے عائق ہے یا معین، اگر کوئی حالت یا فعل ہمارا مانع سفر ہے تو اس سے احتراز کریں اور جو امور اس سفر میں ہمیں معین ہیں، رغبت کے ساتھ بطیب خاطر اختیار کریں، یہ خیال رکھیں کہ کہیں کوئی خار راہ ہمارے اس شاہراہ پر

رو نما نہ ہو۔

خودداری کا علاج

ارشاد۔ اپنے عیوب اور اپنا ہیچ ہونا اور فنا ہو جانا سوچا کرے یہ ہے علاج خودداری کا۔

ہر شے کے "واسطہ وصول" ہو جانے کا مراقبہ

ارشاد۔ اگر اس طرح مراقبہ کرو کہ یہ سارے حوادث (یعنی موجودات، زمین و آسمان، چاند و سورج، ستارے، پہاڑ وغیرہ) موصل الی المحدث والخالق، اور یہ سارے مصنوعات مرآۃ جمال صانع ہیں تو اس حیثیت سے تمام عالم میں کوئی شے غیر نہیں کیونکہ ہر شے واسطہ وصول ہے۔ قال شیخ الشیرازی ؎

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

مراقبہ رویۃ اللہ کا نفع

ارشاد۔ جو شخص ہر وقت اس بات کو پیش نظر رکھیگا کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں، وہ تکبر نہ کر سکے گا نہ غصہ بیجا، نہ گناہ صغیرہ نہ کبیرہ۔

ایک وقت موت کے مراقبہ کا رکھو

ارشاد۔ ایک وقت موت کے سوچنے حالات قبر کے سوچنے اور قیامت کے سوچنے کیلئے مقرر کرو، اور باقی اوقات میں ذکر اللہ میں مشغول رہو، اسی فکر کا نام مراقبہ ہے۔

مراقبہ سفر آخرت برائے زوال رضا بالدنیا واطمینان بہا

ارشاد۔ خدا کا راستہ طویل ہے اور ہم اس پر چل رہے ہیں، تو ہم ہر وقت سفر میں ہوئے۔ اے صاحب جس کو ہر وقت سفر در پیش ہو۔ وہ کیونکر مطمئن ہو کر بیٹھ سکتا ہے اور جس کے سامنے اتنا لمبا سفر ہو وہ کیونکر دل کھول کر ہنس سکتا ہے اسی لئے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اسی باب میں اس طرح بیان کی گئی ہے کان دائم الفکرۃ متواصل الاحزان کہ آپ ہمیشہ فکر و سوچ اور رنج وغم میں رہتے تھے اور اسی فکر وغم کا یہ اثر تھا کہ آپ کبھی کھل کر ہنستے نہ تھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کان جل ضحکتہ التبسم کہ آپ کا بڑا ہنسنا یہ ہوتا تھا کہ تبسم فرمالیتے تھے۔ (اور وہ بھی ہماری خاطر سے تاکہ لوگوں کا کلیجہ پھٹ نہ جاوے اور وہ یوں نہ کہیں کہ جب حضور ہر وقت غمگین رہتے ہیں تو ہمارا کہاں

ٹھکانا ہے لوگ اس سے مایوس ہوجاتے، پس انسان کو چاہیے کہ یہ تصور پیش نظر رکھے کہ میں ہر وقت سفر میں ہوں، جس کے لوازم میں سے ہے بے چینی اور عدم اطمینان کیونکہ مسافر کو منزل پر پہنچنے سے پہلے اطمینان نہیں ہوا کرتا بلکہ مسافر کیلئے غیر منزل کے ساتھ اطمینان اور رضا موانع سفر سے ہے، جو مسافر غیر منزل سے دل لگائے گا اور اسی میں قیام کر کے بے فکر ہوجائیگا یقیناً منزل پر نہ پہنچ سکے گا۔

مراقبہ عظمت حق وقدرت حق

ارشاد۔ جس پر عظمت حق وقدرت حق کا انکشاف ہوگیا ہے ان کو باوجود مغفرت ذنوب کے بھی جہنم سے اطمینان نہیں، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو علمتم ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا۔ یعنی اگر تم وہ باتیں جانتے جو مجھے معلوم ہیں تو بہت کم ہنستے اور زیادہ رویا کرتے، (اس جگہ کم ہنسنے کے معنی یہ ہیں کہ بالکل نہ ہنستے جیسا اردو میں آپ کہا کرتے ہیں کہ میں ایسا روگ کم پالتا ہوں یعنی نہیں پالتا)

مراقبہ برائے قطع مسافت آخرت

ارشاد۔ آپ ہر وقت سفر میں ہیں تو آپ کو مسافر کیطرح فکر مند اور بے چین رہنا چاہیے، بے فکر نہ ہوں بلکہ برابر عمل میں لگے رہیے اور اپنی طرف سے راستہ قطع کرنے کی برابر ہمت کیجئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی عنایات واعانات کا لطف دیکھئے کہ وہ کیونکر طویل مسافت کو قصیر اور دشوار گذار طریق کو پھولوں ہلکا بنا دیتے ہیں۔ اگر کبھی سستی ہوجاوے تو پھر از سر نو تجدید کی فکر کیجئے۔ اگر گناہ ہوجاوے فوراً توبہ کر لیجئے اس سے پھر بندہ راستہ ہی پر آجاتا ہے۔

مراقبہ ترغیب مجاہدہ

ارشاد۔ صاحبو! اپنے وطن کو جا رہے ہو اور اتنی سست رفتار کہ بیٹھ بیٹھ کر چل رہے ہو۔ اصل مکان کی طرف تو جانور بھی تیزی سے چلا کرتے ہیں، بیلوں کو دیکھئے کہ وطن کی طرف کس شوق سے قدم اٹھا کر چلتے ہیں، حیرت ہے کہ آپ انسان ہو کر بھی اپنے اصلی وطن کی طرف تیزی کیساتھ قدم نہیں اٹھاتے۔ صاحبو! سستی نہ کرو، تیزی کے ساتھ چلو، تمہارا اصلی وطن اصلی مستقر آگے ہے، تم دنیا میں کہاں پھنسے رہ گئے اس کے ساتھ کیوں دل لگایا۔

❁ ❁ ❁

مراقبات کا مقصود ارشاد۔ مراقبات کا یہ نفع نہیں ہے کہ ان سے تصور کامل ہوتا ہے بلکہ یہ نفع ہے کہ ان سے تصور ناقص راسخ ہوجاتا ہے اور اسی رسوخ میں مشائخ عوام سے ممتاز ہیں۔

باب دوم

تحقیقات

(اس باب میں سہل و مجرب علاج ان امورِ غیر اختیاریہ کے ہیں جن میں سالکین اکثر و بیشتر مبتلا ہو کر سخت حیران و پریشان ہوتے ہیں)

وساوس

وساوس کا عجیب و غریب علاج تحقیق۔ وساوس کا علاج عدم التفات ہے وبس، لیکن عدم التفات کو مقصود بالغیر سمجھ کر کام میں نہ لاوے، بلکہ مقصود بالذات سمجھے، خواہ اندفاع وساوس پر مترتب ہو یا نہ ہو، اسی طرح راحت کو مقصود بالذات نہ سمجھا جاوے بلکہ اس پر آمادہ رہنا چاہیے کہ اگر تمام عمر اس سے بھی زیادہ کلفت ہو تو وہ محبوب کا عطیہ ہے۔ (اذ ندلیس بمعصیۃ ولا اختیاری وکل ھو کذٰلک فھو نعمۃ اور عبدیت یہی ہے۔ ؎

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش　　　　کہ انچہ ساقی ماریخت عین الطافست

اس شعر کو کبھی کبھی پڑھ لیا کرے۔

صاحب ذکاوت مفرط کو یکسوئی حاصل نہیں ہوتی تحقیق۔ عاقلوں کو خاص کر صاحب ذکاوت مفرط کو یکسوئی حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ اسکا دماغ ہر وقت حرکت فکریہ میں رہتا ہے،

اسلئے اسکو کیفیات حاصل نہیں ہوتی۔

ایک عجیب مثال وسوسہ کی

تحقیق۔ شیطان کی مثال تار بجلی جیسی ہے، اس کو ہاتھ ہی نہ لگاؤ نہ جلب کے لئے نہ دفع کے لئے ورنہ تم کو لپٹ جائے گا۔ بلکہ اس کو منہ بھی نہ لگاؤ، اس کی طرف التفات بھی نہ کرو یہی علاج ہے وساوس کا جو منجانب شیطان ہے۔

وسوسہ کے آمد و آورد کے شبہہ کا جواب

حال۔ بعض دفعہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ وسوسہ خود آتا ہے یا میں لاتا ہوں۔ معیار بتلایا جاوے۔

تحقیق۔ معیار کی حاجت نہیں جب آمد اور آورد میں شک ہے اور ادنیٰ درجہ یقینی ہے تو الیقین لا یزول بالشك اس کو آمد ہی سمجھنا چاہیے۔

وسوسہ پر عمل نہ کرنا باطنی مجاہدہ ہے

تحقیق۔ خیال آنا مضر نہیں اس پر عمل نہ کیا جاوے بلکہ خیال آنے پر عمل نہ کرنا یہ ایک مجاہدہ ہے جو باطن کو بے حد نافع ہے۔

ذکر و تنہائی میں بی بی کا خیال مضر باطن نہیں

حال۔ تنہائی میں بیٹھتے ہی سے بی بی کی باتیں یاد آجاتی ہیں اور ذکر میں بھی بی بی کے درد فراق کی آمیزش پاتا ہوں، کوئی تدبیر ارشاد فرماویں کہ ذکر محمود کے ساتھ ذکر دنیا کی آمیزش نہ ہو۔

تحقیق۔ یہ آمیزش غیر اختیاری ہے اس لئے مضر نہیں۔ بس اس کے اہتمام کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اپنے اثر کے اعتبار سے کہ شکستگی ہے معین فی المقصود ہے اس لئے نافع ہے کچھ فکر نہ کیجئے۔

خیالات اضطراریہ توجہ کامل کے منافی نہیں

تحقیق۔ خیالات اضطراریہ توجہ کامل کے منافی نہیں البتہ وہ وساوس و خیالات جو اختیاری ہوں منافی ہیں۔ اب اگر وہ وساوس اختیاریہ مباحات کے درجہ میں ہیں تو ان سے گناہ تو نہ ہوگا تو البتہ ذکر ناقص ہوگا۔ اگر تصورات محرمہ ہیں تو ان سے گناہ بھی ہوگا۔ چنانچہ نص میں وارد ہے واللہ یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور

اور وان تبدو ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ مراد اختیاری خیالات ہیں کیونکہ اصل ابدا و اخفا افعال اختیاریہ ہیں۔

وساوس کے وقت محققین کا دستور العمل

تحقیق۔ وساوس آنے کے وقت محققین تو یہ کہتے ہیں۔ الحمد للہ الذی ردکیدہ الی الوسوسہ کہ خدا کا شکر ہے کہ دشمن کی سب چالیں ختم ہو کر وسوسہ ہی پر رہ گئیں۔ وہ ان وساوس سے نہیں گھبراتے بلکہ شیطان سے کہتے ہیں کہ اب جتنے وسوسہ تو ڈال سکے ڈال دے میرا کچھ ضرر نہیں۔

وساوس کا سہل و مجرب علاج

تحقیق۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ وسوسوں سے خوش ہونا چاہئے تاکہ شیطان تمہاری خوشی کو دیکھ کر بھاگ جائے، کیونکہ اس کو مسلمان کی خوشی گوارا نہیں وہ تو رنج دینے کیلئے وسوسہ ڈالتا ہے، پھر جب دیکھے گا کہ اس کو الٹی خوشی ہے بھاگ جاوے گا، لیکن یہاں پر ایک بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ وساوس پر اس نیت سے خوش نہ ہو کہ اس خوشی سے وساوس دفع ہو جاویں گے، کیونکہ شیطان ان نکتوں کو سمجھتا ہے، جب وہ دیکھے گا کہ یہ دفع وساوس کے لئے تدبیر کر رہا ہے تو وہ کبھی نہ بھاگے گا۔ بس اس کا سہل نسخہ یہی ہے کہ ان کی پرواہ ہی نہ کرے۔ اور دفع کی نیت ہی نہ کرے، دفع وسوسہ کا قصد کرنے سے اس کی طرف اور توجہ بڑھے گی۔ گھٹے گی نہیں، پھر جب شیطان اس کو وسوسہ کی طرف متوجہ پائے گا تو اور زیادہ وسوسہ ڈالے گا، بلکہ جب وسوسہ آئے اس وقت مقصود کی طرف توجہ کی تجدید کرے۔

نفس سے فراغت کا قصد بیکار ہے

تحقیق۔ معاصی کے ارتکاب اور اوامر سے اجتناب کے متعلق جو وسوسات نفس و شیطان ڈالا کرتے ہیں۔ ان کا علاج یہی ہے کہ ان وساوس کے تقاضا پر ہرگز عمل نہ کیا جاوے، اور اپنے نفس کی ہر وقت دیکھ بھال رکھی جاوے اس سے فارغ ہونے کا قصد ہی نہ کیا جاوے۔ بلکہ اس کی سرزنش مخالفت یا مالی و بدنی جرمانہ سے کرتا ہے جیسے کہ بخار کے موسم میں ہمیشہ ہوتا ہے، مگر علاج اس کا یہی ہے کہ بخار کا نسخہ پیا جاوے۔ اس کی فکر بیکار ہے کہ بخار ہی نہ آوے۔

وسوسہ کا رحمت ہونا اور اس کی ایک عجیب حکمت

تحقیق۔ وساوس کا آنا تو رحمت ہے چنانچہ حدیث میں ہے ذلک صریح الایمان اور اس میں بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے عُجب کی جڑ کٹ جاتی ہے اور عدم تضرر (نقصان) یقینی اور منصوص ہے۔

وسوسہ اخلاق مذمومہ کی شناخت

حال۔ بسا اوقات نفس عاصی بندوں کو نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور اپنے کو اہل علم سمجھ کر دوسرے سے تعظیم چاہتا ہے، حالانکہ نہ علم کا اثر ہے نہ عمل کی ہمت، کبھی رئیس زادہ سمجھ کر توقیر کی خواہش ہوتی ہے۔ حالانکہ العزۃ للہ ولرسولہ وللمومنین۔

تحقیق۔ یہ سب وساوس ہیں جب آپ ان کو بُرا سمجھتے ہیں اور قصد نہیں ہے کہ ایسا خیال ہو بلکہ یہ قصد ہے کہ نہ ہو تو یہ نہ طلب تعظیم ہے نہ تکبر ہے نہ ترفع ہے کیونکہ سب افعال مذمومہ ہیں جو اختیاری ہوتے ہیں، پس جو اختیار سے نہ ہو وہ اخلاق مذمومہ سے خارج ہے صرف وسوسہ ہے اخلاق مذمومہ کا جو مضر نہیں۔

وسوسہ کا علاج کل مع العلت

تحقیق۔ وساوس کوئی پریشانی کی چیز نہیں پریشانی سے قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس سے دونا ہجوم ہوتا ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی اور کوئی تدبیر نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس پر خوش ہو۔ اس سے قلب کو قوت ہوتی ہے اور وساوس کو قبول نہیں کرتا جس سے وہ بہت جلد قطع ہو جاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو۔

وساوس غیر اختیاریہ مکمل ایمان ہیں

تحقیق۔ وساوس غیر اختیاریہ مکمل ایمان ہیں، نہ کہ مزیل (مکمل ایمان اسلئے ہے کہ وساوس کے مشقتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور اس صبر و تحمل پر اجر مزید ملتا ہے۔)

وسوسہ کا فی الذات قبیح ہونا اور اس کا علاج

تحقیق۔ وسوسہ اور اس کا لازم کہ غفلت ہے جب غیر اختیاری ہو، بایں معنی گناہ نہیں کہ اس پر مواخذہ نہیں، لیکن اپنی ذات میں نقص اور قبیح ضرور ہے اور استغفار جیسا رافع ذنب ہے ایسے ہی جابر نقص بھی ہے۔ اور اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غین کے بعد جو آپ کے مذاق میں کمال سے متنزل تھا استغفار فرماتے

تھے ز غین سے مراد وہ گرانی ہے جو توجہ الی الخلق میں آپ پر ہوتی تھی، کیونکہ آپ کا طبعی تقاضا توجہ بلا واسطہ کا تھا توجہ بواسطہ طبعاً گراں تھی)

وسوسہ لاادریہ کا علاج حال۔ ایک شخص کے وساوس اس شان کے تھے جیسا لاادریہ کی حالت ہے کہ شاک ؐ وشاک فی انہ شاک ؐ

تحقیق۔ مجھ کو اس بات میں بحمد اللہ اتنا کافی تجربہ ہے کہ شاید کسی کو ہو، اس تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ یہ سب وسوسے ہیں اور اس کے وسوسے ہونے نہ ہونے میں جو شک پیدا ہوتا ہے وہ بھی وسوسہ ہے اگر میرے صاحب تجربہ ہونے میں شبہہ پیدا ہو وہ بھی وسوسہ ہے بالکل پروا نہ کی جائے میری تقلید کی جاوے۔ اس میں طریق تقلید ہی ہے، تحقیق مضر ہے یعنی تکلیف دہ ہے۔ مگر گناہ اس میں بھی نہیں۔

وسوسہ عدم محبت الٰہی کی تحقیق حال۔ مجھے آپ سے اور بزرگان دین سے محبت ہے لیکن خدا سے نہیں یہ کیا بات ہے

تحقیق۔ اگر اللہ کی محبت نہ ہوتی تو اس کی فکر ہی کیوں ہوتی۔ کہ اللہ کی محبت ہونا چاہیے، یہ خود محبت ہی کا ثمرہ ہے، رہا یہ کہ جب محبت ہے تو پھر ہوتی ہوئی کیوں نہیں معلوم ہوتی، بات یہ ہے کہ رنگ محبت کے مختلف ہیں، تم خاص رنگ کو محبت سمجھے ہوئے ہو حالانکہ دوسرے رنگ سے ہے، دوسرے یہ کہ اللہ والوں کی محبت کیوں ہوتی اگر اللہ کی نہ ہوتی۔

وسوسہ زنا مضر نہیں تحقیق۔ قلب کی تمنا و اشتہاء بھی مواخذہ ہے، مگر وہی جو بقصد ہو، اور بلا قصد تو وسوسہ زنا کیا کفر و شرک کے وساوس بھی مضر نہیں۔

وساوس کا انقطاع کلی مطلوب نہیں تحقیق۔ خیالات کا انقطاع کلی مطلوب نہیں، ہاں منتہی کو ایسے خیالات آتے ہیں جیسے بہتے دریا میں تنکے اور بلبلے ہوتے کہ ادھر آیا اور ادھر گیا۔ ادھر اٹھا ادھر بجھا دہ جمنے نہیں پاتے وساوس اور خطرات تو بلا قصد تو مرتے دم تک بھی آویں تو خوف کی چیز نہیں کیونکہ حدیث میں ہے۔ ان اللہ تجاوز عن امتی ما حدثت بہ انفسھا۔

دفع وسوسات کے اعتدال کا طریقہ تحقیق۔ دفعہ وسوسات میں کوشش مبالغہ کے ساتھ نہ کریں اور

اعتدال رکھیں، لیکن اعتدال ہر شخص کا جدا ہے جس میں تعب زیادہ ہو یا اصل مقصود میں خلل پڑنے لگے وہ اس شخص کا اعتدال نہیں اس سے بھی خفیف اور سرسری کوشش کریں

اہتمام دفع وساوس اور اسکے توضیح میں ایک عجیب مثال

اور اس مضرت کا علاج مع الدلیل

تحقیق۔ وساوس کا علاج یہ نہیں ہے کہ تم ان کے دفع کا اہتمام اور قصد کرو، کیونکہ یہ تو بجلی کا تار ہے، دفع کے قصد سے بھی ہاتھ لگاؤ گے تو چمٹ جاوے گا، بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ اپنی توجہ کو دوسری طرف مشغول کرو، ذکر اللہ میں لگ جاؤ، دوسرا جزو یہ ہے کہ وسوسہ کیطرف التفات نہ کرے قصداً ادھر توجہ نہ کرے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے، فلیستعذ باللہ ثم لینتہ اول جزو کا اشارہ تعوذ باللہ میں، اور دوسرے جزو کا لینتہ میں ہے۔

وساوس مختلفہ کا علاج کلی اور اسکے توضیحات

حال (۱) یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ راحت دنیا کا مدار اعمال صالحہ نہیں ہیں آخرت کی راحت بھی فضل پر موقوف ہے (۲) دعا مانگنے کو طبیعت نہیں چاہتی، جس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ اتنی مدت ہوگئی کوئی قبول بھی ہوئی بس جو اللہ تعالے چاہیں گے وہی ہوگا (۳) روزگار کی قلت کا اثر جیسا عام دنیا پر ہے ویسا ہی یا اس سے کسی قدر زائد مجھ پر ہے، خیال یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی راحت مال سے ہے، مال کی طلب جائز یا ناجائز طریقہ سے جس طرح ہو سکے کرنی چاہیے۔ وظائف میں وقت دینے سے اور اس پر صبر کرنے سے دنیا کی راحت و آسانی ہرگز حاصل نہ ہوگی۔

تحقیق۔ علاج کلی اور مفید تو یہی ہے کہ ان وساوس کو اعتقاداً برا سمجھا جاوے اور ان کے مقتضا پر عمل نہ کیا جاوے یہ از خود دفع ہو جاویں گے۔ اور اگر دفع بھی نہ ہوں تو مضر نہیں بلکہ یہ ایک گونہ مجاہدہ ہے، جس سے عمل کا اجر بڑھتا ہے، لیکن اگر ان وساوس کی وجہ فساد ہی معلوم کرنے کا شوق ہو تو مجملاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ (۱) مقصود اعمال صالحہ سے راحت دنیا نہیں ہے بلکہ راحت آخرت ہے اور اس کا مدار جو فضل و رحمت ہے اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ اعمال کو دخل نہیں، بلکہ یہ معنیٰ ہیں کہ ملے گا تو عمل ہی سے لیکن جتنا ملے گا اتنا اثر اعمال میں نہیں وہ فضل و رحمت کا اثر ہے لیکن جو عمل ہی نہ کرے گا وہ قانوناً اس فضل و رحمت

سے بھی محروم رہے گا، باقی طبیعت کا لگنا یہ شرط قبول نہیں ہے، اگر دوا پینے میں طبیعت نہ لگے تب بھی اس کی خاصیت یعنی صحت مرتب ہوگی (۲)، دعا قبول ضرور ہوتی ہے مگر اس کے قبول ہونے کی وہ حقیقت ہے جو مریض کی اس درخواست کی منظوری کی حقیقت ہے کہ کبھی طبیب سے درخواست کرے کہ میرا علاج مسہل سے کر دیجئے اور فوراً علاج شروع کر دے مگر مسہل اس کی حالت کے مناسب نہ تھا۔ اس لئے دوسرے طریقہ سے علاج شروع کر دیا اس کو کوئی یوں نہیں کہہ سکتا کہ طبیب نے جب مسہل نہیں دیا تو مریض کی درخواست کو منظور نہیں کیا۔ اسی طرح اصل مطلوب دعا سے حق تعالیٰ کی توجہ خاص ہے اور عبد نے جو طریق معین اختیار کیا ہے یہ بھی مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود کا محض ایک طریق ہے جیسے اس مقصود کے اور بھی طریق ہیں لہٰذا وہ جس طریق سے توجہ خاص فرما دیں وہ اجابت دعا ہی ہے یہ تو طاعات و حاجات میں کلام ہے، باقی معاصی کا ارتکاب جو موصل الی النار ہو وہ ایسا ہے جیسے مریض کو بد پرہیزی سے لذت ملتی ہے اور اس سے صبر کرنے میں لذت فوت ہوتی ہے لیکن جو شخص جانتا ہے کہ لذت مقصود نہیں صحت مطلوب ہے وہ صبر کرے گا اسی طرح جس شخص کو نجات آخرت مقصود ہے وہ راحت دنیا کو مقصود نہ سمجھے گا۔ رہی سزا گناہ کی کسی کو یہاں ملتی ہے کسی کو وہاں، تجویز مناسب بلکہ واجب یہی ہے کہ طاعات میں حتی الامکان مشغول ہوں معاصی سے مجتنب رہیں۔ اور مقصود صرف رضائے حق کو سمجھیں خواہ اس کا ظہور یہاں ہو یا وہاں اور ایسی حالت میں روگاز کا وظیفہ پڑھنا وساوس میں اضافہ کرنا ہے۔

وساوس مخل صدق و اخلاص نہیں ہیں

تحقیق۔ وساوس مخل نہیں اخلاص ہیں، اول تو وہ غیر اختیاری، دوسرے نماز سے وہ مقصود تو نہیں، پس وساوس اخلاص کے خلاف نہیں، البتہ اگر قصداً وساوس لائے جاویں تو صدق کے خلاف ہیں مگر جب بلا قصد ہوں تو خلاف صدق بھی نہیں۔

وساوس میں پڑ کر قطع تحریمہ حرام ہے اور اس کی وجہ

تحقیق وساوس میں پڑ کر ادھر مضطر ہو کر قطع تحریمہ حرام ہے، یاد رکھو، نیت فعل اختیاری ہے اس وقت دوسری طرف توجہ

قصد و اختیار سے نہ ہونا چاہئے اور بلا اختیار توجہ، منافی نیت نہیں، اس لئے مکرر سہ کر نیت کرنا اس خیال سے کہ تحریمہ کے وقت نیت نہیں ہوئی اور عزم نہیں ہوا یا تحریمہ کی طرف توجہ نہ تھی یہ سب لغو ہے، تکرار نیت کی ضرورت نہیں۔

وساوس کی عجیب مثال

تحقیق۔ وساوس کی مثال ہوا کی طرح ہے کہ جو شخص برتن میں سے تنہا ہوا نکالنا چاہے وہ عاجز ہو جاوے گا، کیونکہ خلا محال ہے ہاں برتن میں پانی بھر دو، جب وہ منہ تک بھر جاوے گا پھر ہوا کا نام نہ رہے گا، پس تم اپنے قلب میں لقائے رب اور رجوع الی اللہ کا خیال اچھی طرح بھر لو پھر وساوس کا نام بھی نہ رہے گا۔

وساوس کی آئینہ جمال حق بننے کی صورت

تحقیق۔ اگر یوں سوچے کہ اللہ اکبر خدا نے میرے دل کو بھی کیسا دریا بنا دیا ہے کہ جس میں وساوس کی بے شمار موجیں اٹھ رہی ہیں، جن کی کوئی انتہا نہیں ہے تو وہ وساوس آئینہ جمال حق بن جاویں گے۔

وسوسہ خلاف تقویٰ نہیں

تحقیق۔ ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون اس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ کا آنا خلاف تقویٰ نہیں بلکہ متقی کو بھی وسوسہ آسکتا ہے اور وہ اس کے ساتھ بھی متقی رہتا ہے۔ اس میں بڑی تسلی ہے اہل سلوک کے لئے۔ پس وسوسہ سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔

وسوسہ کا ایک مجرب علاج

تحقیق۔ وسوسہ کا علاج یہی ہے کہ اس سے اصلا پریشان نہ ہو، بلکہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ان وساوس کو جمال حق کا مرآۃ بنالے، اس طرح کہ یوں مراقبہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی عجیب قدرت ہے کہ دل میں ایک دریا خیالات کا پیدا کر دیا ہے، جس کی کہیں انتہا ہی نہیں اور جو کہیں رکتا ہی نہیں، اسی طرح وساوس کو قدرت حق کی معرفت کا وسیلہ بنانے سے انشاء اللہ وہ خود بند ہو جاویں گے۔ کیونکہ شیطان کا مقصود تو وساوس سے خدا سے بعید کرنا تھا! جب اس نے ان کو ہی قرب کا وسیلہ بنالیا تو اب شیطان وسوسے ڈالنا بند کر دے گا۔ غالباً شیخ ابو سلیمان دارانیؒ کا ارشاد ہے کہ وساوس سے خوش

ہوا کرو، یعنی خوشی ظاہر کیا کرو، کیونکہ شیطان کو علم غیب نہیں ہے، جب تم خوشی ظاہر کرو گے تو وہ یہی سمجھے گا کہ دل سے خوش ہو رہا ہے اور وہ مسلمان کو خوش کرنا نہیں چاہتا، اس لئے وسوسہ ڈالنا بند کر دے گا (بس ترکیب یہ ہے کہ تم غلبہ وسوسہ کے وقت اتنا کہہ دیا کرو کہ میں ان وسوسوں سے نہیں گھبراتا تو اور وسوسے ڈال دے، میں نہایت خوش ہوں)

دفع وسوسہ کا مجرب طریق

تحقیق۔ وسوسہ کو بلا واسطہ دفع کرنا مفید نہیں ہوتا بلکہ بواسطہ اذکار دفع کرنا چاہیے۔

دفع وساوس کا طریق رسوخ ذکر ہے

تحقیق۔ تم مجاہدہ کرو مگر ثمرات کے منتظر نہ ہو، کام میں لگے رہو۔ اور شیطان کے جلدی بھاگنے کا انتظار نہ کرو، کیونکہ وہ تمہاری جلدی سے جلدی نہیں بھاگے گا بلکہ وہ تو اس وقت بھاگے گا، جب ذکر راسخ ہو جائے گا اور ذکر کا راسخ ہونا ایک دو دن کا کام نہیں ہے۔ ؎

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامی　　بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

رغبت اضطراریہ الی الاجنبیہ کا علاج

تحقیق۔ رغبت اضطراریہ الی الاجنبیہ پر مواخذہ نہیں بلکہ مواخذہ قصد پر ہے اگر عمداً کسی امرد یا عورت کی طرف توجہ کرے گا تو گناہ ہو گا۔ اس کا علاج بے التفاتی برتنا اور توجہ الی اللہ کرنا، اگر یہ تدبیر ظاہراً کافی نہ معلوم ہو تب بھی یہ چاہیے کہ غم نہ کرے ان شاء اللہ اسی طرح رفتہ رفتہ ایک دن دفع ہو جاوے گا۔ اور اگر عمر بھر بھی دفع نہ ہو تو تم اس تدبیر کرنے کے بعد سبکدوش ہو گئے۔ اب تم کو اس خیال سے کچھ ضرر نہیں، بلکہ نافع ہو گا کیونکہ تم مجاہدہ میں مشغول ہو، چنانچہ حدیث میں ہے۔ من عشق فعف وکتم فمات فھو شھید۔ یعنی جو کسی پر عاشق ہو گیا، پھر اس نے عفت اختیار کی اور اپنے عشق کو چھپایا وہ شہید ہے۔ (عفت کی قید میں عفت جوارح وعفت قلب سب داخل ہیں، اور عفت قلب سے مراد یہی ہے کہ بالاختیار اور بالقصد خیال نہ لائے اور شہید ہونا بھی عقلاً ظاہر ہے کہ جب تپ دق کا گلا ہوا شہید ہے تو تپ عشق کا مارا ہوا تو ضرور ہی شہید ہو گا۔ کیونکہ حرارت حمی سے حرارت عشق اشد ہے)

قبض

قبض سے خودکشی دلیل معرفت ناقص کی ہے

تحقیق۔ اہل معرفت نے تو ناراضی کے شبہ پر خودکشی تک کرلی ہے گو یہ غلطی تھی۔ کیونکہ خودکشی میں تو ناراضی متیقن ہے اور قبض میں ناراضی کا احتمال ہی احتمال ہے مگر اس وقت اضطراب اور گھٹن ایسا ہوتا ہے کہ ان مقدمات کیطرف خیال ہی نہیں جاتا۔ اس لئے ممکن ہے کہ یہ خودکشی کرنے والے معذور ہوں، لیکن ان کی معرفت ناقص ضرور تھی کامل نہ تھی۔ اسی لئے تمام پہلوؤں پر نظر نہ گئی، ایسے وقت میں عارف محقق تسلیم و رضا سے کام لیتا ہے اور اگر اس گھٹن اور بے چینی میں خود بخود اس کی جان نکل جاوے تو یہ شہید اکبر ہوگا۔ ؎

اے حریفان راہ ما را بست یار — آہوئے لنگیم واو شیر شکار
غیر تسلیم و رضا، کو چارۂ — در کف شیر نر خونخوارۂ

علاج قبض شدید اور اس کے منافع جن کا خلاصہ فنائے تام ہے

حال۔ میرے اوپر سخت شدید حالت قبض طاری ہے قلب بالکل خالی معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں بالکل مردود ہوگیا۔ اس وقت حالاً اپنے کو کافر سے بھی زیادہ بدتر سمجھتا ہوں نہ نماز میں پہلے سی حالت نہ ذکر کی رغبت بار بار خودکشی کو دل چاہتا ہے۔

تحقیق۔ مبارک مبارک یہ وہ حالت ہے کہ میری تمنا دل سے اپنے متعلقین کیلئے اس کے طاری ہونے کی بشرط البصیرۃ والاستقلال ہوا کرتی ہے اور اس کے منافع اس قدر ہیں کہ احصار میں نہیں آسکتے مثلاً عجب و کبر کی جڑ کٹ جانا۔ ہر وقت استحضار اپنے محل تصرف ہونیکا، وساوس و خطرات غیر اختیاریہ یعنی تصرفات شیطانیہ کی انتہا معلوم ہوکر جھجک نکل جانا جو شرعاً عین مطلوب ہے اگر مرنے وقت کسی کو ایسی حالت پیش آوے وہ طبعاً گھبرا جاوے اور خدا جانے گھبراہٹ میں کیا سمجھ جاوے حالت حیات و علم میں اسکے پیش آجانیسے اسکا تحقق ہو جاتا ہے۔ اگر بوقت مرگ پیش آوے تو وہ موثر نہیں ہوتی وغیر ذالک

من النافع والمصالح، من سبب کا خلاصہ نتائے تام ہے اور اس کے بعد جو بسط ہوتا ہے وہ بھی بے نظیر ہوتا ہے، الحمد للہ اس حالت کے منافع اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی مشاہدہ کرائے ہیں، تب ہی سے اس کو حصول مقصود کے لیے مثل جزو اخیر علت تامہ کے سمجھ رہا ہوں۔ اور اسی سے اپنے احباب کے لیے اس کا متمنی ہوتا ہوں اور مبارک باد دیتا ہوں۔

اشعار برائے دفع قبض وشناخت قبض — تحقیق

در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست — بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست
بر درو و صاف ترا حکم نیست دم درکش — کہ آنچہ ساقیِ ما ریخت عین الطاف است
باخیال گر ز تیغ روزے صحبت گل بایدش — بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش
چونکہ قبض آید تو در وے بسط بیں — تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں
چونکہ قبضے آیدت اے راہرو — آں صلاح تست آیس دل مشو

مگر شرط یہ ہے کہ اعمال شریعت و معمولات طریقت میں کوتاہی نہ ہو، ورنہ وہ قبض نہیں لطالت اور تعطل ہے جو کہ باطن کو مضر ہے۔

دوسرا علاج قبض کا

تحقیق۔ غسل تازہ کر کے کپڑے بدل کر عطر لگا کر دو رکعت نفل پڑھ کر استغفار کرنا اور ایک ہزار بار یا باسط پڑھنا قبض کے لئے نافع ہے۔

قبض کا سبب کبھی سوء مزاج بھی ہوتا ہے

حال۔ دل پر گرمی بہت شدت کی رہتی ہے اور تاریکی سی معلوم ہونے لگتی ہے، گھبراہٹ رہتی ہے، کسی کام کو دل نہیں چاہتا۔

تحقیق۔ یہ کیفیت قبض کہلاتی ہے۔ اس کے اسباب مختلف ہوتے ہیں، اکثر سوء مزاج جسمانی اس کا سبب ہوتا ہے، کسی طبیب کو نبض دکھلا کر قلب و دماغ کا علاج دریافت کیا جاوے اگر وہ مرض کی جانب سے بالکل اطمینان دلا دیں تو پھر مجھ کو اطلاع کی جاوے۔

قبض کے آثار اور اس وقت کا دستور العمل

حال۔ ذکر کرنے کے وقت زبان ایسی ثقیل ہوجاتی ہے۔ جیسے قفل لگا دیا گیا ہو، جسم ایسا بھاری ہوجاتا ہے کہ جس کے وزن کا اندازہ

نہیں ہو سکتا، ذہن ایسا کند و بے حس ہو جاتا ہے جو اظہار سے باہر ہے۔

تحقیق۔ یہ حالت قبض کہلاتی ہے اور منافع میں یہ بسط سے بھی زیادہ ہے۔ گو عین قبض کے وقت وہ منافع نہ ہوں مگر بعد میں اکثر معلوم بھی ہو جاتے ہیں، اور اگر معلوم بھی نہ ہو تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ حصول کا علم، چنانچہ غایت انکسار اور عبدیت کے آثار مثلاً مشاہدہ عجز و ضعف اور غلبہ انکسار و افتقار و فنائے دعوئ حالاً کا ترتیب ہوتا ہے جیسا کہ اکابر کا الہام ہے۔ انا عند منکسرۃ قلوبھم

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ　　جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

ہرگز پریشان نہ ہوں، ذکر جس قدر ہو سکے کر لیجئے، اگر چہ کسی قدر تکلیف بھی کرنا پڑے، اور اگر پھر اس میں دلچسپی بھی ہو، اور جس میں زیادہ کلفت ہو اس کو تخفیف کر دیجئے۔ اور استغفار کی کثرت رکھیں اور جب تک یہ حالت رہے ایک بار یا دو بار ہفتہ میں اطلاع دیتے رہیں، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ حالت رفع ہو جاوے گی، سب کو یہ حالت پیش آتی ہے، ہیں تو اس سے خوش ہو کہ علامت ہے راہ قطع ہونے کی۔ یہ سب راستے کی گھاٹیاں ہیں۔

قبض کی حکمتیں اور اس وقت کا دستور العمل

تحقیق۔ قبض سے عجب کا علاج ہوتا ہے۔

عبدیت کی حقیقت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے، فنا اور تہیدستی رای العین ہو جاتی ہے اختیاری کام کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قابل اور محل امتحان ہے، اگر اس امتحان میں کامیاب تو ہو گیا اعلیٰ درجہ کے نمبر کا مستحق ہو گا۔

قبض کے اسباب

تحقیق۔ کبھی سوء اعمال کی وجہ سے سالک سے لذت فی الطاعات مفقود ہو جاتی ہے، اور گاہے بوجہ فتور و کسل و ملال کے طبعاً پیش آتی ہے، اور کبھی بمصلحت امتحاں کے کہ یہ حق کا طالب ہے یا لذت کا من جانب اللہ وارد کی جاتی ہے، یہ سب اقسام قبض کے سالک کو پیش آتے ہیں۔

قبض فی نفسہ مضر نہیں

تحقیق۔ قبض فی نفسہ تو مضر نہیں، مگر جب اس کا سبب کوئی فعل قبیح ہو تو وہ قبض مضر ہے۔ اس کی

اصلاح یہی ہے کہ اس فعل کا تدارک کیا جاوے۔

قبض سے جو مایوسی ہو اس کا علاج

حال۔ ایک دن قبض کی حالت میں یہ بات سمجھ میں آئی کہ تمہارے ارادے تو کبھی پورے ہوئے نہیں۔ اب جو تم اہل اللہ کے دروازے پر پڑے ہو تو کیا امید ہو سکتی ہے۔ پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ بلا کر محروم کرنا یہ انصاف کے خلاف ہے۔ اور بے انصافی سے اللہ تعالیٰ پاک ہیں۔

تحقیق۔ اس کو بے انصافی نہ سمجھنا چاہئے۔ محروم رکھنا بھی عین انصاف ہے اول تو وہ مالک۔ پھر ہم میں ہزاروں کوتاہی جس سے محروم رہنا تعجب نہیں۔ بجائے اس کے یہ سمجھئے کہ وہ بڑے رحیم ہیں کوتاہیوں کو بھی معاف کرتے ہیں ان سے امید ہے۔

قبض کے علاج کی ضرورت نہیں ہاں اس کے آداب و حقوق کی رعایت ضروری ہے خصوصاً رضا و تفویض خلاصۃ الآداب ہے۔

تحقیق۔ جو امر غیر اختیاری ہو سبب محمود ہے قبض خود حالت نافعہ ہے اس کا علاج ضروری نہیں اور جو علاج کے عنوان سے بزرگوں نے کچھ لکھا ہے اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اس کا ازالہ کیا جاوے بلکہ مطلب یہ ہے کہ قبض کے وقت پر عمل کیا جاوے گویا یہ اعمال آداب و حقوق ہیں قبض کے۔ پھر ان کے بعد خواہ قبض رہے یا جاوے۔ دونوں حالتوں میں رضا و تفویض چاہئے۔ اس دستور العمل سے اگر پریشانی ذات بھی رہے تو اس کا وصف نہ رہے گا۔ مشاہدہ اس کا شاہد ہے

قبض سے مقصود سالک کی اصلاح ہے

تحقیق۔ قبض کا سبب صرف عدم رضائے حق نہیں، بلکہ قبض دفعہ حکمتوں کی وجہ سے قبض طاری کیا جاتا ہے، سالک کی کے لئے یا سنبھالنے کے لئے بھی بسط کو سلب کر لیا جاتا ہے تاکہ عجب و کبر میں مبتلا نہ ہو۔

قبض کی حکمت

تحقیق۔ حدیث میں ہے کہ جب بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص مرتبہ مقدر ہوتا ہے جس کو وہ اپنے

عمل سے حاصل نہ کرسکتا تھا، اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسد اور اس کے اہل اور اس کے مال کو کسی بلا میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اس مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے، جو اللہ کی طرف سے مقدر ہوا تھا۔ یہ حدیث قبض کی حالت میں نہایت تسلی بخش ہے۔

تحقیق۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ قبض حقیقۃً لطف ہے بصورت قہر۔ ؎

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو آں صلاح تست آیس دل مشو

احوال و کیفیات متفرقہ

سالک کی پریشانی کے وجوہ

حال۔ حالت احقر یہ ہے کہ کبھی بار روز و شب میں طبیعت نہایت پریشان ہوتی ہے اور حسرت و درد و اندیشہ حرمان سے حزیں ہو کر مبتلائے آہ و بکا ہو جاتا ہوں۔

تحقیق۔ اس کا سبب غالباً مرکب ہے دو جز سے، ایک سوء مزاج طبعی، اس کا علاج طبیب سے ضروری ہے، دوسرا طلب مقصود کے ساتھ مقصود کی تعیین میں غلطی، اس کا علاج تربیت السالک کا مطالعہ ہے۔ اگر یہ دونوں امر نہیں تو قبض طبیعی ہے جو حالات رفیعہ ہے اور نفع میں بسط سے زیادہ ہے۔ جب علم الٰہی میں مصلحت ہوتی ہے خود زائل ہو جاتا ہے اس کا ادب صبر و تفویض ہے۔

حافظہ کی کمی کی شکایت

حال۔ وعظ دیکھتا ہوں، لیکن حافظہ کم ہونے کی وجہ سے یاد کم رہتا ہے۔

تحقیق۔ مضر نہیں، کیونکہ اثر باقی رہتا ہے

دعا سے شرمانا کبھی غلبۂ عبدیت سے ہوتا ہے اور اس کا علاج

حال۔ ایک ہفتہ سے یہ حالت ہے کہ بعد نماز ادائے دعا کرنے میں قبولیت کی درخواست کرتے ہوئے شرم و حجاب معلوم ہوتا ہے کہ میری نماز و ذکر جو کہ سراسر کوتاہیوں سے بھری

ہوتی ہے اس کو پیش کر کے قبولیت کی درخواست کرنا سخت بے حیائی ہے۔

تحقیق۔ اعلیٰ درجہ کا حال عبدیت کا ہے مبارک ہو، اس سے زیادہ ایک مقام عبدیت کا ہے وہ یہ کہ باوجود اس حال کے غلبہ کے امر کو مقدم رکھ کر قبولیت کی ضرور دعا کی جاوے اور اس میں ایک گونہ مجاہدہ بھی ہے کہ مقتضائے طبع پر مقتضائے شرع کی تقدیم کی گئی۔

وجہ زیادتی حظ و قلق از تہجد بہ نسبت فرض

حال۔ تہجد میں حظ بھی زیادہ آتا ہے فرائض سے اور اس کے فوت سے قلق بھی زیادہ ہوتا ہے، یہ کہیں نقص تو نہیں۔

تحقیق۔ طاعات پر دو اثر مرتب ہوتے ہیں ایک عاجل یعنی حظ اور یہ امر ذوقی طبعی ہے، دوسرا آجل یعنی ثواب اور یہ امر اعتقادی عقلی ہے اور حظ میں جدت اور امتیاز کو خاص دخل ہوتا ہے اور تہجد میں اس کا تحقق ظاہر ہے اور فرائض میں بوجہ عموم و تشارک کے یہ مفقود ہے اس لئے تہجد میں حظ فرائض سے زیادہ ہوگا گو اجر و ثواب کا اعتقاد فرائض ہی میں زیادہ ہے اور ایک قلق ہوتا ہے فوت حظ سے اور ایک ہوتا ہے فوت اجر سے، اول فوت تہجد سے زیادہ ہوگا، اور ثانی فوت فرض سے زیادہ ہوگا، اور اول کا تحقق غلبۂ طبیعت کا اثر ہے اور ثانی کا تحقق غلبۂ عقل کا اور احد الامرین کا غلبہ اختیاری ہے، اس لئے اس پر ملامت نہیں، نہ یہ کہ نقص ہے مگر دلیل فساد ذوق کی ضرور ہے سلامت ذوق کی دعا ضروری ہے

تلف مال سے زیادہ فوت صحت و ولد کے غم و الم ہونے کا راز

سوال۔ اہل اللہ کو کیا مال و متاع کے بھی تلف ہو جانے سے مثل اولاد و صحت و تندرستی کے غم و الم ہوتا ہے۔

جواب کچھ تو اثر طبعًا ہوتا ہے، مگر اولاد کے طبعی اثر کے برابر نہیں اور وجہ اس تفاوت کی کہ وہ بھی طبعی ہے، یہ ہے کہ مال آلہ ہے دوسرے حوائج محبوبہ کا، خود اس میں محبوبیت اور مقصودیت نہیں، اور اولاد و صحت میں خود محبوبیت اور مقصودیت ہے پس ایسے تفاوت سے دونوں کے اثر میں بھی تفاوت ہے

احوال و کیفیات کی حقیقت

تحقیق۔ احوال و کیفیات کو دوام نہیں ہوتا انکو مقصود سمجھنے کا انجام بجز مایوسی اور پریشانی نہیں

اصل ہیں اعمال اختیاریہ اقدام ہیں سلوک کے ان سے چلنا چاہیئے۔
تحقیق۔ اعمال کا فقدان شامت اعمال نہیں، ہاں اعمال میں اگر اختلال ہے وہ بیشک قابل نظر ہے جس کی تلافی اختیاری ہے یعنی عود الی الاعمال ہے۔

خیال جہت فوق میں کوئی بات کفر نہیں

حال۔ بوقت توجہ الی الذکر بے اختیار خیال آسمان کی طرف جاتا ہے، شبہ کفر تو نہیں۔
تحقیق۔ حق تعالیٰ جہت سے منزہ ہیں مگر تاہم ان کی خاص تجلیات کو عرش سے خاص خصوصیت ہے، اس لئے فطری طور پر جہت فوق کی طرف خیال جاتا ہے جس کا منشا واقعی ہے اس میں کوئی بات کفر کی نہیں۔

غلبہ سے ثقل حواس نہ مذموم ہے نہ مضر

حال۔ بعض وقت چارپائی پر لیٹا ہوا ہوتا ہوں اور اذان سنائی دیتی ہے لیکن بوجہ غلبہ نوم چارپائی پر سے اٹھنے کی ہمت نہیں پڑتی اور نہ اس وقت خوف شدید معلوم ہوتا ہے، حتی کہ نماز بھی قضا ہو جاتی ہے۔
تحقیق۔ اس کا سبب طبعی ہے، یعنی ثقل حواس غلبۂ نوم سے سو نہ مذموم ہے نہ مضر البتہ اس ثقل سے جو اعمال واجبہ میں اختلال ہوتا ہے وہ واجب العلاج ہے، اور علاج اس کا ہمت ہے۔

طریق تصرف

تحقیق۔ بعض لوگ فطرۃً صالح للتصرف ہوتے ہیں گو صاحب نسبت نہ ہوں، طریق تصرف کا صرف ہمت کا صرف کرنا ہے دوسرے کی بھی ہمت اگر قوی ہو تو اس سے روک سکتا ہے طرق تصرفات کی تحصیل صرف مشاقی پر ہے حضرت حاجی صاحب نے جو ضیاء القلوب میں فرمایا ہے کہ "اما این تصرفات عجیبہ وغریبہ بدون حصول نسبت فنا وبقا دست نمی دہد وایں معاملات از متوسطان سلوک اکثر واقع شوند" الخ اس ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ یہ تصرفات عجیبہ وغریبہ بقید نافع فی الدین ہونے کے موقوف ہیں حصول نسبت فنا وبقا پر یعنی مشاقی یا قوت فطریہ کے ساتھ (نافع فی الدین) بھی شرط ہے کیونکہ سالک کا اصل موضوع یہی نفع فی الدین ہے مراد بعض تصرفات عجیبہ وغریبہ سے وہی تصرفات ہیں جو سلوک کے متعلق ہیں جیسے توبہ بخشی وغیرہ

اصل رونا دل کا ہے

حال ۔ مجھے وعظ سن کر نہ رونا آتا ہے نہ ذکر وغیرہ میں خوفِ خدا ہوتا ہے ۔ یہ سنگدلی تو نہیں ۔

تحقیق ۔ رونا دل کا مقصود ہے آنکھ کا نہیں ، وہ حاصل ہے ، دلیل اس کی تاسف ہے ۔

حجاب نورانی اشد ہے حجاب ظلمانی سے

حال ۔ انوارات رنگ برنگ کے نمایاں ہوتے ہیں ۔ اسم ذات کی کثرت سے لطائف میں سوزش ہوتی ہے ۔ اور کوئی شئی مثل ہوا کے بکھر کر پھیل جاتی ہے ۔

تحقیق ۔ واقع میں انوار و آثار قابل التفات نہیں ۔ ان میں اکثر دخل اسباب طبعیہ کا ہوتا ہے ، اور اگر ایسا نہ ہو بھی تب ملکوت مثل ناسوت کے غیر قابل التفات ہے ناسوت اگر حجاب ظلمانی ہے تو ملکوت حجاب نورانی ۔ اور حجاب مطلقاً حاجب ہے ۔ اور حاجب کا رفع واجب ہے ۔

مصلحت فی الکیفیات یکسوئی ہے

البتہ ان کیفیات مذکورہ بالا میں اگر یہ ہوں کیونکہ ان کا ہونا لازم نہیں ، یہ مصلحت ضرور ہے کہ ان سے شاغل کو ایک گونہ یکسوئی ہوتی ہے ، جس سے اگر ذکر میں کام لے تو مفید ہے یعنی مذکور کی جانب توجہ خالص کرے ۔ ورنہ اگر خود اس میں مشغول ہو گیا تو یہ دوسرے خطرات سے بھی زیادہ مضر ہے کہ غیر مقصود بنا لیا اور سوزش کے بعد جو چیز پھیلتی ہے وہ حرارت ہے حرکت سے اس میں لطافت آجاتی ہے ، اور اس میں وہی تقریر ہے جو اوپر عرض کی کہ موجب یکسوئی ہے مگر مقصود نہیں ۔

خروش ذکر کا اثر ہے

حال ۔ جانب چپ پستان میں اور بعض وقت دست چپ میں بھی خروش پیدا ہو جاتی ہے ۔ خصوصاً نماز میں اور جس وقت کہ قلب کی جانب خیال ہوتا ہے ۔ اس وقت بہت زیادتی ہو جاتی ہے ۔

تحقیق ۔ اثر ذکر کا ہے ، مبارک ہو مگر مفرحات و مرطبات و مقویات قلب کا استعمال ضروری ہے تاکہ اختلاج نہ ہو جاوے ، اور اگر ذکر میں ضرب یا حبس ہو چند روز کے لئے

ترک کردیں۔

گمان کمی عقیدت و محبت شیخ اور اس کا علاج

حال۔ یہ جبیث مرض ہے کہ آپ کے پیچھے بہت ذوق و شوق بہت انس و محبت، مگر جہاں صورت (شیخ کی) دیکھی اور ذرا پاس بیٹھا وحشت ہوتی ہے اور طبیعت مکدر ہوتی ہے۔

تحقیق۔ یہ محبت و عقیدت میں کمی نہیں بلکہ بوجہ عدم مناسبت کے وحشت ہے اس وحشت سے شبہہ ہو جاتا ہے قلت محبت کا، اور عدم مناسبت اس وجہ سے ہے کہ پاس زیادہ نہیں رہے، مزاج نہیں پہچانا، اس کا علاج کچھ ضروری نہیں، کیونکہ کچھ مضر نہیں لیکن باوجود غیر ضروری ہونے کے علاج ہی کو دل چاہتا ہے تو زیادہ پاس رہئے، ورنہ بار بار آنے جانے کا انتظام کیا جاوے۔

دعائے خاص کا یاد نہ رہنا اور اس کا علاج

حال۔ گو ہمیشہ طلب دعا کرتا ہوں اور حضور فرماتے ہیں کہ دعا کرتا ہوں، مگر ہمیشہ بدگمانی رہتی ہے کہ حضور کے خدام میں ایک نام کے بیسیوں ہونگے کیا یاد ہو گا۔

تحقیق۔ خط آنے کے وقت تو ضرور دعا، خاص طور سے کر لیتا ہوں، اور دوسرے اوقات میں عام دعا کرتا ہوں، کیونکہ خاص طور پر یاد رہنا واقعی دشوار ہے مگر حق تعالیٰ کو تو اس عام کے خاص افراد معلوم ہیں، وہ سب کے حق میں اس کو واقع فرما سکتے ہیں۔

غلبۂ نوم

تحقیق۔ نیند اگر بہت غالب ہو۔ اس کو دفع نہ کیا جاوے۔ وظیفہ چھوڑ کر سو رہنا چاہئے پھر دوسرے وقت پورا کر لیا جاوے اور اگر زیادہ غالب نہ ہو تو ہمت کر کے جاگنا چاہئے۔

حکم خواب

تحقیق۔ بیداری کا اہتمام کیجئے خواب کی فکر چھوڑیئے کہ اول متعلق بہ تشریح ہے جس کا انسان مکلف ہے اور ثانی متعلق بہ تکوین ہے جس کا انسان مکلف نہیں۔

حافظ قرآن ہو کر حفظ قرآن میں طبیعت نہ لگنا

حال۔ جو قرآن شریف کی طرف رجوع کرتا ہوں

تو طبیعت نہیں لگتی اور دل گھبراتا ہے۔

تحقیق۔ بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے تنہا کام نہیں ہوتا کسی ایسے شخص کو تجویز کریں جو قرآن بطور استاد کے سنا کرے اور مشورہ دے سکے کہ اتنا یاد کرو اور اتنا سناؤ اور اگر دماغ ضعیف ہو تو طبی علاج بھی کرو۔

وقت مجاہدہ ثانیہ

حال۔ پہلے توجہ الی اللہ زیادہ تھی، تقاضائے معصیت بہت مغلوب تھا اور ایک گونہ جمعیت اور سکون اور یکسوئی حاصل تھی لیکن اب وہ حالت نہیں رہی، تقاضائے معصیت کا بعض وقت غلبہ بہت ہوتا ہے۔

تحقیق۔ یہ ہے وقت مجاہدہ ثانیہ کا بعد فراغ مجاہدہ اولیٰ کے اور یہی ہے جس کے نہ جاننے سے ایک سالک واصل کو شبہہ رجعت کا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات مایوس ہو کر نوبت تعطل کی آجاتی ہے حالانکہ یہ کمال سلوک کے لوازم عادیہ سے ہے، حقیقت اس کی یہ ہے کہ ابتداء میں جوش کی زیادتی سے امور طبعیہ مغلوب ہو جاتے ہیں، تو سط یا انتہا میں جوش کم ہونے سے وہ امور طبعیہ پھر عود کرتے ہیں، کیونکہ ان کا زوال نہیں ہوتا صرف مغلوب ہو گئے تھے، اس عود کے وقت پھر مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس مجاہدہ میں تعب وکشاکشی کم ہوتی ہے لرسوخ التہذیب فی النفس مگر عزم و توجہ وہمت وضبط کی حاجت ہوتی ہے۔

استعمال لذائذ میں گھر کا خیال آنا

حال۔ اگر کسی قوت کی چیز کھانے کی نیت کرتا ہوں تو دو خیال پیدا ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ خدا جانے گھر والے کس طرح ہوں، اور دوسرے یہ کہ دل میں ندامت ہوتی ہے کہ اللہ کی نعمتیں تو پیشتر سے کھا رہا ہے اس میں تو نے کیا کر دیا، اور آئندہ تو کیا کرے گا۔

تقویت بھی تداوی میں داخل ہے

تحقیق۔ یہ ایک حالت محمودہ کا غلبہ اور مبارک حالت ہے عملدرآمد اس میں یہ چاہئے کہ جس چیز سے محض لذت مقصود ہو، وہاں اس حال کے مقتضا پر عمل کیجئے اور جہاں تداوی یا تقویت کی ضرورت ہو، وہاں بہ نسبت حال کے امر شرعی مستحب تداوی پر عمل افضل ہے اور تقویت بھی داخل تداوی ہے۔

نماز سے طبیعت کے بھاگنے کا علاج

حال۔ نماز سے دل بھاگتا ہے یہاں تک کہ چند وقت کی نماز بھی

جاتی رہتی ہے۔

تحقیق۔ علاج اس کا یہ ہے کہ (۱) طبیعت پر زور ڈال کر نفس کی اس بات میں مخالفت کرنا۔ (۲) کسی معین وقت پر بیٹھ کر مراقبہ موت کرنا۔ (۳) احقر کے مواعظ علی التواتر مطالعہ کرنا۔

علاج بلائے دیرو درماں

حال۔ ایک شخص نے لکھا کہ اصلاح کی تین صورتیں ہیں۔ عمل، دعا، عرض حال۔ عمل چونکہ تابع ہے عزم کے اور میں عزم کو اختیاری نہیں سمجھتا بلکہ اس کو بھی مخلوق سبحانہ جانتا ہوں، اس لئے عمل تو یوں صفر ہے رہی دعا، مجھے یاد ہی نہیں پڑتا کہ میری دعا کبھی قبول ہوئی ہو، جو دعائیں سراسر نافع ہیں وہ بھی مقبول نہیں ہوئی، جیسے دعا، توفیق اعمال صالحہ وغیرہ۔ اس لئے دعا کرتے ہوئے بجائے غلبۂ رجا قبول کے جھجک طبیعت میں پیدا ہوتی ہے، اب رہی عرض حالت وہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ طبیب کا کام نسخہ بتلانا ہے، ادھر اپنی طبیعت کو ٹٹولتا ہوں تو نسخہ کو اگلتی ہے، اس لئے مجھے کوئی راستہ رہائی کا نظر نہیں آتا۔

تحقیق۔ (۱) آپ میرے کہنے سے تقلیداً ہی معمولات متعلقہ اذکار و اشغال کو جاری رکھئے خواہ دل لگے یا نہ لگے، اثر ہو یا نہ ہو، خواہ دوام ہو سکے یا نہ ہو سکے، جس روز بھی ہو جاوے اور جس قدر بھی ہو جاوے ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں۔ (۲) دعا کی نسبت جو لکھا ہے اس کی مخالفت اعتقاداً آپ پر واجب ہے وہ ضرور نافع ہوتی ہے، اپنے دل کو جبراً یوں سمجھائیے کہ مواد خاصہ میں جن میں دعا غیر نافع معلوم ہوئی ہے۔ اگر دعا نہ ہوتی شاید زیادہ بلا کا سامنا ہوتا دینو یا اور دینا۔ نیز حکم شرعی ہی سمجھ کر دعا کیجئے کہ امتثال امر کا تو اجر ملے گا۔ بلا سے مطلوب خاص نہ ملے، (۳) عرض حال کی نسبت یہ ہے کہ نئی حالت کی اطلاع تو ضروری ہے، باقی جس حالت کی جو تدبیر بتلائی گئی ہو اور اس میں اہمال ہوا ہو اس کی اطلاع واقعی ضروری نہیں بلکہ اس تدبیر کے استعمال کی ہمت کی کوشش و فکر میں رہنا چاہیے۔ (۴) اہتمام سے ایک روز انشاء اللہ ہمت بھی نصیب ہو جاوے گی۔ من حیث لا یحتسب التعامل کرکے دیکھنے کی چیز ہے (۵) پھر ان امور کے ساتھ گو کسی درجہ میں ہو اگر تفویض و تسلیم الی الحق ہو تو بے حد مفید کیا تاثیر ہے اور بدون کسی قدر سعی کے محض تفویض صورت تفویض ہے حقیقت تفویض نہیں، حدیث میں ہے۔ اعقل ثم توکل۔

گر توکل می کنی در کار کن کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

(۵) ناصحین و مخلصین کے تقریرات و مشاورات کے مقدمات میں نظر نہ کیا کیجئے، ان کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر تقلیداً قبول کر کے عمل شروع کر دیا کیجئے۔ (۶) ترتب ثمرہ کے لئے کوئی حد اور مدت ذہن میں معین نہ کیجئے، آخرت تک میں ظاہر ہونے کے لئے جو کہ یقین ہے آمادہ رہئے (۷) اس بلائے دیر درماں نہ کہ بے درماں میں صدہا حکمتیں ہیں جو عنقریب معلوم ہوگی کہ کیسے کیسے اخلاق ردیہ کا اس سے علاج ہو گیا ہوگا۔ (۸) اور شرمانے کی کوئی بات نہیں ہے میں نے حقیر نہیں سمجھا، آپ کی طبیعت ہلکی ہو گئی مجھ کو دعا کی طرف زیادہ توجہ ہو گئی، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اب دونوں طرف کی دعا سے جلدی کام بن جاوے گا۔ اب میں خاص توجہ والحاح سے دعا شروع کر دوں گا اور کر بھی دی۔

کوئے نومیدی مرو کامیدہاست سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

طریق نجات قلب پر معاصی

حال۔ قلب اس قدر گندہ ہے کہ جس کی کچھ انتہا نہیں، ہر وقت خیالات فاسدہ واہیہ جمع ہوتے ہیں، ذکر ہر نباہ نہیں ہوتا، بدنگاہی کا مرض ستاتا ہے قلب بالکل مکدر رہتا ہے۔

تحقیق۔ یہ تمام حالات دو امر کی دلیل ہیں جو کہ اعلیٰ مقاصد سے ہیں، ایک اپنی بدحالی کا احساس، دوسرا خوشحالی کی فکر، چار امر کو اپنا معمول کرلو پھر عدم حرمان کا میں ذمہ دار (۱) ذکر کے متعلق جو معمول مقرر کرو گو قلیل ہو اس کو پورا کر لیا کرو خواہ دل سے یا بیدلی سے (۲) معاصی سے نفس کو ہمت کے ساتھ روکو اور کوتاہی پر فوراً استغفار کرو (۳) ماضی و مستقبل کو مت سوچو نفع کا قصد کرو (۴) حالات سے وقتاً فوقتاً اطلاع دو گو وہ اطلاع کے قابل نہ ہوں۔ (۵) تمہارے امور اضطراریہ میں حرارت کا اثر ہے علاج طبی بھی ضرور کرو۔

وظیفہ میں دل لگنے اور تلاوت میں نہ لگنے کی وجہ

حال۔ قرآن شریف کے پڑھنے میں دل نہیں لگتا اور وظیفہ میں لگتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے۔

تحقیق۔ وظیفہ میں تو ایک ہی چیز بار بار پڑھی جاتی ہے طبیعت پر زور نہیں پڑتا، آسانی کی وجہ سے دل لگتا ہے اور قرآن میں مختلف کلمات مختلف آیات پڑھی جاتی ہے۔ طبیعت پر زور پڑتا ہے دشواری کی وجہ سے گرانی معلوم ہوتی ہے سو یہ طبعی بات ہے کوئی

فکر کی بات نہیں مگر جس قدر بھی ہو سکے کرتے رہنا چاہئے، بعد عادت کے یہ دشواری جاتی رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ اور دلچسپی بھی ہو جائے گی۔

ذوق مطلوب نہیں تحقیق۔ ذوق مطلوب نہیں۔ کیونکہ وہ ایک حال ہے نہ کہ مقام اور مقام مطلوب ہیں نہ کہ احوال اور فرق دونوں میں اختیاری اور غیر اختیاری ہونے کا ہے اہل فن کا قول ہے۔ المقامات مکاسب والاحوال مواھب حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے طالب لذت طالب حق نہیں ہے، کام میں لگنا چاہئے ثمرہ پر نظر نہ چاہئے۔

شوق مطلوب نہیں تحقیق۔ شوق مطلوب ہی نہیں عمل مطلوب ہے بلکہ عمل بلا شوق میں بوجہ زیادہ تعب کے زیادہ اجر ہے یہ نکتہ عمر بھر پلے میں باندھ لینے کے قابل ہے۔

تہجد میں جی لگنے اور فرائض میں نہ لگنے کی وجہ سوال۔ یہ شیطانی دھوکہ تو نہیں کہ فرائض میں جی کم لگے اور تہجد میں زیادہ لگے۔

جواب۔ اس میں دھوکہ نہیں، طبعی بات ہے کہ جو کام اپنے ذمہ نہ ہو اس کو کر کے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ ہم کو بڑی دولت نصیب ہوئی کہ جو کام ہمارے ذمہ نہ تھا اس کی توفیق ہوئی اور جو کام ذمہ ہوتا ہے اس میں سمجھتا ہے کہ یہ تو کرنا ضروری تھا کونسا بڑا کمال کیا، سو امور طبعیہ میں انسان معذور ہے۔

رقت قلبی کا نہ ہونا قساوت قلبی نہیں حال۔ قساوت قلبی کی یہ حالت ہے کہ ہر چند چاہتا ہوں کہ بدرگاہ رب العزت گریہ و زاری کروں مگر آنکھ سے ایک قطرہ نہیں نکلتا۔

تحقیق۔ یہ قساوت نہیں جتنی گریہ کا رقت قلبی ہے جو کہ غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری مطلوب نہیں۔ قساوت یہ ہے کہ معصیت کے بعد افسوس نہ ہو۔

یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہو کبھی نہ ہو حال۔ خدا جانے کیا سبب ہے کہ جب کبھی کام پابندی سے کرنا چاہتا ہوں تو دو چار روز کے بعد وحشت ہونے لگتی ہے اور کام چھوڑ بیٹھتا ہوں۔

تحقیق۔ بعض طبائع کا یہ جبلی خاصہ ہے، پریشانی کی کوئی بات نہیں ایسے شخص کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہو اور کبھی نہ ہو، اسی طرح کرتے رہنے سے دوام حقیقی میسر ہو جاتا ہے، حاصل یہ ہے کہ وہ گو دوام نہیں مگر بحکم دوام ہے اثر اور برکت میں۔

احوال غیر اختیاریہ دائم نہیں ہوتے

تحقیق۔ احوال غیر اختیاریہ دائم نہیں ہوتے اور اگر دائم ہوں تو ان میں لذت نہ رہے اور اکثر اس کے مصالح اس لذت پر مبنی ہے۔

توجہ الی الکیفیات والانوار

تحقیق۔ قصداً انوار و کیفیات کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیئے لیکن اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اس کے دفع کا اہتمام شدید کیا جاوے، غرض نہ استحضار اس کا کیا جاوے نہ استنکار کیا جاوے کہ دونوں میں التفات الی غیر المقصود ہے ایک میں اثباتاً ایک میں نفیاً اور یہی التفات الی الغیر حجاب ہے۔

بشارت پر رونا اقرب الی سلامۃ الفطرت ہے

تحقیق۔ بشارت کی آیتوں پر رونا آنا زیادہ اقرب الی سلامۃ الفطرت ہے کہ اس سے جوش زیادہ ہوتا ہے اور جوش سے رونا آتا ہے۔

غیر اختیاری کے درپے نہ ہونا چاہیئے

تحقیق۔ غیر اختیاری امور کا کبھی قصد نہ کریں اس کا انجام پریشانی ہے، جو ہو جاوے خدا تعالیٰ کا شکر کریں اور اصلی کام میں لگیں۔

ذوقی حالت کے ابقاء کی فکر پریشانی کی بنیاد ہے

تحقیق۔ ذوقی حالت کے ابقاء یا زیادت کی فکر کرنا ہی پریشانی کی بنیاد ہے، کیونکہ وہ غیر اختیاری ہے اور غیر اختیاری کے ساتھ قصد کا تعلق ممتنع اور ممتنع کی فکر یقیناً پریشانی۔

قضا نمازوں کی ادائیگی کی سہل ترکیب

حال۔ قضا نمازوں کی ادائیگی میں مشغول ہوتا ہوں تو دل بے حد تنگ ہوتا ہے۔

تحقیق۔ تھوڑا تھوڑا قضا کرتے رہیں تو انشاء اللہ از خود تنگی رفع ہو جاوے اگر یہ نہ ہو سکے

تو ایک دن کے ناغہ سے قضا شروع کریں او بہت سہل ہو جاوے گا اور کام اگر حتی سے نہ ہو سکتی ہی سے سہی جس طرح کر لیا جاوے۔

تلوین مقدمہ تمکین ہے

تحقیق۔ احوال علی سبیل التعاقب وارد ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ایک روز تمکین میسر ہو جاتی ہے تلوین مقدمہ تمکین ہے اُ مقدمہ سے نہ گھبرانا چاہئے کہ یہی سفیر مقصود ہے۔

معمولات کے ناغہ ہو جانے کی حکمتیں

حال۔ تمنا یہ ہے کہ کبھی معمولات میں ناغہ نہ ہو، بعض افتاد ایسی پڑ جاتی ہے کہ ناغہ ہو ہی جاتا ہے۔

تحقیق۔ کچھ مضائقہ نہیں اس میں بھی حکمتیں ہیں، اس میں اظہار ہے اپنی بیچارگی کا اس میں قطع ہے، دعویٰ کا اس میں علاج ہے اور عجب کا۔ البتہ حتی الامکان تساہل خود نہ ہو اور ناغہ کا عوض بھی کر دیا جاوے، اگر تام نہ ہو غیر تام سہی۔

شیخ سے استفادہ کی شرط حب عقلی ہے

تحقیق۔ شیخ سے استفادہ کی شرط حب عقلی ہے نہ کہ محبت طبعی۔

آثار غلبۂ وحشت

تحقیق۔ اگر دنیا کے مٹنے اور خدا کی طرف جانے کا تقاضا ہو تو یہ وحشت عن الدنیا ہے مگر اس کا ایک لون یہ بھی ہے کہ وحشت فی الدین بھی ہونے لگتی ہے۔ چونکہ تحقق اس دین کا بھی دنیا ہیں ہے۔ پس اس وحشت کو دین سے اقتران ہو جاتا ہے۔ جیسا کسی کو غم ہوا اور وہ غم نماز میں بھی رہے تو نماز اس غم کا ظرف تو ہے مگر خود وہ غم نماز سے تو نہیں۔

ضعف قلب کوئی مرض باطنی و اخلاقی نہیں

تحقیق۔ ضعف قلب کوئی مرض باطنی و اخلاقی نہیں ہے بلکہ مرض طبی ہونے کے سبب خود موجب اجر ہے اور بعض آثار کے اعتبار سے نافع باطن ہے جب کہ اس سے پستی اور شکستگی پیدا ہو جو کہ اعظم مقاصد طریق سے ہے۔ ؎

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

معیار اعظم مرضی و نامرضی کا شرع ہے، اور اس پر عمل اختیاری ہے اور اس میں ضعفاء کی باضابطہ اعانت بھی ہے۔

تکدر بعد الجماع

حال۔ بعض اوقات بعد الفراغ جماع طبیعت مکدر ہو جاتی ہے، جیسے کسی معصیت کا ارتکاب ہو جانے پر انفعال ہوتا ہے

تحقیق۔ یہ ایک حال ہے کہ توجہ الی غیر الحق بالعبث سے طبعاً انقباض ہوتا ہے۔ امور طبعیہ مذموم نہیں، یہ از خود رفع ہو جاوے گا، کبھی اثر ضعف جسمانی کا بھی ہوتا ہے۔

اعمال صالحہ پر خوشی عقلی کافی ہے

تحقیق۔ اعمال صالحہ پر خوشی عقلی کافی ہے اور وہی مطلوب ہے طبعی خوشی وابستہ ہے اسباب متعددہ کے ساتھ ایک صحت بدنی و اعتدال مزاج بھی ہے اس کے نہ ہونے سے خوشی نہیں ہوتی جو قابل التفات نہیں۔

اجازت شیخ دلیل کمال نہیں بلکہ دلیل مناسبت ہے

حال از تحریر بجاز بت خود شرمم می آید خود. بخود خیال کمال می آید۔

تحقیق۔ ایں اعتقاد کمال نیست کہ مضر باشد وسوسہ است کہ مضر نیست۔ در چنیں اوقات استحضار عیوب کنند و بدل آرند کہ اجازت دلیل کمال نیست بلکہ دلیل مناسبت است چنانچہ دستار فضیلت بعد فراغ کتب می بندند اگرچہ عالم کامل نباشد صرف مناسبت مدار ایں رسم باشد کمال بفراسخ دور است۔

بیوی کے مرنے کی تمنا و خیال کا علاج

حال۔ اپنے گھر کے متعلق بعض وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر مر جاوے تو میں مولانا کے پاس جا کر خوب ذکر کیا کروں، اس سے میرے ذمہ گناہ تو نہیں ہوا۔

تحقیق۔ اس سرسری خیال سے گناہ نہیں ہوا، ہاں اگر دھیان باندھ لیا جاتا کہ یہ مر ہی جاوے تو اس میں گناہ ہے اگر تجربہ سے یہ شخص صاحب ہمت و تصرف نہیں تو صرف مسلمان کی بدخواہی کا۔ ورنہ ہلاک و قتل کا بھی، اس لئے ایسے خیال کے وقت یوں مناسب ہے کہ فوراً ادھر سے اپنا خیال ہٹائے اور زبان سے یا خیال سے دعا کرے کہ الٰہی سب کی خیر۔

طرز عمل بوقت خیال ترک دنیا

حال۔ اکثر یہی جی میں آتا ہے کہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر ایک گوشہ تنہائی میں بیٹھ جاؤں۔

تحقیق۔ حب الترک بعض اعتبار سے بعض اوقات میں ترک سے بھی افضل ہے کیونکہ ترک میں بعض اوقات خطرہ بھی ہے جبکہ ضعف قلب سے تشویش کا احتمال ہو۔ بخلاف حب ترک کے کہ محض بے خطر ہے اور بحکم نیۃ المومن خیر من عملہ اجر و اثر میں اس کا متقارب۔ بس فی الحال اس پر اکتفا کیا جاوے کہ جب وقت آوے گا خود غیب سے اس کے سامان مہیا ہو جاویں گے۔ مجموعہ حالتین میں یہ مضمون نقد حال ہونا چاہئے۔ ؎

چونکہ بر میخت ببندد بستہ باش　　چوں کشاید چابک و برجستہ باش

طرز عمل بوقت طیران ہیبت

تحقیق۔ حالت ہیبت احوال رفیعہ میں سے ہے جب تک اس کی خود بخود تعدیل نہ ہو جاوے اسی حال کا اتباع کیا جاوے۔

کسی عمل نیک پر اپنی بڑائی کا خیال آنا

حال۔ کوئی پسندیدہ کام کیا جاوے تو طبیعت میں بڑائی محسوس کرتا ہوں۔

تحقیق۔ جو خیال اور اثر غیر اختیاری ہو اور اعتقاداً اس کو برا سمجھے اور اس کے مقتضا پر عمل بھی نہ کرے۔ مثلاً زبان سے فخر نہ کرے نہ قصداً اپنے کمال کا استحضار کرے تو کچھ ملامت نہیں اور اگر اس کے ساتھ ہی اپنے عیوب اور نقائص کا استحضار بھی کرلے اور سوچ لے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کمال مقبول نہ ہوا تو ہیچ ہے تو اس عمل سے اجر ملے گا۔ اور اسی استحضار کا تکرار ان خیالات کا علاج ہے جس سے بتدریج مضمحل ہو کر کالعدم ہو جاتا ہے۔

امور غیر اختیاریہ کا علاج کلی

تحقیق۔ غیر اختیاری امور کے لئے صرف دعا طریق ہے۔

امور غیر اختیاریہ سب محمود ہیں

تحقیق۔ امور غیر اختیاریہ میں غیر محمود کا تحقق ہی نہیں۔

رغبت و نفرت طبعی کا حکم اور اس کا علاج

حال۔ طاعت کی طرف نہ رغبت ہوتی ہے اور نہ قصدی استحضار نہ معاصی سے طبعی نفرت ہے۔

تحقیق۔ رغبت اور نفرت طبعی غیر مطلوب ہے، رغبت اور نفرت اعتقادی کافی ہے۔ یہی مامور بہ ہے۔ اس کے مقتضا پر بار بار عمل کرنے سے اکثر طبعی رغبت اور نفرت بھی ہو جاتی ہے۔ اگر ہو تو بھی مضر نہیں۔

بشاشت طاعت سے عدم خلوص کا شبہ غلط ہے

حال بعض لوگوں نے حفظ کلام اللہ پر تعریف کی اس سے ایک قسم کی بشاشت نفس میں پائی گئی، اس وجہ سے مجھے اپنے خلوص نیت میں شبہ پڑ گیا ہے ارادہ ہے کہ حفظ کا کام تا خلوص نیت ملتوی کر دوں

تحقیق، ہرگز ایسا نہ کیجئے بشاشت سے شبہ نیت میں عدم خلوص کا خود یہی غلط ہے ورنہ شیطان کو ہر عمل صالح کے چھڑا دینے کا ایک اچھا ذریعہ ہاتھ آ دے گا۔ کہ لوگوں سے تعریف کرا دی اور آپ کو شبہ میں ڈال دیا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس طرح عمل للخلق ریا ہے، اسی طرح ترک عمل للخلق ریا ہے۔

امامت سے کبر و عجب کا شبہ

حال۔ ایک قاری عالم نے ایک جاہل کے بجائے امامت کرنا شروع کر دی تھی اس پر ان کو خیال ہوا کہ اس میں تو اپنے کو اس سے اچھا سمجھنا پایا جاتا ہے۔

تحقیق۔ اپنے کو اچھا سمجھنا لازم نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو دولت علم و تصحیح قرآن کی عطا فرمائی ہے، اس عطیہ کو اُس عطیہ سے جو اُس کو عطا فرمایا ہے افضل سمجھنا لازم آتا ہے۔ سو اس میں کیا حرج ہے، اور چونکہ وہ اپنی ذاتی صفت نہیں، اس لئے اپنے کو اچھا سمجھنے کا لزوم بھی نہیں۔

بغض فی اللہ کی حدت کا علاج

حال۔ جب کوئی قضیہ بد دین سے اس کی بد دینی کی وجہ سے ہو جاتا ہے، تو سخت غیظ و غضب طیش و حدت سے ہوتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ ظالم بد دین کا قلع و قمع کر دیا جاوے

تحقیق۔ یہ بغض فی اللہ عین مطلوب ہے اور اثر غیر اختیاری ہے۔ افعال میں تعدیل کا اہتمام

رکھنا چاہیے۔

موت سے خوف کی وجہ

حال۔ میرے موضع میں وبا پھیلی ہوئی ہے موت سے سخت خوف کھا رہا ہوں اس سے صاف اپنے ضعف ایمان کی علامت معلوم ہوتی ہے۔

تحقیق۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ ایک امر طبعی ہے، میں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے جن کے کمالات پر اتفاق ہے ایک بار فرماتے تھے کہ مجھ کو بہت ڈر موت سے لگتا ہے اور وہ جو حدیث میں آیا ہے من احب لقاء اللہ وہ عین موت کے قرب کی حالت ہے جو سب مسلمانوں کو نصیب ہوتی ہے اور اولیاء اللہ سے جو اشتیاق موت منقول ہے وہ بھی ایک حالت ہے جو غیر اختیاری ہے جیسے کہ خوف غیر اختیاری ہے، اور امور غیر اختیاریہ کی نہ تحصیل مامور بہ ہے نہ ازالہ، بالکل تسلی رکھیں۔

کیفیت مرکب باانس وضعف کا علاج

حال۔ معمولات کی طرف طبیعت بالکل راغب نہیں ہوتی بجز مسودہ کے طبیعت کہیں مانوس نہیں ہوتی، دوسروں کا ذکر سن سن کر بے حد مسرت ہوتی ہے۔

تحقیق۔ یہ کیفیت مرکب ہے انس وضعف سے، بس دل لگنے کا انتظار نہ کیا جاوے خود بھی ذکر کرنا چاہیے گو قلیل سہی اور گو جی نہ لگے اور تربیۃ السالک کا مطالعہ ضروری ہے

سالک کی یاس کا قدرتی علاج

حال۔ دو روز کی نماز فجر وعشاء غفلت کی وجہ سے قضا ہوگئی جس کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں بہت رویا دوسری رات کو خواب میں جواب ملتا ہے کہ تیرے تزکیۂ باطن اور ترقی مراتب کے لئے ایسا کیا گیا۔

تحقیق۔ یہ جو کچھ وارد ہوا انکشاف ہے بعض مصالح وحکم واسرار بعض زلات کا جو بلا اختیار واقع ہو جاویں، جس سے مقصود سالک کی یاس کا علاج ہے بوجہ اس کے کہ یاس سے تعطل اعمال میں اور کفران احوال میں پیدا ہونا محتمل ہے بس اس نعمت انکشاف پر شکر کرنا چاہیے اور معنی اس کے رخصت فی التساہل نہ سمجھنا چاہیے۔

ناغۂ تہجد کے غم کا علاج

حال۔ سن دو ادھار ہوا پر عمل کی غرض سے دوام تہجد واذکار کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن اکثر ہفتہ میں

دو روز آنکھ ہی نہیں کھلتی پھر دن میں ہمت قضا کی ہوتی نہیں، اس کا بہت ملال رہتا ہے۔

تحقیق۔ جس ذات مقدسہ کا ارشاد ہے سد دوا و قار بوا اسی کا ارشاد ہے کہ لا تفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظہ لہذا عقلی غم تو ہونا نہ چاہیے، رہا طبعی سو وہ خود مجاہدہ ہے اس کے انسداد کی، تدبیر کی کیا ضرورت البتہ قصد امر اختیاری ہے اس کی کوتاہی پر عقلی غم بھی عین مطلوب ہے سو اس کوتاہی کا انسداد یہ ہے کہ بعد عشاء معمولات ادا کریں اور اگر آنکھ کھلے قند مکرر سہی۔

علامت وکسل علالت مبقی اجر وبرکت ہے

تحقیق۔ علالت یا کسل جو علالت سے ہو عذر ہے عدم ادائیگی معمولات کا، جو بروئے نص وحدیث مبقی اجر و برکت ہے۔

حق تعالیٰ کے سعید و شقی بنانے پر عدم ناگواری کا علاج

حال۔ خدا تعالیٰ شانہ کے سعید و شقی بنانے پر بالکل ناگواری نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا علم کسی چیز کی اہلیت کے خلاف ممتنع اور محال ہے۔

تحقیق۔ مگر باوجود اس کے حق تعالیٰ سے سعادت کا سوال کرنا چاہیے کہ مامور بہ ہے اور دعا کر کے امید قبول رکھنا چاہیے اور ان سب کو اس کی علامت سمجھنا چاہیے کہ اس کا علم انشاء اللہ ہماری سعادت کے ساتھ متعلق ہوا ہے۔

کلال فی الذکر

حال۔ کثرت ذکر و تلاوت سے دماغ اور زبان دونوں میں کلال پیدا ہو جاتا ہے۔

تحقیق۔ آرام لے لینا مناسب ہے، کیونکہ دوسرا مستقبل شغل مثلاً فکر بھی اس کلال کا موجب ہوگا، اور یہ آرام گو صورتاً غفلت ہے مگر چونکہ مقصود اس سے تہیؤ للذکر ہے، اس لیے بحکم ذکر ہے نوم عالم کو عبادت اسی جگہ سے کہا گیا ہے۔

منام میں بدنفس کی حالت کی بشارت

حال۔ (۱) خواب میں ایک لڑکی نظر آئی میرا نفس بد ہوا اور جماع کی تیاری کی وقت انزال قبل از دخول ہوا اور غسل کر لیا (۲) مہمان خانہ کی تنائی کی تلاش میں اس قدر وقت صرف ہوا کہ طلوع شمس ہو گیا اور نماز فجر قضا ہو گئی۔

تحقیق۔ عرفاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات کوئی معصیت کسی شخص کیلئے مقدر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس معصیت کو بیداری سے منام میں منتقل کردیتے ہیں سو ایسے خواب سے خوش ہونا چاہیے کہ یقظہ میں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور منام میں مکلف ہی نہیں ہوتا۔

تحقیق حلال محبت کا

حلال محبت کا انہماک اگر غیر اختیاری ہو مضر نہیں

انہماک اگر غیر اختیاری ہو اور اس سے اعمال ضروریہ دینیہ میں خلل نہ آوے ذرا بھی دین میں مضر نہیں نہ اس سے حق تعالیٰ کی محبت میں کمی ہوتی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ محبت طبعی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت عقلی تو دونوں ایک قلب میں جمع ہو سکتی ہے اور اس انہماک سے فکر وغم میں پڑنا دلیل اس کی ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت قلب میں ہے۔

شیخ کی مجلس کے حاضری کا لطف غیبت میں نہ پانا

حال۔ وہ بات جو دربار عالی کی حاضری میں اپنی طبیعت کے اندر پاتا تھا۔ اس میں بہت کمی پاتا ہوں۔

تحقیق۔ یہ مضر نہیں وہ کمی صرف لطف کی ہے نفع کی نہیں، جیسے غذا کھانے کے وقت جو مزہ منھ میں آتا ہے بعد میں نہیں رہتا۔ مگر نفع غذا کا زائل نہیں ہوتا۔

اپنے کو بدترین خلائق سمجھنا

حال۔ دل میں یہ خطرہ آتا ہے کہ تو بدترین خلائق ہے تیرا کوئی نیک کام کسی قابل نہیں ہے۔

تحقیق یہ خطرہ تو بحر معرفت کا ایک قطرہ ہے، خدا تعالیٰ اس کو دریا کردے۔

گرانی طبعی موجب اجر ہے

حال۔ چلتے پھرتے چونکہ ذکر میں مشغول رہتا ہوں، اس لئے اسے چھوڑ کر نہ کسی کو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے نہ جواب سلام دینے کا۔

تحقیق۔ یہ گرانی طبعی ہے، لیکن جب تک شعور ہو ادائے واجب ضروری ہے اور گرانی سے اجر بڑھتا ہے، ماخذہ حدیث۔ اسباغ الوضو علی المکارہ۔

لقطہ بھی نعمت ہے

حال۔ تنگی رزق کے متعلق گریہ وزاری کے ساتھ حق

تعالیٰ سے دعا مانگی اس کے بعد اپنی چادر کے اوپر دو نوٹ پانچ روپیہ کے پائے واقعہ کی تحقیق کرتا پھرا کہیں پتہ نہیں چلا اب کیا کروں۔

تحقیق۔ واقعہ کی حقیقت کے درپے مت ہو کہ بے ضرورت ہے بلکہ مضر ہے۔ احکام شرعیہ پر عمل کرو، وہ حکم یہ ہے کہ جس مال کا مالک نہ معلوم ہو غریب آدمی کو اس کا صرف کر لینا جائز ہے تم صرف کرو اور کسی سے ذکر مت کرو۔ اور چونکہ لقطہ بھی خدا تعالیٰ کی نعمت ہے، اس لئے اس کا شکر کرو اور دعا ہمیشہ مانگتے رہو۔

فرق مابین طمانیت قلب و سکینہ روحی و بے اطمینانی و اضطراب طبعی

حال۔ رنج و راحت، خوشی و غم کی ہر شئی سے بے حد متاثر ہوتا ہوں۔ دین و دنیا کے ہر کام میں گھبرایا سا رہتا ہوں، ہر بات میں جلد بازی و اضطراب رہتا ہے طمانیت قلب و سکینہ جس کو کہا جاتا ہے اس سے بالکل محروم ہوں گو وقت کافی موجود ہو کوئی خاص کام بھی نہ ہو۔ لیکن نماز و ذکر و وظیفہ وغیرہ اس طرح عجلت کے ساتھ ختم کر دیتا ہوں کہ جیسے کوئی آفت آ رہی ہے۔ توجہ و یکسوئی کا نام نہیں، حدیث نفس و وساوس و خطرات کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے اور اس میں نفس لذت بھی لیتا ہے ایک حصہ تو ضعف قلب و جسمانی کمزوری کا بھی اس مرض میں شریک معلوم ہوتا ہے، لیکن بہت کچھ یہ چیزیں سیہ کارانہ گذشتہ زندگی کا نتیجہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے بہتری باتوں سے توبہ کی توفیق عطا فرمائی، لیکن قلب کی راحت و طمانیت سے محرومی بدستور ہے، بس ایک علاج یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کچھ دنوں کے لئے حضور کے آستانہ پر آ ڈالوں۔

تحقیق۔ آپ مذہب و فلسفہ کو کیوں مخلوط کرنا چاہتے ہیں، مذہب نے اعمال و عقائد کا مکلف بنایا ہے، اصطلاحی طمانیت و سکینہ و توجہ و یکسوئی نہ مقصود ہے نہ اس کے انتظار کی اجازت ہے نہ اضطراب و حدیث نفس و خطرات مضر مقصود ہیں نہ ان کے ازالہ کا امر ہے، یہ سب کیفیات نفسانیہ طبعیہ ہیں، جن کے وجدان و فقدان کی تحقیق اور ان کے اسباب کی تدقیق فلسفی بحث ہے، البتہ یہی چیزیں (یعنی طمانیت و سکینہ وغیرہ) کبھی روح کی بھی صفات ہوتی ہیں جن میں مادہ کا اشتراک نہیں ہوتا وہ بیشک مطلوب ہیں اور طاعات پر ضرور مرتب ہو جاتی ہیں گو تدریجاً سہی، لیکن ان کا رنگ ان طبعی کیفیات

سے جدا نہ ہوتا ہے اور وہ روحی اطمینان اس طبعی بے اطمینانی کے ساتھ اور روحی سکون اس
طبعی اضطراب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے آپ میں بھی جمع ہیں۔ دیکھئے اگر خدا
کی راہ میں آپ کی جان کا مطالبہ ہونے لگے اور مطالبہ کے بجا ہونے میں کوئی اجتہادی شبہ
بھی نہ رہے کیا اس وقت آپ کی رائے میں کچھ تزاحم پیدا ہوگا یا آپ اپنے لئے طے فیصلہ
کرلیں گے کہ جان حاضر کردینا چاہئے گو وسوسہ کے درجہ میں اس صورت میں بعض مصالح
کا فوت ہونا بھی سامنے آجاوے مگر وہ آپ کے اس عزم کو ضعیف نہیں کرسکتا یہ ہے
وہ اطمینان جو روح کی صفت ہے اور بفضلہ تعالیٰ حاصل ہے۔ البتہ جن کیفیات کو آپ
نے مقصود لکھا ہے اور ان کے اضداد کو موجود۔ ان کا تعلق مادی راحت اور مادی
سکون اور مادی کلفت سے ضرور ہے تو اس کا معالجہ طبی مسئلہ ہے دینی مسئلہ نہیں۔ اور نہ
ان کیفیات طبعیہ میں معاصی یا طاعات کو کچھ دخل ہے۔ بہت ممکن ہے اور واقع بھی ہے
کہ ایک مطیع کو یہ گوارا کیفیات حاصل نہ ہوں اور ایک عاصی کو بلکہ کافر کو حاصل ہوں۔
جب مقصود اور غیر مقصود میں تمیز حاصل ہوگیا تو غیر مقصود کے لئے کیوں سفر کیا جاوے۔

طبعی غم و کسبی غم کی تحقیق اور اس کی حکمت

تحقیق۔ فرمایا کہ ایک بات میں لاکھوں کی بتلاتا
ہوں۔ وہ یہ کہ طبعی غم اور ہے اور کسبی غم اور طبعی غم کی مدت بہت کم ہے وہ تو خود بخود بہت
جلد زائل ہو جاتا ہے، ہاں کسبی غم جو خود سوچ سوچ کر پیدا کیا جاتا ہے اور تذکرہ کرکے بڑھایا
جاتا ہے وہ البتہ اشد ہے مگر اس کا حدوث بقاء اختیاری ہے، سوچنا موقوف کرو۔ تذکرہ
نہ کرو تو کسبی غم پاس بھی نہ آوے گا، رہا طبعی غم وہ البتہ غیر اختیاری ہے مگر وہ نہ تحمل سے باہر
ہے نہ اس کی مدت زیادہ ہے شریعت نے تو ان کی مدت بس تین روز رکھی ہے چنانچہ
تعزیت حاضرین بلد کی تین دن کے بعد ناجائز ہے، پھر اس کی حکمت میں غور کیا جاوے
تو معلوم ہوگا کہ حق تعالیٰ نے یہ غم بھی محض رحمت کی وجہ سے دیا ہے، یعنی ایک دولت دینا
چاہتے ہیں جس کا آلہ غم کو بنایا ہے، غم کی حکمت یہ ہے کہ انسان متمدن ہے اور تمدن موقوف
ہے ہمدردی پر اور ہمدردی موقوف ہے رقت قلب پر، پس رقت کو تازہ کرنے کے لئے
بعض دفعہ اسباب رقت یعنی غم وغیرہ نازل ہوتے ہیں۔ اگر اس کی تجدید نہ کی جاوے تو
یہ قوت بالکل معطل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اطباء نے تصریح کی ہے جس قوت سے کام نہ

ایا جاوے وہ بے کار ہو جاتی ہے۔ بہر حال غم کی حکمت یہ ہے کہ اس سے قلب کی رقت، وصفت رحمت تازہ ہو جاتی ہے، اور یہ بڑی دولت ہے جو دین میں بھی کارآمد ہے اور دنیا میں بھی۔

خوف اور حزن کے رفع کا طریقہ

تحقیق۔ خوف اور حزن رفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا تذکرہ نہ کرے اس کا سبق روزمرہ نہ پڑھا کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنے ذہن کو اس کی طرف سے ہٹانے کی کوشش کرے اور کسی بات کی طرف لگائے۔

خلق رذیل کی حد

تحقیق۔ اگر کسی میں خُلق رذیل ہو مگر اس سے معصیت نہ ہو تو وہ خلق رذیل ہی نہیں۔

غم کے مضر ہونے کی وجہ

تحقیق۔ غم فی نفسہٖ مذموم یا مضر ہوتا تو حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے غم تجویز نہ ہوتا، پس غم فی نفسہٖ مضر نہیں، بلکہ مفضی الی اخلال الدین کی وجہ سے مضر ہے، علاوہ اس کے غم سے دنیا کا ضرر بہت ہوتا ہے۔ جیسے ضعف یا مرض۔

غم کی حکمت

تحقیق۔ بڑی حکمت غم کی یہ ہے کہ غم سے شکستگی کی شان پیدا ہوتی ہے جس سے تکبر و غرور وغیرہ کا علاج ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت حکمتیں ہیں۔

بچہ کے مرنے پر کیا دستور العمل ہونا چاہیئے

تحقیق۔ جب کسی کا بچہ مر جاوے تو بجائے اس کے کہ یہ سوچیں کہ ہائے وہ بچہ میرے پاس کھیلتا تھا، مجھے لپٹتا تھا۔ اب میری گود سے الگ ہو گیا نہ معلوم کس حال میں ہو گا نہ معلوم کس نے پیٹا ہو گا۔ بلکہ اسباب تسلی کو سوچا کریں مثلاً یہی کہ حق تعالیٰ کے افعال حکمت سے خالی نہیں ہوتے اس میں ضرور حکمت ہے، اور یہ کہ موت مسلمان کیلئے باعث راحت ہے بہر حال وغیرہ وغیرہ لوگوں کو اولاد کے بڑے ہونے کی خوشی محض اسلئے ہوتی ہے کہ ان کا نفس یوں ہی چاہتا ہے، ورنہ ان کو کیا خبر کہ بڑے ہو کر باعث راحت والدین ہو گا یا وبال جان ہو گا۔ والدین کو آخرت میں کچھ نفع دے گا یا خود ہی سہارے کا محتاج ہو گا، بچپن میں مرنے والے بچے بہت زیادہ کارآمد ہیں۔ ان میں یہ احتمال ہی نہیں کہ

دیکھئے آخرت میں یہ خود کس حال میں ہو کیونکہ غیر مکلف تو یقیناً مغفور لہ ہے وہ آخرت میں والدین کے بہت کام آوے گا۔ اپنے والدین کی بخشائش اور دخول جنت کے لئے حق تعالیٰ سے جھگڑے گا۔ جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے۔ چنانچہ حکم ہوگا۔ یا ایھا الطفل المراغم ربہ ادخل ابویک الجنۃ پس اولاد اللہ کی امانت ہے اس کو جب وہ لینا چاہیں خوش ہو کر خدا کے حوالہ کر دو۔ ان کو اپنی چیز نہ سمجھو، پریشانی کی بنا یہی ہے کہ تم ان کو اپنی چیز سمجھتے ہو اور سمجھ کر ان کے متعلق تجویزیں کرتے ہو۔

فراق اختیاری کے آثار کا حکم حال۔ حضرت والا یہاں آکر ایک نفع تو محسوس ہوا کہ ظاہری فراق نے دل کو تڑپا دیا، اب میں ہوں اور حضرت کی یاد، اور حضرت کی ہر ہر چیز کی محبت ہر وابستہ کی محبت و عظمت یہ سوچ کر کہ ان کی آنکھیں حضرت کے دیدار سے مشرف ہیں ہر وابستہ درگاہ کو اپنے سے ہزار درجہ اچھا سمجھتا ہوں، اور سب کی محبت دل میں پاتا ہوں۔

تحقیق۔ اگر یہ فراق غیر اختیاری ہوتا تو یہ آثار حکمت تھے مگر فراق اختیاری میں ان آثار کا تخیل اپنے فعل میں دعویٰ حکمت کا ہے جو خود خلاف حکمت ہے۔

غیر کا خطور قلب میں ناممکن ہونے کی تمنا حال۔ حضرت والا ایک چیز کی عرصہ سے طلب ہے مگر وہ ہاتھ نہیں آتی۔ وہ یہ کہ ذکر حق قلب میں ایسا پیوستہ ہو جاوے کہ بھولنے کی کوشش بھی کروں تو بھول نہ سکوں اور غیر کا خطور قلب میں ناممکن ہو جاوے۔

تحقیق۔ یہ تو مجھ کو بھی نصیب نہیں نہ جی چاہتا ہے، کیونکہ اس صورت میں مختار نہ رہوں گا مضطر ہو جاؤں گا۔

علوم مکاشفہ کا درجہ تحقیق۔ علوم مکاشفہ سب ایسے ہی ہیں جو قرب میں دخیل نہیں، مثلاً وحدۃ الوجود یا تجدد امثال کہ ان کو قرب کے اندر کچھ دخل نہیں، گو ان کے اثر سے کسی ایسے عمل کی نوبت آجاوے کہ جس کو قرب میں دخل ہو، جیسے وحدۃ الوجود کے غلبہ سے انقطاع عن الخلق میں قوت ہو جاوے، مگر فی نفسہٖ خود ان کو قرب میں دخل نہیں۔

کرامت کا رتبہ تحقیق۔ کرامت کا مرتبہ ذکر لسانی سے بھی گھٹا ہوا ہے۔ اور

وجہ اس کی ظاہر ہے کہ ذکر سے کچھ تو قرب ہوتا ہے اگر توجہ سے بھی نہ ہو، اور کرامت سے کچھ قرب نہیں ہوتا بلکہ خود وہ قرب سے ناشی ہے قرب اس سے ناشی نہیں تو غایت ما فی الباب وہ قرب کی علامت ہے بشرطیکہ وہ کرامت بھی ہو۔

مجاہدہ ثانیہ کے آثار

حال۔ معصیتوں کا تقاضا بالکل پہلا جیسا ہونے لگا، حیران ہوں کہ عرصہ کا نفس مضمحل شدہ پھر دوبارہ اسی شدت و جوش و ہیجان کے ساتھ تقاضا کرنے لگا۔

تحقیق۔ اکثر اہل طریق کو یہی حالت پیش آتی ہے کچھ گھبرانے کی بات نہیں اس وقت نفس کا جو مقابلہ کیا جاتا ہے وہ مجاہدہ ثانیہ کہلاتا ہے، اور اس مجاہدہ کا اثر ان شاء اللہ تعالیٰ راسخ ہوگا، اور شاذ و نادر کسی امر طبعی کا تقاضا یہ منافی رسوخ کے نہیں۔ اس تغیر و تبدل کی مثال حسیات میں ایسی ہے جیسے شب کے آخر میں تاریکی کے بعد ایک نور ہوتا ہے، جس کو صبح کاذب کہتے ہیں، ناواقف خوش ہوتا ہے کہ تاریکی گئی، پھر دفعتاً وہ نور زائل ہو جاتا ہے اور تاریکی چھا جاتی ہے مگر تھوڑی دیر میں پھر دوسرا نور آتا ہے، جس کو صبح صادق کہتے ہیں وہ فائح بلکہ ترقی پذیر ہوتا ہے۔

طبعی امور قابل التفات نہیں

تحقیق۔ طبعی امور کے نہ ابقا کا اہتمام چاہیے نہ ازالہ کی تدبیر بس التفات ہی نہ کیا جاوے۔

امور غیر اختیاری کا حکم

تحقیق۔ جو امر بندہ کے اختیار میں نہ ہو اس کا بہ پہلو خیر ہے نہ اس کے درپے ہو نہ اس کو علامت مقبولیت یا مردودیت کی سمجھے۔

مسائل میں خواب کا حکم

تحقیق۔ خواب پر اعتماد کرنا مسائل میں جائز نہیں۔

اعمال صالحہ کے فوت کا غم سالک کو بہت نہ چاہیے

تحقیق اعمال صالحہ کے فوت ہونے کا عوام تو جس قدر چاہیں قلق کریں ان کو تو مفید ہے۔ اور سالکین اس کا بھی زیادہ غم نہ کریں بلکہ تھوڑی دیر تک رنج کر لیں۔ پھر جی بھر کے توبہ کر لیں اور اپنے کام میں لگیں ماضی کی فکر میں نہ پڑیں کہ ہائے یہ کام کیوں فوت ہوا یہ خطا کیوں ہوئی، ہر وقت اس کا

شغل رکھنا سالک کو مضر ہے، کیونکہ یہ فکر تعلق مع اللہ میں حجاب ہو جاتا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ تعلق مع اللہ بڑھتا ہے نشاط قلب سے اور یہ قلق نشاط کو کم کر دیتا ہے۔ لیکن تھوڑی دیر تک قلق کرنا چاہیے اور خوب رونا دھونا چاہیے، تاکہ نفس کو کوتاہی کی سزا تو ملے پھر اچھی طرح استغفار کر کے اس سے التفات قطع کرے۔ آج کل زیادہ قلق کرنے میں ایک اور بھی نقصان ہے وہ یہ کہ قلوب اس وقت بے حد ضعیف ہیں زیادہ قلق سے ان کا ضعف بڑھ جاتا ہے۔ جس سے بعض اوقات تعطل کی نوبت آجاتی ہے۔

عدم مطلوبیت ترقی غم

تحقیق۔ عارف قصداً جلب غم نہیں کرتا بلا قصد کے اگر غم پہنچ جاوے تو وہ اس کو لذائذ سے بڑھ کر قبول کرتا ہے، کیونکہ نصوص و اشارات نصوص سے سمجھتے ہیں کہ غم بڑھانا یا طلب کرنا شرعاً مطلوب نہیں، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ حدیث میں ہے کہ من شاق شاق اللہ علیہ، نیز اللہ تعالیٰ نے الذین اذا اصابتھم مصیبۃ الخ میں تقلیل غم و تسہیل حزن کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ ان کو یہ مطلوب نہیں کہ غم بڑھایا جاوے، بلکہ اس کا کم کرنا مطلوب ہے۔

رنج کی دو قسمیں اور ان کا حکم

تحقیق۔ رنج کی دو قسمیں ہیں۔ ایک رنج طبعی، ایک رنج عقلی۔ سو رنج طبعی منقص ثواب نہیں بلکہ مکمل ثواب ہے، چنانچہ اولاد کے مرنے پر جو رنج طبعی ہوتا ہے اس پر ثواب کا وعدہ ہے، ہاں عقلی رنج منقص ثواب ہے، سو عشاق کو عقلی رنج نہیں ہوا کرتا، عشق کے آگے عقل بیچاری کیا چل سکتی ہے۔ ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت　　ہر چہ جز معشوق باشد جملہ سوخت

نصف سلوک

تحقیق۔ غیر اختیاری امور کے درپے نہ ہو، اور اختیاری میں کوتاہی نہ کرے، یہ نصف سلوک ہے۔

اعمال اختیاریہ ہی سے کیفیات پیدا ہوتی ہیں

تحقیق۔ کیفیات اعمال اختیاریہ سے حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ عمل اختیاری کو کیفیات کے قصد سے نہ کرے۔

وعدہ اجر کا مصیبت غیر اختیاریہ پر ہے

تحقیق۔ وعدہ اجر کا ہر

مصیبت پر نہیں صرف مصیبت غیر اختیاریہ پر ہے، رد عمل مصیبت اختیاریہ ہے، جیسے خودکشی مصیبت ہے مگر اس پر بجائے اجر کے عقوبت ہوگی، کیونکہ یہ مصیبت مکتسبہ ہے اسی طرح کسی عمل کا قبول نہ ہونا کسی اختیاری کوتاہی کے سبب ہے۔

اعمال و احوال کی مثال

تحقیق۔ عاقل وہ ہے جو درختوں کی خدمت کرے ان کی نگہداشت کرے، گھاس کا کیا ہے۔ وہ تو خودرو ہے۔ اپنے آپ ہی پیدا ہو جاوے گی، پس سمجھ لو کہ اعمال کی مثال درختوں جیسی ہے، اور احوال واسرار کی مثال گھاس کی سی ہے۔

اہل اللہ کے تمام شہوات ولذات سے الگ رہنے کا راز

تحقیق۔ آخر کوئی تو بات ہے، جس نے اہل اللہ کو تمام لذات وشہوات سے الگ کر دیا جن چیزوں کے لئے عوام مرتے پھرتے ہیں، وہ ان سے بالکل بیزار اور مستغنی ہیں نہ ان کو طلب مال کی ہے نہ لباس کی فکر ہے، نہ عزت وجاہ کی خواہش ہے، کوئی تو آگ ان کے سینہ میں ہے جو پاس بیٹھنے والوں کو بھی بے قرار کر دیتی ہے، یہ خود اس کی دلیل ہے کہ ان کے پاس یقیناً وہ حقائق ہیں جن کی مخلوق کو خبر نہیں۔

کشف کی تحقیق

تحقیق۔ علوم کشفیہ کا مطالعہ مضر ہے نہ ان کا کبھی مطالعہ کرے نہ ان کے تحقیق کے درپے ہو، ہاں اجمالاً اہل کشف کی بزرگی کا معتقد رہے اور اجمالاً ان کی تصدیق بھی کرے، کشف صحیح بھی باوجود امن عن التلبیس کے حجت شرعیہ اس کو لازم نہیں، نہ خود صاحب کشف پر حجت نہ دوسروں پر جیسے چاند کو ہم آفتاب سے چھوٹا دیکھتے ہیں، مگر شرعاً یہ ابصار حجت نہیں نہ اس پر اعتقاد رکھنا واجب نہ ان کے خلاف کا اعتقاد حرام علوم کشفیہ کو تصوف سے کوئی تعلق نہیں، نیز قرب حق کا مدار معاملہ پر ہے نہ کہ علوم کشفیہ پر۔

دنیا میں پریشانی کے انقطاع سے تو مایوس ہی رہنا چاہئے

تحقیق۔ پریشانی کے رفع ہونے سے تو امید ہی منقطع کر لینی چاہئے، کیونکہ آپ تو پریشانی کے لئے پیدا ہوئے ہیں، یہ تو جنت ہی میں پہنچ کر ختم ہوگی۔

تحقیق اس کشف کی کہ جنت میں بھی ارنی ارنی اہل عشق پکارینگے

تحقیق۔ ایک عاشق کا قول کشفی ہے۔ ان فی الجنان جنۃ لیس فیہا حور ولا قصور ولٰکن فیہا ارنی ارنی۔ گو کشف حجت شرعیہ نہیں، مگر ان صاحب کشف نے جو دلیل بیان کی ہے، اس دلیل سے شبہہ صحت کشف کا ہو سکتا ہے، وہ دلیل یہ ہے کہ حسن و جمال حق حقیقۃً بے نہایت و غایت ہے تو اس کا عشق بھی لاتقف عند حد ضرور ہوگا۔ اس لئے بے چینی و پریشانی ایسے عشق کے لیے لازم ہے، کیونکہ عاشقان مجازی کو تو وصال محبوب سے اس لیے چین آجاتا ہے کہ ان کے محبوب کا حسن متناہی ہے وصال کے بعد جی بھر کے اس سے متمتع ہو گئے اور سکون ہو گیا اور جس کے محبوب کا حسن بے غایت ہو اس سے تو جتنا متمتع ہوگا، اور نیا درجہ حسن کا ظاہر ہوگا۔ پھر چین و سکون کیسے ہو سکتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ عشق محبوب حقیقی اور دنیا میں تو اس لئے لاتقف عند حد ہے کہ یہاں اس کی استعداد کے تمام افراد کا تقاضا پورا نہیں کیا گیا، اور جنت میں ہر فرد کے استعداد پورا ہو جاوے گا، چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وقالوا الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیہا نصب ولا یمسنا فیہا لغوب۔ اگر جنت میں بھی پریشانی رہی تو ایسے عشق کو لے کر کیا کریں گے، پس اس تقریر سے حسن حق کا محدود ہونا لازم نہیں آتا بلکہ استعداد طالب کا متناہی ہونا لازم آیا جنت میں جس سے بالکل سکون ہو جاوے گا۔

جو کیفیت معصیت کے ساتھ ہو مردود ہے

تحقیق۔ اہل باطل جو بیوی سے علیحدہ رہتے ہیں اس کا منشا یہ ہے کہ بیوی کے اختلاط سے یکسوئی وغیرہ کی کیفیت میں خلل نہ آجاوے حالانکہ جو کیفیت معصیت کے ساتھ بھی مجتمع رہی، ایسی کیفیت خود مردود ہے۔

کیفیت محمودہ و مذمومہ کی تعریف

تحقیق۔ بعض کیفیات محمودہ و مذمومہ میں تشابہ ہے ان میں امتیاز کا معیار یہ ہے کہ جو کیفیت کسی گناہ کا مقدمہ ہو جاوے وہ مذموم ہے ورنہ محمود ہے یعنی محمودہ کیفیت ہے جس سے طاعت میں ترقی اور گناہ میں کمی ہو، اگر یہ معیار سامنے نہ ہو تو پھر کیفیات

تو جوگیوں کو بھی نصیب ہو جاتی ہے، کیا ان کو بھی صوفی اور ولی کہو گے۔

کیفیات کے مقصود نہ ہونے کی دلیل

تحقیق۔ دین میں مقصود وہ ہوتا ہے جو بدون تحصیل کے حاصل نہ ہو، جس کا حصول صرف اختیار پر موقوف ہو، اور قرآن میں منصوص ہے کہ بعضے احوال جیسے کشف مرتے ہی سب کو خود بخود حاصل ہو جاویں گے یہاں تک کہ کفار کو بھی چنانچہ ارشاد ہے۔ وبدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون۔ فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔ اسمع بھم وابصر۔

صحت وارد کی شرط موافقت شریعت ہے

تحقیق۔ کسی حال یا کسی وارد کو صحیح مت سمجھو، جب تک وہ شریعت کے موافق نہ ہو۔

نسیان کا منشا کبھی تصرف شیطان ہے اور کبھی ضعف دماغ

تحقیق۔ توجہ قلب از بس دشوار ہے خصوصاً جبکہ اعضاء ظاہرہ کو سکون ہو تو اس وقت قلب کو حرکت زیادہ ہوتی ہے۔ اور سب کے عوض وہی کام میں لگ جاتا ہے، یہی وجہ ہے نماز میں دنیا بھر کی باتیں یاد آجاتی ہیں، امام ابو حنیفہؒ نے اسی قاعدہ سے ایک شخص کو بھولا ہوا دفینہ یاد کرنے کا طریقہ یہ بتلایا کہ آج رات بھر نماز پڑھنے کا قصد کر لو۔ کیونکہ شیطان کو یہ گوارا نہ ہوگا کہ اس کو رات بھر نماز پڑھنے دے۔ اس لئے جلد یاد دلا دے گا۔ یہ علاج اس وقت ہے جبکہ نسیان کا منشا تصرف شیطانی ہو نہ کہ ضعف دماغ۔

سالک کے حالات مختلفہ

تحقیق۔ سالک کے حالات مختلف ہوتے ہیں کسی وقت کلام لفظی کی تجلی کا غلبہ ہوتا ہے تو زیادہ تر الفاظ قرآن اور اس کی فصاحت اور بلاغت سے ہوتا ہے، اور کسی وقت کلام نفسی کی تجلی کا غلبہ ہوتا ہے تو معانی سے تاثر محسوس ہوتا ہے۔ یہ سب نمود و سائط تربیت ہیں۔

ثمرہ کا قصد نہ چاہئے

تحقیق۔ ثمرہ چونکہ غیر اختیاری ہے، اس لئے کبھی اس کا قصد ہی نہ کرے، بلکہ کام کئے جاوے، البتہ ثمرہ

کے حصول کے واسطے دعا کرے، دعا کی ضرورت اس واسطے ہے کہ ثمرہ کی بھی حاجت ہے، اور حاجت کے لئے دعا موضوع ہے۔

خطا ونسیان پر دنیوی مواخذہ ممکن ہے

تحقیق۔ خطا ونسیان فی نفسہٖ تو قابل مواخذہ نہیں، کیونکہ گو وہ اختیار عبد سے باہر معلوم ہوتے ہیں مگر در حقیقت ان کے مقدمات اختیاری ہیں یعنی یہ کہ اگر یہ شخص توجہ تام کرتا تو پھر اس خطا ونسیان کا صدور نہ ہوتا، اسی لئے خطا ونسیان پر گو مواخذہ اخروی نہ ہو لیکن دنیوی مواخذہ ممکن ہے

اگر سعی پر بھی کامیابی نہ ہو تو قلق نہ کرنا چاہیے

تحقیق۔ اگر سعی پر بھی کامیابی نہ ہو تو پھر اس قلق میں نہ پڑے کہ ہائے کیا ہوا، اور آئندہ کیسے ہوگا۔ ؏

ماضی و مستقبلت پردۂ خدا است

سالکین کی پریشانی کا راز

تحقیق۔ سالکین کی زیادہ پریشانی کا راز یہ ہے کہ وہ غیر مقاصد کے درپے ہوتے ہیں۔

نفرت طبعی میں تفاوت کبر نہیں

حال۔ دوسروں کے خلاف شرع امور سے تو سخت نفرت ہوتی ہے لیکن اپنے نفس سے باوجود ارتکاب خلاف شرع امور کے اتنی نفرت نہیں، گیا یہ کبر ہے۔

تحقیق۔ نفرت میں تفاوت ہونا کبر نہیں۔ نفرت اعتقادی تو دونوں جگہ یکساں ہے، اور عبد اسی کا مامور ہے اور یہ تفاوت نفرت طبعی میں ہے، جیسے انسان کو اپنے پائخانہ سے نفرت کم ہوتی ہے اور دوسرے کے پائخانہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور راز اس تفاوت کا تفاوت فی المحبت ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کو اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت غیر کے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ماں کو اپنے بچہ کے پائخانہ سے اتنی نفرت نہیں .... ہوتی جیسا غیر محبوب کے پائخانہ سے تو اس کا کبر سے کوئی تعلق نہیں۔

ہمیشہ رہنے کی چیز عقل اور ایمان ہے

تحقیق۔ کسی حالت کا طاری ہونا اور چندے جاری رہنا یہ

بھی بہت غنیمت ہے ورنہ ہمیشہ رہنے کی چیز تو عقل اور ایمان ہے۔ باقی سب میں آمد رفت رہتی ہے۔

خواب کو قرب یا بعد میں دخل نہیں تحقیق۔ خواب موثر تو ہوتا نہیں (کہ قرب یا بعد میں اس کو دخل ہو۔) البتہ اگر واقعی خواب ہو تو اثر (یعنی کسی فعل نیک و بد کا) ہو سکتا ہے۔ اور ہم جیسوں کا خواب خواب ہی نہیں ہوتے۔ اس لیے نہ وہ موثر ہیں نہ اثر۔ اس لئے وہ اصلا قابل التفات نہیں۔

خوابات کا درجہ تحقیق۔ خوابات حجت شرعیہ نہیں اور نہ قطعی ہیں، جن کی بناء پر کسی سے مناظرہ کیا جاوے، مگر رویا صالحہ بنص حدیث مبشرات میں سے ہیں، جن کی خاصیت طبعاً تسلی و فرحت ہے (اور دلائل شرعیہ کے ساتھ موافق ہونے سے ان کے صدق کا پہلو راجح ہو جاتا ہے)۔

کسی کے انتقال پر ایک قطرہ اشک بھی نہ آنے کی وجہ حال۔ بیوی کا انتقال ہوا لیکن مجھے بخدا ایک قطرہ اشک کا نہ آیا۔ حالانکہ سب اہل و عیال روتے تھے۔

تحقیق۔ اس کی وجہ اختلاف ہے طبائع کا بعض پر عقلیت کا رنگ طبیعت پر غالب ہوتا ہے۔ اس وقت ایسے آثار کم ہوتے ہیں۔ اور یہ کچھ نقص نہیں، مطلوب بکا قلب ہے نہ بکا عین۔ ورنہ یہ ارشاد نہ ہوتا۔ فان لم تبکوا فتباکوا بلکہ تبکوا پر کوئی ملامت ہوتی۔

تکرار سہو حال۔ پنجوقتہ نماز میں بالخصوص فرض دو تر میں بہت سہو ہوتا ہے غرضیکہ ایک ایک نماز کو مکرر سکرر پڑھتا ہوں، سجدہ سہو کی تلافی سے کبھی جی نہیں خوش ہوتا، اور نفس پر بھی گراں ہوتی ہے۔

تحقیق۔ معلوم ہوتا ہے کہ سہو سے حزن ہوتا ہے اور اس حزن سے خوف اور وہم غالب ہو جاتا ہے۔ اور اس کے غلبہ سے سہو ہونے لگتا ہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ آپ محزون نہ ہوا کریں، بلکہ اپنے دل کو قوی اور بے فکر رکھیں کہ اگر سہو ہو بھی گیا تو مسائل فقہیہ کے موافق عمل کرنے سے نماز ٹھیک ہو جاوے گی پھر کا ہے کا غم۔

کیفیات وجدیہ کے لئے دعا و تفویض چاہیے

تحقیق۔ حضور زائد اور کیفیات وجدیہ اور شوق و ذوق کے لئے دعا تو کرو مگر دعا کے بعد ان کے منتظر بن کر نہ بیٹھو بلکہ اپنے کو خدا کے سپرد کردو کہ ہمارے لئے جو بہتر ہوگا ہو کر رہے گا، خواہ حصول ہو یا عدم حصول۔

حجب نورانیہ حجب ظلمانیہ سے اشد ہیں اور اس کی وجہ

تحقیق۔ اسرار و ذوقیات کے نعمت ہونے میں شک نہیں۔ اگر بدون طلب کے حاصل ہو جاویں تو شکر کرنا چاہیے مگر چونکہ یہ خود مقصود و مطلوب نہیں ہیں، اس لئے ان کے درپے نہ ہونا چاہیے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ ذوق و شوق و انس وغیرہ حجب نورانیہ ہیں اور حجب نورانیہ حجب ظلمانیہ سے اشد ہیں، کیونکہ حجب ظلمانیہ کی طرف سالک متوجہ نہیں ہوتا، ان کو تو دفع کرنا چاہتا ہے اور حجب نورانیہ کی طرف متوجہ ہو جاتا اور التفات کرنے لگتا ہے۔ جس کی وجہ سے توجہ مقصود اصلی سے ہٹ جاتی ہے۔

کراہت موت طبعی ہے اس لئے مذموم نہیں

حال۔ مرنے سے قلب گھبراتا ہے۔

تحقیق۔ حدیث میں حضرت عائشہ کا قول کلنا یکرہ الموت۔ اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکیر نہ فرمانا مصرح ہے، پس اس میں مذموم ہونے کا احتمال بھی نہیں، یہ کراہت امر طبعی ہے۔

ممانعت تمنی فضائل وہبیہ

تحقیق۔ لا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض (اے من الامور الغیر الاختیاریہ) للرجال نصیب مما اکتسبوا (من الامور الاختیاریہ) وللنساء نصیب مما اکتسبن (مثل ماذکرنا فاجتھدوا فی المکتوبات ولا تتمنوا الموھوبات. واسئلوا اللہ من فضلہ (اے لا باس بالدعاء للموھوبات فشتان ما بین التمنی والدعاء لا لکن بشرط ان لا یکون مالمعز بہ سنۃ اللہ) ان اللہ بکل شیء علیما (من الاستعداد لما سال عبدہ وفیہ اشارۃ الی النھی من التضجر عن اجابۃ الدعاء والی الامر بالرضا بما وقع ومعتقد الحکمۃ فیہ)

وصول اور ایصال دونوں غیر اختیاری ہیں

تحقیق۔ وصول اور ایصال کا قصد کرنا زمانہ، طلب میں غلطی ہے، کیونکہ قصد اس شے کا ہو سکتا ہے، جس میں قصد اور اختیار کو دخل ہو، اور وصول اور صلاحیت ایصال دونوں تمہارے اختیار سے باہر ہیں۔ ؎

کار خود کن کار بیگانہ مکن۔

کام کے وقت مقصود پر نظر نہ کرو بلکہ کام پر نظر رکھو۔

اہل کیفیات اور اہل استقامت میں کون متخلق باخلاق اللہ زیادہ ہیں

تحقیق۔ سالکین جن احوال اور کیفیات کے فقدان سے پریشان ہوتے ہیں۔ ان کا فقدان کوئی نقص نہیں بلکہ کمال یہی ہے کہ بدون غلبہ احوال کے استقامت حاصل ہو۔ اس کی حقیقت سمجھنے کے لئے دو مقدمے کے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ تمام سلوک کا مقصد حضرت حق میں فنا ہے یعنی اپنی صفات کو صفات حق میں فنا کر دینا۔ اور متخلق باخلاق اللہ ہونا۔ ہماری صفات کے دو درجے ہیں، ایک مبدا، ایک منتہا مبدا انفعال ہوتا ہے مثلاً ہمارے اندر رحمت و شفقت کا مادہ ہے تو اس کا ایک مبدا ہے ایک منتہا ہے، مبدا یہ کہ کسی کی حالت اور مصیبت کو دیکھ کر دل دکھتا ہے یہ انفعال و تاثر ہے اور دل دکھنے کے بعد ہم نے اس شخص کے ساتھ جو ہمدردی کی اس کی اعانت کی یہ منتہا ہے اور فعل ہے، اور یہی مقصود ہے صفت رحمت سے، اسی طرح خوف میں مبدا وہی تاثر و انفعال ہے کہ خدا کی عظمت و جلال کے خیال سے دل پر اثر ہوا، رقت طاری ہوئی اور یہ منتہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے رک گئے یہ فعل ہے اور یہی مقصود ہے، اسی طرح محبت کا مبدا، یہ ہے کہ دل میں عشق کی دھن پیدا ہو، اور محبوب کے خیال میں محو ہو جائے یہ انفعال و تاثر ہے اور منتہا یہ ہے کہ محبوب کی رضا جوئی اور خوشنودی کی طلب میں لگ جاوے، اللہ تعالیٰ تاثر و انفعال سے پاک ہے اس لئے حق تعالیٰ کی صفات میں مبادی نہیں ہوتے بلکہ غایات اور منتہا ہی ہوتے ہیں، پس جس شخص کے اوپر خوف و محبت کی کیفیت غالب نہ ہو مگر استقامت افعال کی حاصل ہو کہ معاصی سے پوری طرح بچنے والا اور طاعت کا بجالانے والا ہو تو اس میں صفات کے مبادی نہیں پائے گئے بلکہ صرف

غایات پائے گئے اور یہ شخص متخلق باخلاق اللہ ہے، اور جس پر ان کیفیات کا غلبہ ہو اس میں اول مبادی پھر غایات پائے گئے تو یہ شخص اس درجہ کا متخلق باخلاق اللہ نہیں ہے پس اول تو کامل ہے اور دوسرا اس درجہ کا کامل نہیں ہے۔

وارد موافق شرع بشارت ہے

تحقیق۔ اگر کوئی وارد موافق شرع ہو تو وہ وسوسہ نہیں بلکہ بشارت ہے۔

اعتکاف کی حالت میں دل کا گھر میں رہنا مضر نہیں، ہاں بلا ضرورت رکھنا مضر ہے

تحقیق۔ اعتکاف کی حالت میں دل کے گھر میں رہنے کا تو کچھ ڈر نہیں، کیونکہ غیر اختیاری ہے، ہاں رکھنا نہ چاہیئے کیونکہ یہ اختیاری ہے، اور وہ بھی جبکہ بلا ضرورت ہو، اور ضرورت سے تو بعض اوقات رکھنے کا حکم ہے یعنی انتظام حقوق واجبہ یا مستحبات کے لئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو معراج میں کہ "اعلیٰ مقام ہے قرب کا" اپنا دل امت میں رکھا تھا اور ان کے مصالح کا اہتمام فرمایا تھا۔

معاصی کے ساتھ کیفیات نفسانیہ کا بقا دلیل مقبولیت نہیں

تحقیق۔ بعض اوقات معاصی کے ساتھ بھی بعضے احوال نفسانیہ باقی رہتے ہیں، جیسے وجد و استغراق، شوق و شگفتگی اور حیرت اور اس قسم کے اور کیفیت تو ان کے بقاء سے دھوکہ میں نہ آوے کہ میں ایسا مقبول ہوں کہ معصیت سے بھی مقبولیت میں خلل نہیں پڑا، کیونکہ یہ سب کیفیات دنیا ہیں دین نہیں۔ اور دنیا کا عطا ہوتے رہنا علامات مقبولیت سے نہیں، ان احوال کا نسبت سے کوئی تعلق نہیں اور نسبت معاصی کے ساتھ باقی نہیں رہتی، یہ احوال محض کیفیات نفسانیہ طبعیہ ہیں، جیسے فرح و سرور کیفیات طبعیہ ہیں، حاصل یہ کہ یہ احوال اپنی ذات میں دینی امور نہیں ہیں بلکہ دنیوی امور ہیں، البتہ بعض اوقات دین میں معاون ہو جاتے ہیں اور اس معین ہو جانے سے ان کا دین کا جزو ہونا لازم نہیں آتا۔

مطلوب عقلی گریہ ہے، طبعی گریہ نہ ہونا محرومی نہیں

تحقیق۔ بعض سالکین جو تربیت میں مختلف

لوگوں کے حالات غلبہ خوف و بکار کو دیکھ کر افسوس کیا کرتے ہیں کہ ہم کو ایسے حالات نہیں ہوتے وہ سُن لیں کہ یہ طبعی گریہ ہے جو بعض کو پیش آتا ہے، اور یہ مطلوب نہیں، مطلوب عقلی گریہ ہے اور وہ تم کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ نہ رونے پر افسوس ہونا یہ خود گریہ ہے، پس میں افسوس کو تو منع نہیں کرتا بلکہ اس افسوس سے اپنی محرومی کے اعتقاد کو منع کرتا ہوں کہ تم اپنے کو محروم نہ سمجھو بلکہ شکر کرو کہ عقلی گریہ تم کو حاصل ہے جو مطلوب ہے۔

حالت غیر اختیاری کو غنیمت سمجھنا چاہیے تحقیق۔ جو حالت غیر اختیاری اللہ تعالیٰ عطا فرما دیں اسی کو اپنے لیے غنیمت جانے اور اپنی خواہش سے کسی پسندیدہ حالت کی تمنا نہ کرے۔

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش ۔ کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطافت

جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں تحقیق، حدیث میں ہے کہ جب جہاد میں مومن کا قلب کانپنے لگے مگر جہاد کو ترک نہ کرے تو اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے کھجور کی شاخ خشک ہو کر جھڑ جاتی ہے۔ اس بزدلی پر بھی اجر ملنے سے معلوم ہوا کہ جو چیز اختیار کے تحت میں داخل نہ ہو وہ مذموم نہیں۔

طبعی رنج و غم کے فوائد تحقیق۔ رنج و غم کو اخلاق کے درست کرنے میں بہت دخل ہے اس سے نفس کی اصلاح ایک بڑے درجہ میں بخوبی ہوتی ہے نیز آخرت کی طرف توجہ بڑھ جاتی ہے اور دنیا سے دل تنگ ہو جاتا ہے، انھیں حکمتوں سے کاملین کو بھی ایسے واقعات سے رنج ہوتا ہے مگر عقلی رنج نہیں ہوتا۔

حزن طبعی کا علاج تحقیق۔ حزن طبعی کا حدوث غیر اختیاری مگر تدبیر و علاج سے اس میں تقلیل ہو سکتی ہے۔ اور وہ علاج یہ ہے کہ طبیعت کو دوسری چیز کی طرف متوجہ کرے، یہ عام قاعدہ ہے کہ دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونے سے پہلی چیز کمزور ہو جاتی ہے اور بعض امور کو تو بعض کے ازالہ یا تضعیف میں خاص دخل ہوتا ہے مثلاً غم کی حالت میں بشارت کو یاد کرنا ازالۂ غم میں بہت مفید ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اول تو عقلی حزن و خوف سے منع فرمایا۔ لا تخافی ولا تحزنی (یعنی اس غم کو لے کر بیٹھ مت جانا سوچ سوچ کر قصداً یاد کر کے زبان سے تذکرہ مت کرنا

رہنا، ہاں طبعی حزن کا مضائقہ نہیں، پھر طبعی حزن وخوف کے ازالہ کی یہ تدبیر فرمائی کہ انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین کی بشارت سنائی۔

خوف و حزن کے دو درجے

تحقیق۔ خوف وحزن کے دو درجے ہیں ایک غیر اختیاری یہ خوف وحزن طبعی ہے۔ اور ایک اختیاری یہ خوف وحزن عقلی ہے۔ مثلاً طبعی حزن تو یہ ہے کہ ایک واقعہ رنجدہ ہوا، اور دل پر اُس سے چوٹ لگی بے قراری ہوئی، اور عقلی درجہ یہ ہے کہ اس غم کو لے کر بیٹھ جاوے اس میں غور و فکر کرتا رہے اور زبان سے تذکرہ کرتا رہے۔ اس طرح جو شخص غم لے کر بیٹھے گا تو غم پہلے سے زیادہ ہوگا۔

باب سوم

تہذیبات

حصہ اول

(اس باب کا حصہ اول متضمن ہے اخلاق رذیلہ کے ازالہ و تعدیل کے طرق کو اور حصہ دوم اخلاق حمیدہ کی تحصیل و تکمیل کے طرق کو)

رذیلہ کے اصلاح کی حد

تہذیب۔ سالک کو چاہیے کہ رذائل کی اصلاح شیخ سے ایک ایک کی کرائے۔ جب ایک رذیلہ کی مقاومت پر پوری قدرت ہو جاوے اور مادہ کا اضمحلال ہو جاوے تو دوسرے رذیلہ کا علاج شروع کرے اور اس رذیلہ کے ازالہ کا کبھی انتظار نہ کرے، کیونکہ یہ ناممکن ہے بلکہ اس مادہ کے وجود میں ہزار ہا حکمتیں ہیں۔

رذائل کے فطری ہونے کی دلیل

تہذیب۔ رذائل کے فطری ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچوں کو بھی

غصہ آتا ہے، اور محققین کا قول ہے کہ غضب کبر سے پیدا ہوتا ہے، پھر غضب سے غیبت پیدا ہوتی ہے، جب بچوں میں غصہ ہے تو معلوم ہوا کہ ان میں کبر بھی ہے۔ تو بچوں کے اندر ان امور کے ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ امور فطری ہیں۔

زوال رذائل سے مقصود اضمحلال ہے

تہذیب۔ زوال رذائل سے مقصود اضمحلال ہے اور اضمحلال کے معنی یہ ہیں کہ مجاہدہ کے بعد ان اخلاق رذیلہ کی مقاومت میں پہلی جیسی مشقت نہ رہے ورنہ مجاہدہ سے نہ حریص کی حرص زائل ہوتی ہے نہ بخیل کا بخل نہ متکبر کا کبر، ہاں اضمحلال ہو جاتا ہے جس کا ثمرہ یہ ہے کہ ان کے مقتضا پر عمل نہ ہو، کیونکہ عمل اختیاری ہے پس مقتضائے رذیلہ پر عمل نہ کرنا بھی بڑی کامیابی ہے اور مجاہدہ و ریاضت سے یہ بھی سہل و آسان ہو جاتا ہے۔

ریاضت اور مجاہدہ کا فرق

تہذیب۔ ایک درجہ تو ہے تقاضائے معصیت کا، اس کی مخالفت کرنا تو مجاہدہ ہے، اور ایک اس تقاضا کا منشاء ہے، خلق رذیلہ، اس کے ازالہ یعنی اضمحلال کو ریاضت کہتے ہیں۔

تجدید معالجہ کی ضرورت

تہذیب۔ مادہ کا استیصال جب تک نہ ہو تجدید معالجہ کی ضرورت رہے گی اور استیصال کی تدبیر نہیں موسمی بخار کا نسخہ پینے کے بعد کیا پھر آئندہ فصل میں بخار نہ ہوگا۔ وہ کونسی تدبیر ہے کہ صفرا ہی پیدا نہ ہو، اور اگر ایسا کیا جاوے گا تو بہت سے منافع جو صفرا سے متعلق ہیں وہ فوت ہو جاویں گے، اسی طرح مادہ شہوانی میں بہت منافع ہیں۔

تمام اخلاق رذیلہ کا علاج

تہذیب۔ تمام اخلاق رذیلہ کا علاج تامل و تحمل ہے یعنی جو کام کرے سوچ کر کرے، شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کیا کرے۔

اصلاح اعمال و باطن کا طریقہ

تہذیب۔ اعمال کی اصلاح اور باطن کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کے جذبات کی مخالفت کی جاوے۔ اور اس کو مشقت کا عادی بنایا جائے۔

مقامات سلوک کی تعریف

تہذیب۔ مقامات سلوک سے مراد اعمال باطنیہ ہیں یعنی خوف و رجاء، محبت و انس، توکل

ورضا، شکر و صبر وغیرہ جن کی تحصیل کا شریعت نے امر کیا ہے اور ہر مسلمان خصوصاً سالک ہمیشہ ان کے طے کرنے میں مشغول ہے کسی وقت توقف نہیں ہوتا، یہ دنیا کا سفر نہیں کہ ایک حد پر ختم ہو جاوے بلکہ اس سفر کی کہیں انتہا نہیں،

کمال یہ ہے کہ سب ملکات کامل ہوں

تہذیب۔ بعض ملکات کے کامل ہونے کا نام کمال نہیں بلکہ کمال یہ ہے کہ سب ملکات کامل ہوں۔

تمکین کا نام توسط و اعتدال ہے

تہذیب۔ تمکین کے بعد تمام اشیاء کے حقوق بخوبی ادا ہوتے رہتے ہیں، اسی تمکین کا نام توسط و اعتدال ہے، اسی توسط کی وجہ سے اس امت کا نام اُمتِ وسط ہے۔

حسن اخلاق کی بھی ایک حد ہے

تہذیب۔ حدیث میں ہے کہ جب تم سائل کو تین بار (عذر سمجھاکر) جواب دیدو اور وہ پھر بھی نہ جائے بلکہ لپٹ کر جم ہی جائے جس سے ایذا ہونے لگے، تو پھر اس کے جھڑک دینے میں کچھ ڈر نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ حسن اخلاق کی بھی ایک حد ہے اور بندہ اس کا مکلف نہیں کہ اس حد سے آگے ایذا کا تحمل کرے۔

ریاضت سے اصلاح اخلاق کے معنی

تہذیب۔ حدیث میں ہے کہ جب تم سنو کہ اپنی جگہ سے پہاڑ ٹل گیا تو تصدیق کر لو جب کوئی دلیل مکذب نہ ہو، اور جب تم کسی شخص کی نسبت سنو کہ اپنے اخلاق سے ہٹ گیا تو تصدیق مت کرو کیونکہ اس کا مکذب موجود ہے اور وہ مکذب یہ ہے کہ وہ پھر اسی حالت پر آجاوے گا جس پر پیدا کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ریاضت سے اخلاق جبلیہ زائل نہیں ہوتے، ہاں مضمحل ہو جاتے ہیں۔

عشق ناجائز و بدنگاہی

تہذیب۔ تحریر ذیل جواب ہے ایک مدرس کے خط کا جس کو ایک طالب علم سے محبت ہو گئی تھی اور اس کو دیکھنے کا سخت تقاضا رہتا تھا اور اس کے اسباق کو اپنے پاس سے الگ کرنا چاہتے تھے اور مہتمم مدرسہ سے درخواست کرنا چاہتے تھے کہ ضرورت بالا کی وجہ سے مدرسہ سے میرا ایک گھنٹہ کم کر دیا جاوے۔

عشق ناجائز کا علاج

جواب پیشہ تو ٹھہرا تعلیم کا اور اس میں سابقہ ٹھہرا ہمیشہ اطفال سے اور اطفال غیر متناہی بمعنی لاتقف عند حد سو اگر ایک کی تدبیر کر لی تو قطع نظر دوسرے مفاسد کے جو اس تدبیر میں ہیں مثلاً اپنا اظہار حال غیر مربی پر جس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے کہ معاصی کے اظہار سے منع کیا گیا ہے، اور مقدمات معاصی بھی ایسے احکام میں ملحق بالمعاصی ہیں، کیونکہ دوسرے شخص کو مقدمات کے اعتراف سے فوراً ہی سوءِ ظن پیدا ہو جاوے گا اور یہ بھی ایک حکمت ہے۔ نہی عن اظہار المعصیۃ میں۔ البتہ مربی و مصلح اس سے مستثنیٰ ہے جیسا کشف عورت غیر طبیب کے سامنے حرام ہے اور طبیب کے سامنے جائز وقل من تنبہ لھذا التفصیل فی معنی الحدیث۔ اور ایقاع دوسرے کا اسی فتنہ میں۔ کیونکہ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ ایک شخص کسی کی محبت سے خالی الذہن ہے پھر کسی نے جب اپنی محبت کی اس کو اطلاع دی تو اس کو بھی التفات ہو گیا اس کے محاسن کی طرف، اور اس التفات سے وہ بھی اس فتنہ میں مبتلا ہو گیا تو یہ اظہار ہی سبب بنا دوسرے کے واقع فی الفتنۃ کرنے کا۔ والتسبیب للمعصیۃ بدون الضرورۃ معصیۃ۔ اور مثلاً محبوب کو رسوا کرنا کہ خود اس کی بھی ممانعت ہے من عشق فعف وکتم فمات فھو شہید گو یہ حدیث متکلم فیہ بھی ہے لیکن دوسرے قواعد شرعیہ اس ممانعت کیلئے کافی ہیں کہ کسی کو رسوا کرنا ظاہر ہے کہ جائز نہیں۔ بہر حال اس میں اس قسم کے مفاسد ہیں مگر ان مفاسد سے قطع نظر بھی کر لی جاوے تو ایک کیلئے تو یہ تدبیر کر لی اور اگر بلا اختیار بقیہ میں سے کسی دوسرے کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہو گیا، کیونکہ قلب پر تو اختیار نہیں تو اس کیلئے بھی کیا یہی تدبیر کرو گے اور اگر تیسرے کے ساتھ یہی قصہ ہوا تو کیا ہو گا تو کیا سارے متعلمین کو حذف کر دو گے پھر تعلیم کس کو دو گے۔ ہاں ایسے شخص کو خود پیشہ معلمی ہی کا ترک کرنا اگر ممکن ہو بشرطیکہ اس میں کوئی اور مصلحت ضروریہ فوت نہ ہو جس کا فیصلہ اپنے مصلح کے مشورہ سے ہو سکتا ہے، تو یہ سب سے اسلم ہے لیکن اسی سے ملابست رکھتے ہوئے تو یہ تدبیر عام نہیں ہو سکتی، اس لئے قاعدہ رائضین سے کام لینا چاہئے کہ گھوڑا جس چیز سے چمکتا ہو اس سے دور کرنے کا اہتمام نہیں کرتے کہ ہمیشہ کی مصیبت ہے بلکہ اس چیز کے سامنے آنے اور دیکھنے کا خوگر کرتے ہیں یہاں تک کہ چمک نکل جاتی ہے اسی طرح تم بھی پڑھاؤ اور معصیت سے بچو، مثلاً اپنی طرف سے بقصد التذاذ کلام کرنا۔ ہاں عام

خطاب سبق میں مضر نہیں اسی طرح اس کے سوال کا جواب بقدر ضرورت وہ بھی مضر نہیں اور مثلاً اس کیطرف نظر کرنا، باقی میلان و رجحان بلا اختیار اس کی طرف ہو تو وہ معصیت نہیں بلکہ اس کے اقتضاء پر عمل کرنے سے نفس کو روکنا مجاہدہ ہے اور اصلاح نفس میں معین اور نفس کی تمرین

شہوت دنیا مثال گلخن است — کہ ازد حمام تقویٰ روشن است

سو یہ امر اختیاری مضر نہیں لیکن بعض اوقات مبتلا کی کم ہمتی سے یہ بھی مفضی الی المعصیت ہو جاتا ہے اور بعض اوقات گو مفضی الی المعصیت نہیں ہوتا مگر مفضی الی المرض الجسمانی ہو جاتا ہے اس لئے اس کا بھی تدارک کرنا اصلح ہے وہ تدارک یہ ہے کہ جب اس کی طرف کیفیت رجحان کا غلبہ ہو فوراً یہ امر مستحضر کر لیا جاوے کہ جب یہ شخص مرے گا، آب و تاب تو فوراً ہی سلب ہو جاوے گی تو اس وقت کی آب و تاب محض عارضی و رعاتی و ناپائدار ہے اس قابل نہیں کہ اس کی طرف التفات کیا جاوے، پھر جب قبر میں رکھیں گے دو ہی چار روز میں تمام لاش پھٹ کر اس میں پیپ اور کیڑے پڑ جاویں گے اور جب ایک حالت ہونے والی ہے اس کا اعتبار اور اس سے اثر لینا بھی ضروری ہے جیسے عاقل آدمی جب کسی جرم کا ارادہ کرتا ہے تو یہ سوچ کر کہ انجام اس کا جیل خانہ ہے اور گو وہ اس وقت نہیں مگر ابھی سے اس کو کالواقع والحاضر سمجھ لیتا ہے اور اس جرم سے باز آ جاتا ہے اس بنا پر اس حالت کا ئنہ آجلہ کو بھی پیش نظر کرے گویا اس کی لاش ابھی سڑ گئی گل گئی، اس میں ابھی کیڑے پڑ گئے اس نقشہ کو اس کیلئے ابھی سے تصور کر لیا کرے انشاء اللہ چند ہی روز میں کشش و بے تابی دور ہو جاوے گی۔ دوسری طرف ذکر میں تصور کرے کہ یہ سب غیر اللہ دل سے نکل گئے، اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی محبت دل کے اندر جاگزیں رہے گی، انشاء اللہ اس امر غیر اختیاری سے بھی نجات ہو جاوے گی اور نبی سے تعلق بڑھانا اس کا معین ہوگا فعلیک بہ واللہ الموفق۔ اور یہ امر بھی قابل تنبیہ ہے کہ اگر بالفرض اس امر غیر اختیاری سے نجات میں توقف ہو تو گھبرائیں نہیں کیونکہ یہ مقصود نہیں تبرعاً لکھ دیا۔ اصل مقصود ہی معاصی سے بتفصیل بالا بچنا ہے جو کہ اختیار میں ہے گو توقف ثمرہ مذکور سے جسم یا نفس کو تکلیف ہو تو اس تکلیف کو برداشت کرنا چاہئے۔

کیں بلائے دوست تطہیر شماست

علاج مبتلائے معصیت زنا و لواطت	تہذیب۔ معالجہ ہر مرض کا اللہ تعالیٰ

نے بتایا ہے، استعمال میں ہمت کی ضرورت ہے اس کے اجزا یہ ہیں (۱) پورے چالیس روز خلوت میں رہو۔ (۲) سب سے مطلقاً کلام ترک کردو، ہاں حوائج ضروریہ کے متعلق جو کلام ہو مثلاً کھانے کے متعلق یا بازار کے سودا سلف کے متعلق اور وہ بھی بقدر ضرورت مستثنیٰ ہے (۳) کسی کے پاس نہ بیٹھو نہ بلا بجز مجلس شیخ کے (۴) تین روزے متواتر رکھو اور اس میں اوراد سے جو وقت بچے استغفار اور نوافل میں مشغول رہو (۵) معاصی جملہ اعضاء سے سخت پرہیز کرو، پھر شیخ کو اطلاع دو۔

ترک مجلس امرد کا بہانہ تہذیب۔ اگر کوئی امرد پاس آکر بیٹھے اور دل خراب ہونے لگے تو وہاں سے اٹھ جانا چاہیے گو کسی بہانہ ہی سے، اور بہانہ کیا مشکل ہے، ناک صاف کرنے کا بہانہ کافی ہے۔

نفس کی بدنظری میں ایک نکتہ مخترعہ کا جواب تہذیب۔ اگر کوئی عورت نظر آوے اور نفس کہے کہ ایک دفعہ نظر کرلے کیا حرج ہے، کیونکہ تو بدفعلی نہ کرے گا، اگر بالفرض بڑی خواہش بھی ہو تو اس سے باز رہنے میں مجاہدہ ہے، تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ نفس کا کید ہے اور طریقہ نجات کا یہی ہے کہ عمل نہ کیا جاوے جو اس میں نفس نے نکتہ گڑھا ہے اول تو حسب فتویٰ اہل طریق کا کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یہ نکتہ ہی مردود ہے کیونکہ شریعت نے خود اس نظر کو زنا بتلایا ہے، پھر یہ نکتہ اصول فن کے بھی خلاف ہے کیونکہ جو حکمت اس میں مجاہدہ کی نکالی ہے سو باوجود تقاضا کے نظر نہ کرنا کیا یہ مجاہدہ نہیں ہے بلکہ نفس کے مجوزہ مجاہدہ میں تو حکمت کچھ حظ بھی ہے، اور کچھ مجاہدہ بھی، اور نہ دیکھنا خالص مجاہدہ ہے تو پھر کون اکمل ہوا، سو یہ حکمت مجاہدہ کی تو غض بصر میں بھی حاصل ہے، اور اگر مجاہدہ مطلوبہ ایسا عام ہے تو نصف احلیل داخل کر کے سکون سے بیٹھا رہنا اور پورا ایلاج نہ کرنا اس سے بڑھ کر مجاہدہ ہے۔

بدنگاہی کا ایک درجہ غیر اختیاری ہے اور ایک اختیاری اور اس کا علاج

تہذیب۔ بدنگاہی میں ایک درجہ میلان کا ہے جو کہ غیر اختیاری ہے اس پر مواخذہ بھی نہیں اور ایک درجہ ہے اس کے مقتضا پر عمل کرنے کا یہ اختیاری ہے اس پر مواخذہ بھی ہے اور اس عمل میں قصداً دیکھنا اور بہ سوچنا سب داخل ہے، اس کا علاج کف نفس اور نفس بہرے

کہ یہ بھی اختیاری ہے ہمت کر کے اس کو اختیار کرے گو نفس کو تکلیف ہو مگر یہ تکلیف نار جہنم کی تکلیف سے کم ہے اور جب چند روز ہمت سے ایسا کیا جاوے گا تو میلان میں بھی کمی ہو جاوے گی۔ بس یہی علاج ہے اس کے سوا کچھ علاج اگرچہ ساری عمر سرگرداں رہے۔

جرمانہ کی نفلیں دائمی معمول کے علاوہ ہونا چاہیئے

تہذیب۔ جرمانہ کی نفلیں دائمی معمول کے علاوہ ہونی چاہیئے، دائم سے زجر نہیں ہوتا۔ کیونکہ نفس کہتا ہے کہ یہ تو ہر حال میں پڑھنا ہی ہو گا خواہ نگاہ بد ہو یا نہ ہو پھر نگاہ بد کیوں چھوڑوں اور یہ بھی نفس کہے گا کہ اس سے کفارہ تو ہو ہی جاوے گا پھر کیوں پرہیز کروں اور مستقل طور پر پڑھنے سے چونکہ پڑھنا گراں ہو گا اس گرانی کے سبب وہ نگاہ بد سے بچے گا۔

مراقبہ دفع نظر بد

تہذیب۔ نظر بد کا جس وقت وسوسہ ہو تو تصور کیا جاوے کہ اگر اس وقت میرا پیر یا استاد دیکھتا ہوتا تو میں یہ حرکت کبھی نہ کرتا اب جو اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں تو ایسا کام کیوں کر رہا ہوں۔

فرط محبت کی حد

تہذیب۔ عشق للہ عشق اللہ ہی ہے مگر اسی قید کے ساتھ جو حدیث میں ہے من غیر ضراء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ جس کا حاصل یہ ہے کہ شدت عشق میں نہ جسم کو ضرر پہنچے نہ دین کو۔

بدنگاہی کا علاج ضبط نفس ہے

حال۔ بدنگاہی کے مرض میں مبتلا ہوں۔ ہر چند استغفار بھی ارتکاب کیوقت کرتا ہوں لیکن دل صاف نہیں ہوتا۔

تہذیب۔ استغفار سے اتنی جلدی صاف نہیں ہوا کرتا بلکہ آئندہ جب ایسے موقعہ پر چند بار ضبط نفس ہو اس کے نور سے دل میں پوری صفائی ہوتی ہے اس میں ہمت قوی چاہیئے۔

دوسرا علاج استحضار عذاب اور مراقبہ علم الٰہی ہے

تہذیب۔ بدون ہمت کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ اصل علاج نظر بد کا یہی ہے جس وقت ایسا موقعہ ہوا کرے، یہ خیال کر لیا کیجیے کہ حق تعالیٰ اس وقت بھی دیکھ رہے ہیں، اگر ہمارا پیر اس حرکت کو دیکھتا ہو تو ہماری کبھی جرأت نہ ہو تو خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہوئے جرأت غضب ہے اور قیامت میں بھی باز پرس کریں گے، اگر

سزا کا حکم کر دیا تو کیسی بنے گی۔ بار بار اس خیال کے حاضر کرنے سے انشاء اللہ کامیابی ہوگی

بد نظری اور اس کا علاج استعمال ہمت ہے مزیل انوار طاعات ہے

حال۔ شہوانی خیالات کا ہر وقت دل پر استیلا رہتا ہے۔ نامحرموں کو بری نظر سے دیکھنے میں ذرا بھی باک نہیں۔

تہذیب۔ یہ شر (بد نظری) ایسا ہے کہ اپنے اثر سے تمام طاعات کے انوار کو تاریک کر دیتا ہے۔ اس لئے اس کا علاج اہتمام سے کرنا چاہئے اور ظاہر ہے کہ یہ مادہ خلقی ہے۔ پس وہ شر نہیں، بلکہ اس میں بہت سی مصالح ہیں۔ البتہ اس مادہ کے اقتضاء پر عمل کرنا شر ہے اور وہ اختیاری ہے اور اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے پس فعل سے رکنا اختیاری ٹھہرا۔ اس میں کوئی معذوری نہیں پس ہمت کیجئے یہی اس کا علاج ہے چندے تکلف ہوگا۔ پھر عادت ہو جاوے گی پھر لذت اور فرحت ہوگی۔

بد نظری میں انہماک جب تک وسوسہ کے درجہ میں ہے مضر نہیں اور اس کی حد

حال۔ میلان خواہش نفسانی کا غلبہ کے وقت ہو جاتا ہے، وسوسہ کے درجہ میں سخت انہماک ہو جاتا ہے گو عمل کے درجہ میں نہیں۔ اگر نکاح کا خیال ہوتا ہے تو اپنے ضعف اور عدم تندرستی پر نظر کر کے ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔

تہذیب۔ بوجہ غیر اختیاری ہونے کے ذرا مضر نہیں، مگر کسی معین شخص کے متعلق حدیث النفس نہ لایا جاوے اور جو خود آ جاوے تو جمایا نہ جاوے، نکاح کے متعلق مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے ضعف نہ بڑھ جاوے۔ جس سے اس سے اشد درجہ کے مضرات نہ پیدا ہو جاویں۔

ہمت میں قوت پیدا ہونے کا علاج

حال۔ حضور کی تنبیہ سے معلوم ہوا کہ بد نظری فعل اختیاری ہے اور علاج استعمال اختیار ہے مگر باوجود اس کے پھر بھی اختیار کے استعمال کی ہمت نہیں ہوتی۔ اور گناہ ہو جاتا ہے ہمت میں قوت نہیں

تہذیب۔ قوت بھی استعمال ہی سے پیدا ہوگی، اور استعمال میں قوت کی ضرورت نہیں ہمت کی ضرورت ہے گو اس میں تکلف ہی ہو تکلیف بھی ہو، علمی استعداد طالب علم کو کاہے سے پیدا ہوتی ہے علم کے استعمال سے مطالعۃً و درساً و مباحثۃً اب ان میں بھی اگر اس قوت کا انتظار ہو جو ان کے بعد حاصل ہوتی ہے تو نتیجہ بجز حرمان کیا ہوگا۔ اس لئے اس کو تکلف سے اختیار کرنا چاہئے ایسے امر یقین میں شبہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل کا قصد ہی نہیں، ایسی حالت میں چونکہ میں ایسے رنج کا متحمل نہیں اس لئے مکاتبت سے معافی چاہتا ہوں، جس نے غض بصر کا حکم دیا ہے وہ قیامت میں جواب دے گا۔ قولی یا عملی۔

تجدید معالجہ کی ضرورت کی حد

تہذیب۔ جب تک مادہ شہوانی کا استیصال نہ ہو تجدید معالجہ کی ضرورت رہے گی، اور استیصال کی کوئی تدبیر نہیں۔ موسمی بخار کا نسخہ پینے کے بعد کیا پھر آئندہ فصل میں بخار نہیں آتا۔

حسن کی پسندی کا علاج

حال۔ مجھ میں اس قدر حسن پسندی ہے کہ معمولی اشیاء کو بھی نہایت قرینہ اور خوش ترتیبی سے رکھتا ہوں اور حسن صورت کی طرف بھی بے حد کشش ہے۔

تہذیب۔ بعضہ خیرٌ فاشکروا علیہا وبعضہ شرٌ فاصبروا عنہا اے غض البصر حیث امر الشارع بالغض ولو بتکلفٍ شدید بحتمل زھوق الروح فان اللہ غیور و تشتد غیرتہ علی النظر الی مانھی اللہ ان ینظر الیہ فالحذر الحذر ان یغیظ المحبوب الاکبر

وسوسۂ حرام کاری کا علاج

حال۔ شیطان یہ سمجھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ان مرغوب صورتوں پر جائز شرعی قبضہ دیدے تو اس وقت کیا کروگے سو جائز قبضہ سمجھ کر حظ کا خیال کرو اور حظ حاصل کرو، حرام کاری کا خیال مت کرو۔

تہذیب۔ خیال کا علاج خیال ہے۔ اس وقت یہ خیال کرو کہ اگر اس عورت کے شوہر کو اس خیال کی اطلاع کردوں تو کتنی رسوائی ہو، تو حق تعالیٰ تو بے کبھی مطلع ہیں، کتنی شرم کی بات ہے کہ وہ اس ارادے کو دیکھ رہے ہیں اور اسی سلسلہ میں عقوبت جہنم کو بھی مستحضر کرکے اس میں لگ جاوے، یا نفس سے یہ کہے کہ جس طرح تو دوسری عورتوں سے حظ حاصل کرنے کو

کہتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص میری بیوی سے حظ حاصل کرے اور مجھ کو اس کا علم ہوجاوے تو میں کیا کروں گا، ظاہر ہے کہ مرنے مارنے پر تیار ہوجاؤں گا، اسی طرح کیا دوسروں کو غیرت نہ ہوگی کہ اگر ان کو خبر ہوجاوے تو وہ بھی مجھے مار ڈالیں، ہر طرح کے ضرر پہنچانے پر آمادہ ہوجاویں پھر جہنم کا نقشہ پیش نظر کرلے، علاوہ اس کے وہ تاویل شیطانی ایسی ہے کہ کوئی شخص سچ مچ کسی عورت سے زنا کرنے لگے اور یہ سوچ لے کہ اگر اس پر جائز قدرت ہو تو اس طرح مقاربت کروں۔ اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہہ نہیں، یہی حکم ہے زنا بالقلب کا۔

زوجہ متوفیہ سے تلذذ کا تصور حلال ہے لیکن زوجہ مطلقہ سے حرام

حال۔ موت سے چونکہ علاقہ زوجیت کا منقطع ہوجاتا ہے تو وقائع سابقہ یا صورت زوجہ سے متلذذ ہونا کیسا ہے۔

تہذیب۔ وہ تلذذ تو استحضار ہے واقعہ ماضیہ کا جو حلال تھا اس کا تصور بھی نہیں ہوتا کہ میں اب متلذذ ہوں۔ بخلاف اس کے کہ وہ زندہ ہو اور مطلقہ ہوجاوے تو فی الحال تلذذ کا تصور ہوگا اور یہ حرام ہے۔

صورت مخترعہ سے بھی حرام ہے

حال۔ بعض دفعہ نفس بلا تعین یوں ہی کوئی صورت اپنی طرف سے تراش کر کے گھڑ کر دیتا ہے اور متلذذ ہوتا ہے یہ دیوانگی تو یقیناً ہے مگر حد معصیت میں بھی داخل ہے یا نہیں۔

تہذیب۔ عادۃً ممکن ہی نہیں بدون تعین کے لذت ہو ہی نہیں سکتی لیکن اگر کسی کو تلذذ ہوتا ہو تو آیت فمن ابتغی وراء ذالک فاولٰئک هم العادون کے عموم میں داخل ہو کر حرمت کا حکم کیا جاوے گا کیونکہ صورت مخترعہ نہ زوجہ ہے نہ مملوکہ بس حد لو ذالک میں داخل ہوگی۔

بعض صورت میں بندی کو غیر اختیاری کیساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہیے جو اختیاری کے ساتھ کرتا

حال۔ کسی نامحرم کی محبت کا جوش دل میں پیدا ہونا اختیاری امر ہے یا غیر اختیاری،
تہذیب۔ مبتدی کے لئے یہ تحقیق مضر ہے، شیطان کو اس میں آڑ مل جاوے گی کہ وہ تاویل سے اختیاری درجہ کو غیر اختیاری بتلا کر معصیت میں مبتلا کردے گا۔ ایسے مبتدی کا علاج یہی ہے کہ جو معاملہ اختیاری کے ساتھ کرتا وہی غیر اختیاری کے ساتھ بھی کرے یعنی سب کو اختیاری سمجھے اور علاج کرے۔

خطرہ ہلاکت نظر عمد میں ہے نظر فجاۃ میں نہیں اور اس کی وجہ

تہذیب۔ خطرہ ہلاکت نظر عمد میں ہے اور وہی حرام بھی ہے نظر فجاۃ میں یہ اثر نہیں ہے کیونکہ نظر فجاۃ میں بوجہ التفات کے دقائق حسن کا ادراک نہیں ہوتا، یوں ہی سرسری طور پر صورت سامنے آجاتی ہے اب اس کو حکم ہے صرف نظر کا۔ اگر فوراً نگاہ ہٹالے تو کچھ خطرہ نہیں۔ اگر اس کے بعد عمداً دیکھنے لگا تو اب اس کے ساتھ تعلق پیدا ہونے کا احتمال ہے اور تعلق کے بعد اگر وصال نہ ہو تو موت کا خطرہ ہے۔ ایک دو بار اگر وصال بھی ہوگیا تو اس سے پیاس بجھے گی نہیں بلکہ زیادہ بھڑکے گی۔ ؎

کنار و بوس سے دونا ہوا عشق مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

محبوب کے تصور کو بلاواسطہ دفع کرنا یہ بھی جلب تصور ہے

تہذیب۔ نظر بد سے بچنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی بد صورت بدشکل کا مراقبہ کرو چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو اگر کوئی بدشکل قابل تصرف مراقبہ کے لئے نہ ملے تو پھر اس محبوب ہی کو بدشکل تصور کرو، یعنی یوں خیال کرو کہ یہ ایک دن مرے گا اور اس کا چہرہ خاک میں مل جاوے گا۔ اس میں سے خون پیپ ناک اور آنکھ کے راستہ سے بہے گا۔ اس کے بدن میں کیڑے پڑ جاویں گے، تھوڑی دیر اس کی اس حالت کا مراقبہ کرو اس سے بھی نفع ہوگا اور خیال ہٹانے کی یہ صورت نافع نہیں کہ تم براہ راست اس کے حسن کے تصور کو دفع کرنے کا قصد کرو، کیونکہ اس میں تو پھر استحضار ہوگا۔ حسن کا سلب بھی جلب ہو جاوے گا۔ خلاصہ یہ کہ محبوب کے تصور کو بلاواسطہ دفع کرنا یہ بھی جلب تصور ہے۔

عشق کا منشا بطالت و بیکاری و بیفکری ہے	تہذیب۔ عشق

بطالت سے ہوتا ہے۔ اطباء نے اس کی تصریح کی ہے اسی لئے طلباء کو عشق زیادہ ہوتا ہے کیونکہ یہ بہت بے فکر ہیں، پس عشق کا علاج بطالت و بیکاری و بے فکری کا دور کرنا ہے۔

تضعیف شہوت کا سالم و مسنون علاج کثرت صوم ہے

تہذیب بعض دفعہ قلت شہوت کا منشا کثافت اخلاط ہوتا ہے (چنانچہ جس پر شہوت کا زیادہ غلبہ ہو وہ اس وقت خوب پیٹ تن کر کھانا کھالیوے، تو شہوت افسردہ ہو جاوے گی، ایسی حالت میں چونکہ روزہ سے اخلاط میں لطافت پیدا ہوگی تو اول اول شہوت بڑھے گی مگر برابر روزہ رکھتا جاوے جیسا کہ فعلیہ الصوم سے دلالت ہوتی ہے، تو کثرت صوم کا انجام ضعف شہوت ہی ہوگا۔ چنانچہ اخیر حصہ رمضان میں ہر شخص کو ضعف معلوم ہوتا ہے گو افطار و سحر میں اس نے کتنا ہی پیٹ بھر کر کھایا ہو، کیونکہ میرے نزدیک سبب ضعف تبدل وقت ہے، تقلیل غذا سے ضعف نہیں ہوتا۔

اضطرار مخمصہ و نظر الی الاجنبیہ کا فرق

تہذیب۔ اضطرار مخمصہ میں موت کا اندیشہ ہے اور حیات کا بقا مطلوب ہے، کیونکہ وہ معراج (زینہ) ترقی ہے اور حیات ناسوتیہ ہی سے روح کی ترقی ہوتی ہے، کیونکہ مدار ترقی اعمال ہیں، اور روح مجردہ سے صدور بعض اعمال کا نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر یہ وجہ نہ ہوتی تو پھر جنت سے دنیا میں ہمارے بھیجے جانے کی کیا ضرورت تھی برعکس اس کے نظر الی الاجنبیہ سے بچنے میں موت کا خوف نہیں، بلکہ غض بصر میں زیادہ حیات ہے۔ حدیث میں وعدہ ہے کہ جو شخص تقاضائے نظر کے وقت نگاہ نیچی کرلے اس کو حلاوت ایمان نصیب ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ایک طبعی حلاوت بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ غض بصر کے بعد اس کا دل یہ کہتا ہے کہ شاباش آج شیطان کو خوب زیر کیا۔ اور یہ فخر اہل اللہ نے بھی کیا ہے مگر اشر و بطر کے ساتھ نہیں بلکہ تحدث بالنعمۃ کے طور پر اور اس قسم کا فرح محمود ہے۔ چنانچہ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا غرض غض بصر میں باطنی حیات بھی ہے۔ اور حیات ظاہرہ کا ابقا بھی ہے، کیونکہ بعض دفعہ یہ نگاہ بد جان و ایمان تک لے لیتی ہے پس نگاہ ڈال کر ہٹانے میں اس کو نفس کے ساتھ گو سخت کشاکشی ہوتی ہے جس کو وہ اضطرار سمجھنے لگتا ہے حالانکہ حقیقۃً وہ اضطرار نہیں ہے کیونکہ

وہ اس حالت میں غض بصر پر قادر رہتا ہے۔

ترک معصیت کیلئے اختیار معصیت جائز نہیں

تہذیب ترک معصیت کے لیے معصیت کا اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ ابتدا ہی سے اس معصیت کے تقاضے کا مقابلہ کرنا چاہیے، مثلاً نظر بد کا علاج یہ نہیں ہے کہ ایک مرتبہ پیٹ بھر کے دیکھ لیا جاوے بلکہ علاج غض بصر (نظر کا روکنا) ہے گو سخت مشقت ہو۔

قلب کی تمنا پر بھی جو بقصد ہو مواخذہ ہے

تہذیب، قلب کی تمنا اور اشتہا پر بھی مواخذہ ہے مگر وہی جو بقصد ہو اور بلا قصد تو وسوسہ زنا کیا کفر و شرک کے وساوس بھی مضر نہیں۔

غیبت

غیبت کا ایک عملی علاج اگر منع پر قدرت نہ ہو

تہذیب سالک کے سامنے کوئی غیبت یا لایعنی کلام کرے اور اس کو منع پر قدرت نہ ہو تو خود اٹھ جانا چاہیے اور اس کی دلشکنی کا خیال نہ کرے کیونکہ دوسرے کی دلشکنی سے اپنی دین شکنی زیادہ قابل احتراز ہے یوں اگر نہ اٹھ سکے کسی بہانہ سے اُٹھ جاوے یا قصداً فی الفور کوئی مباح تذکرہ شروع کر دیا جاوے تاکہ وہ قطع ہو جاوے۔

طریق حصول یادداشت فکر

تہذیب۔ بے سوچے ہرگز کوئی کلام نہ کیا جاوے اگرچہ بعض اوقات یہ بھی نہ یاد رہے گا کہ سوچ کر بولوں مگر خیال رکھنے سے اکثر اوقات یاد رہے گا اور رفتہ رفتہ پھر انشاء اللہ ذہول نہ ہو گا۔ بس جب سوچ کر بولا جاوے تو ہر کلام سے پہلے یہ سوچ لینا چاہیے کہ اس کلام سے گناہ تو نہ ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بہت کچھ اصلاح ہو جاوے گی۔

بے احتیاطی سے غیبت ہو جانے کا علاج

تہذیب، اول تو حتی الامکان بولنے کی احتیاط رکھیں اور

اگر کبھی بے احتیاطی سے غیبت ہو جائے تو فوراً خوب توبہ کریں اور دعائے توفیق۔

غیبت کی شرط ناگواری مغتاب ہے

حال۔ اگر کسی کو بنا بر تکلفی ایسی بات کہی جاوے جو بنظر الفاظ تو ناگواری کی بات ہے مگر بنظر بے تکلفی یا تعلق یا بطور مزاح ہونے کے ناگواری کا خیال نہیں۔

تہذیب۔ جب وہ ناگواری ہے خواہ کسی حیثیت سے ہو تو وہ مانعیت کے لئے کافی ہے اور اگر خود ناگواری ہی میں تردد ہو تب بھی واجب الکف ہے۔ البتہ اگر عدم ناگواری یقینی ہو تو غیبت کی حد سے خارج ہو گیا۔ ممکن ہے کسی دوسرے گناہ میں داخل ہو جائے کیونکہ آفات لسان بزرگوں نے بیس تک شمار کئے ہیں۔

اپنے مغتابین سے جو اجر ملیگا اپنی غیبتوں کے تدارک کیلئے کافی ہونیکی کوئی دلیل نہیں

حال۔ نفس یہ تاویل سکھلاتا ہے کہ تیری بھی تو لوگ غیبت کرتے ہیں۔ قیامت میں جب بکڑ ہوگی اپنے مغتابین سے جو اجر ملیگا وہ اجر جن کی تو نے غیبت کی ان کو دیدیا جائیگا۔

تہذیب۔ اول تو یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں کہ وہ اجر جو دوسروں سے ملا ہوا ہے اسکے تدارک کے لئے کافی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ دوسروں سے ملا ہوا اجر تمہارے ہی پاس رہے اور خاص تمہارے اعمال کا اجر اہل حقوق کو ملے اور نجات کے لئے دوسروں کا اجر کافی نہ ہو دوسرے اس سے قطع نظر کرکے مساوات کی کوئی دلیل نہیں ممکن ہے کہ تم کو کم ملے اور تم سے زیادہ لے لیا جاوے تو تدارک کے لئے کیسے کافی ہو جاویگا۔

غیبت کا علاج ہمت اور استحضار ہے

تہذیب۔ غیبت اختیاری ہے اس کا طریق علاج ہمت واستحضار ہے اور معین طریق یہ ہے کہ جب ایک بار ایسا ہو جاوے ایک وقت فاقہ کرے۔

غیبت اختیاری فعل ہے اور اسکے تدارک کا طریقہ

تہذیب غیبت تو اختیاری ہے اور امور اختیاریہ کی تدبیر بجز استعمال اختیار کے کچھ اور نہیں اور اگر پھر بھی غلطی ہو جاوے صاحب حق سے فوراً معاف کرالیوے اس التزام سے غیبت متروک ہو جاویگی۔

دوسروں کے عیوب و گناہ کبیرہ ظاہر کرنے کا حکم

حال۔ بعض لوگ جو گناہ کبیرہ میں مبتلا ہیں انکے عیوب اور گناہ کو ظاہر کرنا غیبت ہے یا نہیں۔ نفس اس تاویل پر ہمیشہ آمادہ رہتا ہے کہ ایسوں کے عیوب اگر لوگوں پر ظاہر نہ کئے جاویں تو لوگوں کو دھوکا ہوگا اور مسلمانوں کو خداع سے بچانا ضروری ہے

تہذیب۔ یہ سوال منتہی کے قابل ہے بتدی کو جائز غیبت بھی نہ کرنا چاہیئے

کیفیات انفعالیہ کے مقتضیات فعلیہ پر عمل جائز نہیں اور اسکا علاج

حال۔ اگر کوئی شخص میری بیجا غیبت کرتا ہے تو بشرط اطلاع اس شخص سے دل میں کدورت بلکہ حرارت پیدا ہو جاتی ہے

تہذیب۔ یہ دونوں کیفیتیں انفعال ہیں اور انفعالات غیر اختیاری ہوتے ہیں اور غیر اختیاری پر ذم و اثم نہیں۔ البتہ ان کے مقتضیات کہ اس کی غیبت کرنے لگے، اس کو ایذا پہونچانے لگے و مثل ذالک یہ افعال ہیں اور افعال اختیاری ہوتے ہیں: اور ان میں سے بعض پر ذم و اثم بھی ہوتا ہے۔ پس جب یہ کیفیات انفعالیہ حادث ہوں ان کے مقتضیات فعلیہ پر عمل نہ کیا جاوے اور ان کے ازالہ کی دعا کیجاوے تاکہ مفضی الی الافعال نہ ہو جاویں اور اپنے عیوب و ذنوب کا استحضار کیا جاوے تاکہ اس کا جزم ہو جاوے کہ میں اس شخص کی بدگوئی سے بھی زیادہ کا مستحق ہوں اور افعال پر عقوبت کا بھی استحضار کیا جاوے تاکہ داعیہ افعال کا مضمحل ہو جاوے اور ایک ہفتہ کے بعد پھر اطلاع دیجاوے۔

غیبت کی معافی کا طریقہ

تہذیب۔ اگر کسی کی غیبت ہوگئی تو استغفار کے ساتھ مغتاب سے بھی معافی مانگنے کی ضرورت ہے لیکن تفصیل غیبت کی اس کو بتلانا اس کو ایذا دینا ہے۔ اسلئے اجمالاً یوں کہنا کہ میرا کہا سنا معاف کر دو کافی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جن لوگوں کے سامنے غیبت کی تھی ان کے سامنے اس کی مدح و ثنا بھی کرد اور پہلی بات کا غلط ہونا ظاہر کر دو۔ اور اگر وہ بات غلط نہ ہو سچی ہو تو یوں کہدو کہ بھائی اس بات پر اعتماد کر کے تم فلاں شخص سے بدگمان نہ ہونا کیونکہ مجھے خود اس پر اعتماد نہیں رہا۔ یہ توریہ ہوگا کیونکہ سچی بات

پر بھی اعتماد قطعی بدون وحی کے ہو نہیں سکتا۔ اور اگر وہ شخص مر گیا ہو جسکی غیبت کی تھی تو اب معاف کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے لئے دعا و استغفار کرتے رہو یہاں تک کہ دل گواہی دیدے کہ اب وہ تم سے راضی ہو گیا ہو گا۔

غیبت مباح کی صورت

تہذیب۔ اگر دینی ضرورت ہو تو پھر غیبت بھی مباح ہے جیسے محدثین نے رواۃ حدیث پر جرح کی ہے۔ اگر دینی ضرورت نہیں بلکہ محض نفسانیت ہی نفسانیت ہے تو اس صورت میں امر محقق کا بیان کرنا بھی غیبت محرمہ ہے۔ اور بلا تحقیق کوئی بات کہی جاوے تو بہتان ہے۔ کذب کا مدار تحقیق کذب پر نہیں بلکہ عدم تحقیق صدق پر ہے۔

غیبت سے سخت تکلیف ہوتی ہے

تہذیب۔ غیبت میں نہ معلوم لوگوں کو کیا مزا آتا ہے۔ تھوڑی دیر کیلئے اپنا جی خوش کر لیتے ہیں پھر اگر اس کو خبر ہو گئی اور اس سے دشمنی پڑ گئی تو عمر بھر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ اور اگر ذرا دل میں حس ہو تو غیبت کرنے کے ساتھ ہی قلب میں ایسی ظلمت پیدا ہوتی ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے جیسے کسی نے گلا گھونٹ دیا ہو۔

غیبت کا مفسدہ

تہذیب۔ غیبت کا ضرر اور مفسدہ یہ ہے کہ اس سے افتراق پیدا ہوتا ہے۔ اور افتراق سے مقدمہ بازی، لڑائی جھگڑا سب کچھ ہوتے ہیں اور اتفاق کے اندر جو مصالح و منافع ہوتے ہیں افتراق کی صورت میں ان سے بھی محرومی ہو جاتی ہے۔

غیبت کا اصلی علاج تواضع ہے لیکن فوری علاج فکر و تامل ہے

تہذیب۔ غیبت کا علاج بھی تواضع ہی ہے مگر تواضع ایک دن میں پیدا نہیں ہوتی اسلئے جب تک تواضع حاصل نہ ہو غیبت سے بچنے کے لئے فوری علاج یہ کرو کہ بدون سوچے کوئی بات نہ کیا کرو۔ جو بات کرو سوچ کر کرو اس سے غیبت کم ہو جاویگی اور پھر دنوں کے بعد بالکل نہ ہووے گی، اور اگر کسی وقت بے سوچے کوئی بات نکل جاوے تو اسی وقت دو رکعت نفل صلوۃ التوبہ کی نیت سے پڑھ لیا کرو۔

بیان مواقع جواز غیبت اور عوام کو تنبیہ

تہذیب۔ جہاں کسی شخص کی

حالت چھپانے سے دین کا یا دوسرے مسلمانوں کا یقیناً یا ظناً (جس سے ظن غالب مراد ہے) ضرر ہوتا ہو وہاں اس کی حالت ظاہر کر دینا چاہیئے۔ محدثین کا رواۃ حدیث پر جرح کرنا، مبتدع گمراہ کن کی بدعت کا ظاہر کرنا، مستشار کو مستشار فیہ کی حالت کا مستشیر سے بیان کرنا، اور مظلوم کا ظالم کی شکایت کرنا سب اس میں داخل ہے۔ مگر میں عوام کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس کلیہ کو وہ خود استعمال نہ کریں بلکہ جس کی وہ غیبت کرنا چاہیں اس میں پہلے مجتہد اور متدین علماء سے فتویٰ لیں۔ اجتہاد سے میری مراد یہ ہے کہ وہ فقہاء کے اقوال کو واقعات پر صحیح طور پر منطبق کر سکتا ہو اور یہ اجتہاد ابھی ختم نہیں ہوا بلکہ قیامت تک باقی رہے گا اور تدین سے مراد یہ ہے کہ اغراض کا تابع نہ ہو کہ کھینچ کر ناجائز کو حد جواز میں لائے۔ چنانچہ ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ مولوی جس کی غیبت کرنا چاہتے ہیں اسے حد جواز میں لے آتے ہیں کہ ہماری نیت اس غیبت سے دوسرے کی تحقیر نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی اصلاح مقصود ہے تاکہ اس کے شر سے محفوظ رہیں یا معتقد نہ ہوں وغیرہ ذلک۔ مگر حق تعالیٰ کے سامنے ان تاویلوں کا چلنا دشوار ہے۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ تمہارا مقصود شفاء غیظ اور دوسرے کی تحقیر تھی یا مسلمانوں کی اصلاح کا قصد تھا۔

کارہا با خلق آری جملہ راست ۔۔۔ با خدا تزویر و حیلہ کے رواست
کارہا او راست باید داشتن ۔۔۔ رایتی اخلاص و صدق افراشتن

غیبت کا ایک عجیب عملی علاج

تہذیب۔ غیبت کا ایک عجیب و غریب عملی علاج یہ ہے کہ جس کی غیبت کرے اسکو اپنی اس حرکت کی اطلاع کر دیا کرے تھوڑے دن اس پر مداومت سے انشاء اللہ یہ مرض بالکل دفع ہو جائے گا۔

بدگمانی اور تجسس

بدگمانی جو خود لائی جاوے مذموم ہے اور اسکا علاج

تہذیب۔ بدگمانی تجربہ سے پیدا ہوتی ہے۔ مذموم بدگمانی وہ ہے جو خود لائی جاوے باقی جو وسوسہ خود آوے وہ مذموم بدگمانی نہیں جبتک اس پر عمل نہ ہو اور عمل کی صورت یہ ہے کہ یا دل سے اس پر اعتقاد جازم کرلے

یا زبان سے کسی کے سامنے اس کا تذکرہ کردے) جبتک وسوسہ پر عمل نہ ہو اس وقت تک نہ اس پر مواخذہ ہے نہ وہ مضر ہے۔

بدگمانی تجسس و غیبت ان سب کا منشا کبر ہے

تہذیب۔ جب کسی سے بدگمانی پیدا ہو (جس کا منشا کبر ہے) تو اپنے عیوب کو پیش نظر کر لیا کرو۔

تہذیب۔ بدگمانی، تجسس، غیبت ان سب کا منشا کبر ہے بلکہ متکبر کی غرض پوری طرح غیبت ہی سے حاصل ہوتی ہے، بدگمانی، اور تجسس سب اسی کے مقدمات ہیں۔ اگر کوئی شخص تجسس اور بدگمانی کرے مگر غیبت نہ کرے تو اسکا مقصود حاصل نہ ہوگا اسلئے وہ بدگمانی اور تجسس کو بھی ترک کردیگا، پس غیبت سب سے اشد ہے۔

بدگمانی میں گناہ کا درجہ

تہذیب۔ بدگمانی میں گناہ کا درجہ تو وہ ہے جس کا ذہن میں اعتقاد راسخ ہو، اگر راسخ نہ ہو تو مضر نہیں مگر علاج اسکا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اپنے عیوب کو پیش نظر رکھے پھر اگر علاج کے بعد کچھ اثر رہے تو وہ مذموم نہیں۔

بدگمانی، تجسس اور غیبت کا مکمل علاج

تہذیب۔ بدگمانی، تجسس، غیبت کا علاج یہ ہے کہ تواضع اختیار کرو، تکبر کو دل سے نکالو، اور جب تک اصلی مرض زائل ہو اس وقت تک غیبت کا فوری علاج یہ کرو کہ فکر و تامل سے کام لو اور کوتاہی پر جرمانہ مقرر کرو اور وسوسۂ بدگمانی کے وقت توجہ کو ذکر اللہ وغیرہ کی طرف منعطف کرو۔

تجسس کی صورتیں اور ان کا علاج

تہذیب۔ آڑ میں بیٹھکر کسی کی باتیں سننا بھی تجسس میں داخل ہے جسکو آڑ میں بیٹھنا ہے تو زبان سے کہدینا چاہیئے کہ میں بیٹھا ہوں یا اس کے سامنے بیٹھنا چاہیئے غرض کسی طرح اپنے بیٹھنے کی اطلاع کردے۔ اسیطرح اگر ایک آدمی سونے کو لیٹ گیا اور دوسروں کو یہ خیال ہو کہ یہ سو گیا ہے اور وہ آپس میں باتیں کرنے لگیں مگر یہ جاگ رہا ہے تو اس کو چاہیئے کہ ان کو اطلاع کردے کہ میں جاگ رہا ہوں۔ البتہ اگر وہ لوگ اسی کے متعلق باتیں کر رہے ہوں اور اسکو ضرر پہنچانا چاہتے ہوں تو تجسس کیساتھ

ان کی گفتگو سننا جائز ہے۔ نیز اگر دو شخص آپس میں انگریزی یا عربی میں گفتگو کر رہے ہوں اور تیسرا شخص بھی ان زبانوں کو سمجھتا ہوں مگر ان دونوں کو خبر نہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ ان دونوں کو مطلع کر دے کہ میں انگریزی یا عربی سمجھتا ہوں۔

کبر اور خود رائی

عالم کا اپنے کو جاہل سے اچھا سمجھنے کا علاج

حال۔ اکثر بلا قصد یہ خیال آتا ہے کہ فلاں جاہل ہے اور میں عالم ہوں میں اس سے اچھا ہوں۔

تہذیب۔ نفس سے کہے کہ کیا معلوم خدا تعالےٰ کے یہاں کون اچھا ہے ممکن ہے کہ اسکا باطن اچھا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ میں خدا تعالےٰ کے نزدیک بڑا ذلیل و خوار ہوں اور خدا تعالےٰ نے مجھکو دو چار حرف ظاہری سکھلا دیئے ہیں اسلئے تو بڑائی کرتا ہے اگر وہ چاہے تو آج چھین لے تو کیا کرے گا۔ اسی کا استحضار بہ تکرار کیا جاوے اور دعا بھی کرے

کبر کے اقسام بکثرت ہیں

تہذیب۔ دفار کی کمی بیشی پر نظر کرنا اکثر کبر کے سبب سے ہے۔

تہذیب۔ اقسام کبر کے اس کثرت سے ہیں کہ لا تعد و لا تحصیٰ اور اکثر انمیں ادق و اغمض اس قدر کہ بجز محقق کے کسی کی بھی نظر وہاں تک نہیں پہونچتی۔ اور اس میں علماء ظاہر کو بھی اس محقق کی تقلید بلا تفحص حقیقت کرنا پڑتی ہے۔

کبر کا ایک علاج استحضار عظمت حق سبحانہ اور اختیار ذلت عرفی ہے

تہذیب۔ کبر کا ایک علاج یہ ہے کہ عظمت حق سبحانہ کو پیش نظر رکھے جس موقعہ پر کبر کا اندیشہ ہو اس وقت تو ضرور ورنہ اور بھی۔ بہتر یہ ہے کہ روزانہ ایک وقت اس کے لئے نکال لے اور اس کے ساتھ علاج ہی کا ایک جزو یہ ہے کہ قصداً ایسے افعال اختیار کرے جو عرفاً موجب ذلت سمجھے ہیں اور بدون اس کے دوسرے علاج ناکافی ہیں۔

کبر و شکر کا فرق

تہذیب۔ نعمت پر فخر کرنا کبر ہے اور اس کو عطائے حق سمجھنا اور اپنی نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔

برے کام کرنیوالے کو اپنے سے کم نہ سمجھو البتہ غصہ کی اجازت ہے

تہذیب۔ یہ جائز ہے کہ برا کام کرنے والے پر غصہ کرو اس سے بغض کرو مگر اپنے سے کم نہ سمجھو، اور کبھی تم کو کسی کی سزا و تادیب کے واسطے مقرر کیا جاوے تو خبردار اپنے کو اس سے اچھا ہرگز نہ سمجھنا ممکن ہے کہ وہ خطاوار شاہزادے کے مثل ہو اور تم نوکر جلاد کے درجہ میں ہو ظاہر ہے کہ خطاوار شاہزادے کو بادشاہ جلاد کے ہاتھوں سزا دلوا دے تو جلاد اس سے افضل نہیں ہو سکتا۔

سالکین کے کبر و تواضع مفرط کا علاج

تہذیب کام کرنے والوں کو دین کا کام کرنے سے دو مرض پیدا ہو جاتے ہیں ایک کبر اور دوسرا تواضع مفرط۔ کبر تو یہ ہے کہ وظیفہ پڑھکر اپنے کو بڑا سمجھنے لگے، نماز پڑھکر بے نمازیوں کو حقیر سمجھنے لگے اسکا علاج یہ سمجھنا ہے کہ تکبر کی وجہ سے بڑے بڑے عابدوں کے قدم توڑ دئے گئے ہیں کہ منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے، شیطان اور بلعم باعور کی حکایت اس کی نظیر ہے۔ تواضع مفرط یہ کہ اس حد تک تواضع کرے کہ اپنے اعمال صالحہ کی بے قدری کرنے لگے مثلاً اسطرح کہ اگرچہ ہم نماز پڑھتے ہیں مگر اس میں خشوع تو ہے نہیں ذکر کرتے ہیں مگر انوار تو بالکل نہیں، گویا در پردہ خدا کی شکایت کر رہے ہیں، علاج اسکا یہ کہنا ہے کہ اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہم کو ذکر و نماز کی توفیق دی ورنہ ہماری کیا مجال تھی جو آپ کی بندگی کر لیتے

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

کبر و استغنا کا فرق

تہذیب۔ کبر اور استغنار میں فرق یہ ہے کہ کبر کی تعریف اگر صادق آوے تو کبر ہے ورنہ استغنا اور کبر یہ ہے کہ اپنے کو کسی کمال میں دوسرے سے بڑا سمجھے اور اس کے ساتھ اسکو حقیر سمجھے۔

خودرائی کا علاج کامل

تہذیب ابتدار میں خودرائی کا علاج اسی میں منحصر ہے کہ (۱) ہر وقت اہتمام اور مراقبہ رہے کہ اس خمیمہ

کا قرب وقوع تو نہیں ہوا (۲) جب محسوس ہو اسکے مقتضیٰ کی فوراً مخالفت کیجا دے (۳) اگر پھر بھی وقوع ہو جاوے نفس کو کچھ مناسب سزا دیجا دے خواہ بدنی خواہ مالی فوراً یہ خیال رکھا کہ کسی امر میں اپنی رائے پر عمل کرنے کا عزم تو نہیں ہوا جب معلوم ہو تو اس رائے پر عمل نہ کیا اگر غلطی سے پھر بھی ہو گیا دس رکعت نفل جرمانے کی ادا کرے یا دو آنہ پیسے خیرات کرے مثلاً۔

تکبر اختیاری ہے اور غیر اختیاری کا ترک بھی اختیاری ہے

تہذیب اپنے کو کسی سے بڑا سمجھنا باطناً یا ظاہراً اسطرح کہ اسکو حقارت کی نظر سے دیکھے یہ تکبر ہے پس تکبر اختیاری ہے اور اختیاری کا ترک بھی اختیاری ہوتا ہے، اور یہی علاج ہے یہ تفاوت ضرور ہے کہ اول اول ترک اور مقاومت میں تکلف ہوتا ہے پھر تکرار اور مزاولت سے مقاومت اور مدافعت سہل ہو جاتی ہے اسلئے اصطلاح میں اسی اخیر درجہ کا نام علاج ہے یعنی جس سے عمل میں تکلف نہ ہو۔

بلا اختیار اپنے کو بڑا سمجھنا مذموم نہیں لیکن بقصد ایسا سمجھنا کبر ہے اور اسکا علاج

تہذیب۔ کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اسطرح بڑا سمجھنا کہ اسکو حقیر و ذلیل سمجھے، یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے تو اسپر ملامت نہیں بشرطیکہ اسکے مقتضا پر عمل نہ ہو، یعنی زبان سے اپنی تفضیل دوسرے کی تنقیص نہ کرے دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھتا تو بلا قصد ہے مگر اسکے مقتضائے مذکورہ پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت اور عقوبت ہے اور اگر زبان سے اسکی مدح وثنا کرے اور برتاؤ میں اسکی تعظیم کرے تو اعون فی العلاج ہے۔

تکبر مع اللہ کی صورت

تہذیب۔ تکبر میں جب غلو ہو جاتا ہے اور اسکی جڑ پختہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کیساتھ بھی تکبر کرنے لگتا ہے مثلاً دعا میں عاجزی اور خشوع کر رہا تھا رونیکی صورت بنا کر گڑگڑا رہا تھا کہ سامنے سے کوئی دوسرا شخص آگیا تو اب گڑگڑانا چھوڑ دیا کہ دیکھنے والے کی نظر میں سبکی نہ ہو یہ تکبر مع اللہ ہے کہ اسکو اللہ کے سامنے عاجزی اور ذلت کی صورت بنانے سے بھی دوسروں کی نظر میں ذلت و عار آتی ہے پس مخلوق کیلئے کسی عمل عبادت کو ترک کرنا تکبر ہے۔

دوسرے کو حقیر سمجھنے کا علاج

تہذیب۔ اگر کسی بات میں دوسرے کو گھٹا ہوا دیکھو تو اس وقت یوں سوچے کہ

ہم بھی کسی بات میں اس سے گھٹے ہوئے ہیں یا نہیں ہر شخص میں خوبیاں ہوتی ہیں اور برائیاں بھی اگر اس شخص میں ایک برائی ہے تو ممکن ہے ہم میں بہت سی برائیاں ہوں یا ایک ہی برائی اس برائی سے بدتر ہو پھر کس طرح ہم اسکو گھٹا ہوا سمجھتے ہیں اور کیوں دوسرے کو اپنے آپ سے کمتر سمجھتے ہیں اور کیوں سلام میں ابتدا کرنے سے عار آتی ہے

وضعداری میں غلو بھی کبر ہے

تہذیب۔ وضعداری میں غلو بھی کبر ہے وضع کیا چیز ہے قطع کیا چیز ہے اور آن کیا چیز ہے یہ سب شیطانی وسوسے ہیں اپنے آپکو اتنا بڑا ہی کیوں سمجھے کہ اسکیلئے خاص وضع مقرر ہو بندہ کا حق تو یہ ہے جس وقت اور جس وضع میں سرکار رکھیں اسی میں رہے اپنی رائے اور ارادے کو بالکل فنا کر دے۔

کبر کا علمی اور عملی علاج

تہذیب۔ کبر کا علمی علاج تو یہ ہے کہ اپنے عیوب کو سوچا کرے اور یوں سمجھے کہ مجھے اپنے عیوب کا یقین ہے تو علم ہے اور دوسرے کے عیوب کا ظن کیساتھ علم ہے اور جو شخص معیوب یقینی ہو وہ معیوب ظنی سے بدتر ہے اسلئے مجھے اپنے کو سب سے کمتر سمجھنا چاہیے اور عملی علاج یہ ہے کہ جسکو تم اپنے سے چھوٹا سمجھتے ہو اسکے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آؤ اور یہ عملی علاج جزو اعظم ہے بدون اس کے علمی علاج تنہا کافی نہیں تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ جب تک عملی علاج نہ کیا جاوے گا تکبر دور نہ ہوگا۔

علاج ازالہ تکبر

تہذیب۔ مسافروں کے پیر دبایا کرو اس سے تکبر زائل ہو جاوے گا

ذکر و شغل سے جو کبر پیدا ہو اسکا علاج

تہذیب۔ جس ذکر و شغل کی بدولت کوئی اپنے کو بڑا بزرگ سمجھنے لگے اسکا علاج ترک ذکر و شغل ہے لیکن ادباً للشریعۃ چونکہ یہ صورت منع عن ذکر اللہ ہے اس سے ہیئت خاصہ کیساتھ ذکر نہ کرے (کیونکہ اس طرح ذکر کرنے کو لوگ تصوف اور بزرگی نہیں سمجھتے) اور اس کے ساتھ ایک علاج یہ کرے کہ نمازیوں کی جوتیاں جھاڑ کر سیدھی کر دیا کرے۔

کبر کی نفی کیلئے یہ اعتقاد کافی ہے کہ شاید یہ مجھ سے اچھا ہو

تہذیب۔ کبر کی نفی کیلئے یہ احتمال رکھنا ہی کافی ہے کہ ممکن ہے یہ شخص اللہ تعالیٰ کے علم میں مجھ سے اچھا ہو آج کل کے مشائخ تو یہ کہتے ہیں کہ اپنے سے [illegible] اچھا سمجھو میرے نزدیک [illegible] کی [illegible]

نہیں میں تو اتنی آسان بات بتلاتا ہوں کہ صرف یہ کافی ہے کہ شاید یہ پھر سے اچھا ہو اور یہ کچھ دشوار نہیں

کبر کی حقیقت اور اسکے درجے اور ہر ایک کا حکم

تہذیب۔ کبر کی حقیقت ہے اپنے کو دوسرے سے بڑا سمجھنا۔ آگے اسمیں دو درجے ہیں ایک بلا اختیار بڑائی کا آنا اور ایک با اختیار ایسا کرنا۔ پھر اول میں دو درجے ہیں ایک تو یہ کہ اس خیال کے مقتضا پر عمل نہ کرنا پس یہ بھی بالکل مذموم نہیں، دوسرے عمل کرنا یہ مذموم ہے اور معصیت ہے اسی طرح قصداً کسی کو برا سمجھنا یہ بھی علی الاطلاق مذموم ہے گو اس کے مقتضا پر عمل بھی نہ ہو۔

اگر کسی ملازم شاگرد یا چھوٹے پر زیادتی ہو جاوے تو اس کی معافی کا طریقہ

تہذیب۔ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم صریح الفاظ میں معافی مانگیں گے تو یہ گستاخ ہو کر زیادہ نافرمانی کریگا۔ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم معافی مانگیں گے تو یہ شرمندہ ہوگا۔ مگر یہ عذر اسوقت ہیں جب اس سے تعلق رکھنا چاہیں ان صورتوں میں تو صرف اسکا خوش کر دینا امید ہے کہ قائم مقام معافی کے ہو جاویگا اور بعض اوقات اس سے تعلق ہی رکھنا نہیں جیسے ملازم کو موقوف کر دیا یا وہ خود چھوڑ کر جانے لگا اسوقت ضروری ہے کہ زیادتی ہو جانے کی صورت میں اس سے صریح معافی مانگی جاوے کیونکہ یہاں وہ دونوں عذر نہیں اس میں اگر رکاوٹ ہو تو میرے نزدیک اسکا سبب ضرور کبر ہے گو اپنے کو بڑا نہ سمجھے مگر کبر کے مقتضا پر عمل تو ہوا غایت سے غایت کبر اعتقادی نہ ہوگا مگر کبر عملی تو ضرور ہے اگر کوئی کبر کی تقسیم کو تسلیم نہ کرے تب بھی ظلم تو ہوا جس کی معافی مانگنا واجب ہے تو معافی نہ مانگنے میں اگر کبر کا گناہ نہ ہوا تو ظلم کا تو ہوا۔

ذکر سے نفع نہ ہونیکا سبب کبھی کبر ہوتا ہے

تہذیب۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے شکایت کی "مجھے ذکر سے نفع نہیں ہوتا" شیخ نے توجہ کی تو اسکا سبب تکبر معلوم ہوا آپ نے فرمایا ایک ٹوکرا سر دُوں کا فلاں محلہ میں (یہاں اس کے معتقدین بہت تھے)

لیجا، اور عام طور سے اعلان کردے کہ جو کوئی میرے ایک دھول ماریگا اسے ایک اخروٹ ملیگا۔ یہ سنکر مرید نے کہا اللہ اکبر میں ایسا کردوں، شیخ نے فرمایا کمبخت یہ اللہ کا نام وہ ہے کہ اگر کافر صد سالہ اسکو کہے تو مسلمان ہوکر جنتی ہو جاوے مگر تو نے جس موقعہ پر یہ نام لیا ہے اس سے تو کافر ہو گیا اسوقت تو نے اللہ اکبر خدا کی عظمت ظاہر کرنے کو نہیں کہا بلکہ اپنی عظمت ظاہر کرنے کو کہا ہے۔

انانیت کا علاج ذلت نفس ہے

تہذیب۔ یہ انانیت بڑا حجاب ہے اسکا علاج بدون ذلت نفس نہیں ہو سکتا۔

تکبر کا علاج تکبر سے ہونیکا معنی

تہذیب۔ تکبر کا علاج تکبر سے ہو تو وہ اپنا تکبر نہیں بلکہ حضرت حق کی شان کبریا کا استحضار ہونا چاہیئے۔

کبر کی وجہ عظمت حق کا دل میں نہ ہونا ہے

تہذیب۔ ہمارے اندر تکبر اس وقت تک ہے جب تک حق تعالیٰ کی عظمت دل میں نہیں آئی اور اگر عظمت حق دلمیں آجائے تو پھر یہ حال ہوگا ؎

چو سلطان عزت علم بر کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

تکبر سے اندیشہ سلب نعمت کا ہے

تہذیب۔ اپنے تقوی طہارت پر ناز کرکے گنہگاروں کو حقیر مت سمجھو اور ان کی خطائیں معاف کر دیا کرو۔ تکبر کرنے سے اندیشہ سلب نعمت کا ہوتا ہے۔

اصلاحِ نفس ہوجانیکی شناخت

تہذیب۔ جو شخص مجاہدہ سے نفس کو پامال کر چکا ہے۔ اسکے لئے ایک بھنگی سے بھی معافی چاہنا دشوار نہیں۔

اتفاق کا طریقہ بھی ترک تکبر ہے

تہذیب۔ متکبرین میں کبھی اتفاق نہیں ہو سکتا اگر ہوگا تو اسی طرح کہ ایک شخص اپنے تکبر کو چھوڑکر تواضع اختیار کرے۔ یہ نمونہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

عجیب و غریب علاج عبارت آرائی کا

تہذیب عبارت آرائی میں مشغول ہونا اچھا نہیں اسکا علاج یہ ہے کہ

پے خط کو کسی ایسے شخص سے لکھواؤ جس کی بہت ہی کم استعداد ہو اسکے بعد اسی مضمون کو نقل خود بعینہ کر کے اس اصل کے ہمراہ اپنے مصلح کے پاس بھیجے۔

عبارت آرائی اپنے بڑے سے نہ کرنا چاہیئے

تہذیب۔ جس کو اپنے سے بڑا سمجھے اس کے ساتھ عبارت آرائی کرنا ادب کے خلاف ہے

عبارت میں تکلف مناسب نہیں

تہذیب۔ عبارت میں قافیہ وغیرہ بالقصد نہیں لانا چاہیئے اس سے معنیٰ تابع الفاظ کے ہوجاتے ہیں حالانکہ الفاظ کو معانی کا تابع رکھنا چاہیئے اگر بلا قصد کوئی قافیہ آجاوے دوسری بات ہے تکلف نہ کرے۔

سلام میں تقدیم سے عار آنا تکبر سے ہے

تہذیب۔ مجھے علماء سے شکایت ہے کہ ہم لوگ اپنے کو بہت بڑا سمجھتے ہیں کہ عوام کو پہلے سلام کرنے سے ہم کو عار آتی ہے بلکہ اس کے منتظر رہتے ہیں کہ پہلے دوسرے ہم کو سلام کریں۔

صرف تحصیل علم سے تکبر نہیں نکل سکتا

تہذیب۔ تکبر بڑا ہی خناس ہے جب تک یہ ہمارے اندر ہے اس وقت تک حقوق علم ادا نہیں ہوسکتے اور یہ صرف علم حاصل کرنے سے نہیں نکل سکتا، جیسے کسی کو خارش کا نسخہ یاد ہو تو محض نسخہ یاد ہونے سے خارش دفع نہیں ہوسکتی بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ نسخہ کے اجزاء جمع کرو اور اسکا استعمال شروع کرو مضرات سے پرہیز کرو اور جب تک طبیب مشورہ دے اسوقت تک نسخہ کا استعمال کرو اور پرہیز جاری رکھو جب تک طبیب نبض دیکھ کر نہ کہدے کہ اب خارش کا مادہ زائل ہوگیا ہے اسوقت تک تدبیر کو نہ چھوڑو۔

اقرار نقص دلیل کمال ہے

تہذیب۔ ہائے وہ لوگ کہاں گئے جنکو باوجود کمال کے اپنے نقص کے اقرار میں ذرا پس وپیش نہ تھا اور اب وہ زمانہ آگیا کہ ناقصوں کو بھی اپنے نقص کے اقرار سے عار ہے بلکہ وہ اپنے لئے کمال کے مدعی ہیں۔

از قید ہستی رستن کے معنی

تہذیب۔ ؎
قرب از ہستی بیالا رفتن است
قرب نی از قید ہستی رستن است

از قید ہستی رستن کے معنی یہ نہیں کہ سنکھیا کھا کر مرجاؤ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے اوپر نظر نہ کرو اپنی ذات کے مطالعہ میں مشغول نہ ہو اپنے ارادہ و اختیار کو فنا کر دو، دعویٰ اور پندار کو مٹا دو اپنے علوم پر نظر کرنا یہ بھی اشتغال بنفسہ ہے۔

تکلف کی عبارت ایک قسم کا کبر ہے

تہذیب۔ تکلف کی عبارت جس کے حل میں مطالعہ کی ضرورت ہو طالب کے حال سے نہایت بعید ہے اور ایک قسم کا کبر ہے۔

حق گوئی سے عار آنیکا علاج

حال۔ طلباء اگر کوئی بات پوچھتے ہیں اور میری سمجھ میں نہیں آتی تو ذلت معلوم ہوتی ہے اور اس کہنے میں تکلیف ہوتی ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتی، لیکن کہدیتا ہوں۔

تہذیب۔ اسی التزام سے "اگرچہ بہ تکلف ہو" بلا تکلف اس پر قدرت ہو جاتی ہے۔

فانی میں کبر نہیں ہوتا

تہذیب۔ جسکا یہ مذاق ہو کہ اخفائے طاعت خلق سے میا ہے وہ بھلا بڑا بننے کی تو کیوں کوشش کریگا کیونکہ بڑا بننے میں تو اپنے اوپر بھی نظر ہوتی ہے اور مخلوق پر بھی اور فانی کی نظر کسی پر نہیں ہوتی۔

سائل سے تنگدل نہ ہونا چاہئیے نہ حقیر سمجھنا چاہیئے

تہذیب۔ سائل سے کبھی تنگدل نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ تو محسن ہیں، ہمارے لئے حمال انتقال ہیں کہ ہمارا بوجھ اٹھا کر آخرت میں پہنچاتے ہیں اگر یہ لوگ نہ ہوں تو ہمارے صدقات آخرت میں کس طرح پہونچ سکیں، بس اغنیاء کو چاہئیے کہ سائلوں کو حقیر نہ سمجھیں نہ تنگدل ہوں

تکبر کی حد

تہذیب۔ تکبر یہ ہے کہ اپنی صفات حمیدہ کو اپنا کمال سمجھے عطاء و فضل حق پر نظر نہ کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے، باقی اپنی صفات کی نفی کرنا تواضع نہیں ہے مثلاً حافظ کو اپنے حفظ کا اعتقاد جائز ہے ہاں اسکو عطیۂ الٰہی سمجھے۔

عُجب

ہر عمل میں دو حیثیت ہیں

تہذیب۔ عمل میں دو حیثیت ہیں ایک اپنا کمال ہونے کے اعتبار سے (یعنی اپنا کمال سمجھکر) اسپر نظر نہ کرنا چاہیئے

دوسرا یہ کہ یہ خدا کی رحمت ہے اس اعتبار سے اس پر مسرت مامور بہ ہے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا۔

اہلیت وقابلیت کی شرط عطیۂ خداوندی ہے

حال۔ بعض حضرات میرے سامنے اختلاف وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو مجھے بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا مذاق کر رہے ہیں قلب میں بجائے خوشی کے ایک رنج پیدا ہوتا ہے

تہذیب۔ الحمدللہ یہ علامت ہے عدم عجب کی، حق تعالیٰ اسمیں ترقی عطا فرمادیں کہ اپنے کو کبھی اہل نہ سمجھیں۔ لیکن اس حالت میں یہ مزید شکر کا سبب ہونا چاہئیے کہ باوجود نااہلی کے حق تعالٰے نے یہ نعمت دی اور اس کو فال نیک سمجھنا چاہئیے عطائے اہلیت کی ولنعم ماقیل

داد او را قابلیت شرط نیست ۔۔۔ بلکہ شرط قابلیت داد اوست

توفیق الٰہی پر شکر چاہیئے

تہذیب۔ کام کرنے والوں کو چاہئے کہ اپنے اعمال کو اپنا کمال نہ سمجھیں بلکہ خدا تعالٰے کا احسان سمجھکر شکر کریں کہ انھوں نے ہم سے کام لے لیا ورنہ ہماری کیا طاقت تھی ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی ۔۔۔ منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

اظہار عمل کب نقص ہے اور کب کمال

تہذیب۔ اظہار عمل مطلقاً نقص نہیں اور نہ اخفائے عمل مطلقاً کمال ہے بلکہ نقص جب ہے کہ اپنے اوپر نظر ہو اور کمال جب ہے کہ اپنے اوپر نظر نہ ہو بلکہ صرف خالقِ جل وعلیٰ پر نظر ہو۔

شکر وکبر کا فرق

تہذیب۔ ذکر کرکے جو نفس خوش ہو تو اگر اسکو اپنی فضیلت سمجھو تو کبر ہے اور اگر عطائے حق سمجھو اور اپنے کو اس کا مستحق نہ سمجھو تو شکر ہے۔

استحقاق اجر کے دعوٰی کا منشاء عظمت خداوندی پر نظر نہ ہونا ہے

تہذیب۔ ہم اپنے اعمال کو اسی وقت تک کچھ سمجھتے ہیں جب تک اپنے اوپر نظر ہو اور جب خدا تعالٰے کی عظمت پر نظر ہوگی تو ہر شخص اقرار کرے گا کہ میں نے خدا تعالیٰ کا کچھ بھی

حق ادا نہیں کیا پھر استحقاق اجر کے دعوی کا کیا منہ ؎

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

اعمال صالحہ خود سراپا انعامات ہیں

تہذیب۔ حضرت! جتنے کام حق تعالیٰ ہم سے لے رہے ہیں یہ خود انعام ہے پھر انعام پر طلب انعام کیسا انعام تو عمل پر ہوا کرتا ہے اور یہاں خود یہ اعمال ہی سراپا انعامات ہیں ورنہ ہم کس قابل تھے کہ حق تعالیٰ کی عبادت کر سکیں ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنی منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

کمال پر ناز کرنا دلیل ہے کمال بیکاری ہونے کی

تہذیب۔ کمال پر ناز کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ یہ شخص کمال سے عاری ہے، ورنہ اہل کمال ناز نہیں کیا کرتے کیونکہ ان کو کمال کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے جس سے اپنے کو عاجز پا کر وہ کبھی ناز نہیں کر سکتے۔

عمل صالح کی توفیق محض حق تعالیٰ کے فضل سے ہے

تہذیب۔ عمل صالح کی توفیق محض حق تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ یہ جو آپ کو نماز کا شوق ہے اور رات کو تہجد میں اٹھتے ہیں یہ آپ کا کام نہیں بلکہ کوئی اور ہی اٹھا رہا ہے۔

عجب کا علاج

تہذیب۔ اگر حق تعالیٰ ہم سے کچھ کام لے لیں اس کو ان کی عنایت سمجھو، کام لینا اسلئے کہتا ہوں کہ سب باگیں ان کے ہی قبضہ میں ہیں بس اپنا کچھ کمال نہ سمجھو نہ کسی گنہگار کو حقیر جانو۔

عمل نسبت مع اللہ کے منافی ہے

تہذیب۔ صاحب نسبت عمل کرے تو نسبت سلب ہو جاتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ عامل کو خدا پر توکل نہیں رہتا اور عجب پیدا ہو جاتا ہے اور یہ منافی ہے نسبت مع اللہ کے

مدح وذم

مدح کا علاج

تہذیب۔ اگر مدح سے نفس خوش ہو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ مادحین جس

امر کی مدح کر رہے ہیں نہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہیں نہ میرے دوسرے عیوب سے حسن ظن رکھتے ہیں جو انکی تو خوبی ہے مگر میرے لئے حجت نہیں۔

فرح شکر و فرح بطر کا فرق

تہذیب۔ معیار مابہ الفرق فرح شکر و فرح بطر میں یہ ہے کہ اول میں نعمت کو محض فضل الٰہی کا نتیجہ سمجھتا ہے اور اپنی نا قابلیت کا استحضار رہتا ہے۔ اور ثانی میں اسکے برعکس ہوتا ہے۔

ریا

عمل کے وقت وسوسات ریا کا علاج

تہذیب۔ اگر ابتدائً ریا کا خیال نہو اور عمل کے وقت اس قسم کے دواعی پیدا ہو جائیں تو اپنے معمول کو ترک نہ کریں بلکہ ثبات اولیٰ ہے۔ ریا کو دل سے برا سمجھ کر حتی الامکان ان کو دفع کرنا کافی ہے۔

وسوسہ تو کفر کا بھی آنا مضر نہیں

تہذیب۔ ریا تو قصد سے پیدا ہوتی ہے اور جو بلا قصد ہو وہ ریا نہیں صرف وسوسۂ ریا ہے اور وسوسہ تو کفر کا مضر نہیں چہ جائیکہ ریا کا وسوسہ۔

کمالات کے اظہار کا اہتمام ریا ہے

تہذیب۔ (بجز مربی کے) اپنے عیوب کسی دوسرے پر ظاہر ہونے کو پسند نہ کرنا یہ ریا نہیں ہے، بلکہ یہ تو مطابق سنت کے ہے کہ استتار عیوب کا خود حکم ہے۔ ہاں کمالات کے اظہار کا اہتمام یہ ریا ہے اگر وہ کمالات غیر واقعی ہوں تو خداع اور تلبیس ہے۔

محض دکھلانے کا خیال بلا اختیار آجانا ریا نہیں جب تک کہ عامل اس کا قصد نہ کرے۔

حال۔ ہر کار خیر میں خصوصاً نماز میں یہ خیال ہوتا ہے کہ تجھے فلاں فلاں دیکھ رہے ہیں اس لئے یہ فعل تیرا ریا اور سمعہ میں داخل ہے جو اکثر فرض نماز کے سوا باقی [illegible] ترک پر مجبور کرتا ہے۔

تہذیب۔ محض کسی کے دیکھنے سے تو ریا ہوتی نہیں جب تک کہ عامل دکھلانے کا قصد نہ کرے اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ قصد فعل اختیاری ہے محض دکھلانیکا خیال بلا اختیار آجانا یہ قصد نہیں اس علم کی تصحیح بھی اس خیال کا علاج ہے اور اس خیال کے مقتضیٰ پر عمل نہ کرنا یعنی طاعت کو ترک نہ کرنا اس علاج کا مکمل ہے۔

عمل اور خلق کی اصلاح کا طریقہ

تہذیب۔ عبادات میں جو ریا پیدا ہو عقلاً اسکو دبانا اور روکنا یہ عمل کی اصلاح ہے اور اس عادت سے اس خلق (ریا) کا تقاضا نہ ہونا یہ خلق کی اصلاح ہے۔

ریا کی حقیقت

تہذیب۔ (۱) ریا کی حقیقت ہے ارادۃ الخلق للغرض الدنیاوی ارضاء خلق للحق ریا نہیں۔

تہذیب۔ (۲) ریا کی حقیقت یہ ہے کہ عبادت کا اظہار کسی دنیاوی غرض سے کیا جاوے یا کسی فعل مباح کا اظہار کسی معصیت کی غرض سے کیا جاوے۔

ریا میں صرف تصحیح نیت کافی نہیں بلکہ عمل میں تغیر بھی نہ کرے

حال بعض

کسی اچھے کام میں مصروف ہوتا ہوں اچانک کسی شخص پر نظر پڑ جاتی ہے تو اکثر و بیشتر یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کام کو اور اچھی طرح پر کردں مجھے اتنا تو یہ یقیناً معلوم ہے کہ یہ ریا ہے ایسے وقت میں یہ سمجھ کر کہ انسان کیا چیز ہے جو اس کو دکھلا کر کام کریں اس کام کو کئے جاتا ہوں اور نیت حق تعالےٰ کی طرف پھیر لیتا ہوں، نیت پھیر لینے سے ریا جاتی رہیگی یا نہیں۔

تہذیب۔ میر اندا ق اس میں یہ ہے کہ صرف تصحیح نیت اس میں کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ خطرہ کے بعد عمل میں تغیر بھی نہ کرے کیونکہ تصحیح نیت اسکا مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالذات (اسکا) تحسین عمل للخلق اور تصحیح نیت اس تحسین کا آلہ تاکہ غائلہ ریا سے بھی بچا رہے اور مقصود نفس بھی حاصل ہوجاوے تو سب اخلاق سے تحصیل ریا مقصود ہو وہ مقدمہ ریا ہونے کے سبب ریا ہی ہے اگر دوسرے اطبا کی تحقیق اسکے خلاف بھی ہو تب بھی میں اپنی رائے پر قائم ہوں، ذوقیات میں ایک کا اجتہاد دوسرے پر حجت نہیں۔

عبادت کو کسی کے دیکھنے پر طبیعت میں فرحت کا ہونا علامت وجود مادہ ریا کی ہے

حال۔ اثناء عبادت یا عبادت سے فراغ کے بعد اگر کوئی شخص اس عبادت پر مطلع ہو جاوے تو اس عابد کے دل میں ایک قسم کی فرحت اور خوشی پیدا ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ دل کے اندر ریا اس طرح چھپا ہوا ہے جسطرح راکھ کے اندر آگ کہ دوسروں کے مطلع ہونے پر اسی لئے تو سرور ہوتا ہے۔

تہذیب۔ اس عبارت میں اس فرحت کو ریا نہیں کہا اسکو علامت ریا کہا اور علامت بھی مادہ ریا کی کہا جس پر مواخذہ نہیں۔

ریا مع اللہ کی صورت

تہذیب۔ خلوت میں لمبی نماز اس خیال و نیت سے پڑھنا کہ مخلوق کے سامنے بھی طویل نماز پڑھ سکے اور حق تعالیٰ کا یہ اعتراض لازم نہ آوے کہ مخلوق کے سامنے تو لمبی نماز پڑھتا ہے اور میرے سامنے مختصر پڑھتا ہے، تو یہ لمبی نماز خلوت کی خدا کے لئے نہیں ہے بلکہ مخلوق کے سامنے ریا باقی رکھنے کے لئے ہے یہ ریا مع اللہ ہے۔

ترک عبادت میں تکبر اور ریا کی صورت

تہذیب۔ مخلوق کے لئے کسی عمل عبادت کو ترک کرنا جس طرح تکبر ہے اسی طرح ریا بھی ہے۔

ریا کی مختلف صورتیں

تہذیب۔ اگر عمل میں دنیائے فاسد یعنی معصیت کی نیت ہو تو وہ یقیناً ریا ہے۔ اور اگر دنیائے مباح کی نیت ہو تو اگر عمل دنیوی میں ہے تو وہ ریا نہیں اور اگر عمل دینی میں ہے تو وہ بھی ریا ہے اگر کسی شخص کو اسلئے راضی کیا جاوے تاکہ اس کے شر سے محفوظ رہیں تو یہ ریا نہیں اور اگر مخلوق کو اس لئے راضی کیا جاوے تاکہ وہ ہمارے معتقد رہیں ہمارے مرید زیادہ ہوں تو یہ ریا ہے کیونکہ یہ نیت معصیت ہے اسواسطے کہ عین عبادت کے وقت اس کی نظر مخلوق پر رہی اور ان کی نظر میں معظم رہنا چاہا۔

عبادت کے اخفاء کا اہتمام بھی ریا ہے۔

تہذیب۔ محققین کے نزدیک عبادات

کے اخفار کا اہتمام کرنا بھی ریا ہے کیونکہ اخفاء عن الخلق کا اہتمام وہی کریگا جسکی نظر مخلوق پر ہو اور جن کی نظر مخلوق سے اٹھ جاوے اور اپنے سے بھی اٹھ جاوے کہ عبادت کو اپنا عمل نہ سمجھے بلکہ محض توفیق حق سمجھے کہ اللہ تعالے مجھ سے کام لے رہے ہیں میں خود کچھ نہیں کر سکتا تھا وہ اخفار کا اہتمام نہ کرے گا کیونکہ جب وہ مخلوق کو لاشئے محض سمجھے گا تو اس سے اخفار کیوں کریگا اور جب اپنے عمل کو اپنا عمل ہی نہیں سمجھتا بلکہ فضل حق سمجھتا ہے تو کسی کے دیکھنے سے عجب کا اثر کیوں ہوگا۔

ریا سے حفاظت کا علاج فنائے کامل ہے

تہذیب۔ ریا و رضا رِ خلق سے بچنا چاہتے ہو تو فنا کا طریق اختیار کرو بدون فنائے کامل کے ریا سے حفاظت نہیں ہو سکتی۔

معلم کو اپنے عمل کی اطلاع کرنا ریا نہیں ہے

تہذیب۔ ریا وہ ہے جو دنیا کی غرض سے کسی کو عمل دکھلایا جاوے، سالک جو اپنے عمل کی اطلاع اپنے معلم کو کرتا ہے وہ ریا نہیں ہے کیونکہ عمل تو اللہ ہی کے رضا کے لئے ہوتا ہے پھر بعد صدور عمل کے اپنے معلم کو اپنے آئندہ کی مصلحت دینیہ کیلئے اس عمل کی اطلاع کرتا ہے، ریا میں تو خود عمل سے غرض نمائش ہوتی ہے اور یہاں عمل سے غرض رضائے حق ہے اور اطلاع کا قصد مستقل ہے وہ بھی دین کے لئے جیسے قرآن کا حفظ کرنے والا قرآن تو ثواب ہی کی نیت سے یاد کرتا ہے لیکن سبق یاد کر کے استاد کو یاد کی اطلاع اس طرح کرتا ہے کہ اس کو سناتا ہے تاکہ یہ آئندہ خوش ہو کر تعلیم کرے۔

ریا کے خیال سے عمل کو ترک نکرنا چاہئیے

سوال۔ (خلاصہ عریضہ یکے از منتہیاں) (۱) بیمار تھا تہجد آخر شب میں ناغہ تھی اسی زمانے میں دو مہمان آئے اور وہ آخر شب میں اٹھے تو خیال ہوا کہ لاؤ میں بھی پڑھ لوں تہجد (۲) پھر خیال ہوا کہ نہ پڑھوں یہ ریا ہے چنانچہ نہ پڑھی (۳) پھر خیال ہوا کہ صبح کو ان سے ظاہر کر دیا جاوے کہ فلاں وجہ سے تہجد سے قاصر رہا اور اس وقت تہجد نہ پڑھوں۔

تہذیب۔ (خلاصہ) (۱) یہ احکم تھا (۲) یہ اسلم تھا (۳) یہ خالص ریا تھا باقی ناقص کو

نں حکم کیا جاتا ہے کہ پڑھو اور نیت کو درست کرو ورنہ پھر اس کو ہر موقع پر ریا کا شبہ بہانہ ہو جائیگا

رضائے حق کے پیدا کرنے کا طریقہ تہذیب۔ اپنے اختیار سے ہر کام میں رضائے حق کا قصد کریں اور اپنے اختیار سے رضائے خلق کا قصد نہ کریں اور بلا قصد کے اگر رضائے خلق کا وسوسہ یا خیال آئے تو اس کی مطلق پروا نہ کریں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ یوں ہی اپنے اختیار و قصد سے رضائے حق کا قصد کرتا رہے تجربہ ہے کہ چند روز میں، رذائل کے خلاف کرنے سے اس عمل کی عادت اور مشق ہو جاتی ہے پھر رذیلہ کے خلاف کرنے میں کچھ دشواری نہیں ہوتی بلکہ رذیلہ کمزور ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ رذائل کا ازالہ ضرور نہیں اسقدر اضمحلال ہی کافی ہے کہ جس سے مقاومت رذیلہ کی آسان ہو جاوے۔

ارضائے خلق بہ نیت ارضائے حق ارضائے حق ہے تہذیب۔ ارضائے خلق بھی اگر بہ نیت ارضائے حق ہو تو وہ ارضائے حق میں داخل ہے نظیر اس کی شیخ کا ہدیہ ہے۔

صوفیوں کی وضع ریاءً بنانا بھی قابل قدر ہے تہذیب۔ جو شخص ریا سے بھی صوفیوں کی وضع بناتا ہو اس کی بھی قدر کرو کیونکہ اس سے کم اس فعل سے یہ تو معلوم ہوا کہ اس کے دل میں صوفیہ کی قدر ہے جب ہی تو وہ ان کی وضع وصورت سے باقدر ہونا چاہتا ہے پس تم اس کے عیب (ریا) پر نظر نہ کرو بلکہ اس خوبی پر نظر کر کے اس کی قدر کرو۔

افراطِ عظمت شیخ بھی ارضائے خلق ہے تہذیب۔ حکم شیخ کی اتنی عظمت کہ شیخ کا بتلایا ہوا وظیفہ تو کبھی نہ چھوٹے گو نماز و جماعت چھوٹ جاوے ارضائے خلق میں داخل ہے۔

توحید مطلوب کے دو درجے مامور بہا ہیں جنکا حصول مزیل ریا ہے اور توحید وجودی کا درجہ مامور بہ نہیں گو معین توحید مطلوب ہے

تہذیب۔ شرعاً جو توحید مطلوب اور مامور بہ ہے اس کے دو ہی درجے ہیں ایک توحید اعتقادی (یعنی حق تعالیٰ کو ذات وصفات میں واحد و یکتا سمجھنا) دوسرے توحید قصدی (یعنی حق تعالیٰ

کو قصد میں بھی واحد و یکتا سمجھنا، غیر حق کو مطلوب و مقصود نہ بنانا) اور توحید وجودی (یعنی حق تعالٰے کو وجود میں واحد و یکتا سمجھنا جسکا اثر یہ ہو کہ حق تعالٰے کے سوا کسی کے وجود کا اثر اسکی طبیعت پر نہ ہو جس سے خوفاً یا رجاءً متاثر ہو جاوے بلکہ یوں سمجھے کہ حق تعالٰے کے سوا کوئی موجود نہیں جس سے خوف و رجا کو متعلق کیا جاوے) یہ توحید مامور بہ نہیں۔ ہاں توحید مطلوب کی معین ضرور ہے کہ اس سے توحید اعتقادی اور توحید قصدی کا حصول و کمال سہل ہو جاتا ہے مگر یہ نہیں کہ اس کے بغیر توحید کامل ہی نہ ہو سکے

ریا کیلئے قصد شرط ہے

تہذیب۔ ریا کوئی خود نہیں لپٹی پھرتی جب قصد کرو گے تب ہی ریا ہو گی ورنہ محض وسوسۂ ریا ہو گا جو مضر نہیں۔

معیار شناخت وسوسۂ ریا از حقیقت ریا

تہذیب۔ صورت ریا، ریا نہیں ہے جیسا کہ ابو موسیٰ اشعری رضؓ کا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن سنانے سے تطییب قلب رسول اور تطییب قلب رسول سے ارضائے حق کا قصد رکھنا کو صورتاً ریا ہے لیکن حقیقتاً ریا نہیں؛ اسی طرح وسوسۂ ریا، ریا نہیں۔ بس ریا وہ ہے کہ عمل دینی سے مقصود ہی غیر حق ہو اور غیر حق کو ارضاء حق کا واسطہ نہ بنایا گیا ہو، اور اگر عمل سے مقصود غیر حق نہ ہو تو غیر کا واسطہ آنا مضر نہیں۔ رہا یہ کہ اسکا معیار کیا ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ وسوسۂ ریا تھا یا حقیقت ریا، سو معیار یہ ہے کہ ریا یہ ہے کہ اس کے دیکھنے والے چلے جاویں تو یہ ذکر وغیرہ کو قطع کر دے اور اگر ان کے جانے کے بعد ذکر کو قطع نہ کرے تو دیکھنے والوں کو ہوتے ہوئے جو ان کی طرف خیال گیا تھا یہ وسوسۂ ریا تھا، ریا نہ تھا۔

اخفائے عبادت خلق سے ریا ہے

تہذیب۔ عام صوفیوں کا مشہور قول یہ ہے کہ اظہار عبادت خلق سے ریا ہے اور محققین حضرات کا ارشاد ہے کہ اخفائے عبادت خلق سے ریا ہے کیونکہ مخلوق پر نظر ہی کیوں گئی جو اس سے اخفاء کا اہتمام کیا اگر مخلوق کو کالعدم اور لاشے اور ایسا سمجھے کہ جیسے مسجد کی صفیں تو ان سے اخفاء نہ کرتے۔

جوش اور غضب

اشتعال کم کرنیکا طریقہ (١) تہذیب۔ بہ تکلف ضبط کرکے اپنے عیوب سوچنے لگا کیجئے انشاء اللہ اشتعال کم ہوجاویگا

(٢) تہذیب۔ جسپر غصہ آوے اس کے پاس سے فوراً خود ہٹ جاوے یا اس کو اپنے پاس سے ہٹادیوے جیسا موقع ہو، استحضار عذاب الٰہی کا کرے اپنے گناہوں کو یاد کرکے استغفار کی کثرت کرنے لگے۔

غصہ کے مقتضا پر عمل مت کرو حال۔ اگر آپ کو کوئی کچھ کہتا ہے اور اعتراض کرتا ہے تو تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔

تہذیب۔ مگر غصہ سے آگے انتقام تک مت بڑھنا "ولو باللسان"

غصہ کا ایک درجہ غیر اختیاری ہے اور ایک اختیاری اور اس کا علاج

تہذیب۔ سرعت غضب امر طبعی ہے اختیار سے خارج ہے اس پر ملامت نہیں البتہ اس کے مقتضیٰ پر عمل جبکہ حدود سے تجاوز ہوجائے مذموم ہے اور اس کا علاج بجز ہمت کے کچھ نہیں اس ہمت میں مغضوب علیہ سے فوراً دور چلا جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اپنی خطاؤں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے احتمال کو یاد کرنا یہ بھی بہت معین ہے" اور نرمی وغیرہ مدت تک تکلف سے سوچ سوچ کر اختیار کرنا چاہیئے، مدت کے بعد ملکہ ہوگا، ہمت نہ ہارے۔

غصہ کا اعتدال اختیاری ہے تہذیب۔ ناحق والے پر غصہ آنا تو مذموم نہیں۔ ہاں اعتدال ضروری ہے سو وہ اختیاری ہے۔

غصہ کے اعتدال کا اہتمام اور کوتاہی پر تدارک شرعی واجب ہے

تہذیب۔ غصہ اور جوش میں حتی الامکان حد پر رہنے کا اہتمام کیا جاوے اور جو پھر کوتاہی ہو جاوے موافق شرع کے تدارک۔ اور استغفار کیا جاوے۔

غصہ کا علمی و عملی علاج

تہذیب۔ جس وقت غصہ آوے امور ذیل کی پابندی کریں (۱) یہ خیال کریں کہ میں بھی حق تعالےٰ کا خطاوار ہوں اگر وہ بھی اسیطرح غصہ کریں تو میرا کہاں ٹھکانا ہو (۲) اگر میں اس کو معاف کر دونگا تو اللہ تعالےٰ مجھ کو معاف فرما دیں گے (۳) اس وقت بیکار نہ رہیں فوراً کسی کام میں لگ جاویں خصوصاً مطالعہ کتب میں (۴) اس جگہ سے ہٹ جاویں (۵) اعوذ باللہ پڑھنے کی کثرت کریں (۶) پانی پی لیویں (۷) وضو کر لیویں

مادہ غضب کے اضمحلال کا طریقہ

تہذیب۔ غصہ میں جوش کا دفعتاً آنا تو غیر اختیاری ہے اس پر ملامت نہیں لیکن بعد کو اس پر قائم رہ کر اسکے مقتضا پر عمل کرنا اختیاری ہے اور اختیاری فعل کا ترک بھی اختیاری ہے پس اس کے مقتضیٰ پر عمل نکرنا اختیاری ہے اور بار بار اسکے مقتضا پر عمل نہ کرنے سے تقاضا جوش کا بھی مضمحل ہو جاویگا۔

غضب مفرط کا بہترین علاج

تہذیب۔ اگر طبعی طور سے غصہ زیادہ ہو اور ذرا سی بات پر حد سے زیادہ غصہ آجاتا ہو کہ اس وقت عقل نہ رہتی ہو تو بہترین علاج یہ ہے کہ جس پر غصہ کیا جاوے بعد غصہ فرو ہو جانے کے مجمع میں اسکے سامنے ہاتھ جوڑے پاؤں پکڑے بلکہ اس کے جوتے اپنے سر پر رکھ لے ایک دو بار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آجاوے گی۔

ایک مدت معتدہ تک تقاضے کی مخالفت اور کوتاہی پر تدارک اصلاح ہے غضب کا

تہذیب۔ بہ تکلف اس تقاضے کی مخالفت کریں جب کوتاہی ہو جاوے استغفار کریں اور اگر کسی شخص کے حق میں کوئی زیادتی و تجاوز حدود شرعی سے ہو گیا ہے تو اس سے معاف کرائیں چند بار ایسا کرنے سے اصلاح ہو جاوے گی۔

غصہ کا عملی علاج اور اس کے تسہیل کے تدبیرات | تہذیب | غصہ کی نعم

غیر اختیاری ہے لیکن اسکے مقتضا پر عمل اختیاری ہے اسلیئے اسکا ترک بھی اختیاری ہے اور ما اختیاری کا علاج بجز استعمال اختیار کے اور کچھ نہیں گو اس میں کچھ مشقت و تکلف بھی ہو اسی استعمال کے تکرار و مداومت سے وہ اقتضا ضعیف و مضمحل ہوجاتا ہے اور اس پر ترک میں زیادہ تکلف نہیں ہوتا البتہ اس اختیار کے استعمال میں کبھی قدرے تکلف بھی ہوتا ہے اس تکلف کے مبدل بسہولت ہونے کے لیئے بعض تدبیرات کی ضرورت ہوتی ہے وہ یہ ہیں (۱) غصہ کے وقت فوراً وہاں سے جدا ہوجائیں (۲) اعوذ باللہ پڑھ لیں (۳) پانی پی لیں (۴) فوراً کسی کام میں لگ جاویں (۵) حق تعالیٰ کے قادر اور اپنے عاصی اور خوف انتقام وحب عفو کو یاد کرکے مغضوب کو عفو کردیں۔

بلندی کو دوسروں کی کوتاہی پر صبر کرنا چاہیئے اور صبر کرنے کا آسان طریقہ

حال۔ طبیعتم بسیار تیز است کہ ہر چیز یکہ ناگوار باشد از قول و فعل دیگراں و بر غلطی دیگراں در مکالمت و مکاتبت وغیرہ بجبر و سماع احیاناً از زبان نادان بہ نیت درستگی کلمات اصلاحیہ بیرون می شود کہ گاہے مد مقابل را ناگوار می باشد نیز مکثاری و ہرزہ درائی از عادت سیئہ من است صورت احتراز مشں ایچہ بہ بند د"

تہذیب۔ بندی را ازاں امر مضر است کہ او قادر نیست بر حفظ حدود و نیز منصبش تعلیم نیست پس خالی از شائبہ انتقام نفسانی نباشد لہٰذا صبر لازم است و اگر صبر شاق باشد باستحضار خطایائے خویش و بجدا شدن از موقعہ غضب امداد جوید و مشغول بدعا و ابتہال شود آں انشاء اللہ تعالیٰ ازیں تدبیر نجات حاصل شود۔

غصہ کے متعلق ایک مفید تجربہ تہذیب تجربہ کرکے دیکھا گیا ہے کہ غصہ روکنا ہمیشہ اچھا ہوا ہے اور جب اسکو جاری کیا گیا ہے تو اسکا انجام ہمیشہ برا ہوا اور دل کو قلق بھی ہمیشہ ہوا۔

غصہ کا گُر تہذیب۔ غصہ جب آوے تو یہ گر یاد رکھے کہ قول یا فعل میں ہرگز تعمیل نہ کرے تھوڑے دنوں میں اس طرح کرنے میں تعدیل ہو جاوے گی۔

غصہ کے قبائح کے پیش نظر رہنے کا آسان طریقہ

حال۔ غصہ کیوقت طبیعت بھڑک اٹھتی ہے اور اسکے قبائح پیش نظر نہیں رہ جاتے۔

العلاج بالضد، ذہول کا علاج استحضار ہے ایک پرچہ پر یہ قبائح لکھکر اپنے پاس رکھو خواہ جیب میں یا بطور تعویذ کے بازو پر، غصہ کیوقت اسکا مضمون یاد آجانا یا یاد کرلینا آسان ہوگا

غصہ میں بچوں پر زیادتی سے بچنے کا علمی و عملی علاج

تہذیب۔ غصہ میں بچوں کو ہرگز نہ مارا جاوے بلکہ غصہ فرو ہونے کے بعد سوچ سمجھکر سزا دیجاوے اور بہتر سزا یہ ہے کہ بچوں کی چھٹی بند کردیجاوے اس کا ان پر کافی اثر ہوتا ہے، حاجی ارنے میں اسواسطے آزاد ہیں کہ ان سے بازپرس کرنے والا کوئی نہیں، بچے تو بازپرس کے اہل نہیں اور والدین کا مقولہ ہے کہ ہڈی تو ہماری اور چمڑا میاں جی کا، مگر یاد رکھو جس حق کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہو اس کا مطالبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا، یہاں تک کہ اگر کافر ذمی پر کوئی حاکم ظلم کرے تو حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی طرف سے مطالبہ کرینگے۔

حسد

حسد کے تین درجہ اور ہر ایک درجہ کا حکم

تہذیب۔ ایک کیفیت انسانیہ ہے جسمیں انسان معذور ہے۔ ایک عمل ہے مقتضیٰ پر اس میں انسان ماز در (گنہگار) ہے ایک مخالفت ہے اس مقتضا کی اس میں انسان ماجور ہے یعنی حسد کے غلبہ سے کسی کی مذمت کا تقاضا ہو اس کی مدح کرو اس سے اعراض کو دل چاہے اس سے ملو، اس کی تعظیم کرو اسکو ابتدار بالسلام کرو اس کے ساتھ احسان کرو۔

حسد کے مقتضیات کے اضداد کو اختیار سے استعمال کرنا اسکا علاج ہے

تہذیب۔ العلاج بالضد اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہوتی ہے۔ پس جو امور حسد سے ناشی ہیں ان کی ضد کو اپنے اختیار سے عمل میں لاؤ اس طرح کہ بجائے غیبت کے محسود کی مدح زبان سے کیا کرو گو نفس کو ناگوار ہو مگر زبان پر تو اختیار ہے اور اس سے نیازمندی کے ساتھ ملاقات و کلام کرو اور اس کے ضرر پر زبان سے رنج ظاہر کیا کرو اسکے سامنے بھی اور دوسروں کے سامنے بھی اور وہ اگر سامنے آجاوے تو اس کی تعظیم کیا کرو، کبھی کبھی اسکو ہدیہ دیا کرو ایک مدت تک ایسا کرنے سے حسد زائل ہو جاوے گا کم از کم بیس بار اس معاملہ کو واضح کیا جاوے۔

حسد اور حقد کی شناخت اور اس کے مادہ کے اضمحلال کا طریقہ

تہذیب۔ اگر کسی کے نقصان کی خبر سننے یا برائی کی خبر سننے سے دل خوش ہو تو یہ حسد کا مادہ ہے اور اگر اس شخص سے کوئی رنج پہنچا ہو تو حقد کا مادہ ہے مگر مادہ پر مواخذہ نہیں اگر اس کے مقتضا پر عمل کیا جاوے تو مواخذہ ہے اور عمل اختیاری ہے اس سے بچنا اختیاری ہے لیکن مادہ کو مضمحل کرنا ضروری ہے تاکہ بڑھ نہ جاوے اس کی تدبیر یہی ہے کہ شرمندہ ہوں اور حق تعالٰے سے توبہ کریں اور دعا کریں کہ اس کو دفع کریں اور اس شخص کی اعانت کریں خواہ مال سے یا بدن سے خواہ دعا سے اس سے وہ مادہ کالعدم ہو جاوے گا

حسد و غبطہ کا فرق

تہذیب۔ حسد وہ ہے جس میں محسود سے زوال نعمت کی تمنا ہو اور غبطہ وہ ہے کہ اس کے پاس رہتے ہوئے اپنے لئے حصول کی تمنا ہو۔

حسد کا ایک سہل علاج

تہذیب۔ حسد کا علاج یہ ہے کہ جس سے حسد ہو اس کے لئے ترقی خیر کی خوب دعا کیا کرے اور اس کے ساتھ احسان ہی کرتا رہے خواہ مال سے یا بدن سے یا دعا سے چند دنوں میں حسد دور ہو جاویگا

حقد اور کینہ

حقد کا علاج بہ تکلف اختلاط و احسان ہے۔ تہذیب۔ جس سے کینہ ہو

اس کے ساتھ بتکلف اختلاط اور احسان کیجیے۔

کینہ اور انقباض طبعی کا فرق تہذیب۔ کینہ وہ ہے جو اختیار وقصد سے کسی کی برائی اور بدخواہی دل میں رکھی جاوے اور اس کو ایذا پہونچانے کی تدبیر بھی کرے اگر کسی سے رنج کی کوئی بات پیش آوے اور طبیعت اس سے ملنے کو نہ چاہے تو یہ کینہ نہیں بلکہ انقباض طبعی ہے جو گناہ نہیں۔

مادہ حقد کے اضمحلال کا طریقہ حال۔ اپنے مخالف کو کوئی نقصان کسی سے پہونچ جاتا ہے تو قلب میں ایک فرحت محسوس ہوتی ہے۔

تہذیب۔ عقلاً اور اعتقاداً اس کا استحضار کیا جاوے کہ یہ سرحت قابل دفع ہے اور دعا کیجاوے کہ اس فرحت کو اللہ تعالیٰ دفع فرمادیں۔

رسوخ حاصل ہونیکا طریقہ تکرار استحضار ہے حال۔ آرزو ہے کہ مخالف کی مخالفت کو اپنے حرکاتِ ناشائستہ و اعمال سیئہ کا نتیجہ سمجھوں۔

تہذیب۔ اس کا استحضار اختیاری ہے تکرار استحضار سے اس میں رسوخ ہوجاویگا۔

کسی سے رنج نہ رکھنے کے لئے بار بار دعا کیجاوے حال۔ دل سے تمنا ہے کہ کسی سے کوئی رنج نہ رکھوں۔ تہذیب۔ اس کیلئے بار بار دعا کی جاوے۔

کینہ رکھنا مناسب نہیں تہذیب۔ جتنا میرے اختیار میں ہے میں پہلے ہی سے معاف کر دیتا ہوں میں دل میں کسی کی بات نہیں رکھتا اور دل میں وہ رکھے جو زبان سے نہ کہے میں تو زبان سے بہت کچھ کہہ لیتا ہوں دل میں کچھ نہیں رکھتا

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن   آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

دنیائے مذموم

دنیا کیسا مذموم ہے اور کیسا محمود تہذیب۔ دنیا محمود و مطلوب ہے تو ہے مگر بحیاح بلا محمود مگر اس

شرط ہے کہ غافل عن الدین نہ کرے بیوی کے ساتھ محبت کا زیادہ ہونا عین مطلوب ہے جب تقوی بڑھتا ہے تو بیوی سے محبت بڑھ جاتی ہے۔

دنیائے مذموم کی شناخت

تہذیب۔ مطلق خواہش مال کی بوجہ حاجات کے حب دنیا نہیں۔ حب دنیا کی علامت عدم تحرز عن الحرام ہے یا انہماک یعنی جمع زائد از حاجت بمحض الحوص دلو من بحلال ہے۔

مال کی کمی پر نظر کرنا حب دنیا ہے

تہذیب۔ مال کی کمی پر نظر کرنا اکثر حب دنیا کی وجہ سے ہے

غفلتِ مذموم کی حد

تہذیب۔ غفلت مذموم سے مراد یہ ہے کہ بے شغلی کی حالت میں حق تعالیٰ سے بے توجہ رہے اور ایسا شغل جو مانع ہو توجہ الی اللہ سے بلا ضرورت اختیار کرے

کسب دنیا ممنوع نہیں حب دنیا ممنوع ہے

تہذیب۔ کسب دنیا ممنوع نہیں البتہ اس کی محبت اور دل میں اس کی وقعت کرنا ممنوع ہے خواہ پیرایۂ مذمت ہی میں ہو کیونکہ جس چیز کی دل میں کچھ وقعت نہ ہو اس کا ذکر مذمت سے بھی نہیں کیا جاتا۔

دنیا کے اندر فکر مذموم اور فکر محمود کی حد

تہذیب۔ دنیا کے اندر جو فکر مذموم ہے وہ وہ ہے جو تحصیل دنیا کیلئے ہو اسکو مقصود بالذات سمجھکر اور اگر مقصود بالذات نہ سمجھے تو وہ فکر بھی جائز ہے کیونکہ حدیث میں ہے طلب الحلال فریضۃ الخ نیز خود دنیا میں فکر ترک دنیا کیلئے ہو وہ مطلوب ہے یعنی دنیا اور آخرت میں موازنہ کے لئے تفکر کرنا کہ اسمیں کونسا قابل اختیار کرنے کے ہے اور کون قابل ترک ہے یہ فکر مطلوب ہے۔

آخرت کے مقابلہ میں طلب دنیا محض حماقت اور جہالت ہے

تہذیب۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ آخرت کا وجود نہ ہوتا یا تحصیل دنیا آخرت سے مانع نہ ہوتی تب بھی دنیا کی حقیقت ایسی ہے اس کو معلوم کر کے عاقل ہرگز اس کی طرف رغبت نہ کرتا، اور آخرت کے مقابلے میں تو اس کا طلب کرنا محض حماقت اور جہالت ہے۔

مال کا جمع کرنا مطلقاً خلاف زہد نہیں

تہذیب ۔ مال کا جمع کرنا مطلقاً خلاف زہد نہیں ۔ البتہ اسکو ذریعہ معاصی بنانا خلاف زہد ہے بعضوں کے لئے مالدار ہونا ہی مفید ہے اللہ تعالٰے جانتے ہیں کہ کسکو مال سے قرب ہوگا اور کس کو افلاس سے اسلئے کسی کو مال دیتے ہیں اور کسی کو مفلس رکھتے ہیں۔

مداراۃ اور مداہنت کا فرق

تہذیب ۔ جو نرمی کسی مصلحت یا ضرورت سے ہو وہ مداراۃ ہے اور جو غیر ضروری مال یا جاہ کے تحصیل یا بقاء کے لئے ہو وہ مداہنت ہے۔

آخرت کے مقابلہ میں دنیا کا ہیچ ولاشے ہونا مع مثال

تہذیب ۔ دنیا آخرت کے مقابلہ میں ، ہیچ ہے لاشے ہے جیسے ستارے آفتاب کے سامنے کچھ نہیں اور کنسٹبل وائسرائے کے سامنے کچھ نہیں۔

حصول دنیا پر فخر کرنے کی مثال

تہذیب ۔ آجکل فخراً کوئی کہتا ہے مجھکو اتنا نفع ہوا ، دوسرا کہتا ہے میرے پاس اتنا جمع ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے دو بھنگی آپس میں فخر کریں ایک کہے میں نے اتنے ٹوکرے گُو کے کمائے دوسرا کہے میں نے تجھ سے زیادہ کمائے۔

مال کو مقصود بالذات بنالینا پوری حماقت ہے اور اولاد تو اس سے بھی گھٹیا ہیں

تہذیب ۔ مال سے مقصود رفع ضرورت اور رفع ضرورت سے مطلوب بقاء النفس ہے تو اصل مقصود کیلئے یہ واسطہ در واسطہ ہے پھر ایسے واسطے کو مقصود بنالینا حماقت ہی نہیں کہ دن رات اس میں مشغول ہو اور بقاء نفس جو مطلوب ہے وہ بھی بے حقیقت ہے کیونکہ اسکا بقاء چندروزہ ہے جو قابل اعتبار نہیں۔ غرض مال خود مطلوب بنانے کے ہرگز قابل نہیں ، اور اولاد تو اس سے بھی گھٹیا ہیں کہ وہ تو بقائے نفس کے لئے بھی نہیں صرف بقاء نوع کے لئے مطلوب ہیں۔

حب دنیا سے مذموم کی تفصیل

تہذیب ۔ میں حب دنیا سے منع نہیں کرتا بلکہ

حب دنیا سے منع کرتا ہوں کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ بلکہ قل ان کان آباءکم وابناءکم الخ میں تو اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت کی شان ظاہر ہوتی ہے کہ وہ دنیا کی محبت سے بھی منع نہیں کرتے بلکہ اجبیت سے منع کرتے ہیں کہ دنیا کی محبت اللہ ورسول کی محبت سے زیادہ ہو جسکی علامت یہ ہے کہ اطاعت احکام میں اختلال ہو جاوے بلکہ طبعی اجبیت سے منع نہیں فرماتے صرف عقلی اجبیت سے منع فرماتے ہیں اور اجبیت عقلیہ کا معیار یہ ہے کہ اطاعت احکام اور جہاد فی سبیلہ میں کمی نہ ہو، اگر یہ معیار محفوظ ہے تو پھر طبعی محبت اگر دنیا سے یا بیوی سے یا اولاد سے زیادہ بھی ہو تو کچھ ڈر نہیں۔ اگر ایک شخص اپنے بیٹے کے مرنے پر زیادہ روئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے واقعہ کو سنکر زیادہ نہ روئے تو مواخذہ نہ ہوئے گا، مواخذہ اس پر ہوگا کہ تزاحم دین و دنیا کے موقع پر دنیا کو دین پر ترجیح دے اور اگر یہ نہ ہو بلکہ دنیا کی محبت اور حرص کو دبا کر دین پر فدا کر دے گو ترک دنیا سے حزن بھی ہو اور دل بھی دکھے تو اس پر مواخذہ تو کیا ہوتا اس سے ثواب بڑھیگا، کمال تقویٰ یہی ہے کہ دنیا کی حرص ومحبت ہوتے ہوئے بھی اسکا مقابلہ کیا جاوے۔ ؎

شہوت دنیا مثل گلخن است کہ از وحمام تقویٰ روشن است

خلاصہ یہ کہ محض حرص دنیا مذموم نہیں بلکہ اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا مذموم ہے

مسلمان کو چاہیئے کہ مباحات میں زیادہ منہمک نہ ہو

تہذیب۔ مسلمان کو چاہئے کہ زیادہ تر طاعات میں مشغول رہیں۔ مباحات میں بھی زیادہ انہماک نہ کرے کیونکہ اس کی سرحد گناہ سے ملی ہوئی ہے۔

دنیا کی حقیقت مع مثال

تہذیب۔ دنیا کی حقیقت نہ معلوم ہونے سے لوگ اسپر فریفتہ ہو رہے ہیں۔ اگر اس کی حقیقت معلوم ہو جائے تو سخت نفرت ہو جائے۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے پاخانہ پر چاندی کے ورق لگے ہوئے ہیں اور کوئی اسکو حلوا سمجھ کر تاک میں بیٹھا ہو، یا کسی چڑیل بڑھیا کو لال ریشمی لباس پہنا دیا گیا ہو اور نقاب سے منہ ڈھانک دیا گیا ہو اور کوئی اسکو حسین وخوبصورت سمجھ کر محبت کا دم بھرنے لگے ؎

بس قیامت خوش کہ زیر چادر باشد چوں باز کنی مادر مادر باشد

عارفے خواب رفت در فکرے دید دنیا بصورت بکرے

گرد از دے سوال کاے دلبر | بکر جونی بایں ہمہ شوہر
گفت یک حرف با تو گویم راست | کہ مرا ہر کہ بود مرد نخواست
وانکہ نامرد بود خواست مرا | زاں ابکارت بجاست مرا

دنیا اور آخرت کے ظاہر و باطن کا موازنہ تہذیب۔ صاحبو! دنیا ظاہر میں مجلس سے مزین ہے مگر اندر گو موت اور سانپ بچھو بھرے ہوئے ہیں اور آخرت ظاہر میں مکارہ و مصائب سے گھری ہوئی ہے مگر اندر نہایت حسین دلفریب محبوبہ ہے جسکی ایک نگاہ کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی کوئی چیز نہیں۔

کابل توجہ دنیا کی طرف معین آخرت ہے تہذیب۔ دنیا کی حالت پر ضرور توجہ کرو مگر کامل توجہ کرو جس سے حقیقت منکشف ہو۔ ناتمام توجہ نہ کرو کہ ظاہر ہی تک رہ جاؤ اور حقیقت اسکی مستور رہ جاوے۔

ترقی مروجہ اور ترقی حقیقی کا فرق تہذیب۔ فاستبقوا الخیرات میں خود ترقی کا حکم ہے لیکن اس قید کے ساتھ کہ ترقی خیر میں ہونی چاہئے۔ آپ ترقی درم کے حامی ہیں خواہ دین سلامت رہے یا نہ رہے اور ہم بدون سلامت دین کے ترقی درم کو ترقی ورم سمجھتے ہیں، جس شخص کے بدن پر ورم ہو جائے ظاہر میں وہ بھی ترقی یافتہ ہے مگر حقیقت میں وہ تنزل کی طرف جا رہا ہے۔

دنیا بذاتہ بھی قابل نفرت ہے کیونکہ اسکا کوئی طالب راحت میں نہیں تہذیب۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلے میں تو بالکل قابل نفرت ہے ہی لیکن اس سے قطع نظر وہ بھی خود اپنی حالت ذاتیہ پر نظر کر کے قابل نفرت ہے کیونکہ طالب دنیا کوئی راحت میں نہیں ہے چنانچہ اگر انکی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو چھوڑ کر ان کی اندرونی حالت کو ان کے پاس رہ کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ کوئی پریشانی سے خالی نہیں بخلاف طالب آخرت کے کہ سب کے سب راحت میں ہیں۔

دنیا کی مطلوبیت کی دو حیثیتیں ہیں اور دونوں قابل نفرت ہیں تہذیب۔ اگر دنیا

کی حقیقت پر نظر کرو تو دنیا میں اس کی مطلوبیت کی دو حیثیتیں ہیں ایک مطلوبیت اس کے صفات کے اعتبار سے دوسری مطلوبیت اس کے غایت کے اعتبار سے۔ صفت کے اعتبار سے دنیا کی حالت یہ ہے کہ وہ فانی ہے اور آخرت باقی ہے اور باقی کے مقابلہ میں فانی قابل رغبت نہیں ہوا کرتا اور غایت کے اعتبار سے دیکھا جاوے تو دنیا کو عیش و آرام کے لئے طلب کیا جاتا ہے۔ عام طور سے لوگ عمدہ لباس عمدہ مکان اور عمدہ غذا کو عیش و آرام سمجھتے ہیں حالانکہ یہ محض اسباب عیش و آرام ہیں لیکن حقیقت عیش و آرام کی راحت قلب ہے اور ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ راحت قلب طلب دین ہی سے حاصل ہوتی ہے طلب دنیا سے حاصل نہیں ہوتی۔

فقر وفاقہ کی ترغیب

تہذیب۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے جب کوئی فقر وفاقہ کی شکایت کرتا تو فرماتے کہ تم اس دولت کی قدر کیا جانو تم کو یہ دولت مفت مل گئی۔ اس کی قدر مجھ سے پوچھو کہ سلطنت کو چھوڑ کر فقر وفاقہ کو خریدا ہے۔

منافع اخرویہ کے سامنے منافع دنیویہ لاشے ہیں

تہذیب۔ لعب کہتے ہیں لغو اور عبث فعل کو اور لہو کہتے ہیں غفلت میں ڈالنے والی بات کو۔ جن منافع اخرویہ کے لئے یہ اشیائے دنیا وضع کی گئی ہیں ان کے اعتبار سے یہ عبث و باطل نہیں اور جو منافع اہل ہوا نے خود تراشے ہیں جو واقع میں مضار ہیں ان کے اعتبار سے اس کو لہو ولعب فرمایا ہے پس دنیا کی ہر چیز فی نفسہٖ حکم و مصالح و منافع سے لبریز ہے، عبث و فضول کوئی نہیں مگر جب وہ مقصود اصلی یعنی منافع اخرویہ سے مانع ہو جاوے تو اس وقت یہی منافع جن کو ہم نے منافع دنیا کا اصل اصول سمجھ رکھا ہے اور وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں انہیں کو لہو ولعب سے تعبیر کیا جاویگا۔ کیونکہ منافع دنیوی دراصل فانی اور مردہ ہیں اور منافع اخروی زندہ پس کارآمد چیز کو چھوڑ کر بیکار شے کے پیچھے پڑنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

حفاظت مآل کے لئے وسعت مال مذموم نہیں

تہذیب۔ اگر کوئی شخص مآل سے محفوظ ہونے کا انتظام کرے تو اسکے لئے مال کی وسعت مذموم نہیں۔

ترقی فی الدنیا ترقی فی غیر المقصود ہے اور ترقی فی الدین ترقی فی المقصود

ہے لیکن اس کیلئے بھی حدود و قیود ہیں

تہذیب۔ مقاصد دو قسم کے ہیں ایک مقاصد دینیہ دوسرے مقاصد دنیویہ اور دنیا مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود لغیرہ ہے جیسا کہ اہل اسلام کا سب کا عقیدہ ہے اور دین مقصود بالذات ہے پس معلوم ہو گیا کہ ترقی فی الدنیا ترقی فی غیر المقصود ہے اور ترقی فی الدین ترقی فی المقصود ہے اس کا مقتضا یہ تھا کہ ترقی فی الدین کے لئے کوئی حد نہ ہوتی کیونکہ ظاہر ا مقصود میں جس قدر بھی ترقی ہو بہتر ہے مگر ترقی فی الدین کے لئے بھی حدود ہیں بلکہ حدود کے ساتھ قیود بھی ہیں (حد وہ ہے جو کسی شئی کا منتہا ہو اور قید وہ ہے جو اس حد کے اندر اس شئے میں تخصیص کر دے۔ مثلاً نماز کی ایک تو حد ہے کہ عصر کی نماز میں چار رکعت ہیں اس سے زیادہ منع ہیں اور قیود یہ ہیں کہ جیسے نماز کے لئے باوضو ہونا مستقبل قبلہ ہونا طہارت مکان ولباس وغیرہ، غور کر کے دیکھا جاوے تو تمام مقاصد دینیہ میں حدود و قیود دونوں ہوتے ہیں۔

طول امل غیر ممنوع وہ ہے جو خدمت دین کے لئے ہو

تہذیب۔ جس طول امل سے ممانعت ہے وہ وہ ہے جو دنیا کی ہوس کے لئے ہو اور جس طول امل کی اجازت علماء کے لئے ہے وہ وہ ہے جو خدمت دین کے لئے ہے اور حقیقت میں طول امل نہیں صرف صورتاً طول امل ہے

زیور اور لباس کی محبت کم کرنیکا علاج

تہذیب۔ زیور ولباس کی محبت کم کرنے کا علاج یہ ہے کہ اپنے گھر میں سب لباس و زیور پہنا کریں اور دوسرے گھر میں معمولی زیور لباس پہنکر جایا کریں۔

تعلق غالب مذموم وہ ہے جس کے بعد یا فوت سے طاعات میں قلت وضعف آجاوے

تہذیب۔ تعلق غالب مذموم یہ ہے کہ محل تعلق کے بعد یا فوت سے قلب پر ایسا اثر ہو کہ قلب کو ایسا بے چین کر دے کہ اسی کے تصور و حسرت میں اشتغال ہو جاوے اور اسی اشتغال سے طاعات میں قلت اور ضعف آجاوے اور اگر یہ نوبت نہ پہونچے تو محض حزن کا اثر مانع

نہیں ہے۔ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے حزنِ شدید کا کوئی انکار کر سکتا ہے اور کیا ان کی حالت کو کوئی مانع عن الحق کہہ سکتا ہے۔

حرص شرعی کی شناخت

تہذیب۔ شر عادہ حرص حرص ہی نہیں جسکے مقتضا پر عمل نہ ہو، حرص فرعی وہی ہے جس سے دنیا کو دین پر ترجیح ہونے لگے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو مال کی احتیاج بھی ہے اور اسکے ملنے پر طبعاً خوشی بھی ہوتی ہے لیکن اے اللہ! اسکی محبت کو اپنی رضا کا وسیلہ بنا دیجئے بلکہ ایک درجہ اس کا مطلوب بھی ہے۔ مثلاً اتنی محبت جس سے مال کی حفاظت کا اہتمام ہو سکے وہ مطلوب ہے کیونکہ مال کا ضائع کرنا حرام ہے۔

فقر و زہد کا فرق اور حالت فقر کا دستور العمل اور حالت غنا میں تحصیل زہد کا طریقہ

تہذیب۔ فقر انزوار دنیا ہے عبد سے اور زہد انزوار عبد ہے دنیا سے، یا بعنوان دیگر فقر قلت ہے مال کی اور زہد قلت ہے رغبت مال کی۔ فقر غیر اختیاری ہے مگر اسمیں یہ اختیاری ہے کہ قناعت کا مرتکب رہے اور حرص و طمع و انہماک فی طلب الدنیا سے مجتنب رہے اور اس پر رضا اختیار کرے اور تحصیل زہد میں استحضار فنار دنیا و ذکر موت و انفاق فی الخیر علاوہ فرض خاص طور پر معین ہے۔

طریقہ تحصیل زہد

تہذیب۔ تحصیل زہد کا طریقہ یہ ہے کہ مخلوق کے ہاتھ میں جو کچھ متاع دنیا ہے سب سے امید قطع کر دے جو شخص ایسا کریگا اس کا قلب راحت میں رہیگا کیونکہ زہد قلب اور بدن دونوں کو راحت دیتا ہے۔

جاہ

جاہ و کبر کا داعیہ معصیت نہیں

تہذیب۔ جاہ و کبر کا داعیہ تو معصیت نہیں باقی انکے مقتضا پر عمل کرنا نہ کرنا یہ اختیاری ہے مکلف تو صرف اسی قدر کا ہے کہ مقتضا پر عمل نہ کرے لیکن اگر خلاف مقتضا پر عمل کرے تو اور زیادہ

اقویٰ اور انفع ہے۔

جاہ مضر وہ ہے جو طلب سے حاصل ہو

تہذیب۔ جس جاہ سے ضرر ہوتا ہے یہ وہ جاہ ہے جو طلب سے حاصل ہو اور جو بدون طلب حاصل ہو وہ مضر نہیں ہوتی اس میں خدا تعالیٰ کی امداد ہوتی ہے اگر لوگ اس پر حسد کریں اور اسکو برا بھلا کہنے لگیں تو حق تعالےٰ اسکو قوی کردیتے ہیں جس سے کوئی اذیت اس کے نزدیک اذیت نہیں رہتی۔ نیز ان مصائب سے جو باطنی ترقی ہوتی ہے حق تعالیٰ اسے قلب پر منکشف فرمادیتے ہیں اور ہر واقعہ کی حکمت پر مطلع فرمادیتے ہیں اب اسے کچھ تکلیف نہیں ہوتی۔

حب جاہ کا علمی وعملی علاج

تہذیب۔ ہر علاج میں مجاہدہ کی ضرورت ہے یعنی داعیہ نفس کے ذم کا استحضار اور اس داعیہ کی عملی مخالفت۔ اس مرض (جاہ) کا علاج بھی مرکب ہے ان ہی دو اجزاء سے اول اس رذیلہ کی جو مذمتیں اور وعیدیں وارد ہیں ان کا ذہن میں حاضر کرنا، بلکہ زبان سے بھی ان کا تکرار کرنا بلکہ ان مضامین سے اپنے نفس کو زبان سے خطاب کرنا کہ تجھکو ان سے عقاب ہونیکا اندیشہ ہے اسی کیساتھ اپنے عیوب کا استحضار اور نفس کو خطاب کہ اگر لوگوں کو ان رذائل کی اطلاع ہوجاوے تو کتنا ذلیل اور حقیر سمجھیں تو یہی غنیمت سمجھ کر لوگ نفرت وتحقیر نہیں کرتے نہ کہ ان سے توقع تعظیم ومدح کی رکھی جاوے۔ اور عملی جزو یہ ہے کہ مداح کو زبان سے منع کردیا جائے اور اس میں ذرا اہتمام سے کام لیا جاوے سرسری لہجہ سے کہنا کافی نہیں اور اس کیساتھ ہی جو لوگ ذلیل شمار کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم کیجاوے گو نفس کو گراں ہو۔

مبتدی کیلئے وعظ گوئی کا طریقہ جس سے جاہ سے محفوظ رہے

تہذیب۔ مبتدی کو ایک خاص طریقہ سے وعظ گوئی کی اجازت ہے کوئی چھپا ہوا وعظ لے لے اور اس کے مضامین سمجھا کر سنادے اس طرح مقصود بھی حاصل ہوجاویگا اور لوگونکا اعتقاد بھی نہیں بڑھیگا کہ بڑے عالم ہیں اپنی یاد سے علمی مضامین بیان کررہے ہیں بلکہ ہر شخص سمجھیگا کہ بیچارہ کتاب میں سے دیکھ کر نقل کررہے ہیں۔

خواہش عہدہ وترقی مراتب کے ازالہ کی ترکیب

تہذیب۔ تمنی مراتب

وخواہش عہدہ کے ازالہ کی تدبیر اسکا سوچنا ہے کہ اس میں بجز اسکے کہ لوگوں کی نظر میں عزت زیادہ ہو اور کیا نفع ہے اور یہ (جاہ) محض ایک خیالی چیز ہے واقعی نفع کچھ نہیں۔

اصل مقصود جاہ سے دفع مضرت ہے

حال۔ کمترین کا مذاق یہی ہے کہ گمنام رہوں اور حدیث میں جو دعا ہے واجعلنی فی عینی صغیراً و فی اعین الناس کبیراً اس میں لوگوں کی نظر میں بڑا معلوم ہونے کی دعا کا امر ہے جس سے اندیشہ ترقی لذت جاہ کا ہے جو خلاف مذاق ہے

تہذیب۔ نہایت مبارک مذاق ہے اور اس دعا کی حقیقت اس مذاق کے خلاف نہیں اور اس حقیقت کا سمجھنا موقوف ہے حکمت جاہ کے سمجھنے پر اور وہ یہ ہے کہ جاہ خود مقصود نہیں بلکہ ذریعہ ہے دفع مفسدہ کا اور وہ مفسدہ اذیت خلق ہے اسکا دافع جاہ ہے کہ وہ مانع ہوتا ہے ظالموں کی دست درازی سے پس اصل مقصود یہ ہے کہ اذیت عوام و حکام سے محفوظ رہے تاکہ بلا تشویش مشغول طاعت رہ سکے پس اس معنی کے تصور سے دعا کرنا نہ خلاف مذاق ہوگا نہ نفس کو اس میں بڑے بننے کی لذت ہوگی۔

جاہی وسوسہ کا علاج

حال۔ جب کوئی اپنے کسی مقصد کے لئے دعا کرنیکی ہمت کرتا ہے اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقصد برآیا تو عقیدت بڑھ جائے گی تو دعا کرنے میں جی نہیں لگتا۔

تہذیب۔ یہ بھی اثر محمود ہے مگر بہ تکلف دعا میں اس نیت سے جی لگانا چاہیئے کہ بندگان خدا کی خدمت ہے اور یہ خدمت طاعت ہے۔

صاحب جاہ کو دین اور دنیا دونوں کی راحت نہیں

تہذیب۔ صاحب جاہ کو نہ دین کی راحت نہ دنیا کی اس کا دین بھی خطرہ میں رہتا ہے اور دنیاوی خطرہ کا بھی اندیشہ رہتا ہے۔ ہاں جب حق تعالیٰ کی طرف سے بدون تمہاری طلب کے جاہ عطا ہو وہ نعمت ہے اسمیں دین کا خطرہ نہیں کیونکہ ادہر سے تمہاری حفاظت کیجاتی ہے۔

لباس معیار لیاقت نہیں

تہذیب۔ تعظیم تو کمال کی ہوتی ہے لباس کی تعظیم نہیں ہوا کرتی اور اہل دنیا کی تعظیم جو لباس

کی وجہ سے کی جاتی ہے اسکا منشا عظمت نہیں بلکہ خوف ہے جیسے سانپ کو دیکھ کر لوگ کھڑے ہوجاتے ہیں۔ لباس کو تو معیار لیاقت کوئی احمق بھی کہہ سکتا۔

حرص طعام

پیٹ بھر کر کھانا گناہ نہیں

تہذیب۔ خوراک کم کرنے کی فکر میں نہ پڑیں ضعف ہوجاویگا جب خدا تعالےٰ نے کھانے کو دیا ہے اور اجازت بھی دی ہے پھر تنگی کیوں کریں پیٹ بھر کر کھانا گناہ تھوڑا ہی ہے۔

سیری سے بھی زیادہ کھانیکی اصلاح کا طریقہ

تہذیب۔ شبع کوئی مرض نہیں سیری تک کھانا مباح ہے اگر سیری سے بھی زیادہ کھالیا جاوے تو اس کا علاج سوچنا ہے کہ زیادہ کھانے سے ضرر ہوگا بس اس سوچنے سے انشاءاللہ تعالےٰ اسکی اصلاح ہوجاویگی۔

آداب طعام

تہذیب۔ آداب طعام یہ ہیں (۱) جس کے یہاں مہمان ہو اس کو اپنے معمولات کی پہلے ہی اطلاع کردو دستر خوان پر بیٹھ کر اپنے معمولات بیان کرنا تہذیب کے خلاف ہے (۲) میزبان مہمان کے اوپر مسلط ہوکر نہ بیٹھے بلکہ اسکو آزاد چھوڑ دے (۳) میزبان کے ہاتھ شروع میں پہلے دھلائیں جائیں اور کھانا بھی اول میزبان کے سامنے رکھا جاوے (۴) میزبان کھانا خود پہلے شروع کردے اس سے مہمان بے تکلف ہوجاتا ہے (۵) میزبان کو چاہئے کہ مہمانوں کو کھاتے ہوئے ہرگز نہ گھورے بس سرسری نگاہ سے اتنا معلوم کرتا رہے کہ کہاں کس چیز کی ضرورت ہے باقی نہ اس سے کہے کہ آپ کم کھا رہے ہیں نہ یہ کہے کہ آپ تکلف کر رہے ہیں کیونکہ جب مہمان کو معلوم ہوجاتا ہے کہ میزبان میرے لقمے دیکھ رہا ہے تو اس سے بالکل نہیں کھایا جاتا۔

غذائے جسمانی کی کثرت مضر ہے اور غذا میں ہرایک کا اوسط جدا جدا

کھانے سے اصل مقصود جمعیت قلب ہے اور اسکی دلیل

تہذیب۔ غذائے جسمانی کی کثرت سے غذائے روحانی یعنی ذکر اللہ کم ہو جاتا ہے شیخ سعدی رحؒ فرماتے ہیں۔ ؎

تہی از حکمتی بعلت آں — کہ پُری از طعام تا بینی۔

اسلئے سالک کو غذائے جسمانی میں کثرت نہ چاہیئے بلکہ توسط کا لحاظ رکھنا چاہیئے مگر یہ ضرور ہے کہ سب کا اوسط ایک نہیں ہے بلکہ ہر شخص کا اوسط مختلف ہے اور اوسط سے تجاوز کرنا اور زیادہ کھانا برا ہے اسی طرح اوسط سے کم کھانا بھی مضر ہے ایک ضرر تو جسمانی ہے کہ غذا بہت کم کرنے سے ضعف لاحق ہو جاتا ہے اور کام نہیں ہو سکتا اور ایک ضرر مقصود سلوک کا ہے وہ یہ کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ تشبہ بالملائکہ حاصل کرے اور تشبہ بالملائکہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو نہ شبع سے بدمست ہو نہ جوع سے پریشان ہو بلکہ معتدل حالت میں رہ کر طمانیت و جمعیت قلب سے متصف ہو۔ پس کھانے سے اصل مقصود جمعیت قلب ہے نہ بہت کھانا مطلوب ہے نہ کم کھانا دلیل اسکی یہ ہے اذا حضر العشاء والعشاء فابدءوا بالعشاء" فقہاء نے کھانے کی یہاں تک رعایت کی ہے کہ اگر کھانا ٹھنڈا ہونے سے اس کی لذت زائل ہو جانیکا اندیشہ ہو جب بھی نماز کو مؤخر کر دینا جائز ہے منشا اسکا وہی تحصیل جمعیت قلب ہے کہ بار بار یہ خیال نہ آوے کہ نماز جلدی پڑھوں تاکہ کھانا ٹھنڈا نہ ہو جاوے۔

آج کل تقلیل غذا مضر ہے

تہذیب۔ عبادت میں نشاط و سرور صحت و قوت ہی سے ہوتا ہے اور تجربہ ہے کہ آج کل تقلیل غذا سے صحت برباد ہو جاتی ہے، فاقہ کر کے نماز پڑھنے سے انتڑیاں قل ہو اللہ پڑھیں گی زبان و قلب سے کچھ نہ نکلے گا۔

وجہ عدم اتباع صوفیۂ سابقین در تقلیل غذا

تہذیب۔ پہلے صوفیہ سے جو تقلیل غذا کے واقعات منقول ہیں آج کل ان پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ ان حضرات میں قوت زیادہ تھی ان کو غذا کم کرنے سے بھی جمعیت قلب فوت نہ ہوتی تھی کیونکہ انکی قوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان سے

بعض اشغال ایسے منقول ہیں جو آج کل کوئی کرے تو مرہی جاوے چنانچہ ایک شغل صلوۃ معکوس کا ہے اور اسکو اصطلاحاً صلوۃ کہدیا گیا ہے ورنہ وہ نماز نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ الٹا لٹک کر شغل کرتے ہیں۔

کثرت کلام

ترک لایعنی کی تعلیم

تہذیب۔ شریعت کی بہت بڑی تعلیم ہے کہ بے ضرورت باتوں میں نہ پڑنا چاہیئے۔ حدیث: "من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ"

قول و فعل کے فضول یا مضر ہونیکی شناخت

تہذیب۔ ہر قول اور ہر فعل اختیاری کسی نہ کسی غایت کے لئے مطلوب ہوتا ہے پس ہر کام اور ہر بات میں یہ سوچنا چاہیئے کہ اسکی غایت کیا ہے جس کام اور جس بات کی کچھ غایت نہ ہو وہ فضول ہے اور غایت معلوم ہو مگر مفید نہ ہو وہ بھی فضول ہے اور اگر وہ غایت کوئی ضرر ہو لازم یا متعدی تو وہ کلام یا بات مضر ہے۔

مناظرہ کی ممانعت کہ سراسر مضر قلب اور مضر دین ہے

تہذیب۔ آج کل مناظرہ بھی بہت مضر ہے کیونکہ اس کی بھی کچھ غایت محمودہ نہیں بس زیادہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ خصم کو ذلیل کیا جاوے اور اپنی بات کو اونچا کیا جاوے تحقیق حق مقصود نہیں چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے حماد کو نصیحت کی کہ دیکھو مناظرہ کبھی نہ کرنا ہم تو مناظرہ اس نیت سے کرتے تھے کہ شاید خصم کے منہ سے حق بات نکل جاوے تو ہم اس کی بات مان لیں اور تم لوگ مناظرہ اس نیت سے کرتے ہو کہ خدا کرے خصم کے منہ سے حق بات نہ نکلے بلکہ جو بات نکلے باطل ہی نکلے تاکہ تم کو اس کے رد کا موقع ملے۔ بلکہ اب تو اس سے بھی بدتر حالت ہے کیونکہ اس وقت جو تمنا ہوتی تھی کہ خصم کے منھ سے باطل ہی نکلے حق نہ نکلے اسکا منشا یہ تھا کہ وہ حضرات حق بات کو رد کرنا نہ چاہتے تھے بلکہ حق بات کے رد سے شرماتے تھے اسلئے یہ تمنا تھی کہ خصم کے منھ سے حق نہ

نکلے تاکہ رد کر سکیں۔ اور اب تو مناظرہ میں اول ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ خصم کی ہر بات کو رد کرینگے خواہ حق ہو یا باطل۔

ترک لایعنی میں دین اور دنیا دونوں کی راحت ہے

تہذیب۔ صاحبو سوال وہ کرو جسکی ضرورت ہو بات وہ کرو جس کی کچھ غایت ہو کام وہ کرو جسکا کچھ مفید نتیجہ ہو اور جس کام کی غایت معلوم نہو اسکو چھوڑ دو جس بات کا کچھ نتیجہ نہ ہو اس کے درپے نہ ہو اس میں دین کی راحت تو ہے ہی واللہ دنیا کی بھی اسی میں راحت ہے۔

زبان کی بے احتیاطی سے نور قلب زائل ہو جاتا ہے

تہذیب۔ اعمال و احوال سے جو نور قلب میں پیدا ہوتا ہے وہ اس زبان کی بے احتیاطی سے اکثر زائل ہو جاتا ہے پس اسباب کو جمع کرنے کے ساتھ موانع کو بھی دفع کرنا چاہیئے تب ثمرہ مرتب ہوگا۔

اختیاری امور کا علاج ہمت ہے وبس

تہذیب۔ کلام و ترک کلام دونوں اختیاری ہیں۔ ہمت بولا کرو اسمیں بھی ہمت کی ضرورت ہے بدون اسکے کچھ نہیں ہوتا۔

دوسروں کی سمع خراشی سے بچنے کا طریقہ

تہذیب۔ اگر بعض ملنے والے بیکار زیادہ دیر تک سمع خراشی اور حرج کریں ان کو نہ اٹھا دے خود کوئی خلوت کی جگہ اپنے لئے تجویز کر کے ان سے اجازت لے کر اٹھ کھڑا ہو۔

بدزبانی کا علاج

تہذیب۔ بدزبانی کا علاج بجز ہمت اور قبل تکلم کے تامل اور استحضار عذاب کے اور کچھ نہیں۔

زیادہ گوئی اور فضول گوئی کے ترک کا طریق

تہذیب۔ زیادہ گوئی کا علاج ترک ہے اور طریق تحصیل تکلف دا ہتمام الی ان یحصل الدوام۔

اضیاف کی غیر ضروری باتوں سے بچنے کا طریقہ

تہذیب۔ اضیاف بھی اگر غیر ضروری باتیں

کرنے لگیں جس سے وقت اپنے کام کا ضائع ہونے لگے یا طبیعت تنگ ہونے لگے بدُن حیلہ کے یا کسی حیلہ کے اٹھ جانا چاہیئے، مروت میں اپنا دینی ضرر ہرگز گوارا نہ کرنا چاہیئے بس شدہ شدہ اسی طرح عادت ہو جاوے گی اپنے نفس کو بھی اور اضیاف کو بھی۔

بے تحقیق بات کا نقل کرنا گناہ ہے

تہذیب۔ بے تحقیق کسی بات کا نقل کرنا اور سنی سنائی بات کو بدون تحقیق کے فوراً زبان سے نکال دینا بھی گناہ ہے کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع۔

ناجائز باتوں سے بچنے کا طریقہ

تہذیب۔ ناجائز باتوں سے اسی وقت بچ سکتے ہو، جب اس کی عادت ہو جاوے کہ مباح اور جائز باتیں بھی بے ضرورت نہ کرو، بس زیادہ تر سکوت اختیار کرنا چاہیئے۔ حدیث میں ہے من سکت سلم و من سلم نجا ؎

خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمی آید

معصیت لسانی سے بچنے کا طریقہ

تہذیب۔ زبان کے گناہوں سے بچنے کا علاج ایک یہ ہے کہ اکثر اوقات اسکو (زبان کو) ذکر اللہ میں اور تلاوت میں مشغول رکھو، جس کو جو آسان ہو اور دوسروں کو امر بالمعروف کرتے رہو۔

زبان کے گناہوں سے بچنے کا ایک طریقہ سوچنا اور پوچھنا ہے

تہذیب۔ زبان کے گناہوں سے بچنے کا طریقہ سوچنا اور پوچھنا ہے کہ جو بات کرو سوچ کر کرو اور اگر جواز و عدم جواز میں شبہ ہو تو اس کو کسی عالم سے پوچھ لو پھر جو وہ کہے اس کے موافق عمل کرو۔

لایعنی کلام سخت مضر قلب ہے

تہذیب۔ حضرات عارفین کا مشاہدہ ہے کہ ضروری گفتگو دن بھر ہوتی رہے تو اس سے قلب پر ظلمت کا اثر نہیں ہوتا، چنانچہ ایک کنجڑا دن بھر لے لو امرود پکارتا پھرے تو ذرہ برابر قلب میں اس سے ظلمت نہ آئے گی، کیونکہ بضرورت ہے اور بے ضرورت ایک جملہ بھی زبان سے نکل جاوے تو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

بلیغ کے معنی

تہذیب۔ ان اللہ یبغض البلیغ من الرجال یعنی اللہ تعالےٰ

بلیغ کو پسند نہیں کرتے، بلیغ سے مراد وہ شخص ہے جو بے تکلف بلاتامل بولتا چلا جاوے۔

احتیاط فی الکلام کا سبق

تہذیب۔ محقق دھتکارتا بھی ہے تو کچھ دے کر اور غیر محقق عمر بھر جمکارتا ہے مگر محروم کا محروم رکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کی حکایت ہے کہ دو شخص آپ کے یہاں مرید ہونے کو آئے، وہ آپس میں مسجد کا حوض دیکھ کر کہنے لگے کہ ہماری مسجد کا حوض اس سے بہت بڑا ہے۔ سلطان جی نے یہ گفتگو سن لی، بلایا اور پوچھا کہ تمہارا حوض اس سے کتنا بڑا ہے کہا حضرت پیمائش تو معلوم نہیں، فرمایا اچھا جاؤ اور اس حوض کی پیمائش کر کے لے جاؤ اور اُس کو پیمائش کر کے آؤ۔ چنانچہ آکر کہا کہ ہمارا حوض ایک بالشت بڑا ہے۔ فرمایا تم تو کہتے تھے کہ بہت بڑا ہے، ایک بالشت زیادہ کو بہت بڑا نہیں کہہ سکتے، جاؤ ہم تم کو بیعت نہ کریں گے۔ اس میں سلطان جی نے محروم نہیں واپس فرمایا بلکہ احتیاط فی الکلام کا سبق ایسا پڑھایا کہ عمر بھر نہ بھولیں گے۔

مناظرہ کے وقت سالک کا طرزِ عمل

تہذیب۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ سے نفرت تھی، اور مجھے بچپن میں جتنا شوق تھا حضرتؒ کی برکت سے اب اتنی ہی نفرت ہے۔ اسی لیے جب مجھے انداز سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مخاطب حق کو نہ مانے گا تو میں سلسلۂ کلام بند کر دیتا ہوں، اس لیے مناظرہ میں مجھ پر غالب آجانا آسان ہے۔ کیونکہ گفتگو دو حال سے خالی نہیں، یا تو مخاطب حق کہے گا تو میں فوراً تسلیم کر لوں گا تو دوسرا غالب آگیا یا وہ باطل کہے گا اور مجھے یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ سمجھنا نہیں چاہتا جھگڑنا ہی چاہتا ہے جب بھی گفتگو بند کر دیتا ہوں اس وقت بھی وہ غالب آجائے گا۔

کذب کا ایک عجیب عملی علاج

تہذیب۔ جس کو جھوٹ بولنے کی عادت بہت ہو اس کا عجیب و غریب عملی علاج یہ ہے کہ جس سے کلام کرے اس سے پہلے کہہ دیا کرے کہ میری عادت کثرت سے جھوٹ بولنے کی ہے، تھوڑے دنوں اس پر مداومت سے انشاء اللہ یہ عادت چھوٹ جائے گی۔

طریق کف اللسان

تہذیب۔ ایسا کلام مت کرو جس سے تم کو معذرت کرنا پڑے، خواہ دنیا میں یا آخرت میں۔

بُخل

بخل مذموم کی حد

حال۔ پیسہ اٹھاتے ہوئے قلب بہت تنگ ہوتا ہے۔
تہذیب۔ اگر کوئی حق واجب فوت نہ ہو تو کچھ غم نہیں

خرچ میں حب اعتدال کی علامت

حال۔ خرچ کرنے میں فی الجملہ گرانی معلوم ہوتی ہے، ناداری اور قرض کرنے سے خوف رہتا ہے، گو حقوق واجبہ میں کوتاہی نہیں کرتا۔
تہذیب۔ یہ حب مال نہیں، حب اعتدال ہے۔

اخلاق سب فطری ہیں جو مواقع استعمال سے ممدوح و مذموم ہو جاتے ہیں

تہذیب۔ من اعطیٰ للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان۔ اس میں اعطاء و منع دونوں کے ساتھ للہ کی قید ہے جس سے معلوم ہوا کہ سخاوت مطلقاً محمود نہیں، نہ بخل مطلقاً مذموم، بلکہ اگر خدا کے لیے ہو تو دونوں محمود ورنہ دونوں مذموم، غرض اخلاق سب فطری و جبلی ہیں اور درجہ فطرت میں کوئی خلق نہ مذموم نہ محمود بلکہ مواقع استعمال سے ان میں مدح و ذم آجاتی ہے۔

اذن بخیل مشکوک ہے

تہذیب۔ اگر دل گواہی دے کہ میرا بدون اذن کے کھانا اس شخص کو ناگوار نہ ہوگا بلکہ خوش ہوگا، وہاں بدون اذن کے بھی کھانا جائز ہے بلکہ چھین کر بھی کھا سکتا ہے بشرطیکہ وہ دوست سخی ہو بخیل نہ ہو، کیونکہ بخیل کو کسی سے محبت نہیں ہوتی، اور اگر ہوتی بھی ہے تو مال کے برابر نہیں اس لیے بخیلوں کی اجازت بھی مشکوک ہے۔ ہاں سخی دوستوں سے اگر پوری بے تکلفی ہو تو چھین کر بھی کھانا جائز ہے۔

سود لینے سے بخل بڑھتا ہے

تہذیب۔ سود لینے سے بخل بڑھتا ہے کیونکہ سود لینے کا سبب بخل ہی ہے۔ جتنا سود لیتا ہے بخل اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے تن پر بھی خرچ نہیں کر سکتا۔

اسراف

اسراف سے بچنے کا طریقہ تامل و مشورہ ہے

تہذیب۔ خرچ کرنے کے قبل دو امر کا التزام کریں، ایک یہ کہ پہلے سوچا کریں کہ اگر اس جگہ خرچ نہ کروں تو آیا کچھ ضرر ہے یا نہیں، اگر ضرر نہ ہو اس کو ترک کر دیں۔ اور اگر ضرر معلوم ہوتا ہو تو پھر کسی منتظم سے مشورہ کریں کہ یہ خرچ خلافِ مصلحت اور نامناسب تو نہیں، وہ جو بتلاوے اس پر عمل کریں۔ ضرر سے مراد ضررِ واقعی اور حقیقی ہے جس کا معیار شریعت ہے، وہمی و خیالی ضرر مراد نہیں۔

ضرورتِ واقعیہ کے معلوم کرنے کا طریقہ اور بقدرِ وسعت تطییبِ قلبِ زوجہ بھی ضرورت میں داخل ہے

تہذیب۔ اسراف کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ جب کوئی چیز خریدنا چاہو تو سوچ لو کہ ضرورت ہے یا نہیں۔ اور اگر ذہن میں ضرورت فوراً آ جاوے تو خرید لو اور اگر فوراً ضرورت ذہن میں نہ آوے تو نہ خریدو کیونکہ جس ضرورت کو آدھ گھنٹہ تک سوچ سوچ کر پیدا کیا جاوے وہ ضرورت نہیں، اور اگر دل میں بہت تقاضہ ہو اور ضرورت معتد بہا سمجھ میں نہ آوے تو ایسی صورت میں چیز خرید لو اور اطمینان سے بیٹھ کر سوچتے رہو اور اگر اسراف نہ ہونا متحقق ہو جاوے کھا لو ورنہ خیرات کر دو اور بیوی کو کھلا دینا بھی خیرات ہی ہے اور اگر بیوی کا جی خوش کرنے کو بلا ضرورت بھی کوئی چیز خرید لو تو وہ بھی اسراف نہیں کیونکہ تطییبِ قلبِ زوجہ بھی مطلوب ہے بشرطیکہ اس میں طاقت سے زیادہ قرض نہ کرے۔

اسراف سے بچنے کی ترکیب

تہذیب۔ (۱) اہل اللہ کا مذہب رکھو، وضعدار لوگوں کا مت رکھو، رسم و رواج کے ذرا بھی مقید نہ ہو (۲) بلا ضرورت ہرگز مقروض مت بنو گو رسم و رواج کے خلاف کرنا پڑے، مقروض ہونے سے بڑی پریشانی ہوتی ہے جس کا انجام بہت برا ہے، ہر مسلمان کو وہی مذہب رکھنا چاہیئے جو اہل اللہ کا ہے (۳) سب سے پہلے انتخاب گھر کا کرو، جتنی چیزیں کام میں آتی

ہوں رہنے دو اور جتنی چیزیں کام میں نہ آئیں خارج کردو، یا بیچ دو، یا مساکین کو دیدو، نفلی صدقہ دینے کی ہمت نہ ہو تو زکوٰۃ ہی میں دیدو (۴) گھر کا معائنہ کیا کرو، گھر میں بہت سی چیزیں ایسی دیکھو گے جو سڑ رہی ہیں کسی کو دیمک لگ رہی ہے، پس ایسی چیزوں کو اپنی ملک سے الگ کردو تاکہ گھر میں رونق ہو (۵) روزمرہ معاشرت میں یہ مقرر کرلو کہ جو کام کرو سوچ کر کرو، بے تامل مت کر ڈالو (۶) کسی کے کہنے سے کوئی کام مت کرو، بس اپنی رائے پر عمل کرو۔

سُن لاکھ کوئی تجھے سناوے — کیجیو وہی جو سمجھ میں آوے

حیا و خجلت

کبر و خجلت کا فرق اور اس کے شناخت کا معیار

تہذیب۔ مجمع کے سامنے جو پانی کا گھڑا یا آم کی ٹوکری وغیرہ اٹھا کرلے چلنے میں عار آتی ہے متوسط کے لیے اس کا منشاء کبر ہوتا ہے۔ اس کو بتکلف اٹھانا علاجاً ضروری ہے، خلاف عادت فعل کے کرنے میں جو طبیعت شرماتی ہے اس کو خجلت کہتے ہیں لیکن تکبر و خجلت کا فرق یوں ظاہر ہوسکتا ہے کہ اگر مثلاً کسی شخص کو اس بات سے گرانی ہو کہ وہ سر پر ٹوکرا رکھ کر سر بازار نکلے اور اس سے شبہ کبر کا ہو تو دیکھنا یہ چاہیے کہ مثلاً اگر خلافِ عادت اس کو ہاتھی پر بٹھا کر جلوس کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے بازار میں نکالا جاوے تو اس کو آیا اس سے بھی انقباض ہوگا اور شرم آئے گی یا نہیں، اگر اس سے بھی انقباض ہو تو ایسے شخص کو ٹوکرا اٹھانے سے جو انقباض ہے اس کو تکبر نہ کہیں گے بلکہ خجلت کہیں گے۔

امامت بھی اسباب صلاحیت سے ہے بشرطیکہ تعین دوسروں کی طرف سے ہو

حال۔ امامت کرتے ہوئے شرم آتی ہے خصوص ایسے مقدس و بابرکت مجمع میں۔

تہذیب۔ طبعاً ایسا ہی چاہیے مگر عقلاً یہ سمجھا جاوے کہ آپ نے از خود یہ کام نہیں کیا بلکہ دوسروں کی طرف سے سپرد کیا گیا ہے اور بروئے حدیث اس میں آپ کی بجانب اللہ اعانت

ہو گی اور امانت خداوندی سے اہلیت کو تخلف نہیں ہو سکتا۔ بس یہ بھی اسباب صلاحیت سے ہے۔

حیائے مفرط تہذیب۔ حیا وغیرہ اسی وقت تک مطلوب ہیں جب تک موجب قرب ہوں اور اگر موجب بُعد ہونے لگیں تو اب ان کی ضد مطلوب ہو گی بعض لوگ غلبۂ حیا کی وجہ سے عورت پر قادر نہیں ہوتے ان کو چاہیئے کہ بہ تکلف حیا کو کم کریں اور دل لگی، مذاق اور بے تکلفی اختیار کریں، اسی طرح طریق باطن میں جس شخص کو غلبۂ حیا، استغفار سے مانع ہو، اس کا علاج یہی ہے کہ وہ بے حیا بن کر اللھم اغفرلی اللھم اغفرلی کہے اور بار بار کہے۔

تہذیبات

حصہ دوم

توبہ

فکر و سعی زینہ کامیابی کا ہے حال۔ ہر ہفتہ توبہ کرتا ہوں لیکن بعد ایک روز کے تمام تہیہ وغیرہ غارت ہو جاتا ہے۔

تہذیب۔ ؎

صوفی نہ شود صافی تا درنکشد جامی — بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

؎ اندریں رہ می تراش و می خراش — تادم آخر دمے فارغ مباش

؎ تادم آخر دمے آخر بود — کہ عنایت باتو صاحب سر بود

حاصل یہ کہ فکر و کوشش جاری رکھنا چاہیئے، انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح کامیابی ہو جاوے گی۔

ذہول استغفار کا علاج حال۔ استغفار جس میں کچھ بھی وقت صرف نہیں ہوتا اور نہایت آسان ہے بہت بھولتا ہوں۔

تہذیب۔ اس حالت میں استغفار بعد خاص کسی وقت مقرر کر لیجیئے تاکہ اگر ہر وقت

یاد نہ رہ سکے تو قلق نہ ہو۔

عیال و شاگرد و مریدین پر افراطِ غضب کا علاج

تہذیب۔ شاگردوں کو ان کی کوتاہی پر بے وقوف، پاگل وغیرہ کہہ دینا چنداں مذموم نہیں، اس لئے اس سے استغفار کی ضرورت نہیں کہ تمام طلبہ جماعت کے سامنے معافی چاہی جاوے بلکہ بعض اوقات خلافِ مصلحت ہے کہ سبب ہے ان کی جسارت وجرأت وفسادِ اخلاق کا۔ البتہ زجر میں اعتدال سے تجاوز نہ ہو۔ اور علیٰ ہذا مریدین، وعیال وخدم ونحوہم من التابعین۔

علامتِ قبولِ توبہ میں دو متضاد قول اور ان کی تطبیق

تہذیب شیخ اکبر فرماتے ہیں، قبولِ توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس گناہ کا نقش بالکلیہ ذہن سے محو ہو جاوے کہ پھر وہ یاد نہ آوے اور عام کتب طریقت میں جمہور لکھتے ہیں کہ سالک کو لازم ہے کہ ہمیشہ ہر وقت اپنے گناہوں کو پیشِ نظر رکھے، وجہ تطبیق یہ ہے کہ محو ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ اس کا اثر خاص یعنی قلقِ طبعی نہ رہے گو یاد بھی رہے اور قلقِ اعتقادی بھی رہے، نیز شیخ کا فرمانا کلیاً نہیں ہے بلکہ بعض طبائع کے اعتبار سے ہے جن کے لیے قلقِ طبعی حاجب ہو جاتا ہے انشراح فی الطاعۃ سے۔

اخلاقِ مذمومہ کے حقوق العباد ہونے کی حد

حال۔ اگر کسی کو دل سے حقیر سمجھا یا کسی پر حسد کیا اور کوئی اخلاقِ مذمومہ جس کا تعلق دوسرے سے ہو، اس کا ارتکاب دل سے کیا لیکن ہاتھ اور زبان سے کوئی قصور نہیں کیا تو یہ بھی حقوق العباد میں داخل ہے یا نہیں اور اس کو بھی معاف کرانا چاہئے یا نہیں؟

تہذیب۔ چونکہ اس سے کسی کو ضرر نہیں پہونچا اس لئے یہ حقوق العباد نہیں ہوئے، صرف توبہ الی اللہ اور اصلاح آئندہ کافی ہے۔

عزمِ ادا یا ابرائے حقوق کی صورت میں مرشد کے پاس توقف مضر نہیں

حال۔ مراقبہ کے وقت جی چاہتا ہے کہ ابھی تھانہ بھون سے چلا جاؤں اور حقوق العباد سے چھٹکارا کر کے آؤں۔

تہذیب۔ چونکہ عزم ادا، یا ابراء حقوق کا، اس لیئے یہاں رہنے کے سبب جو اس میں توقف ہوگا مضر نہیں اور جن حقوق کی صفائی بذریعہ خط یا وکیل کے ہو سکے اس میں توقف کی بھی ضرورت نہیں۔

اگر توبہ کے بعد ادائے حقوق کا موقعہ نہ ملے تو اس کے لئے توبہ ہی سے حقوق العباد معاف ہو جاوینگے

تہذیب۔ جو شخص توبہ کر کے مرجاوے اور اس کو توبہ کے بعد ادائے حقوق کا موقع نہ ملے تو توبہ سے اس کے لیئے حقوق العباد بھی معاف ہو جاویں گے یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کو خوش کر کے ظالم کی مغفرت فرما دیں گے توبہ نہ کرنے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے خواہ اس کو سزا دیں یا بدون سزا ہی بخش دیں اور مظلوم کو جنت کی نعمتوں سے خوش کر دیں۔

عزم عدم عود توبہ کے لیئے لازم ہے البتہ مشیت پر بھی نظر رکھے

تہذیب محققین کا

مشہور قول توبہ کے بارہ میں تو یہ ہے کہ توبہ کے لیئے ضروری ہے کہ عدم عود (پھر گناہ نہ کرنے) کا عزم ہو، لیکن بعض محققین کہتے ہیں کہ ضروری نہیں بلکہ عزم کا نہ ہونا ضروری ہے کیونکہ اس عزم میں ایک قسم کا دعویٰ اور مشیت سے غفلت بلکہ مشیت سے معارضہ ہے لیکن ذوق اور ظاہر نصوص اس کے خلاف ہے کیونکہ یہ عزم مقدمہ ہے کف کا اور کف واجب ہے اور مقدمۂ واجب کا واجب ہوا کرتا ہے اس لیئے عزم عدم عود توبہ کے لیئے لازم ہے۔ میرے نزدیک اسکے معنی یہ ہیں کہ عزم کے ساتھ قدرت و مشیت الٰہی پر بھی نظر رکھنا چاہیئے یعنی عزم کے وقت مشیت پر نظر کر کے ابتدار کا بھی اندیشہ رکھے۔ غیر عارفین کی توبہ کی طرح نہ ہو کہ عزم کرتے ہوئے قضا و قدر سے بالکل غافل رہتے ہیں۔

دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر توبہ کرنے میں متعدد مصلحتیں ہیں

تہذیب۔ اگر گناہ صادر ہو جاوے تو فوراً دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھو، پھر توبہ کرو۔ اس طرح توبہ کرنے میں ظاہر ہے متعدد مصلحتیں ہیں (۱) ان الحسنات یذھبن السیئات۔ نیکیاں گناہوں کو زائل کرتی ہیں (۲) نماز کے بعد توبہ کرنے میں دل حاضر ہوگا اور قبولِ توبہ کے لیئے

حضورِ قلب ضروری ہے (۳) چونکہ نفس کو نماز سے شاق ہے اس لیے نفس گناہوں سے گھبرائے گا کہ کہاں کی علت سر لگی، بلکہ شیطان بھی گناہ کرانا چھوڑ دے گا کیونکہ وہ دیکھے گا کہ میں اس سے دس گناہ کراؤں گا تو یہ بیس رکعتیں پڑھے گا، گناہ تو توبہ سے معاف ہو جائے گا اور یہ بیس رکعتیں اس کے پاس نفع میں رہیں گی۔

اعمالِ صالحہ و توبہ و استغفار سے ظاہری اور باطنی دونوں بارشیں ہونگی

تہذیب۔ امساکِ باراں کا اصل علاج توبہ و استغفار و انابت الی اللہ ہے۔ استغفار و توبہ کی بدولت حق تعالیٰ کی رحمت و مودّت تمہارے ساتھ ہوگی، واللہ یہ وہ چیز ہے کہ اگر بارش بھی نہ ہو تو جس چیز کے لیے بارش کی ضرورت ہے اس کی بارش شروع ہو جاوے گی کیونکہ بارش کی روح جمعیتِ قلب ہے اور استغفار کے بعد یہ دولت معاً حاصل ہو جاتی ہے گو بارش بھی نہ ہو اور یہ وہ دولت ہے جس کے سامنے بارش بھی کوئی چیز نہیں، مصیبت و قحط کی تلخی مبدل بہ لذت ہو جاتی ہے ؎

ناخوش تو خوش بود بر جانِ من دل فدائے یار دل رنجانِ من

غرضیکہ اعمالِ صالحہ و توبہ و استغفار سے ظاہری بارش بھی ہوگی اور باطنی بارش بھی ہوگی۔

لاعلاج کوئی مرض نہیں، توبہ سب کا علاج ہے

تہذیب۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے اگر زمین و آسمان کی برابر بھی گناہ لے کر میرے پاس آویں اور مجھ سے مغفرت چاہیں تو میں سب کو بخش دوں گا اور گناہوں کی کثرت کی پروانہ کروں گا۔ بس عمرِ گذشتہ کے ضائع ہونے کا بھی علاج موجود ہے۔ لاعلاج کوئی مرض نہیں، وہ علاج یہ ہے کہ توبہ کرو اور توبہ کا طریقہ بھی کسی شیخ ہی سے پوچھو اور جو کچھ وہ بتلائے پھر اس میں اپنی رائے نہ لگاؤ، آج کل خودرائی کا مرض بہت پھیل رہا ہے اسی لیے لوگوں کو راستہ نہیں ملتا۔

توبہ کے قبولیت کی علامت اور گناہ یاد آنے پر تجدید استغفار و دعا ضروری ہے

تہذیب۔ توبہ کے لیے تو گناہ یاد کرے مگر توبہ کے بعد پھر اس کو یاد نہ کرے بلکہ دل سے نکال دے شیخ ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ گناہ معاف ہو جانے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ گناہ

دل سے مٹ جاوے اور جب تک وہ مٹے گا نہیں قلب پر وحشت سوار رہے گی جو اس گناہ کی سزا ہے۔ اس کی شرح میں مشائخ طریق کا ارشاد ہے کہ گناہ کے بعد جی بھر کے توبہ کرلے پر اس کو جان جان کر یاد نہ کرے کہ اس سے بندہ اور خدا کے درمیان ایک حجاب سا معلوم ہونے لگتا ہے جو محبت اور ترقی سے مانع ہے جس کا اثر یہ ہوگا کہ وہاں سے بھی عطا میں کمی ہوگی کیونکہ جزا اور ثمرات کا ترتب عمل پر ہوتا ہے خواہ عمل جوارح ہو یا عمل قلب، لیکن اگر وہ گناہ خود یاد آجائے تو پھر تجدید استغفار و دعاء ضروری ہے۔

حقیقت توبہ میں ایک اصلاح

تہذیب: اگر توبہ کے وقت عزم ترک فی المستقبل نہ ہو تو عزم عمل فی المستقبل بھی نہ ہو، بلکہ عزم عمل سے ذہن خالی ہو اگر اس طرح خالی الذہن ہو کر بھی توبہ ندامت کے ساتھ ہوگئی تو توبہ صحیح ہوگئی۔

توبہ نصوح کے بعد گناہ یاد آجانے پر کیا عمل چاہیئے

تہذیب۔ توبہ نصوح کے بعد اگر از خود پُرانا گناہ یاد آجاوے تو تجدید توبہ کرکے پھر کام میں لگ جاوے۔ اس سے زیادہ کاوش کرنا غلو ہے۔ اور یہ قصد کرنا کہ ذرا بھی کوتاہی نہ ہونے پاوے۔ یہ ایک قسم کا دعویٰ اور غلو ہے اور گو عقلاً محال نہیں لیکن عادۃً محال ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:۔ سددوا وقاربوا واستقیموا ولن تحصوا۔

امور طبعیہ کے احکام

تہذیب۔ امور طبعیہ پر مواخذہ نہیں بلکہ اُن کے مقتضا پر عمل کرنے سے مؤاخذہ ہوتا ہے وہ بھی اس وقت جبکہ عمداً اس پر عمل کیا جاوے۔ اور اگر طبعی ناگواری سے مغلوب ہو کر کسی وقت کوئی کلمۂ بیجا زبان سے نکل جاوے اور بعد میں اس سے معذرت کرلی جاوے تو حق تعالیٰ اس کو معاف فرما دینگے۔

دل سے توبہ کرنے کی حقیقت

تہذیب۔ حقیقت توبہ کی یہ ہے کہ گذشتہ گناہوں پر ندامت و معذرت ظاہر کریں اور جو حقوق واجب الادا ہیں فی الحال ان کے ادا کا عزم کریں اور فی المآل ان کے ادا کا اہتمام کریں اور آئندہ کے لیے گناہوں سے بچنے کا پختہ ارادہ کریں۔

نفس کے شائبہ کے اندیشہ سے تدارک بالاستغفار کرتے رہنا چاہیئے

تہذیب۔ جب تک صاحب عمل کو اس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ مبادا کہیں نفس کا شائبہ نہ ہو گیا ہو۔ حفاظتِ خداوندی اس کی رفیق رہتی ہے لیکن تدارک بالاستغفار کرتے رہنا چاہیئے

توبہ یا اعمالِ صالحہ کا دخل حقوق العباد میں

تہذیب۔ اعمالِ صالحہ یا توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر حقوق معاف نہیں ہوتے۔ پس جس قدر ہو سکے ادا کرے اور سب کے ادا کا عزم رکھے، اگر کچھ باقی رہ گئے اور مر گیا تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کو بری الذمہ کر دیں گے یعنی اللہ تعالیٰ مظلوم کو خوش کر کے ظالم کی مغفرت فرما دیں گے۔

توبہ کے ساتھ بقائے توبہ کی بھی دعا کرنا چاہیئے

تہذیب۔ انسان کو چاہیئے کہ توبہ کے ساتھ توبہ پر قائم رہنے کی بھی دعا کیا کرے، کیونکہ انسان کی قدرت سے باہر ہے کہ خود وہ کسی وعدہ کو پورا کر دے، یا کسی دعوے کو نباہ دے، بدون خدا کی عنایت و اعانت کے۔

گناہ کے وقت کا دستور العمل

تہذیب۔ شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ گناہ پر ایک دفعہ خوب رو دھو کر توبہ کر لے، پھر قصداً اس کو یاد نہ کرے۔ کیونکہ مقصود بالذات خدا کی یاد ہے، نہ کہ گناہوں کی یاد۔ گناہوں کی یاد سے تو بھی خدا کی یاد مقصود ہے۔ جب وہ حاصل ہے تو اب قصداً گناہ کو یاد کر کے اس کی یاد کو مقصود بالذات نہ بناؤ۔ اور اگر خود بخود بلا قصد یاد آ جاوے تو پھر توبہ واستغفار کر لے، جیسے حدیث میں ہے کہ مصیبت خود بخود یاد آ جاوے تو اِنّا للہ پڑھ لے کہ اس وقت اِنّا للہ پڑھنے کا بھی وہی ثواب ہوگا جو عین مصیبت کے وقت پڑھنے کا ثواب تھا۔

عشق و تعلق مع اللہ

خدا کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ اور اس میں ایک غلطی پر تنبیہ

تہذیب۔ خدا کی محبت اگرچہ امر غیر اختیاری ہے لیکن اس کے اسباب بندہ کے اختیار میں ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ (۱) کثرت ذکر اللہ (۲) اللہ تعالیٰ کے انعامات کو اور اپنے برتاؤ کو

سوچنا، (۳) کسی اہل اللہ سے تعلق رکھنا (۴)، طاعت پر مواظبت کرنا حق تعالیٰ سے دعا کرنا اس تدبیر میں تو کوئی غلطی نہیں، صرف ایک غلطی علمی محتمل ہے۔ وہ قابلِ تنبیہ ہے وہ یہ کہ اپنے ذہن سے کوئی درجہ محبت کا تراش کر اس کا منتظر رہے۔ یہ غلطی ہوگی، بلکہ اس تدبیر کی مداومت سے جو درجہ محبت کا حاصل ہوتا ہے وہی اس درجہ میں مطلوب ہے۔ پھر خواہ اس میں مزعوم ترقی ہو، خواہ ایک حالت پر رہ جاوے۔ البتہ رسوخ میں ترقی لازم ہے صرف لونِ محبت میں تفاوت ہوتا رہتا ہے۔

اللہ پاک کی محبت میں بے چینی کی طلب

حال۔ مجھے اس کا بڑا شوق ہے کہ کسی طرح ہو اللہ پاک کی محبت میں بے چین رہوں۔

تہذیب۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی دعا کرو کہ اس بے چینی میں چین رہے (اس جواب میں شریعت و طریقت دونوں کے اصول کی رعایت ہے اس لئے کہ اگر یہ جواب دیا جاتا کہ بے چینی مطلوب نہیں تو ان کا یہ خیال رخصت ہو جاتا کیونکہ طریقت میں حال مہمان عزیز ہے اگر اس کی قدر نہ کی جاوے تو یہ روٹھ جاتا ہے تو اس جواب میں طریقت کے اصول کی مخالفت ہوتی اور اگر یہ جواب دیا جاتا کہ بے چینی محمود ہے تو شریعت کے خلاف ہوتا، اس واسطے کہ شریعت میں اطمینان اور چین مطلوب ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اس جواب پر بےساختہ یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے ؎

ہزار نکتۂ باریکتر ز مو ایں جاست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

(از جامع منہ)

شوق و ولولہ نہ بالذات مطلوب ہے نہ شرائط قبول سے ہے

تہذیب شوق یعنی ولولہ نہ بالذات مطلوب ہے نہ شرائط قبول سے ہے۔ اخلاص کے ساتھ عمل ہونا کافی ہے گو ولولہ نہ ہو بلکہ گو طبعاً گرانی ہو۔ حدیث اسباغ الوضوء علی المکارہ اس کی نقلی دلیل ہے۔ جس سے دعاء مذکور سے زائد یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مکارہ سے اجر و فضل بڑھ جاتا ہے۔ اور عقلی حقیقت اس کی یہ ہے کہ طاعات بعض کے لئے مثل غذا

کے ہیں اور بعض کے لیے مثل دوا کے اور ظاہر ہے کہ دوا کا نافع ہونا اس کی رغبت پر موقوف نہیں ہے۔ نیز ایسی حالت میں اس کا استعمال اور زیادہ ہمت اور مجاہدہ ہے اور اس میں حکمتیں بھی ہوتی ہیں۔ جیسے عجب سے حفاظت اور اپنے نقص کا مشاہدہ وغیرہا پس عبدِ کامل کا مذہب یہ ہونا چاہیئے ؎

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش ٭ کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست

محبتِ عقلی کی شناخت

تہذیب۔ محبت عقلی یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت کو شریعت پر عمل کرنے کی طرف متوجہ کرے۔

دردِ محبت پیدا کرنے کا طریقہ

تہذیب۔ محبت و درد دل جبھی پیدا ہونے کے لیے مثنوی معنوی و دیوانِ حافظ کے دو دو صفحے کا روزانہ مطالعہ کیا جائے تو زیادہ نافع ہوگا۔

محبت کی قسمیں اور ان کا حکم

تہذیب۔ محبت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عقلی، ایک طبعی اور مطلوب محبت عقلیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ محبوب کے احکام کی اطاعت کرے اور اپنی خواہش و ارادہ کو اس کے احکام کے سامنے فنا کردے اور اس کے حکم پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے۔ اور محبت طبعیہ میلان و انجذاب و وابستگی کا نام ہے اور قاعدہ ہے کہ محبت طبعیہ خاص درجہ میں ایک ہی سے ہوسکتی ہے۔ دوسے ایک درجہ کی نہیں ہوسکتی۔ اور یہ امر غیر اختیاری ہے۔ کیونکہ اس کا مدار مناسبت طبع پر ہے جو بندہ کے اختیار میں نہیں بلکہ مامور بہا محبت عقلیہ ہے۔ چنانچہ ہر مومن کو محبت عقلیہ اللہ و رسول کے ساتھ زیادہ ہے، گو طبعاً اپنی جان سے زیادہ محبت ہو۔

محبتِ طبعی بھی ہر مسلمان میں ہے اور اس کی شناخت کا طریقہ

تہذیب خدانخواستہ خدا و رسولؐ کی شان میں کوئی کافر گستاخی کرے تو اس وقت ہر مسلمان کو جوش آتا ہے اور جان لینے اور دینے کو آمادہ ہوجاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبتِ طبعی بھی ہر مسلمان میں ہے، پس اتنا فرق ہے کہ بعض میں ہر وقت اس کا ظہور ہوتا ہے اور بعض میں کسی محرک قوی سے ظہور ہوجاتا ہے۔

محبتِ عقلیہ کی کمی کی شناخت

تہذیب۔ محبتِ عقلیہ کی کمی یہ ہے

کہ مخلوق کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضا پر ترجیح دی جاوے۔

ایمان کے لیئے حبِ عقلی رسولؐ سے ضروری ہے نہ کہ حُبِ طبعی

تہذیب لایؤمن احدکم حتی یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما۔ یہاں بھی مراد احبیت عقلیہ ہے یعنی حضورؐ کے ساتھ حبِ عقلی سب سے زیادہ ہونا چاہیئے۔ جس کا معیار یہ ہے کہ احکام میں حضورؐ کی اطاعت ہو۔ اور تعارض کے وقت حضورؐ کے حکم کو دوسرے کے احکام پر ترجیح دی جاوے۔ گو حب طبعی میں کمی ہو۔ اگرچہ طبعی محبت بھی ہر مسلمان کو حضورؐ ہی سے زیادہ ہے مگر تحقیق یہی ہے کہ طبعی محبت اگر کم بھی ہو تو مضائقہ نہیں۔ نری عقلی تو کافی ہے۔ مگر نری طبعی محبت کافی نہیں۔

بہ نیت ازدیاد محبت منعم حقیقی۔ حظوظ کا درجہ بھی مطلوب ہے

تہذیب۔ ایک درجہ حظوظ کا بھی مطلوب ہے وہ یہ کہ اس لیئے حظوظ کا استعمال کیا جاوے تاکہ منعم کی محبت بڑھے۔ پانی جب ہو خوب ٹھنڈا ہو، بال بال سے الحمد للہ نکلے گا۔

عشق کی حقیقت تفویض ہے

تہذیب۔ عاشقی نام بندگی کا ہے کہ ہر وقت حکم کا تابع رہے، جہاں جان دینے کا حکم ہو وہاں جان دے اور جہاں جان بچانے کا حکم ہو وہاں بچائے۔ خلاصہ یہ کہ عشق کی حقیقت تفویض ہے کہ اپنے کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں۔ تشریعاً بھی اور تکویناً بھی اور یہ ہر حال میں راضی رہے۔ یہ حقیقت ہے تفویض کی جس کی ابتداء شیخ کے ہاتھ میں اپنے کو تفویض کرنے سے ہوتی ہے

تبتل کی تعلیم

تہذیب۔ بس جی چاہتا ہے کہ سب سے الگ ہو کر حق تعالیٰ کے ساتھ لو لگائی جاوے اور سب جھگڑوں کو حذف کیا جاوے۔

سالک کو اپنے اعضاء سے محبت کا راز

تہذیب۔ سالک جس وقت دیکھتا ہے کہ ہمارے اعضاء نے قربِ حق میں ہماری اعانت کی ہے۔ وہ اس حیثیت سے ان سے محبت کرتا ہے اور اپنی آنکھ کی رعایت کرتا ہے اور دماغ کی بھی حفاظت کرتا ہے، نہ اس واسطے کہ وہ اپنی چیزیں ہیں بلکہ اس واسطے کہ

یہ خدا تعالیٰ کی چیزیں ہیں۔

لقب ابو یحییٰ کی پسندیدگی کا عجیب وغریب راز

تہذیب۔ ابو یحییٰ ملک الموت کا لقب ہے اور واقعی یہ لقب عمدہ ہے۔ ابو یموت لقب نہیں رکھا۔ اس کی وجہ ہم سے پوچھو تو ہم یہی کہیں گے کہ جس کو تم موت کہتے ہو حقیقت میں حیات دہی ہے کیونکہ وہ بقائے حق کا وسیلہ ہے۔

محبت عقلیہ ہی افضل ہے محبت طبعیہ سے اور اس کا راز

تہذیب۔ محبت عقلیہ ہی افضل ہے کیونکہ اس کا مدار اعتقاد پر ہے اور اعتقاد بہت کم بدلتا ہے الا نادراً والنادر کالمعدوم۔ اور محبت طبعیہ کا منشاء ہیجان نفس ہے اور جوش وخروش میں ہمیشہ تبدل ہوتا رہتا ہے تو اسمیں خطرہ یاد رہتا ہے

غیر خدا سے محبت ہو ہی نہیں سکتی

تہذیب۔ محققین کا دعویٰ ہے کہ غیر خدا سے محبت ہو ہی نہیں سکتی۔ اور جس کو غیر سے بظاہر محبت ہے وہ بھی حقیقت میں خدا ہی سے محبت ہے رہا یہ کہ اس پر جو مواخذہ ہے بوجہ نیت کے ہے کیونکہ یہ نیت تو غیر ہی کی کر رہا ہے۔ تقریر اس کی یہ ہے کہ محبت کے جتنے اسباب ہیں یعنی حسن وجمال، عطاء ونوال، فضل وکمال، یہ سب صفات حقیقت میں حق تعالیٰ کے ہیں، جیسے دیوار پر دھوپ پڑ رہی ہو اور کوئی دیوار کی روشنی پر عاشق ہو جائے تو گو ظاہر میں یہ تو نور جدار کا عشق ہے مگر حقیقت میں آفتاب کا عشق ہے۔

عشق الٰہی کو چھپاؤ نہیں

تہذیب۔ اپنی طرف سے تو اخفا کا اہتمام کرو، ہاں اگر ڈھول خود ہی گلے میں پڑ جاوے اور خود بخود بجنے بھی لگے تو اس کو بند نہ کرو۔ اگر رونا آئے رو لو، چیخیں نکلیں تو نکلنے دو اور عشق الٰہی جسطرح ظاہر ہونا چاہے ظاہر ہونے دو

عشق معشوقاں نہاں است وستیر — عشق عاشق باد وصد طبل ونفیر

محبت وعشق رافع شبہ ووسوسہ ہے

تہذیب۔ حضرت محبت وعشق وہ چیز ہے کہ جب یہ دل میں گھس جاتی ہے تو پھر محبوب کے کسی قول وفعل میں کوئی شبہ اور وسوسہ پیدا نہیں ہوتا۔

جہنم میں مومن کو مشاہدہ راحت کا ہوگا بوجہ محبت الٰہی کے

تہذیب جہنم میں

اول تو کفار کی برابر تکلیف نہ ہوگی. پھر مسلمانوں کو خدا تعالیٰ سے محبت زیادہ ہو جاوے گی. اس لیئے مومن کو عذاب میں بھی مشاہدہ راحت کا ہوگا.

محبت کا مقتضا، رضا و تفویض ہے

تہذیب. محبت کا مقتضا، یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے سارے تصرفات پر راضی رہے اپنی ساری تجویزوں کو فنا کر دے. دل لگنے نہ لگنے کا طالب نہ ہو، لذت و ذوق کی ہوس نہ کرے بلکہ کام میں لگا رہے.

موت سے وحشت دور ہونے کی تدبیر. خدا کی محبت حاصل کرنا ہے اور اس کا طریقہ

تہذیب. اگر یہ چاہو کہ موت آسان ہو جاوے اور اس سے وحشت نہ رہے اس کا اشتیاق ہو جاوے تو خدا کی محبت اور اطاعت حاصل کیجئے. اکثر طبائع پر موت کا خوف ہی غالب ہے اور اس سے طبعاً وحشت ہوتی ہے. اور اس طبعی وحشت میں کوئی گناہ بھی نہیں مگر اس کی ضرور کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ طبعی وحشت موت کے وقت نہ رہے. اُس وقت اشتیاق کی حالت غالب ہو جاوے اس وقت اگر شوق غالب رہا تو موت کی ذرا بھی تکلیف نہ ہوگی اور اشتیاق موت ولقاء اللہ کی تمنا پیدا ہونے کی تدبیر کثرت ذکر و کثرت طاعت اور اجتناب معصیت ہے

محبت عقلیہ مامور بہا ہے کیونکہ اس کا منشا محبوب کا کمال ہوتا ہے

تہذیب. اولاد اور بیوی کے ساتھ طبعی محبت ہے عقلی محبت نہیں اور طبعی محبت تو جانوروں کو بھی اپنی اولاد وغیرہ سے ہوتی ہے. یہ کچھ کمال نہیں. اور نہ خدا و رسول کے ساتھ یہ محبت مامور بہا ہے. بلکہ محبت عقلیہ مامور بہا ہے. جس کا منشا محبوب کا کمال ہوتا ہے. سو یہ محبت اللہ و رسولؐ کے ساتھ زیادہ ہے. اور کسی کے ساتھ ان کے برابر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے برابر کوئی صاحب کمال نہیں. اور خدا تعالیٰ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کوئی صاحب کمال نہیں.

ترغیب شدت تعلق مع اللہ

تہذیب. محبوب کے راستہ میں ایک سر کیا ہزار سر بھی پھوٹ جائیں تو تھوڑے ہیں اور اگر جان بھی

جاتی رہے تو عین سعادت ہے۔

مقصود حبِ عقلی ہے

تہذیب۔ جیسے غلبہ خشیت سے کثرت بکاء حالت محمود ہے گو مقصود نہیں اسی طرح غلبہ محبت طبعی گو محمود ہے مگر مقصود نہیں مقصود حبِ عقلی ہے۔

جوش کی کمی علامت محرومی کی نہیں

تہذیب۔ جوش کا اکثر قاعدہ ہے کہ جب تک مطلوب حاصل نہیں ہوتا اُس وقت تک رہا کرتا ہے۔ حصولِ مطلوب کے بعد جوش نہیں رہا کرتا، ہاں اگر مطلوب سے تعلق رہے تو بجائے شوق کے اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔ بس اس کا کم ہونا محرومی کی علامت نہیں، بلکہ وصول کی علامت ہے۔

محبت طبعی پر محبت عقلی کے وجوہ ترجیح

تہذیب۔ محبتِ عقلی راجح ہے محبتِ طبعی پر۔ کیونکہ محبتِ طبعی اختیاری نہیں اس کا حدوث و بقا بالکل غیر اختیاری ہے۔ اور امرِ غیر اختیاری پر بعض اوقات دوام نہیں ہوتا، بخلاف محبت عقلی کے کہ اس کا حدوث و بقا اختیاری ہے تو اس پر دوام بھی ہوتا ہے علاوہ اس کے محبت طبعی سے محبت عقلی انفع بھی ہے، کیونکہ محبت طبعی منشاء جوشِ طبیعت ہے اور جوش ہمیشہ نہیں رہا کرتا۔ اور محبت عقلی بناءً علی الکمالات ہوتی ہے۔ تو جب تک کمالات باقی ہیں اُس وقت تک محبت بھی رہے گی۔ اور محبوبِ حقیقی کے کمالات ختم نہیں ہو سکتے، تو ان کی محبت بھی ختم نہ ہوگی۔

نماز و روزہ میں اہل اللہ کی لذت کی مثال

تہذیب۔ اہل اللہ کو نماز روزہ میں ایسی لذت آتی ہے جیسے عاشق کو محبوب کے پیر دبانے اور پنکھا جھلنے میں۔

محبتِ مجازی سے محبتِ حقیقی کے تحصیل کا طریقہ

تہذیب۔ جس چیز سے کسی کو محبت ہو، اس میں یہ غور کرے کہ یہ کمال اس کے اندر کہاں سے آیا مسلمان کا دل فوراً جواب دے گا کہ حق تعالیٰ نے پیدا کیا تو اب دل کو سمجھانا چاہیئے ؎

چہ باشد آں نگارِ خود کہ بندد آں نگار ہا

کہ جس نے ایسی ایسی چیزیں پیدا کی ہیں وہ خود کیا کچھ ہوگا اور اس کے ساتھ ہی محبوبِ مجازی کے فنا و نیست ہونے کو بھی ذہن میں حاضر کیا جاوے، کہ یہ چند روز میں فنا ہو کر خاک ہو جائے گا اس کا کمال و حسن عارضی ہے اور حق تعالیٰ کا کمال ذاتی اور باقی ہے

عشق با مردہ نباشد پائدار　　عشق را با حی و با قیوم دار

خدا تعالیٰ سے لَو لگانے کا طریقہ

تہذیب۔ خدا تعالیٰ سے لو لگانے کے طریقے مختلف ہیں، کہیں محبت قائد ہوتی ہے کہیں خوف سائق ہوتا ہے۔ اول کا طریقہ نعمائے الٰہیہ پر غور کرنا اور ثانی کا طریقہ عذاب و عقوبت کا استحضار ہے۔

مسلمان کو طبعی محبت بھی اللہ و رسولؐ ہی سے زیادہ ہے مع دلیل

تہذیب۔ ہر مسلمان کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنی ذلت اور ماں باپ کی ذلت کو گوارا کر سکتا ہے مگر اللہ و رسولؐ کی شان میں ذرا سی گستاخی کا تحمل نہیں کر سکتا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ بحمد اللہ مسلمان کو طبعی محبت بھی اللہ و رسولؐ ہی سے زیادہ ہے۔

درحقیقت حق تعالیٰ ہی کو ہم سے محبت ہے

تہذیب۔ محبت معرفت سے ہوتی ہے، سو حق تعالیٰ کو تو ہماری معرفت ہے مگر ہم کو ان کی معرفت کہاں۔ بس ہماری محبت جو کہ بلا معرفت ہے محض برائے نام محبت ہے ورنہ حقیقت میں حق تعالیٰ ہی کو ہم سے محبت ہے۔

آثارِ محبت

تہذیب۔ محبت محبوب کے عیوب کو بھی محاسن کر دیتی ہے۔

اہل اللہ کی راحت کا راز

تہذیب۔ اہل اللہ کی راحت کا راز یہ ہے کہ مخلوق سے اُن کی اُمیدیں منقطع ہو چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہر فعل کو حکمت اور مصلحت پر مبنی سمجھتے ہیں۔ نیز ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت بھی ہے اس لیے اگر حکمت و مصلحت معلوم بھی نہ ہو تو محبت کی وجہ سے وہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من　　دل فدائے یارِ دل رنجانِ من

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو　　دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

بخلاف دُنیا والوں کے کہ ان کو کچھ راحت نہیں وہ کھانا کھاتے ہیں اور کھانا ان کو کھاتا ہے

اہل اللہ کا خدا کی محبت میں حال

تہذیب۔ اہل اللہ کا خدا کی محبت میں یہ حال ہوتا ہے کہ تمام مصائب ان کو آسان ہوجاتے ہیں کہ نہ قید خانہ سے اُن کو تکلیف ہوتی ہے نہ فاقہ سے کلفت۔ ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ اُن کے پاس کچھ نہیں ہے مگر خوش ہیں۔ کیونکہ ایک چیز ان کے پاس ایسی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے ان کو کسی چیز کی پروا نہیں ہوتی۔ وہ کیا ہے وہ آغوش محبوب ہے، رضائے محبوب ہے۔ لذت طاعات ہے۔ لذت مناجات ہے۔ لذت قرب ہے۔

خدا تعالیٰ سے واسطہ کسی وقت قطع نہ کرو

تہذیب۔ خدا تعالیٰ سے کسی وقت واسطہ کو قطع مت کرو۔ کیونکہ ان سے ہردم واسطہ ہے۔ بس توبہ واستغفار سے کوئی مصیبت ہٹ جاوے تب بھی اس سبق کو نہ چھوڑو۔

خدا تعالیٰ کو جن سے محبت ہوتی ہے انھیں کو اپنا عشق دیتے ہیں

تہذیب عشق اول در دلِ معشوق پیدا می شود یعنی خدا تعالیٰ اپنا عشق اسی کو دیتے ہیں جس سے پہلے ان کو محبت ہوتی ہے۔

ولایت کا مدار اطاعت پر ہے

تہذیب۔ لوگوں نے محبوبانِ خدا کو محبوبانِ دنیا پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح دنیا والوں کے محبوب تکالیف اور احکام سے مستثنیٰ ہوجاتے ہیں اسی طرح محبوبان خدا بھی مستثنیٰ ہوجاتے ہونگے اور یہ خبر نہیں کہ یہاں محبوب ہی وہ بنتا ہے جو آئندہ بھی دوسروں سے زیادہ احکام کا بجالانے والا ہو، حق تعالیٰ کی محبت اضطراری نہیں کہ بلا وجہ کسی سے خواہ مخواہ محبت ہوجاوے، ان کی محبت اختیاری ہے اور وہ اُسی سے محبت کرتے ہیں جو ان کا زیادہ مطیع ہے پس جو چیز محبت کا سبب ہے وہی اگر جاتی رہی تو محبوب کہاں رہے گا۔

عاشق کے نامراد ہونے کی وجہ

تہذیب۔ عاشق ہر وقت نامراد ہے کیونکہ اس کی طلب کم نہیں ہوتی وہ حد درجہ پر پہونچکر اُس سے آگے کا طالب ہے اس لیئے وہ ہمیشہ نامراد رہتا ہے۔

عزم تعلق مع الغیر بھی مضر ہے

تہذیب۔ عزم تعلق مع الغیر بھی اس طریق میں مضر ہے۔

تعلق مع اللہ ہی دوائے ہموم و مصائب ہے

تہذیب۔ توبہ و استغفار کرو اور ہر روز پانچ سو مرتبہ کم ازکم لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کا وظیفہ مقرر کرلو۔ ایک ہفتہ میں سب مصیبت دور ہو جاوے گی۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کنز من کنوز الجنۃ وھو دواء تسعین داءً ایسرھا الھم۔ غرضیکہ حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو۔ اس کے سوا سب سے نظر قطع کرو۔ کیونکہ راحت و کلفت سب اس کے ہاتھ میں ہے، اس کو راضی کرو، انشاء اللہ وہ تمام مصائب کا انتظام فرمادیں گے۔ امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ءالہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون۔

محبت کے مختلف لون ہیں

تہذیب۔ محبت کا ایک رنگ یہ ہے کہ اپنی طرف سے تو محبوب کے سوا سب کو چھوڑ کر اسی کے مشاہدہ میں لگا رہے لیکن اگر خود محبوب ہمارے سپرد کسی جماعت کا ہم کو حاکم بنادے تو حکومت کے انتظام میں مشغول ہونا یہ بھی عین مشاہدہ ہے۔

حکومت محض حکم محبوب کی وجہ سے کرنے کا معیار

تہذیب۔ یہ کیسے معلوم ہو کہ ہم اپنے نفس کو خوش کرنے کے واسطے انتظام کر رہے ہیں۔ یا محض حکم محبوب کی وجہ سے تو اس کا معیار یہ ہے کہ اگر یہ شخص ان محکومین کو اپنے سے کم نہ سمجھے گو کام تو کرے بڑا ہو کر مگر اعتقاد میں سب کو اپنے سے بڑا سمجھے تو یہ اس کی علامت ہوگی کہ یہ محض محبوب کے حکم کی وجہ سے سیاست خلق میں مشغول ہے۔ نفس کے لیے کام نہیں کر رہا ہے۔

خدا کے نزدیک زیادہ محبوب کون ہے؟

تہذیب۔ خدا کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کی عیال سے اچھا برتاؤ کرے یعنی مخلوق سے احبکم الی اللہ احسنکم الی عیالہ۔

آثار عشق

تہذیب۔ مال دادن خود سخائے صادق ست
جان دادن خود سخائے عاشق ست

حیاتِ طیبہ کے علامات

تہذیب۔ خدا تعالیٰ سے تعلق بڑھاؤ اور غیر خدا سے حالاً وعملاً و قالاً تعلق کم کرو۔ پھر دنیا و آخرت دونوں کی راحت تمہارے ہی لیئے ہے۔ اگر فقر و فاقہ بھی ہوا جب بھی تم کو راحت و چین ہی ہوگا اور بدون سرمایہ اور سامان کے تم سلاطین سے بڑھ کر سلطان ہوگے ؎

اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی ، بے زر و گنج بصد حشمتِ قاروں باشی

خدا تعالیٰ سے محبت بڑھانے کا نتیجہ یہ ہوگا۔

(۱) مرتے ہوئے فرشتے بشارت دیں گے۔ خوش خبری سنائیں گے، جس سے ہر نیک بندہ کو اصلی گھر کا اشتیاق اور انتظار ہوگا، اور اسی لیئے تعجیلِ جنازہ کا امر ہے۔

(۲) قبر میں یہ ہوگا کہ جنت کی طرف کھڑکیاں کھل جائیں گی۔ وہاں بھی فرشتے بشارتیں سنائینگے۔

(۳) میدانِ حشر میں یہ حال ہوگا لا یحزنھم الفزع الاکبر و تتلقاھم الملٰئکۃ

میں نے مولٰنا فضل الرحمٰن صاحبؒ کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ہے ؎

عاشقاں را با قیامت روزِ محشر کار نیست ، عاشقاں را جز تماشائے جمالِ یار نیست

حدیث میں بھی آیا ہے کہ قیامت کا دن کافر کے لیئے پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اور مؤمن کو ایسا معلوم ہوگا جیسے فرض نماز کا وقت۔

(۴) پل صراط پر گذرتے وقت دوزخ یوں کہے گی جز یا مؤمن فان نورک اطفاء نوری کہ اے مؤمن جلدی پار ہو جا کہ تیرے نور کی برودت نے تو میرے نار کی حرارت ہی کو بجھا دیا۔ بتلایئے یہ پاکیزہ زندگی ہے یا یہ کتا خسی جس میں ہم پھنسے ہوئے ہیں۔

خوف و رجا

یاس عقلی مذموم ہے

تہذیب۔ نا امیدی عقلی مذموم ہے۔ یعنی اگر یہ اعتقاد ہو جاوے کہ مجھ پر ہرگز رحمت نہ ہوگی اور میری موجودہ حالت ایسی نہیں کہ اس پر رحمت ہو۔

مخلوق کا ڈر خالق سے طبعاً زیادہ ہونے کا راز

تہذیب۔ مخلوق کا ڈر خالق سے طبعاً زیادہ ہونا مذموم نہیں کہ غیر

اختیاری ہے اور عقلاً و اعتقاداً زیادہ ہونا البتہ مذموم ہے لا انتم اشد رھبۃ فی صدورھم من اللہ کا بھی محمل ہے۔ اور طبعاً زیادہ ہونے کی علم تین امر ہیں ایک یہ کہ مخلوق محسوس ہے اور حق تعالیٰ محسوس نہیں اور طبعاً حاضر کا اثر زیادہ ہوتا ہے غائب سے۔ دوسرے یہ کہ مخلوق سے تسامح کی توقع کم ہے اور خالق سے زیادہ ہے۔ تیسرے یہ کہ مخلوق کی نظر میں ذلت ناگوار ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں ذلیل ہونا گوارا۔

خوف ورجا میں اعمال کو بڑا دخل ہے۔ اور اعمال کی تفصیل

تہذیب۔ رجا کہتے ہیں احتمال نفع کو، اور خوف کہتے ہیں احتمالِ ضرر کو، وحی سے معلوم ہو گیا ہے کہ مبنیٰ رجا کا طاعات ہیں اور مبنیٰ خوف کا معاصی ہیں اور یہ طاعات اور معاصی سب اعمال ہیں پس اعمال کا رجاء اور خوف میں دخل ہونا منصوص ہوا، تو اس دخل کا اعتقاد شرعاً مامور بہ ہوا، اس دخل میں ایک تفصیل ہے وہ یہ کہ اعمال شامل ہے اصل ایمان اور کفر کو بھی، اور باقی فروع طاعات و معاصی کو بھی، ایمان تو علت ہے نجات کی اور کفر علت ہے عقوبت کی، پس ایمان پر نجات کا ترتب اور کفر پر عقوبت کا ترتب یقینی ہے مگر بشرطِ بقاء و علت اس لیے خوف و رجاء کا تحقق یہاں بھی ہو سکتا ہے، اسی طرح فروع طاعات گو دائم ہوں لیکن نافع اسی وقت ہونگے جب کہ قبول بھی ہوں (کیونکہ احتمال ہے کہ کسی غائلہ کے سبب قبول نہ ہوں) اور اسی طرح معاصی گو دائم ہوں لیکن مضر اسی وقت ہوں گے جبکہ عفو نہ ہو جاویں (کیونکہ ممکن ہے کہ کسی حسنہ کے سبب یا محض فضل سے عفو ہو جاویں)۔

اعمال کا نفع نقد و نسیہ

تہذیب۔ اعمالِ صالحہ میں نفع نقد بھی ہے صرف اُدھار ہی نہیں ہاں ایک اُدھار بھی ہے یعنی ثواب۔ اور اس کے ساتھ ایک چیز نقد بھی ہے اور وہ رجا اور امید ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا وابستہ ہو جانا ہے جو بدون اعمالِ صالحہ کے حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح اعمالِ سیئہ کا بھی ایک ثمرہ اُدھار ہے اور ایک نقد، اُدھار تو عذابِ جہنم ہے اور نقد وہ وحشت اور ظلمت اور بے چینی ہے جو گناہوں کو لازم ہے۔

اُمید و رجا اور تمنا و غرور کا فرق

تہذیب۔ امید و رجا۔ وہی ہے جو عمل کر کے کی جاوے اور جو بدون عمل کے ہو وہ رجا نہیں

بلکہ محض تمنا و غرور ہے۔

غلبۂ رجا کب انفع ہے اور غلبۂ خوف کب

تہذیب۔ جن لوگوں میں اعمالِ صالحہ کا غلبہ ہو کہ وہ زیادہ تر اعمالِ صالحہ میں مشغول ہیں اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں گو کبھی کبھی ابتلا ہو جاتا ہے، ان پر غلبۂ رجا انفع ہے اور جن میں اعمالِ سیئہ کا غلبہ ہے کہ وہ زیادہ تر اعمالِ سیئہ میں مبتلا ہیں اور اعمالِ صالحہ قلیل ہیں ان کے لیے غلبۂ خوف انفع ہے جب تک کہ اعمالِ صالحہ کا غلبہ ہو۔ پس جب تک اعمالِ صالحہ کا غلبہ نہ ہو اس وقت تک غلبۂ خوف ہی میں ان کو رکھا جائے گا۔

خوف و رجا کی حقیقت اور اس کا درجہ ماموربہ

تہذیب۔ خوف کی حقیقت ہے احتمالِ عذاب کہ انسان کو اپنے متعلق احتمال ہو کہ شاید مجھے عذاب ہو اور یہ احتمال مسلمانوں میں ہر شخص کو ہے اور یہی ماموربہ ہے اور اسی کا بندہ مکلف کیا گیا ہے اس کا نام خوف عقلی ہے، وعید کو سُن کر دل تھرّانا، آنسو کا نکلنا، خوف ماموربہ میں داخل نہیں، کیونکہ یہ غیر اختیاری ہے۔ اسی طرح رجا کی حقیقت ہے۔ احتمالِ نجات اور ایسا بھی کوئی مسلمان نہیں جس کو اپنے متعلق نجات کا احتمال نہ ہو۔ پس ایسا کوئی مسلمان نہیں جو خوف و رجا کے درجہ ماموربہ سے خالی ہو، ہاں درجاتِ احتمال متفاوت ہیں۔

غلبۂ رجا کے ساتھ بھی خوف عقلی یقینی ہوتا ہے

تہذیب۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ غلبۂ رجا کی حالت میں خوف بھی ضرور رہتا ہے مگر غلبۂ خوف کو نہیں ہوتا، یعنی وہ درجہ نہیں ہوتا جس کو عام لوگ خوف سمجھتے ہیں یعنی خوف طبعی، بلکہ خوف عقلی ضرور ہوتا ہے۔

درجاتِ خوف و رجا

تہذیب۔ ایک خوف تو بمعنی احتمالِ عقلی عذاب ہے یہ تو شرطِ ایمان ہے اور ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ تقاضائے معصیت کے وقت آیاتِ وعید اور عذابِ خداوندی کو یاد کر کے سوچ سوچ کے گناہوں سے بچا جائے یہ درجہ فرض ہے اس کے فقدان سے کفر نہ ہوگا ہاں گناہ ہوگا اور ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ مراقبات و اشتغال سے آیاتِ وعید اور عظمت و جلال

حق کو ہر دم مستحضر اور پیش نظر رکھا جاوے، یہ درجہ مستحب ہے اور سب درجات مکتسب ہیں جو کسب سے حاصل ہو جاتے ہیں اور ان سے آگے ایک درجہ اور ہے جو اختیار سے باہر ہے وہ یہ کہ آثار خوف اس قدر غالب ہو جاویں کہ اگر ان کو کم کرنا یا بھلانا بھی چاہے تو اختیار وقدرت سے باہر ہو یہ محض وہبی ہے جو درجات سابقہ مکتسبہ کے حاصل کرنے کے بعد محض عطائے حق سے بعض کو حاصل ہو جاتا ہے ایسا ہی اس کے مقابلہ میں رجا کے بھی درجات ہیں ایک درجہ شرط ایمان یعنی احتمال نجات اور ایک درجہ فرض ہے ایک مستحب ہے اور ایک درجہ محض وہبی ہے۔

(۱) توکل کی حقیقت (۲) خوف طبعی توکل کے منافی نہیں (۳) معیت الٰہی کی حقیقت مع اقسام

تہذیب۔ سوال۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں چند جگہ مثلاً مصر سے مدائن کی طرف بوجہ خوف اہل مصر تشریف لے جانا، عصا کا اژدہا بن جانے سے خائف ہونا مذکور ہے اور صفت توکل بھی حضرات انبیاء علیہم السلام میں کامل ہوتی ہے تو یہ خوف کس وجہ سے تھا اور باوصف حضور معیت حق تعالیٰ کے اس خوف کا کیا سبب ہوا، اور امور طبعی بشری کا ظہور باوجود حصول حضور معیت حق تعالیٰ ہوتا ہے یا نہیں، براہ کرم توکل کی حقیقت اور معیت حق تعالیٰ کا مفہوم بھی زیب قلم فرمایا جاوے۔

جواب۔ خوف ایک امر طبعی مثل جوع و عطش و فرح و غضب و حزن وغیرہ کے ہے پس جیسے یہ کیفیت منافی کمال نبوت نہیں، ایسے ہی خوف بھی منافی نبوت کے نہیں، نہ منافی توکل کیونکہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ غیر حق کی طرف باعتبار اعتقاد نفع و ضرر کے قصداً التفات نہ ہو اور بلا قصد التفات ہو جانا جو کہ امر طبعی ہے منافی توکل کے نہیں، اور اس التفات بلا قصد میں ایسا خوف نہیں ہوتا کہ کسی واجب کے ترک کا سبب ہو جاوے۔ جیسا عوام کو ایسا بھی ہو جاتا ہے اور اسی تفصیل کی بناء پر سورۂ احزاب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تخشی الناس فرمایا ہے اور حضرات رسل علیہم السلام کی نسبت جس میں حضور اقدس بھی داخل ہیں یبلغون رسالات اللہ و یخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ فرمایا ہے یبلغون رسالات اللہ

قرینہ واضحہ ہے کہ مامور بہ یعنی واجب یا مندوب میں یہ خوف حائل نہیں ہوتا، یہ تو توکل کے منافی نہ ہونے کی تقریر تھی، باقی رہی معیت کی بحث تو معیت کے انواع مختلف ہیں ایک معیت علمیہ یعنی حق تعالیٰ کے علم کا ہر ایک کو محیط ہونا، یہ معیت عام ہے ہر شئے کو مؤمن کو بھی کافر کو بھی، مکلفین کو بھی غیر مکلفین کو بھی۔ قال اللہ تعالیٰ ان اللہ قد احاط بکل شئی علما اور یہی معیت ہے اس آیت میں وھو معکم اینما کنتم اور اس عموم کا اعتقاد منجملہ عقائد لازم کے ہے اور یہ معیت سب کے لئے ثابت ہے خواہ وہ اس کا معتقد بھی نہ ہو تو اس معیت کے ساتھ خوف کا منافی نہ ہونا تو ظاہر ہے اور یہ معیت عام کہلاتی ہے، دوسری نوع معیت خاص ہے یعنی معیت بالرحمۃ ومعیت بالنصرۃ۔ پھر رحمت کی صورتیں بھی مختلف ہیں، اسی طرح نصرت کی بھی، یہ بجمیع اقسامہا عام نہیں ہے نہ بلکہ اس کے ایسے عموم کا اعتقاد واجب ہے جس کے ساتھ وعدہ ہے حسب وعدہ اس کا اعتقاد اس پر واجب ہے اور اسی اعتقاد کے موافق عمل لازم ہے، کاملین خصوص انبیاء علیہم السلام میں نہ اس اعتقاد کی کمی کا احتمال ہے اور نہ اس اعتقاد کے مقتضا پر عمل میں کوتاہی کا احتمال ہے۔

پس جب تک حق تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ نہ ہو کہ یہ اژدہا تم کو ضرر نہ پہونچا سکے گا اس وقت تک نہ اس کا اعتقاد موسیٰ علیہ السلام پر واجب ہے اور نہ عدم فرار واجب۔ کیونکہ جس معیت کا وعدہ نہیں اس کا اعتقاد یا اس پر عمل بھی واجب نہیں، اور بوجہ احتمال ضرر کے اس سے فرار بھی جائز، اور یہی خوف ضرر ہوا تھا موسیٰ علیہ السلام کو بھی فرعون کے پاس جانے میں مگر جب وعدہ ہو گیا انی معکما اسمع واری تو پھر کیسی بے دھڑک گفتگو فرمائی اور اس تقریر سے معیت کی حقیقت مع اقسام بھی معلوم ہو گئی۔

خشیتِ عقلی اور محبتِ عقلی کی تعریف

تہذیب۔ خشیت عقلی یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت کو متوجہ کرے اور منکرہ سے رُکنے کی طرف۔ اسی طرح محبت عقلی یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت کو شریعت پر عمل کرنے کی طرف متوجہ کرے۔

خشیت وفکر کی کمی کی علامت

تہذیب۔ آج کل عملی خرابی عام طور پر پھیلی ہوئی ہے کہ جو شخص عمل کے اعتبار سے جس حالت میں ہے

وہ اس پر قناعت کیے ہوئے ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میرے اندر کوئی نقص نہیں، تغیر اور تبدل کی حاجت نہیں، یہ خشیت و فکر اور ذہن کی کمی ہے۔

تقویٰ شرعی کی حد

تہذیب۔ تقویٰ شرعی وہ ہے کہ خوفِ خدا کے ساتھ عمل بھی ہو، اگر عمل نہ ہو محض خوف ہی ہو تو وہ تقویٰ شرعی نہ ہوگا۔

خوف ورجا عقلی کی حد

تہذیب۔ خوف ورجا عقلی مامور بہ ہے، خوف عقلی کا حاصل یہ ہے کہ احتمال کے درجہ میں یہ خیال ہو کہ شاید مجھے سزا ہو، اور رجا عقلی یہ ہے کہ درجۂ احتمال میں یہ خیال ہو کہ شاید بدون سزا ہی کے مغفرت ہو جاوے۔

حبِ عقلی و خوفِ عقلی کاملین کو خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ہوتا

تہذیب۔ خوف عقلی انبیاء کو خدا کے سوا کسی سے نہیں ہوتا، کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے۔ وما ھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ کہ بدون خدا کے کوئی چیز ضرر نہیں دے سکتی وہ ضار و نافع حق تعالیٰ کو سمجھتے ہیں، اسی طرح کاملین کو حبِ عقلی خدا کے سوا کسی سے نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا مبنیٰ کمالات پر ہے اور خدا تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی بالذات کمالات نہیں، ہاں حبِ طبعی و خوفِ طبعی غیر خدا سے بھی ہو سکتا ہے۔

خوف و محبت کا درجہ مقصود اور اس کی تحصیل کا طریقہ

تہذیب۔ غلبۂ خوف اور محبت دونوں میں مقصود وہ درجہ ہے جس کے ساتھ دوسرے مصالح بھی فوت نہ ہوں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ ہر حال میں یکساں غلبہ نہ ہو بلکہ ایک وقت میں محض خوف اور محبت ہی کا غلبہ ہو اور کسی کام کی طرف التفات نہ ہو، اور ایک وقت میں دوسرے کاموں کی طرف بھی التفات ہو مگر دل میں خوف و محبت کی وجہ سے آرہ بھی چل رہا ہو، جیسے طاعون کے زمانہ میں موت کا غلبہ ہر وقت رہتا ہے مگر ایسا نہیں ہوتا کہ کھانا پینا بھی چھوٹ جاوے، اس حالت کی تحصیل کا طریقہ یہ ہے کہ موت کی یاد کثرت سے کرو، یعنی اس کو غالب رکھو، اور نماز ایسی پڑھو جیسے دنیا کو رخصت کرنے والا نماز پڑھتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:۔ صلّ صلوٰۃ مودّع۔

صبر

صبرِ حقیقی کے تسہیل کا طریقہ

تہذیب۔ آنسو بہنا، آہ آہ منھ سے نکلنا خلافِ صبر نہیں بلکہ رو لینے سے صبرِ حقیقی زیادہ آسان ہو جاتا ہے کیونکہ دل کا غبار نکل جاتا ہے۔

بیماری میں آہ آہ کرنا خلافِ صبر نہیں

تہذیب۔ بعض لوگوں کو تقوی کا ہیضہ ہو جاتا ہے، وہ بیماری میں آہ آہ کرنے کو خلافِ صبر سمجھتے ہیں، اس لیے اللہ اللہ کرتے ہیں تاکہ قوتِ قلب ظاہر ہو، مگر یہ معرفت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ اللہ مظہرِ الوہیت ہے اور آہ آہ مظہرِ عبدیت ہے۔

بے صبری کی متعدد صورتیں اور ان کا علاج

تہذیب: سوال۔ صبر پر جو وعدہ ثواب کا ہے وہ کس صورت میں ہے یعنی کوئی شخص کسی انتقام یا تکلیف کے دور کرنے پر قادر ہے اور نہ کرے اور صبر کرے تب اجر ملے گا، یا قادر نہ ہو پھر صبر کرے اس پر اجر ملے گا۔

جواب:۔ بے صبری کی متعدد صورتیں ہیں (۱) انتقام بالمثل لینا۔ اس کا ترک کرنا صبر ہے یہ مشروط ہے قدرت کے ساتھ۔ (۲) دوسری صورت زبان سے بُرا بھلا کہنا، سامنے یا پسِ پشت بددعا دینا۔ غیر قادر علی الانتقام بھی اس پر قادر ہے۔ اس کے لیے ترک کرنا صبر ہے، اسی طرح اہلِ میت گو مدافعت پر قادر نہیں، لیکن نوحہ و شکایت پر تو قادر ہیں۔ ان کی یہ بے صبری ہے اور اس کا ترک کرنا صبر ہے اور جو کسی فعل پر بھی قادر نہ ہو جیسے اندھا کہ دیکھنے پر بالکل قادر نہیں مگر تصور یا عزم بصورت ابصار یا تمنائے ابصار للابصار پر تو قادر ہے، اس کی بے صبری یہ ہے اور اس کا ترک صبر ہے۔ ہر شخص کو اس کے مناسب صبر پر اجر ملتا ہے۔ یہ تفصیل تو اجرِ صبر میں ہے اور ایک اجر خود تکلیف پر بھی ہوتا ہے اس میں صبر کی قید نہیں، اگر صبر کیا تو دو اجر ملیں گے۔ ایک صبر کا دوسرے تکلیف کا۔ اور اگر صبر نہ کیا تو تکلیف کا اجر ملے گا۔ اور بے صبری کا گناہ ہوگا، جیسے ایک شخص نماز پڑھے اور روزہ نہ رکھے تو نماز کا ثواب ملیگا اور روزہ نہ رکھنے کا گناہ ہوگا

غیر مبتلائے مصیبت کے لیئے اجر مصائب حاصل کرنے کا طریقہ

تہذیب جبکہ مصیبت اور بلا نہ ہو تو اجر حاصل کرنے کے لیے صرف یہ کافی ہے کہ یہ ارادہ رکھے کہ بلاو مصیبت کے وقت صبر کریں گے

مصیبت معصیت کی علامت

تہذیب۔ جو مصیبت کسی گناہ کی سزا میں پہنچتی ہے، اس میں پریشانی محسوس ہوا کرتی ہے اور جو رفع درجات کے لیئے ہوتی ہے۔ اس میں پریشانی نہیں ہوتی۔

مسلمان کسی مصیبت میں بھی خسارہ میں نہیں

تہذیب۔ مسلمان کو کھیتی کے پالا پڑنے سے کامل طور پر نقصان نہیں ہوتا، گو کھیتی ساری برباد ہو جاوے مگر اسی مصیبت سے اجر صبر بڑھ جائے گا اور آخرت میں جو ثواب اس کے بدلہ میں ملے گا، وہ اس کھیتی سے لاکھ درجہ افضل ہوگا، کیونکہ اجر آخرت کی شان یہ ہے ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد — انچہ در وہمت نیاید آں دہد
خود کہ یابد ایں چنیں بازار را — کہ بیک گل می خری گلزار را

کلماتِ تعزیت

تہذیب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال میں حضرت خضر علیہ السلام نے صحابہؓ کو اس طرح تسلی فرمائی تھی۔ ان فی اللہ جزاء من کل مصیبۃ وخلفا من کل فائت فبا للہ تقوا وایاہ فارجوا فانما المحروم من حرم الثواب یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہر مصیبت سے تسلی ہے اور ہر فوت ہونے والے کا عوض ہے۔ پس اللہ پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید رکھو، کیونکہ پورا محروم تو وہی ہے، جو ثواب سے محروم رہے اور مسلمان تو کسی مصیبت میں ثواب سے محروم نہیں رہتا۔

تحصیل صبر کا طریقہ مصائب کی فضائل اور حکمتوں پر غور کرنا ہے

تہذیب تکوینیات ناگوار کا منشا بھی حق تعالیٰ کی محبت ہی ہے، مگر اس میں ماں کی محبت کا رنگ نہیں ہے بلکہ باپ کی محبت کا رنگ ہے۔ باپ کی محبت یہی ہے کہ جب لڑکا شرارت کرے تو چار ادھر لگائے اور چار اُدھر۔ حضرات ان مصائب سے حق تعالیٰ ہم کو مہذب بنانا چاہتے ہیں، تاکہ گناہوں کا کفارہ ہو جاوے۔ ہم لوگ اپنے اعمال بد سے اپنے آپ کو تباہ کرنے میں کسر نہیں کرتے، حق تعالیٰ

ان سزاؤں سے ہم کو راستہ پر لگا دیتے ہیں اور دماغ درست کر دیتے ہیں۔ پھر حدیث میں آیا ہے کہ دنیا کی مصائب سے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ نیز ایک روایت میں ہے بعض دفعہ حق تعالیٰ اپنے بندہ کو خاص درجہ اور مرتبہ عطا فرمانا چاہتے ہیں جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہیں کر سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی مصیبت یا مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں جس سے وہ اُس درجۂ عالیہ کو پا لیتا ہے، حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں اہلِ مصائب کو ثواب کثیر ملتا ہوا دیکھ کر اہلِ نعم کہیں گے یا لیت جلودنا قرضت بالمقاریض فنعطی مثل ما اوتوا۔ یعنی کاش ہماری کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں۔ تاکہ آج ہم کو بھی یہ درجات ملتے۔ اب بتلایئے یہ مصائب متاعب تکوینیہ محبت حق سے ناشی ہیں یا نہیں، حق تعالیٰ کے امتحانات وابتلاءات کو لوگ مصیبت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں غایت رنج اور راحت کا سبب ہیں اور یہ حکمتیں آخرت میں جا کر سب کو منکشف ہوں گی، لیکن عارفین کو ان کی حکمتیں آخرت دنیا ہی منکشف ہو جاتی ہیں، جن سے وہ مصائب بھی نہیں رہتے بلکہ نعم ہو جاتے ہیں۔

مصیبت اپنے محل کے اعتبار سے مصیبت ہے

تہذیب۔ کوئی مصیبت اپنی ذات میں مصیبت نہیں بلکہ محل کے اعتبار سے مصیبت ہے۔ ممکن ہے کہ جو چیز ایک محل میں مصیبت ہو، دوسرے محل میں مصیبت نہ ہو چنانچہ قطع جلد تندرست کے لیے مصیبت ہے مگر مریض محتاجِ آپریشن کے لیے صحت ہے، فاقہ تندرست کے لیے مصیبت ہے اور مریضِ بدہضمی کے لیے راحت وصحت ہے۔ وعلیٰ ہٰذا۔ اسی طرح یہ حوادثِ انفس واموال و اولاد غیر عارف کے لیے مصائب ہیں مگر عارف کے لیے جو حکم تکوینیہ کو سمجھتا ہے مصائب نہیں

تعلق مع اللہ سے مصیبت میں بھی کلفت نہ ہوگی

تہذیب۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو، اس کا اثر یہ ہوگا کہ فقدانِ اسباب میں بھی ایک سبب راحت کا موجود رہے گا، کیونکہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب وحکیم سمجھے گا اور جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو پھر کسی حالت میں اس کو کلفت نہ ہوگی۔

حوادث تعلق مع اللہ کے ساتھ ضرر رساں نہیں

تہذیب۔ افلاطون نے

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر حوادث تیر ہوں اور آسمان کمان ہو اور تیرانداز حق تعالیٰ ہوں تو بچنے کی کیا صورت ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تیرانداز کے پہلو میں جا کھڑا ہو۔ پھر تیر سے بچا رہے گا۔ کیونکہ تیر اسی کو ہلاک کرتا ہے جو اُس کے زد پر ہو اور جو تیرانداز کے پہلو میں کھڑا ہو اُس پر تیر نہیں پہونچتا۔ یعنی تعلق مع اللہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے حوادث ضرر نہیں پہونچا سکتے۔

مصیبت میں دو اجر ہیں

تہذیب۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس مصیبت سے جو نفس کو تکلیف ہوتی ہے اُس پر بھی ثواب ملتا ہے اور صبر کا اجر الگ ہے۔

صبر و مصابرت اور مرابطت کے معنی

تہذیب۔ صبر کے معنی ہیں نفس کو ناگوار امور پر جمانا اور مصابرت کے معنی یہ ہیں کہ دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے ناگوار امور پر نفس کو ثابت قدم رکھنا۔ اور مرابطت کے معنی یہ ہیں کہ صبر و مصابرت پر مواظبت کی جاوے۔

انبیاء علیہم السلام کی مراتب رفیعہ کی وجہ صبر ہی ہے

تہذیب حضرات انبیاء علیہم السلام کے جو مراتب بلند ہیں اس کی یہی تو وجہ ہے کہ انھوں نے سب سے زیادہ قیود و حدود کا حق ادا کیا ہے۔ اُن پر وہ بلائیں گذری ہیں جن کو دوسرا برداشت نہیں کرسکتا ؎

زاں بلاہا کانبیا برداشتند
سر بچرخ ہفتمیں برداشتند

تمام اعمال شرعیہ صبر ہی کے عنوان ہیں

تہذیب۔ اعمالِ شرعیہ کو اللہ تعالیٰ نے صبر کے عنوان سے بیان فرمایا ہے اصبروا وصابروا ورابطوا تاکہ سنتے ہی مخاطب کو معلوم ہو جاوے کہ اس میں ہمت کی ضرورت ہوگی۔ پس اب سالکین کو جی نہ لگنے کی شکایت کرنا فضول ہے، کیونکہ تم کو تو صبر ہی کا امر ہے اور ہر عمل کی حقیقت صبر ہی ہے اور صبر میں جی لگنا کیسا۔ بلکہ جی نہ لگنے کی صورت میں زیادہ خوش ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ثواب زیادہ دینا چاہتے ہیں۔

مصائب غیر اختیاری اہل محبت کے لئے موجب ازدیادِ محبت ہیں

تہذیب۔ مصائب دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو منجانب اللہ نازل ہوتے ہیں، جس میں بندے کے کسب کو بالکل دخل نہیں، بلکہ اس کا منشا محض مشیتِ ایزدی ہوتی ہے۔ اس قسم کے مصائب تو واقعی اہلِ محبت کے لیے ہمیشہ موجب ازدیادِ محبت ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ مصائب ہوتے ہیں جو بندہ پر اس کے کسب و اختیار سے آتے ہیں، اس قسم کے مصائب موجب ازدیادِ محبت نہیں ہوتے۔

مصائب کے فوائد

تہذیب۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں مسلمان کو مصائب و تکالیف دے کر اس کا میل صاف کرتے ہیں، یعنی وساوس اور معاصی سے جو غفلت قلب میں پیدا ہو جاتی ہے اس کو دور فرماتے ہیں۔ یہ تو آخرت کی بھلائی ہوئی، اور دنیا کی بھلائی یہ ہوتی ہے کہ مصائب و تکالیف سے انسان کے اخلاق درست ہو جاتے ہیں اور اخلاق کی درستی سے بہت راحت ملتی ہے کیونکہ بدخلق سے سب کو وحشت ہوتی ہے لوگ اس کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ نیز اس کے (یعنی اہلِ مصیبت کے) دل پر دنیا کی حقیقت بھی منکشف ہو جاتی ہے کہ دنیا دل لگانے کی چیز نہیں ہے۔

مصائب کے وقت کا دستور العمل

تہذیب۔ مصائب کو گناہوں کی سزا سمجھو، یا ایمان کی آزمائش سمجھو، مگر یہ مت سمجھو کہ خدا تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں کیونکہ یہ خیال خطرناک ہے کہ اس سے تعلق ضعیف ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ تعلق زائل ہو جاتا ہے۔

مصائب کو ہلکا کرنے کی تدبیر

تہذیب۔ مصیبت کو ہلکا کرنے کی ایک تدبیر یہ ہے کہ اپنے گناہ کو یاد کرے۔ دوسری تدبیر یہ ہے کہ مصیبت کے ثواب کو یاد کرے۔ تیسرے یہ سمجھے کہ مصیبت سے ایمان کی آزمائش ہے کہ آیا اس میں ایمان ہے یا نہیں۔ چوتھے یہ کہ عبدیت غالب ہو جاتی ہے اور دعویٰ و غرور و تکبر کا میل کچیل کم ہو جاتا ہے اور اپنی حقیقت منکشف ہو کر سمجھ میں آجاتا ہے کہ آدمی کو کبھی دعویٰ نہ کرنا چاہیے پانچویں یہ کہ مصائب میں استحضار عظمتِ الٰہی کا ہوتا ہے۔ اور اس کے مقابل اپنا عجز زیادہ منکشف ہوتا ہی پس مصائب سے انسان پر عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے اور عبدیت اعلیٰ مقام ہے ؎

اہلکاراں بوقت معزولی	شبلی وقت و بایزید شوند
باز چوں می رسند بر سرِ کار	شمر ذی الجوشن و یزید شوند

مصیبت فی نفسہ نعمت ہے گو صبر نہ ہو

تہذیب۔ بعض صوفیہ نے لکھا ہے کہ مصیبت پر بغیر صبر کے بھی ثواب ملتا ہے۔ صبر کا اجر اس کے علاوہ ہے تو اب مصیبت فی نفسہ نعمت ہے۔

مصیبت کے وقت صبر مطلوب ہے

تہذیب۔ مصیبت کے وقت صبر مطلوب ہے کہ اس کو خدا کا تصرف سمجھ کر راضی رہے۔ اور دل میں خدا سے شکایت نہ لائے، نہ ظاہر میں جزع فزع کرے۔

پریشانیوں کے اسباب اختیاریہ کو خود مول لینا یا مدافعت نہ کرنا سخت مضر ہے

تہذیب۔ جس پریشانی کا جلب و سلب اختیاری ہو اس کے اسباب کو خود پیدا کرنا سخت مضر ہے اور جس کے اسباب جلب اختیاری نہیں لیکن دفع اختیاری ہے اس کے اسباب مدافعت کو اختیار نہ کرنا اور پریشانی میں مبتلا رہنا بھی مضر ہے۔ اور ایک پریشانی وہ ہے جس کا نہ جلب اختیار میں ہے نہ سلب یہ واقعی خیر ہے۔

پریشانی غیر اختیاری واقعی مجاہدہ اور خیر ہی خیر ہے اور پریشانی اختیاری میں نور نہیں ظلمت ہوتی ہے

تہذیب۔ جس مصیبت کا ایسا غلبہ ہو جاوے کہ اس کی مدافعت پر بھی قادر نہ ہو، سو یہ واقعی مجاہدہ ہے اور اب اس پریشانی سے کچھ ضرر نہ ہوگا، بلکہ اس میں نورانیت ہوتی ہے اور جو پریشانی اختیار سے لائی جاتی ہے، اس میں نور نہیں ہوتا، بلکہ ظلمت ہوتی ہے جیسے کسی کا بچہ بیمار ہے اور وہ اس کا علاج نہیں کرتا، اس لیے پریشان ہے تو اس میں نور نہ ہوگا اور ایک صورت یہ ہے کہ بچہ بیمار تھا اس کا علاج کیا گیا اور علاج کے بعد وہ مر گیا تو اس کی پریشانی نہ ہوگی، عارف ایسی مصیبت میں دل میں شاد ہوتا ہے اور ظاہر میں مغموم۔

مصائب تکوینیہ میں تحمل پیدا کرنے کا طریقہ تعلق مع اللہ ہے

تہذیب مصائب

تکوینیہ کے تحمل کا طریقہ تعلق مع اللہ ہے، اس کو پیدا کر کے دیکھو، پھر سب مصائب طاقت کے اندر ہیں، کوئی بھی ما فوق الطاقۃ نہیں، کیونکہ کام تو وہ خود کرتے ہیں، تم تو صرف طریق اور سڑک اور مظہر ہو، کہ فعل تم سے ظاہر ہو جاتا ہے ورنہ کرنے والے وہ خود ہیں، تو اب تحمل اس لیے ہو جائے گا کہ وہ تمہارے قلب میں قوتِ تحمل پیدا کر دیں گے۔

عارف کو عقلی رنج مصائب پر نہیں ہوتا اور اُس کی وجہ

تہذیب۔ اہل اللہ کا یہ بھی حق ہے کہ ان کی مفارقت کا رنج کیا جاوے اور خالق کا یہ حق ہے کہ عقلاً اُس کے ہر تصرف پر راضی رہے۔ عارف کو طبعی رنج تو ہوتا ہے مگر اس کی عمر زیادہ نہیں ہوتی، نہ اس سے پریشانی ہوتی ہے۔ عقلی رنج اُس کو نہیں ہوتا اور پریشانی کی جڑ یہی ہے، عارف کو عقلی رنج اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ انا للہ کے مضمون کو پیشِ نظر رکھتا ہے۔

عسرِ غیر اختیاری عقوبت ہی نہیں اور اُس کی دلیل

تہذیب۔ اگر کوئی مشقت اور پریشانی تم کو پیش آوے تو اس کو اپنے لیے عقوبت ہی نہ سمجھو۔ جبکہ قصد کو اُس میں دخل نہ ہو بلکہ بلا قصد و اختیار آئی ہو۔ لقولہ تعالیٰ ان مع العسر یسرا۔ یہاں عسر سے مراد غیر اختیاری ہی ہے کیونکہ اس سے اوپر جس عسر کا ذکر ہے وہ غیر اختیاری ہی تھا۔ ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک۔ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ثقل وحی وغیرہ کا تھا وہ غیر اختیاری تھا۔ اور اس میں معیتِ یُسر ظاہر ہے، کیونکہ اس سے رفعِ درجات اور ترقی اجر ہوتا ہے۔

معیارِ حقیقتِ مصیبت وصورتِ مصیبت کا

تہذیب۔ جس مصیبت سے انقباض اور پریشانی بڑھے وہ تو گناہوں کی وجہ سے ہے۔ اور جس سے تعلق مع اللہ میں ترقی ہو، تسلیم و رضا زیادہ ہو وہ حقیقت میں مصیبت نہیں، گو صورتِ مصیبت ہو، اور صورتِ مصیبت رفعِ درجات و امتحان محبت کے واسطے بھی ہوتی ہے۔

واقعاتِ مصائب درحقیقت تجارت ہیں

تہذیب۔ یہ واقعاتِ مصائب درحقیقت سب تجارت ہیں

داخل ہیں کہ ایک چیز ہم سے لی جاتی ہے اور اس کے عوض دوسری چیز دی جاتی ہے۔ اور تجارت بھی ایسی کہ ؎

نیم جاں بستاند و جاں دہد　　　آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

علاوہ اس کے مصیبت حالاً تو مصیبت ہے اور مگر مآلاً نعمت ہے کیونکہ اس سے منافع و مصالح دینیہ و دنیویہ حاصل ہوتے ہیں۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ برسوں کے مجاہدات سے باطن کو وہ نفع نہیں ہوتا جو ایک ساعت کے حزن سے ہوتا ہے خاصکر ایمان کو پختگی ہوتی ہے جو امور باطنہ میں سب سے افضل ہے۔

شکر

جس مال میں طلب و اشراف نہ ہو اُس کو لے لے اور شکر منعم حقیقی کا طاعت سے و مجازی کا دعا سے بجالاوے

حال ہو احقر کے استاد جو طبیب ہیں۔ اچھے مالدار ہیں۔ وہ خرچ کے متعلق بہت کچھ اعانت کرتے ہیں اور احقر نے عرض بھی کیا کہ گرانی ہوتی ہے لیکن انھوں نے تسلیم نہیں کیا۔ ڈر لگتا ہے کہ شاید اس کا منشاء حرص ہو۔

تہذیب۔ ڈرنا تو بہت اچھی بات ہے ڈر ہی سے امن ہے۔ لیکن جب اپنی طرف سے نہ طلب ہے .... نہ اشراف بلکہ انقباض کو بھی ظاہر کر دیا اور پھر بھی وہ خدمت کرتے ہیں تو یہ نعمت ہے اس پر گو طبعاً انقباض ہو مگر عقلاً انبساط ہونا چاہیئے اور اولاً حق تعالیٰ کا منعم حقیقی ہیں اور ثانیاً ان صاحب کا کہ منعم مجازی ہیں یعنی واسطہ نعمت ہیں۔ شکر ادا کرنا چاہیئے اور وہ شکر حق تعالیٰ کا تو طاعت ہے اور ان صاحب کا اُن کے لیئے دعا ہے۔

شکر کی حقیقت

تہذیب۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ جو حالت طبیعت کے موافق ہو خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو اس حالت کو

دل سے خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھنا اور اُس پر خوش ہونا اور اپنی لیاقت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اُس نعمت کا جوارح سے گناہوں میں استعمال نہ کرنا شکر ہے۔

طریق تحصیل شکر

تہذیب۔ شکر کی ماہیت کے اجزا سب افعالِ اختیاریہ ہیں ان کو بتکرار صادر کرنا، یہی طریقہ تحصیل اور یہی طریقہ تسہیل ہے۔

ناشکری مذموم کی حد

تہذیب۔ ناشکری جو مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناشی ہے، منعم کی بے تعلقی سے اور جو چیز منعم کے غایت تعلق سے ناشی ہو وہ محمود ہے مثلاً چوری ہو گئی اور اس کے سوچنے سے افسوس اگر نہ ہو تو اس کو ناشکری نہ کہیں گے، کیونکہ یہ عدم تاسف ناشی ہے حق تعالیٰ کے غایت تعلق سے کہ اس کو پیشِ نظر ہے کہ کوئی کام حق تعالیٰ کے بدون مشیت تو ہوتا نہیں اور جو مشیت سے ہوتا ہے وہ سب خیر ہی خیر ہے۔ اس لیے تاسف کی ضرورت نہیں۔

تہذیب

اعمالِ صالحہ کو عطائے حق ہونے کی وجہ سے قابلِ قدر سمجھو

عطائے حق ہونے کی وجہ سے یہ نماز و روزہ جس درجہ میں بھی ہے قابلِ قدر ہے لیکن اپنا کچھ کمال نہ سمجھے، جیسے ایک چمار کو بادشاہ موتی دے، تو وہ اپنے کو چمار ہی سمجھے گا، مگر اس کے ساتھ ہی موتی کو موتی سمجھے گا۔ بس شکر کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کو چمار و ناقابل ہی سمجھو، مگر اعمالِ صالحہ کو عطائے حق ہونے کی وجہ سے قابلِ قدر سمجھو اور نعمتِ حق کی بے قدری نہ کرو۔

تفویض و توکّل

طریقہ حصولِ تفویض

تہذیب۔ خدا کی تجویز میں اپنی تجویز کو فنا کر دو۔ ابتداء میں تو اہل اللہ کو یہ حالت تکلف کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی حکمت و قدرت کو سوچ سوچ کر اپنے ارادہ و تجویز کو فنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر یہ حالت اُن کے لیے امرِ طبعی بن جاتی ہے۔

حصولِ تفویض کا دوسرا طریقہ

تہذیب۔ اپنے ارادہ کو خدا کے ارادہ کا تابع کر دیں کہ جو کچھ ہوگا ہم اُس پر راضی ہیں۔ اس پر عمل شروع کر دیجئے اور برابر کرتے رہیئے۔ انشاء اللہ ایک دن ملکۂ راسخہ پیدا ہو جائے گا۔ اور اسی سے راحت حاصل ہوگی بدون اس کے راحت نہیں مل سکتی۔ اور یہ کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ کثرتِ تکرار سے سب کام آسان ہو جاتے ہیں۔ دیکھیئے آج کل جو لوگ پختہ حافظ ہیں وہ پہلے ہی دن سے پختہ نہیں ہوئے، بلکہ کثرتِ تکرار سے پختہ بنے ہیں۔ یا آج جو خوش نویس ہے وہ کثرتِ مشق ہی سے خوش نویس ہوا ہے۔ اسی طرح کثرتِ تکرار سے تفویض حاصل ہو جائے گا۔ یہی عین عبدیت اور بندگی ہے۔ غلام کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

اعتقادِ تقدیر میں بڑی قوت ہے

تہذیب۔ قلب کو جتنی قوت اعتقادِ تقدیر سے ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہیں ہو سکتی کفار چاہے لاکھ یا قوتیاں کھائیں مگر اس اکسیر کے سامنے سب گرد ہیں۔ یہ قائل تقدیر کسی حالت میں متزلزل نہیں ہو سکتا۔ جو مصیبت سامنے آئے گی، یوں کہے گا کہ یہ تو مقدر تھی ٹلنے والی نہ تھی، خواہ میں راضی ہوں یا ناراض۔ پھر خدا کی تقدیر سے ناراض ہو کر عاقبت بھی کیوں خراب کی، پھر اس کے ساتھ اُس کے دل میں یہ آتا ہے کہ اس میں ضرور کوئی حکمت ہے۔

مفوض کامل کی شناخت

تہذیب۔ مفوض کامل وہ ہے کہ اگر عمر بھر اس کے کان میں یہ آواز آئے کہ انک من اھل الجنۃ یا یہ آواز آتی رہے کہ انک من اھل النار تو کسی وقت بھی عمل میں ذرہ برابر بھی کمی نہ کرے۔ بدستور کام میں لگا رہے، نہ پہلی آواز سے بے فکر ہو، نہ دوسری آواز سے دل برداشتہ ہو۔

توکُّل مطلوب

تہذیب۔ توکل مطلوب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر اعتقاد رکھو اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا جو وہ چاہیں گے وہی ہوگا۔ اور خلافِ شرع تدبیر نہ کرو، واللہ تم متوکل ہو۔

تمام تدابیر کے بعد تفویض ہی سے گرہ کھلتی ہے

تہذیب۔ حضرت بہت سے واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں تمام تدبیریں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور کام نہیں ہوتا۔ بس گرہ اُس وقت کھلتی ہے جب بندہ یوں کہتا ہے کہ اے اللہ آپ ہی اس کام کو پورا کریں گے تو پورا

ہوگا، میں تو عاجز و درماندہ ہوں۔

تفویض کلی کے حصول کا طریقہ

تہذیب۔ مرتے وقت تفویض کلی اسی کو حاصل ہوتی ہے جو زندگی بھر اسی میں مشغول رہا ہو ورنہ موت کا وقت تو سخت نازک ہے وہ تحصیل نسبت و طے مقامات و تکمیل تفویض کا وقت تھوڑا ہی ہے کہ اسی وقت کام شروع کرو اور اسی وقت حاصل بھی کرلو۔

صاحب تفویض تدابیر کو محض سنت سمجھکر کرتا ہے

تہذیب۔ صاحب تفویض تو ہر امر میں ابتدا ہی سے تفویض کرتا ہے اور تدبیر جو کچھ کرتا ہے محض سنت و اطاعت سمجھ کر کرتا ہے، اس کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ تدبیر ضرور کامیاب ہی ہو بلکہ وہ کامیابی اور ناکامی کو حق تعالیٰ کے سپرد کرکے کوشش کرتا ہے اور دونوں حالت میں راضی رہتا ہے۔

تفویض حقیقی کا معیار

تہذیب۔ تفویض سے بڑھ کر راحت کا آلہ دنیا میں کوئی نہیں مگر راحت کی نیت سے تفویض کرنا دین نہیں بلکہ دنیا ہے حقیقی تفویض وہ ہے جس میں یہ بھی قصد نہ ہو کہ اس سے چین ملے گا بلکہ محض رضائے حق کا قصد ہو۔

توکل مستحب کے شرائط

تہذیب۔ توکل مستحب کے لیئے ضرورت ہے فطرۃً قوتِ قلب اور حقوقِ واجبہ کا ذمہ نہ ہونا یا اہل حقوق کا بھی ایسا ہی ہونا۔

تفویض کی حقیقت

تہذیب۔ تفویض کے معنی ترک تدبیر نہیں بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ رکھے، تدبیر کرے اور تدبیر کے نتیجہ کو خدا کے سپرد کرے۔

راحت کا نسخہ اکسیر

تہذیب۔ تم اپنی طرف سے نہ بلا تجویز کرو نہ راحت بلکہ جو وہ تجویز کردیں اس پر راضی رہو، حضرت یہ نسخہ ایسا اکسیر ہے جس سے نہ اہل دنیا کو استغنا ہے نہ اہل دین کو، نہ علماء کو استغنا ہے نہ عرفاء کو بلکہ تمام عالم اس کا محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری مثال ایسی ہے جیسے لنگڑا ہرن شیر کے پنجے میں ہو

تہذیب۔ واللہ سارے راستے بند ہیں تم کہیں ان کے قبضے سے باہر نہیں جا سکتے۔ بس ہماری ایسی مثال ہے جیسے لنگڑا ہرن ہو شیر کے پنجہ میں ہو اب بتلاؤ کہ اگر لنگڑا ہرن شیر کے پنجہ سے چھوٹنے کی کوشش کرے تو یہ اس کی حماقت ہے یا نہیں بس اس کی خیر اسی میں ہے کہ اپنے کو شیر کے سامنے ڈال دے اور اس کے ہر تصرف پر راضی ہو جاوے خواہ کھالے خواہ چھوڑ دے ؎

غیر تسلیم و رضا کو چارۂ　　در کف شیر نر خونخوارۂ

اسلام کی حقیقت تفویض ہے

تہذیب۔ اسلام کی حقیقت تفویض ہے جو تمام حالات کو شامل ہے خواہ حالات آفاقیہ ہوں خواہ انفسیہ ہوں، پھر انفسیہ میں خواہ احوال حسیہ ہوں جیسے مرض و صحت اور قوت و ضعف خواہ باطنیہ ہوں جیسے قبض و بسط، ہیبت و انس اور محبت شوق و امثالہا سب کو اپنے سر آنکھوں پر رکھے۔

محققین کی تفویض کا حاصل طلب عبدیت ہے وبس

تہذیب۔ محققین تفویض بغرض راحت کو دنیا ئے محض کہتے ہیں وہ تفویض کے طالب محض اس لیئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق بندہ پر ہیں" منجملہ ان کے یہ حق بھی ہے کہ بندہ اپنے ارادہ اور تجویز کو ان کے ارادہ و تجویز میں فنا کر دے، ان کو محض عبدیت مطلوب ہے اور حق الوہیت کا ادا کرنا یہی عبدیت ہے۔

مربی حقیقی کے طریق تربیت پر راضی رہنا چاہیئے

حال۔ اعتکاف کی حالت میں ملازموں پر غیظ و غضب اور بعض اوقات مار و پیٹ کی نوبت بھی آجاتی ہے جو یوں ہی آداب مسجد کے خلاف ہے چہ جائیکہ حالتِ اعتکاف میں اس لیئے اعتکاف کے خاتمہ پر دل بجائے مسرور و مطمئن ہونے کے ملامت ہی کرتا ہے۔

تہذیب۔ اگر مربی حقیقی کو اسی حالت کے ذریعہ سے تربیت پسند ہو کہ ایسی لغزشیں ہوں جن سے اپنے اعتکاف پر نظر ہی نہ ہو بلکہ بجائے ناز کے اس پر استغفار اور ندامت ہو تو پھر یہ بھی عین رحمت ہے۔

تعلیم تفویض

تہذیب۔ ہرچہ از دوست می رسد نیکوست، خواہ عسرت ہو یا فراخی اس پر کاربند رہنا چاہیئے۔

عالم میں خیر و شر ایمان و کفر سب مطابق حکمت کے ہیں

تہذیب عالم میں خیر و شر ایمان و کفر سب مطابق حکمت کے ہیں چنانچہ محققین نے اس حکمت کو اس طرح واضح بیان فرمایا ہے کہ صفات الٰہیہ سب جمیل ہیں اور جمال مقتضی ظہور کو ہے۔ پس اسماء الٰہیہ دجو صفات الٰہیہ ہیں بھی مقتضی ہوں گے ظہور کے، اور اسماء کی دو قسمیں ہیں جمالیہ، جلالیہ، پس بعض کائنات مظہر ہیں جمال کے بعض جلال کے اس لیئے عالم میں خیر و شر کا ہونا ضروری ہے (لیکن اقتضا سے مراد معنی لغوی نہیں ہے تاکہ اضطراب کا شبہ کیا جاوے بلکہ اصطلاحی معنی مراد ہیں وہ اپنی اصطلاح میں مطلق ترتب کو بھی اقتضا سے تعبیر کر دیتے ہیں گو ترتب درجہ لزوم و وجوب میں نہ ہو)۔

وحدۃ الوجود کی حقیقت اور اس کا حکم

تہذیب۔ وحدۃ الوجود کی حقیقت یہ ہے کہ سالک کے دل پر ہستی حق کا خیال رچ جاتا ہے اور اس کا تصور غالب ہو جاتا ہے تو اب ہر چیز میں اس کو وہی نظر آنے لگتا ہے اور اس وقت وہ ہمہ اوست کہنے لگتا ہے مگر اس حالت کے اقوال میں ان کی تقلید نہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ باتیں وہ غلبۂ حال اور درجہ معذوری میں کرتے ہیں

تفویض بغرض راحت تجویز ہے

تہذیب۔ فنا بغرض شہرت کبر ہے اسی طرح تفویض بغرض راحت تجویز ہے۔ بعض لوگ اس غرض سے تفویض کرتے ہیں کہ اس میں راحت بہت ہے تم اس کا قصد کر کے تارک تفویض نہ بنو، بلکہ فنا کا اس لیئے قصد کرو کہ تم واقع میں فنا ہی کے مستحق ہو وجودک ذنب لایقاس بہ ذنب۔ اور تفویض اسی نیت سے کرو کہ یہ محبوب کا حق ہے کہ سب کام اسی کے سپرد کر دیا جاوے سے

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو پسند نہیں فرماتا

تہذیب۔ اللہ تعالیٰ کم ہمتی کو پسند نہیں فرماتا عقل و تدبیر سے کام لینا چاہیئے پھر حسب

بالکل ہی مغلوب و عاجز ہو جاؤ تو حسبنی اللہ و نعم الوکیل کہو۔

ترکِ اسباب کی حقیقت

تہذیب۔ ترکِ اسباب کی حقیقت ہے ترکِ اسبابِ مظنونہ غیر ماموربہا یعنی جن اسباب پر مسبب کا ترتب عادۃً یقینی و قطعی نہ ہو اور شرعاً وہ واجب بھی نہ ہوں، ان کو ترک کر دینا جائز ہے باقی جن اسباب پر عادۃً مسببات کا ترتب یقینی ہے ان کا ترک جائز نہیں مثلاً عادۃً کھانا کھانے پر تشبع کا ترتب اور پانی پینے پر سیرابی کا ترتب۔ اور اسبابِ مظنونہ کا ترک بھی اس شخص کو جائز ہے جو خود بھی قوی الہمت ہو اور اس کے اہل و عیال بھی یا اس کے اہل و عیال ہی نہ ہوں۔ اسی طرح اسبابِ ماموربہا کا ترک توکل نہیں کیونکہ وہ سب اسبابِ قطعیہ یقینیہ ہیں۔

تفویض والا بڑی راحت میں رہتا ہے

تہذیب۔ تم اپنی تجویز کو دخل نہ دو بلکہ اپنی تربیت کو خدا کے سپرد کرو تفویض سے کام لو کہ وہ جس طرح چاہیں تربیت کریں، حالات و کیفیات عطا کریں، یا سب کو سلب کر لیں، تفویض والا بڑی راحت میں رہتا ہے اس کو کسی حال میں پریشانی نہیں ہوتی، کیونکہ رنج و غم اور پریشانی کی حقیقت یہی ہے کہ خلافِ ارادہ و خلافِ توقع کا ظہور ہو اور صاحبِ تفویض کا ارادہ اور توقع ہی کچھ نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے تفویض و تقدیر کا مسئلہ اسی لیے بتلایا ہے کہ پریشانی و غم سے ہم بچے رہیں مگر تفویض و توکل اس نیت سے اختیار نہ کرو کہ راحت حاصل ہوگی کیونکہ اس سے راحت تو بہرحال ہوگی مگر اس نیت سے ثواب باطل ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ اس نیت کی نحوست سے راحت بھی کم نصیب ہو، نیز اس درجہ کا رضا و قرب بھی نہیں ہوتا جیسا کہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو تفویض کو محض حق تعالیٰ کا حق سمجھ کر اختیار کرتا ہے۔

صدقِ تفویض کا طریقہ

تہذیب۔ محققین کا قول ہے کہ تفویض اس نیت سے اختیار نہ کرے کہ اس سے راحت ہوتی ہے بلکہ محض اس لیے اختیار کرے کہ یہ حق تعالیٰ کا حقِ عظمت ہے یعنی تم یہ سمجھ کر تفویض اختیار کرو کہ تم غلام ہو اور وہ آقا ہیں اور آقا کا حق ہے کہ غلام اپنے سب امور اس کو مفوض کر دے اور اپنی منفعت اور مصلحت کا خیال نہ کرے، پھر مصالح و منافع بھی خود بخود حاصل

ہو جاویں گے۔ کیونکہ وہ تفویض کے ساتھ لگے ہوئے ہیں لیکن ادارحق عظمت کے ساتھ وہ منافع مع ثواب و رضا کے حاصل ہوں گے اور اس کے بغیر گو منافع مرتب ہولیں گے مگر اس میں رضا و قرب زیادہ نہ ہوگا۔

کمالِ عبدیت کی شناخت

تہذیب۔ کمالِ عبدیت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور حق تعالیٰ جو تصرف اس کے اندر کرے اس پر راضی رہے، جہاں اس کا تصور ہو کہ یہ تصرف حق ہے بس برف سا دل پر رکھ جاوے۔

تفویض کے معنی ترکِ تدبیر نہیں، بلکہ تدبیر کے بعد ہر تصرف حق پر راضی رہنا اور اس پر ایک شبہ کا جواب

تہذیب۔ بعض دفعہ بات دیکھی کہ اگر باوجود احتیاط کے کچھ مالی نقصان ہوگیا تو زیادہ قلق نہیں ہوا، لیکن اگر بے احتیاطی سے کچھ نقصان ہوگیا تو قلق زیادہ ہوتا تھا، ایک دن مجھے تنبہ ہوا کہ یہ تو ناقص حالت ہے آخر نقد مال پر اتنا زیادہ قلق کیوں ہے، اس وقت یہ علاج وارد ہوا کہ یہ بھی حق تعالیٰ کا تصرف ہے کہ بے احتیاطی کی حالت میں یہ نقصان ہوگیا بس یہ تصور کرنا تھا کہ ایک ہی جلسہ میں مرض کی اصلاح ہوگئی شاید کوئی یہ کہے کہ پھر ازالہ نقص کی تدبیر ہی کی کیا ضرورت ہے، مجاہدہ و ریاضت کی کیا حاجت ہے۔ بس جیسا خدا نے دیدیا اسی پر راضی رہنا چاہیئے تکبر دیا تو اس پر راضی، بخل دیا ہو تو اس پر خوش کیونکہ تصرف حق ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ترک تدبیر کی تم کو اجازت نہیں تم تدبیر کرنے کے مامور ہو اس لیئے تدبیر کرنا واجب ہے، ہاں تدبیر کے بعد بھی اگر نقص رہے گا تو یہ تصرف حق ہے اس پر راضی رہو، یہاں سے یہ شبہ بھی دفع ہوگیا کہ گناہوں پر بھی راضی رہنا چاہیئے کیونکہ یہ بھی تصرف حق ہے۔ اور موافقت ہے تقدیر کی، تو سمجھ لو کہ عین گناہ کے وقت یا گناہ سے پہلے عزم کے وقت اس تصور سے کام نہیں لے سکتے کیونکہ تم کو ابھی سے کیا خبر ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے واسطے یہ تصرف مقدر کیا ہے کہ فلاں گناہ کرو گے پھر جس وقت گناہ کرتے ہو اس وقت موافقت تقدیر کی نیت کب ہوتی ہے اس وقت تو اپنی خواہش کا پورا کرنا مقصود ہوتا ہے کیونکہ

قبل از وقوع تقدیر کی خبر کس کو ہے، یہی جواب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دیا تھا جبکہ شیطان نے کہا تھا کہ آپ نے تو میرا سجدہ نہ کرنا مقدر ہی کیا تھا تو اگر میں نے اس تقدیر کے موافق سجدہ نہ کیا تو مجھ پر لعنت اور غضب کیوں ہوا وہاں سے ارشاد ہوا کہ موافقت تقدیر کا علم تو بعد وقوع کے تجھ کو ہوا، وقوع کے وقت تو تو نے اس کا قصد نہیں کیا، بہرحال گناہ کے وقت اس مراقبہ سے کام نہیں لے سکتے، ہاں گناہ کے بعد توبہ نصوح کر کے بھی جب قلق زائل نہ ہو اور اس قلق سے تعطل فی الاعمال کا اندیشہ ہو تو اس وقت اس مراقبہ سے کام لو اور زیادہ قلق میں نہ پڑو۔

تفویض کے تحصیل کا طریقہ

تہذیب۔ جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آوے اس وقت اس کو فوراً حاضر فی الذہن کر لیا جاوے کہ یہ حق تعالیٰ کا تصرف ہے۔

تفویض کے دوام کا طریقہ

تہذیب۔ تفویض کا دوام یہ ہے کہ ضرورت کے وقت اس کا استحضار ہو جاوے کہ یہ تصرف حق ہے لیکن تجربہ سے ثابت ہے کہ وقت پر اس کا استحضار ہو جانا، اس کا حصول بھی اس پر موقوف ہے کہ چند روز ہر وقت اس کا استحضار اور مراقبہ رہے بدون اس کے رسوخ نہیں ہوتا۔

تفویض پر ایک شبہ کا جواب

تہذیب۔ تفویض پر بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ بس نہ غلام پر تنبیہ ہو، نہ بیوی سے بازپرس ہو، نہ اولاد کو تادیب ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ اپنے نفس کے لیے تادیب وانتقام ضروری نہیں اور اگر یہ لوگ خدا ورسولؐ کی مخالفت کریں تو اس پر رضا جائز نہیں، نہ اس پر سکوت کرنا تفویض کی فرد ہے بلکہ وہاں تو تادیب ہی تفویض ہے ہاں جب غلبہ تفویض ہوگا تو اول اول حالت یہی ہوگی مگر تمکین کے بعد ہر حالت کے حقوق کو صحیح انداز سے ادا کرے گا بس امتثال للامر تادیب کو اختیار کرنا عین تفویض ہے۔

شجاعت دو ہیں ایک امرا کی ایک فتیان کی

تہذیب۔ شجاعت دو ہیں ایک شجاعت امرا کی دوسری شجاعت فتیان کی، حضرت علی رضؓ کو شجاعت، شجاعت فتیان تھی، یعنی سپاہی کی شجاعت

کہ میدان میں دشمن کے مقابل قوی القلب رہے اور امراء و سلاطین کی شجاعت یہ ہے کہ سخت خطرات و حوادث میں مستقل مزاج رہیں، پریشان و از جار رفتہ نہ ہوں، ہر حادثہ کی مناسب تدبیر کریں، چنانچہ حضرت صدیق رضؓ کی شجاعت و قوتِ قلب یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مستقل مزاج رہے، خود بھی سنبھلے اور تمام صحابہؓ کو سنبھالا، محققین اہلِ سیر کا قول ہے کہ حضرت صدیق رضؓ نے دو سال میں وہ اصول سلطنت ممہد کیئے تھے جن پر عمل کر کے حضرت عمرؓ نے دس سال میں وہ انتظامات کیئے اور وہ فتوحات کثیرہ حاصل کیں جن کی دنیا میں نظیر نہیں، عام طور پر لوگ فاروق رضی اللہ عنہ کو فاتح اعظم کہتے ہیں مگر محققین حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو فاتح اعظم سمجھتے ہیں۔ (یہ شجاعت و استقلال و ثبات آپ کو اسی تفویض و تمکین کی بدولت نصیب ہوا تھا)۔

تنگیٔ معیشت کی پریشانی منافی توکل نہیں

تہذیب۔ بعض لوگوں کا معیشت کی تنگی کی وجہ سے دل پریشان ہوتا ہے اور اس کا اثر نماز میں بھی پڑتا ہے کہ حضورِ قلب حاصل نہیں ہوتا، سبب اس کا اکثر ضعف طبیعت ہے اس لیئے توکل کے منافی نہیں کیونکہ طبعی امور غیر اختیاری ہیں۔

صحابہؓ کی کامیابی کا راز

تہذیب۔ صحابہؓ اپنی تدبیروں پر کبھی بھروسہ نہ کرتے تھے بلکہ ہر قسم کی تدبیر مکمل کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعاء اور طلبِ نصرت اور تفویض الی اللہ کرتے تھے، یہ راز ہے ان کی کامیابی کا۔ اور یہ وہ زبردست ہتھیار ہے جس کی طاقت کو مادہ پرست نہیں سمجھ سکتے۔

اے مسلمانو! یاد رکھو! تم کو جب کامیابی ہوگی، خدا تعالیٰ سے علاقہ جوڑنے کے بعد ہوگی، اور جب تک تم اپنی کامیابی کو مادی اسباب اور ظاہری طاقت کے حوالہ کرتے رہوگے کبھی کامیاب نہ ہوگے، کیونکہ اس قوت میں دیگر اقوام تم سے ہمیشہ آگے رہیں گی، تم ان کے برابر کبھی نہیں ہو سکتے، تمہارے پاس رضائے الٰہی اور اتفاق و جمعیت کے ساتھ دعاء کا ہتھیار بھی ہو تو کوئی قوم تم پر غالب نہیں آسکتی۔

توکل کی تعلیم رقم گمشتہ کی واپسی میں

تہذیب۔ کسی رقم کے متعلق جب تک کھٹک ہو ہرگز نہ لو، اور یہ مت سمجھو کہ

کہ اگر اس رقم کو واپس کر دیں گے تو پھر کہاں سے آئے گی اگر وہ تقدیر میں ہے تو پھر آئیگی اور اگر تقدیر میں نہیں ہے تو اس کی جگہ دوسری رقم آجائے گی، خدا سے ایسے نا امید کیوں ہوگئے کہ بس ایک دفعہ دے کر پھر نہ دیں گے۔

الہام متعلق وثوق برزق

تہذیب۔ ابن عطاء اسکندری رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ الہاماتِ الٰہیہ لکھے ہیں ان میں ایک الہام یہ بھی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے میں ایسا روزی دینے والا ہوں، کہ اگر تو یہ دعا بھی کیا کرے کہ اے اللہ مجھے رزق نہ دیجیو، تو میں جب بھی دوں گا اور تیرے مانگنے پر تو کیوں نہ دوں گا۔

اپنے بعد کے لیئے اولاد کی فکر نہ چاہیئے

تہذیب۔ یہ کہیں ثابت نہیں کہ اولاد کے لیئے اپنے بعد کا انتظام کرنا مطلوب ہے، بلکہ مشائخ کا تو اس میں خاص مذاق ہے۔ حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی ہے کہ اپنے بعد کے لیئے اولاد کی فکر فضول ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ صالح ہوں گے تو صلحاء کو حق تعالیٰ ضائع نہیں کرینگے یا بد ہوں گے تو خدا کے نافرمانوں کے لیئے تم نافرمانی میں معین کیوں ہوتے ہو۔

اہل اللہ کی راحت کا راز

تہذیب۔ اہل اللہ کی راحت کا راز یہ ہے کہ وہ اپنے لیئے کوئی راحت تجویز نہیں کرتے کیونکہ تجویز کرنا دعویٰ ہے ہستی کا کہ ہم بھی کچھ ہیں اور ہماری تجویز بھی کوئی چیز ہے بلکہ ان کا مذاق فنا و محض ہے۔ اس لیئے یہ حضرات تجویز کہاں کر سکتے ہیں۔ اگر ان کا کوئی عزیز بیمار ہوتا ہے تو وہ دوا اور دعا سب کچھ کرتے ہیں مگر دل سے ہر پہلو پر راضی رہتے ہیں، اگر مر گیا تو وہ اول ہی سے اس پر راضی تھے گو طبعی رنج ہو، اس کا مضائقہ نہیں، مگر دل کو وہ اس پر راضی رہتے ہیں اور تمام کلفتوں کی جڑ یہی تجویز اور توقع ہے، جو شخص تجویز اور توقع کو فنا کر دے گا وہ ہر حال میں راحت ہی سے رہے گا بلکہ اگر کوئی دنیا دار شخص بھی اہل اللہ سے ناتمام تشبہ حاصل کر لے گا، وہ بھی دوسروں سے زیادہ راحت میں رہتا ہے۔

مشورہ کے بعد حاکم کو توکل چاہیئے

تہذیب۔ مشورہ کے بعد حاکم کی رائے جس طرف قائم ہو جاوے اس کو اپنی

رائے کے موافق عمل کرنا چاہیئے اور خدا پر نظر رکھنی چاہیئے وہ ایک آدمی کی رائے کو بھی تمام عالم کی رائے پر غالب کرسکتے ہیں۔

فنا و تفویض کلی کی ترغیب

تہذیب۔ پھونک دو اپنی ہوس کو اور جلا دو اپنی تجویز کو، بس فنا اور تفویض کلی اختیار کر دمیاں کو راضی رکھنے کی کوشش کرو، کمال کی ہوس کرنے والے تم کون ہو۔

منکرِ تقدیر اور قائل تقدیر کے آثار کا فرق

تہذیب۔ جو شخص منکر تقدیر ہے اس کو کبھی صبر نہیں آتا بلکہ ہمیشہ قلق و اضطراب میں رہتا ہے، اور علاج ہی کی کوتاہی اور تدبیر علاج ہی کا قصور بتلاتا ہے بخلاف قائل تقدیر کے کہ گو یہ بھی باقتضاء طبعی وفات ولد زوجہ وغیرہ پر حزن و ملال کا اثر اپنے قلب میں پائے گا اور اس کا نفس بھی نقص علاج وغیرہ کو سبب بنا کر پیش کرے گا لیکن اس کو معاً یہ خیال پیدا ہوگا کہ درحقیقت اس کا وقت ہی آگیا تھا، حیاتِ مستعار ختم ہو چکی تھی اور نقص علاج بھی اس کے واسطے مقدر تھا اور جب اس کی موت کے واسطے خداوندِ عالم نے عالم ظاہر میں نقص علاج ہی کو علت بنایا تھا تو کوئی قوت ایسی نہ تھی جو اس کے نقصانِ علاج کو پورا کرتی۔ بس اس کے بعد اس کو بالکل صبر آجائے گا اور کسی قسم کا رنج و ملال اور قلق و اضطراب کا اثر اس کے قلب پر نہ رہے گا۔

تفویض کی لذت مرچوں بھرے کباب کی سی ہے

تہذیب۔ اسلام وجہ بمعنی تفویض ہے یعنی اپنے کو ہر تصرفِ الٰہی کے لئے آمادہ کر دینا، یہ وہ چیز ہے جو پریشانی کو بھی لذیذ کر دیتی ہے مگر وہ لذت مٹھائی اور حلوے جیسی نہیں بلکہ مرچوں بھرے کباب جیسی ہے جس کی لذت وہی جانتے ہیں جو مرچ کھانے کے عادی ہیں۔ چنانچہ عارفین کو بھی ہر طرح کی مشقت اور مصائب و آلام پیش آتے ہیں مگر ان کو اس میں بھی لذت آتی ہے اور وہ یوں کہتے ہیں ؎

ناخوش تو خوش بود بر جانِ من　　دل فدائے یار دل رنجانِ من

تقویٰ کامل فنا ہے یعنی اپنی جان کو ہر تصرف کے لیئے اللہ تعالیٰ کے

سپرد کر دینا

تہذیب۔ تقوی کامل یہ ہے کہ اپنی جان خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے کہ وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اسی کو فنا کہتے ہیں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے ذبح ولد پر آمادہ ہو گئے تھے اور جو شخص ذبح ولد پر آمادہ ہو جائے وہ اپنی جان دینے پر ضرور آمادہ ہوگا، کیونکہ بیٹے کا ذبح کرنا اپنے ذبح سے اشد ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل اور عدمِ غم کی وجہ

تہذیب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ہر وقت خدا پر تھی، مخلوق پر نظر نہ تھی اس لیئے آپ کو کسی کے فعل سے رنج نہ ہوتا تھا، مگر یہ برتاؤ ان اُمور میں تھا جس کا تعلق خاص آپؐ کی ذات سے تھا، امور شرعیہ کے بارہ میں یہ برتاؤ نہ تھا کیونکہ احکامِ شرعیہ کی مخالفت پر تو آپؐ کو اتنا غصہ آتا تھا کہ کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا۔

تقدیر نے مسلمانوں کو بہادر بنا دیا ہے

تہذیب۔ تقدیر نے مسلمانوں کو بہادر اور شیر دل بنا دیا ہے، جو شخص تقدیر کا معتقد ہے وہ ادنیٰ درجہ کی تدبیر سے بھی کام شروع کر دیتا ہے۔

لاحول ولا قوۃ کی حقیقت

تہذیب۔ لاحول ولا قوۃ کی حقیقت عدم التفات ہے کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں کچھ طاقت نہیں یعنی خدا کے سوا کسی چیز سے اندیشہ نہ کرنا چاہیئے اور سب سے بے التفاتی ہی برتنا چاہیئے۔

تفویض کا طریقہ امور اختیاریہ و غیر اختیاریہ میں

تہذیب۔ جن امور میں تدبیر کا کچھ تعلق و دخل نہیں ان میں تو ابتدا ہی سے تفویض و تسلیم اختیار کرنا چاہیئے اور جن میں تدبیر کو بھی کچھ دخل ہے وہاں تدبیر بھی کی جاوے مگر نتائج و ثمرات تدبیر میں تفویض کی جاوے۔

اسباب و تدابیر کا درجہ اور اس کی عجیب مثال

تہذیب۔ دعا کو تدبیر کہنا تو برائے ظاہر ہے ورنہ حقیقت میں اس کا درجہ تدبیر سے آگے ہے دعا کو تقدیر سے زیادہ قرب ہے کیونکہ اس میں اسی ذات سے درخواست

ہے جس کے قبضہ میں تقدیر ہے اسباب وتدابیر کا درجہ صرف اتنا ہے جیسے ریلوے ملازم لال جھنڈی دکھلا دے جس سے ریل گاڑی فوراً رک جائے گی، سو ظاہر ہے کہ لال جھنڈی میں تاثیر کی قوت نہیں۔ اگر ڈرائیور انجن کو نہ روکے تو ہزار لال جھنڈیاں بھی پامال ہو جاویں لیکن ریل رُک نہیں سکتی، بس لال جھنڈی کا درجہ صرف اتنا ہے کہ ڈرائیور نے اصطلاح مقرر کر لی ہے اگر وہ اس قرارداد کے خلاف کرنا چاہے تو جھنڈی میں اس کو روکنے کی اصلاً طاقت نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ قاعدہ مقرر فرما دیا ہے کہ جو شخص اسباب کو اختیار کرے گا، ہم مسببات کو اس پر فائض کر دیں گے لیکن اگر کسی وقت وہ مسببات کو پیدا کرنا نہ چاہیں تو اسباب سے کچھ نہیں ہو سکتا، بس اسباب کا نام ایک مصلحت اور حکمت کی وجہ سے ہے ورنہ سب کچھ وہی کرتے ہیں اور بندہ کا نام ہو جاتا ہے کہ حکیم صاحب کے ہاتھ سے شفا ہو گئی، یا فلاں صاحب کی تقریر کا یہ اثر ہوا، حالانکہ اثر و تاثیر سب خدا کی طرف سے ہے۔

بندہ کی طرف نسبت اعمال کی مثال

تہذیب۔ ہماری طرف ان اعمال کی نسبت ایسی ہے جیسے بچہ کے ہاتھ میں قلم دے کر پھر اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر لکھا جاوے اور دو چار حرف خوشنما لکھ کر بچہ کی تعریف کی جاوے، اسی طرح اپنے اعمالِ صالحہ اور اوصافِ کمالیہ پر نادان ہی ناز کر سکتا ہے جس کو اپنا ہاتھ تو نظر آتا ہے اور دوسرا ہاتھ نظر نہیں آتا اور جن کو دوسرے ہاتھ کا مشاہدہ ہو گیا ہے ان کی نظر اپنے کمالات پر اصلاً نہیں ہوتی اور محقق وہ ہے جو دونوں ہاتھوں کا مشاہدہ کرے، خالق کا بھی کاسب کا بھی۔ خالق اور کاسب دونوں پر نظر کر کے فعل کو دونوں کی طرف منسوب کرے، خالق کی طرف خلقاً اور کاسب کی طرف کسباً خوب سمجھ لو۔

یہ خیال کہ بدون امراء سے ملے مدارس چل نہیں سکتے، بالکل غلط ہے

تہذیب۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ بدون امراء سے ملے مدارس چل نہیں سکتے، مگر مجھے تو یقین کامل ہے کہ اگر علماء امراء سے بالکل نہ ملیں جب بھی کسی بات میں کمی نہ آئیگی کیونکہ جس خدا نے ابتداءِ اسلام میں بدون امراء کی امداد کے محض چند غریبوں کے ہاتھوں

اپنے دین کو پھیلایا تھا، وہ خدا اب بھی موجود ہے اور وہ اب بھی اپنے دین کا محافظ ہے

شرک طریقت

تہذیب۔ غیر اللہ پر اتنی نظر رکھنا کہ ایک شخص کے وعدہ خلافی کر جانے سے رنج شدید ہو اور منزلِ مقصود تک رسائی سے مایوس ہو جاوے، شرک طریقت ہے۔

فانی اپنے کلام میں تاویل بھی نہیں کرتا

تہذیب۔ فانی اپنے کلام میں تاویل بھی نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ایمان و کفر مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے، اور تاویل وہ کرے جو مخلوق پر کچھ نظر کرتا ہو اور جس کی نظر مخلوق پر بالکل نہ ہو اس کو اس کی بھی ضرورت نہیں۔

رضاء بالقضاء

تطبیق بین الرضا والدعاء

تہذیب۔ دعاء کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم آپ کی اجازت سے وہ چیز مانگتے ہیں جو ہمارے علم میں مصلحت وخیر ہے اگر آپ کے علم میں بھی وہ خیر ہے تو عطا کر دیجئے ورنہ نہ دیجئے، ہم دونوں حال میں راضی ہیں مگر اس رضا کی علامت یہ ہے کہ قبول نہ ہونے سے شاکی اور تنگدل نہ ہو دعاء کرتا رہے۔ دعاء کرنا خلافِ رضا نہیں مگر دعاء میں (باستثنائے محل استخارہ کے کہ اس کا خیر ہونا اپنے نزدیک بھی متردد فیہ ہے) یہ نہ کہا جاوے کہ اگر آپ کے علم میں خیر نہ ہو تو نہ دیجئے کیونکہ یہ خلاف ہے حکمت مشروعیت دعاء کے اور وہ حکمت اظہار ہے احتیاج کا اور اس کہنے میں ابہام ہے استغناء کا۔

اہل اللہ محض اظہار عبدیت کے لیئے دعاء کرتے ہیں

تہذیب۔ اہل اللہ محض حکم کی وجہ سے اظہار عبدیت کے لیئے دعاء کرتے ہیں اس واسطے دعاء نہیں کرتے کہ ہم نے جو مانگا ہے وہی مل جاوے بلکہ ہر حال میں خدا کی رضا پر راضی رہتے ہیں خواہ قبول ہو یا نہ ہو۔

رضا بالقضاء کی حقیقت اور اس کی تحصیل کا طریقہ

تہذیب۔ رضا بالقضاء کی حقیقت ترک اعتراض

علی القضاۃ ہے۔ اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضا طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے، اور اول حال ہے جس کا عبد مکلف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلف ہے تدبیر اس کے تحصیل کی استحضار ہے رحمت وحکمت الٰہیہ کا واقعات خلاف طبع میں۔

رضا کی حقیقت

حال۔ نقصانات مالیہ سے طبیعت میں قلق وصدمہ بہت ہوتا ہے گو زبان سے کسی طرح کا اظہار بھی نہیں ہے مگر نقصانات پر آمادگی بھی نہیں مجھے یہ حالت رضا بالقضا کے خلاف معلوم ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے نقصانات ہی کو بہتر سمجھ رہے ہیں تو ہم کو اس میں صدمہ کی کون سی بات ہے اور یہی سمجھ کر سکون بھی ہوتا ہے، مگر طبعاً یہ حالت نہیں۔

تہذیب۔ قلق طبعی بلکہ مال کی حب طبعی بھی مذموم نہیں، نہ رضا بالقضا کے منافی ہے۔ رضا کی حقیقت ہے ترک اعتراض علی اللہ سو جو کیفیت آپ نے حب عقلی کی لکھی ہے یہی رضا ہے۔

نقصان پر رنج ہونا خلاف رضا نہیں ہے

تہذیب۔ حقیقت رضا کی ترک اعتراض علی اللہ ہے، نقصان پر رنج ہونا خاصۂ بشری ہے ہاں اس کا مکلف ہے کہ خدا تعالیٰ پر اعتراض نہ ہو، اس سے ناراض نہ ہو جاوے۔

تکلیف و رضا کا جمع ہونا

تہذیب۔ محقق جو رضا وتکلیف کو جمع کر لیتا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ عقلاً خوش ہوتا ہے اور طبعاً متالم ہوتا ہے تکلیف کی بات سے طبعاً تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر عقلاً اس وجہ سے کہ ہرچہ از دوست می رسد نیکوست۔ وہ تکلیف شیریں ہو جاتی ہے۔

مولیٰ حقیقی سے جو عطا ہوتا ہے اس وقت کے مناسب وہی ہوتا ہے

تہذیب جس وقت مولیٰ حقیقی سے جو عطا ہوتا ہے اس وقت کے مناسب وہی ہوتا ہے اس کے خلاف کی تمنا نہ چاہیئے۔

صدق وخلوص

محسن کو دھوکہ دینا خلاف خلوص ہے

تہذیب۔ اپنا محسن مفلس وتنگدست یہ کہے کہ میرے روزہ کا فدیہ دیدو

اور محسن البتہ محض اس کی تسلی کے لیے فدیہ کا حساب جوڑ کر مسکین کو دیدے مگر دل سے یہ نیت کرے کہ یہ رقم اپنی زکوٰۃ واجبہ میں دیتا ہوں تو گو زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی مگر اپنے محسن کے ساتھ ایسا دھوکہ کرنا خلوص کے خلاف ہے گو فدیہ کی رقم بوجہ ناداری کے محسن پر واجب بھی نہ ہو۔

اخلاص کے مراتب

تہذیب۔ اخلاص کے مراتب (۱) محض خدا تعالیٰ کے لیے کام کرے، مخلوق کا اس میں تعلق ہی نہ ہو (۲) مخلوق کو راضی کرنے کے لیے کام کرے مگر کوئی غرض دنیوی مطلوب نہ ہو صرف اس کا خوش کرنا مقصود ہو جو دینی غرض ہے (۳) کچھ نیت نہ ہو نہ دنیا کا مطلوب ہو نہ دین یوں ہی خالی الذہن ہو کر کوئی عمل کیا، یہ بھی اخلاص یعنی عدم الریاء ہے۔

عبادت میں اخلاص کی صورتیں

تہذیب۔ بیمار پرسی میں اسی طرح ایک نیت تو یہ ہے کہ مسلمان کی عبادت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کا اخلاص ہے، اور ایک نیت یہ ہے کہ عیادت سے یہ بیمار خوش ہوگا، یہ بھی اخلاص ہے کیونکہ تطییب قلب مؤمن بھی عبادت ہے۔ ایک نیت یہ ہے کہ بیمار کا حق ہے کہ اس کی عیادت کی جاوے۔ یہ بھی اخلاص ہے۔ ایک صورت یہ ہے کچھ نیت نہ ہو کوئی غرض دینی یا دنیوی ذہن میں نہیں، یہ بھی اخلاص ہے۔ بس ریا یہ ہے کہ اس نیت سے جاوے کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو کل کو یہ مجھے پوچھنے نہ آئے گا۔ یہ دنیوی غرض ہے، بس جب تک دنیوی غرض نہ ہو اخلاص ہی ہے۔

خلو ذہن اخلاص ہے

تہذیب۔ خلو ذہن بھی اخلاص ہے۔ اگر کوئی نیت حاضر نہ ہو تو اس کے سوچنے میں دیر نہ کرو، بے فکر ہو کر کام کر لو، تم مخلص ہی ہو گے، ریا کار نہ ہو گے، تم اپنی طرف سے بُرا قصد نہ کرو۔

صدق۔ اخلاص کی تحقیق اور اُس کی تحصیل و تسہیل کا طریقہ

تہذیب جس طاعت کا ارادہ ہو اس میں کمال کا درجہ اختیار کرنا یہ صدق ہے۔ مثلاً نماز کو اسی طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اس کو مع آداب ظاہرہ و باطنہ کے ادا کرنا۔ علیٰ ہذا تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے بتلایا ہے۔ اس کا اختیار کرنا صدق ہے اور اس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ کرنا یہ اخلاص ہے۔ مثلاً نماز میں ریا کا قصد نہ ہو

جو کہ غیر طاعت ہے۔ رضائے غیر حق کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے۔ اور صدق موقوف ہے بالکمال کے جاننے پر اور اخلاص موقوف ہے غیر طاعت کے جاننے پر۔ اس کے بعد نیت جزو اخیر رہ جاتا ہے۔ یہ دونوں اختیاری ہیں۔ طریق تحصیل تو اسی سے معلوم ہو گیا۔ آگے رہا معین وہ استحضار ہے وعدہ اور وعید کا اور مراقبہ نیت کا یعنی اس کی دیکھ بھال کہ میری نیت غیر طاعت کی تو نہیں۔

اخلاص و خشوع کا فرق

تہذیب۔ اخلاص راجع ہے نیت کی طرف۔ اور خشوع و خضوع سکون ہے جوارح و قلب کا حرکات منکرہ ظاہرہ یا باطنہ سے اگرچہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو۔ پس اخلاص خشوع سے مفارق ہو سکتا ہے۔

اخلاص کے دو درجے

سوال۔ کسی طاعت میں غیر طاعت کا قصد تو نہ ہو مگر دوسری طاعت کا قصد ہو، جیسے نماز کی حالت میں ریا کا قصد تو نہیں نہ اور کسی فعل غیر طاعت کا قصد ہے، مگر نماز کی حالت میں قصداً کسی شرعی مسئلہ کا مطالعہ کرتا ہے یا کسی سفر طاعت کا نظام سوچتا ہے۔ قصداً تو یہ اخلاص کے خلاف ہے یا نہیں؟

تہذیب۔ یہ مسئلہ دقیق ہے۔ قواعد سے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ اس وقت دو حدیثیں میری نظر میں ہیں۔ ایک مرفوع جس میں یہ جزو ہے صلی رکعتین مقبلاً علیہما بقلبہ اور دوسری موقوف۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول جس میں یہ جزو ہے۔ انی لاجھز جیشی وانا فی الصلوٰۃ۔ مجموعہ روایتیں سے دو درجے مفہوم ہوئے ایک یہ کہ جس طاعت میں مشغول ہے اس کے غیر کا قصداً استحضار بھی نہ ہو اگرچہ وہ بھی طاعت ہی ہو دوسرا درجہ یہ کہ دوسری طاعت کا استحضار ہو جاوے۔ اور ان دونوں میں یہ امر مشترک ہے کہ اس دوسری طاعت کا اس طاعت سے قصد نہیں ہے مثلاً نماز پڑھنے سے یہ غرض نہیں کہ نماز میں یکسوئی کے ساتھ تجہیز جیش کریں گے۔ پس حقیقت اخلاص تو دونوں میں یکساں ہے۔ اس میں تشکیک نہیں، البتہ عوارض کے سبب ان میں تفاوت ہو گیا اور درجہ اول اکمل اور دوسرا درجہ اگر بلا عذر ہے تو غیر اکمل ہے اور اگر عذر سے ہے تو وہ بھی اکمل ہے، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ضرورت تھی اور اس کا معیار اجتہاد ہے۔ لیکن ہر حال میں اخلاص کے خلاف نہیں۔ البتہ خشوع کے خلاف ہونا نہ ہونا نظری

ہے۔ میرے ذوق میں بصورت عذر یہ خلاف خشوع بھی نہیں۔ اگر ضرورت ہو۔

نماز میں قصد تعلیم کا خلاف احتیاط ہے

سوال۔ اگر نماز اس غرض سے پڑھتا ہے کہ کوئی ناواقف آدمی میری اس نماز کو دیکھ کر اپنی نماز درست کرلے، ایسی طاعت کا قصد نماز میں مخل اخلاص ہے یا نہیں۔

تہذیب۔ اس میں خود نماز سے مقصود غیر نماز ہے۔ اس میں بظاہر خلاف اخلاص ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے۔ مگر میرے ذوق میں اس میں تفصیل ہے کہ شارع کے لیے تو یہ خلاف اخلاص نہیں، وہ اس صورت میں تبلیغ کے مامور ہیں۔ اور غیر شارع کے لیے مامور بہ نماز میں خلاف احتیاط ہے۔ اور خاص تعلیم کے لیے مستقل نماز کا حرج نہیں۔

جنت اور رضائے حق کی طلب خلاف اخلاص نہیں

تہذیب۔ جنت اور ثواب و رضائے حق کی طلب اخلاص کے منافی نہیں کیونکہ یہ غرض خود شرعاً مطلوب ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون حدیث میں ہے اللّٰھم انی اسئلک الجنۃ وما قرب الیھا من قول او عمل علاوہ اس کے جنت محل رضا ہے تو جب رضا مطلوب ہے تو محل رضا بھی مطلوب ہونی چاہیئے دوسرے یہ کہ جنت کی طرف رغبت کرنے اور اس کی درخواست کرنے سے بھی رضائے حق حاصل ہوگی کیونکہ اس میں بھی ایک حکم کا امتثال ہے۔

کسی فعل کے خالصاً لوجہ اللہ ہونے کی علامت اور نفسانیت وللّٰہیت

تہذیب۔ کسی فعل کے خالصاً لوجہ اللہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ جو بات لوجہ اللہ ہوتی ہے وہ دل آزار پیرایہ میں نہیں ہوتی نہ سخت لہجہ میں ہوتی ہے بلکہ ایسی شفقت اور ہمدردی کے ساتھ ہوتی ہے جیسے باپ بیٹے کا کوئی عیب دیکھتا ہے تو اس کو آہستہ سے علیحدگی میں سمجھاتا ہے اور کسی کے سامنے گاتا نہیں پھرتا، اور دوسری علامت خلوص کی یہ ہے کہ یوں سمجھو کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا اور وہ میری جگہ ہوتے اور وہ مجھ پر اعتراض کرتے تو کیا ان کے اعتراض کو میں ٹھنڈے دل سے سنتا یا مجھے اس سے ناگواری ہوتی، خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پر نظر کرے، اگر دل میں دوسرے کے اعتراض سے

ناگواری پائے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ تم میں اہلیت اور نیت اصلاح کچھ نہیں ہے صرف تعنّت ہے اور یہ جتلانا چاہتے ہو کہ ہم بھی اہل رائے ہیں، ایک علامت اہلیت کی یہ ہے کہ ایک بار اپنی رائے پیش کر کے اس پر اصرار نہ کرے گا نہ ان کے (جن کو رائے دے رہا ہے) درپے ہوگا، یہ علامتیں ایسی ہیں جن سے للّٰہیت اور نفسانیت میں بخوبی فرق کیا جا سکتا ہے۔

خلوص میں برکت ہے

تہذیب۔ جو کام کرو خلوص اور للّٰہیت سے کرو نفسانیت سے نہ کرو، ورنہ برکت جاتی رہتی ہے چاہے کیسا ہی نیک کام ہو، اور چاہے ذرا سا کام ہو مگر خلوص کے ساتھ ہو تو اس میں برکت ہوتی ہے چاہے اس کا کوئی معاون بھی نہ ہو۔

مخالفین کے اعتراضات کے دفعیہ میں بھی کوشش نہ کرو

تہذیب۔ مخالفین کے اعتراضات کے دفعیہ میں بھی کوشش نہ کریں یہ بھی ایک مشغلہ ہے اپنا کام خلوص سے کیئے جاویں سب شور وغل آپ ہی دب جاویں گے۔

تطییب قلبِ مسلم عبادت ہے

تہذیب۔ ہر مسلم کی ارضاء عین ارضاء حق ہے۔ حدیث میں تطییب قلب مؤمن کی جابجا تاکید ہے اور اسی لیئے تہادوا۔ تحابّوا حضورؐ نے فرمایا ہے کہ باہم ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے باہم محبت ہوگی۔

ارضائے شیخ عین ارضائے حق ہے

تہذیب۔ اگر قرا، اس نیت سے بنا سنوار کر قرآن سنائیں کہ اس سے لوگوں کا دل خوش ہوگا اور مسلمان کا جی خوش ہونا اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے تو یہ ریا میں داخل نہیں بلکہ طاعت ہے جب ہر مسلمان کا راضی کرنا عین رضائے حق ہے تو شیخ کا تو بہت زیادہ حق ہے

صرف ارضائے حق مطلوب ہے

تہذیب۔ دنیائے مذموم کے لیئے کسی کو راضی نہ کرو، بس خدا کو راضی کرنے کی فکر کرو اور جس کو بھی راضی کرو اُسی کے لیئے راضی کرو۔

جنت، ثواب اور رضائے حق اخلاص کے منافی نہیں

تہذیب۔

جنت اور ثواب و رضائے حق کی طلب اخلاص کے منافی نہیں، کیونکہ یہ غرض تو خود مطلوب ہے۔

حج میں اخلاص کے خلاف باتوں کا بیان

تہذیب۔ حج میں اخلاص کے خلاف یہ باتیں ہیں (۱) یہ کہ حج سے پہلے کوئی خرابی اس میں ڈال دی جائے مثلاً حاجی کہلانے کی نیت ہو، یا مالِ حرام سے سفر کیا جاوے (۲) یہ کہ حج کے ساتھ ساتھ خرابیاں ہوتی رہیں مثلاً معصیت کرتے رہیں، توبہ نہ کی ہو گناہوں سے، نماز چھوڑ دیں (۳) یہ کہ حج کر کے اس کو خراب کیا جاوے، مثلاً باتوں میں اپنے حج کا اظہار قصداً کیا جاوے۔ افتخار و اشتہار اور تعظیم و تکریم کی خواہش ہو، یا حج کی تکالیف بیان کرے۔

خلو عن الاخلاص کی علامت

تہذیب۔ جس کام میں حظِ نفس ہو، سمجھ لو کہ وہ اخلاص سے خالی ہے اور بجائے ثواب کے اس میں گناہ کا اندیشہ ہے، اس کا علاج مجاہدہ ہے کہ مقتضیات نفس کی مخالفت کی جاوے۔

سیاست میں بھی تواضع اور اخلاص کی سخت ضرورت ہے

تہذیب۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ اور ان کی عمر بھر کی سیاست ہم کو یہ سبق دیتی ہے کہ میدانِ جنگ میں بھیجنے کے قابل وہ ہے جس میں بہادری کے ساتھ تواضع اور اخلاص بھی اعلیٰ درجہ کا ہو تواضع کی برکت سے فوج میں اتحاد و اتفاق قائم رہے گا اور اخلاص کی برکت سے دنیا میں امن و امان قائم رہے گا ظلم و فساد کا بازار گرم نہ ہوگا، کیونکہ جو شخص محض اللہ کے لیے اور اس کا بول بالا کرنے اور توحید کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے میدان میں نکلے گا وہ حکمِ خداوندی کے خلاف ایک قدم بھی آگے نہ بڑھائے گا۔

طریق تصحیح خلوص نیت

تہذیب۔ تم کو کوئی کام تکبر، نفسانیت، قومی حمیّت، حبِ وطنی اور ناموری کے واسطے نہ کرنا چاہیے، بلکہ ہر کام میں حُبّ فی اللہ، بغض فی اللہ، رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ اللہ کا قصد کرنا چاہیے۔

علامت فنائے تام

تہذیب۔ جب عارف کو فناء تام حاصل ہو جاتا ہے

اس وقت اپنے کمالات پر تو نظر کیا ہوتی اپنے وجود پر بھی نظر نہیں رہتی، بلکہ وہ تو یوں کہتا وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب۔ اب جو شخص اپنے وجود کو بھی ذنب سمجھے وہ کمالات کو اپنے لیئے کیوں کر ثابت کرے گا وہ تو بجز محبوب کے سب کی نفی کریگا اپنی بھی اور اپنے کمالات کی بھی۔

اپنے اعضاء کی خدمت کرنے کی نیت

تہذیب۔ اگر سر میں درد ہو تو تیل لگونا چاہیئے، کوئی مقوی دوا یا غذا استعمال کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ سرکاری مشین ہیں، ان کی حفاظت ضروری ہے جیسے انجن کی مشین کو تیل دینا اور صاف کرنا ضروری ہے، اسی طرح ہاتھ پیر میں درد ہو تو مالش کرنا، زخم ہو جاوے تو مرہم پٹی کرنا اور سب میں یہ نیت کرو کہ اس سے صحت ہو گی تو عبادت کامل طور پر ادا ہو گی اور اگر یہ کہا جاوے کہ معذور کی نماز بھی تو کامل ہی ہوتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو معذور کی عبادت کا ثواب تندرست کے برابر ہو مگر یہ تجربہ اکثریہ ہے کہ حالت صحت میں جیسا تعلق بشاشت کا قلب کو حق تعالیٰ سے ہوتا ہے، مرض میں وہ تعلق نہیں ہوتا۔

تصنیفی نیت خلافِ اخلاص ہے مع مثال

تہذیب۔ بعض اوقات نیت اچھی نہیں ہوتی، مگر نفس فرضی نیت کر لیتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریاکار نہ ہو یہ نیت ایسی ہے کہ ایک مسافر کا اسباب بندھا رکھا ہے، ٹکٹ اسٹیشن سے لانے کو آدمی بھیج رکھا ہے اور کوئی صاحب اس سے کہیں کہ تم امام بن کر نماز پڑھا دو، اور اس کے لیئے قیام کی نیت کرو۔

تکمیل اعمال ضروری ہے

تہذیب۔ تکثیر اعمال ضروری نہیں ہاں تکمیل اعمال ضروری ہے۔

تواضع

کمال شکستگی کے منافع از بس رفیع ہیں

حال۔ اکثر خیال دل میں دہا

کرتا ہے کہ مجھ سے تمام دنیا والے اچھے ہیں۔ حتیٰ کہ ہندوؤں کو دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ یہ ہزار درجہ مجھ سے اچھے ہیں، کچھ کام تو دُنیا ہی کا صحیح کر لیتے ہیں۔ اور میں تو کسی کام کا نہیں رہا۔

تہذیب۔ یہ حالت ازبس رفیع ہے یہ کمالِ شکستگی ہے جس کے ثمرات ازبس رفیع ہیں جس کی طرف حدیث من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ میں اشارہ واقع ہے۔ عارفین نے تصریح فرمائی ہے کہ:۔

مؤمن مؤمن نباشد تا آنکہ خود را از کافر فرنگ بدتر نہ پندارد

یعنی حالاً نہ اعتقاداً، ایسا شخص انشاء اللہ گمراہ نہیں ہوتا، کیونکہ اہل ضلالت کی عجب ہے، مگر اس حالت کی طرف چنداں التفات نہ کیجئے، کام میں لگے رہیئے کہ التفات مضر ہے کہ اس سے کبھی یاس اور کبھی کبر تواضع پیدا ہو جاتا ہے وہذا اشد من الکبر المحض۔

تواضع للّٰہیہ کی تعریف

تہذیب۔ تواضع للّٰہیہ یہ ہے کہ حقیقت میں وہ اپنے کو لاشے سمجھے، اور ہیچ سمجھ کر تواضع کرے اور اپنے کو رفعت کا اہل نہ سمجھے اور سچ مچ اپنے کو مٹانے کا قصد کرے۔

تواضع کا اعلیٰ درجہ

تہذیب۔ اتحاد و اتفاق کی جڑ تواضع ہے اور تواضع کی اصل مجاہدۂ نفس ہے کیونکہ تواضع اس کا نام نہیں کہ زبان سے خاکسار، نیاز مند، ذرۂ بے مقدار کہہ دیا، بلکہ تواضع یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو ذرۂ بے مقدار اور خاکسار سمجھ کر برا بھلا کہے اور حقیر و ذلیل کرے تو تم کو انتقام کا جوش پیدا نہ ہو اور نفس کو یوں سمجھا لو کہ تو تو واقعی ایسا ہے پھر کیوں برا مانتا ہے اور کسی کی برائی سے کچھ رنج و اثر نہ ہو تو یہ تواضع کا اعلیٰ درجہ ہے کہ مدح و ذم برابر ہو جاوے مطلب یہ کہ عقلاً برابر ہو جائے کیونکہ طبعاً تو مساوات ہو نہیں سکتی۔

اقرارِ خطا سے اور عزت بڑھ جاتی ہے

تہذیب۔ بخدا اقرارِ خطا سے اور عزت بڑھ جاتی ہے، کچھ نہ ہوا یہ تو ضرور ہے کہ اقرارِ خطا میں خدا کی رضا ضرور ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ من ترک الجدال والمراء بنی لہ بیت فی الجنۃ۔

متواضع کی شناخت

تہذیب۔ کسی متواضع سے کبھی کوئی بات تکبر کی نکل جاوے تو یہ مضر نہیں، ہاں اس کے افعال اور احوال میں زیادہ غلبہ تواضع کو ہونا چاہیئے۔

من تواضع للہ رفعہ اللہ کی صورت

تہذیب۔ ہماری عزت تو اس میں ہے کہ ہم نماز کی سب سے پچھلی صف میں کھڑے ہوں اور دوسرے ہم کو کھینچ کر آگے کریں۔

اتفاق کی اصل تواضع ہے

تہذیب۔ اتفاق کی اصل تواضع ہے۔ جن دو شخصوں میں تواضع ہوگی، ان میں نا اتفاقی نہیں ہو سکتی۔

تواضع کی حد

تہذیب۔ تواضع کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کی اپنے سے نفی کرے، بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان کو اپنا کمال نہ سمجھے، محض فضل و رحمت حق سمجھے۔

تواضع مفرط مکلِّف ہے

تہذیب۔ جس جگہ زیادہ تواضع کرنے سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہو وہاں قصداً اتنی تواضع نہ کرو، باقی اگر حال ہی غالب ہو جاوے، یا اس احتمال کی طرف التفات ہی نہ ہو، وہ اور بات ہے، کیونکہ بعض طبائع کو بلکہ اکثر کو واقعی اپنے بزرگوں کی زیادہ تواضع کرنے سے ندامت اور تکلیف ہوتی ہے وہ اس کو پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں ایک حافظ صاحب نے جو مولانا کے مرید بھی تھے اٹھا کر رکھدیں۔ تو مولانا کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے کہ حافظ صاحب یہ جوتے تو تبرک اور سر پر رکھنے کے قابل ہو گئے۔ اب بتلاؤ پاؤں میں کیا پہنوں؟ مطلب یہ تھا کہ آئندہ سے ایسا نہ کرنا مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

وضع و طرز اور تکلف و تصنع کے متعلق طلباء کو نصائح

تہذیب۔ لباس اور وضع سے یا اہلِ دنیا کے طرز گفتگو سے عزت کا طلب کرنا انسان کا کام نہیں، یہ تو نہایت بھدا پن ہے۔ اے طلباء مدرسہ تمہارا فخر یہی ہے کہ جس جماعت میں تمہارا شمار ہے، تم اسی کی اصطلاح اور وضع اور طرز کو اختیار کرو۔ تمہاری عزت اسی میں ہے۔ اگر مخلوق میں اس سے عزت نہ ہوئی تو کیا پروا ہے

خالق کے یہاں تو ضرور عزت ہوگی۔ تم کو تو ایسی تواضع اور پستی اختیار کرنا چاہیے کہ تمام دنیا پستی و تواضع میں تمہاری شاگرد ہو جاوے اور تم اس شعر کے مصداق ہو جاؤ۔ اور بانگ دُہل یوں کہو ؎

افروختن و سوختن و جامہ دریدن
پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

غرض تم ایسے متواضع ہو جاؤ کہ ہر چیز میں تمہاری ہی تواضع کا اثر ظاہر ہو۔ تم کو ظاہری اسباب عزت کی ضرورت نہیں، انسان تو وہ ہے جو کمالات میں بادشاہ ہو گو ظاہر میں فقیر ہو، عارف فرماتے ہیں ؎

مبیں حقیر گدایانِ عشق را کیں قوم
شہان بے کمر و خسروانِ بے کلاہ اند

اور ایک جگہ اپنی گدائی پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

تم کسی کی تحقیر کی پرواہ نہ کرو۔ اگر کوئی تمہارے لباس پر طعن کرے، کرنے دو، کوئی تمہارے طرز میں عیب نکالے نکالنے دو۔ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کافی ہے، تم ان کو راضی کرنے کی فکر کرو، اور یاد رکھو کہ عشق میں تو ملامت ہوا ہی کرتی ہے۔ تم خدا تعالیٰ کے عاشق بننا چاہتے ہو تو ملامت سننے کے لیے تیار رہو ؎

نساز د عشق را کنج سلامت
خوشا رسوائی کوئے ملامت

اپنے لیے کوئی خاص وضع نہ بناؤ، جو محبوب دے پہنو۔ شال دے شال اوڑھو کمبل دے کمبل اوڑھو، اور ہر حال میں خوش رہو، مگر حدودِ شرعیہ سے باہر نہ جاؤ۔

تہذیب۔ تم اپنے کو مٹا دو، گمنام کر دو، سب سے الگ ہو جاؤ۔ تو پھر تمہاری محبوبیت کی یہ شان ہوگی کہ تم چھپ ہو گے۔ اور تمام مخلوق میں تمہارا آوازہ ہوگا، جیسے عنقا نے اپنے کو مٹا دیا، تو اس کا نام اس قدر مشہور ہوا کہ مخلوق کی زبان زد ہے ؎

اگر شہرت ہوس داری اسیرِ دامِ عزلت شو
کہ در پرواز دارد گوشہ گیری نام عنقا را

صدق تواضع کا طریقہ

تہذیب۔ محققین کا قول ہے کہ تم یہ سمجھ کر تواضع اختیار کرو کہ حق تعالیٰ کی عظمت کا حق یہی ہے کہ ان کے سامنے ہر شخص پستی اور تواضع کو اپنی صفت بنائے اور اپنے آپ کو لاشئے محض سمجھے۔ اس پر حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو اس طرح تواضع اختیار کریگا، ہم اس کو رفعت عطا کرینگے

لیکن تم رفعت کی نیت سے تواضع اختیار نہ کرو، گو ایک گونہ رفعت اس طرح بھی حاصل ہو جائے گی کیونکہ تواضع میں خاصیت ہے گو کسی نیت سے ہو کہ وہ قلوب کو کشش کرتی ہے۔ مگر اس صورت میں حقیقی رفعت یعنی قرب و رضاءِ حق حاصل نہ ہوگی۔

خشوع و خضوع

اکتساب خشوع

تہذیب۔ طبیعت کو مجبور کرنے سے خشوعِ نماز حاصل ہوتا ہے۔ بس انسان اسی کا مکلف ہے۔ اور مجبور کرنا مجاہدہ ہے اور عمل مع المجاہدہ افضل و ارضی عند اللہ ہے، عمل بلا مجاہدہ سے جس کو مبتدی طلب کرتا ہے۔ اگر غفلت سے ادھر اُدھر کے پریشان خیالات موجود ہوں پھر بہ تکلف نماز کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور یہی مجاہدہ ہے اور خود آسانی مطلوب نہیں چنانچہ حدیث میں ہے۔ الذی یتتعتع فیہ وھو علیہ شاق لہ اجران اور اگر انھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین پر نظر کر کے طبیعت پر گرانی ہو تو وہاں بار اعتقاد مراد ہے جس سے ہر مومن مبرا ہے اور طبعی بار مذموم نہیں بلکہ موجب زیادت فی الاجر ہے چنانچہ حدیث میں ہے واسباغ الوضوء علی المکارہ۔

خیالاتِ محمودہ کی تفصیل اور ان کا آنا یا لانا یا باقی رکھنا نماز میں خلافِ خشوع نہیں

تہذیب۔ نماز میں سرسری توجہ حروف کی جانب رکھ کر ادا کی جاوے اسی طرح اذکارِ معمولہ میں جو حروف زبان سے ادا ہوں وہی دل سے پڑھے جاویں، اگر بلا ارادہ عمدہ خیالات نماز و ذکر میں خطور کریں مثلاً آیاتِ احاطہ و قرب و معیت و وسعت علم و رحمت یا آیاتِ ذکر ربوبیت یا آیاتِ کبریا عظمت یا انعاماتِ حضرت باری تعالیٰ مثل جزاءِ کثیر بر عمل قلیل یا آیاتِ تذکر موت و قبر و حشر و حساب و کتاب و عدالت و ثواب و لقائے حضرت احکم الحاکمین تو یہ سب خیالاتِ محمودہ ہیں ان کے ازالہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر خود زائل ہو جاویں تجدید و اعادہ کی بھی ضرورت نہیں، مقصود یہ ہے کہ خیال غیر محمود قصداً نہ لاوے اور نہ اس کو باقی رکھے باقی خیالاتِ محمودہ میں سے جو بھی آ جاوے یا لایا جاوے یا باقی رکھا جاوے

یا ایک کی جگہ دوسرا آجاوے وہ سب مطلوب ہیں۔

حصول خشوع کا طریقہ

حال۔ نماز اور ذکر وغیرہ میں حال قائم نہیں ہوتا بلکہ دماغ کی مشین اپنا کام کیئے جاتی ہے۔

تہذیب۔ ہم اور آپ کیا چیز ہیں، اکابر کو بھی بکثرت یہ پیش آتا ہے گو ہم سے کم، مگر خالی نہیں، اگر بقصد نہ ہو تو ذرا بھی مضر نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ قدرے اس کی فکر رکھنے سے اور اقبال علی الصلوٰۃ کی تھوڑی تھوڑی عادت ڈالنے سے اس میں معتد بہ تفاوت ہو جاوے گا۔

مبتدی کے لیئے خشوع کی تحصیل کا طریقہ

حال۔ ذکر میں معانی کی طرف التفات رکھنا تو بڑی چیز ہے صرف الفاظ ہی کا قصد سے ادا کرنا اور اس قصد کے ضمن میں جو توجہ ہو گی وہی کافی ہے۔

تہذیب۔ ہر لفظ کو اپنے ارادہ مستقلہ سے پڑھے مگر زیادہ مبالغہ کی ضرورت نہیں۔ سرسری توجہ کافی ہے اسی طرح تعب بھی نہ ہوگا۔ وساوس بھی دفع ہو جاویں گے۔

یکسوئی کے حصول میں سرسری توجہ کافی ہے

حال۔ جس قدر یکسوئی کے واسطے کوشش کیجاتی ہے اسی قدر اور خیالات اور وساوس کی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔

تہذیب۔ یہی تو غلطی ہے کہ زیادہ کوشش کی جاتی ہے، کیونکہ اس سے طبیعت پریشان ہو کر خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ سرسری توجہ سے انشاء اللہ یکسوئی ہو جاوے گی اور اگر باوجود اس کے بھی پوری کامیابی نہ ہو تب بھی اطمینان رکھیں، چند روز میں اس طریق سے یکسوئی ضرور ہو جاوے گی۔

توجہ عدم خشوع فرض نماز لوٹانے کا علاج

حال۔ جس روز خشوع نہیں ہوتا ہے دل پریشان ہوتا ہے دو دو تین تین مرتبہ فرض کو لوٹاتا ہوں۔

تہذیب۔ ایسا نہ کریں، اس کے تدارک کے لیئے کچھ نوافل پڑھ لیا کریں۔

حضور قلبی کے لیئے تدبیر تو استعمال کرے مگر ثمرہ کا منتظر نہ رہے

تہذیب۔

حضورِ قلبی کے لیے تدبیر کو تو استعمال کرے مثلاً اقبال علی الصلوٰۃ وغیرہ لیکن اگر اس پر بھی ثمرہ مرتب نہ ہو تو کچھ ضرر نہیں اس لیے کچھ پرواہ نہ کرے کیونکہ تدبیر کا استعمال تو اختیاری ہے اور ثمرہ کا حصول غیر اختیاری۔

فرض نماز میں خیالاتِ منتشرہ کا علاج

حال۔ فرض نماز میں خاموش کھڑا رہنا پڑتا ہے (یعنی امام کے پیچھے) اس لیے خیالاتِ منتشرہ رہتے ہیں۔

تہذیب۔ بلا حرکت لسان دل دل میں خیال سے قراءت پڑھا کیجیے۔

حرکتِ نفس کا علاج

تہذیب۔ سکون کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ نفس کو تمام خیالات سے خالی کیا جاوے، یہ دشوار ہے کیونکہ نفس رات و دن میدان خیالات میں گشت لگانے کا عادی ہے، دوسرے یہ کہ کسی خیال میں لگا دیا جاوے مثلاً مرنا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

توجہ کے دو درجے اور ان کے حصول کا طریقہ

تہذیب۔ توجہ جو درجۂ عمل میں ہے وہ اختیار میں ہے اس کا علاج قصد و استحضار ہے جو درجۂ حال میں ہے وہ توجہ کے درجۂ مذکورہ سے از خود حاصل ہو جاتی ہے۔

تحقیق عجیب متعلق خشوع

حال۔ تراویح میں قرآن شریف سنانے میں خشوع و خضوع نہیں ہوتا حالانکہ ہر رکعت کو جب کھڑا ہوتا ہوں تو خیال کرتا ہوں کہ خیال جناب حق تعالیٰ کی طرف عجز و نیاز کے ساتھ رکھوں گا مگر جب قرآن شروع کرتا ہوں تو اس خیال میں قراءت ختم ہو جاتی ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں اور رکوع و سجدہ میں بہت افسوس ہوتا ہے

تہذیب۔ خشوع نام ہے سکون کا اور یہ خیال کہ کہیں بھول نہ جاؤں، حرکت ہے جو سکون کی ضد ہے اور کوئی شے اپنی ضد کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی اور یہ خیال طبعاً لازم ہے اس لیے حصولِ خشوع اس حالت میں متعذر ہے عادۃً تو اس کا اہتمام ہی تکلیف مالا یطاق ہے لیکن یہ خشوع نہ ہونا مضر اور قابلِ افسوس اس لیے نہیں کہ جو مقصود ہے خشوع سے کہ غیر مقصود کی طرف توجہ نہ ہو وہ حاصل ہے پس گویا خشوع اگرچہ ہوتا نہیں

مگر معنی حاصل ہے کیونکہ یہ خیال تکمیل ہے طاعت کی اور طاعت مقصود ہے پس یہ توجہ الی المقصود ہے چنانچہ بعض احادیث فضل خشوع میں لم یحدث فیہما نفسہ بشیٔ من الدنیا اور بعض میں الا بخیر وارد ہے اس کی توضیح رسالہ تشرف اول کتاب الصلوٰۃ میں قابلِ مطالعہ ہے، ہاں طبعاً ناگواری یہ نظیر ہے استغفار عن الغین کی۔

کون سا جمعیت قلب مطلوب ہے اور حدیث النفس، حدیث اللسان وحدیث القلم بلا ضرورت تینوں مضر قلب ہیں

تہذیب۔ جمعیت قلب وہ مطلوب ہے جس میں اپنی طرف سے اسباب مشوشہ کو اختیار نہ کیا جاوے پھر اگر جمعیت حاصل نہ ہو تو یہ معذور ہے، میں اس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ جو تشویش قلب اختیار سے ہو وہی مضر ہے اور اگر بلا قصد و اختیار تشویش ہو وہ کچھ مضر نہیں مثلاً ایک شخص صاحب عیال ہے اس وجہ سے دنیا میں مشغول ہے اور اس کو کسی وقت یکسوئی نہیں ہوتی، نماز و ذکر میں بلا قصد و اختیار وساوس مشوشہ آتے ہیں تو یہ کچھ مضر نہیں اور یہ قاعدہ کچھ حدیث النفس ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حدیث اللسان یعنی کلامِ لسانی میں بھی یہی قاعدہ ہے کہ بلا ضرورت ایک کلمہ بھی زبان سے نکالنا قلب کو ستیاناس کر دیتا ہے مگر قلب پر چونکہ طبیعت محیط ہے اس لیے محسوس نہیں ہوتا، بخلاف اس کے اگر بضرورت تکثیر ہو تو کچھ بھی مضر نہیں مثلاً ایک شخص پہرہ دینے پر نوکر ہے وہ رات بھر جاگو جاگو کرتا ہے اس سے نور قلب میں کچھ بھی کمی نہ آئے گی، اسی طرح تحریر میں جبتک ضرورت کا مضمون لکھا جائے گا کچھ ضرر نہ ہوگا اور بے ضرورت اگر ایک جملہ بھی لکھا گیا تو قلب کا ناس ہو جائے گا، کیونکہ تحریر بھی ایک نوع کا کلام ہی ہے۔ بہرحال کلام کی تین قسمیں ہیں۔ ایک کلام نفسی۔ کلام لفظی۔ کلام تحریری۔ کلام تحریری میں تحریر کا مطالعہ بھی داخل ہے اس لیے ہر کتاب کا مطالعہ بھی جائز نہیں، غرضیکہ ہر ایک میں ضرورت کا درجہ مضر نہیں، اور بلا ضرورت ایک جملہ کا تلفظ یا کسی بات کا سوچنا یا لکھنا مضر ہے۔ چنانچہ بعض کلام کو خوشنما بنانے میں سجع وغیرہ کا تکلف کرتے ہیں چونکہ یہ بلا ضرورت ہے اس لیے قلب کو اس سے ضرر ہوتا ہے اور اسی کی تعلیم کے لیے قرآن میں سجع کی

رعایت نہیں، گویا اس میں تنبیہ ہے ہم کو عدم تکلف پر کہ دیکھو جب ہم باوجود قدرت کے سجع کی رعایت نہیں کرتے حالانکہ ہم کو اس میں تکلف نہیں کرنا پڑتا تو تم کو بھی سجع کی رعایت نہ کرنا چاہیئے کیونکہ تم کو تکلف کرنا پڑے گا اور بے ضرورت چیز کے لیئے تکلف کرنا تم کو مضر ہے۔

خشوع کی کمی کے انجبار کا طریقہ

تہذیب۔ اول تو خشوع سے نماز پڑھو، اگر خشوع حاصل نہ ہو تو بلا خشوع ہی پڑھو اور ہر نماز کے بعد دعاء و استغفار کرتے رہو، اگر ساری عمر کوشش کرنے سے بھی خشوع حاصل نہ ہو تو بلا خشوع ہی پڑھتے رہو مگر استغفار ضرور کرتے رہو، انشاء اللہ خشوع والوں کے برابر ہو جاؤ گے۔

مخلوق کے ہر کام میں گھسنے سے جمعیت قلب برباد ہوتی ہے

تہذیب جو لوگ غلبہ شفقت کی وجہ سے مخلوق کے ہر کام میں گھس جاتے ہیں اور اپنی یکسوئی اور جمعیت قلب کو برباد کرتے ہیں وہ مریض ہیں ان کو اپنی اصلاح کرنا چاہیئے۔

حکم تشتت در تحصیل جمعیت

تہذیب۔ جو تشتت تحصیل جمعیت میں ہو وہ اصل میں جمعیت ہی ہے مضر نہیں۔

حدیث میں فلیقاتل کے معنی جس سے خشوع صلوٰۃ کے حفاظت کی تاکید ہوتی ہے

تہذیب۔ حدیث میں ہے کہ جو نمازی نمازی کے سامنے سے گذرے وہ شیطان ہے اور ارشاد ہے کہ فلیقاتلہ امام صاحب کے ذوق میں اس کی علت ہے حفاظت خشوع صلوٰۃ جو کہ ایک وصف ہے صلوٰۃ کا اور مرور سے اس میں خلل ہوتا ہے اور فلیقاتل کو اگر ظاہر پر رکھا جاوے گا تو ذات صلوٰۃ برباد ہوئی جاتی ہے کیونکہ جب کوئی قتال کرے گا تو ہاتھا پائی بھی ہوگی تو پھر نماز کیا باقی رہے گی اور ذات صلوٰۃ وصف صلوٰۃ سے زیادہ قابل حفاظت ہے۔ اس لیئے امام صاحب نے اپنے اجتہادی ذوق سے یہ سمجھا کہ یہاں پر فلیقاتل زجر پر محمول ہے۔

تہجد میں کثرتِ خشوع کے اسباب اکثر طبعی ہیں اور خشوع اختیاری خشوع غیر اختیاری سے بدرجہا افضل ہے

تہذیب ۔ فرائض میں قلت خشوع اور تہجد میں کثرت کے اسباب اکثر طبعی ہوتے ہیں، اور وہ بھی مختلف جو تحتِ ضبط میں نہیں آسکتے مثلاً فرض کے اوقات میں مشاغل کا ہجوم اور آخر شب میں ان کی قلت یا ان اوقات میں لوگوں کی اطلاع اور آخر شب میں عدمِ اطلاع یا فرائض میں سب کا اشتراک جو مقلل حظ ہے اور تہجد میں عامل کا امتیاز جو مکثر حظ ہے و نحو ذالک اور یہ امور غیر اختیاری ہیں اس لیے ان اسباب کی تفتیش یا اُن سے متاثر ہونا خلافِ طریق بھی اس لیے غیر ضروری ہے، خشوع اختیاری اگرچہ قلیل ہو خشوع غیر اختیاری سے اگرچہ کثیر ہو بوجہ اس کے کہ اول مامور بہ ہے، ثانی غیر مامور بہ بدرجہا افضل ہے۔

امر بالمعروف

امر بالمعروف کا طریقہ

تہذیب ۔ کسی کے متعلق تحقیق ہو جاوے کہ یہ فلاں جرم کا مرتکب ہے تو امر بالمعروف کے طور پر خود اس شخص سے کہے کہ میں نے تیرے متعلق ایسا سنا ہے اگر یہ بات سچ ہے تو تم کو توبہ کرنا اور باز رہنا چاہیئے اور اگر اس سے نہ کہہ سکے تو اس کے مربی سے کہدے جو اس کو روک سکتا ہو اگر تحقیق ہی نہ ہو تو پھر کسی سے بھی کہنا جائز نہیں، نہ خود اس شخص سے نہ اس کے مربی سے، پھر تحقیق کا طریقہ ہر کام کے لیے جدا ہے بعض امور میں دو عادل گواہ ضروری ہیں، بعض میں چار، پھر ان گواہوں میں بھی مشاہدہ سے گواہی ضروری ہے، یہ نہیں کہ سب تمہاری طرح سُنی سُنائی کہتے ہوں۔

جاہل کو امر بالمعروف جائز نہیں

تہذیب ۔ قواعد امر بالمعروف جاننے کے لیئے نصاب الاحتساب مصنفہ قاضی ضیاء الدین سنامیؒ کا جاننا کافی ہے۔ جاہل کو امر بالمعروف جائز نہیں کیونکہ وہ اصلاح سے زیادہ فساد کرے گا، جیسے مکہ میں ایک جاہل نے مجھے امر بالمعروف کیا کہ تم عمامہ

کیوں نہیں باندھتے، یہ سنت ہے، میں نے کہا کہ تم پائجامہ کی جگہ لنگی کیوں نہیں باندھتے یہ سنت ہے غرضیکہ سنت زائدہ کے لیے اس سختی کے ساتھ امر بالمعروف کرنا جائز نہیں۔

امر بالمعروف کی شرطِ اول اور اس کے حصول کا طریقہ

تہذیب۔ امر بالمعروف کی اول شرط اخلاص ہے کہ محض لوجہ اللہ نصیحت کرے اپنے نفس کو خوش کرنے کے لیے نصیحت نہ کرے اور اس کا معیار یہ ہے کہ عین نصیحت کے وقت ہی یہ شخص مخاطب کو اپنے سے افضل سمجھے۔

امر بالمعروف کے لیے شفقت ضروری ہے

تہذیب۔ دوسروں کی نصیحت کے لیے شفقت شرط ہے شفقت کا اثر مخاطب پر ضرور ہوتا ہے ہاں کوئی بے حس ہو تو اور بات ہے ہم کو عوام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنا چاہیے جیسا کہ اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر کسی سے علیحدگی اور کنارہ کشی اختیار کی جاوے تو اس میں بھی خیر خواہی کا قصد ہونا چاہیے، چنانچہ ارشاد ہے۔ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا۔

تہذیب۔ مؤمن جو مؤمن کو نصیحت کرتا ہے اس میں طعن وغصہ و تشدد کا حق نہیں تشدد کے ساتھ کہنا صرف بڑوں کا حق ہے خواہ ان کی بڑائی کسی سبب غیر اختیاری سے ہو جیسے باپ یا کسی التزامِ اختیاری سے ہو جیسے شیخ واستاد۔

تبلیغ و ذکر کو خود مقصود سمجھ کر کرنا چاہیے نہ بطمع ترتب ثمرہ

تہذیب۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تبلیغ کے وقت خود نفسِ تبلیغ کو مطلوب سمجھے۔ ترتب ثمرات کو مقصود نہ سمجھے کیونکہ جو شخص ثمرات کو مقصود سمجھ کر عمل کرے گا اس کو عدمِ ترتب ثمرہ سے رنج وغم ہوگا اور حزن وغم کی خاصیت ہے کہ اس سے طبیعت شکستہ و پژمردہ ہو جاتی ہے پھر کام نہیں ہوتا، یہیں سے سالکین کو سبق لینا چاہیے کہ ذکر و شغل کو خود مقصود سمجھ کر کریں کہ وہ اختیار میں ہے اور ثمرات کو مقصود نہ سمجھیں کہ وہ غیر اختیاری ہیں۔

ثمرات کا انتظار تبلیغ میں ہمت کو پست کرتا ہے

تہذیب۔ تبلیغ میں ثمرات کا انتظار نہ کرو

یعنی یہ تجویز نہ کرو کہ ہماری سعی سے شدھی بند ہی ہو جائے۔ یا دس ہزار ہندو مسلمان ہی ہو جاویں کیونکہ اس تجویز و انتظار کا نتیجہ یہ ہے کہ چند دن کے بعد جب اس ثمرہ کے ترتب میں دیر ہوگی تو ہمت پست ہو جائے گی۔ اس میں یہ راز ہے کہ مبالغہ فی العمل ہمیشہ تقلیل عمل کا سبب ہوتا ہے۔

مخاطبت سخت الفاظ سے مناسب نہیں

تہذیب۔ بلا ضرورت مخاطب کو سخت الفاظ سے خطاب کرنا ممنوع ہے، ہاں ضرورت کے وقت جائز ہے جیسے قل یا ایہا الکافرون الخ میں کافروں کی امیدیں قطع کرنے کے لئے سختی کے ساتھ کافر کہہ کر ان کو خطاب کیا گیا ہے۔

پہلے سے اعذار کا حکم دریافت کرنا جان بچانے کی تدبیریں ڈھونڈھنا ہے

تہذیب۔ اگر کوئی کہے کہ ہم کسی کو نصیحت کرتے ہیں تو وہ برا مانتا ہے ناک منہ چڑھاتا ہے اور ہمارے درپے ایذا ہو جاتا ہے تو کیا پھر بھی امر بالمعروف کریں اس کا جواب یہ ہے کہ آپ امر بالمعروف شروع کر دیں جب کام شروع کر کے گاڑی اٹکے گی اس وقت استفسار کر لینا۔ ابھی سے اعذار کا حکم دریافت کرنے کا آپ کو حق نہیں بلکہ اس وقت اعذار کا حکم دریافت کرنا گویا جان بچانے کی تدبیریں ڈھونڈھنا ہے۔

تبلیغ میں ابتداء شفقت کا امر ہے اور انتہا میں نا امیدی کے بعد قطع شفقت کا اور اس کا راز نیز صبر و استقلال کی تعلیم

تہذیب۔ انبیاء علیہم السلام کو ابتداء میں شفقت کا امر ہے اور انتہائی نا امیدی کے بعد قطع شفقت کا حکم ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ ابتداء میں شفقت نہ کرنے سے خود تبلیغ کا کام اٹکتا ہے اور نا امیدی کے بعد حزن کرنے سے تبلیغ کی ترقی رکتی ہے کیونکہ اب حزن کرنے سے مبلغ کی ہمت پست ہو جاوے گی اس وقت اس کو یہ تعلیم ہے کہ ہدایت تمہارے قبضہ میں نہیں بلکہ خدا کے قبضہ میں ہے بس تم کو اپنا کام کرنا چاہئے تمہارا ثواب کہیں نہیں گیا اور جو کام خدا کا ہے اس کو خدا کے سپرد کرے ع کار بے خود کن کار بے گانہ مکن۔ اب اس تعلیم سے اس کا دل بڑھے گا اور برابر تبلیغ کرتا رہے گا تو اصول

بالصبر میں مبلغ کو صبر واستقلال کا حکم ہے کیونکہ تبلیغ میں بعض ناگواریاں پیش آتی ہیں، اگر صبر واستقلال سے کام نہ لیا تو تبلیغ دشوار ہو جاوے گی۔

امر بالمعروف میں فوت مصلحت عذر نہیں بلکہ صرف لحوق ضرر کا اندیشہ عذر ہے

تہذیب۔ ترک تبلیغ کے لیے محض ناگواری مخاطب عذر نہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: افنضرب عنکم الذکر صفحا ان کنتم قوما مسرفین (کیا ہم تم کو نصیحت کرنے سے پہلو تہی کریں گے کہ تم لوگ حد سے نکلنے والے ہو)، حالانکہ حق تعالیٰ کے ذمہ تو امر بالمعروف واجب نہیں وہ اس سے پاک ہیں کہ ان پر کوئی بات واجب ہو، بس یاد رکھیے کہ امر بالمعروف کے لیے عذر صرف یہ ہے کہ لحوق ضرر کا اندیشہ ہو اور ضرر بھی جسمانی، محض فوت منفعت عذر نہیں، جو شخص خدا سے بیگانہ ہے اگر اس کو احکام الٰہی کی تبلیغ ناگوار ہے تو ہماری جوتی سے، ہم تبلیغ سے کیوں رکیں، بس ہم کو خدا پر نظر رکھنا چاہیے اور صرف اس کی رضا کا طالب ہونا چاہیے، چاہے تمام عالم ناراض ہو جاوے، بس تمام عالم سے کہدو کہ ہم نے ایک ذات سے علاقہ جوڑ لیا ہے، جو اس سے ملے وہ ہمارا دوست ہے، جو اس سے الگ ہو، وہ ہم سے الگ ہے۔

ابتداء میں تبلیغ اعمال اخلاق کے پیرایہ میں ہونا چاہیے

تہذیب نصیحت کا قاعدہ ہے

کہ مصلح اپنے اوپر مشقت ڈالے اور مخاطب کو آسان طریقہ سے سمجھائے اور ابتداء میں تو تالیف قلب کرے اور انتہاء میں صفائی سے کام لے یعنی مسئلہ کو صاف صاف بیان کردے، گول مول نہ بیان کرے، ابتداء میں ترغیب اعمال اخلاق کے پیرایہ میں دینا چاہیے تاکہ مخاطب کو گرانی اور وحشت نہ ہو مثلاً اس طرح کہ نفس کو پابند کرنا اور آزادی سے روکنا اور اس میں استقلال اور پختگی پیدا کرنا نہایت ضروری ہے، ورنہ انسان اور جانور میں کیا فرق ہے، مردانگی اس میں ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو، نفس کا تابع فرمان نہ ہو، اور نفس کو تباہ کرنے والی چیز تکبر ہے، انسان کو تواضع اور عاجزی اختیار کرنا چاہیے جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سب سے بڑی عظمت والے کی عظمت اس کے پیش نظر

رہے۔ اسلام نے اس کے لیئے پانچ وقت کی نماز مقرر کی ہے جس کو باقاعدہ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا نقش اُس کے دل پر جم جاتا ہے۔ دوسری تباہ کرنے والی چیز نفسانی خواہشوں کی حرص ہے۔ مثلاً کھانے پینے اور عورتوں سے مخالطت کرنے کی حرص اس کے لیئے اسلام نے روزہ فرض کیا ہے۔ تیسری مہلک شے حُبّ مال ہے اس کے لیئے اسلام نے زکوٰۃ فرض کیا ہے۔

اخلاق کے پیرایہ میں نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے مٹھائی میں کونین دینا

تہذیب۔ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کے واسطے بھی یہی تدبیر کرتے ہیں کہ مٹھائی میں کونین لپیٹ کر دیتے ہیں، اسی لیئے حکم ہے حکمت کے ساتھ دعوت کرنے کا اور اخلاق کے پیرایہ میں اعمال کی ترغیب دینے کا۔

تبلیغ کا ضابطہ مبلغ خاص وعام کے لیئے

تہذیب۔ تبلیغ کی دو قسمیں ہیں۔ خاص وعام تبلیغ خاص انفرادی طور سے ہر شخص کے ذمہ ہے۔ اور تبلیغ عام علماء کے ساتھ خاص ہے مگر عوام مسلمین کے ذمہ سفر خرچ و دیگر اسباب کا مہیا کرنا ہے اسی طرح خطاب بغیر المنصوص علماء کا کام ہے۔ اور خطاب بالمنصوص کے ساتھ ہر مسلمان تبلیغ کا کام کرسکتا ہے۔

فائدہ کام کرنے ہی سے ہوتا ہے چاہے تھوڑا ہی ہو، تبلیغ کے وقت اپنی قلت پر نظر نہ کرو اور اس کی مثال

تہذیب۔ فائدہ کام کرنے ہی سے ہوتا ہے۔ چاہے تھوڑا ہی ہو، تو دو چار آدمی مل کر تبلیغ شروع کردو۔ اور اپنی قلت پر نظر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ذات پاک کے ذریعے سے اسلام کو عرب سے تمام دُنیا میں پہونچایا ہے۔ سو وہ خدا اب بھی موجود ہے تم اسی پر بھروسہ کرکے کام شروع کردو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہؓ کی مثال قرآن میں یوں بیان فرمائی ہے۔

کزرعٍ اخرج شطأہٗ فآزرہٗ فاستغلظ فاستویٰ علیٰ سوقہٖ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بیج زمین میں بو دیا جاوے، تو وہ اول اپنی سوئی نکالتا ہے۔ پھر خدا اُس کو پانی مٹی ہوا وغیرہ سے قوت دیتا ہے تو قوی مضبوط ہو کر تنہ اک

سیدھا درخت ہو جاتا ہے جو سارے محلہ پر سایہ افگن ہوتا ہے۔ جب جمادات میں دنی تخم کی یہ حالت ہے تو انسانوں میں ایک دو آدمی اللہ کے بھروسہ پر کام کریں۔ اور ان کے کام کو قوت و ترقی حاصل ہو جاوے تو کیا بعید ہے۔

تبلیغ میں کام کا طریقہ

تہذیب۔ کام کا طریقہ یہ ہے کہ جس کو قابل سمجھا جاوے اُس سے حساب نہ لیا جاوے۔ اور اس کی لیاقت یہ ہے کہ خود حساب دیتا رہے۔

سلامتئ طبع نہ ہونے سے آجکل فردی فردی تبلیغ مناسب ہے

تہذیب۔ گو اس میں بڑی مصلحت ہے کہ رفقاء میں ایک امیر ہو، ایک مامور ہو، مگر اس کے لیئے سلامت طبائع شرط ہے۔ اور آج کل طبائع ایسی گندی ہیں کہ جہاں ایک کو امیر بنایا فوراً دوسرا امیر ہو جاتا ہے۔ یعنی امیر صاحب اُس پر جا بیجا حکومت کرنے لگتے ہیں آج کل ہماری یہ حالت ہے کہ اجتماعی کام میں ہمیشہ گڑبڑ ہوتی ہے جس کام میں جتنا زیادہ اجتماع ہوگا اتنا ہی جھگڑا ہوگا۔ اور جلد ہی ختم بھی ہو جاتا ہے۔ بقا اسی کام کو ہوتا ہے جو تدریج کے ساتھ بڑھے اور اعتدال کے ساتھ چلتا رہے۔

تبلیغِ عام کا سہل طریقہ

تہذیب۔ تبلیغ عام کا سہل طریقہ یہ ہے کہ ضلع کے مسلمان ایک مبلغ اپنے ضلع کے واسطے مقرر کر لیں اور اس کا خرچ اپنے ذمہ لے لیں۔ البتہ اتنی ضرورت پھر بھی ہوگی کہ روپیہ کا انتظام کر کے مبلغ کی تجویز اور راہ عمل کی تحقیق کے لیئے کسی عالم کو مشورہ کے لیئے منتخب کرو، اس کے مشورہ سے مبلغ رکھو۔ اور اسی کی رائے سے تبلیغ کا طریقہ اختیار کرو اور مبلغ سے کہدو کہ جس طرح فلاں شخص کہے اسی طرح کرو۔

تبلیغ میں کوتاہی کا راز

تہذیب۔ آج کل تبلیغ میں کوتاہی کا راز یہ ہے کہ دل میں مخلوق کی ہیبت ہے۔ اس لیئے تبلیغ سے رُکاوٹ ہے۔

رفاہِ عام کا کام کرنے کا طریقہ

تہذیب۔ رفاہِ عام کا کوئی کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا کام جتنا ہو سکے شروع کر دے۔ مثلاً ایک دینی مدرسہ قائم کرنا ہے۔ لڑکے لے کر بیٹھ جاؤ، اور پڑھانا شروع کر دو۔ جب کوئی

پوچھے کہدو اتنا ہی ہمارے اختیار میں تھا وہ ہم نے کر لیا، آگے اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ بس آپ اپنا کام کیجئے۔ اللہ تعالیٰ عمارت بھی سب ہوا دے گا اور مدرسہ بھی جاری کرا دیگا۔

تعلیم استغنا و ترک کاوش در حق عوام

تہذیب۔ فرمایا کہ میرا ہمیشہ یہ طریقہ رہا کہ اگر میں نے کوئی کام دوسروں کی مصلحت کے لیے کیا اور لوگوں نے اُس پر اعتراض کیا تو بھی اس میں نصرت اور تائید کو پسند نہیں کیا، بس یہ کیا کہ اُس کام ہی کو ترک کر دیا، میری رائے یہ ہے کہ عوام کے درپے نہ ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ:۔ نعم الفقیہ ان احتیج نفع وان استغنی عنہ اغنیٰ نفسہ جب ردو قدح کی نوبت آگئی تو کام کا کیا لطف رہا۔

چندہ کی ضروری تحریک خطاب عام سے مناسب ہے

تہذیب۔ چندہ کی تحریک اگر ضروری ہو تو خطاب عام سے مناسب ہے۔ لیکن اگر خطاب عام میں بھی وجاہت سے متأثر ہونے کا اندیشہ ہو تو چندہ نہ لے، بلکہ کہدے کہ اس جلسہ کے بعد کسی کے پاس جمع کر دینا۔

وعظ کا ادب

تہذیب۔ وعظ میں تعرض خاص نہ ہونا چاہیئے، بلکہ خطاب عام ہونا چاہیئے۔

امر بالمعروف کا ایک نرم طریقہ

تہذیب۔ شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی نظر اثنائے وعظ میں ایک شخص پر پڑی جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچا تھا۔ مگر شاہ صاحبؒ نے وعظ میں تو اس سے کچھ تعرض نہ کیا بعد ختم وعظ جب سب لوگ چلے گئے۔ تو آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ بھائی میرے اندر ایک عیب ہے جس کو تم پر ظاہر کرتا ہوں، وہ یہ کہ میرا پائجامہ ڈھلک کر ٹخنوں کے نیچے پہنچ جاتا ہے اور اس کے متعلق حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ اس کے بعد آپ نے سب وعیدیں بیان کر دیں۔ پھر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ذرا دیکھنا میرا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے تو نہیں ہے۔ اُس شخص نے شاہ صاحبؒ کے پیر پکڑ لیے۔ اور کہا حضرت آپ میں تو یہ عیب کیوں ہوتا۔ یہ مرض تو مجھ نالائق میں ہے۔

معلم اور ناصح ہو کر عمل نہ کرنا سخت شرمناک ہے

تہذیب معلم اور ناصح

ہو کر خود عمل نہ کرنا بہت ہی شرم کی بات ہے اگر ذرا بھی طبیعت سلیم ہو تو معلم اور ناصح ہو کر انسان سب سے پہلے خود اپنی تعلیم پر عمل کرتا ہے۔

واعظِ بے عمل کے بیان میں شوکت نہیں ہوتی

تہذیب۔ واعظ جس امر پر خود عامل نہیں ہوتا اس کے متعلق اگر وہ وعظ کہنے بیٹھتا ہے تو الفاظ میں شوکت و صولت نہیں ہوتی۔ اندر سے دل بجھنے لگتا ہے۔

وعظ سے ہمتِ عمل ہو جانے کا راز

تہذیب۔ وعظ کے ذریعہ سے عمل کرنے کی ہمت ہو جانے کا سبب ایک تو حیائے طبعی ہے، دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ وعظ کے ذریعہ سے جب اس نے اہلِ اسلام کی خدمت کی جس میں اہل اللہ بھی ہوتے ہیں، تو یہ اہل اللہ اس سے خوش ہو کر دعا دیتے ہیں، اس کی برکت سے حق تعالیٰ اس کی بھی اصلاح کر دیتے ہیں، کیونکہ ہر جلسۂ وعظ میں کوئی ایسا ضرور ہوتا ہے جو عند اللہ مقبول ہوتا ہے۔

تعلیم و تعلم سے مقصود وعظ ہے اور وعظ گوئی سیکھنے کا سہل طریقہ

تہذیب حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا طریقہ وعظ تھا اور تعلیم و تعلم سے اصل مقصود یہی ہے۔ بعض علماء کا عذر یہ ہے کہ ہم کو وعظ کہنا نہیں آتا۔ یہ قابلِ سماعت نہیں، اس لیے کہ سب کام محنت کرنے ہی سے آتے ہیں۔ اسی طرح وعظ، کہنے کا ارادہ کیجئے، اور کچھ دنوں محنت کیجئے۔ یہ کام بھی آجاوے گا جس کی سہل تدبیر یہ ہے کہ اول اول طلبہ کے سامنے مشکوٰۃ وغیرہ لے کر بیٹھ جاؤ اور کتاب دیکھ کر بیان کرو، پھر کچھ دنوں بدون کتاب کے بیان کرنا شروع کرو۔ اسی طرح ایک دن خوب بیان کرنے لگو گے۔

خطابِ خاص کا دستور العمل

تہذیب۔ جہاں اپنا اثر اور قدرت ہو وہاں خطابِ خاص سے نصیحت کریں، مثلاً باپ بیٹے کو، اُستاد شاگرد کو، پیر مُرید کو، اور خاوند بیوی کو امر بالمعروف کرے، جہاں نہ قدرت ہو نہ اثر وہاں خطابِ خاص مناسب نہیں بلکہ خطابِ عام مناسب ہے لیکن یہ خوب خیال رکھیے کہ اپنی طرف سے سختی اور درشتی کا اظہار نہ ہو، بلکہ نرمی اور شفقت سے امر بالمعروف

کرے، اس پر بھی مخالفت ہو تو تحمل کرے۔ اور اگر تحمل کی طاقت نہ ہو تو خطاب خاص نہ کرے محض خطاب عام پر اکتفا کرے۔

وعظ کہنے کی ترغیب

تہذیب۔ وعظ کا نفع اتم واجمل واسہل ہے کہ ایک گھنٹہ میں پانچ چھ ہزار کو نفع ہو جاتا ہے۔ نیز عوام کو اس سے وحشت بھی نہیں ہوتی، بلکہ دلچسپی ہوتی ہے اور اس کا جلدی اثر ہوتا ہے۔ اس لیئے اس کو ضرور اختیار کرنا چاہیئے۔

عوام کو مدرسے سے تعلق پیدا کرانے کا طریقہ

تہذیب۔ چندہ دینے والے زیادہ عوام ہیں تو علماء کو چاہئے کہ عوام کو اپنی طرف مائل کریں۔ جس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ہر مدرسہ میں ایک واعظ تبلیغ کے لیئے رکھا جاوے۔ جس کا کام صرف یہ ہو کہ احکام کی تبلیغ کرے اور اس کو ہدایا لینے کو قطعاً منع کر دیا جائے۔ اور استحساناً یہ بھی کہدیا جاوے کہ مدرسہ کے لیئے بھی چندہ نہ کرے بلکہ اگر کوئی خود بھی دے تو قبول نہ کرے۔ بلکہ مدرسہ کا پتہ بتلاوے۔ کہ اگر تم کو بھیجنا ہے تو اس پتہ سے بھیج دو، غرضیکہ واعظ کو محصل چندہ نہ بنایا جاوے۔ جب وعظ بے غرض ہوگا اس کا مخاطب پر بڑا اثر ہوگا، پھر عوام کو مدرسہ سے تعلق ہوگا، کہ اس مدرسہ سے ہم کو دین کا نفع پہونچ رہا ہے۔ اس کی امداد کرنا چاہیئے۔

مدرسہ کو باوقعت بناؤ اور اس کا طریقہ

تہذیب۔ اس کی کوشش کرو کہ تمہارے مدرسے اہلِ دنیا کی نظر میں باوقعت ہو جائیں، جس سے قلوب میں طلباء کی وقعت ہوگی۔ اور طلباء کی وقعت ہوگی تو اہلِ دنیا اپنے بچوں کو عالم بنائیں گے، کیونکہ وہ عزت وجاہ کے بڑے بندے ہیں۔ جس کام میں عزت وجاہ دیکھتے ہیں، اس کی طرف جلدی مائل ہوتے ہیں۔ باوقعت بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ علماء استغناء برتیں کیونکہ علماء کی عزت استغناء ہی سے ہوتی ہے عبا وقبا سے نہیں ہوتی۔ بس اول تو یہ چاہیئے کہ علماء چندہ کا کام ہی نہ کریں۔ اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو کم از کم چندہ میں استغناء ہی کا طریقہ اختیار کریں۔ کسی کی خوشامد اور للو پتو نہ کیا کریں۔ نیز آج کل طلباء کو کھانا لانے کیلئے امراء کے گھروں پر بھیجنا مناسب نہیں، کہ اس سے طلباء عوام کی نظروں میں ذلیل وحقیر ہوتے ہیں اور طلباء کی حقارت سے علم دین عوام کی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے۔

تبلیغ بھی توجہ الی اللہ ہے مگر بواسطہ

تہذیب۔ محققین نے تبلیغ کو بھی توجہ الی اللہ ہی فرمایا ہے، مگر بواسطہ جیسے آئینہ میں صورت محبوب دیکھی جاوے یہ بھی محبوب ہی کی رویت ہے، آئینہ کی رویت نہیں۔

توجہ الی الخلق کی مشروعیت کی حکمت

تہذیب۔ اصل مقصود اور مطلوب بالذات توجہ الی اللہ بلا واسطہ ہے لیکن حکمتوں کی وجہ سے توجہ بواسطہ یعنی توجہ الی الخلق بھی شروع کی گئی تاکہ دوسروں کو بھی ایسا بنایا جاوے کہ وہ توجہ الی اللہ بلا واسطہ کے اہل ہو جاویں۔

تہذیب۔ عدم توقع نفع یا خوف لحوق ضرر کے وقت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ اکثر صوفیہ جو عام لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا خطاب نہیں کرتے اور صرف ایسے شخص کے خاص خطاب پر اکتفاء کرتے ہیں جو اپنے کو اصلاح کی غرض سے ان کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ان کا یہی عذر ہے، کہ وہ زمانہ کا رنگ دیکھ کر نفع سے ناامید ہیں تو اس باب میں ان پر ملامت نہ کی جاوے گی، وہ اپنے اس فعل میں بھی سنت کے متبع ہیں۔

باب چہارم

ارشادات

(اس باب میں علوم و مسائل متفرقہ کا بیان ہے جو سلوک و تصوف کے یگگونہ مؤید ہیں)

لیغان علی قلبی کا مطلب

ارشاد۔ حدیث میں جو ہے لیغان علی قلبی وہ غین یہی توجہ الی الخلق للارشاد ہے کہ وہ عین توجہ الی الحق بواسطہ مراۃ الخلق ہے کہ عاشق بے صبری طبعی سے اس کو حجاب سمجھتا ہے۔

شرط عادی سلوک کی تفرغ ہے

ارشاد۔ اگر باقاعدہ سلوک طے کرنا ہے جس کے لیے تفرغ شرط عادی ہے تب تو نکاح مناسب نہیں اور اگر بعض اشتغال بالمامور بہ واعتزال عن المنہی عنہ مقصود ہے تو نکاح ایسا

محمل نہیں۔ پھر اس شق پر تفصیل یہ ہے کہ اگر ادائے حقوق نفقات وغیرہ کی استطاعت ہو تب تو جائز ہے ورنہ ممنوع۔

کرامت کے بعد بھی اتباع شریعت کی فکر ضروری ہے

ارشاد۔ صدور کرامت کے بعد ولی کو بے فکر نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ حکم شرعی معلوم کر کے حکم شریعت کا اتباع کرنا چاہیے۔

استراحت در مسجد بہ نیت اعتکاف

سوال۔ بغرض تنہائی مسجد میں سوتا ہوں اور اعتکاف کی نیت کر لیتا ہوں۔ حیلۂ مذکور سے مسجد میں سونا جائز ہے یا نہیں۔

ارشاد۔ اس مصلحت سے جائز ہے۔

قیود و عملیات کا حکم سالک کے لیے

سوال۔ سورۂ واقعہ پڑھتا ہوں اور اس کے ضمن میں نیت دفع فاقہ کی بھی ہوتی ہے

ارشاد۔ کچھ حرج نہیں۔ دفع فاقہ کا قصد اس لیے کرنا کہ اطمینان رزق سے دین میں اعانت ہوگی دین ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خاصیت بیان فرمانا اس کی محمودیت کی دلیل ہے۔ البتہ جو عملیات خاص قیود کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں اور عامل انکی دلیل سے زائد موثر سمجھ کر گویا اثر کو اپنے قبضہ میں سمجھتا ہو، وہ عملیات طالب حق کی وضع کے خلاف ہیں

افضل طریق اور نصائح مفیدہ

ارشاد۔ ترک معاصی و کثرت ذکر و اطلاع حالات بمرشد اس کا طریق ہے، گو حضوری نہ ہو (بخدمت مرشد)

ارشاد۔ حُبِ رسولؐ اور حُبِ شیخ مفتاح سعادت ہے۔

ارشاد۔ عمر بھر اس کی ضرورت ہے کہ اپنے نفس کی نگہداشت رکھے اور علاج معالجہ میں لگا رہے۔ کاملین بھی اس سے فارغ نہیں صرف ضعف و قوت کا فرق ہے۔ نہ یاس ہونا چاہیے نہ فراغ اور بے فکری کا قصد یا طمع کرنا ناممکن۔

ارشاد۔ استقامت علی الاعمال خود ایک رفیع حالت ہے جو سب کیفیات سے راجح ہے

ارشاد۔ ثمرات پر نظر کرنا سبب ہے پریشانی کا۔

ارشاد۔ انسان صرف مکلف اس کا ہے کہ اخلاق رذیلہ کے مقتضیات پر عمل نہ کرے

رہا یہ کہ اقتضا آپ ہی زائل یا ضعیف ہو جاویں، اس کا انسان نہ مکلف نہ یہ بسہولت میسر ہو سکتا ہے ؎

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامی

ارشاد۔ بقدر تحمل کام کرنا چاہیئے۔ اپنے کو زیادہ مقید کرنا بلا ضرورت نہ چاہیئے کہ انجام پریشانی ہے۔

ترک تکلم کا حکم

ارشاد۔ ترک تکلم مسلم پر جو وعید ہے کہ نماز روزہ اس کا مقبول نہیں حتی یصطلحا سو اس میں وہ مہاجرت مراد ہے جس کا سبب محض دنیوی ہو، جو مہاجرت کسی مصلحت دینیہ سے ہو وہ اس میں داخل نہیں۔

معیتِ ذاتیہ

ارشاد۔ معیتِ ذاتیہ ایک قرب خاص ہے جو وجداناً مدرک ہوتا ہے اور جو حضور و یادداشت کا ثمرہ ہے نہ کہ اس کا عین

نہایت و تمکین کی تعریف

تعلیم۔ سالک کو احوال تکوینیہ و ولولہ جوش وغیرہ کے بعد جو یہ حالت پیش آتی ہے کہ اپنے کو محض عام مسلمانوں کی طرح سمجھتا ہے، نہ وہ ولولہ و جوش ہوتا ہے نہ کوئی دوسرا امتیاز۔ یہ حالت نزول ہے جو انتہا کے بعد عطا ہوتا ہے اور یہ وہی ہے جس کو حضرت جنیدؒ نے اس سوال کے جواب میں کہ "ما النہایۃ" فرمایا تھا۔ العود الی البدایۃ۔

عقلاً حب حق ہی کو ترجیح ہے حب شیخ پر

ارشاد۔ بعض اوقات فرط محبت شیخ سے شبہ ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت مغلوب ہے۔ منشا اس کا ناواقفی ہے۔ ورنہ واقع میں محبت خدا تعالیٰ ہی کی غالب ہوتی ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ بات پیش کرے کہ ان دو محبتوں میں سے ایک رہ سکتی ہے جس کو پسند کرو۔ اس وقت یقیناً حق تعالیٰ ہی کی محبت کو ترجیح دی جاوے گی۔ یہ صریح دلیل ہے حق تعالیٰ کی محبت کے غالب ہونے کی۔ مگر یہ محبت باوجود طبعی ہونے کے مشابہ عقلی کے ہے۔ اس لیے آثار لطیف ہیں جس سے شبہ ضعف کا ہوتا ہے، ورنہ قوی یہی ہے اور انسان مامور بہ اس حب عقلی کا ہے علاوہ بریں خود حب شیخ بھی حب حق ہی تو ہے۔ کیونکہ للحق ثم کان الشیخ واسطۃ الیہ وصولاً فاللہ تعالیٰ واسطۃ فی الثبوت بحب الشیخ فکان المحبوب الاول ھو اللہ تعالیٰ والشیخ محبوباً

بالعرض والموصوف بالذات اقویٰ من الموصوف بالعرض۔

حصولِ فراغِ قلب کا طریقہ

ارشاد۔ قلب کو ہر وقت ماسوا اللہ سے فارغ رکھنا چاہیئے (یعنی دل کسی اور چیز سے لگا ہوا نہ ہو) یہ نہایت نافع ہے اس کے تحصیل کا طریقہ یہ ہے کہ جو بات اور جو کام ضروری نہ ہو نہ اس کو دیکھو نہ سنو، نہ اس کا تصور کرو، خواہ یہ چیزیں ماضی کے متعلق ہوں یا مستقبل کے۔

ارشاد۔ حب موت علامت ولایت سے ہے۔

ملقن کی کن خرابیوں کا اثر ملقن پر ہوتا ہے

ارشاد۔ دوسرے شخص پر ملقن کی ہر خرابی کا اثر نہیں ہوتا بلکہ ایک تو اس کا جو بیّن طور پر غیر مشروع ہو اور بکثرت ہو یا قلت سے ہو اور ندامت اور تدارک نہ ہو۔ یا کوئی عقیدہ و نیت میں خلل ہو، مثل تلبیس و حب جاہ و مال وغیرہ۔ ورنہ حسن ظن کا اثر غالب اور مدار نفع رہتا ہے۔ اسی لیے یہ خدمت سب کر رہے ہیں گو اپنی حالت کو کوئی اچھا نہیں سمجھتا۔

بڑھاپے میں شہوت کا اثر زیادہ ہونے کی وجہ

ارشاد۔ بڑھاپے میں جو بعض وجوہ سے شہوت کا اثر زیادہ ہوتا ہے اس کی وجہ ضعفِ تحمل ہے۔

حفاظت نفس کا طریقہ

ارشاد۔ جو شخص اپنے نفس پر سوء ظن اور اپنی اصلاح و حفاظت کا مراقبہ مع توکل علی اللہ رکھتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے۔

افطار تحری پر قضا لازم نہیں

ارشاد۔ اگر شک ہو کہ قبل غروب افطار ہو گیا ہے تو مسئلہ شرعی یہ ہے کہ اگر افطار تحری پر ہوا ہے تو قضا نہیں، لیکن اگر مزید اطمینان کے لیے کوئی قضا رکھ لے تو خرابی کچھ نہیں۔

اپنے مال کا انتظام و تحفظ بھی عبادت ہے

سوال۔ بھائی کا انتقال ہو گیا ہے۔ یتامیٰ کی نگرانی میرے سر ہو گئی ہے۔ ساری جائداد کا انتظام مجھ پر آ پڑا ہے، حالانکہ اس کے حساب کتاب سے بالکل نابلد ہوں۔ ان پریشانیوں سے اوراد کی پابندی نہیں ہوتی۔

ارشاد۔ اپنے مال کی حفاظت بھی عبادت ہے۔ خصوص جبکہ دوسرا طریقہ معاش نہ ہو اور بدون انتظام معاش کے دلجمعی نہ ہو اور بدون دلجمعی کے طاعت نہ ہو، جیسا کہ اس وقت عام طبائع ضعیفہ کی یہی حالت ہے۔ نیز یتامیٰ کی نگرانی بھی عبادت ہے جبکہ ان کا کوئی نگراں نہ ہو۔ جب یہ سب عبادت ہے تو عبادت سے کیا گھبرانا۔ رہی پریشانی سو اس کا سبب ناواقفی ہے اور یہ عارضی ہے۔ اور عارضی بھی سریع الزوال۔ بس ایسی سریع الزوال پریشانی جو سبب ہو جاوے جمعیت دائمہ کی قابل تحمل ہے۔ اور اس عارض کے سبب جو ناغہ وغیرہ ہو جاوے قابل گوارائی ہے۔ بس جب تک کام قابو میں نہ آوے ضرور اس میں دخل دیں اور توجہ رکھیں۔ اور ناواقفی کا تدارک کسی واقف خیرخواہ کو شریک کرنے سے کرلیں۔ جب کام قابو میں آجاوے پھر مناسب انتظام کر کے تفرغ للعبادت کی صورت نکال لیں۔ اور ایسے تفرغ کے میسر ہونے تک اوراد میں اختصار کو گوارا کرلیں۔ مگر مداومت کی کوشش کریں۔ اور اہل اللہ کے ملفوظات اور حالات کا مطالعہ کبھی ناغہ نہ کریں۔ خواہ روزانہ پانچ ہی منٹ کے لیے ہو۔

ادب کا طبعی ہو جانا مطلوب ہے

ارشاد۔ ادب کا طبعی ہو جانا نہایت مطلوب ہے۔

اعزا کی عدم محبت بھی نعمت ہے

ارشاد۔ اگر اعزا محبت نہ رکھیں تو اس سے راحت ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے غیر اللہ سے دل برداشتہ ہونے کا سامان فرمایا۔

طبیب باطن کی تجویز سے صحت باطنی معلوم ہوتی ہے

ارشاد طبیب باطن کسی مرض کو بھی لاعلاج نہیں کہتا۔ یوں تو اصل فن طب کی رو سے کوئی صحیح نہیں اسی طرح اصل فن تربیت کے اعتبار سے کوئی مہذب نہیں۔ لیکن ماہر فن کا حکم مقدم ہے استدلال بالکلیات پر۔ اور راز اس کی یہ ہے کہ ہر شخص کی صحت اس کے خاص مزاج کے اعتبار سے ہے۔ پس جس طرح ایک ماہر طبیب کا کسی کی نبض اور قارورہ دیکھ کر تندرست بتلانا معتبر ہے۔ اسی طرح طبیب باطن کی تجویز کسی کے صحت باطن کے متعلق صحیح و معتبر سمجھی جاوے۔

طب جسمانی و روحانی کی کتابوں کا حکم

ارشاد۔ طب (خواہ جسمانی ہو یا روحانی) کی کتابیں اطبا کے لیے ہیں نہ کہ مریضوں کے لیے۔ مریضوں کے لیے تو طبیب کا قول بھی کتاب ہے۔ مبتدی کے ذمہ یہ ہے کہ محض کتابوں پر عمل نہ کرے، بلکہ اپنے حالات کسی مصلح کے سامنے پیش کر کے علاج پوچھے۔ البتہ اگر مصلح خود کوئی کتاب دیکھنا تجویز کر دے۔ اُس وقت وہ کتاب بھی بمنزلہ مصلح کے خطاب کے ہے۔

اصل مقصود توجہ الی الحق ہے

ارشاد۔ اصل مقصود توجہ الی الحق ہے خواہ ذکر سے ہو خواہ تلاوت سے۔

تجلی ذاتی و تجلی مثالی کی تعریف

ارشاد۔ تجلی ذاتی اصطلاحی لفظ ہے اس کے معنی ہیں التفات الی الذات من غیر الالتفات۔ الی الصفات والافعال۔ بخلاف تجلی مثالی کے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کو مثالاً دیکھے۔

سلوک کا اصل علاج قدرت و ہمت کا استعمال کرنا ہے

ارشاد۔ اگر کوئی قدرت و ہمت کا استعمال ہی نہ کرے تو اس کا کیا علاج۔ اس سے تو بس یہ کہہ دے کہ اصل علاج قدرت و ہمت کا استعمال کرنا ہے۔ اگر ہماری تعلیم صحیح نہ ہو اور کہیں جائیے (یعنی اس سے استغنا برتے)۔

کدورت کا تدارک استغفار سے چاہیئے

ارشاد۔ ضروریات کے سبب کدورت کو بھی قبول کرے۔ اور اس کے تدارک کے لیے استغفار بھی کرے۔ یہ عین سنت کے موافق ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ لیغان علیٰ قلبی وانی لاستغفراللہ۔ مثلاً اگر کسی کو کسب معاش میں مشغول ہو اور اس وجہ سے ذکر کا موقع کم ملے تو استغفار سے اس کا تدارک کرے۔

آثار انتہائے طریق سلوک

ارشاد (۱) یقین کا لمشاہدہ کا حاصل ہو جانا (۲) اپنا و اغیار کا وجود چشم باطن میں فنا کالعدم

ہوجانا (۳) بالکل یکسو ہو کر قلب کا ذکر و مذکور کی طرف مائل و متوجہ ہوجانا (۴) جمیع تعلقات و جملہ حالات و خیالات کا باطن سے غائب و فنا ہوجانا (۵) مدام باہوش و صاحب فکر رہنا (۶) اپنی و اغیار کی ذات بلکہ ہر دو جہاں اور جملہ ماسوا سے بالکل قلب کا آزاد و فارغ ہوجانا (۷) رضا و تسلیم کا عادی و خوگر بن جانا (۸) جملہ حالات و جمیع معاملات میں مشیت و مرضئ مولا پر بدل و جان راضی و خوش رہنا۔

وردو عمل کا حصہ مطالعہ کتب سے زیادہ ہونا چاہیئے

ارشاد۔ وردو عمل کا حصہ زیادہ ہونا چاہیئے۔ بہ نسبت مطالعہ کتب کے۔ اکثر شوقِ مطالعہ کا سبب حظِ مضمون ہوتا ہے نہ کہ حُبِّ ذکر۔

مجذوب کی خدمت اور اُن کی دی ہوئی چیز کا حکم

ارشاد۔ مجذوب کی خدمت اگر ہو سکے، کر دے، لیکن توجہ کا اُن سے ہرگز طالب نہ ہو۔ اور اگر اُن کے حواس کی درستی میں شبہ ہو تو ان کی دی ہوئی چیز کو بھی نہ لے۔ اگر لے تو اس سے لُقطہ کا معاملہ کرے۔

کسل و تعطل عبدیت نہیں

تعلیم۔ ترکِ عمل کسل و تعطل کو عبدیت نہ سمجھ لیا جاوے۔ عبدیت کے لیئے حرکت فی العمل لازم ہے۔ عبدیت یہ ہے کہ چلائیں تو چلیئے، ٹھہرائیں تو ٹھہریئے۔ نہ اس کی تمنا ہو نہ اس سے انکار ہو، پھر ایسے علوم عطا ہوں گے کہ ان کے سامنے علم اسرار بھی کچھ نہیں۔

اعمال کا اثر باقی رہتا ہے

ارشاد۔ اعمال کے انقضاء سے ان کا اثر منقضی نہیں ہوتا، بلکہ جمع رہتا ہے۔ جیسے ایک نوکر جو کام کرتا ہے کام تو ختم ہوجاتا ہے، مگر تنخواہ چڑھ جاتی ہے مگر دن مہینے کے ختم پر ملے گی۔

نسبت الی الاسباب عوام کے لیئے رحمت ہے

ارشاد۔ عوام جو اسباب کی طرف واقعات کی نسبت کرتے ہیں اس میں ایک بڑی غیبی مصلحت ہے وہ یہ کہ اکثر عوام کے قلب میں حق تعالیٰ کا عشق کم ہے اور بعض حوادث طبعاً ناگوار ہوتے ہیں اگر ان کو

نظر اسباب پر نہ ہو اور براہ راست حق تعالیٰ کی طرف نسبت کریں تو حق تعالیٰ کی طرف سے قلب میں ناگواری و کراہت پیدا ہو تو نسبت الی الاسباب وقایہ ہے۔ اس کی یہ بڑی حکمت ہے۔ اس حکمت پر نظر کرکے عوام کی اس نسبت کو رحمت اور غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

رزق بے فکری کی حقیقت

ارشاد۔ دنیا میں رزق بے فکری سے ملنے کی حقیقت وہ ہے جس کو حق سبحانہ تعالیٰ نے اس آیت میں خالصہ سے تعبیر فرمایا ہے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامہ۔ یعنی دنیا میں بے فکری کا رزق وہ ہے جس پر کوئی وبال یا کسی قسم کا مؤاخذہ اخرت میں نہ ہو۔

مجاہدہ کی توفیق علامت وصول ہے

ارشاد۔ اگر خدا تعالیٰ نے مجاہدہ کی توفیق دے رکھی ہو تو سمجھ لے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور رسائی ہوگی، کیونکہ مجاہدہ پر رسائی کا وعدہ ہے اور وعدہ خلافی کا احتمال نہیں۔

عروج ونزول کی ایک شناخت

ارشاد۔ اسماء کو چھوڑ کر مسمی کی طرف توجہ کرنا عروج کے آثار سے ہے۔ اور نزول اس سے بھی اکمل ہے۔ وہ یہ کہ ہمارا اتنا مرتبہ نہیں جو توجہ الی المسمیٰ بلا واسطۂ اسماء کے قابل ہوں، اسی راز سے واذکر اسم ربک فرمایا گیا۔

اخفاء واظہار عمل کے کمال ہونے کا معیار

ارشاد۔ ظاہر میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اخفاء عمل عمدہ حالت ہے، مگر کمال یہ ہے کہ اظہار ہو بغرض تحدث بنعمت یا ارشاد متعلمین، مگر دعویٰ نہ ہو، اور اس سے بڑھ کر کمال یہ ہے کہ اگر دعویٰ بھی ہو مگر اپنے اوپر نظر نہ ہو۔

عاشق کو ملامت اغیار مانع محبت نہیں

ارشاد۔ عاشق کو ملامت اغیار محبت سے مانع نہیں ہوتی بلکہ ملامت سے تو عشق کی گرم بازاری ہے۔

عشاق کے ہر مشکل سے مشکل کام کے لیئے تیار ہو جانے کا راز

ارشاد۔ عشاق ہر مشکل سے مشکل کام کے لیئے تیار ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھے ہوئے ہیں کہ

ہمارا کام تو طلب ہے۔ اور اپنی ہمت کے موافق عمل شروع کر دینا، آگے پورا ہونا نہ ہونا ہمارے قبضہ میں نہیں۔ یہ تو اسی معشوق حقیقی کے قبضہ میں ہے ؎

ملنے کا اور نہ ملنے کا مختار آپ ہے پر تجھ کو چاہیئے کہ تگ و دو لگی رہے

صاحب تصرف کے مقتول کا حکم

ارشاد۔ اگر صاحب تصرف کے تصرف سے کسی کا قتل ہوگیا ہو تو صاحب تصرف قاتل شبہ عمد ہے۔ شبہ عمد کا کفارہ واجب ہے یعنی ایک غلام مومن آزاد کرنا، یہ ہو سکے تو دو مہینے پے درپے روزے رکھنا۔ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرنا، کیونکہ قتل حق اللہ اور حق العباد دونوں ہے۔ البتہ اگر وہ شخص (مقتول) مباح الدم تھا تو کچھ گناہ نہیں ہوا۔

بد دعا سے ہلاکت کا حکم

ارشاد۔ اگر بد دعا سے کوئی ہلاک ہوا تو اگر وہ بد دعا کا اہل تھا تو کچھ گناہ نہیں ہوا۔ اور اگر بد دعا کا محل نہ تھا تو بد دعا کا گناہ ہوا جس سے توبہ و استغفار لازم ہے۔ کفارہ قتل لازم نہیں۔

تصرف حرام کی ایک قسم

ارشاد۔ ایسا تصرف جس سے دوسرے شخص کی آزادی سلب ہو جاوے۔ اور خواہ مخواہ صاحب تصرف کا کہنا مان لے حرام ہے۔

ارادہ یقینی الوجود ہوتا ہے

ارشاد۔ ارادہ واختیار ایسی چیز نہیں کہ اس میں شاید کی گنجائش ہو، وہ تو یقینی الوجود ہوتا ہے۔

نحوست کی حقیقت اور تشویشات کونیہ کا علاج

ارشاد۔ نحوست کی حقیقت بجز معصیت کے اور کچھ نہیں۔ اس لیے غیر معاصی علامت نحوست ہو ہی نہیں سکتے، واقعات وحوادث وتشویشات کونیہ کا علاج صرف توکل اور تفویض اور اپنی خیالی تجویزات کا ترک کر دینا ہے، نہ کہ تدبیروں کا۔

حضرات انبیاءؑ کے صالحین ہونے کے معنی

ارشاد۔ حضرات انبیاء علیہم السلام میں فطرۃً ہی اخلاق مذمومہ نہیں ہوتے، جن کا تقاضہ درجۂ عزم تک پہونچ سکے۔ وہ حضرات

صالحین ہوتے ہیں۔ نہ کہ مصلحین بفتح اللام۔

ارشاد مواعظ

مطالعہ مواعظ کا اثر باقی رہتا ہے اور اُس کی ایک مثال

وغیرہ پڑھ کر اگر مضمون یاد بھی نہ رہ جاوے تو بھی کچھ مضر نہیں، کیونکہ اثر باقی رہتا ہے جس طرح یہ تو یاد نہیں رہتا کہ میں نے کس وقت کیا کھایا تھا، مگر ان غذاؤں کا جو اثر ہے یعنی قوت وہ باقی رہ جاتی ہے۔

عزیمت و رخصت کا محل

سوال۔ ایک دوست جن کے بچے میری نگرانی میں ہیں اپنے بچوں کے کھانے کے متعلق اتنی رقم دیتے ہیں کہ یقیناً اُن کا کچھ بچ رہتا ہوگا۔ مگر اشتراک میں حساب کا رکھنا سخت دشوار ہے اس لیے رخصت پر عمل کیا، جس پر وہ دوست دل سے راضی ہیں۔

جواب۔ عزیمت اور رخصت کے دو درجے وہاں ہوتے ہیں جہاں صاحب حق یہ دو درجے خود مقرر کر دے۔ اور جب اُن دوست کی طرف سے یہ تقسیم نہیں تو جس کو آپ رخصت سمجھتے ہیں وہ عزیمت ہی ہے۔ یعنی جائز نہیں۔

حبس للزائر مجاہدہ وطاعت ہے

ارشاد۔ کسی کی دل جوئی کے لیے اپنے کو محبوس کرنا مجاہدہ اور طاعت ہے خواہ امیر ہو یا غریب، مگر کیفیت دل جوئی کی ہر شخص کی جُدا ہے اُس کی (زائر) حالت وطبیعت وعادت کے تفاوت سے یعنی امراء کی مجموعی حالت طبیعت و عادت کی ایسی ہے کہ جب تک زیادہ توجہ ان کی طرف نہ کی جاوے وہ خوش نہیں ہوتے۔ اور غربا تھوڑی توجہ سے راضی ہو جاتے ہیں۔ اس لیے دونوں کی دلجوئی کے طریق میں ایسا تفاوت مذموم نہیں۔ البتہ غرباء کو یا تو اٹھایا نہ جائے، خود اُٹھ جاوے کسی بہانہ سے اور اگر اٹھانا ہی پڑے تو بہت نرمی سے، مثلاً یہ وقت میرے آرام کا ہے۔ آپ بھی آرام کیجیے۔ ومثل ذالک۔

جذب فضل کا طریق

ارشاد۔ اطلاع واتباع کا سلسلہ نہ چھوڑا جاوے گو بے انتظامی ہی سے سہی۔ اس کے ساتھ دعا اور التجا کا بھی خاص اہتمام چاہیے۔ انشاء اللہ فضل ضرور ہوگا۔

برکت اعمالِ مسنونہ ارشاد۔ انتہائے سلوک کے بعد تو اعمال مسنونہ ہی میں نسبت احسان کی حاصل ہونے لگتی ہے۔ اور خلافِ سنت حجاب معلوم ہونے لگتا ہے۔

نجات و قرب فکر تکمیل پر موعود ہے نہ کہ کمال پر ارشاد۔ پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں۔ اور وہ کاملین بھی اپنے کو کامل نہیں سمجھتے۔ سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں، خواہ وہ نقص حقیقی ہوں یا اضافی۔ اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ہم جیسوں پر وہ غم پڑ جاوے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے۔ پس کمال کی تو توقع ہی چھوڑنا واجب ہے ہاں سعی کمال کی تو قع بلکہ عزم واجب ہے، اور نجات بلکہ قرب بھی کمال پر موقوف نہیں، بلکہ محض فکر تکمیل پر موعود ہے۔ واللہ لا یخلف المیعاد۔ بس اسی فکر تکمیل میں عمر ختم ہو جاوے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ وھذا ھو معنی ما قال الرومی

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دم آخر دمے فارغ مباش
تا دم آخر دمے آخر بود
کہ عنایت با تو صاحب سر بود

چنانچہ میں بھی اسی کشمکش میں ہوں، مگر اس کو مبارک سمجھتا ہوں، جس کا یہ اثر ہے کہ یہ سمجھ نہیں سکتا کہ خوف کو غالب کہوں یا رجاء کو، مگر مضطر ہو کر اس دعاء کی پناہ لیتا ہوں۔ اللھم کن لی و اجعلنی لک۔

غمِ دین سنت ہے ارشاد۔ دین کے فکر میں مغموم رہنا عین سنت ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم الفکرۃ طویل الحزن۔

خلوت پسندی سنت ہے ارشاد۔ خلوت پسندی بھی عین سنت ہے فی حدیث الوحی حبب الیہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلاء۔

کاوش لایطاق نہ چاہیئے ارشاد۔ جو بات باوجود اہتمام کے سمجھ میں نہ آوے، انسان اس کا مکلف نہیں۔ اس لئے کاوش نہ کرے۔

عہدہ داران خلاف شرع سے تسامح کیوں کر کیا جاوے | سوال بعض سرکاری

عہدے ایسے ہیں کہ اُس سے تعلق رکھ کر شریعت کی پابندی ناممکن ہے۔ بعض حکام کو پھانسی تک کا مدار اُن کے حکم پر ہے جس میں اُن سے قانونِ شرعی کی رعایت یقیناً ناممکن ہے پس ایسے لوگ اگر اصلاح کا تعلق پیدا کریں۔ تو اس باب میں کیا مشورہ دیا جاوے۔ کیونکہ ایسے عہدوں سے مسلمانوں کا دست بردار ہو جانا بھی بہت سی مصالح کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کیا ایسوں سے اس باب میں چشم پوشی کی جاوے۔ مگر جب خود ہی استفسار کریں تو بجز اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ ہاں عالی ہمتی کا مقتضا بالکلیہ اس عہدے سے علیحدہ ہو جانا ہے کیونکہ ع زند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار

ارشاد۔ چشم پوشی اظہار حقیقت سے کرنا اس کی تو کوئی وجہ نہیں، خصوصاً جب وہ خود استفسار کریں۔ البتہ اگر اُن پر حقیقت پہلے سے ظاہر ہو تو پھر اظہار واجب نہیں لیکن اشتراط میں تسامح کرنا اس طور پر کہ اگر سب امراض زائل نہ ہوں، بعض کا ہی زائل ہو جانا غنیمت ہے۔ مضائقہ نہیں۔

ایمان حاصل ہے جب تک اس کی ضد طاری نہ ہو وہ حاصل ہے اور اُس کی دلیل

ارشاد۔ ایمان حاصل ہے جب تک اس کی ضد طاری نہ ہو وہ حاصل ہے۔ ہر وقت اس اعتقاد کا استحضار شرط نہیں۔ جب وہ حاصل ہے تو اس کے سب لوازمات نجات وغیرہ اس پر مرتب ہوں گے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ کسی چیز سے ذہن کا خالی ہونا مستلزم اُس چیز کی نفی ذات یا صفات کو نہیں۔

سالک کے واجبات: ارشاد۔ سالک کے لیے بزرگوں کی اطاعت۔ وادب اور علم اور لباس میں سادگی اور ترک وضع اہلِ باطل کی ضروری ہے۔

حکم گناہِ تاخیر حج: ارشاد۔ حدیث میں ہے۔ من اراد الحج فلیعجل جو حج کا قصد کرے اس کو جلدی کرنا چاہیے۔ ہمارے ائمہ تصریح

کرتے ہیں کہ حج میں تاخیر کرنے سے ایک دو سال تک تو گناہِ صغیرہ کا گناہ ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد اصرار میں داخل ہو کر گناہِ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ مگر جب حج کرے گا تو یہ تاخیر کا گناہ بھی معاف ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں گناہ اسی لیے تھا کہ فوت کا خطرہ تھا۔

خطرۂ حج اور اس کا علاج

ارشاد۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حجرِ اسود کسوٹی ہے۔ اس کے چھونے سے انسان کی اصلی حالت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اگر واقعی فطرۃً صالح ہے تو حج کے بعد اعمالِ صالحہ کا غلبہ اس پر ہوگا۔ اور اگر فطرۃً طالح ہے محض تصنع سے نیک بنا ہوا ہے تو حج کے بعد اعمالِ سیئہ کا غلبہ ہوگا۔ اس لیے حاجی کی حالت خطرناک ہے اور اس خطرہ کا علاج یہ ہے کہ حاجی زمانہ حج میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اصلاحِ حال کی خوب دعا کرے اور دل سے اعمالِ صالحہ کے شوق کی دعا کرے۔ اور حج کے بعد اعمالِ صالحہ کا خوب اہتمام کرے۔

نااہل کے عہدہ کو تسلیم کرنا اور اس کی جاہ کی اعانت کرنا ناجائز ہے

ارشاد۔ جس انجمن کا سکریٹری نااہل ہو اس میں شرکت کرنا سکریٹری کی جاہ بڑھانا ہے اور نااہل کی جاہ بڑھانا اور اس کے عہدہ کو تسلیم کرنا خود ناجائز ہے، ہاں کوئی اس واسطے شرکت کرے کہ ایسے نااہلوں کو معزول کرنے میں سعی کرے تو جائز ہے۔

عورت کی معافی کو قبول کرنا غیرت کے خلاف ہے

ارشاد۔ غیرت کا مقتضا یہی ہے کہ عورت کی معافی کو قبول نہ کرو، بلکہ تم اس کے ساتھ خود احسان کرو۔

ادبِ ہدیہ

ارشاد۔ ایک ادب ہدیہ کا یہ ہے کہ اس طرح پیش کرے کہ مہدیٰ الیہ کو گرانی نہ ہو۔ اسی طرح ایک ادب یہ ہے کہ مہدی کو گرانی نہ ہو۔

آج کل کے ولولۂ حمایتِ اسلام کا منشا

ارشاد۔ آج کل جو لوگوں کو اسلام کا درد ہے یا حمایتِ اسلام کا ولولہ ہے وہ محض قوم پرستی اور ہمدردی قومی اور طلبِ جاہ سے ناشی ہے۔ طلبِ رضائے حق سے ناشی نہیں۔ ورنہ اتباعِ احکام کا اتباع ضرور ہوتا ہے۔

عبدیت کی تعریف

ارشاد۔ عبدیت تو اسی کا نام ہے کہ احکامِ شرعیہ کا اتباع

کرے۔ اور مصالح کی پرواہ نہ کرے۔ انجن کو کیا حق ہے کہ راستہ میں ڈرائیور کے ٹھہرانے کے بعد نہ ٹھہرے، بلکہ اس کو ڈرائیور کے ٹھہرانے کے بعد فوراً ٹھہر جانا چاہیئے

عدم رضائے حق کے ساتھ بقائے سلطنت مطلوب نہیں

ارشاد ہم کو تو رضائے حق مطلوب ہے۔ بقائے سلطنت مطلوب نہیں۔ اگر قانون اسلام رائج کرنے سے سلطنت جاتی رہے گی، بلا سے جاتی رہے، کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ تو ہم سے راضی رہیں گے۔ اور دوسرا قانون جاری کرنے سے فرض کرو سلطنت باقی رہے گی، مگر خدا تعالیٰ ہم سے ناراض ہو جاویں گے، تو ایسی سلطنت تو فرعون کو بھی حاصل تھی۔

آداب مہمان و میزبان

ارشاد۔ (۱) جس کے یہاں مہمان ہو اس کو اپنے معمولات کی پہلے ہی اطلاع کر دے۔ دستر خوان پر بیٹھ کر اپنے معمولات بیان کرنا تہذیب کے خلاف ہے (۲) میزبان مہمان کے اوپر مسلط ہو کر نہ بیٹھے، بلکہ اس کو آزاد چھوڑ دے کہ جس طرح چاہے کھائے (۳) میزبان کے ہاتھ شروع میں پہلے دھلائے جاویں اور کھانا بھی اول میزبان کے سامنے رکھا جاوے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے تو امام مالکؒ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ پہلے میرے ہاتھ دھلاؤ۔ اور میرے سامنے کھانا پہلے رکھو، کیونکہ مقصود مہمان کو راحت دینا ہے اور مہمان کو راحت اسی میں ہے کہ پہلے میزبان ہاتھ دھوئے اور کھانا شروع کرے۔ اس سے مہمان بے تکلف ہو جاتا ہے۔

جاہل صوفی کی مثال

ارشاد۔ جاہل صوفی کی مثال اگرچہ وہ تر ہے مگر جمنا کی بھنور کی مانند ہے کہ لوگوں کے ایمان کو غرق کرتا ہے اور عالم خشک کی مثال جمنا کے ریت کی مانند ہے کہ گو خشک ہے مگر اس میں کوئی غرق نہیں ہوتا۔

فضیلت علم

ارشاد۔ فضیلت علم کا منشاء یہ ہے کہ وہ شرط عمل ہے، کیونکہ عبادت بدون علم کے نہیں ہو سکتی اور جو ہوتی ہے، وہ عبادت کی محض صورت ہوتی ہے حقیقت نہیں ہوتی، باوجود اس کے لوگ علم کی طرف توجہ نہیں کرتے، اگر کسی کو دین کی طرف توجہ کی توفیق ہوتی ہے تو وہ مسجد بنوا دیتا ہے اور مسجدیں یتیم رکھتا ہے مدارس

کی امداد نہیں کرتا، چنانچہ لوگ مسجد میں تو تیل بہت دیتے ہیں مگر طلبہ کی خدمت نہیں کرتے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔

بھلائی ہی پر ہمیشہ جمے رہنا چاہیئے

ارشاد۔ فرمایا کہ تم بھلائی سے کیوں باز آتے ہو، جب وہ بُرائی سے باز نہیں آتا، مطلب یہ کہ وہ تو بُرائی پر جما ہوا ہے اور تم سے بھلائی پر بھی جما نہیں جاتا، حالانکہ بھلائی ایسی چیز ہے کہ اس پر ہمیشہ جما رہنا چاہیئے۔

مریض کی اصلاح کا احسن طریقہ

ارشاد۔ مصلح اگر مریض کی بات کو مان کر اصلاح کرے تو مریض کا دل بڑھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نماز کی گرانی کو تسلیم کر کے گرانی کا علاج بتایا ہے، حالانکہ نماز میں کوئی گرانی کی بات نہیں۔ انہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین الخ

تعلق مع اللہ کی خاصیت

ارشاد۔ تعلق مع اللہ کی خاصیت تو یہ ہے ؎

آں کس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
زانکہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیم روز بیک جو نمی خرم

فیض جاریہ میں مدرسہ کو ترجیح ہے

ارشاد۔ چونکہ خانقاہ کے اندر بعد میں بدعات (مثلاً عرس، قوالی، گدی نشینی وغیرہ کا قصہ) ہونے لگتی ہیں، اس لیئے فیض جاریہ کے لیئے بجائے خانقاہ کے مدرسہ بنانا مناسب ہے جس میں اخلاق اور تعلیم سلوک کا کام کیا جاوے کہ وہی حقیقی مدرسہ بھی ہوگا، وہی خانقاہ بھی ہوگی، کیونکہ حقیقی مدرسہ وہ ہے جس میں علم کے ساتھ عمل کی بھی تعلیم اور نگہداشت ہو۔ بعض لوگ صرف تعلیم کی امداد کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں، یہ غلط ہے، بلکہ مدرسہ کی تعمیر اور طلبہ کے کھانے پینے، کپڑے کی امداد، سب صدقات جاریہ ہیں، کیونکہ سب سے تعلیم ہی کو امداد پہونچتی ہے۔

قرآن مطب روحانی ہے

ارشاد۔ قرآن مطب روحانی ہے اور مطب میں ترتیب نسخہ جات ضروری نہیں، قرآن کا طرز مصنفین کا نہیں، بلکہ معالجین کا سا طرز ہے۔

رفعِ شبہ تکلم اعضاءِ انسان

ارشاد۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ اعضاء، تو غیر ذی شعور ہیں۔ ان کو افعال و اعمال کی کیا خبر اور وہ کس طرح بولیں گے تو سمجھ لو کہ فونوگراف بھی تو غیر ذی شعور ہوتے ہیں، ان میں آواز کیسے پیدا ہو جاتی ہے وہ کس طرح بولتا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اعضاءِ انسانی میں بھی یہ خاصیت رکھی ہو کہ سارے اعمال اُن میں منقش ہو جاتے ہیں۔ پھر جب حق تعالیٰ اُن میں نطق کی قوت پیدا کر دیں گے تو فونوگراف کی طرح سب باتوں کو ظاہر کر دیں گے۔

اعمال مؤثر بہ تاثیرِ حقیقی نہیں

ارشاد۔ ہمارے اعمال محض علامات میں سے ہیں ان کو دیکھ کر ظنی طور پر یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کو نوازنا منظور ہے اور دوسروں کو نکالنا منظور ہے۔ باقی یہ اعمال مؤثر بہ تاثیرِ حقیقی ہرگز نہیں اور قرآن میں جو جابجا جزاءً بما کانوا یعملون فرمایا ہے۔ یہ ہمارا جی خوش کرنے کے لیے ہے۔

سنگدل اور قوی دل کا فرق

ارشاد۔ تجربہ ہے کہ شجاع یعنی قوی دل ہمیشہ رحمدل ہوتا ہے۔ سنگدلی اکثر بزدلوں میں ہوتی ہے بس عورتیں مردوں سے زیادہ رحمدل نہیں ہیں بلکہ ضعیف القلب ہیں اور مرد سنگدل نہیں ہیں بلکہ قوی القلب ہیں

الدنیا سجن المؤمن

ارشاد۔ عارفینؒ دنیا کو قید خانہ سمجھتے ہیں۔ اور ان کو یہاں سے نکلتے ہوئے وہی خوشی ہوتی ہے جو جیل خانہ سے نکلتے ہوئے ہوتی ہے

عجب کیا گر مجھے عالم بہ ایں مقصود زنداں ہو
میں وحشی بھی تو وہ ہوں لامکاں جس کا بیاباں ہے

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم　　راحتِ جاں طلبم وز پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے　　تا درِ میکدہ شاداں و غزل خواں بروم
مفلسانیم آمدہ در کوئے تو　　شیئاً للہ از جمالِ روئے تو
دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما　　آفریں بر دست و بر بازوئے تو

عارف کے لیے درحقیقت موت کا دن خوشی کا دن ہے بلکہ ترقی کر کے کہتا ہوں کہ مجرم بھی مسلمان کے لیے خوشی کا دن ہے، کیونکہ دنیا مصیبت کدہ ہے تو جو شخص مرتا ہے اس کی مصیبت کے دن کٹ رہے ہیں۔ اب آخرت میں جا کر راحتِ کاملہ حاصل ہوگی۔ اگر گنہگار مسلمان کو کچھ دن جہنم میں رہنا پڑے تو وہ بھی راحت ہے۔ کیونکہ مسلمان کے لیے جہنم

میں جانا تزکیہ ہے، عذاب نہیں ہے۔ جیسے یہاں حمام کا دخول تنظیف کے لیئے ہوتا ہے گو اس میں کچھ تکلیف بھی ہوتی ہے۔ یا یوں سمجھیئے کہ مسہل اور آپریشن میں کیسی تکلیف ہوتی ہے بعض لوگ رونے لگتے ہیں، مگر خوش بھی ہوتے ہیں کہ اس آپریشن کا انجام صحت و راحت ہے۔ اسی طرح گنہگار مسلمان کو بھی موت پر خوش ہونا چاہیئے۔ اور یہ سمجھ لے کہ اگر جہنم میں جانا بھی ہوا تو تزکیہ اور آپریشن کے لیئے جانا ہوگا جس کا انجام راحت و عافیت ہے۔

اولاد کے مرنے پر عارف کے رونے اور راضی رہنے کی حکمت

ارشاد۔ عارف کے نزدیک اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ اس کے مرنے پر رو دیا جائے۔ اور اُس کے ساتھ حق تعالیٰ کا بھی حق ادا کرتا رہے کہ دل میں راضی رہتا ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کی حکمت اُس پر منکشف ہو چکی ہے کہ اس سے میری تربیت منظور ہے کہ صفتِ رحم فنا نہ ہو بلکہ باقی رہے۔

ذاتِ حق کی تجلی کا اثر

ارشاد۔ جس پر ذاتِ حق کی تجلی ہوگی، وہ یقیناً سراپا احتیاج اور سراپا غلام بن کر کھانا کھائے گا اس کے ہاتھ سے اگر لقمہ گر پڑے گا تو فوراً صاف کر کے کھالے گا۔ اور ہرگز اس کو پڑا ہوا نہ چھوڑے گا۔

احکامِ شرعیہ کی مصالح وحِکَم دریافت کرنے کا طریقہ

ارشاد۔ شفیق باپ اپنے بچہ کو حکمتیں نہیں بتلایا کرتا، بلکہ جس کام میں اس کی مصلحت دیکھتا ہے۔ اس کا امر کرتا ہے، چاہے بیٹا حکمت سمجھے یا نہ سمجھے۔ اور اگر وہ سعادتمند ہے اور باپ کے احکام کی تعمیل کرنے لگا تو عمل کے بعد اس کو خود ہی ان احکام کے مصالح وحِکَم معلوم ہو جاویں گے۔ اسی طرح احکامِ شرعیہ کی مصالح وحِکَم دریافت کرنے کا یہ طریقہ نہیں کہ پہلے حکمتیں معلوم کرو، پھر عمل کرو۔ بلکہ عمل شروع کر دو عمل ہی سے تم کو حکمتوں کا علم بھی ہو جائے گا۔

احکامِ شرعیہ طبعی تقاضہ کے موافق

ارشاد۔ احکامِ شرعیہ عین تقاضائے طبعی کے موافق ہیں۔ صرف حدود میں

طبیعت منازعت کرتی ہے مگر یہ منازعت بے جا ہے۔ کیونکہ ہر کام کے لئے حدود کا ہونا ضروری ہے۔ بدون حد کے کوئی شے مستحسن نہیں۔ خصوصاً جبکہ یہ دیکھا جائے کہ حدودِ شرعیہ سے آگے ہلاکت ہے۔ یہیں سے معلوم ہوگا کہ احکامِ شرعیہ کی مخالفت سے دنیا کی بھی بے حلاوتی ہے، کیونکہ یہ مخالفت کرنے والا خود اپنی طبیعت کے خلاف کام کرتا ہے اور اس سے بڑھ کر کیا بے حلاوتی ہوگی کہ طبعی تقاضہ کو مردہ کیا جاوے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ مطیعین کی زندگی شاہانہ زندگی ہے کہ ان کا ہر کام طبیعت کے موافق ہے۔

اثرِ عشق

ارشاد۔ عشق میں بس اس کا ضابطہ تو رہ جاتا ہے کہ شرعی حدود پر رہے باقی سب رخصت۔

مضامینِ ملہمیہ کا ورود جنگل ہیں

ارشاد۔ مضامینِ ملہمیہ کا ورود جنگل میں زیادہ ہوتا ہے، شہر میں کم ہوتا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں قلب کو فراغ زیادہ ہوتا ہے۔ یا یہ کہ وہاں معاصی کا صدور کم ہوتا ہے

تجلیات وانوارات قابلِ التفات نہیں

ارشاد۔ کل ما خطر ببالك فهو هالك والله اجل من ذالك تمہارے دل میں جو کچھ بھی خطرہ آئے (جس میں تجلیات وانوارات سب داخل ہیں) وہ سب فانی ہیں۔ ادھر مشغول نہ ہو۔

رویتِ حق

ارشاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معراج میں رویت ہوئی ہے وہ رویت دنیا میں نہ تھی بلکہ آخرت میں تھی، کیونکہ عرش و سماوات مکانِ آخرت سے ہیں۔ ہاں قیامت میں البتہ ادراک ہوگا، قلب کو بھی، بصر کو بھی اور وہاں بھی تمہاری قابلیت کی وجہ سے ادراک نہ ہوگا بلکہ جب مرئی ہونا چاہینگے، اس وقت قابلیت عطا کردینگے ۔ داد او را قابلیت شرط نیست بلکہ شرطِ قابلیت داد اوست

مدعیان قوم کے نزدیک وقف علی الاولاد کا منشاء

ارشاد بعض مدعیان خیرخواہی قوم کے مسئلہ وقف علی الاولاد کی تحریک پر مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ایسا خیال حرام ہے بلکہ سلب ایمان کا اندیشہ ہے، کیونکہ اس شخص کے اس خیال کا منشاء صرف یہ ہے کہ مسئلہ میراث کو جو منصوص قطعی ہے مضر قوم اور خلافِ حکمت سمجھا جاتا ہے

چنانچہ اس وقت خیر خواہانِ قوم نے اس مسئلہ کے پاس کرانے کے لیے جن وجوہ کو پیش کیا تھا اُن میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس طرح جائداد حصے بخرے ہونے سے محفوظ رہتی ہے اور میراث کا سہام جاری ہونے سے جائداد کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں

مسئلہ میراث کو خلافِ حکمت سمجھنے کا راز

ارشاد۔ چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں ÷ خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں۔ یہ عقل کے کورے (یعنی احمق) مسئلہ میراث کو محض اس لیے خلافِ حکمت کہتے ہیں کہ اس سے جائداد کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ ارے عقلمندو! اگر حق تعالیٰ کو یہی مقصود ہو کہ مسلمان زمیندار نہ بنیں اور ان کے پاس مال و دولت جمع نہ ہو۔ اور جہاں کچھ سرمایہ اور جائداد جمع ہو جاوے اُس کو ٹکڑے کر کے متفرق کر دیا جاوے تاکہ مال و دولت کی کثرت سے مسلمان آخرت سے غافل نہ ہوں، تو تم اس کے حصے بخرے ہونے سے بچانے والے کون ہو حق تعالیٰ تو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ یوں سمجھتے رہیں والاخرۃ خیر وابقی۔ اور اس پر نظر کر کے دنیا کے اندر جمع کرنے کی فکر نہ کریں۔

شریعت نے مقصوداً مال جمع کرنے سے منع کیا ہے

ارشاد۔ شریعت نے مقصوداً مال جمع کرنے سے منع کیا ہے اور اس کو مسلمانوں کے لیے مضر بتلایا ہے الا من قال ھکذا وھکذا۔ مگر جو ادھر اُدھر تقسیم کرتا رہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اطمینانِ قلب کے لیے بھی مال جمع کرنا جائز ہے، مگر جواز سے اس کا مطلوب و مقصود ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اصل مقصود تو آخرت کی طرف مسلمانوں کا متوجہ ہونا ہے اگر کسی کو بدون مال جمع کیے اطمینان نہ ہوتا ہو تو اُس وقت دین ہی کی مصلحت سے جمع مال کی اجازت دی گئی ہے۔ کیونکہ بدون اطمینان کے دین کا کام بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جب جائداد حسبِ میراث شرعی تقسیم ہو کر دس گھروں میں پہونچے گی تو دس آدمیوں کو اطمینان نصیب ہوگا، بخلاف اس کے کہ اگر ساری جائداد ایک ہی گھر میں رہتی تو صرف اسی گھر کو اطمینان و دلجمعی ہوتی لہٰذا مسئلہ میراث خلافِ حکمت ہرگز نہیں۔

تراویح میں قرآن سُنانے کو خاص دخل ہے حفظ میں

ارشاد۔ تنہا پڑھنے سے حفظ باقی نہیں

رہتا۔ کچھ تراویح میں سنانے کو خاص دخل ہے حفظ میں۔

درجۂ مرادیت

ارشاد۔ جب طالب درجۂ مرادیت پر پہونچ جاتا ہے تو اگر فرض چھوڑ کر بھی سو جائے گا تو حق تعالیٰ اس کو نہیں چھوڑتے، فوراً خواب میں تنبیہ فرما کر وقت کے اندر اندر اس سے نماز پڑھوا لیتے ہیں۔

اس طریق میں نفع کی شرط

ارشاد۔ نفع اس طریق میں اس طرح ہوتا ہے کہ لذت و نفع پر نظر نہ کرے بلکہ کام ہی کو مقصود سمجھے۔ میں تو ایسے لوگوں سے جو ذکر میں مزا نہ آنے کی شکایت کرتے ہیں، کہہ دیا کرتا ہوں کہ میاں مزا تو مذی میں ہے، یہاں مزا کہاں، یہ تو لوہے کے چنے ہیں، اگر لوہے کے چنے چبانا ہو تو آؤ، اور اگر یہ منظور نہیں تو عشق کا نام نہ لو ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن　　دل بدستِ دگرے دادن و حیراں بودن

صوفیہؒ کی اصطلاح میں فانی کو کافر اور باقی کو مسلمان کہتے ہیں

ارشاد۔ فانی کو کافر کہتے ہیں یعنی کافر بالطاغوت، صوفیہؒ کے نزدیک ہر غیر حق طاغوت ہے جس کو وہ صنم اور بت سے تعبیر کرتے ہیں بس کافر وہ ہے جو حق سے نظر قطع کر چکا ہو اور اُن کی اصطلاح میں باقی کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور کفر و اسلام فنا و بقا کو اسی معنی کر حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں ؎

کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست　　ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زُنّار نیست

شریعت عقل و طبع دونوں کی رعایت کرتی ہے

ارشاد۔ شریعت عقل و طبع دونوں کی رعایت کرتی ہے۔ مثلاً کسی چیز کے فوت ہونے سے رنج پہونچے تو عقل رنج کرنے سے منع کرتی ہے کہ رنج کرنے سے وہ شے واپس نہیں آسکتی، تو رنج فضول ہے۔ اور طبیعت رنج کا تقاضہ کرتی ہے۔ مگر شریعت کہتی ہے کہ حزن بھی ہو مگر اس کو غالب نہ کرو۔ اسی طرح عقل کا مقتضا یہ ہے کہ فنائے دنیا سے کبھی غفلت نہ ہو مگر طبیعت غفلت کو مقتضی ہے کیونکہ فنائے دنیا کو بار بار دیکھنے سے اعتیاد سی ہو جاتی ہے اور جس چیز کی معتادات سی ہو جاتی ہے اس سے غفلت ہو جاتی ہے۔ مگر شریعت دونوں کی رعایت کر کے کہتی ہے کہ غفلت

کا تو مضائقہ نہیں، مگر نہ اتنی غفلت کہ احکامِ عقلیہ بالکل برباد ہو جائیں۔

ماعندکم ینفد وما عند اللہ باق کے معنی

ارشاد۔ ماعندکم ینفد وما عند اللہ باق۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو تمہارے پاس ہے وہ تو غیر کی چیز ہے یعنی امانت چند روزہ ہے جو ایک وقت میں تم سے چھین لی جاوے گی یا موت کے بعد وارثوں کو ملیگی اور جو ہمارے پاس ہے، واقع میں وہ تمہاری چیز ہے جو ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔

یادِ موت کی علامت

ارشاد۔ موت کی یاد یہ ہے کہ زیوروں کی کثرت سے نفرت ہو جاوے۔ گھر میں زیادہ سامان بکھیڑا اور ناگوار معلوم ہونے لگے جیسے سفر میں زیادہ اسباب بُرا معلوم ہوتا ہے۔

اس طریق میں ناکامی بھی حقیقۃً کامیابی ہے

ارشاد۔ اگر مرادت را مذاقِ شکر است ٭ بے مرادی نے مرادِ دلبر است۔ اس شعر کی توضیح میں فرمایا کہ یہاں ناکامی کو بے مرادی کہنا بھی عامل کے گمان کے اعتبار سے دنیا میں ہے۔ اور وہاں آخرت میں تو اس کو پوری مراد ملیگی۔ افسوس کہ ہم لوگ دنیا کے لیے ہر طرح کی تدبیر و سعی کرتے ہیں، جہاں ناکامی سراسر خسارہ ہے اور آخرت کے لیے سعی نہیں کرتے۔ جہاں ناکامی بھی کامیابی ہے۔

عمل بدون حال کی مثال

ارشاد۔ بدون حال کے محض عمل قابلِ اطمینان نہیں، عمل بلا حال کی ایسی مثال ہے جیسے ریل گاڑی کو مزدور دھکیل کرلے جائیں اور حال کیساتھ عمل کی ایسی مثال ہے جیسے انجن ریل گاڑی کو لے جائے

۵ صنما رہِ قلندر سزد ار بمن نمائی ٭ کہ دراز و دور دیدم رہ و رسمِ پارسائی

طاعت بلا منازعت سے طاعت بمنازعت افضل ہے

ارشاد۔ طاعت بلا منازعت سے طاعت بمنازعت افضل ہے، بوجہ مجاہدہ کے۔ اور یہ منازعت بھی ابتداء ہی میں ہوتی ہے۔ بعد رسوخ کے یہ منازعت بھی باقی نہیں رہتی بلکہ احکامِ الٰہیہ امورِ طبیعیہ بن جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہی ہے کہ ابتدائے منازعت کا مقابلہ کرنے کے بعد ثواب منازعت ہی کا ہمیشہ ملتا ہے کیونکہ اس نے تو اپنی طرف سے

مقاومت منازعت" کے دوام کا قصد کرکے عمل شروع کیا ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان جو روزہ نماز کا پابند ہے اس کا ارادہ یہی ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھوں گا، ہمیشہ روزہ رکھوں گا، خواہ نفس کو کتنا ہی گراں ہو۔

احکام میں منازعت کی وجہ عدم محبت نہیں بلکہ ناز ہے

ارشاد۔ انسان کو فطرۃً حق تعالیٰ سے محبت ہے اور مبتدی کو جو احکام میں منازعت ہوتی ہے۔ یہ خلاف محبت نہیں۔ بلکہ اس کا راز یہ ہے کہ محبت کی وجہ سے اس کو حق تعالیٰ پر ناز ہے اور یوں کہتا ہے کہ ایسے رحیم کریم نے میرے اوپر مصیبت کیوں ڈالی، ان کو تو مجھے آرام دینا چاہیئے۔

غیر مقصود کو مقصود بالذات بنانا عصیان باطنی ہے

ارشاد کیفیات نفسانیہ ذوق و شوق محمود تو ہیں مگر مقصود نہیں، اور غیر مقصود بالذات کو مقصود بالذات بنا لینا عصیان باطنی اور بدعت باطنیہ ہے۔

کمالِ علم سے علم جہالت ہوتا ہے

ارشاد۔ جب کمالِ علم حاصل ہوتا ہے اُس وقت معلوم ہوتا ہے کہ ہم جاہل ہیں۔ چنانچہ مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ عمر بھر پڑھنے پڑھانے کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہم جہلِ مرکب سے جہلِ بسیط میں آگئے۔

غیر مقلدوں کے خاص امراض اور اس کا ایک الزامی جواب

ارشاد۔ غیر مقلدوں میں یہ دو مرض زیادہ غالب ہیں ایک بدگمانی دوسرے بدزبانی اسی وجہ سے وہ ائمہ کو حدیث کا مخالف سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک تاویل و قیاس کے معنی ہی مخالفت حدیث ہیں۔ گو وہ مستند الی الدلیل ہی ہوں۔ اور اگر ان ہی کے اصول کو مانا جائے تو من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر اور لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بام الکتاب ان حدیثوں میں کوئی تاویل نہ ہوگی۔ اور سارے حنفی تارک صلوٰۃ ہوئے اور تارکِ صلوٰۃ کافر ہے، تو سب حنفی کافر ہوئے۔ نعوذ باللہ من ھذا الجہل۔

مشورہ کی برکت

ارشاد۔ اگر بڑا اپنے چھوٹوں سے مشورہ کیا کرے توانشاءاللہ غلطیوں سے محفوظ رہے گا۔ چہ جائیکہ چھوٹا اپنے بڑوں سے کرے، وہ تو بدرجۂ اولیٰ محفوظ ہوگا۔

افعالِ مذمومہ کا منشاء جس قدر زیادہ خبیث ہوگا اسی قدر افعال کا ذم بڑھ جائے گا اور اُس کی مثال

ارشاد۔ کفار میں ترکِ صلوٰۃ کا منشاء کفر، اور مسلمان میں اس کا منشاء کسل ہے اس لیے ترک صلوٰۃ میں وہ کافر نہیں ہوتا۔ اسی طرح کفار میں عدم اطعام کا منشاء انکار جزا و اجر ہے اور مسلمان میں بخل و طمع۔ جیسا کہ افعال حسنہ کفار میں بھی ہوتے ہیں مگر ان کا منشاء ایمان نہیں، اس لیے گو وہ دنیا میں ممدوح ہیں اور دنیا ہی میں ان کو ان پر اجر بھی مل جاتا ہے مگر آخرت میں مقبول نہیں، اور اگر وہی افعال مسلمان سے صادر ہوں تو احسن ہیں کیونکہ ان کا منشاء بھی حسن ہے پس افعالِ مذمومہ جو کافروں سے صادر ہوتے ہیں وہ تو کریلا اور نیم چڑھا کے مصداق ہیں کہ فعل بھی مذموم اور منشاء بھی خبیث۔

ارضاءِ خلق ایک مرض ہے

ارشاد۔ ارضاءِ خلق بھی ایک مرض ہے، گو کفر و نفاق کے ساتھ نہ ہو۔

مجاہدہ کا فائدہ اور ضرورت

ارشاد۔ شیخ کی تصدیق کے بعد اس کی ضرورت رہتی ہے کہ نفس کا امتحان کرتا رہے، بے فکر اور مطمئن نہ ہو جائے کیونکہ مجاہدہ وغیرہ سے نفس شائستہ تو ہو جاتا ہے مگر شائستہ ہو جانے کے یہ معنی نہیں کہ کبھی شرارت ہی نہ کرے۔ آخر شائستہ گھوڑا بھی کبھی شرارت اور شوخی کیا کرتا ہے۔ ہاں مجاہدہ کا فائدہ یہ ہے کہ نفس کی شرارت پہلے سے کم ہو جاتی ہے اور اگر کبھی شرارت کرتا ہے تو ذرا سے اشارہ میں سیدھا ہو جاتا ہے۔

فناء کی حقیقت

ارشاد۔ فناء کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اپنے ارادہ اور تجویز کو فنا کر دے یعنی اپنے ارادہ اور تجویز کو ارادہ و تجویزِ حق کے تابع کر دے۔ اور فنائے ارادہ سے مطلق ارادہ کا فنا کرنا نہیں ہے بلکہ اس ارادہ کا فنا کرنا

مقصود ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو یعنی جو ارادہ حق کے خلاف اور تجویز حق کے مزاحم ہو۔

شائستہ عنوان کی تعلیم

ارشاد۔ شریعت نے کبھی الفاظ کے ادب اور شائستگی کی بہت تعلیم دی ہے کہ ایسے الفاظ نہ استعمال کرو۔ جن میں بے ادبی و گستاخی کا ایہام بھی ہوتا ہو۔ چنانچہ عبدی و اُمتی کہنے کی ممانعت ہے اس کے بجائے فتایَ و فتاتی کہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ راعنا کہنے کی ممانعت ہے۔ انظرنا کہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور عقل کا مقتضا بھی یہی ہے۔ مثلاً کسی بادشاہ سے جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ میرے کل دانت گر گئے ہیں معبر کا یہ کہنا کہ اس کا سارا خاندان آپ کے سامنے مرجائے گا۔ اس کا نتیجہ جیل خانہ جانا ہوگا۔ اور بجائے اس کے (دوسرے معبر کا) یہ کہنا کہ حضور کی عمر اپنے خاندان میں سب سے زیادہ ہوگی موجب خلعت و انعام ہوگا۔

ادب سماع

ارشاد۔ یہ بات آداب سماع میں سے ہے کہ جس شعر پر کسی کو وجد ہو اُسی کو مکرر پڑھتے رہیں۔ جب تک کہ وجد کو سکون نہ ہو، ورنہ صاحب وجد کو قبض شدید ہو جاتا ہے۔ جس سے بعض دفعہ نوبت موت کی آجاتی ہے۔ اور اسی جم سے یہ بھی آداب میں سے ہے کہ جب صاحب وجد کھڑا ہو تو سب کھڑے ہو جاویں تاکہ موافقت سے اس کو بسط ہو۔ اور مخالفت سے قبض نہ ہو۔

سماع سے موت کے اقتران کی وجہ

ارشاد۔ بعض وقت موت کا اقتران سماع سے صرف ظاہری ہوتا ہے اور حقیقت میں سبب موت بسط نہیں ہوتا۔ بلکہ ضعفِ قلب وغیرہ ہوتا ہے۔

موت کے وقت تفویض سے کام لینا کمال ہے

ارشاد۔ بعض اہل محبت نے سماع میں موت آنے کی تمنا اس لیے کی کہ اُس وقت محبت کو ہیجان ہو جاتا ہے اور موت لذت کے ساتھ آتی ہے، لیکن جو حضرات محقق اور مقتدا ہیں وہ ہر پہلو پر نظر رکھتے ہیں اس لیے وہ اس کی تمنا نہیں کرتے، بلکہ تفویض سے کام لیتے ہیں اور خود کوئی صورت تجویز نہیں کرتے۔

حضرات صحابہؓ کے مکالمہ و مناظرہ کا رنگ

تحقیق۔ حضرات صحابہؓ کے مکالمات و مناظرات کا رنگ یہی تھا کہ تکرارِ حق سے ان پر حق واضح ہو جاتا تھا، بحث و تمحیص کی ضرورت نہ ہوتی تھی چنانچہ مناظرہ قتال مرتدین اس کی دلیل ہے۔

ذوق و مناسبت ایک نعمت ہے لیکن شرطِ مقبولیت نہیں

تحقیق محبت طبیعہ کا دار مدار مناسبتِ باطنی پر ہے اور مناسبت باطنی کسی کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے (وھذا ھو الاکثر لا بمانی العوام ۱۲) اور بعض کو کسی سے بھی مناسبت نہیں وہ محض خشک لکڑی ہیں جیسے نجدی مگر ان کو بھی ناقص نہ سمجھو، کیونکہ ذوق و شوق شرطِ مقبولیت نہیں ہاں نعمت ضرور ہے کیونکہ اس سے عمل میں سہولت ہو جاتی ہے جیسے حسن ظاہری نعمت تو ہے مگر شرط قبول نہیں، گنجے بدصورت کو بھی قرب حق ہو سکتا ہے، اسی طرح ذوق و مناسبت ایک حسن باطنی ہے، اگر کسی کو حاصل ہو جائے تو نعمت ہے لیکن اگر کسی کو حاصل نہ ہو تو کوئی نقص نہیں کیونکہ قرب و رضائے حق کا مدار محبت عقلیہ پر ہے یعنی اطاعتِ احکام پر۔ اگر کسی کو ذوق باطن بالکل نہ ہو لیکن احکام کو پوری طرح بجالاتا ہو تو وہ ناقص نہیں بلکہ کامل ہے۔

طریق باطن کسے کہتے ہیں

تحقیق۔ طریق باطن ذوق و شوق کا نام نہیں بلکہ مداومتِ ذکر اور اطاعت احکام و ملکاتِ باطنہ مثل توکل و رضا و شکر وغیرہ کا نام ہے۔

دوامِ عمل داعیہ جذبِ الٰہی سے ہوتا ہے

تحقیق۔ عادۃ اللہ یہ ہے کہ جب مسلمان کسی عملِ شرعی کا اہتمام کرتا ہے تو حق تعالیٰ چند روز کے بعد اس کو طبعی بنا دیتا ہے کہ دل میں ایک داعیہ ایسا پیدا ہو جاتا ہے جو اس سے بالاضطرار کام کراتا رہتا ہے اور میری اس تحقیق سے کہ دوام عمل داعیہ جذب الٰہی سے ہوتا ہے عجب و کبر کی بھی جڑ کٹتی ہے۔ پس جو لوگ نماز و ذکر وغیرہ کے پابند ہیں وہ اس کو اپنا کمال نہ سمجھیں بلکہ خدا تعالیٰ کا فضل و انعام سمجھیں کیونکہ بدون اس داعیہ کے ہمارے ارادہ و اختیار میں اتنی قوت نہیں جو دوامًا یہ اعمال عباد

ہوسکیں۔

قلب کی اول ہی کھٹک پر عمل کرنا چاہیئے

تحقیق۔ قلب کا یہ قاعدہ ہے کہ اول وہلہ میں اس کو جس قدر کراہت ونفرت ہوتی ہے دوسری مرتبہ میں ویسی نفرت نہیں ہوتی، اور اس میں جو کھٹک اول وہلہ میں پیدا ہوتی ہے اگر اس پر عمل نہ کیا گیا بلکہ اس کو دبا دیا گیا تو پھر یہ کھٹک کمزور ہوجاتی ہے۔

استخارہ کن امور میں مشروع ہے

تحقیق۔ استخارہ ان امور میں مشروع ہے جس کی دونوں جانبین اباحت میں مساوی ہوں اور جس فعل کا حسن وقبیح دلائل شرعیہ سے متعین ہو ان میں استخارہ مشروع نہیں ے

در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست

اور ے

ہم در شرور حاجت ہیچ استخارہ نیست

تنبیہ وزجر بقدر ضرورت ہونی چاہیئے

تحقیق۔ تنبیہ وزجر بقدر ضرورت ہونی چاہیئے۔ تین بار تنبیہ کرنا تو قدر ضرورت سے بھی زیادہ ہے چنانچہ بلعم باعور کے قصہ میں تین دفعہ تک تو انکار میں تنبیہ ہوئی چوتھی دفعہ میں تنبیہ نہ ہوئی۔

الاثم ماحاك فی صدرك کا عمل

تحقیق۔ جب علماء کسی فعل کے جواز و عدم جواز میں اختلاف کریں اور کوئی اسے واجب اور ضروری نہ کہے تو ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ اس کو ترک کردے کیونکہ اس اختلاف سے دل میں کھٹک ضرور پیدا ہوگی اور شریعت کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ الاثم ماحاك فی صدرك کہ گناہ وہ ہے جس سے تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو۔

حکم اجازت حزب البحر

تحقیق۔ بعض لوگ نہایت اہتمام سے حزب البحر کی اجازت لیتے پھرتے ہیں۔ یہ بھی پیرجیوں کے ڈھکوسلے ہیں، یہ اعمال مندوبات ہوں مگر اب تو یہ سب قابل ترک ومنع ہیں کیونکہ لوگ غلو کرنے لگے ہیں اور حد سے بڑھنے لگے ہیں چنانچہ عام طور پر قلوب میں اعتقاد حزب البحر کی ایسی وقعت ہے کہ ادعیہ ماثورہ کی وہ وقعت نہیں۔

الصوفی لامذہب لہٗ کے معنی

تحقیق۔ الصوفی لامذہب لہٗ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صوفی لامذہب ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ محتاط ہوتا ہے اور ہر مسئلہ میں احتیاط کی جانب کو اختیار کرتا ہے، ورع وتقویٰ اسی کا نام ہے۔ ہمارے فقہاء نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ رعایۃ الخلاف والخروج منہ اولیٰ مالم یرتکب مکروہ مذہبہٗ کہ اختلاف سے نکلنا مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو۔

تاویل حق کی شناخت

تحقیق۔ تاویل حق وہ ہے جو بے ساختہ قلب میں آجاوے اور اس کے لئے کوشش نہ کی جاوے اور کوشش کو جاری نہ رکھا جاوے اور جس تاویل کے لیے کوشش کرنا اور اس کو جاری رکھنا پڑے وہ تاویل نہیں بلکہ تعلیل ہے یعنی دل کا بہلانا پھسلانا ہے۔

اذن بطیب نفس کی حقیقت

تحقیق۔ اذن بطیب نفس کی حقیقت یہ ہے کہ دوسرے کو عدم اذن پر بھی قدرت ہو اور تجربہ یہ ہے کہ یہاں کے مرید پیر کے استیذان کے بعد عدم اذن پر قادر نہیں ہوتا، اس لیے یہ اذن معتبر نہیں، پس آج کل اذن پر بھی بدون شہادتِ قلب عمل نہ کیا جاوے۔

امر وشفاعت کا درجہ

تحقیق۔ امرِ وشفاعت کا درجہ یہ ہے کہ امر کی اطاعت واجب ہے اور شفاعت میں قبول وعدم قبول کا اختیار ہے، مثال اس کی قصۂ مغیثؓ وبریرہؓ ہے۔

بعض دفعہ مشکوک رقم رکھ لینے سے رزق سے محرومی ہوجاتی ہے

تحقیق۔ صاحبو! یاد رکھو! بعض دفعہ ایک روپیہ ایسا رکھنا جس سے دل میں کھٹک تھی رزق سے محرومی کا سبب ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان کیا کرتے ہیں کہ اس کو ہم پر بھروسہ ہے یا اسباب پر نظر ہے اس لیے بعض دفعہ ایسی چیز بھیجتے ہیں جس میں شبہ ہو جس کے متعلق اس شئے دل میں کھٹک ہو، اب اگر اس نے کھٹک کی وجہ سے اس کو واپس کردیا تو حق تعالیٰ فتوحات کا دروازہ کھول دیتے ہیں ورنہ باب مسدود ہوجاتا ہے۔ اگر انسان تقدیر پر نظر رکھے تو اس کے نزدیک جمع کرنا اور

واپس کرنا یکساں ہو جاوے بلکہ خرچ کرنے کو زیادتِ رزق کا سبب سمجھے گا تقلیل کا سبب نہ سمجھے گا۔

دعوت قبول کرنے کی شرط

تحقیق۔ شبہ کا مال کبھی نہ لینا چاہیئے خصوصاً جہاں دعوت قبول کرنے میں علم کی توہین و تذلیل ہوتی ہو، وہاں تو ہرگز نہ جانا چاہیئے۔

معیار صحت تاویل

تحقیق۔ اگر کسی رقم سے دل میں کھٹک ہو اور اول ہی سے یہ نیت ہو کہ کسی طرح یہ مل جاوے اور اس کا لینا جائز ہو جائے اس کے بعد استفتا، کیا جاوے تو اب چاہے کتنے فتوے جواز کے آجاویں اس کو ہرگز نہ لو، اور اگر اول سے یہ نیت ہو کہ خدا کرے اس کا لینا جائز ہو اس کے بعد استفتا، کیا جاوے تو اب اگر فتوی سے اجازت ہو جاوے تو لیلو، یا کم از کم دونوں جانبین مساوی ہوں، نہ لینے کی نیت ہو، نہ واپس کرنے کی، بلکہ نیت یہ ہو کہ فتوی سے جو ثابت ہو جاوے گا، ویسا ہی کریں گے، تب بھی لینا جائز ہے اگر فتوے سے اجازت ہو جاوے۔

جس مباح کے کرنے سے دین پر حرف آتا ہو یا فسادِ عوام کا اندیشہ ہو، اس مباح کا ترک واجب ہے

تحقیق۔ جس مباح سے فسادِ عوام کا اندیشہ ہو اس مباح کا ترک واجب ہو جاتا ہے خصوصاً ایسا مباح جس کے کرنے سے دین پر حرف آتا ہو، کسی طوائف کی جائداد کو مدرسہ میں لے لینا، گو کسی تاویل سے اس کا ہبہ جائز ہو۔

مدرسہ کے چلانے میں صرف رضائے حق کو مقصود سمجھو مخترع ثمرات کے خیال کو نکال ڈالو

تحقیق۔ آج کل اہلِ مدارس نے مخترع ثمرات کو مطلوب سمجھ رکھا ہے کہ ہمارا مدرسہ

بارونق ہو، اس میں پانچ سو طلبہ ہوں، پچاس مدرس ہوں۔ اور ایسی عمارت ہو، اور ہر سال اس میں سے اتنے طلباء فارغ ہوں اور یہ باتیں بدون زیادہ رقم کے ہو نہیں سکتیں، تو اب ہر وقت ان کی نظر آمدنی پر رہتی ہے اور جہاں سے بھی چندہ آتا ہے رکھ لیا جاتا ہے یہ خیال ہوتا ہے کہ حرام اور مشتبہ مال کو واپس کرنا شروع کردیں تو اتنی آمدنی کس طرح ہوگی جو اتنے بڑے کارخانہ کو کافی ہوسکے، بس یہی جڑ ہے اس جڑ کو اکھاڑ پھینکو، اور ثمرات پر ہرگز نظر نہ کرو، نہ زیادہ کام کو مقصود سمجھو، بلکہ رضائے حق کو مقصود سمجھو، مدرسہ رہے یا نہ رہے۔

جو کام کرو رضائے حق کے ساتھ کرو، ورنہ ترک کرو

تحقیق۔ ایک زمانہ میں مدرسہ دیوبند کے خلاف دیوبند میں بڑی شورش تھی۔ اہلِ قصبہ کا مطالبہ تھا کہ ایک ممبر کا اضافہ ہماری مرضی کے موافق ہو، اور بعض اہلِ شوریٰ نے اس مطالبہ کے مان لینے کی تحریک بھی کی، لیکن حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ ہم کو مدرسہ مقصود نہیں، رضائے حق مقصود ہے اور نااہل کو ممبر بنانا معصیت ہے جو خلاف رضائے حق ہے اس لئے ہم اپنے اختیار سے ایسا نہ کریں گے کیونکہ اس پر ہم سے مؤاخذہ ہوگا، اگر اہلِ شہر کے فتنہ سے مدرسہ بند ہوگیا تو اس کے جواب دہ قیامت میں وہ خود ہوں گے، کیونکہ ان کے ہی فعل کا نتیجہ ہوگا، ہم سے اس کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔ حضرتؒ نے جس علم کی طرف اس تحریر میں اشارہ فرمایا ہے وہ بہت بڑا علم ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ ثمرات مقصود نہیں، صرف رضائے حق مقصود ہے۔ نہ مدرسہ مقصود ہے نہ طلباء کی کثرت مطلوب ہے، نہ عمارت مقصود ہے، صرف رضائے حق مطلوب ہے، اگر رضائے حق کے ساتھ یہ کام چلتے رہیں تو چلاؤ اور حسب ہمت اور طاقت اس میں کام کرتے رہو اور جو کام طاقت سے زیادہ ہو اس کو الگ کرو۔

ثمرات مقصود نہیں صرف رضائے حق مقصود ہے

تحقیق۔ اسی طرح اگر کوئی بچہ بیمار ہو تو دوا دارو کرو مگر ثمرہ متعین نہ کرو کہ یہ اچھا ہی ہو جاوے بلکہ معالجہ محض رضائے حق کے لیے کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کا یہ حق رکھا ہے کہ بیماری میں ان کی خدمت کرو، علاج کرو۔

ثمرہ پر نظر نہ کرو۔ اسی طرح ذکر و شغل میں لگو تو رضائے حق پر نظر رکھو، لذت و شوق وغیرہ کو مطلوب نہ سمجھو، اگر قبض ہو تو خوش رہو، بسط ہو تو خوش رہو، کیفیات نہ ہوں تو خوش رہو، کیفیات ہوں تو خوش رہو سے

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو ؛ دل شدہ مبتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو
ناخوش تو خوش بود بر جان من دل فدائے یار دل رنجانِ من

وقف علی الاولاد کے کفر ہونے کی صورت

ارشاد۔ مسئلہ میراث کو خلاف حکمت سمجھ کر وقف علی الاولاد کرنا کفر ہے۔ شیطان اسی واسطے تو کافر ہوا تھا۔ کہ اس نے حکم خداوندی کو خلاف حکمت سمجھا تھا حالانکہ مسئلہ میراث میں بڑی راحت کی تعلیم ہے کہ تم مرنے کے بعد کی فکر نہ کرو، تم پاؤں پھیلا کر سو رہو۔ ہم تمہاری جائداد وغیرہ کو اقارب میں خود مناسب طور پر تقسیم کر دیں گے چنانچہ آباءکم و ابناءکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا۔ میں اس کی تصریح ہے۔

نفع لازم مقدم ہے نفع متعدی پر

ارشاد۔ نفع متعدی نفع لازم سے افضل ہے۔ یہ قاعدہ اُس شخص کے لیئے ہے جو نفع لازم سے فارغ ہو گیا ہو۔ اور نفع متعدی میں مشغول ہونا اُس کے لیئے نفع لازم میں خلل انداز نہ ہوتا ہو۔ جیسے پڑھانا۔ اسی کے واسطے افضل ہے جو پڑھنے سے پوری طرح فارغ ہو چکا ہو اور اُس کو اساتذہ کہدیں۔ کہ اب تم اس لائق ہو کہ دوسروں کو پڑھاؤ۔ نفع متعدی میں فضیلت اسی واسطے ہے کہ وہ نفع لازم کا ذریعہ ہے اسی لیئے جس وقت نفع متعدی سے نفع لازم کا ذریعہ ہونے کی اُمید نہ ہو اُس وقت نفع متعدی کے بھی ترک کا حکم ہے۔ اہل طریق کا اجماع ہے کہ جو شخص دوسروں کی تربیت کرتا ہو اس کو لازم ہے کہ ایک وقت اپنے لیئے یک سوئی اور خلوت کا ضرور مقرر کرلے۔ ورنہ نسبت مع اللہ ضعیف ہو جاوے گی۔ معلوم ہوا کہ اصل مقصود نفع لازم ہے اور نفع متعدی مقصود نہیں، بلکہ مقصود کا ذریعہ ہے۔

توحید وجودی یا توحید حالی مطلوب نہیں

ارشاد۔ توحید وجودی توحید مطلوب کا کوئی درجہ نہیں۔ آج ۶۵ سال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی جس پر میں بے حد مسرور ہوں۔ عام طور پر

لوگ وحدۃ الوجود کی حقیقت یہی سمجھتے ہیں کہ غیر حق کے وجود سے طبعی اثر بھی نہ پیدا ہو مگر یہ بات نہیں ہے بلکہ وحدۃ الوجود (جس کو توحید حالی بھی کہتے ہیں) کا اثر صرف یہ ہے کہ عقلاً متاثر نہ ہو۔ اور اس کی وجہ سے عقلاً فکر و سوچ میں نہ پڑے، ورنہ طبعی تاثر ضرور ہوتا ہے۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ موحد کامل کون ہوگا، مگر طبعی تاثر آپ کو بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ اپنے صاحبزادہ کے انتقال سے متاثر ہوئے جس کو خود ان الفاظ سے آپ نے ظاہر فرمایا انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون۔

مبتدی و منتہی و متوسط کا فرق تاثر و عدم تاثر میں

ارشاد۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ جب مبتدی کو بھی طبعی تاثر ہوتا ہے اور کامل کو بھی تو پھر دونوں میں فرق کیا ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مبتدی کا تاثر تو ایسا ہے جیسے بچہ کے ذرا زخم ہو جاوے اور اس میں سے خون نکل پڑے تو گھبرا کر روتا ہے کہ ہائے خون نکل آیا، اور سمجھتا ہے کہ بس اب جان نکل جائے گی۔ اور متوسط کی ایسی حالت ہے جیسے کسی کو کلورا فارم سنگھا کر آپریشن کیا جاوے۔ وہ نشتر لگنے سے ظاہر میں متاثر نہیں ہوتا، اور ناواقف سمجھتا ہے کہ بڑا بہادر ہے۔ اور منتہی کے دل کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کو بدون کلورا فارم سنگھائے آپریشن کیا جاوے۔ اس کے منہ سے آہ نکلتی ہے اور نشتر لگنے سے متاثر ہوتا ہے، تکلیف کا احساس ہوتا ہے لیکن فکر و سوچ نہیں ہوتی۔ اور وہ اس سے گھبراتا بھی نہیں، بلکہ دل سے راضی اور خوش خوش نشتر لگواتا ہے۔

تصوف کا ہر شخص اہل ہے

ارشاد۔ اس طریق کی استعداد اور مقصود تصوف کی قابلیت ہر مسلمان میں ہے کیونکہ تصوف کا مقصود اصلی ادائے مامور بہ ہے اور مامور بہ کا اختیاری ہونا ضروری ہے اور امر اختیاری کا ہر شخص اہل ہے۔

تصوف نام ہے مقامات کا

ارشاد۔ تصوف لوٹنے پوٹنے کا نام نہیں ہے بلکہ مقامات کا نام تصوف ہے اور مقامات یہی ملکات ہیں، اخلاص و رضا و تواضع وغیرہ ان کو حاصل کرو۔ اور ان کی اضداد۔ یا کبر، اعتراض، وغیرہ سے نکل جاؤ۔ بس صوفی ہو گئے۔

اسلامی شان وشوکت کے معنی

ارشاد۔ ایسے افعال کا بجالانا جن میں عقل کو دخل نہ ہو یا کم ہو۔ اور شان تعبدی زیادہ ہو۔ موجب اطاعت زائدہ اور علامت عبدیت کاملہ ہے۔ اور جس قدر ہماری عبدیت کا ظہور ہوگا۔ حق تعالیٰ کی عظمت کا انکشاف زیادہ ہوگا۔ ہم پہ بھی دوسروں پر بھی یہی اسلامی شان وشوکت ہے۔ اسلامی شان وشوکت، توپ خانہ اور سرخ جھنڈے سے نہیں بلکہ عبدیت کے اظہار سے ہے کیونکہ اسلام کے معنی ہیں۔ گردن بہ طاعت نہادن۔ ظاہر ہے کہ اس معنی کی شان وشوکت تو یہی ہے کہ کمال عبدیت اور نہایت فنا کا ظہور ہو۔ اور یہ معنی حج وقربانی دونوں میں مشترک ہیں۔ اسی لیے یہ دونوں شعائر اسلام کہلاتے ہیں۔

حج وقربانی کی تعظیم کے معنی

ارشاد۔ حج کی تعظیم تو یہ ہے کہ رفث وفسوق وغیرہ سے اجتناب کیا جاوے، یہ معنوی تعظیم ہے اور اضحیہ کی تعظیم دو طرح ہے۔ صورۃً بھی معنیً بھی معنوی تعظیم تو یہ ہے کہ اس میں اخلاص کا اہتمام کیا جاوے اور صوری تعظیم یہ ہے کہ قربانی کا جانور بہت اچھا اور عمدہ ہو۔

مکہ ومدینہ کی حقیقت

ارشاد۔ مکہ کی حقیقت تجلی الوہیت اور مدینہ کی حقیقت تجلی عبدیت ہے اور عارف ہر وقت اپنے اندر تجلی الوہیت اور تجلی عبدیت کا مشاہدہ کرتا ہے وہ جہاں بیٹھے گا مکہ ومدینہ اس کے ساتھ ہے مگر جو محقق ہے وہ صورت کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا بلکہ حتی الامکان صورت ومعنی دونوں کے جمع کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔

روح وصورت حج

ارشاد۔ روح حج وصول الی اللہ ہے جس کی صورت یہ حج بیت اللہ ہے۔

رمضان کے اعمال برائے تخلیہ وتحلیہ ہیں

ارشاد۔ روزہ برائے تخلیہ رذائل ہے، کیونکہ روزہ سے قوت بہیمیہ منکسر ہوتی ہے اور معاصی سے رکاوٹ ہوتی ہے اور دل میں رقت پیدا ہوتی ہے، صلوٰۃ وتراویح برائے تحلیہ ہے کیونکہ تکثیر صلوٰۃ سے انسان کے اندر اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور انوار طاعات زیادہ ہوتے ہیں اور قرآن کی تلاوت سے بھی قلب میں نور پیدا ہوتا اور زنگ دور ہوتا ہے۔

وقوفِ عرفات کی حقیقت

ارشاد: حج اسی کا نام ہے کہ ۹ رذی الحجہ کی نصف النہار کے بعد سے ۱۰ رذی الحجہ کی صبح تک کسی ایک منٹ میں ایک قدم عرفات کے اندر رکھدے، بس اسی وقتِ مذکور میں اگر کسی وقت بھی ایک قدم عرفات میں پڑ گیا خواہ جاگتے ہوئے یا سوتے ہوئے، ہوش میں یا بیہوشی میں تو حاجی بن گئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقوفِ عرفات کی حقیقت حاضریٔ دربارِ شاہی ہے جب ہی تو اس میں اور کچھ شرط نہیں، صرف ایک قدم وہاں ڈال دینا شرط ہے۔

حکمت ابقاء نوعِ انسانی

ارشاد۔ ابقاء نوعِ انسان سے ظہورِ اسماء و صفات باری تعالیٰ مطلوب ہے۔

اصل مقصود عمل ہے نتیجہ مقصود نہیں

ارشاد۔ یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل مقصود عمل ہے ترتبِ نتیجہ مقصود نہیں، یہ سالکین کے بہت کام کی بات ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو حکم تھا ذبح کا، اور ذبح پر ثمرہ کا ترتب وقوع کہاں ہوا، صرف قصد ذبح اور سعی فی الذبح کا تحقق ہوا تھا مگر اسی کے فعلِ کامل ہونے کی تصدیق کی گئی۔

مسلمان کا کمال

ارشاد۔ مسلمان کا یہی بڑا کمال ہے کہ باوجودیکہ ذبح کے وقت اس کے دل میں رقت ہے اور جانور کی صورت دیکھ کر دل پسیج رہا ہے پھر بھی وہ خاموش کھڑا ہو کر حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں مشغول ہے۔

وضع کی پابندی علامت وجود تکبر کی ہے

ارشاد۔ بعض لوگ جو وضع کے پابند ہیں اُن کا دل بھی پابند ہوتا ہے کہ میدانِ عشق میں ترقی نہیں کرتا کیونکہ ان لوگوں میں تکبر ہے جو سدِّ راہ ہے اور بعض لوگ وضع سوز ہوتے ہیں، ان کا دل تکبر سے پاک ہوتا ہے بشرطیکہ وضع سوز ہی ہوں، شرع سوز نہ ہوں۔

شوخی و متانت کی حقیقت

ارشاد۔ شوخی علامت ہے روح کے زندہ اور نفس کے مردہ ہونے کی، اور متانت علامت ہے نفس کے زندہ اور روح کے مُردہ ہونے کی۔

عشاق کا درجہ قرب میں عمال سے زیادہ ہے

ارشاد۔ یاد رکھیے عشاق کا درجہ قرب میں عمال سے بڑھا ہوا ہے گو مناصب عمال کے زیادہ ہیں، اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک تو ایاز تھا اور ایک حسن میمندی تھا، اختیارات حسن میمندی کے زیادہ تھے کیونکہ وہ وزیر تھا، مگر قرب سلطان ایاز کو زیادہ تھا۔

عشق کے لیئے امتیاز سدِّ راہ ہے

ارشاد۔ عشق کے لیئے امتیاز سدِّ راہ ہے امتیاز سے شہرت ہوتی ہے اور شہرت بہت سی بلاؤں کا پیش خیمہ ہے ؎

اشتہارِ خلق بندِ محکم است
بندِ ایں از بندِ آہن کے کم است

احکام شرعیہ میں طبعی جذباتِ انسانی کی رعایت ہے

ارشاد۔ امتیاز طبعی خاصہ انسان کا ہے اور طبعی جذبات کو بالکل فنا کر دینے سے تکلیف ہوتی ہے سو حق تعالیٰ تکلیف دینا نہیں چاہتے اور طبعی جذبات کی رعایت کر کے احکام شرعیہ مقرر فرمائے ہیں۔

حج و قربانی کی روح

ارشاد۔ قربانی کی غایت صرف خدا کے نام پر جان کا فدا کرنا ہے۔ پس روح قربانی کی نذر الی اللہ ہے۔ اسی طرح حج کی روح دیوانہ شدن ہے۔

علم مکاشفہ

ارشاد۔ علم مکاشفہ، علم حکمت و اسرار کو کہتے ہیں۔

علاجِ امساکِ باراں

ارشاد۔ اصل علاج امساکِ باراں کا وہ ہے جس کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

انما اللہ بیر تبدیل المزاج

یعنی اپنی حالت غفلت کو انابت الی اللہ سے بدلنا، اصل علاج یہ ہے، نری تمنا سے یا صدقہ سے کام نہیں چلتا کیونکہ صدقہ ایک مستحب فعل ہے اور مستحب سے مقدم واجبات کا ادا کرنا ہے۔ پس تم نے جو لوگوں کی موروثی زمین دبا رکھی ہے، لڑکیوں عورتوں کی میراث نہیں دیتے، شریکوں کا حق مار رکھا ہے پہلے اس سے توبہ کرو اور موروثی وغیرہ کو

چھوڑ دو پھر مستحبات کے درپے ہونا۔

حیوانات، جمادات، نباتات سب اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں، کوئی زبانِ قال سے کوئی زبانِ حال سے بقصد یا بلا قصد

ارشاد۔ کوئی زبانِ قال سے سوال کرتا ہے کوئی زبانِ حال سے بقصد، اور کوئی زبانِ حال سے بلا قصد شریعت میں بھی زبانِ حال سے قصداً سوال کرنے کی ایک نظیر موجود ہے حدیث میں ہے :۔ من شغلہ القران عن ذکری و مسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین۔ یعنی جو شخص قرآن میں اس درجہ مشغول ہو کہ اُسے ذکر و دعاء کی بھی فرصت نہ ہو، یا دعاء کی طرف التفات نہ ہو تو حق تعالیٰ اس کو سائلین سے زیادہ عطا فرماتے ہیں، کیونکہ تلاوت میں مشغول ہونا یہ بھی سوال بزبانِ حال قصداً ہے اور بلا قصد میں سب شامل ہیں، جمادات بھی، نباتات بھی اور ملحدین و متکبرین بھی، کیونکہ سب کی حالت حدوث و امکان بتلا رہی ہے کہ یہ کسی بڑی ہستی کے محتاج ہیں، جس کے قبضہ میں سب کا وجود و بقا ہے، چنانچہ ہر ملحد و متکبر کی حالت دیکھ لی جاوے تو معلوم ہوگا کہ وہ احتیاج میں سر سے پیر تک بندھا ہوا ہے، بس پورے طور سے یسئلہ من فی السموات والارض کل یوم ہو فی شان کی صداقت ظاہر ہوتی ہے، یہاں پر من کا استعمال تغلیباً ہے اور اگر اہلِ تحقیق کا قول لیا جاوے تو پھر تغلیب کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے نزدیک جمادات و نباتات وغیرہ سب ذوی العقول ہیں، غیر ذوی العقول نہیں، گو ان کی عقل اس درجہ کی نہ ہو جو تکلیف بالاحکام کے لیے کافی ہو مگر معرفتِ حق کے لیے ضرور کافی ہے چنانچہ حیوانات و جمادات و نباتات سب کے سب خدا کو پہچانتے ہیں، بلکہ انبیاء، اولیاء تک کو پہچانتے ہیں۔

خدا سے سوال کرنا ضرور چاہیے

ارشاد۔ کسی سے سوال نہ کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس کے خزانے میں کمی ہو یا اس میں شفقت و رحم نہ ہو یا سخاوت نہ ہو اور جس میں یہ سب باتیں موجود ہوں کہ اس کے خزانے بھی بے انتہا ہوں، شفقت و رحمت بھی کامل ہو، سخاوت بھی اعلیٰ درجہ کی ہو، اس سے سوال نہ کرنا تو بڑا غضب ہے، بس خدا تعالیٰ سے سوال ضرور کرنا چاہیے

عبادت کو عنوانِ دعاء سے تعبیر کرنے کا نکتہ

ارشاد۔ قرآن میں جابجا عبادت کو عنوانِ دعاء سے تعبیر کیا گیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ تم جو ہماری عبادت کرتے ہو حقیقت میں ہم سے مانگتے ہو، اسی لیۓ نداءِ غیر اللہ حرام ہے کہ وہ عبادت کی فرد ہے اور عبادتِ غیر حرام ہے۔

سوال کی حقیقت عبادت ہے اور صورت دعاء ہے

ارشاد یسئلہٗ من فی السمٰوات والارض میں معنی عبادت کو لفظ سوال سے جو تعبیر کیا گیا ہے اس میں نکتہ یہ ہے کہ مخلوق عبادت کر کے کچھ ہم پر احسان نہیں کرتی، بلکہ اپنا ہی بھلا کرتی ہیں کہ صورت سوال پیدا کر کے کچھ ہم سے لے لیتے ہیں، دوسرے اس میں اس پر بھی تنبیہ ہے کہ عبادت کے اندر سوال کی شان ہونا چاہیئے اور ظاہر ہے کہ سوال میں صورت بھی عاجزانہ ہوتی ہے دل میں بھی تقاضہ اور طلب ہوتا ہے، اور جس سے سوال کرتے ہیں اس کی طرف آنکھیں بھی لگی ہوتی ہیں، دل بھی ہمہ تن متوجہ ہوتا ہے کہ دیکھیۓ درخواست کا کیا جواب ملے تو یہی شان عبادت میں ہونا چاہیۓ، پس اس سے تکمیل عبادت کا طریقہ بھی معلوم ہوگیا کہ سوال کی حقیقت عبادت ہے اور صورت دعاء ہے۔

تشریعی سہولت کا بیان

ارشاد۔ تشریع میں دیکھیۓ کہ سب سے زیادہ ضروری ایمان ہے اس میں اس قدر سہولت ہے کہ عمر بھر میں ایک بار کلمہ شریف کا اعتقاد کر لینا اور زبان سے کہہ لینا کافی ہے۔ البتہ کسی وقت پھر اس کی ضد کا اعتقاد د اظہار نہ ہو۔ گو ہر وقت اس اعتقاد کا استحضار اور تکرار اظہار مکمل ایمان ہے جس سے درجات میں ترقی ہوگی، باقی نجات مطلقہ کو موقوف علیہ نہیں۔ بلکہ بعض کا قول یہ ہے اور وہی صحیح بھی ہے کہ محض تصدیق قلبی عند اللہ ایمان معتبر ہے مگر باوجود قدرت کے عدم اظہار معصیت ہے جس کا گناہ ہوگا۔ اور عند الناس یہ شخص احکام ظاہرہ میں کافر ہوگا یعنی نہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے، مگر عند اللہ یہ شخص مؤمن ہے گو عاصی بھی ہے لیکن ایمان عند اللہ کے لیۓ صرف تصدیق قلبی کافی نہیں، بلکہ یہ بھی شرط ہے کہ امارات تکذیب سے احتراز کیا جاوے مثلاً القاء مصحف فی القاذورہ۔ ایذاء رسول، مقاتلہ مسلمین وغیرہ۔

طریقہ تکمیلِ صوم

ارشاد۔ تکثیرِ ذکر بحالتِ صوم موجبِ کمالِ صوم ہے۔

مسلمانوں کے افلاس کی وجہ

ارشاد۔ کافر تو دُنیا ہی کو جانتا ہے۔ آخرت کو نہیں مانتا، اس لیئے وہ دنیا کا حریص نہ ہو تو اور کس چیز کا حریص ہو۔ بخلاف مسلمان کے کہ وہ آخرت کو بھی مانتا ہے اس لیئے وہ دنیا کا زیادہ حریص نہیں ہوتا، اسی لیئے مسلمانوں میں افلاس زیادہ ہے کیونکہ ان کو فکرِ کسب نہیں ورنہ کیا مسلمانوں کو کمانا نہیں آتا۔

خواصِ ایمان

ارشاد۔ ایمان کا خاصہ ہے کہ خوراک کو کم کر دیتا ہے۔ حرصِ مال بھی کم ہو جاتی ہے۔ نیز محبت دنیا کو سوختہ کر دیتا ہے۔

حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں اتباعِ سنت زیادہ ہے

ارشاد۔ اس زمانہ میں صوفیہ کے جس قدر سلاسل ہیں قریب قریب سب بدعات میں مبتلا ہیں۔ صرف حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ ہی ایسا ہے جو اتباعِ سنت کے ساتھ ممتاز ہے اور حاجی صاحبؒ کے خدام میں جو مبتدعین تھے، اُن سے سلسلہ ہی نہیں چلا۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ وہ حاجی صاحبؒ کے طریق پر نہ تھے۔ ورنہ ضرور فیض چلتا۔

سہولت تکوینی و تشریعی

ارشاد۔ جو امور تکویناً یا تشریعاً زیادہ ضروری ہیں وہ سب سے زیادہ سہل ہیں، تکویناً مثلاً ہوا، پانی غذا اور تشریعاً جیسے ایمان، روزہ، نماز وغیرہ۔

دینِ محمدیؐ میں تو راحت ہی راحت ہے

ارشاد۔ دین کے اختیار میں تو راحت ہی راحت ہے خصوصاً دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ وہ سب اُدیان سے افضل و اکمل و اسہل ہے، اس میں تو دشواری ہے ہی نہیں، بلکہ اس کے ترک میں رنج و کلفت ہے۔ اور دیندار کو جو کلفت پیش آتی ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ یہ محبوب کی طرف سے آئی ہے تو اس کو اس کلفت میں لذت آتی ہے ؎

از محبت تلخہا شیریں بود

معرفتِ اضطراری ایمان نہیں

ارشاد۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم میں معرفت اضطراریہ کا بیان ہے۔ اور معرفتِ اضطراریہ ایمان نہیں، بلکہ ایمان عملِ اختیاری کا نام ہے۔ اس معرفتِ اضطراریہ کی ایک مثال ہے جیسے دھوپ کو دیکھ کر ہر شخص اعتقادِ ضیا پر مضطر ہے۔ جس طرح اعتقادِ توحید میں ہر شخص مضطر ہے، گو کوئی دہری، کوئی ملحد، کوئی کافر، اس سے خالی نہیں۔ اور یہ اثر ہے عہدِ الست کا، گو زبان سے وجودِ صانع کا منکر ہے، مگر دل سے ان کو بھی اقرار ہے

مرضِ معمولی بوجہ عدمِ اہتمام مہلک ہے

ارشاد۔ اگر کسی مرض کو معمولی سمجھ کر ٹال دیا جائے اور اسکا علاج نہ کیا جاوے۔ یا اہتمام سے نہ کیا جاوے، تو وہی سخت خطرناک ہے، کیونکہ وہ اندر اندر جڑ پکڑے گا۔ پھر اخیر میں اہتمام و توجہ کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ زکام، کھانسی اول معمولی درجہ کی ہوتی ہے۔ پھر وہی رفتہ رفتہ دق اور سل کی صورت اختیار کر لیتی ہے جبکہ معمولی سمجھ کر ٹال دیا جاوے۔

آخرت کی رغبت کے وجوہ

ارشاد۔ ایک بات تو آخرت کی یہ قابلِ رغبت ہے کہ اس کی طلب بے کار نہیں جاتی۔ بلکہ ثمرہ ضرور مرتب ہوتا ہے۔ بخلاف دنیا کے کہ وہاں اس کا وعدہ نہیں۔ پھر یہ کہ طالبِ آخرت کو طلب سے زیادہ ملتا ہے۔ چنانچہ ایک عمل کا دس گنا ثواب تو ہر شخص کے لیے مقرر ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا اور بعضوں کو سات سو گنا بھی ملے گا جیسا کہ اس آیت میں ہے کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ پھر اس پر بھی بس نہیں بلکہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ فیضاعفہ اضعافاً کثیرۃ۔

جنت کی وسعت و تنعم

ارشاد۔ جنت میں اتنی وسعت ہے کہ سب سے ادنیٰ مسلمان کو بھی دنیا سے دس گنا رقبہ جنت میں ملے گا۔ نیز وہاں خدام اور اسبابِ تنعم بھی اس کثرت سے ملے گا کہ تمام مکان پُر ہوگا جس سے جی بالکل گھبرائے گا نہیں۔ بلکہ جی خوب لگے گا۔

مبالغہ فی الاعمال موجبِ تقلیلِ عمل ہے

ارشاد۔ صوفیہ نے خوب سمجھا ہے وہ کہتے ہیں کہ جہاں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے تکثیرِ عمل سے منع کیا ہے۔ وہاں حقیقت میں تکثیرِ عمل سے ممانعت نہیں بلکہ تقلیلِ عمل سے ممانعت ہے۔ کیونکہ اس مبالغہ کا انجام تقلیلِ عمل ہی ہے۔ اور بعض صوفیہ سے جو خود تکثیرِ عمل اور مجاہداتِ کثیرہ منقول ہیں۔ تو اس کا راز یہ ہے کہ ان کے لیے عمل صالح طبیعتِ ثانیہ اور غذا بن گیا تھا جس کی تکثیر موجبِ ملال اور تقلیل نہ تھی۔

طلبِ آخرت کی حقیقت

ارشاد۔ طلبِ آخرت کی حقیقت یہ ہے کہ آخرت کا دھیان اور دُھن رہے۔ اور یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ اور اس کے حصول کا سہل طریقہ یہ ہے کہ صحبت اہل اللہ اختیار کرو۔ گاہے گاہے اُن سے ملتے رہو۔ ان کے پاس بیٹھو، ان کی باتیں سنو، اُن سے تعلق رکھو۔ اور اگر یہ میسر نہ ہو، تو تذکرۃ اولیاء اللہ اس کے قائم مقام ہے۔

کثرتِ ضحک

ارشاد۔ ایاکم و کثرۃ الضحک فانہ یمیت القلب۔ ہنسنا جائز ہے، لیکن اس کی کثرت دل کو مردہ کر دیتی ہے ؎

دل زبر گفتن بمیرد در بدن
گرچہ گفتارش بود دُرِّ عدن

توجہ الی اللہ اصل مقصود ہے

ارشاد۔ ہمارے حضرات اپنی طرف ہمیشہ یہی قصد رکھتے ہیں کہ توجہ الی اللہ سب سے زیادہ ہو۔ اور کوئی شے اس سے مانع نہ ہو۔ بلا قصد کسی شے کی طرف توجہ ہو جاوے وہ اور بات ہے۔ توجہ للہ بجائے توجہ الی اللہ کے ہے۔ مگر عاشق کو کب گوارہ ہے کہ قصداً غیر کی طرف متوجہ ہو، عاشق کا مذاق تو یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دم بھی محبوب سے غافل ہونے کو گوارہ نہیں کر سکتا، اپنی طرف سے ہر دم ادھر ہی متوجہ رہتا ہے، خواہ محبوب متوجہ ہو یا نہ ہو ؎ ملنے کا اور نہ ملنے کا مختار آپ ہے، پر تم کو چاہیئے کہ تگ و دُو لگی رہے

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

می تراش۔ می خراش دھیان اور دُھن ہی کا ترجمہ ہے۔

بدنظمی بھی ایک قسم کا دوام ہے قابلِ ترک نہیں

ارشاد۔ اگر کوئی ایسا بدانتظام ہو جس سے نباہ کر کام نہ ہوتا ہو کبھی تو توجہ الی اللہ زیادہ ہوتی ہو، کبھی کچھ بھی نہیں ہوتا، معمولات بھی پابندی سے نہیں ہوتے، تو وہ بھی گھبرائے نہیں، کیونکہ حضرت استاد علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کا دوام جدا ہے ؎

دوست دارد دوست ایں شفتگی کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی

(یعنی ترک کلی سے کوشش بے ہودہ ہی اچھی)

اللہ تعالیٰ سے تعلق کس طرح رکھنا چاہیئے

ارشاد۔ بدنظمی اور عدم دوام ذکر تو کیا اگر گناہ بھی ہو جائے تو جب بھی یہ نہ سمجھو کہ مردود ہو گئے بلکہ پھر بھی اللہ تعالیٰ ہی کو لپٹو اور یہ سمجھو کہ گناہ کا علاج بھی وہی کر سکتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک بار وحی آئی کہ اے موسیٰ میرا محبوب بندہ وہ ہے جو مجھ سے ایسا تعلق رکھے جیسا بچہ ماں سے رکھتا ہے، پوچھا الٰہی یہ تعلق کیسا ہوتا ہے فرمایا کہ بچہ کو ماں مارتی ہے اور بچہ پھر بھی اسی کو لپٹتا ہے، پس گناہ کر کے بھی اس کو نہ چھوڑو بلکہ ان ہی سے لپٹو۔

دھیان اور دُھن کی ضرورت

ارشاد۔ افسوس کہ عوام تو کیا علماء میں بھی نماز روزہ تو ہے مگر دھیان اور دُھن اور اللہ تعالیٰ سے تعلق ان سے لوگوں کا لگنا، لپٹنا، محبت میں گھلنا یہ نہیں ہے اور بدون اس کے کام نہیں چلتا کیونکہ بدون اس کے نماز روزہ پر استقامت خطرہ میں رہتی ہے، ہر وقت نفس سے منازعت رہتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ منازعت کے ساتھ اول تو کام ہی خود دشوار ہوتا ہے پھر اس کے دوام کی امید نہیں، اور تعلق مع اللہ کے ساتھ منازعتِ نفس ختم ہو جاتی ہے اور دوامِ عمل کی امید غالب قریب بہ یقین ہو جاتی ہے ؎

سنا رہِ قلندر سزد ار بمن نمائی کہ دراز و دور دیدم رہ و رسمِ پارسائی

(رسمِ پارسائی سے مراد زہد خشک ہے اور رہِ قلندر سے مراد طریقِ عشق ہے)۔

دین بزرگوں کی نظر سے پیدا ہوتا ہے

ارشاد۔ اہلِ عشق میں امراضِ قلب تکبر و ریا، وغیرہ نہیں ہوتا، کیونکہ عشق سب کو جلا پھونک کر فنا کر دیتا ہے اور زاہدانِ خشک میں تکبر و عجب و ریا، وغیرہ بہت ہوتا ہے، اس لیے صحبتِ عشاق کی ضرورت ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

(حاشیہ صفحہ ۳۲۷) ؎ اس بدنظمی کو بھی جو دوام کہا گیا ہے یہ حدیث کے دوام کی تقسیم نہیں ہے بلکہ اس سے ضعیف کی تقویت مقصود ہے کہ اس غیر مقصود دوام سے وہ دوام مطلوب پیدا ہو جائیگا بحکم مقدمۃ الشئی فی حکم الشئی، اس کو مجازاً دوام فرمایا۔

ایک قاعدہ فقہیہ مع مثال

ارشاد۔ کسی مصلحت کے فوت ہونے یا کسی مفسدہ کے پیدا ہونے کے احتمال سے مباح مستحب کو ناجائز کہنے کا ہر کسی کو حق نہیں بلکہ یہ منصب خاص حضرات مجتہدین کا ہے مثلاً حطیم کو خانہ کعبہ کے اندر داخل کرنا مستحب تھا لیکن اس مفسدہ کی وجہ سے کہ عوام کو خیال ہوگا کہ کیسے نبی ہیں کہ کعبہ کو منہدم کرکے اس کی بے حرمتی کرتے ہیں، اس مستحب کے ترک کو گوارا فرمایا، اسی طرح حضرت زینبؓ کے نکاح میں اسی مفسدہ کا احتمال تھا کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ اپنے متبنّیٰ زید بن حارثہؓ کی بیوی سے نکاح کرتے ہیں، لیکن حضورؐ کو حکم دیا گیا کہ آپ زینبؓ سے نکاح کرلیں منافقین کے طعن کی پرواہ نہ کریں۔

شخصی حکومت کی تائید

ارشاد۔ یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ کثرت رائے پر فیصلہ کیا جاوے بلکہ قاعدہ یہ ہونا چاہئے کہ صحیح رائے پر عمل کیا جاوے، خواہ وہ ایک ہی شخص کی رائے ہو، کیونکہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ دنیا میں عقلاً کم ہیں، اس لئے کثرتِ رائے پر فیصلہ اگر حماقت کا فیصلہ نہیں تو کم عقلی کا فیصلہ تو ضرور ہوگا صحیح رائے پر عمل کرنا بدون شخصی حکومت کے ممکن نہیں اور جمہوری میں اکثر غلطی رائے پر عمل ہوتا ہے اور ظاہر ہے جب تک صحیح رائے پر عمل نہ ہوگا اس وقت تک انتظام درست نہیں ہوسکتا، پس ثابت ہوگیا کہ انتظام بدون شخصی حکومت کے نہیں ہوسکتا، البتہ اسلام میں جو شخصی سلطنت کی تعلیم ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ اے اہلِ حل وعقد! اور اے جماعتِ عقلاً بادشاہ ایسے شخص کو بناؤ جو اتنا صاحب الرائے ہو کہ اگر کبھی اس کی رائے رائے عالم کے بھی خلاف ہو تو یہ احتمال ہوسکے کہ شاید اس کی رائے صحیح ہو اور جس کی رائے میں اتنی رزانت نہ ہو، اس کو ہرگز بادشاہ نہ بناؤ، ایسے شخص کو بادشاہ بنانے ہی کی کیا ضرورت جس کے لئے ضم ضمیمہ کی ضرورت پڑے۔

توحید کی برکت

ارشاد۔ موحد کو ایسا اطمینان ہوتا ہے جیسا بچہ کو ماں کی گود میں اطمینان ہوتا ہے، بچہ ماں کی گود میں جاکر بالکل بے فکر ہوجاتا ہے کہ بس اب کسی کا خوف نہیں۔

التزام کفر کفر ہے۔ اور لزومِ کفر کفر نہیں

ارشاد۔ التزام کفر کفر ہے۔ لزوم کفر کفر نہیں۔

اتباعِ نفس کی علامت

ارشاد۔ عارف کو موت کا اشتیاق ہوتا ہے مگر وہ ڈینگیں نہیں مارا کرتا، اور ڈینگیں مارنا اتباعِ نفس کی علامت ہو

دینی کمال

ارشاد۔ دین کا کمال تو یہ ہے کہ جہاں خدا کہے وہاں خوشی سے جان دو، ورنہ اپنی جان کو آرام دو۔

اس طریق میں عقل کا کام اتنا ہے جتنا مشاطہ کا

ارشاد۔ عقل کا کام اتنا ہے جتنا مشاطہ کا کام ہے کہ وہ دولہا دلہن میں وصال کراتی ہے اور دلہن کو بنا سنوار کر تیار کر دیتی ہے مگر وصال کے بعد الگ ہو جاتی ہے، اب اگر جھانکے تاکے تو جوتے کھائے گی، اسی طرح وصال کے ابتدائی مرحلہ تک تو عقل ساتھ رہتی ہے مگر جب وصال شروع ہو گیا تو اس کے بعد عقل بے کار ہے، اب عشق ہی تنہا رہ جاتا ہے۔

درستگی انتظام کا طریقہ

ارشاد۔ آزادیٔ مطلق سے کبھی انتظام نہیں ہو سکتا نہ دنیا کا، نہ دین کا بلکہ تابعیت اور متبوعیت ہی سے ہمیشہ انتظام درست ہوتا ہے۔

زوالِ سلطنتِ مغلیہ کا سبب اکبر ہے

ارشاد۔ سلطنت کا زوال عالمگیر سے نہیں ہوا، بلکہ اکبر نے اس کو زائل کیا ہے، اس نے غیر قوموں کو سلطنت میں دخیل کار بنا کر ان کے ہاتھوں میں سلطنت کی باگ دے دی۔

سادگی کی تعلیم

ارشاد۔ امتیازی شان نہ بنانا چاہیئے، اسی لیے ہمارے بزرگ نہ عبا پہنتے ہیں نہ چوغہ نہ صدری کہ اس سے خواہ مخواہ آدمی دوسروں سے ممتاز معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے اپنے اکابر کو صدری پہننے کا عادی نہیں دیکھا، یہ رواج عموم و خصوص کے ساتھ آج کل ہی نکلا ہے اور اس کو بھی لوگوں نے علماء کا خاص ایک امتیازی شعار بنا لیا ہے۔

دین کی عزت پر سارا مال قربان کر دینا چاہیئے

ارشاد۔ واللہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ بھی ملتے ہوں مگر دین کی عزت اس کے لینے سے کم ہوتی ہو تو ایسے روپیہ پر لعنت بھیجئے

چاہیئے اور مانگنا تو در کنار۔

خلوت کی ضرورت ہر سالک کو ہے

ارشاد۔ ہر سالک کے لیے ایک وقت خلوت کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ یک سوئی کے ساتھ ذکر و فکر میں مشغول ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون ہوگا۔ آپ نے بھی اپنے لیۓ ایک وقت خلوت کا مقرر کر رکھا تھا چنانچہ آپؐ رات کو جب سب لوگ سو جاتے تھے اٹھ کر نماز وغیرہ میں مشغول ہوتے تھے جن لوگوں کا وقت خلوت کیلئے مخصوص نہیں ہوتا، رفتہ رفتہ ان کا قلب انوار سے بالکل خالی ہو جاتا ہے

الجلیس الصالح خیرٌ من الوحدۃ کے معنی

ارشاد۔ بس ایک کو اپنا بزرگ بنالو اور جم کر اس کے پاس رہو اور اس کے پاس بھی زیادہ آمد و رفت نہ کرو بلکہ ایک دفعہ بہت سارہ لو، پھر اپنے گھر بیٹھو، برس میں ایک دفعہ پھر مل لینا، اور ہر مہینہ اس کے پاس کبھی نہ جاؤ، اس مشورہ کا راز یہ ہے کہ جلیس صالح سے ملنا صلاح کے لیۓ مقصود ہے تو جب تک اس اختلاط سے صلاح حاصل ہو اس وقت تک اس سے ملنا وحدت سے بہتر ہے۔ اگر کبھی بزرگوں کی زیارت سے صلاح حاصل نہ ہو بلکہ فساد بڑھنے لگے تو اس وقت اختلاط صالح سے بھی منع کر دیا جائے گا، مثلاً زیارت نام کو ہو اور مقصود سیر و سیاحت ہو یا عمدہ کھانے کا ملنا ہو، اوراد میں خلل پڑتا ہو تو اپنے کو سفر کی وجہ سے معذور سمجھتے ہوں، حالانکہ مسافر وہی معذور ہے جو ضرورت کی وجہ سے سفر کرے، بعض دفعہ بزرگوں کی بعض حالت کے دیکھنے سے قلب میں انکار پیدا ہو جاتا ہے جو سخت وبال کا باعث ہے جس سے بعض دفعہ ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے۔

تعزیت کا طریقہ

ارشاد۔ تعزیت میں ان خاص خاص عزیزوں کو جانا چاہیئے جن سے وارثوں کو تسلی ہو، باقی لوگوں کو خط سے تعزیت کرنا چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال

ارشاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر تو ہیں مگر ایسے جیسے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ

بشرٌ کالبشر بل ھو کالیاقوت بین الحجر۔

تاخیر مقصود کی حکمت

ارشاد۔ حکمت کا مقتضا یہی ہے کہ مقصود جلدی عطا

نہ کیا جاوے اور علوم میں شیئاً فشیئاً تزائد ہوتا رہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مستقر پر پہونچنے کی قدر زیادہ اسی کو ہوتی ہے جس کو سفر میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے ؎

لیک شیرینی ولذات مقر ہست بر اندازۂ رنج سفر

اطاعت کی بھی ایک حد ہے

ارشاد۔ اطاعت کی بھی ایک حد ہے۔ جب اس میں تجاوز ہو جاوے تو وہ اطاعت باقی نہیں رہتی۔ اسی سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ جو شخص گیہوں کے ایک دانہ کی تشہیر کرے اس کو تعزیر کی جاوے۔ کیونکہ اس تشہیر کا منشاء غلو فی الورع والتقویٰ ہے۔

احداث فی الدین واحداث للدین کی شرح

ارشاد۔ احداث فی الدین اور شے ہے اور احداث للدین اور شے ہے۔ یعنی ایک تو یہ صورت ہے کہ نئی بات کو دین میں داخل کیا جاوے، جیسے مولود، فاتحہ وغیرہ۔ یہ تو بدعتِ محرمہ ہے اور ایک یہ صورت ہے کہ نئی بات دین کی حفاظت کے لیے ایجاد کی جاوے۔ جیسے ہر زمانہ میں نئے نئے اسلحہ کی ایجاد۔ کیونکہ پرانے اسلحہ آج کل کارآمد نہیں یا دین کی حفاظت کے لیئے مدارس وغیرہ کا قائم کرنا۔ یہ بدعت نہیں، کیونکہ ان کو دین میں داخل کر کے جزوِ دین نہیں بنایا گیا۔

اہل اللہ کی راحت کا راز

ارشاد۔ اہل اللہ کسی مخلوق سے توقع نہیں رکھتے، نہ کوئی تجویز اپنے لیئے قائم کرتے ہیں یہی راز ہے ان کے کمالِ راحت واطمینان کا۔ چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خدام کو اس امر کی وصیت کی تھی کہ اگر راحت چاہتے ہو تو مخلوق سے توقع کو قطع کر دو۔ حتیٰ کہ مجھ سے بھی کوئی امید نہ رکھو، تاکہ اگر نفع یا ارشاد میں کچھ کوتاہی اور کمی ہو تو تم کو رنج نہ ہو۔

اہل اللہ کے اشتیاقِ موت کی وجہ

ارشاد۔ تعلقاتِ ماسوی اللہ کا انقطاع کلی موت سے ہوتا ہے اس لیئے اہل اللہ جو توحیدِ خالص کے عاشق ہیں وہ تو موت کے مشتاق ہیں کوئی طبعاً مشتاق، کوئی عقلاً مشتاق۔

محل جواز انتقال دلیل للمناظر

ارشاد۔ مناظر کو ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف انتقال جائز نہیں ورنہ مناظرہ کبھی ختم ہی نہ ہوگا

یہ انتقال اپنی مصلحت سے ممنوع ہے اور اگر مخاطب کی مصلحت سے ہو تو جائز ہے، جبکہ بلادتِ فہم کی وجہ سے دلیلِ اول کو سمجھ نہ سکے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا واقعہ۔

تباکی سے مقصود بکا بالقلب ہے

ارشاد۔ تباکی سے مقصود بالقلب ہے اور اس کے لئے تباکو اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ ظاہر کا بھی باطن پر اثر ہوتا ہے۔

ہدیۂ محبت سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے

ارشاد۔ جب کوئی شخص محبت سے ہدیہ لاتا ہے تو اس کو کھا کر قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔

کاملین کو استعمال نعم مذکر نعماء جنت ہے

ارشاد۔ کاملین اس لئے بھی نعمتیں کھاتے ہیں تاکہ نعماء جنت ہر وقت یاد رہیں۔

ترکِ لذائذ کا حکم

ارشاد۔ ترکِ لذائذ مطلقاً رہبانیت نہیں بلکہ جو اس کو عبادت سمجھے وہ راہب ہے۔ اور اگر عبادت نہ سمجھے بلکہ علاج سمجھ کر ترک کرے وہ راہب نہیں۔

"دروغِ مصلحت آمیز بہ از راستیٔ فتنہ انگیز" میں مصلحت کے معنی

ارشاد۔ "دروغِ مصلحت آمیز بہ از راستیٔ فتنہ انگیز" یہ عام نہیں ہے کہ ہر مصلحت میں جھوٹ بول دیا کرے بلکہ جس دروغ میں دوسرے کا ضرر نہ ہو اور اپنا یا کسی اور کا اس سے ضرر دفع ہوتا ہو، شیخ نے اس کو مصلحت سے تعبیر کیا ہے، مثلاً ایک شخص تو روپیہ قرض لینے آیا مگر یہ تجربہ نہیں کہ یہ شخص معاملہ کا کیسا ہے تو ہمیں اس گمان کرنے میں کچھ ہرج نہیں کہ نہ معلوم یہ شخص دیندار ہے یا نا دہند، اگر ہم جھوٹ بھی بول دیں کہ روپیہ ہمارے پاس نہیں ہے تو بھی گناہ نہ ہوگا، کیونکہ یہ شخص اپنے کو ضرر سے بچا رہا ہے دوسرے کو ضرر نہیں دے رہا، اس جھوٹ سے گناہ نہیں ہوتا۔

منافع مغصوب میں گناہ کی ادائیگی کی صورت

ارشاد۔ منافع مغصوب پر ضمان لازم نہیں آتا لیکن

گناہ ہوگا اور گناہ کی ادائیگی کی صورت یہی ہے کہ اس کا بدل ادا کرے۔

دوسرے کا مال تلف کرنا اپنا ہی مال تلف کرنا ہے

ارشاد: جب کسی کا مال تلف کروگے تو تمہارا مال تلف ہوگا، خواہ دُنیا میں یا آخرت میں، اس معنی کر بھی دوسرے کا مال تلف کرنا اپنا ہی مال تلف کرنا ہے۔

رشوت کو بقا نہیں

ارشاد: رشوت والے ہزاروں جمع کر لیتے ہیں مگر ایک دو پشت کے بعد کچھ بھی نہیں رہتا۔

برکت کی حقیقت

ارشاد: ہر چیز ایک خاص کام کے لیئے موضوع ہوتی ہے اس کا اس کام میں آنا تو برکت ہے اور اگر اس کام میں نہ آئے تو بے برکتی ہے، مثلاً روپیہ اس واسطے ہے کہ اس کے ذریعہ سے کھائیں پہنیں، دنیا کی راحت حاصل ہو، تو اگر وہ کھانے پہننے کے کام میں آوے اور اپنے تن کو لگے تو برکت ہے اور اگر اس کام میں نہ لگے بلکہ فضول اُڑ جائے تو بے برکتی ہے۔

جوش کی حالت کا چندہ ناجائز ہے

ارشاد: ایسے جوش کی حالت میں جس میں آدمی مغلوب العقل ہوجاوے اور بعد میں پچھتائے تو خود چندہ ہی لینا ناجائز ہے، جوش سے جب کوئی دے تو مت لو، جب ہوش درست ہوجاوے اس وقت لو۔

(۱) جہاں تک ہوسکے آرام سے رہو، مگر حد سے نہ نکلو

(۲) مختلف فیہ مسائل میں وسعت دینا چاہیئے

ارشاد: حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ عاشق احسانی ہیں یعنی ہم لوگوں کو جو خدا تعالیٰ سے محبت ہے وہ ان کے احسانات کی وجہ سے ہے۔ اس واسطے ہمارے حضرتؒ کا مسلک یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے آرام سے رہو مگر حد سے نہ نکلو، اس لیئے مختلف فیہ مسائل میں وسعت دینی چاہیئے، اس طرح ایک تو شریعت سے محبت ہوگی، دوسرے جو اس سے منتفع ہوگا آرام سے رہیگا۔

تقسیم ترکہ فوراً چاہیئے

ارشاد۔ میری رائے ہے کہ ترکہ مرتے ہی تقسیم ہو جاوے بعد میں بڑے قصے پھیل جاتے ہیں۔

زمین بڑی قدر کی چیز ہے اس سے عزت وجاہ کی حفاظت ہوتی ہے

ارشاد۔ زمین بڑی قدر کی چیز ہے اس سے عزت وجاہ کی حفاظت ہوتی ہے اس لئے جائداد کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نہ ہو تو لوست اور ہو تو دمت، یہ امر مشاہد ہے کہ جس کے پاس جائداد ہوتی ہے اس کی عزت تو جائداد سے ہوتی ہے، وہ اگر جائداد بیچ دے گا تو اس کی وہ عزت ہرگز نہ رہے گی، اس لئے اس کو رکھنے کے واسطے فرمایا، یہاں تک کہ اگر کسی مصلحت سے فروخت کرے تو پھر دوسری فوراً لے لے، اور جس کے پاس جائداد نہ ہو تو اس کی جو عزت ہوگی وہ ویسے ہی ہوگی، پھر جائداد خرید کر کے کیوں جھگڑے میں پڑے۔

قیامت کے دن زمین کی روٹی کی لذت کی وجہ

ارشاد۔ زمین میں اناربھی ہیں انبہ بھی ہیں، انگور بھی کھٹائی بھی مٹھائی بھی، سب چیزیں زمین کے اندر موجود ہیں۔ ہر طرح کا مادہ اس میں رکھا ہوا ہے، یہ وہی مادہ ہے جو ان رنگ برنگ صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ قیامت کے روز اپنی قدرت کی مشین سے حق تعالیٰ تمام فضلہ کو الگ کردیں گے۔ بس اس سے جو روٹی تیار ہوگی ظاہر ہے کہ اس میں ہزاروں قسم کے تو مزے اور ہزاروں قسم کی خوشبوئیں ہوں گی، لہٰذا اس روٹی سے زیادہ کون چیز مزیدار ہو سکتی ہے

دین کی عزت ہر وقت ملحوظ رکھنا چاہیئے

ارشاد۔ میرا جی یوں چاہتا ہے کہ کسی کا احسان رکھ کر بال نہ لیا جاوے، ہمارے بزرگوں کا مذہب یہ ہے کہ اپنی کسی بات سے دین کی عزت میں ذرہ برابر فتور نہ آوے جو بات کی جاتی ہے اس میں یہ نیت ہوتی ہے کہ دین کی عزت ہر طرح محفوظ رہے۔

اعزہ کے ساتھ سلوک نقدی چاہیئے

ارشاد۔ اعزہ کے ساتھ سلوک کرنا چاہیئے

تو نقد دیدے، کھانے وغیرہ کا قصہ نہ پھیلائے، اس میں بڑی خرابیاں پیش آتی ہیں۔

اسلامی اصول پر چلنے سے کبھی ذلت نہیں ہوتی

ارشاد۔ حقوقِ مالیہ کی حفاظت نہایت ضروری ہے، اسلامی اصول پر چلنے سے کبھی ذلت نہیں ہوتی۔

معرفتِ الٰہی کی لذت

ارشاد۔ معرفت ایسی لذیذ شے ہے کہ عارفین کے نزدیک جنت اور حوروں میں بھی وہ مزہ نہیں، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو بچپن میں مرجانا اور خطرات سے محفوظ ہونا پسند ہے یا بالغ ہوکر خطرہ میں پڑنا پسند ہے۔ فرمایا مجھے بالغ ہوکر خطرہ میں پڑنا پسند ہے، بچپن کی موت پسند نہیں، کیونکہ بلوغ کے بعد معرفتِ حق عزوجل زیادہ ہوتی ہے جو بچپن میں نہیں ہوتی۔

ملائکہ و انسان کی عبادت کا فرق

ارشاد۔ ملائکہ کو عبادت میں لذت حاصل ہے اور انسان عام طور پر لذت سے خالی ہیں، مگر ثواب زیادہ انسان ہی کو ہے، بوجہ مجاہدہ و مزاحمت خطرات کے۔

تعدیہ مرض کے متعلق تین قول

ارشاد۔ تعدیہ میں تین قول ہیں (۱) بدون مشیتِ حق کے مرض لگتا ہے یہ تو کفر و زندقہ ہے (۲) مشیتِ حق سے لگتا ہے مگر مشیت و حکمِ الٰہی ضروری ہے یہ قول غلط و باطل ہے گو کفر نہیں۔ (۳) مشیت سے لگتا ہے اور مشیت ضرور نہیں، اگر مشیت ہوگی تو مرض نہیں لگے گا، اس میں زیادہ معذور نہیں، اگر کوئی اس کا قائل ہوجاوے تو گنجائش ہے، مگر احادیثِ صحیحہ سے ظاہراً ترجیح اسی کو ہے کہ تعدیہ کوئی شے نہیں اور ایک کا مرض دوسرے کو نہیں لگتا۔

اتباعِ سنت کے معنی

ارشاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز و عادت وہ ہے جو غالب و مستمر ہو، اس کا اتباع کرنا اتباعِ سنت ہے۔ اتفاقی واقعات کے اتباع کا نام اتباعِ سنت نہیں، مگر یہاں ایک بات اہلِ علم کے سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ بعض دفعہ صورۃً عمل قلیل ہوتا ہے لیکن

معنیٰ کثیر و غالب جیسے تراویح میں عمل تو تین رات ہوا ہے اور خشیت افتراض کی وجہ ترک زیادہ ہوا، لیکن یہ ترک عارض تھا اور عمل اصل، پس اس کو راجح کہیں گے اور تراویح کو سنت کہیں گے اور عمل صحابہ سے استمرار کا بدعت نہ ہونا اور بیس رکعت کا بدعت نہ ہونا ثابت ہے، خلاصہ یہ کہ کبھی عادت کا غالب ہونا کثرت وقوع عمل سے معلوم ہوتا ہے، اور کبھی غلبۂ مقصودیت سے معلوم ہوتا ہے، اور اس کے لئے تراویح کی نظر کافی ہے۔

(۱) حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد

(۲) چاہئے کہ عمر بھر طلب ہی میں لگا رہے اور اپنے کو فارغ اور کامل نہ سمجھ لے

ارشاد۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ جس کو تمام عمر کام کر کے ساری عمر میں یہ بات حاصل ہو جائے کہ مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا، اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا مبارک ہے وہ شخص جو عمر بھر اسی ادھیڑ بن میں لگا رہے کہ میری حالت اچھی ہے یا بُری۔ صاحبو! طلب ہی مطلوب ہے، پس عمر بھر طلب ہی میں رہو، وصول مطلوب نہیں کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں، جس نے اپنے کو فارغ و کامل سمجھ لیا اور اپنی حالت پر مطمئن و بے فکر ہو گیا وہ برباد ہوا، گیا گذرا ہوا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی سمجھے کہ اس وقت جو کچھ میری حالت ہے جیسی کچھ بھی ہے یہ سب خدا کا فضل ہے ؎

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے

تاکہ تواضع و شکر دونوں جمع ہو جاویں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے معنیٰ

ارشاد۔ حضورؐ کا اتباع یہ ہے کہ جو افعال و صفات آپ کے اصلی دائمی ہیں وہ تمہارے اندر بھی اصلی و دائمی ہوں کہ زیادہ غلبہ اور ظہور ان ہی کا ہو اور جو صفات و افعال حضورؐ کے لئے عارضی ہیں وہ تمہارے اندر بھی عارضی ہوں۔

مہذب سزاؤں میں قتل سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے

ارشاد۔ دلیل عقلی کا مقتضا

یہ ہے کہ قتل میں مرنے والوں کو کم تکلیف ہوتی ہے اور ان مہذب سزاؤں میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے کیونکہ موت نام ہے زہوق روح یعنی جان نکلنے کا اور جس طریق میں جان نکلنے کا راستہ پیدا کیا جاوے یقیناً اس میں سہولت سے جان نکلے گی اور جن صورتوں میں گھونٹ کر یا دبا کر جان نکالی جائے گی اس میں سخت تکلیف سے جان نکلے گی، چنانچہ پھانسی میں تڑپنے کی وجہ سے زبان باہر نکل آتی ہے اور صورت بگڑ جاتی ہے، پس پھانسی میں اپنی رعایت تو ہے کہ بھیانک منظر پیش نظر نہیں ہوتا لیکن واقع میں قتل سے زیادہ پھانسی میں تکلیف ہوتی ہے۔

ذبح حیوان رحم کے خلاف نہیں اور ذبح حیوان و انسان کا فرق

ارشاد- ذبح حیوان رحم کے خلاف نہیں بلکہ ان کے حق میں اپنی موت مرنے سے مذبوح ہو کر مرنا بہتر ہے، کیونکہ خود مرنے میں قتل و ذبح کی موت سے زیادہ تکلیف ہے رہا یہ سوال کہ پھر انسان کو بھی ذبح کر دیا جایا کرے تاکہ آسانی سے مر جایا کرے اس کا جواب یہ ہے کہ حالتِ یاس سے پہلے ذبح کرنا تو دیدہ و دانستہ قتل کرنا ہے اور حالت یاس کا پتہ چل نہیں سکتا، کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ مرنے کے قریب ہو گئے تھے پھر اچھے ہو گئے- اور یہ شبہ اگر حیوانات میں کیا جاوے کہ ان کی تو یاس کا بھی انتظار نہیں کیا جاتا، جواب یہ ہے کہ انسان بہائم میں فرق ہے، وہ یہ کہ انسان کا ابقاء تو مقصود ہے، کیونکہ خلق عالم سے وہی مقصود ہے چنانچہ اسی لئے تمام مخلوق کے موجود ہونے کے بعد انسان کو پیدا کیا گیا اور جانور کا ابقاء مقصود نہیں اس لئے ان کے ذبح کی اجازت دی گئی اس بناء پر کہ ذبح ہو جانے میں ان کو راحت ہے، اور ذبح کے بعد ان کا گوشت وغیرہ بقاء انسان میں مفید ہے جس کا ابقاء مطلوب ہے اور یوں ہی مرنے کیلئے چھوڑ دیا جائے تو مردہ ہو کر اس کے گوشت وغیرہ میں سمیت کا اثر پھیل جائے گا، اور اس کا استعمال انسان کی صحت کے لئے مضر ہوگا تو بقاء انسان کا وسیلہ نہ بنے گا، اور قصاص و جہاد میں چونکہ افناء بعض افراد بغرض ابقاء جمیع الناس ہے، اس لئے وہاں قتل انسان کی اجازت دی گئی-

شریعت مقدسہ سے براحت موت انسان کا سامان ارشاد تقریر بلا سے

تو یہ لازم آتا ہے کہ چونکہ انسان کا ابقاء مقصود ہے اس لئے اس کے حق میں راحت موت کی رعایت نہیں کی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت مقدسہ نے انسان کی راحت موت کا دوسرا سامان بتلایا۔ (۱) شہادت جہاد جس میں زہوقِ روح کی شہید کو تکلیف نہیں ہوتی (۲) موت کے وقت لا الہ الا اللہ کی تلقین اور سورہ یٰسین کی تلاوت فان لھما تاثیرا فی تسھیل النزاع (۳) تعلق مع اللہ کا غالب کرنا اس حالت میں شدت نزع سے بھی تکلیف نہیں ہوتی۔

عالم کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اس کا مطلب

ارشاد۔ عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے، اس کا مطلب گھورنا و تکنا نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کبھی کبھی اس کے چہرہ کی طرف دیکھ لیا جاوے اور اس طرح دیکھا جاوے کہ اس کو خبر بھی نہ ہو کہ مجھے کوئی تک رہا ہے، کیونکہ اس سے اس کو تکلیف ہوگی، دل پر گرانی ہوگی۔

مسلمانوں کو عذاب جہنم کا احساس کم ہوگا

ارشاد۔ میں مسلمانوں کو بشارت دیتا ہوں کہ ان کو عذاب جہنم کا احساس کفار سے بہت کم ہوگا۔ جس کی حقیقت مسلم کی ایک حدیث میں ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔ اماتھم اللہ اماتۃ کہ حق تعالیٰ ان کو جہنم میں ایک قسم کی موت دیدیں گے۔ حدیث میں تو اتنا ہی ہے شیخ ابن عربیؒ نے اسکی تفسیر کی ہے کہ مومنین کو جہنم میں ایک مدت کے لئے ہلکی سی نیند آجائے گی۔ حدیث النوم اخ الموت سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے (اماتۃ کے بڑھانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص قسم کی موت مراد ہے جو موت کے تو مشابہ ہے لیکن حقیقی موت مراد نہیں) شیخ عربیؒ نے اس کے بعد یہ بھی فرمایا ہے کہ اس نیند کی حالت میں وہ یوں خواب دیکھے گا کہ میں جنت میں ہوں اور حوروں کے پاس ہوں، مگر مسلمان اس سے بے فکر نہ ہوجائیں کہ بس جی جہنم میں جاکر مزے سے سوئیں گے، کیونکہ اگر تھوڑی دیر کو بھی جاگ گئے تو نانی یاد آجائے گی۔

بندہ کی مصالح کی رعایت حق تعالیٰ اس سے زائد فرماتے ہیں

ارشاد۔ بخدا حق تعالےٰ

سے زیادہ بندہ کی مصالح کی رعایت کوئی نہیں کر سکتا، خود بندہ بھی اپنے مصالح کی رعایت اتنی نہیں کر سکتا جتنی اللہ تعالیٰ اس کے مصالح کی رعایت فرماتے ہیں، مگر یہ کہ وہ تم کو بھی بتلادیں، اس کی کیا ضرورت ہے اور اجمالاً بتلا بھی دیا۔ عسیٰ ان تکرھو شیئاً وھو خیر لکم و عسیٰ ان تحبو شیئاً الخ۔

حق تعالیٰ کے استغناء کے معنیٰ

ارشاد۔ حق تعالیٰ کے استغناء کے یہ معنیٰ نہیں کہ ان میں رحم نہیں بلکہ یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج اور کسی سے عاجز نہیں، اسی قدرت و عدم احتیاج پر نظر کر کے انبیاء علیہم السلام لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔

عارف را ہمت نباشد کے معنیٰ

ارشاد۔ خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ "عارف را ہمت نباشد" یعنی عارف توجہ نہیں کر سکتا، اس کو غیر حق کی طرف اس قدر یکسوئی نہیں ہو سکتی کہ خدا کو بھی بھول جاوے۔

اطاعت سے محبوبیت عامہ کے معنیٰ

ارشاد۔ اطاعت کی خاصیت ہے کہ اس سے بندہ خدا کا محبوب ہو جاتا ہے، پھر مخلوق کے دلوں میں بھی اس کی محبت ڈالدی جاتی ہے۔ اور اس میں اعتبار ان لوگوں کا ہے جن کو کوئی غرض اس شخص سے وابستہ نہ ہو نہ نفع کی نہ ضرر کی۔

نفس پر جرمانہ کرنے کا طریقہ

ارشاد۔ نفس پر جرمانہ کرنے کا دستور العمل یہ ہونا چاہیئے کہ اتنا ہو کہ نہ بہت گراں ہو جس کا ادینا دشوار ہو نہ اتنا کم ہو کہ بالکل گراں نہ ہو۔

کچھ پس انداز کرنا حفاظت دین کے لئے مصلحت ہے

ارشاد۔ دین کی حفاظت کے لئے آجکل یہ ضرور ہے کہ مسلمان اپنے پاس کچھ رقم جمع رکھے۔

نذر مقید کی مذمت

ارشاد۔ نذر مطلق خاص عبادت ہے۔ مثلاً یہ کہا کہ میں اللہ کے لئے روزہ کی نذر کرتا ہوں، اور نذر مقید و معلق مذموم ہے، جیسے یوں کہے کہ میرا بیمار اچھا ہو جاوے تو اتنا صدقہ کروں گا۔

پردہ پر ایک اعتراض کا جواب

ارشاد۔ عورتوں کا دنیا سے بے خبر ہونا ہی کمال ہے، یہ اعتراض کہ عورتیں پردہ ہی کی وجہ سے بہت سے منافع علمیہ عملیہ سے محروم رہجاتی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پردہ کی وجہ سے جو نقائص رہجاتے ہیں ان کی اصلاح آسان ہے اور پردہ دری میں جو مفاسد ہیں ان کی اصلاح بہت دشوار ہے۔

عورتوں کو علوم زائدہ پڑھانے میں سلامتی نہیں

ارشاد۔ عورتوں کی اصلاح صرف علوم دینیات پر اکتفا کرنے ہی میں ہے علوم زائد پڑھانے میں ان کی سلامتی نہیں۔

شریعت پر عمل کرلینے میں ہر طرح کی راحت ہے

ارشاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری سب مصالح و مضار کی رعایت فرماکر ایسی جامع مانع تعلیم ہم کو فرمائی جس میں مضرت کا نام ونشان نہیں بلکہ راحت ہی راحت ہے۔ پس مسلمان اگر شریعت کی تعلیم پر ہو بہو چلیں تو ہمہ تن راحت میں رہیں، روحانی راحت میں بھی جسمانی راحت میں بھی۔

اہل ترقی کی بے چینی کا راز

ارشاد۔ امریکہ کے سائنس دانوں کا مقولہ ہے کہ ہم نے گو بہت ترقی کرلی ہے مگر پھر بھی ہم کو چین حاصل نہیں ہوا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اندر ابھی کمی ہے اور حصول راحت کا طریق نہیں جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے، اور یہ مضمون تحقیقی ہے کیونکہ راحت نصیب ہوتی ہے سکونِ قلب سے۔ اور سکون ضدِ حرکت ہے اور یہ اہل ترقی ہر وقت حرکت میں رہتے ہیں، کبھی چاند میں جانے کی فکر کرتے ہیں کبھی مریخ میں، ان کی ترقی کا کوئی منتہیٰ نہیں تو ایسے شخص کو راحت کہاں، راحت تو اس کو ہے جس کا مقصود متعین ہے وہ صرف اہل مذہب کو حاصل ہے، اور اہل مذاہب میں سے صرف اہل اسلام کو، کیونکہ دوسرے مذاہب میں بھی مقصود متعین نہیں گو ان کے نزدیک غایۃ المقصود معبود ہے مگر چونکہ وہ کامل موحد نہیں۔ اس لئے ان معبود بالمقصود چند در چند ہیں۔ اور تعدد مطلوب کی صورت میں تشتت قلب لازم ہے۔

مثنوی میں تاثیر تعلق مع اللہ ہے

ارشاد۔ واقعی مثنوی متبرک کلام ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ضرور ہو جاتا ہے، اور مثنوی میں یہ اثر ہے تو کلام اللہ میں کیا اثر ہوگا اس کو خود سمجھ لیا جاوے۔

قوالی کا اثر محض نفسانی قوت پر ہوتا ہے

ارشاد۔ قوالی میں جو اثر ہوتا ہے، اس کا اثر محض نفسانی قوت پر ہوتا ہے، روح پر اثر نہیں ہوتا۔ الا ماشاء اللہ۔

اسلام کا خاصہ

ارشاد۔ ایک امریکن نومسلم کا مقولہ ہے کہ اسلام سے میرے دل کو وہ چین حاصل ہوا جو کسی بادشاہ کو بھی نصیب نہیں۔ اب میں ہوں اور میرا خدا ہے، دنیا کی ہر چیز میری نظر میں خار ہے اور یوں جی چاہتا ہے کہ ایک گوشہ میں الگ پڑا رہوں اور اپنے خدا سے لو لگائے رہوں، اس لئے زیادہ خلوت میں رہتا ہوں۔

شریعت میں تمام مصالح و مضار کی رعایت ہے

ارشاد۔ شریعت نے ہم کو ایسی تعلیم دی ہے جس میں تمام مصالح و مضار کی رعایت ہے اس لئے ہمیں تجربہ کر کے ٹھوکریں کھا کے مصالح و مضار معلوم کرنے کی کچھ ضرورت نہیں، بلکہ صرف اس کی ضرورت ہے کہ شریعت کی تعلیم حاصل کر لیں، پھر ہمیں تہذیب و تمدن میں کسی قسم کی تقلید کی ضرورت نہیں۔

قرآن رونمائے حق ہے

ارشاد۔ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہے وہ قرآن میں خدا کو دیکھے، واقعی قرآن رونمائے حق ہے، یعنی اس کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کی صفات کمال کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

جنت میں بول و براز نہ ہونے کی وجہ

ارشاد۔ جنت کی غذا میں چونکہ ثقل مطلق نہیں سب غذا ہی غذا ہے، اس لئے وہاں بول و براز کی حاجت نہ ہوگی۔

تقلید یورپ کا ہیضہ

ارشاد۔ افسوس ہے کہ تقلید یورپ کا لوگوں کو

اس قدر رہینہ ہوا ہے کہ اسباب راحت بھی انکی تقلید میں ترک کردیتے ہیں، اور اسباب زینت بھی۔

تحصیل علم دین کا طریقہ اور عورتوں کی تعلیم کا طریقہ

ارشاد حصول علم دین کیلئے توجہ سے سننا اور دوسرے کا زبانی تقریر کرنا کافی ہے تو تم اتنا ہی کرو کہ اردو میں جو رسائل احکام شرعیہ کے لکھے گئے ہیں ایک وقت مقرر کر کے اپنی مستورات کو وہ رسائل پابندی سے سنا دیا کرو۔ زنانہ اسکولوں کے ذریعہ سے یا زنانہ مدارس کے ذریعہ سے تعلیم دینا سم قاتل ہے، عورتوں کو گھر میں رکھکر تعلیم دو۔ گو اردو ہی میں ہو۔ رہا لکھنا تو یہ نہ واجب ہے نہ حرام ہے۔ اس کو لڑکیوں کی حالت دیکھکر تجویز کیا جاوے۔ جس لڑکی میں جھینپ اور حیا اور شرم ہو اس کو سکھلاؤ ورنہ نہ سکھلاؤ۔

عقلاء حقیقت میں وہ ہیں جو علم و عمل کے جامع ہیں

ارشاد۔ علم و عمل ہی سے کمال شرعی حاصل ہوتا ہے اور اسی سے کمالِ دنیوی یعنی عقل حاصل ہوتی ہے۔ عقلاء حقیقت میں وہی ہیں جو علم و عمل کے جامع ہیں، نہ وہ جن کو تم عقلاء سمجھتے ہو۔ جو لوگ علم دین حاصل کر چکے ہیں ان کے سامنے بڑے بڑے انگریزی داں جنھوں نے علم دین حاصل نہ کیا ہو، بے وقوف ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولٰئک الذین ھداھم اللّٰہ واولٰئک ھم اولوا الالباب یعنی جو لوگ شریعت کا کامل اتباع کرتے ہیں، علماً و عملاً وہی ٹھیک راستہ پر ہیں اور وہی عقلاء ہیں۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب کوئی اہلِ یورپ کو عقلمند کہتا تو نہایت برہم ہوتے، اور فرماتے تھے، کہ جو قوم خدا کو بھی نہ پہچانے وہ خاک عقلمند ہے، ہاں یوں کہو کہ چاقو، قینچی بنانا جانتے ہیں۔ یعنی کاریگر اچھے ہیں، اور صنعت کو عقل سے کیا واسطہ۔ عقل کا کام تو علم معرفت ہے۔

انسان ملائکہ سے نوعاً افضل ہے

ارشاد۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس مخلوق کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ یعنی اپنی خاص عنایت و فضل سے، اس کو اور اس مخلوق کو کیسے برابر کردوں جس کو میں نے کلمۂ کن سے پیدا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان ملائکہ سے نوعاً افضل ہے۔

اہل سے نا اہل اگر منازعت کرے تو کام اسکو چھوڑ دے

ارشاد۔ اہل کے سامنے اگر کوئی نا اہل دعوی کرنے لگے تو اس کو چاہیئے کہ اس سے منازعت نہ کرے بلکہ اپنا کام چھوڑ کر اس کے سپرد کر دے اور تم یہ نہ سمجھو کہ نا اہل پر کام چھوڑ دینے سے دین کا کام رک جائے گا۔ اس لئے تم بے فکر بیٹھے رہو۔ اللہ تعالیٰ خود اس نا اہل کو نکالدے گا۔

اعمالِ شرعیہ میں مالا یطاق تکلیف برداشت کرنے کی ضرورت نہیں

ارشاد۔ بیماری میں ایسی تکلیف برداشت کرنا کہ چار آدمی اس کو لے جا کر مسجد میں بٹھلائیں میں تو پسند نہیں کرتا۔ ہاں اگر دوسروں کو بالکل مشقت نہ ہو یا دنتخواہ دیتا ہو) اور اس کو خود بھی مشقت نہ ہو۔ نہ عجب وشہرت کا اندیشہ ہو تو مضائقہ نہیں۔

جس وقت جس حالت کا جو مقتضا ہو اس کو بے تکلف ظاہر کرنا چاہیئے یہی عبدیت ہے

ارشاد۔ کاندھلہ میں دو بھائی تھے ایک عالم دوسرے درویش، ایک دفعہ عالم صاحب بیمار ہوئے تو وہ تکلیف میں اللہ اللہ کر رہے تھے۔ درویش بھائی ان کی عیادت کو گئے، تو کہا بھائی صاحب "آہ آہ کرو" تو اچھے ہو گے، تاکہ عجز وضعف ظاہر ہو۔ حالانکہ ظاہر میں اللہ اللہ کرنا افضل تھا، مگر اس میں اپنی قوت کا اظہار تھا کہ ہم بیمار ہو کر بھی ذکر کے پابند ہیں۔ اس لئے شیخ نے کہا آہ آہ کرو، کیونکہ حق تعالیٰ نے بیماری اس لئے دی ہے تاکہ تمہارا عجز وضعف ظاہر ہو اس کے ظاہر ہونے کے بعد وہ جلدی اس کو دور کر دیں گے۔ غرض ہمیں تو یہی مذاق پسند ہے کہ جس وقت جس حالت کا جو مقتضا ہو اس کو بے تکلف ظاہر کیا جاوے۔

ناکامی کی صورت میں پورا اجر آخرت میں ملیگا

ارشاد۔ حدیث میں ہے کہ جس غزوہ میں غنیمت مل جاوے اور صحیح سالم آجاوے تو دو ثلث اجر یہیں مل گیا، اور جس میں جانکا

بھی نقصان ہوا اور مال بھی کچھ نہ ملے تو اس کا پورا اجر آخرت میں جمع رہا تو بتلاؤ یہ بات خوشی کی ہے یا نہیں، حدیث سے اور بزرگوں کے کشف سے بھی معلوم ہوا کہ جس عمل کا ثمرہ کچھ یہاں مل جاتا ہے تو اجر آخرت میں کمی ہو جاتی ہے، اس لئے یہاں اگر ناکامی ہو تو زیادہ خوش ہونا چاہیئے کہ پورا اجر جمع ہے۔

حق تعالیٰ تو وصال سے مشرف کرنے کو حیلہ ڈھونڈتے ہیں

ارشاد۔ حق تعالیٰ تو اپنے وصال سے مشرف کرنے کے لئے بہانہ ڈھونڈتے ہیں، فاسقوں کو بھی ذرا سی بات پر مشرف بوصال کر دیتے ہیں تو عاشقوں کو تو کیسے محروم کر دیں گے

؎

رحمتِ حق بہانہ می جوید
رحمتِ حق بہانہ می جوید

موؤدہ کے جہنم میں جانے کی حکمت

ارشاد۔ الوائدۃ والموؤدۃ کلاھما فی النار۔ یہاں موؤدہ کا جہنم میں جانا قصور کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ وائدہ کے عذاب روحانی کے لئے جاویگی تاکہ اس کو دیکھ کر ماں کی حسرت بڑھے کہ میں نے اس کے ساتھ کیسی بے رحمی کا برتاؤ کیا تھا جس کی وجہ سے آج یہ عذاب اور رسوائی ہو رہی ہے تو وائدہ کو عذاب جسمانی بھی ہوگا۔ عذاب روحانی بھی، اور موؤدہ کا جہنم میں ہونا اس کے معذب ہونے کو مستلزم نہیں ہے، جیسے زبانیہ جہنم دوزخ میں موجود ہیں مگر معذب نہیں۔

کفر کی حکمتیں

ارشاد۔ کفر اس حیثیت سے کہ مخلوق للحق ہے اس میں بھی حکمتیں ہیں، مثلاً یہ کہ اس سے صفتِ قہر وجلال واسم منتقم کا ظہور ہوتا ہے، مثلاً اس سے یہ کہ ایمان اور مومنین کی رفعت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اضداد ہی سے اشیاء کا ظہور کامل ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ اس سے کارخانۂ دنیا کی رونق اور ترقی ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں پوری ترقی کافر ہی کر سکتا ہے جس کو آخرت کی کچھ فکر نہیں۔ مسلمان چونکہ آخرت کی فکر میں رہتا ہے وہ دنیا میں پوری طرح منہمک نہیں ہو سکتا۔ اور کفر میں اس حیثیت سے کہ مکسوب للعبد ہے کوئی حکمت نہیں، کیونکہ جو شخص کفر کر رہا ہے اس کے اپنے کفر سے کیا نفع ہے کچھ بھی نہیں، بلکہ اس کا تو ضرر ہی ضرر ہے گو اسکے ثمر

سے مجموعۂ عالم کا نفع ہے، مگر خاص اس کا توسرا پا ضرر یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا باغی ہوگا۔

سالک کو فصل عن الخلق کا اہتمام ضروری ہے

ارشاد۔ لوگوں کو وصل کی تو کچھ فکر ہے گو بے اصول سہی، لیکن فصل عن الخلق کا تو مطلق اہتمام نہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کو حکم ہے وتبتل الیہ تبتیلا یعنی مخلوق سے کامل طور پر منقطع ہو کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، ظاہر ہے کہ کامل توجہ بدون تقلیل تعلقات کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔

سالک کو کمال کی ہوس رہزن ہے

ارشاد۔ اعمال تو وہی کرے جو مامور بہ ہیں، ایسا اخفا نہ کرے کہ اعمال خلاف شرع اختیار کرنے لگے، باقی احوال میں جو حال مل جاوے اسی پر راضی رہے کمال کی ہوس نہ کرے یہ بھی بڑا رہزن ہے کہ سالک کمال کی ہوس کرنے لگے۔

اہل اللہ کے تقلیل غذا کا راز

ارشاد۔ اصلی غذا اور اصلی دوا فرحت و نشاط ہے، خواہ دوا سے ہو یا کسی اور چیز سے ہو سو ذاکرین کو ذکر اللہ سے بے حد نشاط و فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ان کو غذا اور دوا کا کام دے جاتا ہے، اصل قوت کی چیز فرحت ہے، یہی تمام غذاؤں کی جڑ ہے اور یہی بعض دفعہ خود بھی غذا کا کام دیتی ہے، ورنہ اقل درجہ یہ تو ضروری ہے کہ بدون اس کے کوئی غذا غذا نہیں بنتی، یہی وجہ ہے بزرگانِ دین کے تقلیل غذا کی، کیونکہ ان حضرات کو ذکر اللہ سے ایسا نشاط ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی مفرح یا قوتی اور خمیرہ ایسا نشاط نہیں پیدا کر سکتا، اس لئے وہ ایک بادام پر چالیس دن تک کفایت کر سکتے ہیں۔

سالک کی استقامت کا مدار محض لطف حق پر ہے اور اسکی مثال

ارشاد۔ اب جو لوگ اپنی ثابت قدمی پر نازاں ہیں وہ گریبان میں منھ ڈال کر دیکھیں کہ یہ ثابت قدمی اور استقلال اور پابندی اوقات اور ضبط معمولات کس کی بدولت ہے یہ محض خدا کا لطف ہے کہ انھوں نے آپ کے دل میں تقاضا پیدا کر دیا ہے، ورنہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا، ایک تنکا ہمارے ہاتھ میں ہو اور آندھی میں ثابت قدم رہے اور اس

ثبات پر نازاں ہو تو اس کی حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

رحیم و شفیق کے قبضہ میں رہنا ہی مفید ہے

ارشاد۔ دوسرے کے قبضہ میں ہونا جب مضر ہے جبکہ قبضہ والا رحیم و شفیق نہ ہو، اگر قابض رحیم و شفیق ہو تو پھر دوسرے ہی کے قبضہ میں رہنا مفید ہے۔

آثار معاصی و طاعات

ارشاد۔ کبھی گناہ کی وجہ سے دوسری طاعات بند ہو جاتی ہے ایسے ہی طاعات میں یہ اثر ہے کہ ان کی وجہ سے دوسری طاعات ہونے لگتی ہیں، بلکہ اس کا اثر اولاد میں بھی پہنچتا ہے، باپ کی طاعات سے اولاد کو بھی طاعات کی توفیق ہونے لگتی ہے مگر گناہ کا اثر اولاد میں نہیں پہنچتا، ہاں دنیوی تکلیف کچھ تو پہنچ جاتی ہے۔ طاعات کا یہ اثر ہے کہ ان کی برکت سے گناہ کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے، بلکہ بعض دفعہ گناہ مقدر بتقدیر معلق بھی ٹل جاتا ہے۔

قبولیت عبادت کی علامت

ارشاد۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر ایک حاضری میں بادشاہ ناراض ہو جائے تو کیا دوسری بار وہ دربار میں گھسنے دے گا ہرگز نہیں، بس جب تم ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد میں آ گئے اس کے بعد پھر توفیق ہوئی تو سمجھ لو کہ پہلی نماز مقبول ہو گئی ورنہ تم مقبول ہوتے۔

حق تعالیٰ ذرائع کو مقصود بنا کر تعلیم دیتے ہیں

ارشاد۔ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کا طریقہ یہ ہے کہ ذرائع ہی کو مقصود بنا کر سکھلاتے ہیں، تاکہ مخاطب ذریعہ کا پورا اہتمام کرے تو نتیجہ اس پر خود مرتب ہو جاوے گا، یہی اصول صوفیہ نے قرآن سے سیکھا ہے چنانچہ وہ طالبین کو بھی تعلیم کرتے ہیں کہ مقصود عمل ہے، وصول مطلوب نہیں، کیونکہ عمل اختیاری ہے اور وصول غیر اختیاری ہے تو تم عمل کے مکلف ہو اسی کو مقصود سمجھ کر بجا لاتے رہو اس پر وصول خود مرتب ہو جاوے گا۔

حافظ اجیر کے قرآن سے الم ترکیف تراویح میں افضل ہے

ارشاد۔ جو حافظ اجرت لے کر

قرآن سُنائے اس کے پیچھے تراویح نہ پڑھیں، اس سے افضل یہ ہے کہ الم ترکیف سے تراویح پڑھ لی جاوے۔

قرآن و صوم کی شفاعت

ارشاد۔ قرآن وصوم دونوں قیامت میں روزہ داروں کی شفاعت کریں گے، قرآن کہیگا خداوندا میں نے اس کو نیند سے اور آرام سے روکا تھا، میری شفاعت اس کے حق میں قبول کیجیے، اور روزہ کہے گا کہ میں نے اس کو کھانے پینے اور شہوت پورا کرنے سے روکا تھا میری شفاعت کو قبول کیجیے۔

حقوق و آداب صوم کی کوتاہی کا صدقہ فطر کفارہ ہو جاتا ہے۔

ارشاد۔ روزہ کے حقوق اور آداب میں جو کچھ کوتاہی ہو جاتی ہے، صدقہ فطر اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

ضعیف ایمان کے نور کی قوت

ارشاد۔ بعض عارفین کا قول ہے کہ ضعیف ایمان کا نور بھی اگر ظاہر ہو جاوے تو زمین و آسمان سب کو چھپالے۔

والدین کو اپنی راحت سے محبت ہوتی ہے

ارشاد۔ والدین کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ ہم کو اولاد سے محبت ہے، بلکہ باپ کو اپنی راحت سے محبت ہے، ورنہ اولاد کے نقصان پر روتا ہے نفع پر کیوں روتا ہے۔ مثلاً معصوم بچہ کا مرجانا خود بچہ کے لئے تو نافع ہے کیونکہ بالغ ہو کر نہ معلوم جنتی ہوتا یا دوزخی۔ اور اب تو بلاشبہ جنتی ہے مگر والدین روتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کو اپنی راحت سے محبت ہے وبس۔

میثاق الست کا مقصود

ارشاد۔ میثاق الست سے مقصود یہ تھا کہ وجود صانع اور توحید صانع کا مضمون طبائع میں مرکوز ہو جائے، کیفیت تعلیم کا محفوظ ہونا مقصود نہ تھا۔

اصل چیز عمل ہے

ارشاد۔ حضرت جنید رح کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ فرمایا کہ ساری عبادتیں

اور اسرار و نکات و اشارات ایک کام نہ آئے۔ بس وہ چھوٹی چھوٹی رکعتیں جو آدھی رات میں پڑھ لیا کرتے تھے کام آئیں۔ معلوم ہوا کہ اصل چیز عمل ہے۔

علمِ اعتبار کی حقیقت اور اس کے متعلق دوسرے فرقوں کی غلطیاں

ارشاد: علمِ اعتبار کی حقیقت یہ ہے کہ ایک مشبہ کو دوسرے مشبہ سے واضح کیا جاوے ثابت نہ کیا جاوے، بلکہ مشبہ ثابت بدلیل آخر ہے اور یہ نہ مجاز میں داخل ہے خواہ مجاز مرسل ہو، خواہ استعارہ، کیونکہ مجاز میں موضوع لہٗ کے مراد نہ ہونے پر قرینہ ہوتا ہے اس لئے غیر موضوع لہٗ مراد ہوتا ہے اور یہاں نہ موضوع لہٗ کے غیر ہونے کا کوئی قرینہ ہے نہ غیر موضوع لہٗ مراد ہے اور نہ یہ کنایہ میں داخل ہے، کیونکہ کنایہ میں معنی موضوع لہٗ متروک نہیں ہوتے، بلکہ کلام کا مدلول اصلی وہی موضوع لہٗ ہوتا ہے مگر مقصود اس کا لازم یا ملزوم ہوتا ہے، جیسے طویل النجاد کہ اس میں مدلول وضعی متروک نہیں مدلول کلام وہی ہے مگر مقصود طویل القامۃ ہے، کیونکہ طویل النجاد کیلئے طویل القامۃ لازم ہے اور اعتبار میں وہ معنی نہ مقصود ہے نہ مدلول کلام ہے، پس یہ اعتبار گویا قیاس تصرفی ہے اور مشابہ ہے قیاس فقہی کے، مگر عین قیاس فقہی نہیں۔ کیونکہ قیاس فقہی میں علت جامعہ مؤثر ہے، حکم مقیس میں اس لئے وہ حکم منسوب الی القیاس ہوتا ہے، یہاں یہ بھی نہیں۔ صرف مقیس مقیس بہ میں تشابہ ہے۔ اور اس مشابہت کو حکم میں کوئی اثر نہیں بلکہ وہ حکم خود مستقل دلیل سے ثابت ہے، یہ حقیقت ہے علمِ اعتبار کی۔ پس صوفیہ تو اس کے حدود سے نہیں نکلتے، کیونکہ وہ معانی منقولہ کے نہ مدلولیت کے منکر ہیں نہ مقصودیت کے اور جہلاء صوفیہ خود ان کے مدلولیت کے منکر ہیں۔ اور جدید تعلیم یافتہ مدلولیت کے تو منکر نہیں مگر مقصودیت کے منکر ہیں۔ بلکہ مقصود معانی سیاسیہ ہی کو سمجھتے ہیں، ان سب فرقوں کے فرقوں کو خوب سمجھ لو۔

سیر الی اللہ و سیر فی اللہ کے معنیٰ

ارشاد: تعلق مع اللہ کے دو درجے ہیں ایک سیر الی اللہ یہ تو محدود ہے۔ ایک سیر فی اللہ یہ غیر محدود ہے۔ سیر الی اللہ یہ ہے کہ نفس کے امراض کا علاج شروع کیا، یہانتک کہ امراض سے شفا ہوگئی۔ اور ذکر و شغل سے تعمیر شروع کی، یہاں تک کہ وہ انوار ذکر سے معمور ہوگیا یعنی تخلیہ و تحلیہ کے قواعد جان گئے۔ سو اول مرتفع کردیئے بمعالجہ امراض

سے واقف ہو گئے، نفس کی اصلاح ہو گئی۔ اخلاقِ رذیلہ زائل ہو گئے، اور اخلاقِ حمیدہ سے انوارِ ذکر سے قلب آراستہ ہو گیا۔ اعمالِ صالحہ کی رغبت طبیعتِ ثانیہ بن گئی۔ اعمال و عبادات میں سہولت ہو گئی نسبت و تعلق مع اللہ حاصل ہو گیا تو سیر الی اللہ ختم ہو گئی۔ اس کے بعد فی اللہ شروع ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا حسبِ استعداد انکشاف ہونے لگا۔ تعلقِ سابق میں ترقی ہوئی۔ اسرار و حالات کے ورود ہونے لگے۔ یہ غیر محدود ہے وہ تعلق ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے ؎

بحر بیست بحرِ عشق کہ ہیچش کنارہ نیست　　اینجا جز اینکہ جاں بسپارند چارہ نیست

نکاح سے کیا کیا سبق حاصل ہونا چاہیئے

ارشاد۔ (۱) نکاح کا جو اثر زوجہ پر ہوتا ہے اس سے ہم کو بھی سبق لینا چاہیئے۔ کہ خدا سے تعلق رکھنے والوں کو یگانہ و آشنا سمجھو اور جو اس سے بے تعلق ہو اس کو بیگانہ و نہ آشنا سمجھو، خدا کے دوستوں کو اپنا دوست اور اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھو۔

(۲) اس کا تصور کیا کرو، کہ جیسے میاں بیوی میں شکر رنجی کے بعد بہت جلد صفائی ہو جاتی ہے یوں ہی حق تعالیٰ سے تعلق کے بعد اگر کچھ کوتاہی ہو جاوے تو بعد توبہ و معذرت کے وہ تعلق ویسا ہی بحال کر دیں گے۔

(۳) بیوی کے تعلق میں ایک بات یہ ہے کہ بعض دفعہ میاں بیوی کی جہالت اور نادانی سے تکلیف بھی ہوتی ہے، تو وہ تحمل کرتا ہے۔ خاصکر اگر بیوی محبوبہ بھی ہو تو اس کے ہر امتحان پر تحمل کیا جاتا ہے، اور اس کے ناز و نخروں کو برداشت کیا جاتا ہے۔ پھر یہ کیا غضب کہ حق تعالیٰ کے امتحانات کا تحمل نہ کیا جاوے۔ اگر کبھی وہ بیمار کر دیں یا مال کا نقصان کر دیں یا کسی عزیز کو موت دیدیں تو اس پر ناگواری ظاہر کی جاتی ہے

(۴) ایک تکوینی راز نکاح کا یہ ہے کہ بندہ کا کمال یہ ہے کہ وہ مظہرِ اتم حق تعالیٰ کا بنجاوے سو بدون نکاح کے یہ مظہریت اتم نہیں ہوتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ اذا ارادہ شیئًا فانما یقول لہ کن فیکون کہ وہ جب کسی چیز کو بنانا چاہتے ہیں تو اس سے کہدیتے ہیں، "ہوجا" وہ فوراً ہو جاتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ بدون احتیاجِ اسباب کے محض ارادہ ہی سے جس چیز کو چاہتے ہیں پیدا کر دیتے ہیں اور اس شان کا ظہور بندہ میں نکاح ہی سے

ہوتا ہے کہ بچہ کے پیدا ہونے میں بندہ بھی زیادہ اسباب کے اہتمام کا محتاج نہیں، بے مشقت ایک فعل کیا اور اگر کوئی عارض نہ ہوا تو حمل رہ گیا۔ بچہ بن گیا۔ گو واقع میں یہاں بھی اسباب ہوتے ہیں۔ مگر وہ اسباب ایسے نہیں ہیں جن کی تلاش و فکر کی ضرورت ہو۔

حرام چیزوں سے حقیقی شفا ہوتی ہی نہیں

ارشاد۔ جن چیزوں کو شریعت نے حرام کیا ہے ان میں ضرر ہی غالب ہے، گو کسی خاص وقت میں ضرر کا ظہور نہ ہو۔ پس حرام سے جو شفا ہوتی ہے وہ حقیقت میں شفا ہی نہیں بلکہ وہ ایک مرض کو دفع کرتی ہے اور دوسرے امراض جسم میں پیدا کرتی ہے

بے ساختگی و آزادیٔ کلام دلیل ہے قرآن کے کلام اللہ ہونیکی

ارشاد۔ قرآنِ کریم کے کلام اللہ ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ بے ساختہ کلام ہے، کسی تکلف کی اس میں پابندی نہیں، نہ قافیہ کی نہ سجع کی۔ اور اس میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کو دیکھکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متکلم پر کسی کا بھی اثر نہیں ہے، آزادی کے ساتھ جو چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے کہدیتا ہے۔

اولاد کا ایک حق

ارشاد۔ اولاد کا یہ بھی حق ہے کہ اس کے انتقال پر مفارقت کا رنج و صدمہ ظاہر کیا جاوے۔

محبت اولاد و ازواج کی حکمت تسہیل ادائے حقوق ہے پھر اس پر اجر کا ملنا کمال لطف ہے

ارشاد۔ ہمارے اندر محبت اولاد و ازواج کی حکمت تسہیل ادائے حقوق ہے۔ پھر اس حکمت کے بعد کمال عنایت یہ ہے کہ باوجودیکہ والدین اولاد کی تربیت، اور شوہر بیوی کے ساتھ الفت اپنے فطری جذبے سے مجبور ہو کر کرتا ہے، مگر اس پر اس کو ثواب بھی ملتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ بیوی کے منہ میں جو ایک لقمہ شوہر رکھدے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ اس پر ثواب ملتا ہے۔

والدین کی خدمت و تربیت اولاد کی قدر حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اور اولاد بے قدری سے ٹھکراتی ہے

ارشاد۔ اللہ تعالیٰ باوجودیکہ انسان کے جذبات کو سب سے زیادہ جانتا ہے وہ تو والدین کی خدمت و تربیت کی اتنی قدر فرماتے ہیں کہ ایک ایک لقمہ پر ان کو اجر دیتے ہیں حالانکہ اس سے خدا کو کچھ بھی نفع نہیں پہنچتا۔ اور اولاد جس کو والدین کے اس جذبہ سے پورا نفع پہنچا ہے۔ یہ کہکر اس کو ٹھکرا دیتی ہے کہ والدین نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔ جو کچھ کیا اپنے جذبہ سے مجبور ہو کر کیا۔

جاہل کو عدم افطار صوم جائز پر اجر ملیگا

ارشاد۔ جس حالت میں افطار صوم جائز ہو اور کوئی جاہل روزہ نہ توڑے اور ہلاک ہو جائے تو گنہگار نہ ہوگا، بلکہ افطار نہ کرنے پر اجر ملیگا۔ کیونکہ وہ تو افطار کو ممنوع سمجھکر روزہ پر اصرار کر رہا ہے وانما الاعمال بالنیات یہ اور بات ہے کہ اس کو جہل عن الاحکام کا گناہ ہو۔

ذکر وصیّت کے تقدیم علی الدین کا راز

ارشاد۔ آیۃ المواریث میں وصیت کے ذکر کو دین سے مقدم کیا ہے حالانکہ بالاجماع دین کا ادا کرنا وصیّت سے مقدم ہے، علماء نے اس میں یہی وجہ بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقدیم وصیّت میں ہم کو متنبہ کیا ہے کہ جس حق کو صاحب حق زور کے ساتھ وصول نہ کر سکے اس کا مطالبہ سب سے پہلے ہم کریں گے الیس وصیت کو محض اس وجہ سے کہ تبرع ہے اور موصی لہٗ کے بعض اوقات اس کی خبر بھی نہیں ہوتی یا اس میں قوت نہیں ہوتی اس واسطے وہ مطالبہ نہیں کر سکتا، اور خبر و قوت بھی ہو تب بھی وہ مطالبہ سے شرماتا ہے کہ لوگ کہیں گے میاں کچھ تم نے دیا تھا جو تقاضا کرتے ہو۔ محض معمولی بات سمجھ کر مت ٹالنا کے نفاذ کا پورا اہتمام کرنا۔

میاں بیوی کے بے لطفی کا راز

ارشاد۔ میاں بیوی کی ایسی زندگی میں کچھ لطف نہیں کہ چار دن ہنس بول لئے اور

دس دن کو لڑ جھگڑ لئے، لطف زندگی کا جب ہی ہے کہ جانبین سے ایک دوسرے کے حقوق کی پوری رعایت ہو۔

بیویوں کے حقوق کے وجوہ ترجیح ارشاد۔ (۱) بیوی کے بغیر گھر کا انتظام نہیں ہو سکتا اور انتظام بہت بڑی قدر کی چیز ہے، اگر بیوی کچھ بھی گھر کا کام نہ کرے صرف انتظام اور دیکھ بھال ہی رکھے تو یہ اتنا بڑا کام ہے جس کی دنیا میں بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی ہیں اور منتظم کی بڑی قدر و عزت کی جاتی ہے (۲) خصوصاً بچوں کو بڑی محنت سے پرورش کرتی ہیں، یہ وہ کام ہے کہ تنخواہ دار ماما کبھی بیوی کی برابر نہیں کر سکتی (۳) ہندوستان کی عورتیں خصوصاً ہمارے اطراف کی عورتیں تو واقعی جنت کی حوریں ہیں جن کی شان میں عُرُباً یعنی عاشقات الازواج آیا ہے، چنانچہ مردوں پر فدا ہیں کہ مردوں کی ایذائیں ہر طرح سہتی ہیں، اور صبر کرتی ہیں (۴) ان میں حوروں کی ایک صفت اور بھی ہے یعنی قاصرات الطرف چنانچہ ان کو اپنے شوہر کے سوا کسی کی طرف میلان نہیں ہوتا، اور اگر ان کو کسی غیر کا میلان اپنی طرف معلوم ہو جاوے، تو اس سے سخت نفرت ہو جاتی ہے یہاں کی یہی تہذیب ہے۔

حقوق اولاد ارشاد۔ (۱) اولاد حاصل کرنے کے لئے شریف عورت تجویز کرے (۲) اور جب اولاد پیدا ہو ان کے نام اچھے رکھے (۳) اور جب ان کے ہوش درست ہو جاویں ان کو تہذیب اور تعلیم دین دے۔

نکاح کی حکمت ارشاد۔ ایک اجنبی مرد کے سامنے ایک اجنبی عورت کا اس طرح بے حجاب ہو جانا اور اس کے ساتھ مرد کا بے حجاب ہو جانا عقل کے نزدیک بالکل قبیح ہے مگر عقل کی اس تجویز پر عمل کیا جاتا تو زیادہ فتنہ برپا ہوتا کہ اب تو ایک ہی اجنبی مرد و عورت بے حجاب ہو رہے تھے، پھر نہ معلوم کتنے مرد اجنبی عورتوں کے ساتھ بے حجاب ہوتے، اور کتنی عورتیں اجنبی مردوں کے ساتھ بے حجاب ہوتیں، کیونکہ نفس میں جو تقاضے پیدا ہوتے ہیں اگر ان کے پورا ہونے کے لئے ایک محل بھی تجویز نہ کیا جاوے تو پھر انسان اپنے تقاضے کو ہر جگہ پورا کرے گا۔ اور اس کی بے حیائی کا عیب نمایاں ہو جاوے گا، ان عواقب پر نظر کر کے شریعت سماویہ نے نکاح تجویز کیا، اس تقاضے کے پورا ہونے کا محل محدود و متعین ہو کر فتنہ نہ بڑھے۔

وجوہ تشبیہ مرد و عورت بلباس ارشاد۔ ھن لباس لکم وانتم لباس لھن

(۱) لباس میں ایک وصف اشتمال ہے، چونکہ زوجین میں تعلق وتواصل کے وقت اشتمال یکدگر ہوتا ہے اس لیے ہر ایک کو لباس سے تشبیہ دی گئی، مگر شارع کا مقصود اس تشبیہ سے محض اس اشتمال حسی کی طرف اشارہ کرنا نہیں بلکہ شدت تعلق کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ میاں بی بی کے درمیان ایسا تعلق پیدا کر دیتے ہیں کہ اس سے زیادہ کوئی تعلق دنیا میں نہیں ہوتا۔

(۲) لباس میں ایک وصف ستر ہے یعنی لباس میں ستر کی شان ہے اسیطرح عورت مرد کے ساتر (عیوب) ہے اور مرد عورت کے لیے ساتر (عیوب) اس طرح کہ تقاضائے نفس ایک کا دوسرے سے پورا ہو جاتا ہے، اور دوسری جگہ بے حیائی کا عیب نمایاں نہیں ہوتا۔

(۳) لباس میں ایک وصف اعانت حاجت ہے، یعنی جیسے بدون کپڑے کے انسان سے صبر نہیں ہو سکتا، اسی طرح بدون نکاح کے مرد و عورت کو صبر نہیں آسکتا، کوئی تقاضائے نفس ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ اعانت وغیرہ میں عورت اپنے خاوند کی محتاج ہے، اور خدمت وراحت رسانی میں مرد عورت کا محتاج ہے۔

(۴) ایک وصف لباس میں زینت ہے، یعنی جس طرح لباس زینت ہے، اسی طرح زوجین میں عورت مرد کے لئے اور مرد عورت کے لئے زینت ہے، عورت سے مرد کی زینت تو یہ ہے کہ بیوی بچوں والا آدمی لوگوں کی نظر میں معزز ہوتا ہے، اگر کسی سے ..... قرض مانگے تو اس کو قرض ملجاتا ہے، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ اس کے آگے پیچھے اور بھی آدمی ہیں یہ کہاں جا سکتا ہے۔ اور قرض میرا وصول ہو سکتا ہے، دوسرے یہ کہ لوگ بیوی والے کو سانڈ نہیں سمجھتے، اور جس کے بیوی نہ ہو اس سے اپنی عورتوں پر سب کو خطرہ ہوتا ہے، اور مرد سے عورت کی عزت یہ ہے کہ لوگ اس کے اوپر کسی قسم کا شبہ نہیں کرتے، میاں چاہے پاس رہے یا پردیس میں رہے، جتنے بال بچے ہوں گے، شوہر ہی کے سمجھے جائیں گے۔

(۵) لباس کے معنی کبھی عذاب و ضرر کے بھی آئے ہیں جیسے فاذاقھم اللّٰہ لباس الجوع والخوف اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں میں فتنہ واضرار کی بھی شان ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے لئے عورتوں سے زیادہ خطرناک فتنہ کوئی نہیں سمجھتا

پردہ میں بے پردگی فتنہ کی وجہ ہے

ارشاد۔ پردہ میں کچھ بے پردگی ہوتی ہے، تب فتنہ ہوتا ہے،

ورنہ کوئی وجہ فتنہ کی نہیں۔

پردہ کے تاکد کی وجہ

ارشاد۔ غیرت مند حیادار طبیعت کا خود یہ تقاضا ہے کہ عورتوں کو پردہ میں رکھا جاوے کوئی غیور آدمی اس کو گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی کو تمام مخلوق کھلے منہ دیکھے اور شریعت نے فطریات کا خاص اہتمام نہیں کیا، اس قاعدہ کا مقتضا یہ تھا کہ شریعت پردہ کے احکام سے بحث نہ کرے لیکن پھر بھی شارع کا اس سے بحث کرنا دلیل اس کی شفقت اور پردہ کے تاکد کی ہے۔

مردوں کے تابع ہونے کی وجہ

ارشاد۔ عورتیں فطرتاً اور قانوناً مردوں کے تابع ہیں، اور مرد محبت کی وجہ سے تابع ہو جاتے ہیں۔

اختصاص محبت مرد کی عورت کیساتھ پردہ کی بناء پر ہے

ارشاد۔ اور یہ مسئلہ عقلی ہے کہ یہ تابعیت (مرد کی)، محبت کے بقاء تک ہے، اور محبت کی بقاء پردہ کی بقاء تک ہے، چنانچہ ایک یورپین عورت نے لکھا ہے کہ عورتوں کے لئے جو بے پردگی کی کوشش کی جاتی ہے یہ عورتوں کے لئے سخت مضر ہے، کیونکہ اس وقت تو مردوں کو عورتوں کی راحت رسانی کا پورا اہتمام ہے اور اس کا سبب محبت ہے اور محبت کا منشا اختصاص ہے، مشاہدہ ہے کہ جو چیز عام ہوتی ہے اس سے قوی تعلق نہیں ہوتا۔ اور یہ اختصاص پردہ سے قائم ہے، پس محبت کی بناء پردہ ہے۔

جواز تتبع عورات بضرورت

ارشاد۔ بضرورت تتبع عورات جائز ہے۔ اس لئے مصلح کو واقعات مرید دریافت کرنا جائز ہے۔

اسلام کو ذلت سے بچانا واجب ہے

ارشاد۔ اسلام کو ذلت سے بچانے کے لئے کہ عدالت والے کہیں گے کہ توبہ توبہ مسلمان چوری اور بے ایمانی سکھلاتا ہے ہونگی دیدو۔ اور چار پیسے کی بچت نہ کرو۔

طاعون کل مسلمانوں کیلئے نعمت و شہادت ہے

ارشاد۔ طاعون عامہ مسلمین کے لئے نعمت و شہادت ہے

اور کفار اور بعض اہلِ معصیت کے لئے قہر ہے۔

اعمالِ شرعیہ کے مجاہدہ ہونے کا راز

ارشاد۔ اعمالِ شرعیہ جتنے بھی ہیں سب مجاہدہ ہیں دین کا ہر کام مجاہدہ ہے کیونکہ مجاہدہ کہتے ہیں خلافِ نفس کو اور دین کا ہر کام نفس کی اصل حالت کے اعتبار سے نفس کے خلاف ہے، اس کا راز یہ ہے کہ دین میں تقیید ہے اور تقیید نفس کو گراں ہے۔

طاعون کا مزہ مبتلا سے پوچھو

ارشاد۔ جو لوگ طاعون میں مبتلا ہو کر مر چکے ہیں ان سے اس کی قدر پوچھو، وہ جانتے ہیں کہ یہ بڑے مزے کی چیز ہے، ہم خوامخواہ اس سے گھبراتے ہیں۔

طاعون میں بھاگنا سو تدبیر ہے

ارشاد۔ طاعون میں بھاگنا دراصل تدبیر ہی نہیں بلکہ سو، تدبیر ہے کیونکہ بھاگنا جیسے ضعفِ قلب سے ناشی ہے اسی طرح وہ ضعف کا منشا بھی ہے، یعنی بھاگنے والا اس فعل سے ضعف کو اپنے قلب پر غالب کر لیتا ہے، طبی قاعدہ سے ایسے امراض ضعیف القلب پر سب سے پہلے قبضہ کرتے ہیں تو بھاگنے والے نے تو اسی وقت اپنے اوپر طاعون کو قبضہ دیدیا، اگر وہ یہاں نہیں مرا تو دوسری جگہ جا کر مرے گا، اسیطرح دوسری جگہ بھی یہ بھاگنے والے طاعون پھیلاتے ہیں، نہ بطریق عدوی بلکہ اسی قاعدے سے کہ یہ وہاں جا کر قلوب میں وہم پیدا کر دیتے ہیں تو دوسری بستی کے لوگ ان بھاگنے والوں سے یوں کہتے ہیں کہ خدا خیر کرے کہیں ہماری بستی میں بھی طاعون نہ ہو جاوے، جس سے ان میں بھی قبول طاعون کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

مسلمان اور کافر کے مرنے کے وقت کی حالت

ارشاد۔ مسلمان جب مرنے لگتا ہے تو فرشتے اسکو رضوان و کرامت کی بشارت سناتے ہیں، اس وقت وہ حق تعالیٰ کی لقاء کا مشتاق ہو جاتا ہے اور کافر کو عذاب کی دھمکی دیتے ہیں، وہ اس وقت خدا کے پاس جانے سے گھبراتا ہے اور کراہت کرتا ہے۔

طاعون کا مرنیوالا قتیل سیف کے برابر شہید ہے

ارشاد۔ طاعون کا مرنیوالا قتیل سیف کے برابر

شہید ہے کیونکہ قیامت میں دیکھا جاوے گا کہ اُن کے زخم بالکل شہداء کے زخم کے مشابہ ہوگا تو نفع کون درجہ والی بحر بریح مسلۃ علاوہ اس کے جو بات مجاہدات اختیاریہ سے برسوں میں حاصل ہوتی ہے وہ ان مجاہدات اضطراریہ سے ایک دن میں حاصل ہوجاتی ہے

خیر الصدقۃ جھد المقل وما کان عن ظھر غنیً کی تطبیق

ارشاد- خیر الصدقۃ جہد المقل یعنی بہتر صدقہ تنگدست کا صدقہ ہے، کیونکہ جمع بین المجاہدتین ہے اور ایک دوسری حدیث میں جو اس کے خلاف آیا ہے، خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی- یعنی بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد اپنے پاس غنی باقی رہے، سو تطبیق دونوں حدیث کی یوں ہے کہ اول تو اقویا کے لئے ہے اور ثانی ضعفاء کے لیئے ہے۔

مشاہدہ کاملہ یہ ہے کہ علماً وعملاً استحضار رہے

ارشاد- اس طریق کا خلاصہ دو ہی چیز ہیں ایک مجاہدہ، ایک مشاہدہ- اوّل وسیلہ ہے ثانی مقصود ہے مگر مشاہدہ کے معنیٰ رویت کے نہیں ہیں، بلکہ یہ اصطلاحی لفظ ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ خاص علماً کبھی عملاً کبھی غالب رہے، ورنہ وہ مشاہدہ علمی جو عمل سے خالی ہے بالکل ناقص ہے، اور محض ایک مشق کا درجہ ہے جو کافر کو بھی چند روز میں حاصل ہوسکتی ہے اس کا نام نسبت ومشاہدہ نہیں، بلکہ نسبت اس تعلق کا نام ہے، جو محبت مع اللہ کی وجہ سے جذر قلب میں پیوستہ ہوجاوے- جس کے لئے عمل بالاحکام لازم ہے اور جو تعلق بدون عمل کے ہو وہ محبت سے خالی ہے، پس مشاہدہ کاملہ یہ ہے کہ علماً وعملاً استحضار رہے، یعنی اس کے مقتضا پر عمل بھی ہو۔

ایمان کامل کی شناخت

ارشاد- ایمان اور یقین کے مختلف درجے ہیں، جس درجہ کا ایمان اور یقین ہوتا ہے تنہا ہی عمل میں اس کا اظہار ہوتا ہے، تو جب کسی کو حق تعالیٰ کی رویت ومعیت کا عمل میں استحضار نہیں ہوا تو اس درجہ میں اس کو ایمان حاصل نہیں ہے، اس کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں وہ یہ کہ طبیب کے پاس دو مریض گئے اور دونوں کو اس کی نسبت یا اعتقاد ہے کہ یہ شخص کامل طبیب ہے، دونوں نے اپنی نبض دکھائی، اور طبیب نے دونوں کو نسخہ لکھ دیا- مگر ایک شخص

نے تو نسخہ پر عمل کیا اور اس کو استعمال کر کے صحتیاب ہو گیا، اور دوسرے نے نسخہ پر عمل نہیں کیا تو پہلے کا یقین کامل ہے، کیونکہ اس نے اس یقین کے مقتضا پر عمل کیا ہے اور دوسرے کا ناقص ہے۔ اس یقین کامل کے حاصل کرنے کا طریقہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ اس کے مقتضا پر ہمت کر کے عمل کرے، اوّل اوّل تو تعب ہوگا، پھر رفتہ رفتہ وہ حال راسخ ہو کر ملکہ بن جائے گا۔

علمی استحضار کے لئے عمل بالاحکام لازم ہے

ارشاد۔ اگر علماً استحضار کامل ہو تو عملاً غیبت ہونا محال ہے اور ملکۂ یادداشت والوں کو جو استحضار ہوتا ہے، وہ محض تصور ہے غلبۂ استحضار نہیں۔

حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا فیصلہ

ارشاد۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام پر خشیت کا بہت غلبہ تھا اور زیادہ وقت رونے میں گزرتا تھا یہاں تک کہ روتے روتے رخساروں کا گوشت گل کر گر پڑا تھا، کیونکہ آنسوؤں میں ایک قسم کا تیزاب ہے، اس لئے آپ کی والدہ روئی کے پھائے رخساروں پر چپکا دیا کرتیں تاکہ بدنما نہ معلوم ہوں، ایک مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "اے یحییٰ تم تو اتنا روتے ہو گویا تم کو خدا تعالیٰ سے رحمت کی امید ہی نہیں، حضرت حق کی طرف سے فیصلہ صادر ہوا، وحی نازل ہوئی کہ اے یحییٰ خلوت میں تو تم ایسے ہی رہو جیسے اب ہو اور مخلوق کے سامنے ویسے رہو جیسے عیسیٰ علیہ السلام ہیں یعنی ہنستے اور تبسم کرتے رہا کرو، بندوں کے سامنے زیادہ رویا نہ کرو کہیں ہمارے بندوں کا دل نہ ٹوٹ جاوے، اور مایوس نہ ہو جاویں اور عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اے عیسیٰ ہمارے بندوں کے سامنے تو تم ویسے ہی رہو جیسے اب تک ہو اور خلوت میں ویسے رہو جیسے یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ یعنی خلوت میں ہمارے عذاب کو یاد کر کے رویا کرو۔

خود اتباعِ حکمت حضور ﷺ کی فطرت و طبیعت بن گئی تھی

ارشاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طبیعت سے بھی بعض کام کرتے تھے، مگر وہ طبیعت بالکل حکمت کے موافق تھی اور خود اتباعِ حکمت آپ کی فطرت و طبیعت بن گئی تھی۔

انسان کو دنیا میں بھیجنے کی ضرورت

ارشاد۔ ترقی قربِ مقصود کے لئے محض روح کافی نہیں، ورنہ ہم عالمِ ارواح ہی میں رہتے، دنیا میں کیوں آتے، کیا نعوذ باللہ حق تعالیٰ تمہارے بدخواہ ہیں جو خواہ مخواہ راحت سے نکال کر تم کو کلفت میں بھیجا، نہیں بلکہ اس میں راز یہی ہے کہ جو درجہ قرب کا مقصود تھا وہ اعمال خاصہ صلوٰۃ وصوم وغیرہ پر موقوف تھا اس لئے عالمِ ارواح میں ہم تم کو حاصل نہ ہو سکتا تھا، اس لئے روح کی ترقی کے لئے جسم کی ضرورت ہوئی اور دنیا میں بھیجے گئے۔

صوتِ امرد و عورت کا حکم

ارشاد۔ امرد اور عورت کی آواز بلا قصد ہی کان میں پڑے تو کانوں کو بند کرلے۔

مولویوں کا برتاؤ شریعت کے ساتھ

ارشاد۔ مولویوں کو شریعت کی حفاظت کے سامنے اپنی بدنامی کی بھی پرواہ نہیں چاہیئے۔

تشبہ کا مسئلہ

ارشاد۔ ایک شخص دکان پر یا دستر خوان پر شراب کی سی بوتلیں بھر کر رکھے گو اُن میں پانی ہی ہو شراب نہ ہو، وہ مجرم ہے اور شرعاً گنہگار ہے، کیونکہ اس نے شراب خواروں کے ساتھ تشبہ کیا۔

محقق کے کلام کی خصوصیت

ارشاد۔ محقق کے کلام کی خاصیت یہ ہے کہ اس کی بات نہ سمجھنے پر تو سب اس کے دشمن ہو جاتے ہیں، اور سمجھنے کے بعد سب اس سے راضی ہو جاتے ہیں۔

اہلِ مولود کو مطلقاً بُرا سمجھنا اچھا نہیں

ارشاد۔ اصل میں تخصیص اعتقادی ناجائز ہے اور تخصیص عملی بوجہ تشبہ کے ناجائز ہے، مگر تخصیص اعتقادی کے برابر نہیں، تو اگر کوئی شخص محض تخصیص عملی میں مبتلا ہو اور اس کا اعتقاد درست ہو اس سے الجھنا نہ چاہیئے اور جو دونوں میں مبتلا ہو اس کے اعتقاد کی اصلاح کرنا چاہیئے، پر مولود خواں سے فوراً بدگمان نہ ہونا چاہیئے، ممکن ہے کہ اس کا اعتقاد درست ہو اور محبت رسول کی وجہ سے تخصیص عملی میں مبتلا ہو، جس میں کسی قدر معذور ہو اس لئے اہلِ مولود کو مطلقاً بُرا سمجھنا اچھا نہیں۔

قنوت صبح کی نماز میں سنت دائمہ نہیں

ارشاد - میں آج کل نوازل کی وجہ سے صبح کی نماز میں قنوت پڑھتا ہوں مگر بعض دفعہ نہیں پڑھتا کیونکہ حنفیہ کے نزدیک قنوت صبح کی نماز میں سنت دائمہ نہیں

قیامِ مولد کا حکم

ارشاد - اگر کسی ایسے مولد میں پھنس جاویں جہاں قیام ہوتا ہو تو یہ اس مجلس میں مجمع کی مخالفت نہ کریں بلکہ قیام کر لیا کریں کیونکہ ایسے مجمع میں ایک دو کا قیام نہ کرنا موجب فساد ہے، ہاں جہاں ہر طرح اپنا اختیار ہو وہاں تمام قیود کو حذف کر دیا جاوے کیونکہ ایسے موقع میں خاموش رہنا گناہ ہے۔

لوح محفوظ کی نظیر

ارشاد - لوح محفوظ کی نظیر تو خود اپنا دماغ ہے کہ ذرا سے دماغ اس قدر بے شمار واقعات ومضامین محفوظ رہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ تھوڑے سے جسم میں جتنے چاہے واقعات محفوظ کر دیں، پس دیانند سرستی کا مسلمانوں سے یہ سوال کرنا بالکل لغو اور مبنی بر حماقت وجہل ہے کہ یہ جو مسلمان کہتے ہیں کہ لوح محفوظ میں اول خلقت سے قیامت تک کے واقعات لکھے ہوئے ہیں اور واقعات تو لاتعداد ولاتحصیٰ ہیں تو وہ کتاب تو بہت بڑی ہوگی، پھر وہ کہاں رکھی جاتی ہوگی۔

ہم لوگوں کا حضورؐ کے زمانہ میں نہ ہونا بھی رحمت ہے

ارشاد - ہم لوگوں کا حضورؐ کے زمانے میں نہ ہونا اور اب ہونا بھی نعمت ہے، کیونکہ ہم لوگ اگر اس وقت بھی ہوتے تو ایسے ہی ہوتے جیسے اب ہیں اور اب ہماری حالت یہ ہے کہ ہمارے اندر تکبر ہے اور اتباع علماء سے اعراض ہے، تو اس وقت اگر حضورؐ کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ایمان ہی نصیب نہ ہوتا، کیونکہ عادت مالوفہ یک لخت ترک کر دینا بڑی ہمت کی بات ہے۔

علماء کا استیصال تمام عالم کا استیصال ہے

ارشاد - جو لوگ علماء کے استیصال کی فکر میں ہیں، وہ خود مسلمانوں کے بلکہ تمام عالم کے استیصال کی فکر میں ہیں، کیونکہ بقاء عالم علماء کی وجہ سے ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے لا تقوم الساعۃ حتی یقال فی الارض اللہ اللہ۔

عالم بد عمل پر بھی اعتراض کا حق نہیں

ارشاد- عالم اگر بد عمل بھی ہو جب بھی تم کو اس پر اعتراض کا حق نہیں کیونکہ وہ مدعی علم کا ہے نہ کہ عمل کا، طبیب اگر بد پرہیز ہو تو مریض کا کیا نقصان

مادری و غیر مادری زبان کا فرق

ارشاد- قاعدہ یہ ہے کہ زبان داں کو اپنی مادری زبان میں گفتگو سنتے ہوئے دل التفات معانی کی طرف ہوتا ہے اور الفاظ کی طرف بعد میں التفات ہوتا ہے، اور غیر مادری زبان میں اول التفات الفاظ کی طرف ہوتا ہے ثانیاً معانی کی طرف

وحدت الوجود کی حقیقت

ارشاد- وحدۃ الوجود تو یہ ہے کہ اپنی ہستی کو مٹا کر خدا کی ہستی کا مشاہدہ کرے نہ یہ کہ خدا کی ہستی کو مٹا کر اپنی ہستی کا مشاہدہ کرے۔

لزوم صوم شہوت کا علاج ہے نہ کہ مطلق صوم

ارشاد- روزہ میں ابتداءً شہوت کا غلبہ ہوتا ہے، کیونکہ اس سے طبیعت میں لطافت پیدا ہوتی ہے اور لطافت سے شہوت بڑھتی ہے مگر زیادہ روزہ رکھنے سے پھر شہوت کم ہو جاتی ہے اور حدیث میں لزوم صوم کو علاج فرمایا ہے نہ کہ مطلق صوم کو اور لزوم مقتضی ہے اعتیاد و تکرار کو، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جیسے زیادہ کثافت طبع سے شہوت کم ہو جاتی ہے اسیطرح زیادہ لطافت سے بھی کم ہو جاتی ہے۔

تعزیت کرنے کا طریقہ

ارشاد- بھائی جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا، اب رونے دھونے سے مردہ تو زندہ ہونے سے رہا، نہ اس کا اس میں کچھ نفع، تم وہ کام کرو کہ اس کو بھی نفع ہو اور تم کو بھی وہ یہ کہ قرآن لے کر بیٹھ جاؤ اور پڑھ پڑھکر اس کو بخشو نفلیں پڑھو اور اس کا ثواب اس کو بخشو، اللہ اللہ کرو اور اس کا ثواب اسکو پہنچاؤ، اس کے لئے دعائے مغفرت کرو، اور یہ سوچو کہ وہ جنت میں گیا، جہاں یہاں سے زیادہ راحت ہے اور کچھ دنوں میں ہم بھی وہاں پہنچکر اس سے مل لیویں گے۔

مسلمانوں کے فلاح و ترقی کا طریقہ عمل بالشریعت ہے

ارشاد- دنیا کے فلاح کا طریقہ بھی یہی ہے کہ اعمال شرعیہ کا اہتمام کیا جاوے جس طرح پر ہر چیز کے پاک کرنے کا طریقہ

مختلف ہے، اسی طرح ہر قوم کی فلاح و ترقی کا طریقہ الگ ہے، یہ ضرور نہیں کہ جو طریقہ ایک قوم کو نافع ہو وہ سب کو نافع ہو، اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ تدابیر ہم کو بھی نافع ہیں تو ایسے نفع کو لیکر ہم کیا کریں گے جس کے ساتھ خدا کا غضب بھی ملا ہوا ہے، اس لئے مسلمانوں کو وہی تدابیر اختیار کرنا چاہیئے جو شریعت کے موافق ہوں، یوں نفع تو شراب و قمار میں بھی ہے، لیکن نص ہے واثمهما اكبر من نفعهما۔

تدبیر کرو مگر علماء سے پوچھکر

ارشاد۔ علماء کا کام یہ ہے کہ جو تدبیر تم کرنا چاہو اول علماء سے استفتاء کر لو کہ یہ جائز بھی ہے یا نہیں وہ اس کے متعلق حکم شرعی بتلادیں گے، تم اس پر عمل کرو، تمام متمدن اقوام کا یہی طریقہ ہے کہ ان کا عملی محکمہ الگ ہوتا ہے، علمی محکمہ الگ ہوتا ہے۔

خدا کا وجود فطری ہے اور اس کی دلیل

ارشاد۔ واقعی خدا کا وجود ایسا فطری ہے کہ طوفان کے وقت اضطراری طور پر ملحد کو بھی اس کا قائل ہونا پڑتا ہے اور کافر و مشرک موحد ہو جاتا ہے، اس وقت سارے دیوتا، مہادیو وغیرہ دل سے نکل جاتے ہیں اور خدا ہی خدا رہ جاتا ہے، اور مسلمانوں کو توبہ و انابت الی اللہ نصیب ہوتی ہے۔

آخرت کے مکان و زمان دونوں کی خاصیت دنیا سے الگ ہے

ارشاد۔ جیسے زمان آخرت میں یہ خاصیت ہے کہ اس وقت تحمل رویت پیدا ہو جائے گا۔ ایسے ہی مکانِ آخرت میں بھی یہ خاصیت ہے کہ جو وہاں پہنچ جائے اس میں تحمل رویت پیدا ہو جاتا ہے گو وہ حیات دنیویہ ہی سے ملتبس ہو، آخرت کے مکان و زمان دونوں کی خاصیت دنیا سے الگ ہے۔

جنتیوں کو اول زمین کا جوہر دکھلایا جائے گا

ارشاد۔ حق تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اول زمین کا جوہر دکھلائیں گے۔ تاکہ جنت میں جانے سے پہلے دنیا کی ہر قسم کی لذائذ کا مزہ ان کو معلوم ہو جاوے پھر جنت کی نعمتوں کو دیکھکر اندازہ کریں کہ یہ دنیا کی لذتیں ان کے سامنے کیا ہیں کچھ بھی نہیں۔

بوڑھا چراغ سحر ہے تو جوان چراغ شام

ارشاد۔ بوڑھے اور جوان سب کے سب چراغ ہی کے مثل

ہیں مگر کوئی چراغ شام ہے اور کوئی چراغ سحر، خطرہ سے کوئی بھی خالی نہیں

ہم کو اپنے فنا کا استحضار نہیں

ارشاد۔ گو ہم کو فنا ہونے کا عقیدہ تو ہے، لیکن اس وقت اس کا استحضار نہیں، اگر ہے بھی زمانۂ مستقبل بعید میں ہے،

حرکت زمانی و مکانی کا خاصہ

ارشاد۔ حرکت کی دو قسمیں ہیں ایک حرکت مکانی اور ایک زمانی۔ تو یہاں پر حرکت مکانی اور انتقال اپنی تو بے شک نہیں ہے کیونکہ ظاہراً ہم دیکھتے ہیں کہ آخرت میں پہنچنے کے واسطے اللہ پاک نے کوئی زینہ نہیں بنایا جس پر چڑھکر ہم آخرت میں چلے جاویں، لیکن یہاں پر حرکتِ زمانی متحقق ہے یعنی اگرچہ ہم ساکن محض ہیں، لیکن زمانہ حرکت کر رہا ہے وہ حرکت کرتے کرتے ایک ایسی آخری ساعت پر پہنچ جائے گا کہ جس کے بعد ہم آخرت میں ہوں گے یہی حرکت زمانی ہے جو بوجہ خارج از اختیار و کسب ہونے کے سبب تغافل بنتی ہے، جس ساعت سے دنیا میں کوئی قدم رکھتا ہے اسی وقت سے اس کی عمر میں ہر ہر ساعت محسوب ہونے لگتی ہے اور اسی قدر عمر کا حصہ گھٹنے لگتا ہے، جیسے برف ہوتا ہے کہ اس کو جس قدر رکھا جاوے، اسی قدر وہ برابر گھلتی رہتی ہے۔

حیلۂ نفس کی مثال

ارشاد۔ نفس نے عجیب بہانہ تراش رکھا ہے، جب اس سے کہا جاتا ہے کہ سود مت لو تو کہتا ہے کہ ہندوستان دار الحرب ہے اور دار الحرب میں سود لینا بعض علماء کے مذہب پر جائز و حلال ہے اور جب کہو کہ زکوٰۃ دو تو کہتا ہے بھائی ہمارا سارا مال حرام ہے، سودی ہے اور غیر کا حق ہے اور حق غیر میں زکوٰۃ کہاں، نفس کی مثال بالکل شتر مرغ کی سی ہے ؎

چوں شتر مرغے شناس ایں نفس را
نے برد بار و نہ پرد بر ہوا
گر بپر گویش بگوید اشترم
ور نہی بارش بگوید طائرم

ریل میں اگر اشارہ سے نماز پڑھے تو احتیاطاً دُہرا لیوے

ارشاد۔ ریل میں جس طرح سے

ممکن ہو نماز ضرور پڑھ لے، لیکن اس قسم کی نماز جس میں رکوع اور سجدہ کے بجائے ہجوم کی وجہ سے اشارہ کیا ہو، اس کا اعادہ علی سبیل الاحتیاط ضرور کرلینا چاہیئے۔

مواقع رخصت میں رخصت ہی حکم اصلی ہے جس سے خدا کا شکر ادا ہوتا ہے اور محبت بڑھتی ہے

ارشاد۔ رخصت و عزیمت جبکہ اپنے موقع پر ہوں اجر میں برابر ہیں، یہ سخت غلطی ہے کہ بعض علماء رخصت کو اصل حکم شرعی نہیں سمجھتے، نیز اس کو موجب اجر قلیل خیال کرتے ہیں، حضرت والا فرماتے ہیں کہ اپنا تو یہ خیال ہے کہ خواص کو بھی مواقع رخصت پر بہ نسبت عزیمت کے رخصت ہی پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور انسب ہے اس وجہ سے کہ خواص کے طرز عمل کو عوام اپنے واسطے نقشۂ عمل سمجھتے ہیں تو جبکہ خواص ایسے مواقع رخصت میں عزیمت پر عمل کریں گے اور عوام کو رخصت پر عمل کرنے کی تعلیم کریں گے تو عوام سمجھیں گے کہ اصل حکم شریعت کا یہی ہے، جس کو یہ لوگ کرتے ہیں اور یہ سہل احکام بوجہ سہولت و آسانی کے ہم کو تعلیم فرماتے ہیں، حالانکہ مواقع رخصت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت ہی پر عمل کیا ہے، اور صحابہ کو بھی اسی پر عمل کرنے کو فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ مواقع رخصت میں رخصت ہی حکم اصلی ہے، نیز رخصت پر عمل کرنے میں حق تعالیٰ کا احسان پیش نظر ہوتا ہے اور ہر رگ و پے و ہر سانس سے شکر ہی شکر خداوند تعالیٰ کا ادا ہوتا ہے اور اس شکر سے حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔

اصل سرور و نور حقیقی کی تعریف

ارشاد۔ اصل سرور وہ ہے جو انسان کو حدود شرعیہ میں رہ کر عمل کرنے سے حاصل ہو اور اس پر فرحت بخش اثر پیدا ہو وہی ہے نور حقیقی جس کو محبت الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے

عمل بالسنۃ کے معنی

ارشاد۔ عمل بالسنۃ کے معنی یہ ہیں کہ حضورؐ کے حکم کی مخالفت نہ ہو، باقی عمل میں پوری مطابقت کہ عادات و معمولات کو بعینہٖ ادا کیا جائے لازم نہیں، مثلاً حضور بلا چھنے ہوئے جو کے آٹے

کی روٹی کھاتے تھے تو یہ لازم نہیں کہ ہم بھی بے چھنے جو کی روٹی کھاویں۔

ما انا علیہ واصحابی کے معنی

ارشاد۔ ما انا علیہ واصحابی، ما کے تحت میں دو قسم کے امور داخل ہیں، ایک فعلی یعنی جس پر تعامل آنحضرت ﷺ کا اور صحابہؓ کا رہا ہے، اور ایک قولی یعنی جس پر عمل تو آپ ﷺ کا ثابت نہیں، لیکن ان کی اجازت صراحتہً آپ ﷺ نے دی ہے یا کسی کلیہ کے تحت میں داخل ہیں، بشرطیکہ کوئی دلیل شرعی حرمت کی موجود نہ ہو، پس اس اصل پر ہندوستانی جوتہ تو اجازت کے تحت میں آسکتا ہے بخلاف انگریزی جوتہ کے کہ اس میں تشبہ بالکفار علت حرمت موجود ہے۔

صحیح الاعتقاد وہ ہے جس کے اعتقاد کا اثر عمل میں بھی ظاہر ہو

ارشاد۔ اگرچہ مسئلۂ قدر ان مسائل میں سے ہے جن کا علم مقصود بالذات ہے اور جن کا علم جزو ایمان ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اس سے تکمیل صبر کا بھی مقصود ہونا نص سے ثابت ہے جو ایک عمل ہے پس علوم مقصودہ فی حد ذاتہا بھی تتمیم اعمال میں مؤثر ہیں اور ان کی تعلیم سے اصلاح اعمال بھی مقصود ہے، پس دراصل صحیح الاعتقاد وہ ہے جس کے اعتقاد کا اثر عمل میں بھی ظاہر ہو ورنہ وہ ناقص الاعتقاد ہے اور اصل معنی میں صحیح الاعتقاد نہیں۔

کنہ ذات سے ناواقفیت نقص بشر نہیں

ارشاد۔ اگر ہم ایک ذاتِ قدوس بعید عن الادراک، غائب عن النظر غیر محدود الاوصاف کے ادراک سے جاہل و ناواقف ہیں تو کونسا ہماری شان میں بدنما داغ لگ جائے گا۔

دوام تحت المشیۃ کی تفسیر

ارشاد۔ الا ما شاء ربک جو خالدین فیہا کے بعد فرمایا ہے اس سے مراد دوام تحت المشیۃ ہے مطلب یہ کہ کہیں خالدین فیہا کے مضمون دوام سے یہ نہ سمجھنا کہ ہم اب مساوی واجب کے ہو کر ممکنیت کے پیراہن سے خارج ہو گئے، نہیں بلکہ تم ممکن ہی ہو اور ہم واجب ہی ہیں، دوام اگرچہ تمہارے حصہ میں بھی آگیا، لیکن تمہارا یہ دوام تو داخل تحت المشیۃ ہے یعنی ہمارے ارادہ پر موقوف ہے کہ جب تک ہم چاہیں تم کو اس دوام میں رکھیں اور جب چاہیں کان پکڑ کر نکال باہر کریں، گو نکالیں گے نہیں، مگر پھر بھی تحت المشیۃ ہے، بخلاف ہمارے دوام کے کہ ہمارا

دوام مستقل بالذات ہے کسی کی مشیت پر موقوف نہیں کوئی احتمال اس دوام کے فنا ہونیکا نہیں ہے

مسئلہ تقدیر کا انکشاف آخرت میں بھی نہ ہوگا اور اس کا راز

ارشاد۔ عرفاء نے کہا ہے کہ مسئلہ قدر کا انکشاف آخرت میں بھی نہ ہوگا، جیسا کہ یہاں نہیں ہوا، اس وجہ سے کہ یہ مسئلہ بھی راجع ہے ادراک کنہ ذات و صفات کی طرف اور ذات و صفات کا علم بالکنہ نہ دنیا میں ہو سکتا ہے نہ آخرت میں

تاکد حق کی وجہ

ارشاد۔ تاکد حق کی وجہ کبھی عظمت صاحب حق ہے کبھی حاجت صاحب حق

عزت بالذات و عزت بالعرض

ارشاد۔ عزت بالذات تو تمامہا اللہ ہی کے لئے اور عزت بواسطہ رسول اور مومنین کے لئے بھی ہے، غرض دونوں میں بالذات اور بالعرض کا فرق ہے۔

حق العباد مقدم علیٰ حق اللہ کا مطلب

ارشاد۔ حق العباد مقدم علیٰ حق اللہ کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ عظمت کی وجہ سے ایسا ہے بلکہ احتیاج کی وجہ سے حق العبد کو حق اللہ پر مقدم کیا گیا ہے چونکہ حق تعالیٰ نے خود حکم دیا ہے کہ بندوں کے حقوق ادا کرو۔ اس بنا پر یوں کہنا چاہیئے کہ ایک حق اللہ دوسرے حق اللہ پر مقدم ہو گیا۔

صوفی کو کوئی جاہل کہدے تو وہ خوش ہوتے ہیں

ارشاد۔ صوفی کو کوئی جاہل کہدے تو وہ خوش ہوتے ہیں کہ اچھا ہوا میں رجوع خلائق سے بچا ورنہ لوگ ہجوم کر کے خلوت مع المحبوب سے روک دیتے۔

حق العبد مقدم علیٰ حق اللہ میں درحقیقت ایثار تعلیم ہے

ارشاد۔ حق العبد مقدم علیٰ حق اللہ میں درحقیقت اس میں ایثار کی تعلیم ہے کیونکہ حق اللہ وہ ہے جس کا نفع و ضرر اپنے نفس کو ہوتا ہے اور حق العبد وہ ہے جس کا نفع و ضرر غیر کو ہوتا ہے، پس مطلب

یہ ہوا کہ اپنے نفس کے حقوق پر غیروں کے حقوق کو مقدم کرنا چاہیے فقہا اس کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں، اور صوفیہ اس کو ایثار سے تعبیر کرتے ہیں، فقہاء نے صرف معاملات میں ایثار کا اہتمام کیا ہے اور صوفیہ نے ہر امر میں اس کی سعی کی ہے حتیٰ کہ عبادات میں بھی، فرائض اور واجبات کے اندر تو نہیں مگر مستحبات و فضائل میں وہ ایثار کرتے ہیں، چنانچہ اگر کبھی کوئی صوفی صف اول میں کھڑا ہو جاوے اس کے بعد کوئی بزرگ آجائیں، استاد یا شیخ تو وہ پیچھے ہٹ کر اپنے بزرگ کو صف اول میں جگہ دیدیتے ہیں، اس پر فقہاء خشک اعتراض کرتے ہیں کہ تم نے صف اول کے ثواب کو چھوڑ دیا جس میں استغناء عن الثواب ہے، صوفیہ کہتے ہیں کہ ایک ثواب تو صف اول میں کھڑے ہونے کا ہے اور دوسرا ثواب تعظیم اہل اللہ کا ہے جو اس سے بڑھا ہوا ہے نیز اس حدیث پر عمل ہے لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھی تو ظاہر میں گو ہم ایک ثواب کے تارک ہیں مگر باطن میں دوسرے ثواب کے جامع ہوئے تو استغناء عن الثواب کہاں ہوا علاوہ اس کے بقاعدۂ الدال علی الخیر کفاعلہ اس کو جو صف اول کی فضیلت ہماری وجہ سے حاصل ہوگی، اس کا ثواب بھی ہم کو ملیگا تو ہم ثواب صف اول سے بھی محروم نہ ہوئے اور اس کے ساتھ دوسرے ثواب کے جامع ہو گئے۔

حقوق غیر کے مقدم ہونے کی شرط

ارشاد - نفس پر حقوق غیر مقدم ہیں بشرطیکہ اپنی ہلاکت اور اپنے اہلِ بیت کی پریشانی کا اندیشہ نہ ہو۔

حق العبد کے اقسام

ارشاد - الا ان اموالکم ودماءکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا من یومکم ھذا الی یوم القیامۃ۔ معلوم ہوا کہ حق العبد کے تین قسم ہیں، جان، مال، آبرو۔

مولود شریف اور جگہ تو بدعت ہے لیکن کالج میں جائز، بلکہ حفاظتِ دین کا ذریعہ

ارشاد - اگر کسی جگہ بدعت ہی لوگوں کے دین کی حفاظت کا ذریعہ ہو جاوے تو وہاں اس بدعت کو غنیمت سمجھنا چاہیے، جب تک کہ ان کی پوری اصلاح نہ ہو جاوے، جیسے مولود شریف

اور جگہ تو بدعت ہے مگر کالج میں جائز بلکہ واجب ہے کیونکہ اس بہانہ سے وہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف اور آپ کے فضائل و معجزات تو سن لیتے ہیں تو اچھا ہے اسی طرح حضور کی عظمت و محبت ان کے دلوں میں قائم رہے۔

حکام کو ناراض کرنے کی ممانعت

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ میں داخل ہے

ارشاد۔ ایسا کام نہ کرنا چاہیئے جس میں حاکم کی ناراضی ہو، کیونکہ اس کا انجام قریب ہلاکت ہے اور مدت دراز تک مسلمانوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور ایسے خطرات سے حفاظت نفس شرعاً مطلوب ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ عوام تو اپنی جان سمجھ کر اپنے نفس کی حفاظت کرتے ہیں اور اہل اللہ خدا کی امانت سمجھ کر حفاظت کرتے ہیں۔ حکام کو ناراض کرنا لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ میں داخل ہے۔

بچوں پر اگر زیادتی ہو جاوے تو اسکی تلافی کی تدبیر

ارشاد۔ اگر بچوں پر زیادتی ہو جاوے تو اس کی تلافی کی یہ تدبیر ہے کہ سزا کے بعد بچوں کے ساتھ شفقت کرو اور جس پر زیادتی کی ہے اس کے ساتھ احسان کرو یہاں تک کہ وہ خوش ہو جاوے، نیز سزا کے بعد بچوں کو خوش کرنے کی اس لئے بھی ضرورت ہے کہ ان کے دل میں معلم سے بغض و عداوت نہ پیدا ہو جاوے جو علم سے محرومی کا سبب ہے۔

خدمت طفلاں کا حکم

ارشاد۔ بچوں سے ایسی خدمت لینا جائز نہیں جس میں والدین کی رضا نہ ہو اور اگر رضا بھی ہو تو جو خدمت بچوں کی طاقت سے باہر ہو یا خدمت خلاف سنت ہو (جیسے تسبیح کے دانے پڑھوانا) وہ بھی جائز نہیں، میاں جیوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔

بدون صفائی کے کسی چیز سے منتفع نہ ہو

ارشاد۔ اگر قلی سے کام لینے سے پہلے صاف کہہ دیا جاوے کہ ہم سرکاری نرخ نامہ کے موافق تم کو کرایہ یا مزدوری دیں گے اس سے زیادہ نہ دیں گے، اگر خوشی ہو قبول

کرو، اگر اس پر بھی وہ سامان اٹھائے تو پھر سرکاری نرخ کے مطابق کرایہ دینا جائز ہے، غرضیکہ بدون صفائی کے کسی چیز سے منتفع نہ ہو۔

حاکم تنہا اپنی احتیاط سے نجات نہیں پا سکتا

ارشاد۔ حاکم تنہا اپنی احتیاط سے نجات نہیں پا سکتا بلکہ اس کا انتظام بھی اس کے ذمہ ہے کہ متعلقین بھی ظلم نہ کرنے پائیں جس کی صورت یہ ہے کہ عام طور سے اشتہار دے دے کہ میرے یہاں رشوت کا بالکل کام نہیں اس لئے اگر میرے عملہ میں سے کوئی شخص کسی سے رشوت مانگے تو ہرگز نہ دے، بلکہ ہم سے اس کی اطلاع کرے، پھر اطلاع کے بعد جس نے ایسی حرکت کی ہو اس سے رقم واپس کرائے اور کافی سزا دے، نیز جو شخص حاکم سے ملنے آئے اس کو خود جا کر دروازہ سے باہر تک پہنچائے، تاکہ نکلتے ہوئے کوئی چپراسی وغیرہ اس کو تنگ نہ کرے۔ نیز حکام کو یہ بھی چاہیئے کہ لوگوں کے تعلقات براہ راست اپنے سے رکھیں کسی شخص کو واسطہ نہ بنائیں، کیونکہ یہ واسطے بہت ستم ڈھاتے ہیں، اگر کہو صاحب یہ تو بڑا مشکل ہے تو حضرت حکومت کرنا آسان نہیں، یہ منھ کا نوالہ نہیں، ہر وقت جہنم کے کنارہ پر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورہ شام

ارشاد۔ حضرت عمرؓ نے جب شام کا دورہ کیا ہے تو آپ کے ساتھ کل یہ سامان تھا، ایک غلام تھا اور ایک اونٹ، اسی پر آقا اور غلام دونوں باری باری سوار ہوتے تھے اور کھانے کے لئے ایک تھیلا ستو کا تھا اور ایک کھجوروں کا، بس سارے راستہ اسی کو گھولکر پی لیا، دو چار کھجوریں کھالیں، ساتھ میں نہ خیمہ تھا، نہ گھوڑے تھے۔ نہ لاؤ لشکر تھا، پھر راستہ میں جہاں ٹھیرتے تھے، وہاں استقبال کرنے کی ممانعت تھی، نہ کسی کا ہدیہ لیتے، نہ کسی گاؤں سے دودھ اور جنس منگاتے۔

لاپتہ کے حقوق مالیہ و جسمانیہ کی ادائیگی کا طریقہ

ارشاد۔ اگر کسی شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو یا کسی سے رشوت لی، یا کسی کی غیبت کی ہو اور اب وہ مر چکے ہوں یا لاپتہ ہوں، تو ان کے حقوق کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ اول تو پوری کوشش ان کے پتہ لگانے میں کرے اگر پتہ لگ جاوے تب تو ان کا حق پہنچائے یا معاف کرائے۔ اگر معلوم ہو کہ وہ مر گئے ہیں تو مالی حقوق اُن کے ورثہ کو پہنچاؤ یا ان سے معاف کراؤ۔ اگر ورثہ کا بھی پتہ نہ لگے تو جتنی رقم تم نے ظلم و رشوت سے لی ہے اتنی رقم

خیرات کرو۔ اور نیت کرلو کہ یہ ہم ان کی طرف سے دے رہے ہیں۔ یہ تو حقوق مالیہ کا حکم ہے اور غیبت شکایت اور جانی ظلم کی تلافی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مظلوم مرگیا ہو یا لاپتہ ہوگیا ہو تو اس کے حق میں دعا کرو، نماز و قرآن پڑھکر اس کو ثواب بخشو۔ اور عمر بھر اس کے لئے دعا کرتے رہو انشاء اللہ حق تعالیٰ ان کو تم سے راضی کردیں گے، جس کی صورت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ نے یہ لکھی ہے کہ قیامت میں مسلمانوں کو بڑے بڑے خوبصورت عالیشان محل دکھلائے جائیں گے اور حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ان محلّات کا خریدار کوئی ہے اور ارشاد ہوگا کہ ان کی قیمت یہ ہے کہ جس کا جو حق کسی کے ذمہ ہو اُسے معاف کردے، اس وقت کثرت سے اہلِ حقوق اپنے حق معاف کردیں گے اگر یہ شبہ ہو کہ ساری عمر میں جو کثیر رقم حرام مال کی کھائی گئی آج ایک دن میں کیسے سب ادا کردے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کام کا شروع کردینا اور ادا کا عزم کرلینا بھی مقبول ہے تم اول تو صاحب حق سے معافی کی درخواست کرو، اگر وہ خوشی سے معاف کردے تب جلدی ہلکے ہوئے اور اگر معاف نہ کرے یا خوشی سے معاف نہ کرے تو اب تھوڑا تھوڑا جتنا ہوسکے اس کا حق ادا کرتے رہو۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اپنے فضول اخراجات کو موقوف کردو۔ بس ضروری ضروری خرچوں میں اپنی آمدنی خرچ کرو۔ اور اس میں سے جتنا بھی بچے وہ حق داروں کو ادا کردو۔ اگر وہ مرگئے ہوں تو ان کے ورثاء کو دو۔ اگر ورثاء بھی نہ معلوم ہوں تو ان کی نیت سے خیرات کرتے رہو۔ انشاء اللہ اول تو امید ہے کہ دنیا ہی میں سارا حق ادا ہوجائے گا اور اگر کچھ رہ گیا تو حق تعالیٰ اس کو ادا کردیں گے۔ حق تعالیٰ کے یہاں نیت کو زیادہ دیکھا جاتا ہے، جس کی نیت پختہ ہو کہ میں حق ادا کروں گا۔ پھر اس پر عمل بھی شروع کردے۔ حق تعالیٰ اس کو بری کردیں گے۔

مولویوں کا بیوی سے دبنے کا راز

ارشاد۔ سچ کہا ہے کسی نے یغلبن الکرام ویغلبھن الجاھل لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ مولوی بیویوں سے دبتے ہیں، خیر کوئی یوں ہی سمجھ لے، مگر درحقیقت دبتے نہیں بلکہ کمزور پر بہادری ظاہر کرتے ہوئے غیرت کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ اور سمجھ کی تعریف اور خدا تعالیٰ کے پانے کا مطلب

ارشاد۔ خدا وہ ہے جو سمجھ میں نہ آوے، اور سمجھ وہ ہے جو خدا کو پاوے، یعنی خدا کی طلب میں رہے اگرچہ اس کی ذات تک رسائی نہیں ہوسکتی۔

تعلیم قرآن کی شرعی حد

ارشاد۔ اوّل سے آخر تک قرآن کا پڑھنا فرضِ عین نہیں گو فرض کفایہ ضرور ہے، اور ایک آیت کا یاد کرنا فرضِ عین ہے اور سورۂ فاتحہ اور ایک سورۃ کا سیکھنا گو چھوٹی ہی سی سورت ہو واجب علی العین ہے۔

ترقی و تعلیم مضرِ دین تو چولھے میں جھونکنے کے قابل ہے

ارشاد۔ اس ترقی و تعلیم کو لے کر ہم کیا کریں جس سے دین ہی برباد ہونے لگے وہ تو چولھے میں جھونکنے کے قابل ہے پھوٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹے کان۔

عالمِ حقانی کی شناخت

ارشاد۔ عالم حقانی وہی ہے جو تمہاری مرضی کے موافق فتوٰی دیا کرے، اس میں غرض کا قوی شبہ ہے کہ وہ عوام کو اپنے سے مانوس کرنا چاہتا ہے۔ جو شخص کسی کی مرضی کی رعایت نہ کرے سمجھ لو کہ وہ صحیح احکام بیان کرتا ہے۔

تعلیم جدید کی تحصیل کے شرائط

ارشاد۔ (۱) اپنے مذہب کی تعلیم حاصل کرے۔ (۲) کسی عالم کے مشورے سے کورس مقرر کر کے مطالعہ کرے۔ (۳) علمائے حقانی کی کتابیں مطالعہ میں رکھے (۴) علماء حقانی کی صحبت میں آمد و رفت رکھے۔ (۵) غیر جنس کی کتابوں سے اعراض رکھے اس کے بعد تعلیم جدید حاصل کرنے کا مضائقہ نہیں۔

اہلِ دنیا کا برتاؤ دین و دنیا کے کاروبار میں

ارشاد۔ افسوس کہ دنیا کے کاروبار میں نقصان نہ ہونے کو بھی کامیابی سمجھا جاتا ہے، اور دین کے کام میں نفع کے تاخیر کو بھی کامیابی سمجھا جاتا ہے۔

علمِ الفاظ قرآن کی ضرورت

ارشاد۔ جو لوگ شبہ کرتے ہیں کہ بے سمجھے قرآن پڑھنے سے کیا نفع یہ محض ان کا بہانہ ہے، قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرتے۔ دوسرے یہ کہ معانی الفاظ کے تابع ہیں اور ضروری کا موقوف علیہ بھی ضروری ہوتا ہے تو اس سے خود الفاظ کی ضرورت پر دلالت ہو رہی ہے۔ پس چونکہ یہ لوگ

ظاہر میں مسلمان ہیں اس لئے زبان سے تو یہ کہہ نہیں سکتے کہ قرآن پڑھنے کو مطلقاً ہمارا جی نہیں چاہتا ورنہ کفر کا فتوی لگ جاوے گا، اس لئے یہ قاعدہ غرض نفس کے موافق گھڑ لیا کہ جب معانی نہیں سمجھتے تو الفاظ سے کیا نفع، حالانکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں تلك اٰیات الکتاب وقراٰن مبین قرآن کے معنی ہیں مایقرأ اور کتاب کے معنی ہیں مایکتب یعنی پڑھنے لکھنے کی چیز۔ تو الفاظ ہی ہیں معانی کو کون پڑھ لکھ سکتا ہے، اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ الفاظ خود بھی مطلوب ومقصود ہے۔

خدا کی مرضی حفاظت قرآن میں ہے

ارشاد۔ قرآن کے اس قدر حفاظ ہر زمانہ میں ہوتے رہتے ہیں اس کا شمار واحصاء دشوار ہے، معلوم ہوا کہ خدا کی مرضی اس کی حفاظت میں ہے تو ہم کو بھی مرضی حق کی رعایت چاہیئے۔

قرآن کے الفاظ آخرت کے سکّے ہیں

ارشاد۔ قرآن کے الفاظ کا ایک نفع یہ ہے کہ یہ آخرت کے سکّے ہیں جس کی ایک ایک سورت سے آخرت کے بے شمار خزانے جمع ہو جاتے ہیں، جب وہاں جا کر آپ دیکھیں گے کہ ایک سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ سے اتنا بے شمار ثواب ملگیا تو بے ساختہ یوں کہینگے ؎

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را
کہ بیک گل می خری گلزار را

مسلمان کو ہر وقت تکلم مع اللہ کی دولت حاصل ہے یعنی تلاوت قرآن مجید سے

ارشاد۔ عشاق کو محبوب سے باتیں کرنے میں عجیب مزہ آتا ہے اور یہ دولت مسلمانوں کو گھر بیٹھے ہر وقت نصیب ہے کہ وہ جب چاہیں اللہ تعالیٰ سے باتیں کر لیں۔ یعنی قرآن کی تلاوت کرنے لگیں۔ پھر حیرت ہے کہ قرآن کے بدون سمجھے پڑھنے کو بے فائدہ بتلایا جاوے

الفاظ قرآن کا نفع

ارشاد۔ صاحبو! اس سے بڑھکر الفاظ قرآن کا نفع اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی قراءت کی طرف بہت توجہ فرماتے ہیں اور نہایت توجہ سے سنتے ہیں۔

صورت کے بے کار نہ ہونے کی دلیل

ارشاد۔ اگر یہ دعویٰ مان لیا جاوے کہ صورت محض بے کار ہے تو ان مدعیوں کو چاہیئے کہ اپنی اولاد کا گلا گھونٹ دیا کریں۔ کیونکہ یہ تو محض صورت ہے اس کی کیا ضرورت ہے بلکہ مقصود تو معنی ہے یعنی روح اور وہ گلا گھوٹنے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

بجائے اصل الفاظ کے ترجمہ قرآن پڑھنا عقلاً بھی مناسب نہیں

ارشاد۔ الفاظ کی خاصیت متکلم کی عظمت و شوکت و صورت کا استحضار ہے اور یہ صرف قرآن ہی کے الفاظ کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ اصلی کلام الٰہی کے برابر ترجمہ میں عظمت و شوکت ہو نہیں سکتی۔ اور عبادت سے مقصود معبود کی عظمت دل میں پیدا کرنا ہے۔ اس لئے نماز میں بجائے اصل الفاظ کے ترجمہ پڑھنا عقلاً بھی مناسب نہیں۔

پختہ مزارات اہل اللہ کے مذاق سے بالکل خلاف ہیں اور وضع قبر کے بھی خلاف

ارشاد۔ اہل اللہ کی تعظیم کچھ اس میں منحصر نہیں کہ ان کے مزارات پختہ بنائے جاویں، وہ تو کچی قبریں بھی ویسے ہی معظم و محترم ہیں جیسے پکی قبریں، بلکہ کچی قبروں پر بوجہ موافقت سنت کے انوار زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ پختہ مزارات تمام تر رؤسا اور امرا و سلاطین کے بنوائے ہوئے ہیں ورنہ اہل اللہ کو اپنے بدن تک کی پرواہ نہیں ہوتی، پھر یہ جو پہلے قبروں کے پختہ و آراستہ بنانے کے ان میں کہاں سے آجاتے ان کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو کہ وہ بھی ان خرافات سے خوش ہوتے ہیں۔ غرضیکہ یہ پختہ مزارات اہل اللہ کے مذاق کے بالکل خلاف ہیں۔ پھر یہ قبر کی وضع کے بھی خلاف ہیں، کیونکہ زیارت قبور سے غرض یہ ہے کہ موت یاد آئے، اور دنیا کے زوال اور فنا کا نقشہ سامنے آجائے تو یہ بات کچی اور شکستہ قبروں ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور شاہی قبروں سے موت تھوڑا ہی یاد آتی ہے۔ نہ زوال و فنائے دنیا پیش نظر ہوتا ہے۔ بایں ہمہ صحابہؓ نے حضورؐ کی قبر پختہ نہیں بنائی بلکہ کچی ہی رکھی۔

دراصل باقی رکھنے والی چیز اہل اللہ کی ولایت و کمالات و معرفت و محبت ہے

ارشاد۔ پختہ قبر بنانا ہی بقا کا ذریعہ نہیں بلکہ اصل باقی رکھنے والی چیز اہل اللہ کی ولایت اور ان کے کمالات، معرفت و محبت ہیں۔ پس وہ آپ کی ابقاء کے محتاج نہیں، نیز نشانی باقی رکھنے کی یہ بھی تو صورت ہے۔ کہ قبر کچی رکھو۔ اور بہرحال اسکی لیپ پوت کرتے رہو۔

شرائط سماع

ارشاد۔ حضرت سلطان جی کے نزدیک سماع کی چار شرطیں ہیں۔ (۱) سامع از اہل ہوئی و شہوت نباشد۔ (۲) مستمع مرد تمام باشد زن و کودک نباشد۔ (۳) مسموع ہزل و فحش نباشد۔ (۴) آلہ سماع مثل چنگ و رباب درمیان نباشد۔

پختہ قبر بنانے سے شریعت کی ممانعت حقیقت میں ہم پر بڑا احسان ہے

ارشاد۔ پکی قبر بنانے سے جو شریعت نے منع کیا ہے حقیقت میں یہ ہم پر بڑا احسان کیا کیونکہ ابتداء سے اگر اس وقت تک سب قبریں پختہ ہی ہوتیں تو آدمیوں کو رہنے کے لئے جگہ بھی نہ ملتی نہ زراعت کے لئے زمین ملتی۔ کیونکہ مردے اس قدر گذر چکے ہیں کہ کوئی حصہ زمین کا مردوں سے خالی نہیں۔

طاعات کی جزا نقد بھی ہے اُدھار بھی

ارشاد۔ اللہ تعالیٰ نے طاعات کی ساری جزا اُدھار پر نہیں رکھی آخرت میں تو ان کی جزا ملے گی ہی۔ دنیا میں بھی جزا ملتی ہے۔ وہ یہی راحت و اطمینان اور عزت و عظمت ہے۔

حرام کو حرام سمجھکر کرنا معصیت ہے کفر نہیں

ارشاد۔ حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے قطعی یا ظنی۔ اگر حرام سمجھکر کریں گے تو کفر کا خطرہ نہ رہیگا۔ صرف معصیت رہجاوے گی یہ کفر سے اہون ہے دوسرے جب آپ اس کو حرام سمجھتے رہیں گے تو کیا عجب ہے کہ کسی وقت توبہ کی توفیق ہو جاوے۔

قلندر اور ملامتی کی تعریف ارشاد۔ قلندر اس کو کہتے ہیں جو ظاہری عبادت میں تقلیل کرے یعنی جس پر ذکر و فکر، نوافل و مستحبات سے زیادہ غالب ہو۔ ملامتی وہ ہے جو اعمال میں تکثیر تو کرتا ہے مگر ان کے اخفاء کا اہتمام کرتا ہے جس سے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں سے زیادہ کچھ بھی نہیں کرتے۔

عاشق کے فانی ہونے کے معنیٰ ارشاد۔ عاشق ہمیشہ فانی ہوتا ہے کہ اپنی عزت و آبرو کو محبوب پر نثار کر دیتا ہے

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا
اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

امامت کا حکم ارشاد۔ علماء کو لازم ہے کہ ان کی امامت سے اگر ایک شخص کو بھی کراہت ہو تو فوراً اس سے علیحدہ ہو جائیں، پھر انشاء اللہ بہت جلد وہ الگ کرنے والے ہی آگے ہاتھ جوڑیں گے۔

مسلم عاصی کے لئے بھی موت تحفہ ہے ارشاد۔ گنہگار مسلمان کیلئے بھی موت تحفہ ہے گو کچھ دنوں کے لئے اس کو عذاب بھی بھگتنا پڑے، کیونکہ موت ہی کے ذریعہ سے اس کو کسی وقت خدا کا قرب حاصل ہوگا۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے لئے دوزخ جیلخانہ اور حوالات نہیں بلکہ مثل حمام کے مطہر ہے، تیسرے یہ کہ مسلمانوں کو دوزخ کے عذاب کا بہت زیادہ احساس بھی نہ ہوگا، کیونکہ حدیث مسلم میں ہے یمیتھم اماتۃً کہ حق تعالیٰ جہنم میں مسلمانوں کو ایک قسم کی موت دیں گے جو نیند کے مشابہ ہوگی، چوتھے یہ کہ اگر عذاب بھی ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ جس نعمت کے زوال کی ہر دم توقع ہو وہ اس نعمت سے افضل ہے جس کے زوال کا ہر وقت اندیشہ ہو۔ پس مسلمان کے لئے موت ہر حال میں اچھی ہے، کیونکہ دنیا کے زوال کا خطرہ لگا ہوا ہے۔ اور آخرت کی تکلیف کے منقطع ہونے کی ہر دم توقع ہے پس موت ناگوار چیز نہیں۔

ہم کو اپنے نبی کے وسیلہ کی بہت کچھ اُمید ہے ارشاد۔ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو ایسا محبوب نبی عطا فرمایا کہ جس کے راضی کرنے کا حق تعالیٰ کو اس قدر اہتمام ہے

رعایت ہے کہ پچاس نمازوں کے بجائے صرف پانچ نماز امت کے لئے باقی رکھیں۔ پھر آپ اس وقت تک تھوڑا ہی راضی ہوں گے جب تک سب مسلمان جنت میں نہ پہنچ جائیں۔ اس لئے ہم کو بہت کچھ امیدیں ہیں۔

ہمارے حسنات درحقیقت سیئات ہیں

ارشاد۔ ہمارے حسنات حقیقت میں سیئات ہیں، مگر حق تعالیٰ کا کرم ہے کہ ان کو طاعات میں شمار کر لیتے ہیں۔

فنا و بقا کی تعریف

ارشاد۔ یہاں تم جو اپنی جان پیش کرتے ہو سڑی ہوئی ہے کیونکہ صفات رذیلہ سے متصف ہے اور حق تعالیٰ اس کے عوض میں تم کو ایسی جان عطا فرماتے ہیں جو لطیف و شفیف ہے، کیونکہ اب وہ متصف بصفات الٰہیہ ہو جاتی ہے۔ اسی کا نام فنا و بقا ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کیمیاوی طریقہ سے تانبہ کو سونا بنا دیا جاوے۔

حقیقت میں واصل اللہ تعالیٰ ہیں

ارشاد۔ حقیقت میں وصول انسان کے چلنے سے نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ سالک کی طلب صادق کو دیکھ کر خود آ کر اس سے مل جاتے ہیں تو دراصل واصل وہ ہیں یہ واصل نہیں ہے، مگر یہ بھی ان کی رحمت ہے کہ وہ طالب کو واصل کا لقب دیتے ہیں۔

شارع کا مقصد سمجھ لینا تفقہ ہے

ارشاد۔ فضیلت اس سے حاصل ہوتی ہے کہ شارع کا مقصد سمجھ لیا جاوے اسی کا نام فقہ ہے اور یہی وہ چیز ہے جس میں اکابر سلف ممتاز تھے، گو وسعت نظر میں متاخرین بڑھے ہوئے ہیں۔ مگر عمق نظر میں متقدمین بدرجہا افضل ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ اسی عمق فہم کی وجہ سے امام ہیں۔

حضورؐ نے اپنے فضائل کا بیان ترغیب اتباع کی نیت سے کیا ہے۔

ارشاد۔ حضورؐ کا مذاق یہ تھا کہ آپ کو اتباع احکام کا سب سے بڑھ کر اہتمام تھا حضورؐ نے

اپنے فضائل کو زیادہ ترغیب اتباع کی نیت سے بیان فرمایا ہے۔

عقائد جس طرح مقصود بالذات ہیں اسی طرح مقصود للاعمال ہیں

ارشاد۔ عقیدۂ تقدیر کو اصلاح اعمال میں بڑا دخل ہے، کیونکہ اس سے حزن و بطر رفع ہوجاتا ہے، اور حزن جڑ ہے تعطل ظاہر کی۔ اور تکبر و بطر اصل ہے تعطل باطن کی یعنی غمگین و پریشانی آدمی ظاہر میں تمام دین و دنیا کے کاموں سے معطل ہوتا جاتا ہے۔ اور متکبر آدمی کا دل خدا کے تعلق سے معطل ہوجاتا ہے، جب تک تکبر نہ نکلے خدا کے ساتھ دل کو لگاؤ نہیں ہوسکتا اسی طرح عقیدۂ توحید سے مخلوق کا خوف و طمع زائل ہوجاتا ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے اعتقاد کو آپ کے اتباع میں دخل ہے۔ پس عقائد جس طرح مقصود بالذات ہیں اسی طرح مقصود للاعمال بھی ہیں۔

تاخیر حسنات الیٰ رمضان پر بحث و تحقیق

ارشاد۔ اللہ و رسول کو تاخیر طاعات مطلوب نہیں بلکہ تسارع و تسابق الی الخیر مطلوب ہے، چنانچہ جا بجا فاستبقوا الخیرات۔ یسارعون فی الخیرات نص میں وارد ہے۔ اسی طرح حدیث تضاعف ثواب فی رمضان کا مطلب تعجیل اعمال فی رمضان ہے۔ نہ کہ تاخیر اعمال الیٰ رمضان۔ یعنی رمضان کے اندر، طاعات کے اندر جلدی کیجاوے۔ یعنی جس طاعات کی ہمت ہوسکے۔ اور جس عمل صالح کی توفیق ہوسکے اس کو جلدی رمضان ہی میں کردو۔ رمضان کے بعد کے لئے مؤخر نہ کرو، کیونکہ رمضان میں ثواب زیادہ ہے۔ پس اگر ۲۸ شعبان کو زکوٰۃ کا سال پورا ہوتا ہو تو ۲۸ شعبان کو زکوٰۃ ادا نہ کرنا بلکہ رمضان کے لئے اس کو ملتوی کرنا عدم تفقہ۔ اور مقصد شارع نہ سمجھنے کی دلیل ہے۔ ارے تم کو کیا خبر ہے کہ مساکین پر کیا گذر رہی ہے۔ تم کو یکم رمضان کا انتظار ہے اور اس غریب کی روح کو ایک ایک گھڑی کا انتظار ہے۔ علاوہ اس کے اتفاق فی رمضان میں کمیۃ ثواب بڑھتا ہے۔ اور تعجیل و سبقت فی الخیر میں کیفیۃ ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ اور کیفیت میں کمیت سے زیادہ مطلوبیت ہے، چنانچہ اس کی نظیر علماء کے کلام میں بھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ حدیث میں جو ہے کہ محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے ۲۵ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں ۵۰۰ نمازوں کا۔ مگر محلہ والوں کو یہ جائز نہیں کہ محلہ کی مسجد چھوڑ چھاڑ کر

جامع مسجد نماز پڑھنے جایا کریں۔ اگر ایسا کرو گے تو گناہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جامع مسجد کی نماز کا ثواب اس شخص کے حق میں کمیتہً زیادہ ہے، مگر محلہ کی مسجد کا ثواب کیفیتہً زیادہ ہے۔ کیونکہ اس کے ذمہ اسی مسجد کی آبادی واجب ہے، تو یہ شخص مسجد میں نماز بھی پڑھتا ہے اور واجب عمارت کو بھی ادا کرتا ہے۔ اور جامع مسجد میں نماز پڑھنے سے واجب عمارت ادا نہ ہوگا، کیونکہ اس کے ذمہ اس مسجد کی عمارت و آبادی واجب نہیں۔ بلکہ یہ واجب جامع مسجد کے محلہ والوں کے ذمہ ہے۔

بحث تاخیر حسنات الیٰ رمضان کا تتمہ

ارشاد۔ اوپر جو بحث تاخیر حسنات الیٰ رمضان کی ہے اس کے تتمہ میں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ کیا عجب ہے کہ اس وقت ضرورت کے وقت جو مسکین کو سہارا لگگیا ہے، اس کی دعا عرش سے کتنی اوپر گئی ہوگی اور اس دعا سے تم کو کیا کچھ ملا ہوگا اور رمضان لو کہ اس وقت رمضان سے کم ہی ثواب ملا تو تم کو کیا خبر ہے، کہ رمضان تک تم زندہ رہو یا نہ رہو۔ اگر کہو کہ ہم وصیت کر جائیں گے کہ رمضان میں اتنی رقم دے دی جاوے تو وصیت کا ثواب اپنے ہاتھ سے دینے کے برابر نہیں۔ دوسرے کیا بھروسہ کہ ورثاء ادا بھی کریں گے۔

مجبور کے لئے ادائیگی حقوق کا طریقہ

ارشاد۔ اگر کوئی شخص عمر بھر اس فکر میں لگا رہے کہ میرے ذمہ جو حقوق دوسروں کے ہیں کسی طرح ادا ہو جاویں، مگر افلاس یا اور کسی عذر کی وجہ سے مجبور رہا تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم خود حقوق ادا کر دیں گے اور اس شخص پر اصلا مواخذہ نہ ہوگا۔

بچہ کے ہاتھ سے خرچ کرائے مگر خرچ کو اباحت دے

ارشاد۔ باپ کو مناسب ہے کہ بچہ کے ہاتھ سے بھی کبھی کبھی خرچ کرایا کرے، کبھی اسکے ہاتھ سے فقیر کو دلوا دیا، کبھی مدرسہ میں دلوا دیا، تاکہ اس کا حوصلہ بڑھے اور مال کی حرص نہ پیدا ہو۔ دوسرے یہ کہ جب بچوں کے ہاتھ سے کسی دوسرے کو رقم دلواؤ خواہ فقیر کو یا مدرسہ کو تو اس وقت یہ رقم بچہ کو ہبہ نہ کرو۔ بلکہ اباحت کے طور پر دو ورنہ وہ اس کی ملک ہو جائیگی پھر ہبہ صبی حرام ہوگا۔ اور اگر غلطی سے ایسا ہو جاوے تو فقیر سے یا مدرسہ والوں سے یہ رقم

واپس نہ ہو، بلکہ خود بچہ کو اس کے عوض رقم دیدو۔ جس میں نیت عوض کی قید ضروری ہے، ورنہ یہ مستقل ہبہ ہوگا۔ پہلے کا عوض نہ ہوگا۔

عورتوں سے چندہ لینے میں احتیاط چاہیے

ارشاد۔ عورتوں سے چندہ لینے والوں کو بڑی احتیاط چاہیئے۔ کیونکہ یہ اکثر بدون شوہر سے پوچھے شوہر ہی کے مال میں سخاوت کرتی ہیں۔

انسان میں صفت اختیار کا ہونا دلیل کا محتاج نہیں

ارشاد۔ انسان میں صفتِ اختیار کا ہونا دلیل کا محتاج نہیں۔ بلکہ یہ وجدانی امر ہے۔ ہر شخص وجدان سے اس کو محسوس کرتا ہے۔ کہ ہاں میرے اندر اختیار ہے۔ دیکھیئے مرتعش (جس کے ہاتھ میں رعشہ ہو) اور کاتب کی حرکت ید میں فرق بین ہے۔ پہلا شخص حرکت میں مجبور ہے۔ دوسرا مجبور نہیں۔ اور یہ ایسا فرق ہے۔ جس کو حیوانات بھی جانتے ہیں۔ اگر آپ کتے کو لاٹھی ماریں تو وہ لاٹھی پر حملہ نہ کرے گا۔ بلکہ آپ پر حملہ کرے گا وہ بھی جانتا ہے کہ لاٹھی کی خطا نہیں، وہ تو مجبور ہے، خطا آدمی کی ہے، جو اختیار سے ہم کو ستا رہا ہے۔ بس انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تو حقیقت پر نظر رکھے کہ اپنی جان کو اپنی جان نہ سمجھے نہ اپنے کمالات کو اپنے کمالات سمجھے بلکہ سب کو عطائے حق سمجھتا رہے اور بندوں سے معاملہ کرتے ہوئے شریعت پر نظر رکھے

سالکین جو طالب سہولت ہیں اسکی وجہ راحت طلبی ہے جو امانت "اختیار" کے بھی خلاف ہے

ارشاد۔ آج کل بعض سالکین کو سہولت کی بہت تلاش ہے، جس کی وجہ صرف راحت طلبی ہے، صاحبو! راحت کی جگہ تو عالم آخرت ہے اور وہاں بھی جو راحت حاصل ہوگی وہ بھی دنیا کی جہد کا ثمرہ ہے، ہم کو شرم نہیں آتی۔ کہ دنیا مردار کے لئے تو اتنی عمر برباد کریں اور مشقت برداشت کریں اور طلب خدا کے لئے یہ چاہیں کہ تھوڑی ہی مدت میں کامیابی ہو جاوے۔ علاوہ اس کے جس امانت سے تمام عالم گھبرا گیا وہ تکلیف ہی ہے، جس سے مراد عمل مع الاختیار ہے۔ حاصل غرض امانت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے

یہ فرمادیا تھا کہ ہمارے کچھ احکام تشریعیہ ہیں۔ ان کا مکلف بالاختیار کون ہوتا ہے یعنی جو شخص ان کا تحمل کرے گا اس کو صفت اختیار مع عقل کے عطا کی جاوے گی، یعنی اس کی قوتِ ارادیہ ان احکام پر عمل کرنے کے لئے مجبور نہ ہوگی۔ بلکہ عمل و عدم عمل دونوں پر قدرت دیجاوے گی، پھر جو اپنے اختیار سے احکام کو بجالائے گا، اس کو مقرب بنالیا جائیگا۔ اور جو اپنے اختیار سے احکام میں کوتاہی کرے گا، اس کو مطرود کر دیا جاوے گا۔ تمام مخلوق ڈرگئی، انسان اس کے لئے آمادہ ہوگیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مکلف بنادیا یعنی اسکو صفت اختیار مع عقل کے عطا کر دی گئی۔ باقی مخلوقات میں یہ صفت اختیار و عقل نہیں ہے وہ جن احکام تکوینیہ یا عبادت کو بجالاتے ہیں وہ ان کے لئے طبعی ہیں یعنی ان کی قوت ارادیہ اس کے خلاف کی طرف مائل ہی نہیں ہوتی۔ بخلاف انسان کے کہ جن احکام کا یہ مکلف ہے وہ اس کے لئے طبعی نہیں بلکہ اس کی قوتِ ارادیہ عمل و عدم عمل دونوں کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اب اس کی تکلیف کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ یہ اپنے اختیار سے ایک جانب کو ترجیح دے یعنی جانب عمل کو مامورات میں ترجیح دے اور جانب عدم عمل کو منہیات میں اسی کا نام تحصیل عمل ہے، بس اس سے بھی معلوم ہوا کہ جب انسان اس تکلیف کا مکلف بنادیا گیا تو سہولت کی طلب کہ بس ہم کو اپنے ارادہ و اختیار سے کچھ کرنا ہی نہ پڑے ظلم ہے اور جو شخص امانت الٰہیہ اختیار کرے اور ایسی بڑی امانت کو ضائع کرے جس میں انسان تمام مخلوق میں ممتاز ہے، اس سے بڑھکر ظلم کون ہوگا۔

لذائذ دنیا کی حکمت

ارشاد۔ لذائذ دنیا کی حکمت یہ ہے کہ یہ نمونہ ہوں لذائذ آخرت کے، پس اگر کوئی صوفی کھانا کھاتے ہوئے لذیذ شوربے میں پانی کا پیالہ بھر کر ڈالدے، تاکہ نفس کو لذت نہ آئے تو وہ طفل طریقت ہے، یہ اس تجلی الٰہی کو برباد کرتا ہے (وہ تجلی الٰہی یہی ہے کہ وہ مذکر ہے نعمائے آخرت کی) جو لذیذ طعام کے ساتھ متعلق ہے اور اس حکمت کو برباد کرتا ہے۔ جو لذائذ دنیا میں رکھی گئی ہے۔

دعوت مشتبہ کے قبولیت کی صورت

ارشاد۔ بھرے مجمع میں داعی کو ذلیل کرنا اس

طرح کہ پوچھے دودھ کہاں سے آیا۔ گوشت کس طرح لیا گیا۔ یہ تقویٰ کا ہیضہ ہے، اگر کسی شخص کو اطمینان نہ ہو تو یا تو اس کی دعوت ہی منظور نہ کرے لطیف پیرایہ سے عذر کردے، یہ نہ کہے کہ کہ آپ کی آمدنی حرام ہے، اس لئے دعوت قبول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس عنوان سے اس کی دل شکنی ہوگی۔ اگر امر بالمعروف کا خیال ہو تو امر بالمعروف میں بھی یہ شرط ہے کہ ایسا وقت اور موقع تجویز کرے جس میں مخاطب کے قبول کی امید ہو۔ اگر قوی شبہ داعی کی آمدنی کی حرمت کا ہو تو بہترین صورت یہ ہے کہ مجمع کے سامنے تو بلا شرط قبول کرلے پھر تنہائی میں لے جاکر ان سے کہدے کہ ذرا کھانے میں اس کی رعایت رکھی جاوے کہ تمام سامان تنخواہ کی رقم سے کیا جاوے۔

اہل اللہ نے حق تعالیٰ کے ذرا ذرا سی تجلیات کی بے حد قدر کی ہے اور ان کی حکمتوں کے ابطال کو ممنوع فرمایا ہے

ارشاد۔ ایک بار حضرت غوث اعظمؒ وعظ فرما رہے تھے کہ درمیان میں دفعۃً ساکت ہوگئے۔ کچھ دیر تک ساکت رہکر پھر بیان شروع فرمایا اور کہا کہ اس وقت میرے سکوت کی یہ وجہ ہوئی کہ ایک بزرگ ابھی شام سے بغداد ایک قدم میں بطور کرامت کے آئے تھے، میں نے ان کو متنبہ کیا ہے کہ اس تصرف میں حکمت عطائے قدم کا ابطال ہے، اللہ تعالیٰ نے قدم اس لئے دیئے ہیں کہ تاکہ ان سے مشی کا کام لیا جاوے۔ جب بطور کرامت کے راستہ طے کیا جاوے گا تو اس میں یہ حکمت باطل ہوگی۔ وہ بزرگ اس سے توبہ کرکے واپس گئے۔ (مطلب یہ کہ از خود ایسا تصرف کرنا چاہیئے۔ اور اگر بلا قصد کے کبھی حق تعالیٰ طویل راستہ کو قصیر کردیں، تو وہ کرامت غیر اختیاریہ ہے جو نعمت ہے)، اس سے معلوم ہوا کہ جب اہل اللہ نے حق تعالیٰ کی ذرا ذرا سی تجلیات کی اس قدر عظمت کی ہے اور ان کی حکمتوں کے ابطال کو ممنوع فرمایا ہے تو بتلایئے اتنی بڑی امانت کا ابطال جس پر تکلیف کا مدار ہے (سہولت طلبی ہے کہ بس اپنے ارادہ و اختیار سے کچھ کرنا ہی پڑے کیونکہ ممنوع ہوگا۔)

تم تحصیل عمل کے مکلف ہو تم کو طلب تسہیل کا حق نہیں

ارشاد۔ تم تحصیل عمل کے مکلف ہو

کہ اپنے اختیار کو صرف کر کے عمل کرو۔ تم کو طلب تسہیل کا کوئی حق نہیں، ہاں صرف اتنا حق ہے کہ عمل تمہارے اختیار وقدرت سے خارج نہ ہو اس کا شریعت میں پورا لحاظ ہے کہ امور غیر اختیاریہ کا مکلف نہیں کیا۔ اگر کسی جگہ شریعت خود تسہیل کا لحاظ کرے یہ اس کی عنایت ہے مگر تم کو اس کے مطالبہ کا حق نہیں۔ مثلاً انفاق میں حق تعالیٰ نے تسہیل کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ تثبیتا من انفسھم یعنی تم انفاق اس نیت سے کرو کہ اس سے نفس میں قوت پیدا ہوگی اور انفاق سہل ہو جائے گا۔ بار بار اسی نیت سے انفاق کرو تو یہ مادہ راسخ ہو جائیگا۔ کیونکہ تکرار عمل سے ہر عمل صعب سہل ہو جاتا ہے، ایک حدیث میں ہے۔ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحسن للفرج۔ اصل حکم تحصین فرج وغض بصر کا ہے۔ مگر نکاح کا امر محض تسہیل مطلوب کے لئے فرمایا۔

طاعات رمضان کو تسہیل اعمال میں بڑا دخل ہے

ارشاد۔ طاعات رمضان کو بھی مثل تکرار انفاق کے تسہیل اعمال میں بڑا دخل ہے یعنی رمضان میں یہ خاصیت ہے کہ اس ماہ میں جن طاعات پر مداومت کرلے۔ سال بھر تک ان پر مداومت سہل رہتی ہے، اور جن گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرلے سال بھر ان سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ رمضان کی ایسی برکت ہے کہ اس میں گناہوں کو اہتمام سے چھوڑ کر بعد میں اس برکت سے کام لینا چاہو تو گناہوں کا چھوڑنا آسان ہوگا۔

صوم ایک ایسا عمل ہے جس میں تضاعف اجر کی کوئی حد نہیں

ارشاد۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل ابن ادم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالھا الی سبعمائۃ ضعف قال اللہ تعالیٰ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک عمل ایسا بھی ہے جس کا اجر ہمیشہ بڑھتا رہے گا، اس کے تضاعف اجر کی کوئی حد نہیں۔ اور وہ صوم ہے۔

قرآن میں منشاء ریب کچھ نہیں!

ارشاد۔ قرآن میں منشاء ریب کچھ نہیں۔ کفار جو شبہ کرتے تھے اس کا

منشا خود ان کے اندر تھا یعنی حسد و عناد و جہل وغیرہ جیسے یرقان والا ہر چیز کو زرد دیکھتا ہے لیکن منشا صفرت کا رائی میں ہے نہ کہ اشیاء میں۔

امور ظنیہ کو قطعی سمجھ لینا محتمل سوء خاتمہ کو ہے

ارشاد۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ سوء خاتمہ کا سبب ایک یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض لوگ علوم ظنیہ کے ایسے معتقد ہوتے ہیں کہ ان پر کامل جزم کر لیتے ہیں۔ پھر مرتے وقت بعض اپنے امور کا غلط ہونا منکشوف ہو جاتا ہے، اس وقت شیطان مقایسہ سے دوسرے عقائد پر شبہ ڈالتا ہے، کہ دیکھو اس کو قطعی سمجھتے تھے اور غلط نکلا۔ شاید تمہارے اور عقائد بھی ایسے ہی ہوں جیسے یہ علوم تھے۔ بس اب اس شخص کو توحید رسالت وغیرہ سب میں شبہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ بے ایمان مرجاتا ہے اس لئے علوم ظنیہ کا جزم ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ اس مرض میں صوفیہ و علماء بہت مبتلا ہیں، علما اپنے بہت سے علمی نکات کے جو محض اقناعی ہوتے ہیں، ایسے معتقد ہوتے ہیں کہ گویا قطعی سمجھے ہوئے ہیں، اور صوفیہ اپنے بہت سے کشفیات والہامات پر جزم کئے ہوئے ہیں۔ خصوص ان کے مریدین تو شیخ کے خواب وکشف کو وحی سمجھتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے کلام اللہ میں ہمارے جذبات کا بہت لحاظ فرمایا ہے اور اس کی نظیر!

ارشاد۔ حق تعالیٰ نے کلام اللہ میں ہمارے جذبات کا بہت لحاظ فرمایا ہے چنانچہ ارض کو سارے قرآن میں مفرد لائے ہیں، حالانکہ نص سے معلوم ہوتا ہے کہ ارض بھی مثل سماوات کے متعدد ہیں۔ اس کا یہی جواب دیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے سماوات و ارض کا ذکر اثبات توحید کیلئے مقام استدلال میں فرمایا ہے اور اہل عرب کو سماوات کا تعدد تو معلوم تھا۔ زمین کا تعدد معلوم نہ تھا۔ اگر ارض کو بصیغہ جمع لایا جاتا تو اس میں شور و شغف شروع ہو جاتا اور مقدمات ہی میں غلط مبحث ہو جاتا اور ہدایت بنا خیر ہوتی سبحان اللہ کتنی بڑی عنایت ہے کہ زائد باتوں میں ہدایات کو موخر کرنا نہیں چاہیئے۔

مادامت السموات والارض محض دوام کو مفید ہے

ارشاد۔ مادامت السموات

واللہ صرف عام بول چال اور عام محاورہ کے اعتبار سے دوام ہی کو مفید ہے گو اہلِ معقول کے نزدیک مفید نہ ہو۔

قرائن سے سزا دینا جائز نہیں

ارشاد۔ قرائن سے سزا دینا صحیح نہیں ہاں متاخرین نے تعزیر بہتہم کو جائز کہا ہے، لیکن اس میں بھی اول حبس کا حکم ہے، جرمانہ اور ضرب نہیں ہے اس کے بعد جب ثبوت ہو جاوے تو سزا دینے کا حکم ہے

وحدۃ الوجود تو ایمان ہے، لیکن اتحاد وجود کفر ہے

ارشاد۔ محققین ممکنات سے مطلقاً نفی وجود نہیں کرتے۔ بلکہ وجود حقیقی کامل کے سامنے ان وجود کو کالعدم اور لاشئے سمجھتے ہیں۔ اسی لئے ان کا قول ہے کہ وحدۃ الوجود تو ایمان ہے اور اتحاد وجود کفر ہے

افعال اختیاریہ میں حدوث کے وقت ارادہ ضروری ہے

ارشاد۔ افعال اختیاریہ میں حدوث کے وقت ارادہ ضروری ہے اور اسی پر فعل کا اختیاری ہونا موقوف ہے، باقی بقاء میں ارادہ کی ضرورت نہیں۔

نماز کو حضورؐ سے اور روزہ کو حق تعالیٰ سے خصوصیت کے معنی

ارشاد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرتاپا جامع شانِ عبدیت ہیں۔ یہ معنی ہیں نماز کو حضورؐ سے خصوصیت ہونے کے اور روزہ میں تشبہ بالحق ہے، کیونکہ حق تعالیٰ اکل و شرب سے منزہ ہیں۔ پس روزہ میں ایک شانِ صمدیت و استغناء ہے۔ یہ معنی ہیں اس کو اللہ تعالیٰ سے خصوصیت ہونے کے۔

نماز میں شانِ عبدیت کی وجہ

ارشاد۔ واقعی نماز میں شانِ عبدیت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ اشرف الاعضاء یعنی وجہ کو اخس الاشیاء یعنی زمین پر رکھا جاتا ہے، چہرہ کا اشرف الاعضاء ہونا تو ظاہر ہے کہ اعضاء رئیسہ دماغ و سمع و بصر سب اسی میں ہیں، اسی لئے حدیث میں منہ پر مارنے کی ممانعت آئی ہے۔ اور زمین کا اخس و ارذل ہونا اس سے ظاہر ہے کہ سب اس پر ہگتے موتتے اور جو چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں۔ اس پر چہرہ کو رکھنا غایت عبودیت ہے۔

عطائی اور طبیب میں فرق

ارشاد۔ عطائی اور طبیب میں فرق یہ ہے کہ طبیب سے آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ وہ فن سے واقف ہونے کے بعد علاج کر رہا ہے اور عطائی سے مواخذہ ہوگا کیونکہ وہ ناواقف ہو کر پیشقدمی کر رہا ہے، رہی شفا و موت یہ خدا کے قبضہ میں ہے، نہ عطائی کے نہ طبیب کے قبضہ میں ہے اس لئے اس پر مواخذہ کا مدار نہیں۔

مسائل منصوصہ واجتہادیہ کا فرق تبلیغ میں

ارشاد۔ جو مسائل منصوص صاف صاف شریعت کے ہیں ان کی تبلیغ صرف علماء سے خاص نہیں ہر شخص باآواز بلند کہہ سکتا ہے۔ امور اجتہادیہ سے خطاب کرنا البتہ علماء کے ساتھ خاص ہے۔ کہ عوام اس میں غلطی کریں گے۔

تکمال دین کا موقوف علیہ

ارشاد۔ دین کا کمال دو باتوں پر موقوف ہے ایک، اپنی تکمیل، پھر دوسروں کی تکمیل۔ اور دوسروں کی تکمیل تواصی اور تبلیغ سے ہوتی ہے

تمام اعمال کا مغز نفس کی تقیید ہے

ارشاد۔ تمام اعمال کا مغز یہ ہے کہ نفس کو جانوروں کی طرح آزاد نہ چھوڑا جاوے، بلکہ اس کو پابند کیا جاوے۔ اسی کو صبر کہتے ہیں، اسی کو تاکید وتواصوا بالصبر میں ہے۔

سالک پر قبض و بسط کا تعاقب ضروری ہے جیسے لیل و نہار کا تعاقب انتظام عالم کے لئے ضروری ہے

ارشاد۔ جس طرح تعاقب لیل و نہار حکمت پر مبنی ہے اسی طرح تعاقب قبض و بسط میں بھی حکمتیں ہیں۔ جیسے لیل و نہار کا تعاقب ناگزیر ہے کہ بدون اس کے عالم کا انتظام درہم برہم ہو جانے کا اندیشہ ہے اسی طرح سالک پر قبض و بسط کا تعاقب ضروری ہے۔

مومن کے لئے ایمان کی دولت ہر وقت باقی ہے اور کافر ہر وقت خسارہ میں ہیں کیونکہ ان کا کوئی وقت معصیت سے خالی نہیں

ارشاد۔ مسلمان کے پاس ایمان کی دولت ایسی ہے کہ وہ ہر وقت باقی رہنے والی ہے، ایک دفعہ ایمان کو اختیار کر لینے سے جب تک معاذ اللہ اس کی ضد کا اعتقاد نہ ہو، ایمان قائم رہیگا۔ اور یہ ہر وقت میں مومن ہوگا سوتے ہوئے بھی چلتے پھرتے بھی کھاتے پیتے ہوئے بھی، غرض کوئی وقت اور کوئی ساعت مسلمان کی طاعت سے خالی نہیں گذرتی۔ اگر اس سے اور بھی کوئی عمل صادر نہ ہو تب بھی ایمان تو ایسی طاعت ہے جو ہر وقت اس سے صادر ہوتی رہتی ہے اسی سے کافر کا خسارہ عظیمہ میں ہونا بھی معلوم ہوگیا کہ اس کا کوئی وقت معصیت سے خالی نہیں گذرتا۔

مومن ہر وقت نفع میں ہے

کافر ہر وقت خسارہ میں ہے

گناہوں کی وجہ سے بعض دفعہ ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے

ارشاد۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ نفع اور خسارہ زمانہ ہی میں ہوتا ہے پس اس شخص سے بڑھکر کوئی خسارہ میں نہیں جس کا کوئی وقت کوئی سکنڈ خسارہ سے خالی نہیں۔ (اور یہ کافر ہے) اور اس شخص سے بڑھکر کوئی نفع میں نہیں جس کا کوئی وقت کوئی سکنڈ کوئی حالت نفع سے خالی نہیں۔ (اور وہ مومن ہے) اور ہر چند کہ مسلمان کا نفع صرف ایمان ہی سے ہر وقت بڑھ رہا ہے، مگر پورا نفع جب بڑھے گا جبکہ ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی ہو، کیونکہ عمل صالح سے ایمان قوی ہوتا اور گناہوں سے کمزور ہوتا ہے۔ پس مومن فاسق کا ہر وقت نفع کا بڑھنا ایسا ہے جیسے کسی شخص کو ہر سکنڈ میں ایک پیسہ کا نفع بڑھتا ہو۔ اور مومن صالح کا ہر وقت نفع بڑھنا ایسا ہے، جیسے کسی کو ہر سکنڈ میں ہزار روپیہ کا منافع بڑھتا ہو۔ ظاہر ہے کہ پورا نفع اسی کا بڑھ رہا ہے، جس کو ہر سکنڈ میں ہزار روپیہ کا نفع ہوتا ہے، پس گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہایت ضروری ہے اور عمل صالح اختیار کرنا لازم ہے

تاکہ ہر سکنڈ میں ہزاروں کی ترقی ہو اور ہزار روپے سے کمی ہو کر ایک پیسہ ہی نہ رہ جاوے کہ نفع عظیم کے مقابلہ میں یہ بھی خسارہ ہے گو کافر کے خسارہ کے مقابلہ میں نفس ایمان کا نفع بھی لاکھ درجہ افضل ہے اور اگر معاملہ یہیں تک رہتا تب بھی کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ ہم کو ہزار کا نفع نہ سہی ایک پیسہ ہی کا سہی مگر مصیبت اور خطرہ تو یہ ہے کہ گناہوں کی وجہ سے بعض دفعہ ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے۔

اعمال صالحہ جوہر ایمان کے محافظ ہیں

ارشاد۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح اور تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کو جو بڑھایا اس کی وجہ یہی ہے کہ اعمال صالحہ جوہر ایمان کے محافظ ہیں اور گناہ و معاصی اسی دولت کے دشمن ہیں۔ جو شخص خود گناہ کرتا ہے یا دوسروں کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر نصیحت نہیں کرتا۔ رفتہ رفتہ اس کے دل سے گناہوں کی نفرت کم ہو جاتی ہے۔ پھر زائل ہو جاتی ہے، اور وہ گناہ کو ہلکی معمولی بات سمجھنے لگتا ہے اور یہی کفر ہے۔

اسلام کام سے پھیلا ہے اور کام بھی وہ جو خلوص کے ساتھ ہو

ارشاد۔ اسلام نام و نمود سے نہیں پھیلا بلکہ کام سے پھیلا ہے اور کام بھی وہ جو خلوص کے ساتھ محض اللہ واسطے تھا۔

عقائد کی تعلیم تکمیل اعمال کا آلہ ہے

ارشاد۔ جملہ خبریہ سے محض خبر مقصود نہیں بلکہ انشاء مقصود ہے، یہ مت سمجھو کہ عقائد سے صرف اعتقاد ہی مطلوب ہے۔ بلکہ اس کی تعلیم سے یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اپنے دل میں جماؤ، اور دوسرا مقصود یہ ہے کہ اس عظمت کے مقتضا سے کام لو۔ خلاصہ یہ کہ عقائد کو تکمیلِ اعمال کا آلہ بنایا ہے۔

مجاہدہ کی حقیقت اور پیدائش سے مقصود اعمال ہی ہیں

ارشاد۔ مجاہدہ ہی مقصود ہے انسان کی پیدائش سے اور اعمال ہی ہیں مجاہدہ ہے پس اعمال ہی مقصود ہیں پیدائش سے اور مجاہدہ کی حقیقت ہے مخالفت نفس فی المعاصی۔

نور ایمان سارے غموم و ہموم کا سالب ہے

ارشاد۔ جز یا مومن فان نورک قد اطفأ ناری

جب نور ایمان میں یہ خاصیت ہے کہ دوزخ کی آگ کو بھی بجھا دیتا ہے تو دنیا کے غموم و ہموم و احزان کی تو حقیقت ہی کیا ہے۔ اگر یہ نور حاصل ہو جائے تو واللہ دنیا و آخرت کی راحتیں ہمارے ہی واسطے ہیں۔ پھر ہمارے پاس غم و رنج کا نام و نشان بھی نہ رہے۔ ہاں ایک غم رہے گا خدا کی لقا و رضا کا سو یہ غم لذیذ ہے اور ایسا لذیذ ہے کہ اگر یہ حاصل ہو جائے تو آپ ہفت اقلیم کی سلطنت پر لات مار دیں گے

نور ایمان کے تحصیل کا طریقہ

ارشاد۔ نور ایمان کے تحصیل کا طریقہ ذکر و فکر ہے فکر کا طریقہ یہ ہے کہ ہر کام میں سوچ لو کہ اس سے ہم پر کوئی بلا تو نازل نہ ہوگی۔ جس کی برداشت نہ ہو سکے، اس کے بعد آپ کی زندگی بہت پُر لطف ہوگی۔ غرضیکہ خلاصہ دستور العمل کا یہ ہے کہ ہر کام اور ہر بات سوچ کر کرو۔ دوسرے اپنے اعمال کا حساب کتاب کیا کرو۔ اپنی نافرمانیوں کو سوچو اور ان سے توبہ کرو۔ اور عذاب کو یاد کرو اس سے حیا و خوف پیدا ہوگا۔ اور جنت کی نعمتوں کو سوچو اس سے محبت و شوق پیدا ہوگا۔

خلودِ مومن اُس کے ایمان کا بدلہ ہے

ارشاد۔ بعض نے خلود پر یہ اعتراض کیا ہے کہ عمل متناہی پر ثواب غیر متناہی عقل کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمہیں وقوف ہو، انعام چاہے جتنا بھی زیادہ ہو اس کو خلاف عقل کوئی نہیں کہہ سکتا۔ دوسرے ہم کو یہ بھی مسلم نہیں کہ عمل متناہی ہے۔ کیونکہ خلود ایمان کا بدلہ ہے۔ اور ہر مومن کی نیت یہ ہے کہ میں ہمیشہ مومن رہونگا۔ خواہ ہزار سال کی عمر ہو یا ایک لاکھ برس کی۔ کوئی مسلمان زوالِ ایمان کا وسوسہ بھی نہیں لاتا و نیتہ المومن ابلغ من عملہ۔

غیر مقصود کے درپے ہونا تجاوز عن الحد ہے

ارشاد۔ آج کل کی ترقی کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شئے حد پر نہ رہے۔ بس جس چیز کے درپے ہوتے ہیں، اس میں بڑھتے چلے جاتے ہیں مثلاً سلطنت کا شوق ہوا تو اب بعض اہل سائنس چاند میں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں بغرض سلطنت۔ حالانکہ سلطنت سے مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ہمارے تعلقات وابستہ ہیں وہاں تک ہم دوسروں سے مامون رہیں۔ تاکہ اطمینان کے ساتھ زندگی بسر ہو۔ اور نظام تمدن قائم رہے اور خود اہل سائنس کا اقرار ہے کہ کرۂ قمر ویران ہے تو اس صورت میں وہاں جاکر

کس پر سلطنت کرینگے، اور اگر یہ کہا جاوے کہ چاند میں جانے سے محض تحقیق علمی مقصود ہے تب بھی یہ تجاوز عن الحد ہے، اس لئے کہ یہ شمس و قمر سے جو مصالح متعلق ہیں وہ ان تحقیقات پر موقوف نہیں بدون اس تحقیق کے بھی وہ منافع پہنچ رہے ہیں غرضیکہ یہ ہوس ترقی نہیں بلکہ ترقی کا ہیضہ ہے۔ کیونکہ غیر مقصود کے درپے ہونا تجاوز عن الحد ہے۔

فضول تحقیقات کے پیچھے جان دینا حماقت ہی حماقت ہے

ارشاد۔ آج کل اس پر بھی فخر ہے کہ ہم نے جدید تحقیقات میں جان دیدی ہیں، حالانکہ فضول باتوں میں جان دینا ایک فضول حرکت ہے، تمہارے جان پر جب کوئی ثمرہ مرتب نہ ہوا تو اس پر فخر کرنا ایسا ہوا جیسے کوئی سنکھیا کھا کر جان دے، اور فخر کرے کہ میں بڑا بہادر ہوں۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ پوری حماقت ہے، اسی طرح ان فضول تحقیقات کے پیچھے جان دینا حماقت ہی حماقت ہے

دوستوں سے باتیں کرنا عبادت ہے

ارشاد۔ دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے کیونکہ تطییب قلب مومن بھی عبادت ہے۔

مزاح کا طریقہ و مقصود شرع

ارشاد۔ خلاف وقار صرف وہ مزاح ہے جس میں کوئی مصلحت و حکمت نہ ہو اگر مزاح سے مقصود اپنا یا مخاطب کا انشراح قلب رفع انقباض ہو تو وہ عین مصلحت ہے، مزاح سے خوف وہاں زائل ہوتا ہے، جہاں مزاح کرنے والے میں شان رعب کم ہوا، اور وہ مزاح بکثرت کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام کے علم کا فرق

ارشاد۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم کے سامنے خضر علیہ السلام کا علم ایسا ہے جیسے وائسرائے کے علم کے سامنے کوتوال کا علم کہ جزئیات وقائع کا علم تو کوتوال کو وائسرائے سے زیادہ ہوتا ہے مگر اصول سلطنت اور کلیات قانون کے علم میں وائسرائے کے برابر کوئی حاکم نہیں ہوتا۔

کسی شے میں نفع موہوم ہو اور خطرہ غالب ہو تو وہ شے حرام ہوگی

ارشاد۔ چاند کے سفر میں نفع تو موہوم اور غیر ضروری اور خطرہ غالب تو یہ سفر حرام ہوگا۔ ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں یہ نفع ہے کہ ہمارا نام ہوگا۔ بھلا ان سے پوچھو کہ اس سے تم کو کیا نفع ہوا۔ تم تو ہلاک ہو کر نہ معلوم جہنم کے کس طبقہ میں رہو گے۔ پیچھے اگر نام بھی ہوا تو تم کو کیا فائدہ جیسے بعض لوگ جائداد وغیرہ حرام حلال سے جمع کر کے چھوڑ جاتے ہیں تاکہ اولاد کے کام آئے۔ لیکن اولاد کے کام آنے سے تم کو کیا فائدہ ہوگا۔ تم جہنم میں جلتے ہوگے اور اولاد گل چھرّے اڑاتی ہوگی۔ بخلاف اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو نیک نام کی تمنا کی ہے اس کا منشا یہ تھا کہ میرے اقوال و افعال بھی اس طرح محفوظ رہیں گے۔ اور میرا اتباع زیادہ کیا جاوے گا۔ تو ثواب بھی مجھے زیادہ ملیگا اور قرب و درجات میں بھی ترقی ہوگی۔

تشبہ بالکفار کا حکم

ارشاد۔ تشبہ بالکفار امور مذہبیہ میں تو حرام ہے اور شعار قومی میں مکروہ تحریمی ہے۔ باقی جو چیز کفار ہی کے پاس ہو اور مسلمانوں کے یہاں اس کا بدل نہ ہو، اور وہ شے کفار کی شعار قومی یا امر مذہبی نہ ہو تو اس کا اختیار کرنا جائز ہے۔ جیسے بندوق۔ توپ۔ ہوائی جہاز۔ موٹر وغیرہ۔

شرائط جواز ایجادات

ارشادات۔ اسلام ایجادات تو نہیں سکھاتا لیکن اصول ایجادات کی تعلیم دیتا ہے مثلاً یہ کہ کسی ایجاد کو اس طرح نہ اختیار کرو جس میں دین میں خلل ہو۔ یا جان کا خطرہ ہو۔ یا یہ کہ بے ضرورت ایجادات کے درپے ہو کر ضروری کاموں کو ضائع نہ کرو۔ اور ضروری ایجادات میں بھی اس کا لحاظ رکھو۔ موہوم منفعت کے لیے خطرۂ قویہ کا تحمل نہ کرو۔

اسلام میں تعصب نہیں ہاں غیرت ہے اور اس کی دلیل

ارشاد۔ اسلام میں تعصب نہیں ہاں غیرت ہے کہ جو چیز مسلمانوں کے پاس بھی ہے اور کفار کے پاس بھی ہے صرف وضع قطع کا فرق ہے، اس میں اسلام نے تشبہ بالکفار سے منع کیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ علیکم بالقوس العربی بھا یفتح اللہ علیکم الیمن

علاوہ گناہ کے ایک بے عزتی بھی تو ہے کہ بلاوجہ اپنے کو دوسری قوموں کا محتاج ظاہر کیا جاوے۔

اگر عورتوں کو آزادی دیجاوے تو پھر اُن کی روک تھام مشکل ہے

ارشاد۔ اگر عورتوں کو آزادی دے دی جاوے تو پھر ان کی آزادی کی روک تھام بہت دشوار ہے۔ (جیساکہ اہل یورپ کو دشواریاں پیش آرہی ہیں) کیونکہ اول تو آزادی کی روک تھام عقل سے ہوتی ہے اور عورتوں میں عقل نہیں ان کا ناقص العقل ہونا مشاہد ہے۔ دوسرے طبعی قاعدہ یہ ہے کہ جو قوت ایک زمانہ تک بند رہی ہو جب اس کو آزادی ملتی ہے تو ایک دم سے اُبل پڑتی ہے۔

شریعت کو تکثیر مطلوب نہیں بلکہ کمال مطلوب ہے

ارشاد۔ قاعدہ عقلیہ ہے کہ حدود و قیود موجب تقلیل محدود ہیں مگر شریعت کو تکثیر مطلوب نہیں، بلکہ کمال مطلوب ہے گو قلت ہی کے ساتھ ہو۔

طالب علموں کے لئے مفید دستور العمل

ارشاد۔ طالب علم تین باتوں کا لحاظ رکھے اور ہمیشہ کے لئے ان پر دوام رکھے۔ انشاء اللہ اس کی استعداد اچھی ہوگی، ایک یہ کہ سبق سے پہلے مطالعہ کرے دوسرے سبق سمجھکر پڑھے بدون سمجھے آگے نہ چلے۔ تیسرے یہ کہ سبق پڑھنے کے بعد ایک بار اس کی تقریر کرلیا کرے خواہ تنہا یا جماعت کے ساتھ۔ تکرار کرکے اس سے زیادہ محنت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ زیادہ محنت کا انجام اچھا نہیں۔

اسماء الٰہیہ توقیفی ہیں

ارشاد۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اسمائے الٰہیہ توقیفی ہیں جو سماع پر موقوف ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو شافی کہنا جائز ہے۔ لیکن طبیب کہنا جائز نہیں۔

مل کر کام کرنے کے معنی

ارشاد۔ ملکر کام کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح بڑھئی اور معمار ملکر تعمیر کا کام کرتے ہیں کہ وہ الگ اپنا کام کرتا ہے وہ الگ۔ اسی طرح لیڈر علماء سے استفتاء کرکے کام کریں یہ نہیں کہ مولویصاحب بھی

لیڈروں کے ساتھ جھنڈا لیکر پہنچ جاویں۔ ہر قوم کے لئے تقسیم خدمات ضروری ہیں بدون اس کے کام نہیں چل سکتا۔ پس مطالب قرآن و حدیث اور احکام لیڈروں کو علماء سے پوچھنا چاہیئے۔ اور ترقی قومی کے اسباب و وسائل لیڈروں کو سوچنا چاہیئے۔

مقصودِ شریعت اعتدال و اقتصاد ہے

ارشاد۔ مقصود شریعت اعتدال و اقتصاد ہے اور یہ بدون حفظ حدود کے حاصل ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ اعتدال کے لئے افراط و تفریط سے احتراز لازم ہے۔

واجبات کی تقدیم مستحبات پر لازم ہے

ارشاد۔ ہر کام کی تکمیل کا قاعدہ ہے کہ پہلے ان کوتاہیوں کو پورا کیا جاوے، جن پر ان کی صحت اور مقبولیت موقوف ہے، پھر اگر خدا ہمت دے تو ان کے مستحبات اور نوافل اور زوائد کو بھی پورا کیا جاوے۔ جن سے اس کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔

حضورؐ کے لئے تعددِ ازواج میں مصلحت

ارشاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تعددِ ازواج میں مصلحت تھی، اشاعتِ احکام کی کہ دوسری عورتیں ازواج کے واسطے سے سوال باسانی کر لیا کریں۔ اور جو بات ان کی سمجھ میں نہ آوے۔ ازواج مطہرات کے ذریعہ سے بخوبی سمجھ لیا کریں۔

ناپاکی وہمیہ کا حکم

ارشاد۔ فقہا فرماتے ہیں کہ جب تک قسم کھا کر یہ نہ کہہ سکے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا، اس وقت تک وہ باوضو ہے، اسی طرح کپڑوں کا حکم ہے کہ جب تک یقین نہ ہو جاوے کہ ان میں ناپاکی لگ گئی ہے، اس وقت تک کپڑوں کو پاک سمجھنا چاہیئے۔ خواہ کیسے ہی جہاز کے پاخانے غلیظ ہوں، احتیاط کر کے بیٹھو اور احتیاط سے اٹھو، جب تک ناپاکی کپڑوں پر نظر نہ آئے ان کو پاک ہی سمجھو۔ اگر چکر آتا ہو کھڑا نہ ہو سکتا ہو تو نماز بیٹھکر یا لیٹ ہی کر پڑھ لے۔ اگر دورانِ سفر کی وجہ سے کپڑوں کے پاک کرنے اور دھونے کی طاقت نہ ہو، نہ کوئی رفیق یہ کام کر سکتا ہو، نہ زیادہ کپڑے اس کے پاس ہوں تو اسی ناپاک کپڑے سے نماز پڑھ لے۔

کسی کے معاملہ میں خود دخل دینا مناسب نہیں

ارشاد - میری عادت نہیں کہ خود کسی معاملہ میں دخل دوں، میرے اوپر غیرت کا غلبہ زیادہ ہے۔ اس لئے خود کسی معاملہ میں دخل دینے کو جی نہیں چاہتا، یہ خیال ہوتا ہے کہ میرا تو کام نہیں میں کیوں دخل دوں کسی کو لاکھ دفعہ غرض پڑے اپنی اصلاح کا طریقہ دریافت کرے، ورنہ میری جوتی کو غرض پڑی ہے کہ اپنے آپ تو کسی کو اپنی اصلاح کا قصد نہ ہو اور میں اس کے پیچھے پڑتا پھروں۔ اگر کسی وقت شفقت کا غلبہ ہوتا ہے تو میں خود بھی نرمی سے کہدیتا ہوں

حج کے سفر میں لڑائی جھگڑے کا راز

ارشاد - حج کے سفر میں زیادہ تر لڑائی جھگڑا اس سے پیش آتے ہیں کہ ایک کو دوسرے سے توقع ہوتی ہے پھر جب اس توقع کے خلاف برتاؤ ہوتا ہے تو جھگڑے پیش آتے ہیں اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ سفر حج میں زاد میں کسی کو شریک نہ کرے، اس اس شرکت کی وجہ سے ہر شریک کو دوسرے سے امداد و راحت رسانی کی توقع ہوتی ہے اور سفر کی حالت میں بعض دفعہ انسان اپنی بھی امداد نہیں کر سکتا تو دوسرے کی کیا خاک امداد کرے گا، اس لئے ضرورت اسکی ہے کہ ہر شخص اپنا سامان کھانے پینے کا جدا رکھے اور انتظام پکانے کا بھی الگ کرے، دوسرے کسی سے کچھ توقع نہ رکھے - اس کے بعد اگر کسی سے ذرا سی بھی راحت پہنچ جائے گی تو اس کی قدر ہوگی اور نہ پہنچے گی تو شکایت نہ ہوگی

تقویٰ کا ہیضہ

ارشاد - فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص گیہوں کا ایک دانہ لئے پھرے تشہیر کے لئے اس کو سزا دینی چاہیئے، کیونکہ یہ تقویٰ کا ہیضہ ہے اس کا انجام ابتلائی المعصیت ہے -

حجر اسود میں کسوٹی کی خاصیت ہے

ارشاد - محققین نے لکھا ہے کہ حجر اسود میں کسی کی خاصیت ہے یعنی اس میں یہ خاصیت ہے کہ استلام کے بعد جیسا شخص ہوتا ہے وہ اپنی اصل خلقت میں ظاہر ہو جاتا ہے، پس جس کی حالت حج کے بعد پہلے سے اچھی ہو جائے، سمجھو کہ اس کا حج قبول ہوا اور جس کی حالت پہلے سے بھی بدتر ہو جاوے اس کا حج قبول نہ ہونے کا اندیشہ ہے -

سفر حج میں ناگواری کا راز

ارشاد - حج میں کلفت کا ایک سبب یہ بھی

ہے کہ اپنے کو بہت کچھ سمجھتے ہیں، اسی لئے سفر میں جب کوئی بات اپنی شان کے خلاف پیش آتی ہے تو اس سے ناگواری ہوتی ہے، پھر اسی سے دوسروں سے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر ہر شخص اپنے آپ کو مٹادے اور عزت و آبرو کو بالائے طاق رکھدے اور اپنے کو سب کا خادم سمجھے تو یہ باتیں پیش ہی نہ آئیں۔

حج نہ کرنے میں سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ شوق اور محبت سے جو حج کیا جاتا ہے اس سے دینداری میں ترقی ہوتی ہے

ارشاد۔ اگر حج نہ کیا تو سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے اور حج کرنے میں تو صرف یہی اندیشہ ہے کہ قلعی کھل جاوے گی وہ اس وقت جبکہ اس کے آداب و شرائط کا لحاظ نہ کیا جاوے، ورنہ اکثر یہی ہوتا ہے، شوق و محبت سے جو حج کیا جاتا ہے اس سے دینداری میں ترقی ہی ہو جاتی ہے۔

ضعفاء کا تھوڑا سا عمل اقویاء کے عمل کثیر سے بڑھ جاتا ہے

ارشاد۔ عورتیں ذرا صبر و تحمل سے کام لیں تو ان کو مردوں سے زیادہ ثواب ملے۔ کیونکہ یہ ضعیف و کمزور ہیں اور ضعفاء کا تھوڑا سا عمل بھی قوی آدمی کے بہت سے اعمال سے بڑھ جاتا ہے۔

کامل الایمان کی شناخت

ارشاد۔ تم میں کامل الایمان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ خلق و لطف سے پیش آوے۔

سلوک جذب سے مقدم ہوتا ہے

ارشاد۔ مقتضائے حکمت یہی ہے کہ سلوک جذب سے مقدم ہو تاکہ جذب کا تحمل ہو جاوے۔

مجذوب گو مقبول مگر کامل نہیں، اور دلیل ارواح کے حامل احوال ہونے کی

ارشاد۔ مجذوب گو مقبول ہیں مگر کامل نہیں۔ کیونکہ وہ اعمال سے محروم ہیں اور

ترقی اعمال ہی سے ہوتی ہے ورنہ ارواح کو عالمِ ارواح سے عالمِ اجسام میں نہ بھیجا جاتا۔ کیونکہ عالمِ ارواح میں ارواح حامل احوال تھیں۔ مگر حامل اعمال نہ تھیں۔ چنانچہ ارواح میں محبت اس درجہ تھی کہ اس محبت ہی کی وجہ سے حمل امانت پر آمادہ ہو گئیں اس کا منشا محبت و عشق ہی تھا۔

ارواح کے عالم اجسام میں بھیجے جانیکی حکمت

ارشاد۔ ارواح کو عالم اجسام میں بھیجنے سے مقصود قربِ خاص ہے یعنی وہ قرب جو اعمال سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ بہت سے اعمال وہاں یعنی عالم ارواح میں ممکن نہ تھے کیونکہ بعض اعمال کا تعلق جسد سے ہے، مثلاً روزہ کیسے رکھا جاتا۔ وہاں بھوک ہی نہ تھی، حج کیسے ہوتا وہاں مال ہی نہ تھا۔ اور مصائب پر صبر کیسے ہوتا وہاں بیماری اور موت ہی نہ تھی، اس لئے حکمت حق مقتضی ہوئی کہ ارواح کو عالم اجسام میں بھیجا جاوے۔

نماز میں ہمارے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو کی علّت

ارشاد۔ نماز میں سہو نبوی کی علت بھی عدم استحضار افعالِ صلوٰۃ ہے، لیکن ہماری عدم توجہ الی الصلوٰۃ کا منشا تو یہ ہے کہ ہم کو ایسی چیز کی طرف توجہ ہوتی ہے جو نماز سے ادنیٰ ہے یعنی دنیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم توجہ الی الصلوٰۃ کا منشاء یہ ہے کہ آپ کو ایسی چیز کی طرف توجہ ہوتی تھی جو نماز سے اعلیٰ ہے۔ یعنی ذات حق۔ خوب سمجھ لو۔

حق تعالیٰ ہم کو راحت دینا چاہتے ہیں جو نصوص سے ثابت ہے

ارشاد۔ مصائب میں انا للّٰہ کی تعلیم بتلا رہی ہے کہ حق تعالیٰ ہم کو راحت دینا چاہتے ہیں، اور پریشانی میں رکھنا نہیں چاہتے۔ غرضیکہ احکام سے، معاملات سے۔ صفات رحمت اور شفقت و رافت کے غلبہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے لئے آسانی ہی چاہتے ہیں۔

شقِّ اہون کے اختیار میں عبدیت کا اظہار ہے کہ میں عاجز ہوں

ارشاد۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آسان صورت اختیار فرماتے تھے۔ جب

دو باتوں کا اختیار دیا جاتا ہے، اس میں ایک لطیف حکمت یہ ہے کہ حضور میں شانِ عبدیت کا بہت غلبہ تھا اور یہی آپ کا سب سے بڑا کمال تھا اور قوی شق کے اختیار کرنے میں گویا قوت کا دعویٰ ہے اور شق اہون کے اختیار کرنے میں عبدیت کا اظہار ہے کہ میں عاجز ہوں۔

حکیم ہونے کا معیار

ارشاد۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ نے حکیم کا معیار یہ لکھا ہے کہ صوفی بھی ہو فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو۔

خوشگوار دنیا دین ہی کے ساتھ میسر ہوتی ہے اور اُسکی مثال

ارشاد۔ خوشگوار دنیا دین ہی کے ساتھ میسر ہوتی ہے اور یہ دنیا و دین کے ساتھ مثل سایہ کے ہے۔ پرندہ کو پکڑ لو سایہ اس کے ساتھ ساتھ ہے اور تنہا سایہ کو پکڑنا چاہو تو یہ ممکن نہیں۔ پس مسلمانوں کو تو شریعت سے الگ ہو کر دنیوی ترقی نصیب نہیں ہو سکتی

مجاہدہ کی حقیقت

ارشاد۔ شریعت نے تو ہم کو مشقت اور پریشانی سے ہر طرح بچایا ہے اس لیے مشقت و پریشانی میں قصداً پڑنا خلافِ مرضی الٰہی ہے اور مجاہدہ نہیں، بلکہ مجاہدہ صرف وہ مشقت اور پریشانی ہے جس میں ہمارے قصد و اختیار کو دخل نہ ہو۔

حق تعالیٰ کو اعمال باطنہ میں بھی یسر ہی مطلوب ہے اور اُس کی دلیل

ارشاد۔ حق تعالیٰ کو اعمال ظاہرہ کی طرح اعمال باطنہ میں بھی یسر ہی مطلوب ہے، عسر مطلوب نہیں، مثلاً ذکر میں غفلت غالب ہو گئی تو اول تو توجہ الی الذکر سے اُس کو دفع کرو اگر دفع ہو گئی تو سمجھو کہ وہ موہوم کا ذب تھی، اور اگر دفع نہ ہو تو پڑ کر سو رہو اور مشقت برداشت کر کے نہ جاگو ورنہ مرض لگ جائے گا۔ علیکم من الاعمال ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا حدیث بھی ہے

اصلاح قلب کیلئے قطع علائق ضروری ہے

ارشاد۔ اصلاح قلب بدون تمام علائق کو قطع کئے نہیں ہو سکتی اور قطع تعلقات سے مراد تقلیل غیر ضروری تعلقات کی ہے اور ضروری تعلقات

کی تکثیر مطلق مضر نہیں۔ مثلاً اگر ایک کنجڑا صبح سے شام تک "لیلو امرود!" کی صدا لگاتا پھرے تو رائی برابر بھی ضرر نہ ہوگا۔ نہ نورِ قلب میں کمی آئے گی، کیونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہے، اور اگر ایک دفعہ بھی بے ضرورت کام کیا تو سارا نورِ قلب برباد ہو جائیگا

تعلقات غیر ضروریہ میں پھنسنا دراصل حظ نفس کے لئے ہے

ارشاد۔ بعض لوگ تعلقات غیر ضروریہ کو اس لیئے اختیار کرتے ہیں کہ ان کو اس میں حظ نفس آتا ہے، ان کا جی چاہتا ہے کہ یہ کام بھی کرلیں وہ بھی کرلیں۔ مگر اس کا نام ایثار و خدمت خلق رکھ لیا ہے۔ مگر حقیقت میں اپنی خواہشیں پورا کرنے کے لئے ایک بہانہ ڈھونڈ لیا ہے۔

حضورؐ کے عمل غالب کی دو قسمیں ہیں

ارشاد۔ عمل غالب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو وقوعاً کثیر ہو، دوسرے وہ جو مقصوداً کثیر ہو گو عملاً قلیل ہو، جیسے تراویح کی نماز گو عملاً سوائے چند راتوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تراویح پڑھنا ثابت نہیں۔ مگر احادیث کے اندر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے عذر کی وجہ سے اس پر مواظبت نہیں فرمائی۔ لیکن مواظبت آپ کو مطلوب ضرور تھی۔

دل کے تباہ ہونے کی علامتیں

ارشاد۔ مبصر شیخ یہ ادراک کرلیتا ہے کہ تمھارے فعل کا منشا حظِ نفس ہے یا اتباع سنت، وعظ کرکے خوش ہو۔ تعلقات ماسوی اللہ میں دل پھنسا ہو، یکسوئی سے کورا ہو، نماز پڑھنے میں حظ نہ آتا ہو، ہاں وعظ چاہے جتنا کہلوا لو اس میں حظ آتا ہو جلسوں میں شرکت کے لئے فوراً تیار ہو جاتے ہوں۔ یہ حالت دل کے تباہ ہونے کی علامت ہے۔

مشورہ میں خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں۔

ارشاد۔ مشورہ میں خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں۔ ید اللہ علی الجماعۃ وما خاب من استخار وما ندم من استشار او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے تمکین کی حالت

ارشاد حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے تمکین کی یہ حالت تھی کہ "ایک پردیسی بی بی آپ سے بیعت ہوئیں اور تھوڑی دیر میں اپنی نہایت بیقراری کی اطلاع کرکے درخواست کی اب میں جارہی ہوں ایک بار زیارت کی اور تمنا ہے' مولانا نے صاف فرمایا کہ مجھے فرصت نہیں" یہ ابوالوقت کی شان ہے، ظاہر میں یہ جواب بے رحمی کا تھا، مگر حقیقت میں یہ عین رحمت تھی، تاکہ قلق جلد قطع ہو جائے کوئی ابن الوقت ہوتا تو غلبہ رحمت سے فوراً جاکر اپنی زیارت کرا دیتا کہ ایک مسلمان کا جی برا نہ ہو، مگر مولانا نے اس پہلو کے ساتھ دوسرے پہلو پر بھی نظر فرمائی۔ کہ اس وقت اس پر جدائی کا قلق غالب ہے، پھر نہ معلوم اس رنج و غم میں وہ کہیں سامنے آجائے یا پیروں پر گر پڑے یا کیا کرے، اس لئے صاف فرما دیا کہ مجھے فرصت نہیں اور ذرا اس کی فرمائش سے متأثر نہ ہوئے۔

انسان کے لئے ریڑھ کی ہڈی بمنزلہ تخم کے ہے

ارشاد۔ انسان کے کل اجزاء فنا ہو جاویں گے مگر ریڑھ کی ہڈی فنا نہ ہوگی۔ قیامت میں اسی ہڈی سے انسان کا تمام جسم بنجائیگا جیساکہ گٹھلی سے درخت پیدا ہو جاتا ہے گویا کہ یہ جز بمنزلہ تخم کے ہے، چنانچہ حدیث میں ہے ان الانسان یفنی اولا یبقی منہ شئی الا عجب الذنب۔

حکمت خود حق تعالیٰ کے تصرفات کے تابع ہے

ارشاد۔ اللہ تعالیٰ اپنے تصرفات و احکام میں حکمتوں کے تابع نہیں، بلکہ حکمت ان کے تصرفات کے تابع ہے، یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ حکمت کو سوچ کر تصرف کریں بلکہ وہ جو تصرف کرتے ہیں حکمت خود ادھر ہی ہو جاتی ہے۔

امن کی جڑ

ارشاد۔ اوامر شرعیہ پر عمل کرنا اور نواہی شرع سے بچنا یہ جڑ ہے امن کی۔ اور یہی دافع ہے فساد کا۔

وادعوہ خوفا وطمعا میں ایک عجیب تعلیم ہے

ارشاد۔ وادعوہ خوفا وطمعا اس میں تعلیم کا حاصل یہ ہے کہ نہ تو عبادت کو ایسا کامل سمجھو کہ ناز کرنے لگو۔ نہ ایسا ناقص سمجھو کہ بے کار سمجھنے لگو۔

مبنیٰ اشرفِ انسان کا اعمال ہیں

ارشاد- انسان اشرف المخلوقات اس وقت ہے جبکہ وہ احکام الٰہیہ کا اتباع کرے- ورنہ بصورت مخالفت جمادات وحیوانات ہی اس سے اچھے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام کی مخالفت تو نہیں کرتے اس سے معلوم ہوا کہ شرفِ انسان کے لئے لوازم ذات سے نہیں بلکہ مبنیٰ شرف کا اعمال ہیں۔

انسان کو آئندہ کی خبر نہ دینا حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے

ارشاد- حق تعالیٰ کی یہ بڑی رحمت ہے کہ سب کام اپنے قبضہ میں رکھا اور کسی کو کچھ خبر نہیں دی کہ کل کو کیا ہونے والا ہے ورنہ ہر اپنے ہاتھوں ہلاک ہو جاتا- لو اتبع الحق اهواءهم لفسدت السمٰوٰت والارض الخ

کشف بعض دفعہ وبالِ جان ہو جاتا ہے

ارشاد- علم محیط بشر کے لئے حاصل ہونا محال ہے اور کشف میں علم محیط نہیں ہوتا، اس لئے کشف بعض دفعہ وبال جان ہو جاتا ہے۔

ساری مخلوقات کا وجود انسان ہی کے لئے ہے

ارشاد- حق تعالیٰ نے انسان کی پیدائش سے پہلے تمام عالم کو اسی کی خاطر اور اسی کے واسطے پیدا کیا- پھر جب انسان ہلاک ہو جاوے گا تو سارا عالم بھی ہلاک ہو جاوے گا- کیونکہ جس کے لئے یہ ساز و سامان تھا جب وہی نہ رہا تو اس کے رہنے سے کیا فائدہ۔

جنت کو پہلے سے پیدا کرنے کی حکمت

ارشاد- حق تعالیٰ نے زمین و آسمان کو تو پہلے پیدا کیا ہے جنت کو بھی پہلے ہی پیدا کر دیا، حالانکہ اس کی ضرورت اس عالم کے بعد انسان کو ہوگی- کیا ٹھکانا ہے اس رحمت کا، اور اس میں راز یہ ہے کہ انسان کو جب یہ معلوم ہو جاوے گا کہ میرا اصلی گھر جہاں ہر قسم کی راحت و آسائش ہے اس وقت موجود ہے تو اس کو ادھر زیادہ رغبت ہوگی، اور دنیا میں اس کا دل نہ لگے گا اور اگر اس کو یہ معلوم ہوتا کہ جنت تو ابھی بنی نہیں دنیا کے فنا ہونے کے بعد بنے گی تو اکثر طبائع کو عالم آخرت کی طرف رغبت نہ ہوتی۔ اگر ہوتی بھی تو کم ہوتی، کیونکہ معدوم کی طرف رغبت ہونا انسان کے طبائع میں نادر ہے گو وہ معدوم کیسا ہی یقینی الوجود ہو۔

بلوغ کے وقت عقل کامل ہوجاتی ہے پھر تجربہ بڑھتا ہے

ارشاد- بلوغ کے وقت عقل تو کامل ہوجاتی ہے لیکن تجربہ کم ہوتا ہے اور تیس و چالیس سال کی عمر میں تجربہ بھی کافی ہوجاتا ہے اس عمر میں کچھ عقل نہیں بڑھتی بلکہ تجربہ بڑھ جاتا ہے، لیکن تجربہ کی وجہ سے اس کی باتوں میں، اور اعمال میں پختگی اور استواری پیدا ہوجاتی ہے اس سبب سے لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ تیس و چالیس سال کی عمر میں عقل زیادہ ہوجاتی ہے۔

شریعت کی موافقت و عدم موافقت کی تمثیل

ارشاد- خدا کی قسم جو شخص شریعت کے موافق چل رہا ہو- وہ بادشاہ ہے گو ظاہر میں سلطنت نہ ہو، اور جو شخص شریعت سے ہٹا وہ پنجرہ میں مقید ہے گو ظاہر میں بادشاہ ہو۔

باطل کا خاصہ بے اطمینانی و عدم سکون ہے

ارشاد- باطل کا خاصہ ہے کہ اس سے اطمینان و سکون کبھی حاصل ہوتا ہی نہیں، ہاں کوئی جہل مرکب میں مبتلا ہو تو اور بات ہے، مگر اس کو بھی اہل حق کی برابر ہرگز اطمینان نصیب نہیں ہوسکتا۔

رضائے حق ہر حال میں مقدم ہے

ارشاد- خدا کی قسم اگر ہم کو پاخانہ اٹھانا پڑے اور خدا ہم سے راضی رہے تو وہی ہمارے لئے سلطنت ہے اور اگر خدا راضی نہ ہو تو لعنت ہے ایسی سلطنت پر جو خدا کو ناراض کر کے حاصل کیجائے۔

ہمیشہ خدا کے نزدیک اچھے ہونے کی فکر چاہیئے اور اس کا حصول امتثال اوامر و اجتناب نواہی سے ہوتا ہے

ارشاد- مسلمانوں کو ہر حال میں احکام شرعیہ کو اپنا رہنما بنانا چاہیے خواہ مال ملے یا نہ ملے، جاہ حاصل ہو یا نہ ہو۔ طعنے سنیں یا تعریف کسی بات کی پروا نہ کرنی چاہیے کسی کے برا کہنے سے نقصان بڑا نہیں ہوجاتا۔ اور کسی کے بھلا کہنے سے بھلا نہیں ہوجاتا۔ اگر تم خدا کے نزدیک اچھے ہو تو چاہے ساری

مخلوق تم کو کافر و فاسق زندیق کہے کچھ اندیشے کی بات نہیں، اور اگر خدا کے نزدیک مردود ہو تو چاہے ساری دنیا تم کو غوث و قطب کہے، اس سے کچھ نفع نہیں۔

دین کو غارت کر کے چندہ لینے کی مثال

ارشاد۔ چندہ ذریعہ ہے دین کا تو دین کو اس کے واسطے غارت نہ کرنا چاہیئے۔ اور دین کو غارت کر کے چندہ لیا تو یہ تو ایسا ہوا جیسے چھت کی مرمت کے لئے سیڑھی کی ضرورت تھی۔ اور کوئی یوں کرے کہ چھت ہی میں سے دو کڑیاں نکال کر ان کی سیڑھی بنالے۔

نرم برتاؤ فی نفسہٖ مامور بہ محمود ہے

ارشاد۔ ایک فریق مقابلہ میں نرم ہو جاوے تو اس کا دوسرے پر بھی اثر ہوتا ہے اور وہ بھی نرم ہو جاتا ہے۔ اور نرم برتاؤ فی نفسہٖ مامور بہ اور محمود ہے،

ہمارے فساد مذاق کا اثر یہ ہے کہ بلا حکومت اور دباؤ کے مل کر کام نہیں کر سکتے

ارشاد۔ ہم لوگ ایسے فاسد المذاق ہو گئے ہیں۔ کہ بلا حکومت اور دباؤ کے مل کر کوئی کام نہیں کر سکتے

علم کی ضرورت درستی معاد کے لئے

ارشاد۔ درستی معاد ہوتی ہے علم سے اس واسطے علم کی سخت ضرورت ہے۔

دین کے عام فہم ہونے کا راز

ارشاد۔ عام آدمیوں کی سمجھ میں دین کی بات آجاتی ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ دین فطرت کے بہت قریب ہے جس کی فطرت میں سلامتی ہو اس کا ذہن اس تک پہنچ جاتا ہے

میدان حشر کی وسعت کی تمثیل

ارشاد۔ حشر میں جب اگلے پچھلے مردے انسان اور حیوان اور حشرات زندہ ہو جاویں گے، تو یہ زمین اس طرح کافی ہو گی کہ زمین کو وسعت دیدی جاوے گی جیسے ربڑ کو پھیلا دیں تو وہ بڑھ جاتی ہے کہ ربڑ پہلے چھوٹا ہوتا ہے، مگر کھینچنے سے بڑھ جاتا ہے۔

ہر فعل میں ایک اختیاری جزو ہے دوسرا غیر اختیاری

ارشاد - آدمی کا اختیاری فعل نیت کرنا اور بقدر وسعت کوشش کرنا ہے اس کی تکمیل اور نتیجہ کا متفرع ہو جانا یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

امراء کی صحبت سے اجتناب سالک کے لئے ضروری ہے

ارشاد - امراء کی صحبت میں اکثر ایک زہریلا مادہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی ہاں میں ہاں ملانا پڑتی ہے اگر ذرا بھی اس بات کا خوف ہو تو اس شخص کو جو اپنے قلب کی محافظت کرنے والا ہے، ایسی جگہ نہ جانا ہی بہتر ہے۔ خواہ وہ خوف امیر کے جبروت و سطوت کی وجہ سے ہو یا اپنے ضعف قلب کی وجہ سے ہو۔

رسوم قدیمہ کے نہ چھوڑنے کی علت

ارشاد - رسوم قدیمہ کے چھوڑنے میں ذلت اور طعن کی پروا کرنا محض اس وجہ سے ہے کہ دین کی وقعت نہیں، یا دیندار بننے کی خواہش نہیں، کیونکہ مشاہدہ ہے کہ جس چیز کی وقعت انسان کی نظر میں ہو یا اس سے محبت ہو تو اس کی تحصیل میں ذلت و طعن کی ہرگز پروا نہیں، پھر جو لوگ برادری کی ملامت کا بہانہ کرتے ہیں ان کے واسطے ایک اور جواب ہے وہ یہ کہ جیسے تمہاری دنیا کی ایک برادری ہے دین کی بھی تو ایک برادری ہے یعنی علماء و صلحاء، ہم نے مانا کہ اس کے چھوڑنے میں دنیا کی برادری تم کو برا کہے گی، مگر دینی برادری تم کو اچھا کہے گی اور دعا دے گی۔ اور اس سے بڑھ کر ایک اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں گے

اصلاح اعمال و اصلاح نفس کا مدار عادی مجاہدہ پر ہے

ارشاد - جتنے گناہوں میں ہم مبتلا ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ ہم نفس کو مشقت سے بچانا چاہتے ہیں اور جتنے اوامر کو ہم ترک کر رہے ہیں، اس کی اصل بھی یہی ہے۔ بس معلوم ہوا کہ اصلاح اعمال و اصلاح نفس کا مدار عادی مجاہدہ پر ہے۔

سجدہ للقدم اور سجدہ علی القدم کا فرق

ارشاد۔ سجدہ للقدم تو یہ ہے کہ جائے قدم کو سجدہ کیا جاوے، یہ شرک صریح ہے اور سجدہ علی القدم یہ ہے کہ جائے قدم پر سجدہ کیا جاوے حصول برکت کی نیت سے یہ شرک صریح نہیں مگر خطرہ سے خالی نہیں۔ اگر ایسا ہی کسی کو شوق ہو تو وہ موضع قدم پر قدم رکھے، اور موضع سجود پر سجدہ کرے، موضع قدم پر سجدہ نہ کرے۔

بدعت کی تعریف

ارشاد۔ بدعت کہتے ہیں مقاصد شرعیہ کے بدلنے کو۔ غیر مقصود کو مقصود بناوے۔ یا مقصود کو غیر مقصود بناوے۔

محبت و عظمت کا بڑا فائدہ

ارشاد۔ محبت و عظمت سوال عن الحکمت و انتظار علم حکمت سے مانع ہے۔

استخارہ کا محل

ارشاد۔ استخارہ کا محل ایسا امر ہے جس میں ظاہراً بھی نفع و ضرر دونوں کا احتمال ہے۔

موت سے توحش عام کا سبب

ارشاد۔ موت سے توحش عام کا سبب یہ ہے کہ لوگ آخرت کو ہُو کا میدان سمجھتے ہیں اور آخرت کی نعمتوں سے غافل ہیں۔

روح کو جسم سے تعلق کی مثالیں

ارشاد۔ روح کو تعلق جسم سے ایسا ہے جیسا کہ (۱) آفتاب کو زمین سے کہ اس کو زمین سے تعلق تو ہے کہ تمام عالم اس سے منور ہے، مگر وہ زمین کے اندر مقید نہیں۔ بلکہ وہ تو اتنا بڑا ہے کہ زمین سے صدہا حصے زیادہ ہے۔ (۲) یا یوں سمجھو کہ جیسا کہ ایک پیالہ یا لگن میں پانی بھر کر رکھا جاوے تو اس میں آفتاب کا جرم نظر آتا ہے، مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آفتاب اس کے اندر مقید ہے (۳) یا یوں سمجھو جیسے کہ آپ آئینہ میں اپنی صورت دیکھتے ہیں تو اس وقت آئینہ سے آپ کو تعلق تو ہوتا ہے مگر کیا آپ آئینہ کے اندر مقید ہیں۔ ہرگز نہیں، پس مرنے کے بعد روح کو جسم سے ایسا ہی تعلق ہوتا ہے جیسا کہ آپ کو آئینہ سے تعلق ہے، یا آفتاب کو زمین سے یا آفتاب کے جرم کو لگن کے پانی سے۔

قبر ظاہری محض جسم کے لئے قید ہے

ارشاد۔ یہ قبر ظاہری محض جسد کے لئے تو قید ہے روح کے لئے نہیں اور انسان کی حقیقت روح

ہے کہ جسد اور اعمال سیئہ سے جو قبر میں تنگی ہوتی ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ یہ گڑھا تنگ ہوجاتا ہے۔ کیونکہ کوئی اس گڑھے میں دفن نہ کیا جاوے تو کیا وہ اس تنگی سے بچ جاویگا بلکہ وہ تنگی اور قسم کی ہے۔

لذات آخرت کا مقابلہ لذات دنیا سے

ارشاد۔ جب ہم لوگ آخرت کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو اس وقت یہاں کی لذات کو لذات کہنے سے شرمائیں گے، جیسا کہ بدوی کا قصہ مثنوی میں آیا ہے جو بادشاہ کے سامنے سڑے ہوئے پانی کا گھڑا ہدیہ کے طور پر لے گیا تھا۔ بلکہ شاید ان لذات کو سامنے رکھنے سے قے آنے لگے۔

مردہ عزیزوں کی حالت پر حسرت کا علاج

ارشاد۔ ہم کو آخرت کی نعمتوں اور لذتوں کی خبر نہیں، اس لئے جب یہاں آم یا خربوزہ کھاتے ہیں تو اپنے مردہ عزیزوں کو یاد کرتے ہیں کہ ہائے آج وہ نہ ہوا۔ اگر ہم کو یہ بات مستحضر ہوتی کہ بہت نعمائے جنت سے وہ محظوظ و مسرور ہو رہا ہے تو یہ حسرت ہرگز نہ ہوتی۔

حوض کوثر کی تعریف

ارشاد۔ حوض کوثر کے پانی کی تعریف یہ ہے کہ جس نے ایک دفعہ پانی پی لیا اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی، عمر بھر کے لئے پیاس کی کلفت دفع ہو جاوے گی۔ اور لطیف اس قدر ہوگا کہ بدون پیاس کے بھی اس کی طرف رغبت ہوگی۔ اور اس کا مزہ حاصل ہوگا۔

مزار پر پھول چڑھانے کی حقیقت

ارشاد۔ اولیاء اللہ کے مزار پر پھول چڑھانا بڑی غلطی ہے، کیونکہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان کی روح کو ادراک ہے یا نہیں، اگر ادراک نہیں تو پھول چڑھانے سے کیا نفع، اور اگر ادراک ہے تو جو شخص جنت کی شمائم و معطر عطریات کو سونگھ رہا ہو اس کو ان پھولوں کی خوشبو سے کیا راحت پہنچ سکتی ہے، بلکہ اس کو تو الٹی ایذا ہوتی ہوگی۔

مردہ عزیزوں پر حسرت کی وجہ لذات آخرت سے ناواقفیت ہے

ارشاد۔ اگر آخرت کی لذت و راحت یاد ہوتی تو اپنے عزیز کا یہاں کا چلنا پھرنا

یاد نہ کرتے (ہاں طبعی غم الگ چیز ہے) بلکہ اس کا جنت میں چلنا پھرنا یاد کرتے اور اس سے خوش ہوتے اور تمنا کرتے کہ ہم بھی وہیں ہوتے۔ دیکھو اگر تمہارا بیٹا حیدرآباد میں جا کر وزیر ہو جائے تو تم یہ تمنا نہ کرو گے کہ وہ حیدرآباد نہ جاتا، بلکہ یہ تمنا کرو گے کہ ہم بھی حیدرآباد پہنچ جاتے تو اچھا تھا کہ اپنی آنکھوں سے بیٹے کی عزت و شان دیکھتے۔

جنت میں موت کی تمنا نہ ہوگی

ارشاد۔ جنت میں جانے کے بعد مرنے کی تمنا قلب میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ موت کو تو دنیا میں کوئی نہیں چاہتا۔ طبعاً اس سے کراہت ہے اور اگر کسی کا دل موت کو چاہتا بھی ہے تو اس کی وجہ یا تو شدت کلفت ہے جس سے تنگ آکر انسان موت کی تمنا کرتا ہے اور جنت کلفت سے خالی ہے، یا اشتیاق لقاء اللہ سے۔ اور جنت میں جا کر یہ شوق بھی پورا ہو جائے گا۔

مرنے کے ساتھ ہی تنہائی ختم ہو جاتی ہے

ارشاد۔ احادیث اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی تنہائی ختم ہو جاتی ہے اور مسلمان کی روح عالم ارواح میں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتے اور اپنے عزیزوں کی ملاقات سے مسرور ہوتی ہے، الغرض وہاں ہر وقت خوشی ہی خوشی رہے گی۔ اور ایسی خوشی ہوگی، کہ دنیا میں اس کا خواب بھی نہیں دیکھا گیا۔

رنج طبعی کی حکمت

ارشاد۔ عزیزوں کے انتقال پر رنج طبعی کا تو مضائقہ نہیں وہ تو بے اختیاری بات ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان کو توجہ الی اللہ کی دولت اس کے ذریعہ سے نصیب ہوتی ہے اور ثواب ملتا ہے، مگر یہ حسرت اور دل پھاڑنا واہیات ہے کہ وہ اکیلا ہوگا۔ ہائے وہ ہماری طرح مزے مزے کی چیزوں سے متمتع نہ ہوگا۔ بخدا وہ تم سے زیادہ راحت میں ہے تم اس کی فکر نہ کرو۔

منحوس کوئی دن نہیں

ارشاد۔ بعض ایام متبرک تو ہیں لیکن منحوس کوئی بھی نہیں۔

دوام ایزدی و دوام جنتی کا فرق

ارشاد۔ خدا تعالیٰ کا وجود غیر متناہی بالذات ہے اور اہل جنت کا وجود

غیر متناہی بالغیر ہے یعنی مشیت کے تابع۔

حقیقی علم کی تعریف

ارشاد۔ حقیقی علم وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو اور وہ بدون عمل کے نہیں ہو سکتی پس علم بدون عمل کے جہالت کی مثل ہے ؎

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

علم چہ بود آنکہ رہ بنمایدت | زنگِ گمراہی ز دل بزدایدت
ایں ہوسہا از سرت بیروں کند | خوفِ خشیت در دلت افزوں کند
علم نبود غیر علم عاشقی | ما بقی تلبیس ابلیس شقی
علم چوں بر دل زنی یارے بود | علم چوں بر تن زنی مارے بود

تصدیق و تائید بھی ایک مشورہ ہے

ارشاد۔ تصدیق و تائید بھی ایک مشورہ ہے اور مشورہ کی صورت میں اختلاف رائے ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختلاف رائے سے ناگواری و گرانی نہ ہوتی تھی۔

حکم ملاہی کے اشتغال کا مسجد کے قریب

ارشاد۔ ملاہی کا اشتغال مسجد کے قریب اگر موجب استخفاف واذلال دین یا اغاظت و اشتغال اہلِ دین من حیث الدین ہوتا ہو کفر ہے، چنانچہ ارشاد ہے ما کان صلاتھم عند البیت الا مکاء و تصدیۃ فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون۔ رہا قصد استخفاف و اذلال یا اغاظت و اشتغال اس کا مدار قرائن مقالیہ یا حالیہ پر ہے اسی سے جواب ہو گیا۔ اس شبہ کا کہ مسلمان بھی تو ایسی حرکت کرتے ہیں۔ اور اس شبہ کا کہ مسجد کے پشت پر بجانے سے کیوں ناگواری نہیں ہوتی۔ جواب ظاہر ہے کہ وہاں قصد اذلال یا اشتغال نہیں ہوتا۔

انسان کے عالمِ اکبر ہونے کی وجہ

ارشاد۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ انسان عالم اکبر ہے۔ کیونکہ مقصود وجود عالم سے انسان ہی ہے، دوسرے یہ کہ دنیا کی تمام اشیاء مظاہر ہیں اسمائے حق جل شانہ کی اور انسان ان میں مظہر اتم ہے۔

شرک اکبر و شرک اصغر کا فرق

ارشاد۔ بزرگوں کے متعلق اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو کہ حق تعالیٰ نے ان کو ایسا اختیار دیا ہے کہ جب چاہیں اس اختیار سے تصرف کر سکتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی مشیت جزئیہ کی حاجت نہیں رہتی یعنی یہ اعتقاد ہو کہ وہ بزرگ اگر کسی کام کو کرنا چاہیں اور حق تعالیٰ نہ اس کام کو روکیں نہ اس کام کا ارادہ کریں تو ایسی حالت میں اگر وہ بزرگ چاہیں تو اس کام کو کر سکتے ہیں۔ بے یقینی کفر اور شرک اکبر ہے اور اگر ان بزرگ کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ مشیت ایزدی کے محتاج تو ہیں اور اذن جزئی کی بھی ان کو ضرورت تو ہوتی ہے مگر ان کے چاہنے کے وقت مشیت ایزدی ہو ہی جاتی ہے۔ تو گو یہ شرک و کفر تو نہیں مگر کذب فی الاعتقاد اور معصیت و شرک اصغر ہے۔

سلاطین اسلام کی اہانت میں جمہور کا ضرر ہے

ارشاد۔ سلاطین اسلام کی علی الاعلان اہانت میں ضرر ہے جمہور کا۔ ہیبت نکلنے سے فتن پھیلتے ہیں اسی واسطے سلاطین اسلام کا احترام کرنا چاہیئے۔

حکم آجکل کی سوانح عمری لکھنے کا

ارشاد۔ آج کل بزرگوں کی سوانح عمریوں میں بہت مبالغہ کرتے ہیں حتیٰ کہ معائب و نقائص کو خواہ مخواہ کھینچ تان کر محاسن میں داخل کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے اپنی وصیت میں لکھدیا ہے کہ میری سوانح نہ لکھی جاوے۔ البتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری بے شک ضروری ہے۔ اس لئے کہ ان کے واقعات سے احکام ثابت ہوتے ہیں، جن کا اتباع کیا جاتا ہے، پھر ان کے جمع کرنے میں احتیاط کس درجہ کی گئی ہے باقی بزرگوں کی ہر حالت قابل اتباع تھوڑا ہی ہے۔ نیز ایسے سوانح عمری لکھنے والوں کی نیت بھی درست نہیں ہوتی۔ کبھی تو جاہ مقصود ہوتی ہے کہ ہم ایسے شخص کی طرف منسوب ہیں اور کبھی مال مقصود ہوتا ہے کہ لوگ خوب خریدیں گے۔

ضاد کا حکم

ارشاد۔ اگر کوئی غیر قاری ہم سے پوچھے کہ صاحب میں ضالین کو کیا پڑھوں تو ہم یوں کہیں گے کہ تم ض کو اس کے مخرج سے نکالنے کا قصد کرو، پھر خواہ کچھ ہی نکلے تم معذور ہو۔ باقی نہ کہیں گے کہ دالین پڑھو، یا ظالین پڑھو جو ٹھیک

مخرج پر قادر نہ ہو اس کی امامت، نماز سب جائز ہے، لیکن اس کو جب کوئی شخص ایسا مل جائے جو صحیح نکالنے کی مشق کرا سکتا ہے تو اگر اس وقت مشق نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا، جب تک صحیح نہ ہو اس وقت تک ایسے لوگوں کی نماز برابر صحیح ہوتی رہے گی غلط پڑھنے سے بھی، مگر سیکھنا واجب ہوگا اور نہ سیکھنے سے گنہگار ہوگا۔

"صلعم" کا حکم

ارشاد۔ درود کا مخفف جو لوگ لکھتے ہیں (صلعم) یہ مناسب نہیں گویا یہ درود سے ناگواری اور تنگی کی دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لکھے اور نہ زبان سے درود پڑھے اور نہ پورا درود کا صیغہ لکھے۔ تو صرف "صلعم" لکھنا بالکل ناکافی ہے بلکہ پورا درود لکھنا یا زبان سے کہنا واجب ہے۔

موئے مبارک کا حکم

ارشاد۔ یہ جو موئے مبارک کے نام سے بعض جگہ پایا جاتا ہے۔ اس کے متعلق زیادہ کاوش نہیں چاہیئے۔ اس سے کوئی حکم شرعی تو متعلق ہے نہیں محض زیارت سے برکت حاصل کرنا ہے، سو اس کے لئے دلیل ضعیف کافی ہے۔

جواب مسئلہ میں احتیاط ضروری ہے

ارشاد۔ مسئلہ کا جواب دینا محض کلیات سے بدون جزئیہ کو متعدد کتابوں میں دیکھے ہوئے مناسب نہیں۔ احتیاط کے خلاف ہے۔

اہلیہ کے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ چاہیئے

ارشاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مطہرات کے ساتھ نہایت مہربانی فرماتے تھے۔ اور فلاں شخص جو علم و تقویٰ کا دم بھرتے تھے اپنی بیوی پر بہت سختی کرتے تھے جس کا اثر یہ تھا کہ ان کی بیوی ان کو سور کا بچہ کہتی تھیں، اور میرے حسن سلوک کا میرے گھر والوں پر یہ اثر ہے کہ وہ مجھ کو بجائے پیر سمجھتی ہیں، بیوی کی تھوڑی بہت بدخلقی کو گوارا کر لینا کیا عجیب ہے، جبکہ وہ شادی کے ہوتے ہی سارے اعزا کو چھوڑ کر شوہر کے لئے وقف ہو جاتی ہے۔

صوفیہ و علماء کی مثال

ارشاد۔ صوفیہ کی مثال ایاز کی سی ہے اور علماء کی مثال محمود کی سی ہے۔ ایاز محبوب تو ہے مگر انتظام

حسن ہی کے سپرد ہے۔

مدرسی کی فضیلت

ارشاد۔ گوشہ نشینی سے مدرسی (دینیات کی) افضل ہے۔

تشبہ کا ثبوت قرآن سے

ارشاد۔ لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکوا النار الخ

اس آیت میں رکون الی الظالمین پر وعید ہے تو معلوم ہوا کہ رکون حرام ہے اور کسی کے ساتھ تشبہ جب کبھی پایا جاوے گا۔ رکون (یعنی میلان) کے ساتھ پایا جاویگا یعنی لازم ہے کہ اس کی طرف رکون و میلان ہو۔ اور رکون حرام ہے تو ثابت ہوا کہ تشبہ بھی حرام ہے۔

نیک اولاد کی علامت

ارشاد۔ اولاد بھی اچھی ہے جبکہ اولاد نیک ہے اور اگر باپ بنکر رہنا چاہے تو کیا راحت ہے اس لئے مجھکو آجکل کی اولاد کو دیکھکر اولاد کی تمنا نہیں ہوتی۔

ابتدائی تعلیم کے ساتھ اخلاق کی نگرانی ضروری ہے

ارشاد۔ ابتدائی تعلیم کے ساتھ طلباء کے اخلاق کی نگرانی بھی ضروری ہے، کیونکہ بچپن میں جو خلق جم جاتا ہے وہ پختہ ہو جاتا ہے پھر اس کا نکلنا دشوار ہو جاتا ہے۔

تعصب اور تصلب کا فرق

ارشاد۔ تعصب کے معنی ہیں بے جا حمایت کے اور تصلب کے معنی ہیں پختگی کے ساتھ مذہب پر جمے رہنا اول ممنوع ہے، ثانی مامور بہ ہے۔

صرف اخص الخواص محقق ہیں

ارشاد۔ اخص الخواص محقق ہیں۔ اور عوام مقلد اور جو بیچ کے لوگ ہیں جو نہ محقق ہیں، نہ مقلد، یہ خطرہ میں ہیں۔

الفاظ شرعیہ کے معانی شرعیہ کو بدلنا منجملہ احداثات کے ہیں

ارشاد۔ منجملہ احداثات کے ایک احداث یہ بھی ہے کہ الفاظ شرعیہ کو ان کے معانی

شرعیہ سے بدلا جاتا ہے، جیساکہ جہل کی مذمت اور علم کی فضیلت و ضرورت میں جو آیات واحادیث وارد ہیں ان سے انگریزی تعلیم پر استدلال کرنا۔

علم کے جہل ہونے کے معنیٰ ارشاد۔ ان من العلم جہلا کے معنی یہ ہیں کہ بعض علم جن کو عرفاً علم سمجھا جاتا ہے وہ خدا کے نزدیک جہل ہے۔

علم کے حجۃ اللہ ہونے کے معنیٰ ارشاد۔ بعض علم حجۃ اللہ علی العبد ہیں جبکہ وہ اس کے مقتضا پر عمل نہ کرے۔

مبتلائے جہل لائق شفقت ہے ارشاد۔ سنت رسول یہ ہے کہ مبتلائے جہل پر رحم کیا جاوے، واقعات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے کفار کے ساتھ ہمیشہ شفقت کا معاملہ کیا ہے۔

ظاہر کا محکمہ تابع ہے باطن کے محکمہ کا ارشاد۔ جس طرح ظاہر میں ہر چیز کے محکمے ہیں اسی طرح باطن میں بھی بہت سے محکمے ہیں جن سے ہم لوگ غافل ہیں، حالانکہ یہ ظاہری محکمے تابع ہیں باطنی محکموں کے حکام ظاہری وہی کرتے ہیں جو حکام باطنی حکم دیتے ہیں۔ ان کی حکومت قلوب پر ہے اور حکام ظاہری کی اجسام پر۔

العلم لغیر اللہ ہو الحجاب الاکبر ارشاد۔ العلم لغیر اللہ ہو الحجاب الاکبر۔ یعنی جس علم میں غیر اللہ کی طرف التفات اور اشتغال ہو وہ حجاب اکبر ہے۔ اس سے علوم وہبیہ اور واردات قلبیہ خارج ہو گئے کہ وہ حجاب نہیں کیونکہ ان سے غیر کی طرف التفات نہیں ہوتا۔ بلکہ ان سے عظمت حق کا انکشاف ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو علوم ظاہرہ سے التفات الی الغیر نہ رہے۔ وہ بھی حجابیت سے خارج ہو جائیگا اور اگر کسی کو علوم وہبیہ اور واردات قلبیہ سے عجب ہونے لگے۔ اس کے لئے یہ بھی حجاب ہو جائیں گے۔

عظمتِ حق کا اثر ارشاد۔ میں بقسم کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی عظمت دل میں آجائے تو کسی کی زبان سے اپنی نسبت مولینا صاحب یا حافظ صاحب وغیرہ تعظیمی لفاظ سننے سے شرم آنے لگے۔

خدا داں ہونا چاہیئے

ارشاد۔ عربی داں ہونا کچھ کمال نہیں، خدا داں ہونا چاہیئے۔

دوام ایزدی اور دوام اہل جنت کا فرق

ارشاد۔ مادامت السمٰوٰت والارض الا ما شاء ربک مطلب یہ ہے کہ یہ خلود اہل جنت و نار مثل بقاء واجب کے لازم ذات نہیں، بلکہ مشیت و قدرتِ الٰہیہ کے تحت میں داخل ہے۔

قیامِ مکہ کے متعلق حضرت حاجی صاحبؒ کی رائے

ارشاد۔ حضرت حاجی صاحبؒ سے جب کوئی دریافت کرتا کہ میں مکہ میں اقامت کرلوں اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے تو فرماتے جس کا حاصل یہ تھا ”بہ ہندوستان بودن و دل بمکہ بہ ازاں کہ بمکہ بودن و دل بہندوستان“ مطلب یہ کہ مکہ میں قیام کا اس وقت ارادہ کیا جاوے جب کہ یہ حالت نصیب ہوجاوے کہ یہاں رہ کر پھر ہندوستان نہ یاد آئے گا۔ اور جس کو یہ حال نصیب نہ ہو اس کے لئے ہندوستان میں قیام کرتا اور مکہ کی یاد میں تڑپتے رہنا ہی بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ حج کے بعد لوگوں کو مکہ سے نکالتے تھے اور فرماتے تھے ”یا اہل شام شامکم ویا اہل یمن یمنکم الخ“ اے شام والو تم شام کو جاؤ اور اے اہل یمن تم یمن کو سدھارو۔ کیونکہ اس سے ان کے قلوب میں حرمت بیت زیادہ رہے گی۔ زیادہ قیام سے ضعف تعلق اور سقوط عظمت و وقعت کا احتمال ہے۔

ولایت نبوت سے افضل ہے اس کے معنی

ارشاد۔ ولایت نبوت سے افضل ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ نبی میں جو دو شانیں ہوتی ہیں ایک ولایت کی ایک نبوت کی، تو نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھیے کہ نبی کی توجہ الی افادت الخلق من حیث النبوت تھی اور توجہ الی الحق من حیث الولایت یعنی اصل مطلوب نبی کے لئے بھی توجہ الی اللہ ہے اور توجہ الی الافادۃ مطلوب بالغیر ہے۔

ارشاد- مہمات میں مشورہ کیلئے جلسہ کرنا خلاف نص ہے

ان تقوموا للّٰہ مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ اس آیت میں مہمات کے وقت سوچنے کا خاص طریقہ بتلایا گیا ہے، جس کے یہ اجزاء ہیں۔ ایک یہ کہ اہتمام کرو، آمادہ ہو جاؤ۔ دوسرے یہ کہ یہ اہتمام اللہ کے لئے یعنی خلوص سے ہو۔ تیسرے یہ کہ فکر کرو، چوتھے یہ کہ مجمع نہ ہو کہ اس سے فکر میں تشتت ہوتا ہے یا تو اکیلے سوچو یا کوئی دقیق بات ہو تو ایک کو اور شریک کر لو اور ایک کی تحدید نہیں۔ مطلب یہ کہ اتنا تعدد ہو جو مشوش فکر نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کام یکسوئی کے محتاج ہوں وہ جلسوں میں طے نہیں ہو سکتے۔

نفع متعدی مقصود بالعرض ہے اور نفع لازمی مقصود بالذات

ارشاد- نفع متعدی مقصود بالعرض اور نفع لازمی مقصود بالذات ہے، اور گو یہ مشہور ہے کے خلاف، مگر حقیقت یہی ہے۔ اور قول مشہور کا منشا یا تو یہ ہوا ہے کہ بعض جگہ نفع متعدی نفع لازمی سے اوکد و اقدم ہو گیا ہے، مگر اس سے فضیلت بالذات لازم نہیں آتی بلکہ اقدمیت و اوکدیت ایک عارض کی وجہ سے ہوئی ہے کہ وہ نفع متعدی پھر نفع لازمی کی طرف مفضی ہو گا۔

ارشاد- مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ کا مطلب

مخلوق کی عبادت مثل مزدور یا نوکر کی خدمت کے ہے، جو معین ہوتی ہے اور انسان کی عبادت غلام کی خدمت کے مثل ہے جس کے لئے کوئی صورت معین نہیں۔ غلام ایک وقت آقا کا پاخانہ بھی اٹھاتا ہے اور دوسرے وقت میں آقا کی وردی پہنکر اس کی جگہ جلسوں میں جاتا ہے، تو غلامی جو حقیقت ہے عبدیت کی اس کی پوری شان انسان ہی میں نمایاں ہے کہ اس کے لئے کوئی خدمت معین نہیں۔ ایک وقت میں تاجِ کرّمنا اس کے سر پر ہے، طوقِ فضّلنا اس کی گردن میں ہے۔ خلافت الٰہی کی مسند پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس وقت تمام عالم اس کا مسخر ہے۔ چنانچہ روح کی تجلی ہوتی ہے۔ تو تمام

عالم اس کے سامنے سربسجود ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کی تجلی ہے اور ایک وقت میں حضرت انسان پاخانے میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کا ہگنا موتنا بھی عبادت میں داخل ہے، یہ بات کسی مخلوق کو حاصل نہیں۔ یہ حضرتِ انسان ہی ہیں جو ہر حالت میں عابد ہیں، سوتے ہوئے بھی، روتے ہوئے بھی، ہنستے ہوئے بھی، ہگتے ہوئے بھی۔ پس میں علماء کو کہتا ہوں کہ تم اپنی ہر حالت کو ہر سرکاری وردی سمجھو نہ ذلت کی پروا کرو، نہ عزت کی غرض مخلوق پر نظر ہی نہ کرو۔ سب سے نظر ہٹالو۔

ایک آیت میں قصر قرأت کی حد

ارشاد۔ امام ابو حنیفہؒ نے اپنے اجتہاد سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ہی کا پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ تین آیات بھی کافی ہیں۔ کیونکہ اقصر سورت کی آیات تین ہی ہیں۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ تین آیاتِ انا اعطینا کی آیات کے برابر ہی ہوں، بلکہ اقصر آیات بھی کافی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فقہائے متاخرین کو جزائے خیر دے۔ کہ انھوں نے سارے قرآن کی آیات کو دیکھ کر سورۂ مدثر کی تین آیتیں تلاش کیں۔ جو بہت چھوٹی چھوٹی ہیں، جن کے اٹھارہ ہی حروف ہیں اور انھوں نے فتویٰ دیدیا کہ فاتحہ کے بعد اٹھارہ حرفوں کی مقدار قرآن پڑھنے سے واجب ادا ہو جائے گا، چاہے پوری آیت بھی نہ ہو۔ بلکہ آیت کا جزو ہی ہو۔

امارد و غیر محارم کی طرف باوجود مظاہر حق ہونے کے نظر کرنے کی ممانعت کی وجہ

ارشاد بے شک تمام مخلوق مرایائے حق ہیں۔ لیکن جن مرایا میں نظر کرنے سے ممانعت کردی گئی ہے، اُن مرایا میں خاصیت یہ ہے کہ یہ ناظر کی نظر کو اپنے ہی تک مقصود کرلیتے ہیں، اُن کو دیکھ کر آگے نظر بہت کم پہنچتی ہے کہ کمال حق کا مشاہدہ کریں۔ اس لیے حق تعالیٰ نے امارد و غیر محارم کی طرف نظر کرنے سے منع فرمادیا۔

اِنَّ اللہَ خلقَ اٰدمَ علیٰ صورتہٖ کا مطلب

ارشاد - اِنَّ اللہَ خلقَ اٰدمَ علیٰ صورتہٖ کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ ان سے کمالاتِ حق کا ظہور ہوتا ہے، پس صورتِ حق سے مراد ظہورِ حق ہے اور اس میں انسان کی ہی خصوصیت نہیں، بلکہ اس معنی کر تمام عالم صورتِ حق ہے۔ یعنی مظہرِ حق۔ کیونکہ مخلوق سے خالق کا ظہور ہوتا ہے، افعال سے فاعل کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن آدم کی تخصیص حدیث میں اس وجہ سے ہے کہ انسان سے بہ نسبت دوسری مخلوقات کے حق تعالیٰ کی قدرت کا ظہور اتم واکمل ہوتا ہے۔

اِیّاکُمْ وَلَوْ فَاِنَّھَا مَطِیَّۃُ الشَّیْطَانِ کے معنی

ارشاد - وایاکم ولو فانہا مطیۃ الشیطان - اس میں مطلق لو کی ممانعت نہیں بلکہ اسی لو کی ممانعت ہے جو واقعاتِ ماضیہ میں بطورِ حسرت کے استعمال کیا جاتا ہے۔ لو کان کذا، لکان کذا کہ اگر یوں کیا جاتا تو یہ نتیجہ ہوتا۔

تعلق نسبی گو باعثِ ترقی درجات ہے لیکن بدون عمل کفیل نجات نہیں

ارشاد - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاص بیٹی کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے فاطمہ اپنا نفس آگ سے بچاؤ - میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا - مطلب یہ کہ اگر تمہارے پاس اعمال کا ذخیرہ نہ ہوگا - تو میں کچھ کام نہ آؤں گا - اور اس کی نفی نہیں کہ اعمال کے ہوتے ہوئے بھی میں باعثِ ترقی درجات نہ ہوں گا - یا شفاعت نہ کروں گا - بزرگوں کے تعلق نسبی کا باعثِ ترقی درجات ہونا خود منصوص ہے۔

"اتقوا اللہ حق تقاتہ" اور "واتقوا اللہ ما استطعتم" کی تطبیق

ارشاد - "اتقوا اللہ حق تقاتہ" - اور "واتقوا اللہ ما استطعتم" کی تطبیق یوں ہے

کہ اوّل تو منتہائے سلوک ہے، یعنی مقصود سلوک کا یہ ہے کہ حق تقویٰ حاصل ہو اور ثانی میں ابتدائے سلوک کو بیان فرمایا ہے کہ اس میں شیئاً فشیئاً کوشش کی جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ بقدر استطاعت تقویٰ کرتے رہو، یہاں تک کہ حق تقویٰ حاصل ہو جاوے جیسے کوئی امر کرے کہ چھت پر چڑھو اور وہ گھبرا جاوے کہ میں کیسے جاؤں تو اس کو کہا جاوے گا کہ زینہ کو بقدر استطاعت ایک ایک درجہ طے کر کے تم پہنچ جاؤ۔

دنیا کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت و مخذولیت کی نہیں

ارشاد۔ فراخی دنیا سے عند اللہ مقبول ہونے پر استدلال کرنا فاسد ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں فاما الانسان اذا ما ابتلٰہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن واما اذا ما ابتلٰہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن کلا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت و مخذولیت کی نہیں۔ نیز حدیث میں ہے کہ جب تو اپنی حالت یہ دیکھے کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے اور جب دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو اس کا ملنا دشوار ہو جاوے۔ تو سمجھ لے کہ تو اچھے حال پر ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے فتنوں سے بچانا چاہتے ہیں۔ اور جب اپنی حالت یہ دیکھے کہ جب آخرت کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو اس کا ملنا دشوار ہو جاوے اور جب دنیا کی چیزوں میں سے کسی چیز کا طالب ہو اور اس کی تلاش کرے تو وہ آسانی سے مل جاوے تو تو برے حال پر ہے کہ دنیا کے فتنوں میں واقع ہونے کا خطرہ ہے۔

مسافت آخرت کی سہولت اضطراری اور اختیاری کا بیان

ارشاد۔ مسافت آخرت کی سہولت من جانب اللہ رکھی گئی ہے، چنانچہ سفر اضطراری کی تو یہ حالت ہے کہ مبدا بھی بعید ہو رہا ہے اور منتہا بھی قریب ہو رہا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے ان الدنیا مدبرۃ والاخرۃ مقبلۃ کہ دنیا پیچھے کو ہٹ رہی ہے، اور آخرت قریب ہو رہی ہے، اور سیر اختیاری جس کو سلوک کہتے ہیں اس کی بھی یہ حالت ہے کہ جب بندہ

طلب میں قدم رکھتا ہے اسی وقت سے موانع پیچھے ہٹنے لگتے ہیں یعنی خود بخود مرتفع ہونے لگتے ہیں اور مقصود قریب ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا الحدیث۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا لطیفہ طرد الشیطان

ارشاد۔ ہمارے حاجی صاحبؒ رات کو تہجد میں اکثر سورۂ یٰسین پڑھا کرتے تھے۔ اور اس کی حکمت میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

دو دل یک شوند بشکنند کوہ را　　پراگندگی آرند انبوہ را

کہ جب دو دل مل جائیں تو یہ پہاڑ کو بھی توڑ دیتے ہیں اور یہاں تین دل ایک ہو جاتے ہیں کہ ایک مصلی کا قلب، دوسرا قلب اللیل (یعنی وقت تہجد) تیسرا قلب القرآن (یعنی سورۂ یٰسین) جس کو حدیث میں قلب القرآن فرمایا ہے ، تو تین دل جمع ہو کر شیطان کو کیسے نہ بھگا دیں گے۔

انکشاف آخرت کے ساتھ دنیا کا بھی ہوش جمع ہو سکتا ہے

ارشاد۔ انکشاف آخرت کے بعد بھی دنیا کا احساس باقی رہنا ممکن ہے، چنانچہ بعض محتضرین کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے فرشتوں کو بھی دیکھا اور اس کے ساتھ اپنے گھر کی عورتوں کو بھی پہچانا، چنانچہ گھر والوں سے کہا کہ فرشتے بیٹھے ہیں تم ان سے پردہ کرو۔ اور فرعون کے واقعہ سے بھی ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جس وقت ایمان ظاہر کیا ہے اس وقت اس کو انکشاف آخرت کے ساتھ دنیا کا بھی تھا۔ چنانچہ اس کا قول اٰمنت بالذی اٰمنت بہ بنواسرائیل بتلا رہا ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل کا حق پر ہونا اور ان کا مؤمن ہونا اس کے خیال میں تھا اور یہ دنیا کا واقعہ ہے۔

حمل امانت کا راز

ارشاد۔ انسان میں عشق کا مادہ تھا، اس لئے جس وقت حق تعالیٰ نے بار امانت کو پیش کیا کہ کچھ احکام تکلیفیہ ہیں اگر امتثال ہوا تو ثواب ملیگا، اور نافرمانی پر عذاب ہوگا خطاب

الٰہی کی لذت سے مست ہو گیا، اور سوچا کہ جس امانت کی ابتدا یہ ہے کہ کلام و خطاب سے نوازے گئے۔ اگر اس کو لے لیا تو پھر روز کلام و سلام و پیام ہوا کرے گا۔ بس ایک سلسلہ چلتا رہے گا کہ آج کوئی حکم آرہا ہے۔ کل کو دوسرا حکم آرہا ہے، کبھی عنایت ہے، کبھی عتاب ہے تو اس چھیڑ میں بھی بڑا مزا ہے ؎

چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

غرضیکہ یہ سوچ کر اس لذت کے لئے اس نے احتمال عذاب کی پروا نہ کی اور کہدیا کہ یہ امانت مجھے دیجائے میں اس کا تحمل کروں گا۔ بس وہی مثل ہوئی کہ "وہ چڑھ جا بیٹا سولی پہ اللہ بھلی کرے گا"

ہر شخص کو علل احکام بیان کرنے کا حق نہیں

ارشاد۔ ہر شخص کو علل بیان کرنے کا حق نہیں ہے، بلکہ مجتہد کو حق ہے، اور مجتہد کو بھی ہمیشہ حق نہیں بلکہ وہاں تعلیل کا حق ہے جہاں تعدیہ حکم کی ضرورت ہو اور جو امور تعبدی ہیں جن کا تعدیہ نہیں ہو سکتا۔ وہاں قیاس کا مجتہد کو بھی حق نہیں۔ اس لئے فقہاء نے صلوٰۃ و صوم، زکوٰۃ و حج میں تعلیل نہیں کی ان کی فرضیت کی بنا تعبد ہے۔

حکم احکام کے سمجھنے کی شرط

ارشاد۔ جن احکام کی حکمتیں معلوم ہو جائیں ان کو مبانی و مناشی احکام کا نہ سمجھے بلکہ خود ان کو احکام سے ناشی سمجھیں گے۔ ان شرائط کے ساتھ حکمتوں کے سمجھنے کا مضائقہ نہیں۔ قرآن میں جہاں کہیں حکم کے بعد لام غایت آیا ہے وہ علت نہیں ہے حکمت ہے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس حکم پر یہ اثر مرتب ہوگا یہ مطلب نہیں کہ حکم کی بنا اس پر ہے۔

دنیا میں انسان کو بھیجنا قرب بصورت بُعد ہے

ارشاد۔ اس وقت جو ہم اس عالم میں آکر علائق میں مبتلا ہو گئے یہ بھی قرب بصورت بعد ہے۔ کیونکہ عالم ارواح میں ہم ناقص تھے۔ اور حق تعالیٰ کو زیادہ قرب

عطا فرمانا منظور تھا۔ اس لیے یہاں بھیج دیا، کیونکہ بہت سے اقسام قرب وہ ہیں جو بصورت صلوٰۃ و صورت صوم و صورتِ حج پر موقوف تھے۔ یہ روح مجرد کو بدون جسم کے حاصل نہ ہو سکتے تھے۔

طولِ حیات کی خواہش منافی ولایت نہیں

ارشاد۔ طولِ حیات کی خواہش منافی کمالِ ولایت نہیں۔ کیونکہ انبیا تھا و لیا، دنیا کی عمر کو موجب زیادتِ قرب سمجھ کر یہ چاہتے تھے کہ اور زندہ رہیں تاکہ قرب میں اور ترقی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت رحمت و شفقت

ارشاد۔ استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم۔ اس آیت میں گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ اس قسم کی تعبیر سے تخییر مراد نہیں بلکہ مراد تسویہ فی عدم النفع ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت رحمت و شفقت سے محض الفاظ سے تمسک فرمایا، یعنی آپ نے معنی عرفی سے عدول کر کے معنی لغوی پر کلام کو محمول فرما لیا اور عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے۔

حضور کے نام مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا۔ اور حق تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ جل جلالہ یا تعالیٰ کہنا واجب ہے

ارشاد۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک جب لیا جاوے یا سنا جاوے تو صلی اللہ علیہ وسلم کہنا واجب ہے، اگر نہ کہیگا تو گناہ ہوگا۔ ایسے ہی حق تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ جل جلالہٗ یا تعالیٰ یا اور کوئی لفظ مشعر تعظیم کہنا واجب ہے ورنہ گناہ ہوگا لیکن اگر ایک مجلس میں چند بار نام لیا جاوے تو حضورؐ کے نام پر صلی اللہ علیہ وسلم اور حق تعالیٰ کے نام پر جل جلالہٗ یا تعالیٰ کہنا ایک بار تو واجب ہے اور ہر بار کہنا مستحب ہے، مگر محبت و عشق کا مقتضا یہی ہے کہ ہر بار درود پڑھا جاوے۔

مقدمۂ شرک اور گروہ بندی کی ممانعت

ارشاد۔ خدا تعالیٰ کے ذکر میں پیر کا ذکر بھی شامل کرنا شرک ہے جیسا خطوط کے شروع میں لوگ لکھتے ہیں، بامداد اللہ۔ بفضل الرحمن۔ ہوالرشید، ہوالقاسم، ہوالمعین جو مقدمہ ہے شرک ہے اسی طرح امدادی قاسمی، رشیدی، اشرفی لکھنا بھی خواہ مخواہ تحزب و گروہ بندی ہے اور اس کو حنفی و شافعی پر قیاس کرنا غلط ہے اس لئے کہ ان سلاسل میں کوئی اختلاف نہیں ہے جس پر متنبہ کرنا مقصود ہو۔ اور حنفیہ اور شافعیہ میں خود فروعی اختلاف ہے اور اربعہ کے مقلدین کو باقی اسلامی فرقوں سے اصولی اختلاف ہے تو اس نسبت میں اس بات کا اظہار ہے کہ ہم اصولاً ائمہ اربعہ کے متبع ہیں اور فروعاً کسی خاص امام کے مقلد ہیں۔

نماز عید کا ثواب عورتوں کو بھی ملتا ہے اور شہر کے اندر بعذر پڑھنے والوں کو بھی عیدگاہ کا ثواب ملتا ہے

ارشاد۔ حدیث میں ہے ان عبادی و اماتی قد وافوا فریضتھم و خرجوا۔ جس سے عورتوں کا بھی عیدگاہ کی طرف نکلنا ثابت ہے اور خرجوا کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کی نماز شہر سے باہر ہونا چاہیئے۔ لیکن چونکہ شرعی قاعدہ ہے کہ جو عمل کسی عذر کی وجہ سے نہ ہو سکے اس کا اجر ساقط نہیں ہوتا۔ اس لئے نماز عید کا ثواب عورتوں کو بھی ملیگا، کیونکہ اب فتنہ کی وجہ سے ان کو عیدگاہ جانے سے روک دیا گیا ہے۔ اسی طرح جو لوگ بعذر شہر کے اندر عید کی نماز پڑھتے ہیں ان کو بھی عیدگاہ کی نماز کا ثواب ملے گا۔

زندگی میں قبر کھودنے کی ممانعت

ارشاد۔ اپنے واسطے پہلے سے قبر کھود رکھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ کیا خبر ہماری موت کہاں آئیگی۔

جنت میں دخول محض رحمت سے ہوگا اور اس رحمت کے جاذب بھی اعمال ہی ہیں

ارشاد۔ جنت میں جو مومن کو اتنی بڑی سلطنت ملے گی جس کی شان یہ ہوگی اذا رأیت ثم رأیت نعیما وملکا کبیرا۔ اور جس کی حالت یہ ہے اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔ اس سلطنت کے حصول کے لئے یہ عمل کیا چیز ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ اتنی بڑی جزا یہ محض عنایت ہے۔ لیکن یہ عنایت ہوگی اسی عمل کی بدولت گو وہ ناچیز قلیل ناقص حقیر ہے، چنانچہ ارشاد ہے ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین

حضور و غیبت کا فرق

ارشاد۔ حق تعالیٰ نے حضور و غیبت کا فرق رکھا ہے جس سے دنیا اور دین کے سارے کام چل رہے ہیں ورنہ سب کارخانے معطل ہو جاتے۔ مگر اتنی غفلت بھی حق تعالیٰ کو گوارا نہیں کہ احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کی جائے۔

(۱)۔ آخرت کے یاد رکھنے کا طریقہ

(۲) ہر فعل عبث کا سلسلہ انتہاءً معصیت سے ملا ہوا ہے

(۳) نور قلب کے آثار

ارشاد۔ آخرت کے یاد رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کام آخرت میں مفید ہے ان کو اختیار کرو اور جو مضر ہیں ان کو ترک کرو اگر عبث ہے تب بھی۔ غور کرنے سے افعال عبث کا سلسلہ انتہاءً معصیت سے ضرور ملا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً کسی سے آپ نے یہ سوال کیا کہ سفر میں کب جاؤ گے اگر وہ اس سوال کا منشا صحیح سمجھ گیا تو خیر اور اس صورت میں سوال عبث ہی ہوگا، اور اگر وہ اس کا منشا صحیح نہ سمجھا تو اس کے دل پر اس سوال سے ضرور گرانی ہوگی کہ یہ کیوں پوچھتا ہے، کہا کو بتلانا میری کسی مصلحت کے خلاف تو نہیں ہو جائے گا، اور مسلمان کے دل پر بار ڈالنا معصیت ہے، یہ تو بالفعل خروی ضرر ہوا۔ اور فی المآل یہ ہوگا کہ جب کسی کا دل کسی سے مکدر ہو جاتا ہے تو بات بات سے تکدر بڑھتا ہے آخر کار ایک دن دونوں میں خاصی عداوت ہو جاتی ہے جس سے صدہا معاصی

پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کثرت عبث سے قلب کا نور بجھ جاتا ہے۔ اور نور قلب ہی بڑی قیمتی چیز ہے، کیونکہ نور قلب ہی طاعات کا ذریعہ ہے، اس سے قلب میں طاعات کا جاذبہ اور ایک تقاضا پیدا ہوتا ہے جس سے اس کی وہ طاعات پھولوں سی معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ بدون طاعت کے ارتکاب کے چین ہی نہیں ملتا۔

نقص عمل اور ہے اور اختصار عمل اور ہے

ارشاد۔ شریعت نے گو نقص عمل کی اجازت نہیں دی مگر اختصار اعمال کی اجازت دی ہے، نقص اعمال تو یہ ہے کہ ارکان کو خراب کر کے ادا کیا جاوے۔ خشوع کو فوت کیا جاوے اور اختصار یہ ہے کہ ارکان میں زیادہ دیر نہ لگائی جاوے لمبی سورتوں کی جگہ چھوٹی سورتیں پڑھ لے سات دفعہ سبحان ربی العظیم کی جگہ تین دفعہ کہہ لے اور نوافل کو ترک کر کے محض فرائض و سنن موکدہ پر اکتفا کرے۔

قلندر و فرقہ ملامتیہ کی تعریف

ارشاد۔ اصطلاح صوفیہ میں وہ جماعت قلندر کہلاتی ہے جن میں اعمال قالبیہ یعنی اعمال ظاہرہ تو کم ہوتے ہیں مگر اعمال قلبیہ ان کے بہت زیادہ ہیں۔ اور اعمال قلبیہ یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست رکھا جاوے۔ قلب کی نگہداشت رکھی جاوے کہ غیر حق کی طرف متوجہ نہ ہونے پاوے۔ بلکہ اکثر اوقات قلب کو ذکر میں مشغول رکھا جاوے۔ نیز قلب میں کسی مسلمان کی طرف سے غل وحقد نہ ہو، سب کے ساتھ خیر خواہی ہو، نیز حقوق وقت ہمیشہ ادا کیے جاویں کہ کوئی وقت ذکر سے خالی نہ جاوے۔ نیز خوشی وغمی کے حقوق ادا کئے جاویں۔ نعمت پر شکر ادا ہوتا رہے، حزن وغم میں دل خدا تعالیٰ سے راضی رہے، اس کے سوا اور بہت اعمال قلبیہ ہیں اور اصطلاح صوفیہ میں فرقہ ملامتیہ وہ ہے جو اعمال کے اخفاء کا اہتمام کرتے ہیں۔

ہماری غفلت کا راز اور اس کے ازالہ کا طریقہ

ارشاد۔ ہماری غفلت کا راز یہ ہے کہ ہم کو اعمال کے نافع ومضر ہونے کا استحضار نہیں، بس اس کا علاج یہ ہے کہ اعمال کے نافع ومضر ہونیکا اعتقاد دل میں بٹھالیا جاوے۔ اور استحضار کا ماخذ حدیث اکثروا ذکر ہاذم اللذات ہے اور خاص عمل کے وقت اس کے استحضار کی تدبیر یہ ہے کہ صلوٰۃ مودع یعنی ہر عمل کو یہ سمجھکر ادا کرو کہ شاید یہ ہمارا آخری عمل ہو۔

تقدیر کی غایات آجلہ و عاجلہ کا بیان

ارشاد۔ تقدیر تجویزِ حق کا نام ہے جس کا تعلق ذات و صفات حق سے ہے اس لئے اس میں کاوش کرنے سے بجز حیرت و پریشانی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور درجۂ اجمال میں چونکہ اس کا علم ضروری تھا، اس وجہ سے اجمالاً بیان فرما دیا ہے اور اسی ضرورت کی بنا پر اسی مسئلہ کی ایک غایت بھی بتلا دی جس کی ضرورت عاجلہ تھی، یعنی اعتقاد تقدیر کی ایک غایت تو آجلہ ہے یعنی اجرِ آخرت، کیونکہ تقدیر کا اعتقاد موجبِ نجات ہے (یہ خاصیت عقائد حقہ میں ہے، کہ بدون عمل کے وہ خود بھی موجبِ نجات ہیں گو نجات اولیٰ نہ ہو) سو شارع نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کے ساتھ ایک غایت عاجلہ بھی بتلادی چنانچہ ارشاد ہے۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرءھا الیٰ قولہ تعالیٰ لکیلا تأسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اٰتٰکم یعنی حق تعالیٰ مسئلہ تقدیر کو بیان کرکے فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے تم کو اس لئے خبر کی ہے تاکہ جو چیز تم سے فوت ہو جاوے اس پر تم کو رنج نہ ہو۔ اور جو کچھ تم کو دیا ہے اس پر اتراؤ نہیں۔

آخرت میں کلام فی التقدیر کے متعلق پوچھ ہوگی اس لئے اس کی تفصیل سے ممانعت ہے

ارشاد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مسئلہ تقدیر میں زیادہ گفتگو کرے گا آخرت میں اس کی پوچھ ہوگی۔ کہ ہاں صاحب تم مسئلہ تقدیر کے بڑے محقق تھے ذرا ہمارے سامنے تو بیان کرو۔ اور یقیناً اس مسئلہ میں ہم جو کچھ بھی تحقیقات بیان کرینگے وہ اس قابل نہ ہونگی کہ حق تعالیٰ کے سامنے بیان کر سکیں، کیونکہ وہ محض تخمینات و ظنیات ہوں گی، اور حق تعالیٰ کے سامنے یقینیات ہی کو بیان کر سکتے ہیں نہ کہ تخمینات کو۔

حق تعالیٰ شانہ کی توجہ کا عام طریق سلوک

ارشاد۔ حق تعالیٰ شانہ کے توجہ عام کا طریق سلوک ہی ہے اور جذب دو جب کا طریق عام نہیں، اس کی ایسی مثال ہے جیسے

حصول اولاد کا عام طریق نکاح اور زوجین کا ہم بستر ہونا ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ بدون شوہر کے اولاد ہوگئی جیسے مریم علیہا السلام کے عیسیٰ علیہ السّلام پیدا ہوئے اور کبھی بدون ماں باپ کے بھی تکوّن ہوا ہے۔ جیسے آدم علیہ السّلام پس وہب کے بھروسے رہنا اور سلوک کو اختیار نہ کرنا غلطی ہے۔

جذب کی دو قسمیں ہیں

ارشاد۔ جذب کی دو قسمیں ہیں ایک قبل العمل، ایک بعد العمل، مگر زیادہ وقوع جذب بعد العمل کا ہے عادۃ اللہ یہی ہے کہ سلوک یعنی عمل مقدم ہوتا ہے اور جذب مؤخر ہوتا ہے اور کبھی اس کا بھی وقوع ہوا ہے کہ عمل سے پہلے ہی جذب ہوگیا اور جذب کے بعد عمل مرتب ہوا، چنانچہ اللہ یجتبی من یشاء میں جذب قبل العمل کا بیان ہے۔ اور یھدی الیہ من ینیب میں جذب بعد العمل کا۔ سو اس جذب قبل العمل کو دیکھکر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ سلوک وعمل بے کار ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ عمل علّت تامہ وصول وقرب کی نہیں بلکہ شرط اکثری ہے، جیسے علاج علّت صحت کی نہیں، ہاں شرط اکثری صحت کی ہوسکتا ہے۔

عمل سے جنت نہ ملے گی اس کی توضیح

ارشاد۔ لا یدخل الجنۃ احد بعملہ میں علیت اعمال کی نفی ہے اور مقصود اس سے عجب کا علاج ہے کہ کوئی عمل کرکے اترائے نہیں کہ میں نے اپنے عمل سے جنت لے لی، کیونکہ اوّل تو عمل کے بعد بھی جذب کی ضرورت ہے اور جذب کا مدار مشیت حق پر ہے یعنی سلوک کے بعد بھی وصول کا مدار ایصال حق پر ہے، دوسرے علّت ومعلول میں تناسب بھی شرط ہے۔ عقلاً جزاء عظیم کا ترتب عمل عظیم ہی پر ہوسکتا ہے تو اب دیکھو کہ جنت کس درجہ عظیم ہے اور تمہارا عمل کیسا ہے، جنت تو کمًّا وکیفًا ہر طرح عظیم ہے کمًّا تو اس کی عظمت یہ ہے کہ غیر متناہی ہے اور کیفًا اس کی شان یہ ہے لاخطر علی قلب بشر۔ اور ہمارے اعمال کی یہ حالت ہے کہ کمًّا تو متناہی ہیں اور کیفًا ناقص کہ نماز ہیں تو جہ نہیں، تعدیل ارکان نہیں، نسیان وسہو سے ادا کی جاتی ہے، روزہ ہے تو اس میں غیبت وشکایت ہے ذکر ہے تو اس میں خلوص نہیں۔ بزرگ بننے کا شوق ہے، کیا اس حالت میں جنت کو عمل کا معلول کہا جاوے گا، کہ عمل سے جنت ملی، ہرگز نہیں بلکہ یہ کہا جائے گا کہ عمل میں تو یہ تاثیر

نبتی محض فضل سے جنت مل گئی، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمل بے کار ہے، ہرگز نہیں کیونکہ عادت اللہ یہی جاری ہے کہ حق تعالیٰ عمل کے بعد توجہ فرماتے ہیں، چنانچہ ہمارا ادھر متوجہ ہونا بھی ایک عمل ہے۔ جو اس کے فضل کے جذب کے لئے کافی ہے۔

صاحب حق اور صاحب باطل کے اتحاد کا انجام

ارشاد۔ صاحبِ حق اور صاحب باطل کے اتحاد کا ہمیشہ انجام یہ ہوتا ہے کہ صاحب حق کو کسی قدر اپنا مسلک چھوڑنا پڑتا ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ حق دشوار ہے کیونکہ نفس کے خلاف ہے اور باطل سہل ہے اس لئے کہ وہ نفس کے موافق ہے۔ اور اتفاق اس طرح ہوتا ہے کہ ایک اپنے مسلک کو کسی قدر چھوڑ دے تو صاحب باطل سہل کو چھوڑ کر دشوار کیوں اختیار کرے۔ اس لئے ایسے اتحاد کا یہی انجام ہوتا ہے کہ صاحب حق کو کسی قدر اپنا مسلک چھوڑنا پڑتا ہے

شوق علم جنم روگ ہے

ارشاد۔ شوق علم تپ دق ہے یا تو ہوتا نہیں اور جو ہوتا ہے تو پھر دل سے نکلتا نہیں تو یہ شوقِ علم جنم روگ ہے بلکہ محبت و رغبت کسی شئے کی ہو جنم روگ ہے، جب کسی سے ایک بار محبت ہو جاتی ہے پھر مرتے دم تک وہ نہیں نکلتی۔

تمام صفاتِ کمال صرف وجود ہی کے مظاہر مختلفہ ہیں

ارشاد۔ بعض محققین کا قول ہے کہ صفت کمال بس ایک وجود ہی ہے اور باقی تمام صفات کمال اسی کے مظاہر مختلفہ ہیں اور وجود کسی مخلوق کی صفت ذاتی نہیں بلکہ صفت عرضی ہے، اور درحقیقت یہ حق تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے۔

الحمد للہ کہ انفاس عیسیٰ کی جلد اوّل ختم ہوئی

[illegible]

22-1-61

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انفاسِ عیسیٰ

حصۂ دوم

(۱) عیوب و مفاسد و خبائث نفس پر مطلع ہونے کی تدبیر

اس کے لیے میں اکثر ازالۃ العین کے مطالعہ کا مشورہ دیا کرتا ہوں، لیکن صرف مطالعہ کو کافی نہ سمجھا جاوے بلکہ عیوب پر مطلع ہو کر اپنے مصلح سے مشورہ لیا جاوے۔ اس کے ساتھ اس کی بھی ضرورت ہے کہ اپنے جن محاسن پر نظر پڑے ان کے متعلق غور کیا جاوے کہ جس ہیئت سے یہ محمود یا ماجور ہیں۔ آیا اس ہیئت سے مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر ہیئت موجودہ و ہیئت مطلوبہ کی تحقیق کی جاوے گی تو اس وقت منکشف ہوگا کہ محاسنِ مزعومہ محاسنِ حقیقیہ کی نقل بھی نہیں تو وہ نظر بھی کالعدم ہو جاوے گی۔

(۲) بیعت کب کرنا چاہیے

بیعت کا موقع اس وقت ہے جب اپنے خادمِ دین سے اس درجہ تعلق و محبت طبعی ہو جاوے کہ اگر وہ سراپا نقص ہی نقص بن جاوے تب بھی خواہ اس سے اعتقاد نہ رہے یا ضعیف ہو جاوے لیکن اس سے انقباض نہ ہو اور جب تک اس کی تعلیم دل کو لگتی رہے تعلیم کا سلسلہ اس کے ساتھ جاری رکھے اور اگر تعلیم دل کو نہ لگے تو تعلیم بھی ترک کر کے اطلاع کر دی جاوے تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو اور دوستی کا علاقہ پھر بھی رہے

کے ساتھ باقی رکھے، گو معصیت میں اس کی اطاعت نہ کرے بشرط بقائے ایمان۔

۳۔ اتفاقی استماع غنا کا اختیاری وغیر اختیاری درجہ

عبد جتنے کا مکلف ہے وہ چنداں دشوار نہیں۔ یعنی اس وقت بہ تکلف قلب کو دوسری طرف متوجہ کر دیا جاوے۔ اس توجہ کے ساتھ جو التفات الی الغنا ہو گا وہ غیر اختیاری ہو گا۔

۴۔ شیخ کی نظر میں محمود و ممدوح ہونے کی کوشش کرنا

یہ بھی ملحق بالاصلاح ہے کہ وہ خوش ہو کر اصلاح کی طرف توجہ زیادہ کرے گا۔

۵۔ علامتِ رسوخ

صدور میں گستاخی بھی نہ ہو تو یہ علامت ہے رسوخ کی۔

۶۔ نسبت و مقام کی تعریف

ایک غلبۂ ذکر کہ غفلت میں وقت کم گذرے، دوسری دوام طاعت کہ نافرمانی بالکل نہ ہو۔ اصل مامور بالتحصیل یہی چیزیں ہیں اور اسی کے لیے سب مجاہدات اور معالجات اختیار کیے جاتے ہیں جن پر حسب سنت اللہ وہ مقصود مترتب ہو جاتا ہے۔ اولاً قدرے تکلف ہوتا ہے بعد چندے (جس کی مدت معین نہیں استعداد پر ہے) مثل امر طبعی کے ہو جاتا ہے گو احیاناً ضد کا تقاضہ بھی ہوتا ہے مگر ادنیٰ توجہ سے وہ ضد مغلوب ہو جاتی ہے اس رسوخ و ثبات کو مقام کہتے ہیں۔ بس یہ فی نفسہ غیر اختیاری ہے لیکن باعتبار اسباب کے اختیاری ہے اور یہی رسوخ و ثبات اس حیثیت سے کہ غلبۂ ذکر و دوام طاعت کا ملزوم ہے نسبت کہلاتا ہے (یعنی حضرت حق سے ایسا تعلق قوی جس پر غلبۂ ذکر اور دوام طاعت کا ترتب لازم ہو) اور اس نسبت من العبد پر ایک دوسری نسبت من الحق موعود ہے یعنی رضا و قرب۔ بس اہل طریق جب لفظ نسبت کا اطلاق کرتے ہیں مراد ان ہی دو نسبتوں کا مجموعہ ہوتا ہے نہ صرف ملکہ یادداشت جس میں بہت سے غیر محقق دھوکہ میں ہیں۔

۷۔ مراقبہ برائے دفع وساوس

اپنی تمام طاعات صلوٰۃ و تلاوت و اذکار بلکہ افعالِ مباحہ میں بھی اس کا تصور رکھے

کہ یہ سب عنقریب حق تعالیٰ کے اجلاس میں پیش ہوں گے تو ان میں کوئی ایسا اختیاری خلل نہ ہو جس سے پیشی کے قابل نہ ہوں۔

۸۔ مجاہدہ اضطراریہ کا نفع و ادب

جس طرح وضو کا بدل تیمم ہے اور اجر میں اس سے کم نہیں، اسی طرح مجاہدہ اختیاریہ یعنی اعمال و اوراد کا بدل مجاہدہ اضطراریہ یعنی تشویشات و بلیات ہیں اور اجر میں ان کے برابر بلکہ منافع میں ان سے اقویٰ ہیں ان کو نعمت سمجھ کر اطمینان سے کام میں بقدر وسع مشغول رہنا چاہیئے، البتہ دعا کرتے رہیں کہ وہ مبدل بہ راحت و جمعیت ہوں کہ دعا مسنون ہے غرضیکہ جب تک وہ تشویشات و بلیات باقی رہیں تفویض تو فرض ہے اور دعا مسنون ہے اور جب وہ زائل ہو جاویں شکر واجب ہے۔ اور دونوں حالتوں میں بقدر وسع مشغول رہنا ادب طریق ہے۔

۹۔ عدم زوال پریشانی و مصیبت کا علاج

تنگی اور مصائب کے دُور ہونے کا ارادہ ہی چھوڑ دیا جاوے بلکہ موجودہ پریشانی ہی کے لیے اپنے کو آمادہ کر لیا جاوے بس دو چیزوں کا التزام کر لیا جاوے دعا زوال مصیبت کی اور استغفار اور ثمرات کو آخرت میں سمجھا جاوے، بس یہ علاج ام العلاج ہے جس میں علاج ہی مقصود ہے صحت مقصود نہیں۔

۱۰۔ جماعت کی حالت میں خصوصاً سرّی نماز میں حرکتِ فکریہ کے قطع کرنے کی تدبیر

سورۂ فاتحہ کے خیالی الفاظ کا استحضار کیا جاوے جس کو کلام نفسی کہا جاتا ہے

۱۱۔ واحد اور جمع دونوں صیغوں سے دعائیں منقول ہونے کی مصلحت

واحد کے صیغہ میں الحاح کی مصلحت زیادہ ہے اور جمع کے صیغہ میں دوسروں کے شریک کر لینے سے اقربیت الاجابۃ کی مصلحت زیادہ ہے۔ جس وقت جس کیفیت کا غلبہ زیادہ ہو اس کا اتباع کیا جاوے۔ اور میرا ذوق یہ ہے کہ ہر دعا میں منقول کا اتباع کیا جاوے کہ اقرب الی الادب ہے۔ پھر اس دعا کے تکرار میں ذوق وقتی کا اتباع کرے کہ دونوں جمع ہو جاویں۔

۱۲۔ طبعی تسلی و قرار کی کوئی صورت نہ ہونے کا علاج یعنی تجویز ساز و تجویز باز طبیعت کا علاج

مطلوب و مامور بہ عقلی و اعتقادی قرار ہے اور یہی تفویض ہے جس کو عبادت سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے نہ کہ ذریعہ راحت سمجھ کر۔ بلکہ عارفین کاملین نے جب تفویض میں لذت طبعیہ محسوس کی تو نہایت ابتہال کے ساتھ اس لذت سے پناہ مانگی۔ ایک یہ کہ مشوب لذت سے شبہ ہوتا ہے اخلاص کی کمی کا کہ حظ نفس کے واسطے تفویض کو اختیار کیا، حق تعالیٰ کا حق سمجھ کر اختیار نہیں کیا۔ دوسرے جہاں دینی دنیوی کامیابی و ناکامی کے متعلق حدیثوں میں تصریح ہے کہ اول میں اجر ناتمام اور ثانی میں اجر تام عطا ہوتا ہے، اسی طرح تفویض میں راحت طبعیہ ہونے سے اجر غیر کامل اور راحت نہ ہونے سے اجر کامل ملتا ہے اور اجر آخرت ہی مقصود ہے۔ پس ان دو رازوں کی وجہ سے عارفین نے لذت سے پناہ مانگی ہے لیکن ہم ضعفاء کے لیے اتنی ترمیم ہے کہ ہم کو پناہ مانگنا بھی مناسب نہیں بلکہ تفویض کے ساتھ اس میں لذت و راحت کی بھی دعا مانگے اور جب تک عطا نہ ہو اس عطا نہ ہونے کی حقیقت پر صبر اور اس عطا نہ ہونے کے ثمرہ پر کہ کمال اجر و تشبیہ بالمقبولین ہے شکر کیا جاوے۔ اور اسی کو وظیفہ دائمہ بنائے۔

۱۳۔ بنا قبول ہدیہ

حضرت والا بدون تعارف ہدیہ قبول نہیں فرماتے لیکن تیقن اخلاص کے وقت عدم تعارف مانع نہیں ہوتا اور اس تیقن کا ادراک وجدان غیر مشوب بالغرض سے ہوتا ہے۔ البتہ عدم تیقن یعنی تردد کے وقت عدم تعارف مانع قبول ہوتا ہے۔

۱۴۔ سیاست کے باب میں علم و عمل کی تحقیق

سیاست کے بارے میں فرمایا کہ جو چیز فرض عین نہ ہو اس کے درپے ہونا ہی کیا ضرور۔

۱۵۔ ناکامیوں پر عدم سکون کا علاج

تدبیر تو ازالہ مذموم کے لیے ہوتی ہے نہ کہ ازالہ محمود کے لیے، اگر نصوص میں اور اقوال اہل خصوص میں غور کیا جاوے تو معلوم ہو جاوے کہ دنیا کی ناکامیابی خود شعار ہے مقبولین کا اور تواتر کامیابی خصوصاً معاصی کے ساتھ شعار ہے مخذولین کا۔ سورہ بقرہ کی

آیت ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الآیۃ اور سورۂ احزاب کی آیت اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم۔ کامیابی دنیوی سے مقبولیت پر استدلال کا کفار کا طریقہ ہونا سورۂ فجر میں منصوص ہے فاما الانسان اذا ما ابتلٰہ ربہ الخ مولانا رومیؒ کا ارشاد ہے ؎

زاں بلاہا کانبیا برداشتند ۔۔۔ سر بچرخ ہفتمیں افراشتند
گر مرادت را مذاقِ شکر است ۔۔۔ بے مرادی نے مرادِ دلبر است

باقی دعا ہر حال میں کرنا سنت اور وظیفہ عبدیت ہے۔ دعا کی برکت سے ہم رضا و تحمل نصیب ہو جاتی ہیں

۱۶۔ رد و قبول من جانب اللہ ہے جس میں اسباب و اکتساب کا دخل نہیں

۱۷۔ یہ اعتقاد کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں کیا تھوڑا عمل ہے

۱۸۔ عقلی تفویض کیا ذہنی تجویز سازیوں دران کے لیے کی دوادوش کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہے

ہو سکتی ہے دو شرط سے ایک وہ تجویزیں مشروع ہوں، دوسرے اگر وہ تجویزیں ناکام ہوں تو اعتقاداً اس ناکامی کو خیر سمجھے، گو اس کے ساتھ غیر اختیاری ضیق بھی ہو تو وہ اس کے منافی نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس غیر اختیاری ضیق کو ثابت فرمایا ہے۔ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون (حجر) اور اختیاری ضیق سے نہی فرمائی ہے ولا تک فی ضیق مما یمکرون (نحل) اور اس سے حضور اقدس سے اختیاری ضیق کے وقوع کا توہم نہ کیا جاوے کیونکہ نہی کا تعلق ماضی سے نہیں ہوتا مستقبل سے ہوتا ہے۔

۱۹۔ قدرت حقیقی پر نظر ہر عمل میں ہمت دلانے کے لیے کافی ہے

چونکہ قدرت حقیقی کی نسبت تمام مقدورات کے ساتھ یکساں ہے اس لیے ان کی توفیق سے استعانت کر کے ہر عمل مطلوب کی ہمت کرنا چاہیے اور تیسیر کا ان ہی سے سوال کرنا چاہیے اگر گناہ ہو گا ندامت و استغفار کریں گے

۲۰۔ ایک درجہ اجمال فی الطلب کا ہے

کہ اعتدال کے ساتھ جس میں نہ ذلت ہو نہ تعب مصالح عاجلہ یا استقبالیہ پر نظر کر کے سعی کی جاتی، یہ نہ مذموم ہے نہ سلف کے خلاف اور ایک درجہ مبالغہ کا ہے جس میں محدود ذات

مذکورہ ہوں یا دوسرے محذورات جیسے ایسا انہماک جس سے ضروریات دنیویہ یا دینیہ مختل ہونے لگیں یا غفلت کا غلبہ ہو جاوے یہ اگر معصیت بھی نہ ہو مگر مفضی الی المعصیت یا مفوت سنت ہے بعید ضرر ہے

۲۱۔ انتظارِ مسببِ الاسباب سے مستقل مطلوب ہے

لیکن جب غرض تدبیر کی محمود ہو اس کے لیے جاننے والوں سے مشورہ کرنا خود بھی کچھ کام کرنا، کام لینا قیود مذکورہ کے ساتھ (کہ نہ تعب ہو نہ ذلت نہ انہماک) غلو نہیں ہے چنانچہ تجارت کی ترغیب سنت میں وارد ہے جس کا حاصل نمو مال کی تدبیر ہے۔

۲۲۔ دعاء کی حقیقت

ہم کو قدر کا علم نہیں اس لیے اپنے زعم میں جو مصلحت ہو اس کے مانگنے کی اجازت ہے اگر قدر اس کے خلاف ہوگی اس پر راضی رہنے کا حکم ہے۔ رہا اصرار اس کا تو حکم ہے ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء اور اس کا راز یہ ہے کہ اس سے اپنا ضعف و عجز و احتیاج و انکسار ظاہر ہوتا ہے جو عبدیت کا مقتضا ہے اور اسی لیے مطلوب ہے۔

۲۳۔ قبض و ہیبت کا علاج

سلوک میں قبض و ہیبت کی حالت بے حد نافع ہے اور کوئی سالک اس سے خالی نہیں ہوتا۔ الا نادراً۔ کوئی ابتدا میں کوئی انتہا میں اور خود بخود مبتلا ہو جاتا ہے بجز دعاء و تفویض کے اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔

۲۴۔ ایسا کام جس سے لوگ بڑا سمجھنے لگیں بدون مصلح کی اجازت کے شروع نہ کرنا چاہیے

۲۵۔ تعدیل خشیت

خشیت حق مبارک حالت ہے البتہ اس کی تعدیل کے لیے مراقبہ رحمت و تقویت رجا ضروری ہے۔ اس کے بعد بھی اگر پریشانی رہے تو وہ طبی و طبعی مرض ہے جس کے لیے طبیب سے رجوع کیا جاوے۔

۲۶۔ وحشت عن الخلق مطلوب ہے بشرائط

بدون کسی عارض طبعی کے وحشت کا منشا انس مع الحق ہے اور وہ محمود ہے اس شرط کے ساتھ کہ کسی کا حق ضروری ضائع نہ کیا جاوے خواہ حق ظاہری ہو جس کو سب جانتے ہیں یا حق باطنی مثلاً کسی کو حقیر نہ سمجھا جاوے باقی غیر اختیاری گرانی پر ملامت نہیں حتی الامکان اس کا لحاظ رہے کہ دوسرے کو محسوس نہ ہو جس سے دل شکنی کا احتمال ہو۔ وہم غیر ناشی عن دلیل میں مشغول نہ ہونا چاہیے اگر اس قسم کا وہم ہو تو اپنے لیے اور جس کی اذیت کا شبہ ہو اس کے لیے طلب مغفرت کی دعاء کافی ہے۔

۲۷۔ سدّدوا وقاربوا و لن تحصوا کی توضیح

معمولات کا ہموار رہنا اور کبھی ناغہ ہوجانا کسی ضرورت سے پھر تلافی کی کوشش کرنا سددوا وقاربوا ہے اور گاہ گاہ کمی ہوجانا لن تحصوا ہے۔

۲۸۔ کلفت وساوس کا ایک علاج

جب گناہ نہیں محض کلفت ہے تو یہ احکام میں [illegible] طبعیہ کے ہوا جس میں اجر ملتا ہے، تو نافع ہی ہوا۔

۲۹۔ حدیث نفس میں کاوش کا علاج

معتدل فکر سے جو چیز اختیاری معلوم ہو مقاومت کرے جب عاجز یا کالعاجز ہو جاوے تو دونوں احتمالوں کا اختیاری ہے یا غیر اختیاری، حق ادا کرے، غیر اختیاری ہونے کے احتمال پر تو صبر کرے کہ مجاہدہ ہے۔ اور اختیاری ہونے کے احتمال پر استغفار، اور دعائے توفیق ہمت کرے اور اس کی نظیر فقہیات میں ماءِ مشکوک سے وضو کے ساتھ تیمم کا جمع کرنا ہے۔ کاوش میں غلو منہی عنہ بھی ہے۔ کما قال علیہ السلام من شاق شاق اللہ علیہ حافظ صاحبؒ بھی فرماتے ہیں ؎

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع — سخت می گیرد جہاں بر مردمانِ سخت گوش

۳۰۔ تغیراتِ غیر اختیاریہ کا علاج

ایسے تغیرات اکثر اسباب سے اور احیاناً بلا اسباب بھی بلوازم عادیہ طریق سے ہیں مگر اس کی پرواہ نہ کی جائے۔ ملتزماتِ اختیاریہ (اوراد وغیرہ) کو جاری رکھا جاوے۔ بتدریج سب حالات حسب دلخواہ ہوجاتے ہیں جس کی مدت کی تعیین اختلاف استعداد کے سبب نہیں ہو سکتی۔

۳۱۔ حقیقت تصوف

حقیقت تصوف کی صرف علم باعمل ہے، اور عمل وہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔ اور جو سالک کے اختیار میں ہے۔ اس کے علاوہ سب چیزیں زائد ہیں اگر وہ عطا ہوجاویں اور شیخ ان کو محمود بتلادے نعمت ہے اور قابل شکر، اور اگر عطا نہ ہوں اور عطا ہوکر زائل ہوجاویں تو ان کی تحصیل کی فکر یا ان کے زوال پر قلق طریق میں ناجائز اور باطن کے لئے سخت مضر خواہ وہ کچھ ہی ہو۔

۳۲۔ حدود فرض منصبی شیخ

شیخ کو اطلاع تو سب حالات کی ضروری ہے۔ اپنی رائے سے کسی خواب یا وارد کی بنا پر کوئی کام کرنا طریق میں جائز نہیں۔ شیخ صرف اس کی تدبیر کرتا ہے جس کا تعلق امر و نہی سے ہے بقیہ کی تدبیر اس کے ذمہ نہیں

اسی طرح اگر کوئی مرض یا کوئی اثر واقعی یا خیالی تکلیف دہ یا کوئی آفت داخلی یا خارجی عارض یا لازم ہو جاوے وہ بھی شیخ کے فرض منصبی کے حدود سے خارج ہے۔

۳۳۔ سالک کے لیے غذا و دوا کا اہتمام

اصلاح نفس میں اصلاح بدن کو کافی دخل ہے اس لیے بقدر وسعت و ضرورت غذا و دوا کا اہتمام بھی عبادت اور سنت ہے ان لنفسک حقًا ان لجسدک علیک حقًا حدیث ہے۔

۳۴۔ سالک کے لیے ادائیگی حقوق کا اہتمام

اہل حقوق کے حقوق شرعیہ مقدورہ میں غفلت یا کوتاہی کرنا معصیت ہے جو مقصود کے لیے رہزن ہے ان لزوجک حقًا الخ

۳۵۔ تعلق اہل حقوق کی حقیقت

(اولاد وغیرہ سے) تعلق رکھنا مقصود بالذات نہیں جس کا نقصان یا فقدان موجب تشویش ہو تعلق ادائے حقوق کے لیے مقصود ہے اسی میں (یعنی ادائے حقوق میں) کمی نہ ہونا چاہیے اور قساوت کا حاصل جرأت علی المعاصی ہے۔ تعلق اور تاثر کی کمی قساوت نہیں بلکہ ایک درجہ میں مطلوب بھی ہے۔

۳۶۔ اولاد نابالغ کے حقوق کی کمی کی تلافی

دعائے عطائے درجات سے ہو سکتی ہے۔

۳۷۔ فلم کمپنی کا آلہ لہو ولعب ہونا ظاہر ہے

اور آلات لہو کو مقاصد دینیہ میں برتنا سخت اہانت واستخفاف ہے دین کا وسیلہ

۳۸۔ ناز کرنا اپنے کسی کمال پر بڑی ہی بُری بلا ہے

ہماری تو کیا حقیقت ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے لئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک جس سے علم پر ناز کرنے کی جڑ اکھڑتی ہے اور ارشاد ہے ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئًا قلیلًا جس سے عمل پر ناز کرنے کی جڑ اکھڑتی ہے۔

۳۹۔ علامت محرومیت نیاز پیدا کرنا

نیاز پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ پہلا قدم اس طریق میں فنا ہونا اور اپنے کو مٹا دینا ہے اگر یہ بات پیدا نہ ہوئی تو وہ شخص محروم ہے

۴۰۔ مشورہ کی مصلحت

اگر کسی کا شیخ زندہ نہ ہو وہ بھی مشکلات میں اپنی رائے سے فیصلہ نہ کرے بلکہ اس کو اپنے چھوٹوں سے مشورہ کرنا چاہیے غرض چھوٹے بڑوں کا اتباع کریں اور بڑے چھوٹوں سے مشورہ لیں۔ اس امت کے چھوٹے بڑے سب کام کے ہیں۔ اس رائے کا ماخذ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وشاورھم فی الامر حضورؐ کو صحابہؓ سے مشورہ کرنے کا حکم ہے لیکن یہ حکم نہیں کہ ان کے مشورہ پر عمل کریں

بلکہ عمل کے متعلق ارشاد ہے فاذا عزمت فتوکل علی اللہ کہ مشورہ کے بعد آپ کا جو ارادہ ہو جائے اللہ پر توکل کرکے اس پر عمل کر لیجئے۔ اہل شوریٰ کی رائے کا اتباع ضروری نہیں، مشورہ کا حکم محض اس لیے ہے کہ اس کی برکت سے حق واضح ہو جاتا ہے، خواہ مشورہ دینے والوں کی رایوں میں سے کسی ایک کا حق ہونا واضح ہو جاوے۔ یا سب رایوں کے سننے سے کوئی اور صورت ذہن میں آ جاوے جو حق ہو۔

۴۱۔ شیخ کی ناراضی و تکدر سے دنیا میں چین نصیب نہیں ہوتا

شیخ کی ناراضی و تکدر سے گو آخرت میں مواخذہ نہ ہو کیونکہ وہ نبی نہیں ہے جس کی ناراضی سے گناہ ہو مگر تجربہ یہ ہے کہ ایسے شخص کو دنیا میں کبھی چین نصیب نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت جنیدؒ حسین ابن منصور حلاجؒ سے ناراض تھے کیونکہ وہ اسرار کو ظاہر کر دیتے تھے ضبط نہیں کرتے تھے وہ اپنے کو ضبط سے عاجز سمجھتے تھے مگر حضرت جنیدؒ جانتے تھے کہ یہ ضبط سے عاجز نہیں ہیں اگر ہمت کریں تو ضبط کر سکتے ہیں، ان کو بھی چین نصیب نہ ہوا، عمر بھر پریشان رہے یہاں تک کہ انا الحق کہنے پر فتوی کفر کا لگایا گیا کیونکہ ابن منصورؒ سے علماء نے جو گفتگو کی تھی اس سے ان کا مجنون و مختل الحواس ہونا ظاہر ہوتا تھا پھر فتوی قتل کا دیدیا۔

۴۲۔ الہام کی مخالفت سے دنیوی ضرر ہوتا ہے

الہام کی مخالفت سے آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا مگر تجربہ یہ ہے کہ دنیا میں نقصان ضرور پہونچتا ہے۔ چنانچہ ایک مقامی بزرگ کسی نووارد مسافر بزرگ سے ملنے کو اُٹھے، الہام ہوا نہ جاؤ۔ یہ بیٹھ گئے، پھر خیال ہوا یہ الہام نہیں خیال ہوگا، آخر ان سے ملنے میں کیا حرج ہے چنانچہ پھر اُٹھے، پھر الہام ہوا نہ جاؤ، یہ بیٹھ گئے، تیسری مرتبہ پھر اُٹھے، پھر وہی الہام ہوا، مگر یہ نہ رُکے اور چل کھڑے ہوئے، دو چار قدم چلے ہونگے کہ گر پڑے اور ٹانگ ٹوٹ گئی

۴۳۔ الغناء رقیۃ الزنا

یعنی غنا زنا کا منتر ہے۔

۴۴۔ سماع جائز بھی فقہا کے نزدیک بدعت ہے

حضرت سلطان جیؒ کا سماع ناجائز نہ تھا کیونکہ وہ آداب و حدود کی رعایت کے ساتھ تھا مگر فقہاء اس کو بھی بدعت کہتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور عوام کو اجازت دینے میں مفسدہ ہے۔

۴۵۔ بدعتی سے ظاہر میں کرامت بھی صادر ہو تو وہ کرامت نہیں شعبدہ ہے۔

۴۶۔ بزرگوں کا نمونہ بننے ہی میں دین کی حفاظت ہے اور دنیا کی عزت ہے۔ جب بزرگ

سے محبت ہوتی ہے تو ان کی ہر ادا سے محبت ہوتی ہے۔ اول اول یہ شخص بہ تکلف ان کی ادائیں اختیار کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کو سچ مچ مشابہ کر دیتے ہیں حتیٰ کہ بعض دفعات صورت وشکل اور چہرہ مہرہ بھی ان ہی کی طرح ہو جاتا ہے، اس لیے ہمیشہ اپنے بزرگوں کے نمونہ پر چلنے کی کوشش کرنا چاہئے جہاں رہو ان ہی کے طرز پر رہو، اس سے ایک قدم نہ ہٹو، اسی میں دین کی حفاظت ہے اور دنیا کی بھی عزت ہے، تمہاری، گفتار، رفتار، نشست و برخاست، چال ڈھال سب اپنے بزرگوں کے نمونہ پر ہو اس کا پورا اہتمام کرو۔

۴۷۔ غلط لفظ پڑھتے پڑھتے اگر عادت ہو جائے تو وہی اس کا لغت ہو جائیگا امام فضلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس شخص کو غلط لفظ پڑھتے پڑھتے اس کی عادت ہو گئی تو وہ اس کا لغت ہو جائیگا، لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے صحیح قرآن پڑھنے والے کی نماز صحیح ہو جائیگی، چنانچہ حضرت مولانا قاسم صاحبؒ اور ہمارے حضرت مولانا کا بھی اسی پر عمل ہے، چنانچہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں ایک ترکی امام کے پیچھے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اور کئی علماء نے نماز پڑھی ترکی ک کی جگہ چ پڑھتے ہیں۔ امام نے بھی ایاک نعبد کی جگہ ایاچ نعبد پڑھا۔ سب لوگوں نے نماز لوٹائی مگر مولانا قاسم صاحبؒ نے نہیں لوٹائی اور یہی ارشاد فرمایا۔

۴۸۔ شان کمال بزرگ۔ بزرگ کی شان کمال یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھے۔

۴۹۔ مربی کی تعریف۔ حضرت محی الدین عربیؒ کا ارشاد ہے کہ مربی وہ ہے جس میں یہ تین صفتیں موجود ہوں، دین انبیاء کا سا ہو، تدبیر اطباء کی سی ہو، سیاست بادشاہوں کی سی۔ اول سے مراد یہ کہ انبیاء کا دین جس طرح دنیوی اغراض سے پاک ہوتا ہے۔ اور یہ مراد نہیں کہ انبیاء کا سا کامل ہو۔

۵۰۔ اعمال کا ترک کسی وقت مناسب نہیں **حال۔** حضرت: بندہ کو مشکوٰۃ شریف کے آخری حصہ کے مطالعہ کی توفیق ہوئی، مگر کتاب الآداب اور کتاب الرقاق کی احادیث سے دل بالکل گھبرا گیا اور معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کے اندر سارے عیوب موجود ہیں اور بندہ مجمع الامراض ہے اور باب الریاء والسمعہ کی احادیث سے پورا یقین ہو گیا کہ گذشتہ عبادت سب بے کار ہے۔

تحقیق۔ دعاء کرتا ہوں۔ اور اس گھبراہٹ سے اجر ملتا ہے۔ بس تسلی کے لیے یہی اعتقاد کافی ہے اور ساتھ ساتھ اصلاح کا اہتمام اور اس کے لیے دعا بھی۔ اور اعمال کو کسی وقت نہ چھوڑا جائے

تحقیق۔ تدبیر و دعا، ہر حال میں محمود ہے۔ اللہ تعالیٰ کو چونکہ اجر دینا ہے، اس لیے اس کا طریق اپنی حکمت سے وہی متعین فرماتے ہیں، پھر جب تبدیل طریق میں حکمت ہوتی ہے اس کو

بدل دیتے ہیں۔ اس لیئے تدبیر و دعا ہر حال میں محمود و مطلوب ہے۔
تحقیق۔ کسی کی انگلیاں بے کار ہوگئی تھیں مٹھی بند نہ ہوتی تھی۔ اور ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ پھر سے بٹھایا جاوے۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا علمِ الٰہی میں جو خیر ہو اس پر قلب منشرح فرمادیں چلتے پھرتے کبھی یاد آجاوے۔ ایک جلسہ میں تین بار اللّٰھم خرلنا واختر لنا کہہ لیا کیجئے۔
حال۔ دیگر احباب سے درخواست دعا کیلئے حضرت نے جو ہدایت فرمائی الحمد للہ اسی پر اس درجہ تک عامل ہوں کہ اپنے نوکر سے بھی یہی درخواست کرتا ہوں۔
تحقیق۔ خشوع و عجز ہی اس طریق میں معتبر ہے۔ اسلام نے یہی عبدیت سکھلائی ہے اور بڑی دولت ہے وللہ در العارف الرومی فی قولہ ؎

جز خشوع و بندگی و اضطرار اندریں حضرت ندارد اعتبار

حال۔ حضرت بیمار آزار دنیا میں کون نہیں ہوتا اپنے جاننے والوں میں بہتوں کا حال اپنے سے بدتر پاتا ہوں۔
تحقیق۔ یہ اعتقاد اور اس کا استحضار ایک مراقبہ ہے جو ایک نعمت ہے۔
حال۔ پھر ایسے کتنے ہوتے ہیں جن کو معمولی تدبیر و علاج تک کی مقدرت نہیں ہوتی۔
تحقیق۔ یہ دوسرا مراقبہ ہے جو دوسری نعمت ہے۔
حال۔ ساتھ ہی یہ بھی ایمان ہے کہ مؤمن کے کانٹا چبھنا بھی ضائع نہیں جاتا۔
تحقیق۔ نقص طبعی و اضطراری مضر نہیں۔ یہ ایک تیسرا مراقبہ ان دونوں سے اعظم ہے ان مراقبات کے ہوتے ہوئے اگر تحمل میں جس کا ذکر فرمایا گیا ہے کچھ نقصان بلکہ فقدان بھی ہو مضر نہیں یہ مجموعہ اس نقص کا کافی تدارک ہے خصوصاً جبکہ یہ مراقبات اعمال اختیاریہ ہوں اور وہ نقص طبعی و اضطراری۔
حال۔ مگر خدا جانے حضرت میری کمزوری و بزدلی کس حد تک پہونچ گئی ہے کہ جسمانی تکلیف کا تحمل روز بروز گھٹتا جاتا ہے۔ کاش ایمان ہی اتنا قوی ہوتا کہ صبر و رضا ہی کا اجر حاصل کر سکتا
تحقیق۔ عدم تحمل قوت ایمان کے منافی نہیں۔ کیا خدانا کردہ یہ ضعف تحمل ایمان کے قوی نہ ہونے کی علامت ہے۔ اس وقت ایک حدیث ترمذی کی بے ساختہ ذہن میں آگئی جس کو جمع الفوائد باب فضل الشہادۃ والشہداء سے نقل کرتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء کی ایک تقسیم فرمائی ہے

اس قسم ثانی کے باب میں ارشاد ہے قال ورجل جید الایمان لقی العدو فکانما ضرب جلدہ بشوک طلح من الجبن اتاہ سھم غرب فقتلہ الحدیث۔ اس میں جودتِ ایمان اور جبن کو مجتمع فرمایا ہے جس میں صاف دلالت ہے کہ عدم تحمل اور قوتِ ایمان جمع ہوسکتا ہے۔ البتہ اس قسم کے شہید کو درجہ ثانیہ میں اس لیئے فرمایا گیا ہے کہ اس سے فعل اختیاری یعنی قتال کا بوجہ جبن صدور نہیں ہوا۔ اور جہاں فعل اختیاری کا صدور بھی ہو وہاں درجہ بھی کم نہ ہوگا، سو یہ آپ کے اختیار میں ہے، اور الحمدللہ اس اختیار سے کام بھی لیا جارہا ہے کہ معترضانہ شکایات کا ارتکاب نہیں کیا جاتا اور خود عاجزانہ شکایت بھی خلاف قوتِ ایمان نہیں۔ کما قال یعقوب علیہ السلام انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ بعد قولہ۔ یا اسفی علی یوسف۔ اور وسوسہ تو کوئی معتد بہ وجود ہی نہیں رکھتا فزال بحمداللہ کل اشکال۔

۵۱۔ حال۔ اس مرتبہ تراویح ایک ایسے حافظ کے پیچھے پڑھنا پڑ رہی ہے جنھوں نے عمداً اپنی اجرت پہلے ہی طے کرلی ہے، کراہت معلوم ہوتی ہے کیا کروں۔

تحقیق۔ امام کا اجرت لے کر تراویح پڑھنا مقتدیوں کے لیئے مضر نہیں۔ یہ کراہت اجارۃ علی الطاعۃ امام سے ناپسند کرنے والے مقتدیوں کی طرف متعدی نہیں ہوتی کہ وہ نہ اس کے سبب ہیں نہ مباشر۔ اور تیسری کوئی علت نسبت کی نہیں۔

۵۲۔ حال۔ معمولات کی کمی۔ ایک عرصہ سے بعض اشعار اور بعض مضامین ورسائل لکھنے کی وجہ سے معمولات کا نظام بگڑ رہا ہے بہت ہمت باندھ کر پوری مقدار اور پابندی کرنا چاہتا ہوں مگر سستی یا تساہل کا غلبہ ہوکر خلل ہوجاتا ہے۔ اسی کشمکش میں ایک عرصہ سے عریضہ پیش نہیں کیا کہ نسخہ ہی استعمال نہ ہو تو حال کیا کہا جاسکے۔ نماز، تلاوت، ذکر، دعا، استغفار کسی کا بھی شوق پہلا سا نہیں رہا۔ اسی وجہ سے معمولات میں کمی پڑی ہے۔

تحقیق۔ قلق طبعی معین تجدید عمل ہے۔ ایسے تغیرات واسباب تغیرات سب کو پیش آتے ہیں اکابر بھی اس سے خالی نہیں، جس کا تدارک اعادہ توجہ وعمل ہے، اس طرح قوت ضبط بڑھ جاتی ہے اور تمکین نصیب ہوجاتی ہے اس لیئے بددل نہ ہونا چاہیئے۔ قلق طبعی مضر نہیں بلکہ معین ہے۔ تجدید عمل کا لیکن اختیاری قلق اور اس میں انہماک کے ساتھ اشتغال یہ مضر ہے۔ اس سے اعراض کرکے مستقبل کا انتظام درست کرلیا جاوے اگرچہ تکلیف سے ہو اگرچہ نشاط سے خالی ہو۔ چند روز میں پھر اکثر تو حالت دلخواہ ہوجاتی ہے اور نہ بھی ہو تب بھی مقصود حاصل ہے یعنی طاعات عاجلاً اور اجراً آجلاً۔

۵۳۔ حال۔ کبر کا علاج۔ علاج امراض میں کبر کا علاج مراقبہ عیوب ومعاصی سے بحمداللہ فائدہ مند

ہے۔ اب اکثر اپنے کو اپنی حیثیت میں سمجھتا ہوں، کسی کی تحقیر و تذلیل بلکہ گالیوں سے بھی پہلا سا اثر بحمد اللہ نہیں ہوتا، غصہ بھی بہت کم آتا ہے۔ آتا بھی ہے تو بہت جلد زائل ہو جاتا ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک تحقیق۔ اللہ تعالیٰ ثبات ورسوخ عطا فرماوے۔

۵۴۔ حال۔ ایک بی بی ڈاک گاڑی میں سفر کر رہی تھیں، شام کا وقت تھا، یہ زنانہ درجہ میں تنہا تھیں، گاڑی میں ایک لمبا تڑنگا مرد چڑھ آیا اور ان کو دھمکانا شروع کیا، خدا تعالیٰ نے ان کو بھی ہمت دی، انھوں نے بھی اس کو ڈانٹا۔ اور خطرہ کی زنجیر کھینچ لی۔ گاڑی ٹھہری اور وہ شخص کود کر بھاگ گیا اور تاریکی میں غائب ہو گیا، ان بی بی نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر گاڑی نہ ٹھہری تو میں گاڑی سے کود جاؤں گی تو سوال یہ کیا گیا کہ اگر ایسا ہوتا تو کیا یہ خودکشی ہوتی۔

تحقیق۔ حفظِ عفت کے لیے ریل سے کود پڑنا خودکشی نہیں۔ عفیف بیبیوں کو اس وقت حیا وعفت کا اکثر اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ وقوع ہلاکت یا بتقدیر وقوع ذم ہلاکت کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا اس لیے ایسی حرکت بطریق اضطرار کے ہوتی ہے۔ نیز ہلاکت یقینی بھی نہیں ہوتی بہت لوگ اس طرح کود کر بچ بھی گئے ہیں۔ البتہ چوٹ ضرور لگی ہے، سو ایسے غلبہ کے وقت حق تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ معذور ہوں گی اس لیے اس کو خودکشی نہ کہا جائیگا۔ و قریبا فی هذا اجاب استاذی مولانا محمد یعقوب حین سئل عن النسوة الاتی القین انفسهن فی البیر حین خفن علی عفتهن فی الزمان المعروف بالغدر لکن اذا فات الشرط فات المشروط یعنی شعور واختیار کے رہتے ہوئے بقدر قدرت مدافعت ومقاومت کرے۔

۵۵۔ حال الهیئة فی حد البیعة۔ جو لوگ کہ پیری مریدی کو فرض عین بتاتے ہیں اور آیۃ وابتغوا الیہ الوسیلہ پیش کرتے ہیں آیا پیری مریدی کی اصل کیا ہے۔ فرض عین ہے کہ واجب ہے یا کہ سنت مؤکدہ ہے یا کہ مستحب ہے اور جو لوگ آیۂ مذکور کو پیش کر کے فرض عین واجب بتاتے ہیں اس کے شرعاً کیا حکم ہے؟

تحقیق۔ بیعت کی حقیقت وصورت اور اس کا درجہ۔ بیعت کی ایک حقیقت ہے ایک صورت حقیقت اس کی ایک عقد ہے درمیان مرشد ومسترشد کے۔ مرشد کی طرف سے تعلیم کا اور مسترشد کی طرف سے اتباع کا پھر اگر مرشد اور مسترشد کے درمیان نبی اور امتی کا تعلق ہے تو نبی کی طرف سے تبلیغ اور امتی کی طرف سے ایمان جس میں سب احکام کا التزام ہے۔ اس حقیقت کی تحقیق کے لیے کافی ہے اور یہی محمل ہے اس قول کا اگر ثابت ہو من لا شیخ له فشیخه الشیطان، مگر کوئی مسلمان اس کا مصداق نہیں۔ اور یہ بیعت فرض ہے۔ اور اس کے بعد بھی اگر کسی خاص حکم کا یا احکام کا

عہد لیا جاوے، وہ اس عہدِ مذکور کی تجدید ہے کما فی حدیث عبادۃ ابن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحولہ عصابۃ من اصحابہ بایعونی الیٰ قولہ فبایعناہ علیٰ ذلک متفق علیہ (مشکوٰۃ کتاب الایمان) اور مرشد و مسترشد دونوں امتی ہیں جیسا بعد عہد نبوت کے اور یہی وہ بیعت ہے جس کا لقب اس وقت پیری مریدی ہے تو وہ بھی مثل صورتِ ثانیہ کے تقویت ہے۔ عہد اسلامی کی اور یہ اتباع ہے اس سنت کا جس کو اوپر تجدید عہد کہا گیا ہے اور چونکہ اس کا فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور حضرت نبوۃ سے دین کی حیثیت سے منقول ہے لہٰذا یہ بیعت مستحب ہوگی، اور جس نے اسکے فرض یا واجب ہونے پر آیۃ مذکورہ سے استدلال کیا ہے محض بے دلیل و تفسیر بالرائے ہے، صحیح تفسیر وابتغوا الیہ القرب بالطاعات ہے۔ اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر مداومت ثابت نہیں، ہزاروں مؤمن اس خاص طریقہ پر اس زمانہ میں حضور سے بیعت نہیں لائے اس لئے اس کو سنت مؤکدہ بھی نہیں کہینگے، یہ سب تفصیل اس کی حقیقت میں ہے اور ایک اس کی صورت میں ہے یعنی معاہدہ کے وقت ہاتھ پر ہاتھ رکھنا یا کپڑا وغیرہ ہاتھ میں دیدینا تو یہ عمل مباح ہے لیکن مامور بہ کے کسی درجہ میں نہیں۔ حتیٰ کہ اس کے استحباب کا بھی حکم نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو منقول ہے وہ بطور عبادت اور دین کے نہیں بلکہ بطور عادت کے ہے، کیونکہ عرب میں معاہدہ کے وقت یہ رسم تھی چنانچہ اسی عادت کی بنا پر صفقہ بھی کہا جاتا ہے، خلاصہ یہ کہ بیعت معتادہ صلحا حقیقت کے اعتبار سے مستحب سے زیادہ نہیں اور اس کی خاص ہیئت مباح سے زیادہ نہیں لہٰذا اس کا درجہ علماً یا عملاً بڑھانا مثلاً اس کو شرط نجات قرار دینا یا تارک پر طعن کرنا یہ سب غلو فی الدین اور اعتداء حدود ہے۔ اگر کوئی شخص عمر بھر بھی بطریق تعارف کسی سے بیعت نہ ہو اور خود علم دین حاصل کر کے یا علماء سے تحقیق کر کے اخلاص کے ساتھ احکام پر عمل کرتا ہے وہ ناجی اور مقبول اور مقرب ہے۔ البتہ تجربہ سے یہ کلیاً یا اکثراً مشاہدہ ہوگیا ہے کہ جو درجہ عمل اور صلاح کا مطلوب ہے وہ بدون اتباع و تربیت کسی کامل بزرگ کے بلا خطر اطمینان کے ساتھ عادۃً حاصل نہیں ہوتا مگر اس اتباع کے لیے بھی صرف التزام کافی ہے بیعت متعارف شرط نہیں ولیکن ہذا آخر الکلام واللہ اعلم۔

تحقیق۔ افراط، تفریط سے بچنا ہی اعتدال ہے

صفتِ تخل اپنی ذات میں مذموم نہیں اگر یہ مادہ انسان میں نہو انتظام نہیں ہو سکتا ہاں کسی چیز کا اعتدال سے بڑھ جانا یہ مذموم ہے، افراط تفریط سے بچنا ہی اعتدال ہے۔

تحقیق۔ اسی تعلیم انگریزی کی بدولت الحاد اور نیچریت کا غلبہ زیادہ ہوگیا ہے۔ یہ کالج کیا ہیں، فالج ہیں کہ دین کے حُسن کو بالکل تباہ وبرباد کردیتے ہیں، ان کے تعلیم یافتہ اکثر بددین ملحد ہوتے ہیں۔ دماغوں میں خناس بھر جاتا ہے۔

بڑے ہونے کا معیار

تحقیق۔ سنیوں اور شیعوں میں بڑا مسئلہ یہی زیر بحث ہے کہ صحابہؓ میں حضرت علیؓ بڑے ہیں یا شیخینؓ، اس کا بہت سہل ایک فیصلہ ہے کہ اس وقت کے لوگ کس کو بڑا سمجھتے تھے وہی بڑا ہے جو بڑا ہوگا بالاضطرار اس کے ساتھ بڑوں کا سا برتاؤ ہوگا خواہ مخواہ لوگ زوائد میں پڑ کر اوقات ضائع کرتے ہیں، روایات فضیلت کو دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ اصل چیز یہ ہے اس کو دیکھو

دبنا اور چیز ہے اور رعایت اور چیز ہے

تحقیق۔ جو ضابطہ سے اپنا متبوع نہ ہو اس سے دبنا بے غیرتی ہے۔ مثلاً استاد ہوکر شاگرد سے دبے بے غیرت ہے۔ پیر ہوکر مرید سے دبے بے غیرت ہے۔ بادشاہ ہوکر رعایا سے دبے بے غیرت ہے۔ خاوند ہوکر بیوی سے دبے بے غیرت ہے۔ ہاں رعایت اور چیز ہے وہ دبنا نہیں ہے اس کو محبت وشفقت کہیں گے

تحقیق۔ ہمیشہ اپنے دوستوں کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ تم کبھی کسی الجھن میں مت پڑو، جہاں الجھن دیکھو ایک دم اس کام کو چھوڑ کر الگ ہوجاؤ، انسان ہے نفس ہے نفسانیت آہی جاتی ہے۔

یکسوئی قابل قدر چیز ہے

تحقیق۔ ان قصوں اور جھگڑوں سے ایک بہت بڑی چیز برباد ہوجاتی ہے جس کی ہمیشہ اہل اللہ وخاصانِ حق سلف صالحین نے حفاظت کی ہے وہ یکسوئی ہے، اگر یکسوئی اپنے پاس ہے تو پھر چاہئے اپنے پاس پائی بھی نہ ہو مگر اس کی یہ حالت ہوگی ؎ اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی ؛ بے زر وگنج بصد حشمت قاروں باشی

ہر کام میں مقصود رضائے حق وقرب حق کو پیش نظر رکھے

تحقیق۔ مقصود تو ان لوگوں کا کچھ اور ہی ہوتا ہے کہ جھگڑا ہوگا فتنہ ہوگا ذرا تصادم میں مزا آئے گا۔ اللہ کا شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے خصوص حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عنایتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان قصوں سے پاک صاف ہی کردیا۔ اور رنج وکاوش کی الجھن میں پڑنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ نظر ہمیشہ مقصود پر ہونا چاہئے پس جبکہ مدرسہ مقصود نہیں بلکہ وہ ذریعہ رضائے حق ہے اور قرب حق ہے سو وہ دین کے دوسرے کاموں سے بھی حاصل ہوسکتا ہے، پھر کیوں خواہ مخواہ قلب کو مشوش کیا اور فتنہ وفساد کو مول لیا کسی دوسرے کام میں لگ جاؤ۔

کام کرنے کا سہل طریقہ

تحقیق۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ غیر اختیاری کاموں کے پیچھے

پڑنے سے وقت خراب ہوتا ہے۔ اور کام نہیں ہوتا، اور ہو بھی کیسے وہ تو غیر اختیاری ہے۔ انسان اختیاری کام کو کرے، غیر اختیاری کو چھوڑ دے۔ یہی کام کرنے کا سہل طریق ہے اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ میں نصف سلوک ہے بلکہ اور ترقی کر کے کہتا ہوں کہ کل سلوک ہے حقیقت کی بے خبری کے سبب لوگ مشکلات اور دشواریوں میں پڑ گئے۔ چنانچہ ایک شبہ اس کا غیر اختیاری کے درپے ہونا ہے حالانکہ تصوف سے سہل اور آسان کوئی چیز بھی نہیں۔

معصیت کے نتائج

تحقیق۔ معصیت کمبخت نہایت ہی بُری اور مہلک چیز ہے، اس سے اجتناب کی سخت ضرورت ہے۔ وہ ذلت اور وہ گھڑی بندہ کے واسطے نہایت ہی مبغوض اور منحوس ہے جس میں یہ اپنے خدا کا نافرمان ہوتا ہے۔ اگر حس ہو تو فوراً معصیت کرنے کے بعد قلب پر ظلمت محسوس ہوتی ہے۔ اور بعض نافرمانی کا یہ بھی اثر ہوتا ہے کہ آئندہ کے لئے عمل کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے بڑے خوف کی بات ہے۔ اور معصیت میں ایک اور خاصیت بھی ہے کہ اس کے محکوم اس کی نافرمانی کرنے لگتے ہیں۔ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار ہوئے وہ شوخی کرنے لگا، فرمایا آج ہم سے کوئی گناہ ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ ہماری نافرمانی کرتا ہے

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ — کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ
ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید — ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

اور ایک خاصیت معصیت کی سب سے اشد ہے وہ یہ کہ کبھی بے خبری اور بے حیائی سے صغیرہ سے کبیرہ صادر ہو جاتا ہے۔ اور وہ سبب کفر کا بن جاتا ہے، اس لئے انسان کبھی گناہ کر کے بے فکر نہ ہو، توبہ استغفار کرتا رہے، مگر یہ بھی نہیں کہ اسی کو مشغلہ بنائے اور اسی مراقبہ میں رہا کرے۔ بلکہ ایک بار خوب باقاعدہ توبہ کر کے کام میں لگے۔ اور اس کے بعد پھر جب کبھی خیال آ جایا کرے، اللھم اغفرلی کہہ کر پھر آگے چلے، کام میں لگے۔

قبولیت توبہ کی علامت

تحقیق۔ توبہ کے قبول ہونے نہ ہونے کے متعلق حضرت سلطان نظام الدین قدس سرہٗ نے ایک عجیب بات فرمائی کہ اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ فلاں گناہ کر لینے کے بعد جو توبہ کی تھی وہ قبول ہوگئی یا نہیں، اس کا معیار یہ ہے کہ یہ دیکھے کہ اس گناہ کے یاد آنے سے نفس میں حظ پیدا ہوتا ہے یا نفرت۔ اگر نفرت ہوئی تو توبہ قبول ہو گئی اگر حظ ہوتا ہے تو ابھی توبہ قبول نہیں ہوئی، پھر توبہ کرے، بڑی عجیب بات ہے مگر یہ علامت ظنی ہے۔

حوادث کے بعد سب قبضے قبض طبعی کے سبب بنجاتے ہیں

تحقیق۔ انسان کا وجود اور ہستی ہے ہی کیا چیز ہر چیز حق تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے خواہ مخواہ انسان اپنی ٹانگ اڑاتا ہے اور یہ دعویٰ ترقی کا نتیجہ ہے۔ مگر واقعات سے حق تعالیٰ دکھا دیتے ہیں اہل ترقی کو کہ کوئی چیز تمہارے قبضہ میں نہیں سب ہمارے قبضہ میں ہیں۔ حوادث کے بعد سب قبضے قبض طبع کے سبب بن جاتے ہیں، تحقیقات اور انتظامات کچھ کام نہیں آتے۔ چنانچہ سیلاب سے ہزاروں لاکھوں مخلوق غرق ہو گئی مگر کوئی کچھ نہ بنا سکا۔

پریشانی کا علاج رضاء خالق کی سعی ہے

تحقیق۔ اگر انسان وحی کو عقل پر ترجیح دے تو سمجھ میں آجاوے کہ پریشانی کا سبب بجز معصیت ہوتی ہے جس کی حقیقت خدا کی نافرمانی ہے، اگر خدا کو راضی کرنے کی سعی کی جاوے تو اس بدتری اور پریشانی سے نجات ہو سکتی ہے ورنہ کوئی اور چیز اس سے نجات نہیں دلا سکتی۔ اس لیئے خدا کو راضی کرنے کی فکر ہونا چاہیئے۔

روپیہ کی ذات سے حظ ہونا مرض ہے

تحقیق۔ بعض لوگوں کو تو ضروریات کی وجہ سے روپیہ کی تلاش ہوتی ہے۔ اور بعض کو خود روپیہ کی ذات سے تعلق ہوتا ہے۔ مگر یہ ایک مرض ہے ان کو روپیہ سے حظ مقصود ہوتا ہے کہ میں اتنے روپے کا مالک ہوں۔ روپیہ سے تعلق اور حظ پر ایک بنیئے کی حکایت یاد آئی کہ وہ بیمار تھا، روپیہ کثرت سے پاس تھا مگر علاج نہ کراتا تھا۔ دوست احباب کے زور دینے پر بمشکل علاج پر آمادہ ہوا، مگر اس طرح کہ لوگوں سے پوچھا، پہلے علاج کا تخمینہ کرا لو، کیا خرچ ہوگا۔ چنانچہ تخمینہ کرایا گیا، طبیب کو بلا کر نبض دکھلائی، نسخہ تجویز ہوا، مدت استعمال کا تخمینہ ہوا، قیمت کی تحقیق کی گئی اور حساب لگا کر بتلایا گیا کہ اس قدر صرف ہوگا، کہا کہ اب دیکھو کہ مرنے پر کیا صرف ہوگا، وہ بتلایا گیا اس قدر صرف ہوگا تو کہتا ہے بس اب تو یہی رائے ہوتی ہے کہ مر جاویں کیونکہ علاج میں روپیہ زائد صرف ہوگا اور مرنے میں کم۔

ذہانت کب نعمت ہے

تحقیق۔ ذہانت بھی خداداد چیز ہے اور بڑی نعمت ہے بشرطیکہ حدود میں رہ کر محل پر صرف کی جاوے، ورنہ خرابی اس کو زیادہ پیدا ہوتی ہے۔

واردات کی مخالفت موجب خسران ہے یا حرمان

تحقیق۔ واردات کی مخالفت

معصیت تو نہیں مگر اس مخالفت سے دنیاوی ضرر کچھ ضرور ہوتا ہے، پھر ممکن ہے کہ یہ ضرر کبھی مفضی ہو جائے ضررِ دینی کی طرف۔ مثلاً پہلے معاصی کے مواقع ہیں، ہمت مقاومت کی ہو سکتی ہے مگر طبعی کسل ہو گیا جو محض ضررِ بدنی ہے اس کسل سے طاعات کو جی نہیں چاہتا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمل سے باز رہا۔ اگر وہ عمل واجب تھا تو خسران ہوا اور اگر واجب نہ تھا تو حرمان ہوا۔

سکون کا بہترین اور سہل طریقہ

تحقیق۔ سکون کا بہترین اور سہل طریقہ تسلیم و تفویض و افتقار و انکسار ہے جس کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضلِ شاہ

ہر کجا پستی است آب آنجا رود
ہر کجا مشکل جواب آں جا رود

ہر کجا دردے دوا آں جا رود
ہر کجا رنجے شفا آں جا رود

علم میں خیر و برکت سلب ہو جانے کی وجہ

تحقیق۔ آج کل اُستادوں کا ادب اور احترام بالکل ہی جاتا رہا، تو ویسی ہی علم میں خیر و برکت رہ گئی۔ عادۃ اللہ یہ ہے کہ استاد خوش اور راضی نہ ہو تو علم نہیں آسکتا۔ اور اُستاد ہی کی کیا تخصیص ہے اب تو وہ زمانہ ہے کہ نہ باپ کا ادب ہے نہ پیر کا ادب ہے اور اگر ہے بھی تو رسمی ادب، باقی حقیقی ادب کا تو نام و نشان نہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ تعظیم کا نام ادب نہیں، ادب نام ہے راحت رسانی کا۔

بڑی دولت اُمتی کے واسطے دین کی محبت اور عظمت ہے

تحقیق۔ سب سے بڑی دولت اُمتی کے واسطے یہ ہے کہ قلب میں دین کی محبت و عظمت ہو جا ہے عمل میں کوتاہی ہو۔

شروع ہی میں اس کی ضرورت ہے کہ اُستاد بھی صاحبِ محبت ہو تاکہ شاگردوں کے جذبات اور خیالات ابھریں

تحقیق۔ اور شروع ہی سے صحیح تربیت اور اصلاح ہو۔

تکبر کا منشاء ہمیشہ حمق ہے

تحقیق۔ کبر ہمیشہ حمق سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر حمق نہ ہو تو اپنی بڑائی کا انسان کو کبھی وسوسہ بھی نہیں ہو سکتا، نہ خیال آسکتا ہے۔ اس مرض میں قریب قریب عوام اور خواص سب کو ابتلاء ہے اور اس کے نکلنے کا صرف ایک ہی طریق ہے وہ یہ کہ کسی کامل کی جوتیوں میں جا پڑے۔ وہاں دماغ سے یہ خناس نکل جاوے گا۔ آج کل ہر شخص اپنے کو مجتہدِ مطلق سمجھتا ہے یہ سب حماقت کے کرشمے ہیں۔

کسی مسلمان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرنا چاہیئے

تحقیق۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار علماء سے فرمایا کہ تم یہ کیا کفر کے فتوے لگاتے ہو کہ فلاں کافر ہے، خدا کی قسم قیامت کے دن دیکھو گے کہ بعضے ایسے لوگوں کی مغفرت ہو رہی ہے جو دنیا میں پورے کافر سمجھے جاتے تھے۔ پھر فرمایا اس کا مضائقہ نہیں کہ دھمکانے کے لیئے انتظام کے طور پر کسی کو کافر کہہ دیا جائے جیسے حدیث میں تارک صلوٰۃ کو کافر کہا گیا ہے، مگر یہ مت سمجھو کہ جس پر کفر کا فتویٰ لگا یا گیا ہے وہ سچ مچ کافر ہوگیا۔ الغرض کسی مسلمان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرنا چاہیئے ؎

کوئے نا امیدی مرو کامیدہاست — سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

پردہ قید نہیں بلکہ بنظر حقیقت آزادی ہے

تحقیق۔ کیونکہ قید کا مفہوم تو یہ ہے کہ کسی شخص کو بند کیا جاوے، اور اس کو بند کرنا ناگوار ہو اور وہ بھاگنا چاہتا ہو پھر اس پر پہرہ چوکی قائم کرنا ہو حالانکہ کسی مسلمان کے گھر پر پہرہ چوکی نہیں دیکھا جاتا، معلوم ہوا کہ عورت کو پردہ میں رکھنا قید نہیں بلکہ ان کو باہر نکالنا قید ہے کیونکہ وہ ان کی طبیعت کے خلاف ہے۔ اگر بالفرض ہم ان کو باہر جانے کو کہیں تو وہ اندر کو بھاگیں تو اصول کی رُو سے یہ پردہ آزادی اور بے پردگی قید ہے۔ غرضیکہ یہ پردہ قید نہیں بلکہ حیا ہے، جو انگریزوں کی عورتوں میں نہیں۔

صدق و خلوص کامیابی کا مدار ہے

تحقیق۔ فرمایا کہ صدق و خلوص بڑی چیز ہیں بدون اس کے کام چلنا یا بننا مشکل ہی ہوتا ہے۔ یہ آجکل جو اکثر ناکامی ہوتی ہے اس کا سبب عدم خلوص ہی ہے، اگر خلوص ہو تو بڑے سے بڑا کام اور سخت سے سخت کام سہل بن جاتا ہے۔ حضرت مولانا دیوبندیؒ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا، ایک پیسہ پاس نہ تھا اور اس میں کمالوں میں صرف ایک کمال یہ تھا کہ گدھے کی بولی بولنا جانتا تھا۔ ایک سیٹھ نے بولتے ہوئے سن لیا، اپنی تفریح کے لیئے سفر حج میں اس کو ہمراہ لے لیا۔ بعد فراغ حج اسی کمال کی بدولت بدوں سے ریل میل ہوگیا، ان کی محبت میں مدینہ منورہ پہونچ گیا، دیکھیئے ارادہ حج خلوص سے کیا حق تعالیٰ نے سب آسان نہیں کر دیا ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست — با کریماں کارہا دشوار نیست

اپنے معتقد بنانے کی تدبیر کرنا غیرت کی بات ہے

فرمایا کہ مجھ کو تو اس سے غیرت آتی ہے کہ لوگوں کو معتقد بنانے کی تدبیر یا ترغیب دی جاوے۔ اپنے دوستوں کو بھی میری تاکید ہے کہ وہ کبھی ایسا نہ کریں، ہاں ایک تو صورت ہے جس میں ایک مسلمان کی امداد ہے اور ثواب بھی ہے کہ طالب کو چند جگہوں کے نام بتلا دیئے اور مشورہ دیا جاوے کہ اپنے حالات سب جگہ لکھو، جہاں کے جوابات سے سکون اور تسلی ہو وہاں سے تعلق پیدا کرلو۔

یہ طریقہ سراسر گمراہی ہے کہ دنیا کو مقدم رکھکر دین کو اس کا تابع بنائیں

تحقیق۔ اگر دین کو مقدم رکھیں اور پھر حصولِ دنیا کی فکر کریں بشرطیکہ حدودِ شرعیہ سے تجاوز نہ ہو تو پھر کامیابی بھی بہت قریب ہے۔

تحقیق۔ فرمایا کہ اصل چیز اس طریق میں شیخ کی محبت اور اتباع ہے۔ پھر اس میں بھی اساس محبت ہے اتباع عادۃً اس پر مرتب ہو جاتا ہے اس لیئے کہ محب محبوب کے خلاف نہیں کرسکتا۔ باقی بیعت وہ محض ایک برکت کی چیز ہے اس پر نہ تعلیم موقوف ہے اور نہ نفع مگر آج کل کے پیروں نے اس بیعت کو لوگوں کے پھنسانے کا اچھا خاصہ آلہ بنا رکھا ہے۔ لوگوں کے عقائد بیعت کے متعلق درجہ منکر تک پہونچ گئے ہیں کہ اس کو فرض واجب سمجھتے ہیں۔ علماءِ اہلِ حق کو اس طرف متوجہ ہو کر اصلاح کرنے کی ضرورت ہے جیسے اور بدعتوں کی اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ یہ بھی تو بدعت اور قابلِ اصلاح ہے آخر فرق دونوں میں کیا ہے۔

بیعت میں عدمِ تعجیل کی حد

تحقیق۔ فرمایا کہ جب تک میرے چالیس وعظ اور رسائل نہ دیکھ لو، بیس مرتبہ خط وکتابت نہ کرلو، دس مرتبہ ملاقات اور مجالست نہ کرلو، اس وقت اس کی حد ہے۔

وظائف کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ کرنا بڑی ہی ناواقفی کی بات ہے

تحقیق۔ اگر ایسا ہی ذوق شوق ہے تو اتباع کرو۔ اس پر بھی اس مقصود کا ترتب لازم نہیں۔ مگر بہ نسبت اوراد کے پھر اس میں توقع زیادہ ہے۔

ہمارے اعمال کی جزا محض عطا و انعام ہیں

تحقیق۔ فرمایا کہ ہمیں تو ہر وقت ان کی رحمت اور ان کے فضل کی ضرورت ہے۔ جو کچھ ملے گا وہ محض انعام ہے گو نام کو جزائے اعمال ہے مگر ہمارے اعمال ہی کیا جس پر جزا کا

استحقاق ہو بلکہ خود ان اعمال کو اعمال میں شمار کرنا یہ بھی انعام ہی ہے، ورنہ ہمارے اعمال تو حسنات کہنے کے بھی قابل نہیں بلکہ وہ اپنے فضل سے ان کو حسنات بنا دیں گے چنانچہ بعض اہل لطائف نے اولئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات کی یہی تفسیر کی ہے۔ پھر ایک بڑی رحمت یہ ہے کہ ہمارے اعمال محدود اور جزاء غیر محدود۔ اور میں نے جو کہا ہے کہ وہ جزاء برائے نام ہے ورنہ محض عطا ہی ہے اس کی دلیل خود قرآن میں ہے جَزَآءً مِّن رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا الخ اس تقریر سے اس شبہ کا بھی جواب ہو گیا کہ اگر وہ جزاء ہے تو عطا کیسی اور اگر عطا ہے تو پھر حساب کیسا۔ جواب یہ کہ جزا صورۃً ہے اور عطا حقیقۃً اور حساب جزاء یا عطاء کے لیے نہیں بلکہ خود اہل عطاء میں تفاوت کے لیے حساب ہوگا باقی عطا بغیر حساب ہی ہوگی۔

اپنے بزرگوں کا طرز

تحقیق۔ فرمایا کہ ہمارے بزرگوں میں ایک خاص بات یہ تھی کہ خودداری کا نام ونشان نہ تھا، ملے جلے ہنستے بولتے رہتے تھے مگر دل میں ایک انگارہ دہک رہا تھا، بقول نواب شیفتہ ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو　　　کہ بینی خندہ برلبہا و آتش پارہ در دلہا

میں نے اس ہنسنے پر ایک مثال تجویز کی ہے کہ جیسے تو ہنستا ہے مگر ہاتھ لگا کر کوئی دیکھے پتہ چل جائے گا کہ کیسے ہنستا ہے۔ ان کے قلب میں خدا کی محبت کی ایک آگ بھری تھی، ہر وقت خشیت کا غلبہ رہتا تھا۔ شب و روز آخرت کی فکر لگی تھی۔

نقشبندی و چشتی بزرگان کے طرز کا تفاوت

تحقیق۔ فرمایا کہ بعض نقشبندی حضرات کی رائے ہے کہ شیخ کو وقار وتجمل کے ساتھ رہنا چاہیئے، تاکہ طالبین کے قلب میں عظمت ہونے سے ان کو نفع زائد ہو، مگر چشتیوں سے یہ ہو نہیں سکتا، ان کا وقار اور تجمل یہی ہے کہ کوئی وقار وتجمل نہ ہو ان کی تو یہی شان ہوتی ہے ؎

نباشد اہل باطن درپے آرائش ظاہر　　　بہ نقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را
دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند　　　دلبر ماست کہ باحسن خداداد آمد
زیربارند درختاں کہ ثمرہا دارند　　　اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد

کسی کے برا بھلا کہنے سے برا ماننا طرز عشق کے خلاف ہے

تحقیق۔ اس سے بگڑتا کیا ہے معاملہ تو اللہ کے ساتھ ہے۔ مخلوق سے کیا لینا ہے۔ اگر کسی کو اس کی فکر ہے تو یہ بھی خاصی مخلوق پرستی ہے

یہ فکر خود ایک مستقل اور بڑا عذاب ہے کہ فلاں بُرا نہ کہے، فلاں بھلا نہ کہے، سمجھ لے کہ بُرا بھلا کہنے والوں نے تو نہ اللہ میاں کو چھوڑا، نہ رسولؐ کو چھوڑا، نہ صحابہ کرامؓ کو چھوڑا، نہ ائمہ مجتہدین کو چھوڑا۔ بعد کے علماء اور بزرگان دین تو بھلا کس شمار میں ہیں۔ ایسے موقع کے متعلق ذوق نے خوب کہا ہے

تو بھلا ہے تو بُرا ہو نہیں سکتا اے ذوق — ہے بُرا وہ ہی کہ جو تجھ کو بُرا کہتا ہے
اور اگر تو ہی بُرا ہے تو وہ سچ کہتا ہے — پھر بُرا کہنے سے کیوں اس کے بُرا مانتا ہے
عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا — اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی سے کام کیا

بیعت کی حقیقت

تحقیق۔ فرمایا کہ بیعت کا حاصل یہ ہے کہ ایک طرف سے التزام ہو اتباع کا۔ اور ایک طرف سے التزام ہو تعلیم کا۔ بس اصل بیعت یہ ہے۔ خواہ اس کی ظاہری صورت نہ ہو۔

فرمایا کلام الٰہی عملیات کے لیے موضوع نہیں

تحقیق۔ لیکن اگر کوئی اسی کے لیے استعمال کرے تو برکت ضرور ہوتی ہے جیسے قلم لکھنے کے لیے ہے۔ اگر کوئی کان کا میل اس سے نکالے تو اس میں بھی کام آجاتا ہے۔

مرض مزمن کا علاج

تحقیق۔ فرمایا کہ بزرگوں سے سنا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد اکتالیس بار الحمد شریف پڑھ کر پانی پر دم کر کے مریض مزمن کو پلایا جائے تو اُمید نفع کی ہے۔

مدرس کو مدرسے کے کام کے وقت باتیں کرنا خیانت ہے

تحقیق۔ عرض کیا گیا جو اس وقت ہو چکا یا آئندہ اتفاقاً پھر ایسا ہو جائے تو کیا اس کا کوئی بدل ہو سکتا ہے، فرمایا سوائے توبہ کے اور کوئی بدل نہیں۔ عرض کیا گیا کہ خارج اوقات میں کام کر دیا جاوے، فرمایا یہ بھی اس کا بدل نہیں، فرضوں کے قائم مقام نفلیں تھوڑا ہی ہو سکتی ہیں۔ کام کے وقت کام کرنا چاہیے اور لوگوں کو منع کر دینا چاہیے۔

عورتوں کے زیادت عقیدت کی وجہ

تحقیق۔ فرمایا کہ عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے عقیدت زیادہ ہوتی ہے۔ وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو ان کا دل نرم ہوتا ہے دوسرے صاحب الرائے نہیں ہوتیں۔

عذر میں استحضار ممکن ہی کامل ہے

تحقیق۔ فرمایا کہ حالتِ مرض میں قلب کے اس

(مرض) کی طرف مشغول ہونے کی وجہ سے استحضار معتاد میں اگر کمی ہو جاوے، تو اس وقت جس قدر استحضار ہے وہی کامل ہے۔ اس کو یوں سمجھ لیا جاوے کہ جیسے مرض کی وجہ سے کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے، بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کی وہی نماز جو بیٹھ کر پڑھی ہے کامل ہے۔ یا جیسے ایک شخص مرض کی وجہ سے وضو نہیں کر سکتا، تیمم کرتا ہے، تو اس کی وہی طہارت کامل ہے۔ حاصل یہ ہے جتنا جتنا اس وقت مامور بہ ہے وہی کامل ہے ناقص نہیں۔

جلال کے مراقبہ سے جمال کا مراقبہ انفع ہے

تحقیق۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ کا مراقبہ جلال کا تو نافع ہے ہی مگر جمال کا اس سے زیادہ نافع ہے۔ بخصوص ضعفا۔ کو جمال کا مراقبہ زیادہ چاہیئے اس سے محبت بڑھکر بہت جلد کامیابی ہو جاتی ہے۔

فرمایا غیر اختیاری عارض پیش آنے سے عمل کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی

تحقیق۔ یہ ان کی رحمت ہے اور جو بظاہر اعمال میں کمی ہوتی ہے۔ وہ صورۃً کمی ہے حقیقۃً کمی نہیں، اس وقت اس کا مراقبہ کرے کہ میرے لیئے یہی بہتر ہے جو اس طرف سے تجویز ہوئی ہے۔

شیخ سے مناسبت پیدا کرنے کا طریقہ

تحقیق۔ پہلے کچھ دنوں مجلس شیخ میں خاموش بیٹھنے سے پھر بکثرت مکاتبت کرنے سے پھر اکثر ملنے جلنے سے، مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔

بے محل جان دیدینا شجاعت نہیں

تحقیق۔ فرمایا کہ جان اپنی ملک نہیں کہ اس میں جو چاہو تصرف کرو۔ دیکھیے اگر جان اپنی ہوتی تو خودکشی کیوں حرام ہوتی۔ ہاں جہاں یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں جان دینا طاعت ہے تو وہاں کمزور مسلمان بھی قوت ایمانی سے بہادر ہو جاوے گا کیونکہ شجاعت میں کمی تردد سے ہوتی ہے۔ بے موقع محل بدون اذن شرعی کے جان دینا کوئی بہادری نہیں بلکہ بزدلی ہے۔

شجاعت اور تدبیر میں منافات نہیں

تحقیق۔ فرمایا کہ شجاعت اور تدبیر ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں۔ دیکھیے شیر جیسا بہادر اور شجاع جانور چھپ کر شکار کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تدبیر کو شجاعت کے خلاف سمجھنا غلط ہے۔

بزرگوں کے یہاں اس کا ہمیشہ اہتمام رہا کہ مشغولی بغیر حق نہ ہو

تحقیق فرمایا کہ

بزرگوں کے ملفوظات کے یاد کرنے کا اہتمام نہ کرو، بلکہ اس کی کوشش کرو کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ تمہاری زبان سے بھی وہی نکلنے لگے جو ان کی زبان سے نکلا۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک قلعہ ہے اس میں رسد جمع کرنا ہے تو پانی کا ایک بہت بڑا حوض تیار کرایا اور اس کو بیرونی پانی سے بھر لیا۔ مگر اس سے اچھا یہ ہے کہ ایک چھوٹا سا کنواں اندر کھود لو، گو پانی تھوڑا ہوگا مگر آتا رہے گا، برابر خرچ کرتے رہو نکالتے رہو، کمی نہ ہوگی۔ اسی طرح اپنے اندر کنواں کھود لو۔

تحقیق فرمایا کہ عورت کو مطیع بنانے کی یہی ایک تدبیر ہے کہ اس کو خوش رکھے اور یہی خاوند کو راضی رکھنے کی تدبیر ہے۔

تحصیل قناعت کا طریقہ

تحقیق۔ فرمایا کہ قناعت بھی جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ اپنے حوائج کو محدود رکھے اور حدود سے آگے بڑھ جانے میں عقوبت سمجھے قناعت بھی [illegible]

غیر مقلد کے متبع سنت ہونے کی تحقیق

تحقیق۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ غیر مقلد بظاہر تو متبع سنت معلوم ہوتے ہیں فرمایا جی ہاں یہاں تک کہ سنت کے پیچھے بعضے فرائض کو بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اکابر امت کی شان میں گستاخی کرنا کیا یہ فرض کا ترک نہیں۔

شیخ کے حقوق کی رعایت کا اہتمام

تحقیق۔ فرمایا کہ حضرت سلطان جی مرید ہیں حضرت شیخ فرید شکر گنجؒ سے ایک بار فصوص کا ذکر آ گیا، شیخ فریدؒ کی زبان سے نکلا کہ فصوص کے نسخے اکثر غلط ہیں۔ سلطان جی کی زبان سے نکل گیا کہ حضرت فلاں شخص کے پاس صحیح نسخہ ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ جی ہاں بدون صحیح نسخہ کے مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ بات آئی گئی ہوئی۔ جب سلطان جی مجلس سے اٹھے حضرت شیخ کے صاحبزادے نے کہا خبر بھی ہے حضرت شیخ نے کیا فرمایا وہ خالی الذہن تھے کہنے لگے میں تو کچھ نہیں سمجھا۔ صاحبزادہ نے کہا حضرت شیخ نے اپنی ناراضی ظاہر کی گویا تم نے حضرت شیخ کی استعداد علمی پر حملہ کیا کہ بدون صحیح نسخہ کے وہ کتاب کو نہیں سمجھ سکتے اس لیے صحیح نسخہ کا پتہ بتلایا گیا۔ اتنا سننا تھا کہ سلطان جی دم بخود رہ گئے اور حاضر ہو کر معافی چاہی شیخ راضی نہیں ہوئے، صاحبزادہ نے سفارش کی تو راضی ہوئے۔ لوگ آج کل تشدد تشدد گاتے پھرتے ہیں، ان حضرات کو دیکھیے یہ تو سب فانی تھے پھر کتنی بعید دلالت پر کیسی تادیب

فرمائی۔ حضرت سلطان جی فرماتے ہیں کہ گو حضرتؒ راضی ہو گئے مگر میرے دل میں ساری عمر کانٹا سا کھٹکتا رہا کہ میں نے شیخ سے ایسی بات کیوں کہی جس سے حضرت کو تکلیف پہنچی۔ دیکھیے شیخ کے حقوق کی رعایت کا قلب میں کسقدر اہتمام تھا۔ جب شیخ کی یہ عظمت تھی۔ تو یہ حضرات اللہ ورسولؐ کے حقوق کو تو کیسے فراموش فرماتے۔

مناسبت شیخ کی علامت

تحقیق۔ فرمایا کہ میں تعظیم کو تو پسند نہیں کرتا، البتہ محبت سے جی خوش ہوتا ہے مگر طریق میں وہ بھی ضروری نہیں ہاں مناسبت ضروری ہے۔ اور علامت مناسبت کی یہ ہے کہ شیخ کی کسی بات پر کوئی اعتراض بدرجہ انقباض نہ ہو اور اسے یہ تردد بھی نہ ہو کہ ایسی حالت میں اس سے تعلق رکھوں یا نہ رکھوں اگر اس شان کا اعتراض پیدا ہو تو کسی اور سے تعلق پیدا کرے اس لیے کہ جب شیخ سے کھٹک ہے تو نفع ہرگز نہ ہوگا۔ ہر وقت کھٹک حجاب رہے گی اور نفع کے لیے مناسبت اصل شرط ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ ناجائز امر کو شیخ کے لیے جائز سمجھے، بلکہ باوجود ناجائز سمجھنے کے اعتراض و تردد بقید مذکور نہ ہو۔

اصول صحیحہ کا اتباع شیخ و مرید دونوں کو چاہیئے

تحقیق۔ فرمایا میں نے اپنے بزرگوں کی دعا۔ اور توجہ کی برکت سے طریق کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے منجملہ ور مسائل کے ایک مسئلہ یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اصول صحیحہ کا اتباع تم بھی کرو اور شیخ بھی کرے۔ مراد اصول صحیحہ سے اصول شرعیہ و مسائل شرعیہ ہیں، پیر پرستی شیخ پرستی تو مخلوق پرستی ہے اس کو چھوڑ و خدا پرستی اختیار کرو۔ اور میں نعوذ باللہ مخلوق پرستی تو کیا گوارا کرتا۔ آنے والوں سے خدمت لینے تک کو نہیں پسند کرتا۔

وحدت مطلب کی تاکید

تحقیق۔ شیخ کی تعلیم ہوتے ہوئے دوسرے کی تعلیم کی طرف توجہ مضر ہے ہاں تعظیم و ادب و اعتقاد سب شیوخ کا ضروری ہے۔ نیز فرمایا کہ شیخ کی تعلیم پر ذرا چون وچرا نہ کرے ورنہ محروم رہے گا وہ جو مناسب سمجھتا ہے تعلیم کرتا ہے۔ جیسے طبیب حاذق جو مناسب سمجھتا ہے تشخیص کے بعد تجویز کرتا ہے۔ ہاں طالب کو بیشک اس کا حق ہے کہ اس شیخ کو چھوڑ دے مگر یہ حق نہیں کہ تعلق رکھکر پھر اس کی تجویز میں چون وچرا کرے یا دخل دے۔

تحقیق۔ فرمایا کہ لوگوں کو دوسروں کی فکر ہے مگر اپنی فکر نہیں کہ نفسانیت سے دین تباہ ہو رہا ہے ع تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔

سختی کی حقیقت مع مثال

تحقیق ۔ فرمایا کہ لوگ مجھے سخت گیر بتلاتے ہیں حالانکہ میں دعویٰ سے نہیں کہتا ، مگر واقعہ ہے کہ میں بہت نرم ہوں ۔ بات یہ ہے کہ ایک صورت تو یہ ہے کہ اصول اور قواعد سخت ہوں ، وہ بے شک سختی ہے ۔ اور ایک صورت ہے کہ اصول اور قواعد تو نہایت نرم اور راحت کے ہیں مگر ان کا پابند بنایا جاتا ہے سختی سے سو اس میں تشدد کہاں ہوا بلکہ یہ تو راحت اور نرمی ہی کی تقویت ہے ۔ دیکھئے نماز کس قدر سہل چیز ہے مگر اس کی پابندی کس سختی سے کرائی جاتی ہے ۔ اور اس کے ترک پر کس قدر سزا ہے ۔ گو اس سزا میں اختلاف ہے ۔ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس پر سخت سزا ہے بعض نے قتل تک کا فتویٰ دیا ہے ۔ تو دیکھئے نماز تو سہل ہے مگر اس کا پابند بنایا جاتا ہے سختی سے تو کیا نماز کو سخت کہیں گے ۔ سختی تو یہ تھی کہ یہ کہا جاتا کہ بندرہ گھنٹے نماز میں کھڑے رہو ۔ یہ سختی تھی ۔ اب تو یہ ہے کہ الحمد شریف کے بعد قل ہو اللہ ہی پڑھ کر قیام کو ختم کردو ۔ اور اگر کسی کو یہ بھی یاد نہ ہو تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھ کر رکوع میں چلے جاؤ ۔

اپنی طرف سے کسی پر کسی طرح کا دباؤ نہ ڈالا جاوے

تحقیق ۔ فرمایا کہ الحمد للہ میں خود کسی پر اپنی طرف سے بار ڈالنا نہیں چاہتا ۔ آپ کو سن کر تعجب ہو گا کہ اوروں پر تو کیا بار ڈالتا ، اپنے گھر والوں کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھتا ہوں کہ میری وجہ سے ان پر ذرہ برابر گرانی اور بار نہ ہو ۔ تنخواہ دار ملازموں کے ساتھ یہی برتاؤ ہے اور مسلمان کا تو مذہب یہ ہی ہونا چاہیئے ؎

بہشت آں جاکہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نہ باشد

مثلاً عرض کرتا ہوں کہ میں چھینک کر زور سے الحمد للہ نہیں کہتا کہ دوسروں کو اس کے جواب کا اہتمام نہ کرنا پڑے ۔ پھر اگر ایسے شخص کو دوسروں کی موذی حرکت پر تغیر ہو جائے کہ ہم تو ان کی راحت کا اتنا خیال کرتے ہیں انھوں نے ہماری راحت کا کیوں نہیں خیال کیا ۔ تو اس کو اس شکایت کا حق ہے ، مگر میں تو اس پر بھی صبر کرتا ہوں اور کبھی اس نیت سے مؤاخذہ نہیں کرتا کہ مجھ کو ستایا ہے ۔ مگر پھر بھی ان کی مصلحت ہی سے ایسا کرتا ہوں کہ کسی طرح ان کی اصلاح ہو جاوے ۔ اور بظاہر گو میں کہتا ہوں کہ تمہاری اس حرکت سے تکلیف و اذیت پہنچی مگر اکثر اس کا منشاء یہی ہوتا ہے کہ یہ دوسروں کو تکلیف اور اذیت نہ پہنچاویں ۔

قلب کے اندر عدل کا ہونا بھی بڑی نعمت و راحت ہے

تحقیق ۔ فرمایا کہ میں تو خدا کی

نعمتوں اور راحتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ یہ بھی خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ قلب کے اندر ہول رکھا ہے۔ ایک شخص کے واقعہ سے دوسرے کے معاملہ پر اثر نہیں ہوتا، یہ کیا اس کا تھوڑا فضل ہے

ناز کا انجام ہلاکت ہے، ہر وقت نیاز کی ضرورت ہے

تحقیق۔ فرمایا ہم تو مفتین ہیں، وہی ہادی ہیں اور محافظ ہیں کسی کو ناز کس بات پر ہو ہمارا وجود اور ہماری ہستی ہی کیا ہے، ہر وقت نیاز ہی کی ضرورت ہے۔ ناز کا انجام محض ہلاکت ہے ؎ ناز را روئے بباید ہمچو ورد ؛ چوں نداری گرد بدخوئی مگرد

مربی کے ساتھ تحقیر یا عرفی تعظیم کا برتاؤ خلاف اخلاص و محبت ہے

تحقیق۔ فرمایا کہ مربی کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے کہ اس کو اس کی حرکت سے تحقیر کا شبہ نہ ہو اس سے سخت مضرت کا اندیشہ ہے بلکہ میرا مذاق تو یہ ہے کہ عرفی تعظیم کا بھی شبہ نہ ہو اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو بنا رہا ہے اور یہ بھی مضرت سے خالی نہیں غرض دونوں چیزیں اخلاص و محبت کے خلاف ہیں۔

ذکر و شغل کا درجہ صرف اعانت کا ہے اصلاح میں

تحقیق۔ فرمایا کہ ذکر و شغل سے اصلاح نہیں ہو سکتی، اصلاح اعمال سے ہوتی ہے۔ اعمال سے جو چیز قلب میں پیدا ہوتی ہے ذکر و شغل اسکا معین ہوتا ہے۔ مگر آجکل کے جاہل صوفیوں میں احکام کی پابندی یا اہتمام بالکل ہی نادارد۔

ہدیہ کا ایک ادب

تحقیق۔ فرمایا کہ ہدیہ کے آداب میں سے یہ ہے کہ ہدیہ دینے کے وقت ہدیہ کی قیمت نہ پوچھی جاوے۔

رزق کا معاملہ مشیت پر ہے نہ کہ دانش پر

تحقیق۔ رزق کے بارے میں مشیت کے ایسے کھلے ہوئے واقعات ہیں کہ اس سے عقلاء بھی انکار نہیں کر سکتے۔ بمبئی میں بڑے بڑے سیٹھ ہیں کہ وہ نام لکھنا بھی نہیں جانتے مگر بڑے بڑے بی۔ اے ان کے یہاں نوکر ہیں، یہ رزق کا معاملہ عجیب ہے ؎

اگر روزی بدانش در فزودے	زناداں تنگ روزی تر نبودے
بناداں آں چناں روزی رساند	کہ دانا اندریں حیراں بماند

حب مال و جاہ سخت بری چیز ہے۔

تحقیق۔ حب جاہ و مال ایسی بری چیز ہے کہ یہ

انسان کو کسی حال میں چین سے رہنے نہیں دیتی۔ ایک ڈپٹی صاحب تھے وہ بیچارے رات بھر تسبیح لیے کوٹھے پر ٹہلتے تھے اور مال کی فکر میں سوتے نہ تھے بس ساری خرابی بڑائی کی ہے اس کے لیے آدمی مال ڈھونڈھتا ہے، اگر آدمی چھوٹا بن کر رہے اور تھوڑے پر قناعت کرے، پھر کچھ بھی فکر نہیں۔ شیخ سعدی صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

نہ بر اشتر سوارم نہ چو اشتر زیر بارم　　نہ خداوندِ رعیت نہ غلامِ شہریارم
چشمہا و اشکہا و خشمہا　　بر سرت ریزد چو آب از مشکہا
خویش را رنجور ساز زار زار　　تا ترا بیروں کنند از اشتہار
اشتہار خلق بندِ محکم است　　بندِ ایں از بندِ آہن کے کم است

ذلت کی حقیقت

تحقیق۔ ذلّت کہتے ہیں عرضِ احتیاج کو۔ اگر آدمی کچھ سوال نہ کرے تو کچھ ذلّت نہیں۔ انگریز بڑے بڑے امراء کی عزت نہیں کرتے اور ادنیٰ ادنیٰ مولویوں کی عزت کرتے ہیں۔

اخبار کی ضرورت کی دلیل

تحقیق۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتفقد اصحابہ۔ اس سے اخبار کی ضرورت مفہوم ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کی بگڑی حالت پر اصلاح اور ضرورت کی اطلاع پر امداد کر سکیں۔

تعلیم حسنِ ظن اور حسنِ تربیت

تحقیق۔ فرمایا کہ عام لوگوں میں سے تو اگر کسی کے اندر ننانوے عیب ہوں اور ایک بھلائی ہو تو میری نظر بھلائی کی طرف جاتی ہے اور ان ننانوے عیبوں پر نہیں جاتی۔ اور جس نے اپنے کو تربیت کے واسطے میرے سپرد کیا ہو تو اس میں اگر ننانوے بھلائیاں ہوں اور ایک عیب ہو تو میری نظر اس عیب پر جاتی ہے۔ ان ننانوے بھلائیوں پر نہیں جاتی۔ سبحان اللہ اس سے حضرت والا کا عامۃ الناس کے ساتھ حسنِ ظن اور اپنے غلاموں کے ساتھ حسنِ تربیت ظاہر ہے۔

مواقعِ مشتبہ میں حق و باطل کا ایک معیار عجیب و صحیح

تحقیق۔ جو چیزیں نئی ایجاد ہوں اس میں یہ دیکھو کہ اس کے موجد کون ہیں، عوام یا علماء صلحاء۔ تو جس چیز کے علماء صلحاء موجد ہوں جیسے مدرسہ، خانقاہ، دارالافتاء وغیرہ وغیرہ کہ ان کا بنانا علماء کے دل میں آیا یہ دین ہے

اور جس کے موجد عوام ہوں جیسے عرس، فاتحہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کہ ان کا اجرا عوام کے ذریعہ ہوا، یہ غیر دین ہے۔ یہ ایسا معیار ہے کہ ہر نئے کام کے حکم کو اس معیار پر جانچ سکتے ہیں۔

دعاء کا ایک ادب اظہار عجز و نیاز ہے

تحقیق۔ فرمایا کہ دعاء کا ایک ادب یہ ہے کہ بندہ خود اپنی زبان سے اظہار حاجات کرے، اگرچہ خدا تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے۔ اگر بندہ اپنی زبان سے اظہار نہ کرے تو بندہ کا عجز و نیاز کیسے ظاہر ہو۔ حالانکہ دعاء میں زیادہ تر یہی مقصود ہے۔

عجز و نیاز عجیب چیز ہے

تحقیق۔ ایک بزرگ بی بی کا واقعہ ہے کہ لوگ بارش کی دعاء کو ان کے پاس حاضر ہوئے، تو انھوں نے اٹھ کر اپنے چبوترہ کو جس پر وہ نماز پڑھا کرتی تھیں اپنے سر کے بال کھول کر جھاڑ و دینا شروع کی، جب جھاڑو دے چکیں تو آسمان کی طرف منہ اٹھا کر عرض کیا کہ جھاڑو میں نے دے دی چھڑکاؤ آپ کر دیجئے۔ بس یہ کہنا تھا کہ موسلا دھار بارش ہونا شروع ہو گئی

جو ایک ذات کو راضی کرنے کی فکر میں ہوتا ہے وہ سب کو اس کا مطیع کر دیتے ہیں

تحقیق۔ ؎ تو ہم گردن از حکم داور مپیچ — کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

تحقیق۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ انھوں نے اپنے ایک مرید سے فرمایا تھا کہ بیٹا دوسروں کی جوتیوں کی فکر میں اپنی گٹھری نہ کھو بیٹھنا۔

اکبر کا کلام ایک کامدار کلام ہے

تحقیق۔ حیدر آباد میں اینٹھ کے ایک پیر ہیں انھوں نے ایک کامدار جوتہ خرید رکھا ہے جو نئیں ان کے پاس آتا ہے بس چار یا پانچ اس کے رسید کرتے ہیں وہ لوگ خوش ہوتے ہیں کیونکہ وہ پہننے کا نہیں ہے۔ ایسے ہی اکبر کا کلام ان لوگوں کے لیے ان پیر صاحب کے کامدار جوتہ کے مشابہ ہے۔ سننے میں تو مزیدار لیکن عمل کیلئے خاک بھی نہیں ہے۔

ادب کی ترغیب

تحقیق۔ از خدا جوئیم توفیق ادب ؛ بے ادب محروم گشت از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ؛ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد۔

شفائے غیظ کیلئے سزا دینا بھی جائز ہے

تحقیق۔ مگر خود تجویز نہ کریں بلکہ علماء سے

استغفار کریں جب پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا ہے تو آپؑ نے اسکو مارا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو صاحب شعور نہیں اور بے حس ہو اس سے بھی تشفائے غیظ کا معاملہ جائز ہے۔

ایک مسئلہ کفر کی تحقیق

تحقیق۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے بیس برس تک ایک مقام پر امامت کی اور پھر یوں کہنے لگا کہ میں کافر تھا۔ تو اس موقع پر فقہاء نے لکھا ہے کہ پچھلی نمازیں سب کی ادا ہوگئیں اور اس کلمہ سے وہ اب کافر ہوگیا اس وجہ سے اب اس کا اعتبار بھی نہ کیا جاوے گا کیونکہ ممکن ہے کہ مسلمانوں کے پریشان کرنے کے لیئے کہتا ہو اور بیس برس پہلے سے وہ کافر نہ ہو مسلمان ہو۔ اور ابھی کافر ہوا ہو۔

عدم تکبر امریکہ کی بھی منتہائے تہذیب ہے

تحقیق۔ فرمایا کہ یہ شریعت کا احسان ہے کہ امریکہ کی جو منتہائے تہذیب ہے اسلام نے اس کا سبق سب سے پہلے پڑھایا کہ تکبر نہ کیا کرو۔ گھر کے کام اپنے ہاتھ سے کر لیا کرو، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کام اپنے دست مبارک سے کر لیا کرتے تھے۔ دودھ خود دوھ لیتے تھے۔ نعل مبارک میں تسمہ خود لگا لیتے تھے، ترکاری خود تراش لیتے تھے۔

حق تعالیٰ کی صفات میں ہر شخص عقیدے میں اپنے فہم کے موافق مکلف ہوتا ہے

تحقیق۔ چنانچہ ایک نباش نے مرنے کے وقت اپنے لڑکوں کو وصیت کی تھی کہ اگر میں مرجاؤں تو مجھے جلادینا اور آدھی راکھ ہوا میں اڑا دینا اور آدھی پانی میں بہا دینا، اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہوگیا تو پھر خوب ہی سزا ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے قدرت میں شبک تھا اور پھر بھی اس کی مغفرت ہوئی۔ بات یہ ہے کہ ہر شخص کا علم وفہم جدا ہوتا ہے وہ شخص مطلق قدرت کو تو مانتا تھا مگر اس کا کوئی خاص درجہ اس کے علم میں نہ تھا اور پھر خشیت بھی تھی، جبھی تو اس نے یہ تدبیر کی مگر یہ مسئلہ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ حق تعالیٰ ہوا اور راکھ کو جدا کر کے بھی موجود کر سکتے ہیں، وہ بیچارہ یہی سمجھا کہ شاید اس عمل سے بچ جاؤں۔ خشیت کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوئی۔

دو شقوں میں غیبت کا عدم تحقق

تحقیق۔ فرمایا کہ کہنے والے کو اگر یہ یقین ہو جاوے کہ جو تذکرہ میں (کسی کی نسبت) کر رہا ہوں اگر بعینہٖ اسے پہنچا دیا جاوے تو وہ ناراض نہ ہوگا تو یہ غیبت نہیں۔ یا اس تذکرہ سے اصلاح کا تعلق ہو اور بطور حزن کے تذکرہ کیا جاوے یہ غیبت نہیں ہے۔

مبادی سلوک ضروریہ

تحقیق۔ فرمایا کہ سلوک شروع کرنے سے پہلے ضرورت اس کی ہے کہ چند یوم شیخ کی خدمت میں رہے تاکہ اس کی عادات حالات سے آگاہی ہو جاوے کیونکہ یہ معرفت مبادی میں سے ہے اور جب تک مبادی کسی فن کے ذہن میں نہ ہوں مقاصد میں چل نہیں سکتا۔

اقوالِ معرفت

تحقیق۔ ایک بزرگ کا قول ہے ؎ (۱)

مبارک معصیتے کہ مرا بعذر آرد ؛ زنہار از طاعتے کہ مرا بعجب آرد

(۲) بر ہوا پری مگسے باشی ؛ بر آب روی خسے باشی دل بدست آر تا کسے باشی

(۳) نماز بسیار گزاردن کار پیر زنان است ؛ روزہ بسیار داشتن صرفہ نان است

حج بسیار گزاردن سیر جہان است ؛ دل بدست آوردن کار مردان است

حرارت، برودت کیفیات وجدیہ مقاصد طریق سے نہیں

تحقیق۔ اب لوگ ذکر و شغل میں کیفیت وجدیہ اور حرارت و برودت کو مقصود سمجھتے ہیں حالانکہ حرارت و برودت تو ادویہ کے استعمال سے بھی ہو سکتی ہے اور کیفیت وجدیہ حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے چنانچہ سنا ہے کہ سانپ بین کی آواز سے اور شیر اور دیگر حیوانات گانے سے مست ہو جاتے ہیں پھر بھلا جو کیفیت انسان اور حیوان میں مشترک ہو اس میں بھی کوئی کمال ہے۔

کیفیات روحانیہ مقصود ہیں اور کیفیات نفسانیہ مقصود نہیں

تحقیق۔ جن کیفیات میں مادہ شرط ہے وہ نفسانی ہیں اور جن کیفیات میں مادہ شرط نہیں وہ روحانی ہیں پس جو کیفیت جوانی کی بڑھاپے میں بدل جاوے تو سمجھو کہ وہ نفسانی۔ استغراق وغیرہ کی حکایات متاخرین اولیاء اللہ کی زیادہ تر دیکھی جاتی ہیں صحابہ کی نہیں دیکھی جاتیں۔ بات یہ ہے کہ صحابہؓ کو کیفیات روحانی زیادہ حاصل تھیں اور متاخرین اولیاء کو کیفیات نفسانی

تجارت میں دنیوی اور دینی دونوں فروغ صدق ہی سے ہوتا ہے

تحقیق۔ فرمایا کہ حدیثوں میں آیا ہے تاجر صادق قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اٹھیں گے اور دغاباز فریبی تاجر کا حشر فجار کے ساتھ ہوگا۔ دینی فروغ تو اس سے ظاہر ہے اور دنیوی فروغ بھی اسی سے ہوتا ہے۔ گو شروع شروع میں کچھ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، مگر بعد میں بہت برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ کانپور میں ایک بانس والے تھے ان کے پاس جو شخص بانس لینے آتا تو وہ کہہ دیتے کہ یہ بانس اتنے دن رہے گا، یہ سن کر سب چھوڑ کر چلے جاتے۔ لوگوں نے ان سے یہ بھی کہا، یہ کام ایسے نہیں چلتا اس نے جواب دیا کہ فروخت ہوں یا نہ ہوں میں تو سچ ہی بولوں گا۔ دوسری جگہ جب پہونچتے تو وہ دوکاندار بڑی تعریف کرتے، لوگ انہی کی دوکان سے خریدتے۔ تھوڑے دنوں بعد جب دوسروں کے بانس جلدی جلدی خراب ہونے لگے۔ اب رجوعات ان کی طرف ہوئیں کیونکہ یہ جو کہہ دیتے بانس ویسا ہی نکلتا۔ سب کی دوکانداری پھیکی پڑ گئی۔ بس شروع میں تھوڑی سی دقت پڑتی ہے۔ جب لوگوں کو اطمینان کامل ہوجاتا ہے تو پھر یہ دقت بھی رفع ہوجاتی ہے۔

اس طریق میں قیل وقال سخت مضر ہے

تحقیق۔ جس شخص سے تعلیم ذکر و شغل کا تعلق ہو اس سے ایسے مسائل فقہیہ نہ دریافت کرے جس میں قیل وقال ہو اس طریق میں قیل وقال بہت مضر ہے۔ چنانچہ میں نے احباب کو لکھ دیا ہے کہ باطنی حالات کے ساتھ مسائل فقہیہ نہ لکھا کرو۔

امورِ طبعیہ فطریہ کا ازالہ نہ چاہیئے بلکہ امالہ چاہیئے

تحقیق۔ فرمایا کہ امورِ طبعیہ فطریہ بدلتے نہیں، ہاں اس میں اضمحلال ہوجاتا ہے اور اہلِ تحقیق کبھی اپنے مریدوں کے فطری امر کو بدلتے نہیں کیونکہ اصل مربی تو حق تعالیٰ ہیں نہ معلوم کس کس مصالح کی بناء پر اس کے اندر وہ امورِ فطریہ رکھے گئے ہیں۔ اس لیے ان کے بدلنے کی کوشش نہ کرنا چاہیئے صرف تعدیل کردی جاوے اور مصرف بدل دیا جاوے۔

موتیٰ کو زندوں کے فعل کی اطلاع

تحقیق۔ ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص مرنے والے کو کنوئیں کی تمنا تھی، اب وہ بن گیا تو کیا اس کو اس کا

پتہ چل گیا ہوگا، فرمایا کہ نہیں روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موتی کو اپنے عزیز کے نیک و بد کا تو پتہ چلتا ہے اس سے زیادہ ثابت نہیں اور روح تو وہاں ایسے کام میں مستغرق ہے کہ اسے ان خرافات کی کیا پرواہ ہے۔

افعال کے منشاء پر نظر کر کے مواخذہ چاہیئے

تحقیق۔ فرمایا کہ لوگوں کی بے ہودہ حرکتیں فی نفسہ اس قدر گراں نہیں ہوتیں لیکن چونکہ ان کا منشاء میری نظر میں آجاتا ہے اور وہ سخت قبیح ہوتا ہے یعنی کبر کہیں بے فکری کہیں اہل دین اور دین کی بے عظمتی۔ اس لیئے وہ حقیقت مجھ کو زیادہ بری معلوم ہوتی ہے جس پر لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ یہ تو اتنی خفیف سی بات تھی لوگ صرف ناشی کو دیکھتے ہیں اور میں منشاء کو دیکھتا ہوں۔

عوام اور علمائے عرب کا غلو

تحقیق۔ فرمایا کہ عوام عرب میں شرک بہت ہے وہاں کے علماء بھی شرک کو توسل کہتے ہیں اسی لیئے تو قدرت کی طرف سے نجدیوں کا تسلط ہوا جن کی یہ زیادتی ہے کہ توسل کو بھی شرک کہتے ہیں۔

جبہ شریف کی زیارت کا حکم

تحقیق۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ جلال آباد کے جبہ شریف کی زیارت کو جی چاہتا ہے کیا حکم ہے؟۔ جواب آیا کہ ہرگز دریغ نہ کریں، اگر تنہائی میں بدون منکرات کے موقع ملے ضرور زیارت کریں۔

وہمیات کا علاج

تحقیق۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص اس قدر وہمی ہے کہ ظہر کا وضو بارہ بجے سے شروع کرتا ہے اور سارے مسجد کے ڈلوں سے کرتا ہے اور غسل صبح سے ظہر تک کرتا ہے اور جسم کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھتا ہے کہ کوئی بال خشک نہیں رہ گیا اس پر فرمایا کہ یہ دماغ کی خشکی ہے، قوت متخیلہ میں فساد ہو گیا ہے، تدبیر اس کی یہی ہے کہ اس کے مقتضا پر عمل نہ کرے۔

کتابوں کی رجسٹری کا حکم

تحقیق۔ فرمایا کہ کتابوں کی رجسٹری کرانا نا جائز ہے۔ ہاں طبع اول میں کچھ صورت جواز کی ہوسکتی ہے کیونکہ اس میں صرفہ و محنت زیادہ پڑتی ہے اور مابعد کی رجسٹری میں دفع مضرت نہیں بلکہ جلب منفعت ہے۔

پڑوسی کی رعایت کا حکم

تحقیق۔ فرمایا کہ پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت میں حدیثوں میں بڑے حکم آئے ہیں۔ اگر پڑوسی تمہاری دیوار میں میخ

گاڑنے لگے تو منع نہ کرو، کیونکہ اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، گو بوجہ ملکیت تمھیں منع کرنے کا حق ہے، مگر پڑوسی کا بھی تو کچھ حق ہے، اسی طرح اگر پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان کی ضرورت ہو تو بہت اوپر رکھا جاوے جس سے اس کی بے پردگی نہ ہو۔

اپنی دیوار میں پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان کرنے کی تحقیق

تحقیق فقہائے متأخرین نے لکھا ہے کہ اپنی دیوار میں پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان جائز نہیں ہے لیکن متقدمین کہتے ہیں کہ جائز ہے، اپنی زمین میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے۔ متأخرین نے جواب دیا ہے کہ اپنی زمین کا وہ تصرف کر سکتا ہے جس سے دوسرے کو نقصان نہ پہونچے، پھر متقدمین نے اس کا جواب دیا ہے جب اسے بالکل ہی دیوار اٹھا دینے کا اختیار ہے تو روشندان رکھنے کا اختیار کیسے نہ ہوگا۔ پھر متأخرین نے اس کا جواب دیا ہے کہ دیوار نہ اٹھانے کا تو اس کو اختیار ہے کیونکہ اس سے اتنا ضرر نہیں کہ وہ اپنے پردہ کا بندوبست خود کرے گا اور روشندان میں روشندان سے تو چھپ کر بھی دیکھ سکتے ہیں جو کسی کو پتہ بھی نہ چلے اور اگر سامنے بالکل دیوار نہ ہو تو دیکھنے والے کی بھی جرأت نہ ہوگی اور گھر والے بھی احتیاط سے رہیں گے۔ فافہم۔ حاصل تقریر کا یہ ہوا کہ دیوار اٹھا دے تو روشندان اس میں پڑوسی کے مکان کی طرف نہ رکھے اور اگر دیوار اٹھا دے تو یہ جائز ہے۔

خواص اشیاء کا علم اس قدر وسیع ہے کہ سوائے خدا کے احاطے کے سا تھ کوئی نہیں جانتا

تحقیق۔ (۱) دیکھو گدگدی ایک فعل ہے اگر اس کو اپنے ہاتھ سے کیا جاوے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتی اور جو دوسرے کے ہاتھ سے کیا جاوے تو معلوم ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ فعل دونوں جگہ ایک اور اثر دو طرح (۲) مشہور ہے کہ بعضوں کا ذبح کیا ہوا کم تڑپتا ہے اور بعضوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا زیادہ تڑپتا ہے۔ یہاں بھی دونوں جگہ فعل ایک اور اثر دو طرح (۳) ہاتھ سے کھانے میں تو لذت معلوم ہوتی ہے اور ہاضمہ کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور کانٹے سے کھانے میں دونوں باتیں نہیں حاصل ہوتیں یہاں بھی دونوں جگہ فعل ایک اور اثر مختلف

بدعت کی حقیقت	تحقیق۔ بعض خدمت صورۃً خدمت ہوتی ہے لیکن درحقیقت خدمت نہیں ہوتی کیونکہ خدمت سے مقصود ہے راحت رضامندی مخدوم

جب وہ اس خدمت سے راضی ہی نہیں تو اس خدمت سے کیا فائدہ بلکہ رضا تو درکنار اُس پر تو گرفت اور مؤاخذہ کا اندیشہ ہوتا ہے اس سے بدعت کی حقیقت پوری معلوم ہوگئی کہ وہ عبادت ہی نہیں کیونکہ جس کی عبادت کی جاتی ہے وہ اس سے راضی ہی نہیں (تجاوزہ عن الحد والشرعیہ)

تقریری امتحان کی وجوہ ترجیح تحریری امتحان پر

تحقیق۔ فرمایا آج کل جو تحریری امتحان رائج ہے میں تو اس کا مخالف ہوں، اس میں طلباء پر بڑی مشقت و گرانی پڑتی ہے۔ امتحان سے مقصود تو استعداد کا دیکھنا ہے۔ سو طالب علمی کے زمانہ میں اس قدر استعداد کا دیکھنا کافی ہے کہ اس کتاب کو اچھی طرح سمجھ گیا یا نہیں۔ سو یہ بات کتاب دیکھ کر امتحان دینے سے بھی معلوم ہوتی ہے باقی رہا حفظ ہونا یہ پڑھنے پڑھانے سے خود ہو جاتا ہے بلکہ طالب علمی کے زمانہ کا حفظ یاد بھی نہیں رہتا اور دماغ مفت خراب ہو جاتا ہے۔ میرے یہاں کانپور میں ہمیشہ امتحان ہوتا تھا اور شرح و حواشی دیکھ کر بھی جواب دینے کی اجازت تھی جس سے طلباء دعاء دیتے تھے بس اس قدر دیکھ لے کہ یہ طالب علم مطالعہ سے یا حواشی و شرح کی اعانت سے حل بھی کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس سے زیادہ بکھیڑا ہے اور اس رائے کو میں نے دوسرے مدارس میں بھی پیش کیا، مگر آمنا تو ہے لیکن عملاً نہیں ہے۔

حضرت والا کی سرپرستی کے معنی

تحقیق۔ میں سرپرست بمعنی مشیر کے ہوں یعنی مجھ سے جن امور میں پوچھا جائے گا جواب دیدوں گا۔ اور جن میں نہ پوچھیں گے خود اس کا مطالبہ نہ کروں گا کہ کیوں نہیں پوچھا اور مشورہ دینے کے بعد بھی عدم پابندی پر مؤاخذہ نہ کروں گا، ہاں عمل کا انتظار ضرور ہوگا۔ اور رائے تو مجھ سے دیگر مدارس کے مہتممین بھی لیتے ہیں مگر اس میں دیوبند کا تیا یہ ہے کہ دیگر مدارس میں تو جب وہ پوچھتے ہیں تب رائے دیتا ہوں اور دیوبند کو بھی اگر کوئی بات سمجھ میں آوے گی تو دریغ نہ کروں گا، خواہ اس پر عمل ہو یا نہ ہو۔

بغرض اصلاح مکاتیب کے اخراجات طاعت ہے

تحقیق۔ کارڈ تو صرف دریافت خیریت یا طلب دعاء کے لیے ہو سکتا ہے اور مضمون کی اس میں گنجائش نہیں، لوگ اپنی اصلاح میں بھی بخل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ خرچ بھی طاعت ہے رائیگاں تو نہیں جاتا جو مصلح لوگوں کو سقدر تکلیف پہنچاتے ہیں

بد نظری کا سبب اور اس کا علاج

تحقیق۔ فرمایا کہ نظر بد فعل اختیاری ہے اس لیے اس سے بچنا بھی اختیاری ہے، گو اس میں تکلیف ہو۔ لوگوں سے تکلیف نہیں اٹھائی جاتی مگر دوزخ کا عذاب اس سے زیادہ ہے۔ میں نے ایک مبتلائے نظر بد سے پوچھا کہ اگر تمہاری بد نظری کو اس کا خاوند بھی دیکھ رہا ہو کیا تب بھی دیکھ سکتے ہو، کہا نہیں میں نے کہا خدا کی عظمت تمہارے قلب میں اس کے خاوند کے برابر بھی نہیں، کیونکہ حق تعالیٰ بھی ہر وقت ہماری حالت دیکھ رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ لوگوں کو خدا کے ساتھ اعتقاد تو ہے کہ وہ ہر وقت ہماری اچھی بُری حالت دیکھ رہے ہیں مگر اس کا حال نہیں اگر حال ہو جاوے تو ایسی جرأت نہ ہو۔

تعویذ، تعبیر، مشورہ سے حضرت والا کو مناسبت نہیں

تحقیق۔ فرمایا مجھے تین چیزوں سے زیادہ تعب ہوتا ہے، ایک تو تعویذ سے، ایک تعبیر سے، ایک مشورہ سے، کیونکہ مجھے ان تینوں سے مناسبت نہیں، ہاں مجھے مناسبت بس اس سے ہے کہ کوئی محبوب کا تذکرہ کیے جاوے ؎

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم — الّا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم — از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

بسکہ در جانِ فگار و چشمِ بیدارم توئی — ہر چہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

بس اب تو ہمنشیں ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی؛ اکیلے بیٹھے رہتے یاد اُن کی دلنشیں ہوتی

تصوف فقہ الفقہ ہے

تحقیق۔ فرمایا کہ لوگ یہاں آ کر مجھ سے فقہ کے مسائل پوچھتے ہیں، میں ان سے کہتا ہوں کہ بھائی فقہ تو دوسری جگہ بھی پوچھ لوگے یہاں مجھ سے فقہ الفقہ پوچھو جس کا دوسری جگہ اہتمام نہیں۔

تعلق مشائخ کی ضرورت عوام کیلئے

تحقیق۔ فرمایا کہ بعض طبائع جو ضعیف ہیں وہ بعض فیوض بلا واسطہ نہیں لے سکتے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے اور ہمارے درمیان رسول کو واسطہ بنایا کہ ہم اللہ تعالیٰ تک بلا واسطہ رسول نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح ہمارے اور رسولؐ کے درمیان وسائط ہیں کہ بلا ان وسائط کے ہم ان فیوض کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا توافق بالوحی ہونا جس سے تلقی فیض بلا واسطہ رسول متوہم ہوتی ہے۔ تو یہ بڑا اشکال ہے کہ جو بات رسول کے ذہن میں بھی نہ تھی اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتلا دیا اس کا جواب اہل ظاہر نے جو دیا ہے اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ غیر نبی کو بھی نبی پر فضل جزوی

ہو سکتا ہے لیکن اصل جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی وہ علم حضورؐ ہی کے واسطے سے حاصل ہوا اور وہ شق بھی حضورؐ کے ذہن میں تھی مگر بعض دفعہ اقتضاء وقت کے لحاظ سے حضورؐ کی نظر ایک طرف زیادہ ہوتی تھی اور دوسری طرف نہ ہوتی تھی، اس طرف بھی وقت پر خادموں کے ذریعہ سے حاضر کر دی جاتی تھی۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک استاد جو صاحب تصنیف بھی ہو وہ اپنے کسی شاگرد کے روبرو کسی مقام کا حل کر رہا ہو اور شاگرد اس موقع پر متنبہ کر دے کہ حضرت آپ نے تو فلاں جگہ اس کو دوسری تقریر سے حل کیا ہے اور فوراً اس کی نظر اس کی طرف چلی جاوے تو اس کو یوں نہ کہا جاوے گا کہ شاگرد استاد سے بڑھ گیا بلکہ یوں کہا جائیگا کہ یہ استاد ہی کا فضل ہے جو اس کو یاد آ گیا اور اس نے متنبہ کیا ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر مشکوٰۃ نبوت ہی کے انوار و برکات تھے کہ وہ شق حاضر ہو گئی جس کو توافق بالوحی ہو گیا تو حقیقۃً وہ بھی حضورؐ ہی کی رائے تھی۔

قراءت کا پسندیدہ طریقہ

تحقیق: فرمایا کہ قاری عبداللہ صاحب کا پڑھنا مجھ کو بے حد پسند تھا کہ بے تکلف پڑھتے تھے۔ وہ میرے استاد بھی ہیں۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ قرآن شریف میں کسی لہجہ کا قصد نہ کرنا چاہیئے مخارج و صفات کی رعایت کرنا چاہیئے اس سے جو لہجہ پیدا ہو گا وہ حسین ہو گا۔ بس ادائے مخارج و صفات کے ساتھ جو لہجہ بنتا چلا جائے۔ پڑھتا جائے، کوئی خاص قصد لہجہ کا اپنی طرف سے نہ کرے۔

بیعت کی ایک بڑی شرط

تحقیق: فرمایا کہ بیعت سنت ہے، لیکن ہر سنت کے کچھ شرائط بھی ہیں جن کے بغیر وہ ناتمام رہتی ہے جیسے اشراق چاشت پڑھنا سنت ہے مگر وضو اس کے لیئے بھی شرط ہے۔ اسی طرح بیعت کی بھی کچھ شرطیں ہیں ایک بڑی شرط یہ ہے کہ طالب اور شیخ میں ہر ایک کو دوسرے پر اطمینان کامل ہو۔

عمل بالسنت کی تحریص

تحقیق: فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں بعض منافع و مصالح معاشیہ بھی ہیں مگر ہم کو اس نیت سے عمل نہ کرنا چاہیئے بلکہ سنت سمجھ کر کرنا چاہیئے۔ ایک شخص نے کہا میرے گھر کدو پکا تھا میں نے پوچھا کہ کیا شام کو بھی کدو ہی پکے گا۔ کہا ہر روز نہیں پکاتے۔ جب موسم آتا ہے تو سنت سمجھ کر ثواب کے لیئے بھی کبھی ڈال لیتی ہوں۔ حضرت نے فرمایا سبحان اللہ ہم کو یہ نیت بھی بھی نصیب نہ ہوئی۔

تعویذ مستعملہ دوسرے کو بھی نافع ہے

تحقیق: ایک شخص نے پوچھا کہ اگر تعویذ سے

فائدہ ہوجاوے تو دوسرے کو دیدے۔ فرمایا ہاں باسی تھوڑا ہی ہوجاوے گا۔

عقل کا امتیاز اور اس کی شرط مقبول

تحقیق۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو دوسروں پر ممتاز بنایا جائے تو صرف دولت عقل ہی کی وجہ سے بنایا ہے اس سے کام لینا چاہیئے، مگر وحی کی تابع بنا کر۔

حرم کی خاصیت رحم کی سی ہے

تحقیق۔ فرمایا کہ حرم کی خاصیت رحم کی سی ہے کہ جس طرح بچہ جتنا بڑا ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر رحم میں وسعت ہوتی جاتی ہے۔ اسی طرح مکہ میں جس قدر بھی حاجی ہوتے ہیں سب حرم شریف میں سما جاتے ہیں۔

شاہی خاندان سے ڈاڑھی رکھنے کی تاکید

تحقیق۔ ثریا بیگم جب لندن پہنچی ہیں تو ملکہ جارج پنجم نے بھی بال کٹوانے کو کہا اس نے جواب دیا کہ ہمارے شاہی خاندان میں عورتوں کو بال کٹوانا، اور مردوں کو ڈاڑھی منڈانا عیب ہے۔

بلاؤں کے نزول کے وجوہ اور ان وجوہ کے شناخت کا طریقہ

تحقیق فرمایا بلاؤں کا نزول اعمال بد سے بھی ہوتا ہے لیکن کبھی امتحان بھی مقصود ہوتا ہے اور کبھی رفع درجات کے لیئے بھی ہوتا ہے جیسے انبیاء علیہ السلام پر مصائب کا نزول ہوا۔ ایک فائدہ بتلاتا ہوں جو بہت کام کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس مصیبت کے بعد قلب کو پریشانی ہو تو وہ اعمال کے سبب سے ہے۔ اور جس مصیبت کے بعد قلب کو پریشانی نہ ہو بلکہ رضا و تسلیم ہو تو رحمت ہے اور اگر اس میں بھی کچھ پریشانی ہو وہ حقیقت ناشناسی سے ہے پھر بھی پہلی سی پریشانی نہیں ہوتی۔ نا حقیقت شناسی سے پریشانی ہونے کی ایسی مثال ہے جیسے بچہ اگر اپریشن کی حقیقت کو سمجھ جائے تو ناراض نہیں ہوتا، گو ایک درجہ کا الم پھر بھی ہوتا ہے اور اگر نہ سمجھے تو ہائے داویلا کرتا ہے اور اس میں بھی ایک فرق ہے کہ جو قوی ہوتے ہیں اور طاقت ضبط ہوتی ہے تو ان کو اپریشن کے وقت ٹوپی سنگھا کر اپریشن کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی کاملین اور متوسطین کا حال ہے کہ اولیائے کاملین کو تو تکلیف بھی ہوتی ہے اور دل اندر سے راضی بھی ہوتا ہے اور اولیائے متوسطین کو تکلیف ہی نہیں ہوتی کیونکہ ان پر حال طاری کردیا جاتا ہے اگر ان پر حال طاری نہ کیا جاوے تو وہ اپنے کو ہلاک کرلیں جیسے کمزور کو اگر بلا ٹوپی

سنگھا کے اپریشن کر دیا جاوے تو چونکہ وہ تکلیف کی برداشت نہیں کر سکتا، ممکن ہے کہ ہلاک ہو جاوے۔ تو جیسے قوی آدمی کو اپریشن کے وقت ٹوپی سنگھانے کی ضرورت نہیں ایسے ہی اولیائے کاملین پر بھی حال طاری کرنے کی ضرورت نہیں، وہ ویسے ہی ہر چیز کا پورا پورا حق ادا فرماتے ہیں طبیعت کا بھی جس کا اثر حسّاً معلوم ہوتا ہے اور عقل کا بھی چنانچہ دل سے وہ کہتے ہیں ؎

ناخوشِ تو خوش بود بر جانِ من　　　دل فدائے یارِ دل رنجانِ من

شیطان کو ضمائر وغیرہ کی خبر نہیں وہ عالم الغیب تھوڑا ہی ہے

تحقیق فرشتوں کو بھی جب آدمی پختہ ارادہ کرتا ہے تب خبر ہو جاتی ہے ورنہ نہیں ہوتی۔ اور بعض امور کی خبر پختہ ارادہ کے بعد بھی نہیں ہوتی جیسے ذکر خفی کی نسبت ایک حدیث میں ہے کہ کاتبین اعمال کو بھی اس کا پتہ نہیں۔

بزرگوں نے لکھا ہے کہ شیطان کو بھی دھوکہ ہوتا ہے

تحقیق۔ اسے اپنے کیے کا انجام معلوم ہوتا ہیں وسوسہ تو ڈالا تھا ضرر کے لیے وہاں الٹا مجاہدہ کا نفع ہو کر ثواب عطا ہو گیا چنانچہ ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تہجد کی نماز قضا کرا دی صبح کو اٹھ کر آپ روئے۔ دوسرے دن تہجد کے وقت حضرت معاویہؓ کو خود جگانے آیا تو حضرت معاویہؓ نے وجہ پوچھی تو بڑی حیص بیص کے بعد بتلایا کہ کل میں نے جو آپ کی تہجد کی نماز قضا کرا دی تھی جس پر آپ بہت روئے تو آپ کو اس رونے سے تہجد پڑھنے سے زیادہ ثواب مل گیا، اور مراتب بڑھ گئے۔ اس لیے میں نے سوچا کہ جتنے ہیں اتنے ہی رہیں بڑھیں تو نہیں۔ غرض انجام کی اسے بھی خبر نہیں ورنہ نماز کیوں قضا کراتا۔ اپنا وقت کیوں ضائع کرتا۔ دوسرے کام میں لگ جاتا وہ تو بڑا ہی بے چین ہو وقت کو خراب نہیں کرتا۔

مرتے وقت وسوسوں سے مطلق خوف نہ کرنا چاہیے

تحقیق۔ بعضے لوگ کہتے ہیں کہ شیطان مرنے کے وقت پیشاب پلاتا ہے، میں کہتا ہوں اگر مومن جانتا ہے تو پیئے گا کیوں۔ اور اگر نہیں تو ضرر کیا ہے بلکہ مرتے وقت ایمان بہت زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔ وسوسہ سے زائل نہیں ہوتا اس لیے ایسے امور سے ہرگز پریشان نہ ہونا چاہیے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں اگر انسان

کے ہوش وحواس درست ہیں تو مومن کفر کو کیوں پسند کرے گا۔ اگر درست نہیں تو مرفوع القلم ہے معاف ہے نہ معلوم لوگ اس کمبخت شیطان سے کیوں اس قدر ڈرتے ہیں یہ تو کوئی ڈرنے کی چیز نہیں ؎

فان فقیہًا واحدًا متورعًا اشد علی الشیطان من الف عابدٍ

عاشق جب اپنے محبوب کی طرف سے کوئی عنایت دیکھتا ہے تو اُسکے ہیجان کی کوئی انتہا نہیں رہتی

تحقیق۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا تھا کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے سورۂ لم یکن تم کو سنانے کا حکم دیا ہے حالانکہ حکم صاف تھا، مگر فرط جوش میں مکرر دریافت کرتے ہیں یا رسول اللہ اللہ سمانی تو آپ نے فرمایا اللہ سماک۔ بس بے تاب ہو کر رونا شروع کر دیا۔ سچ ہے ؎

نوک غمزہ کی ہو جس دل میں چبھی اس سے پوچھے چاشنی اس درد کی
وہ جانے اس تڑپنے کے مزہ کو گذر جس دل میں حضرت عشق کا ہو

خلاصہ طریق

تحقیق۔ فرمایا کہ طریق کا مقصود رضائے حق ہے جو احکامِ شرعیہ کی پابندی سے حاصل ہوتی ہے۔ اب کوئی استغراق کو مقصود سمجھتا ہے۔ کوئی کیفیات واحوال کو، حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں۔

تحقیق۔ فرمایا اس طریق میں تعلقات جس طرح مضر ہیں ایسے ہی عزم تعلقات بھی مضر ہے بلکہ اپنی رائے کو شیخ کی رائے میں فنا کر دینا چاہیئے۔ پھر خواہ وہ خدمت خلق سپرد کرے خواہ خدمتِ مسجد خواہ خدمتِ نفس، خود مرید کو تجویز کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

سفر میں سنتوں کا حکم

تحقیق۔ فرمایا کہ سفرِ شرعی کے اندر اگر مشغولی زیادہ ہو، یا ریل میں کثرت سے بھیڑ ہو تو سوائے فجر کی سنتوں کے باقی وقتوں کی سنتیں چھوڑ دینے کی بھی گنجائش ہے مگر اطمینان کی حالت میں کبھی نہ چھوڑنا چاہیئے۔ سخت مجبوری میں ایسا کرے۔

تحقیق۔ فرمایا کہ اگر اولاد غیر تندرست ہو جیسے اندھا، اپاہج ہو تو اس کا نان نفقہ ماں باپ کے ذمہ ہے۔ اگر ماں باپ نہ ہوں تو عزیز واقارب کے ذمہ ہے چاہے کتنی ہی عمر ہو جاوے۔

طریق باطن میں اعتراض

تحقیق۔ طریق باطن میں اعتراض اس قدر بُرا ہے کہ بعض اوقات کبائر سے برکات منقطع نہیں ہوتے مگر اعتراض سے فوراً منقطع ہو جاتے ہیں۔ اس طریق میں یا تو کامل اتباع اختیار کرے ورنہ علیحدگی اختیار کرے۔

از خدا جوئیم توفیقِ ادب بے ادب محروم گشت از فضلِ رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ایک گرِ قابلِ عمل مسنون

تحقیق۔ فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا ہے تو یہ گر بتایا تھا کہ اے علی جب تک دونوں فریق کے بیان نہ سُن لو اُس وقت تک کسی قسم کا فیصلہ نہ کرنا۔

مسلمانوں کو اپاہج بن کر نہ بیٹھنا چاہیئے

تحقیق۔ فرمایا کہ مسلمانوں کو اپاہج بن کر نہ بیٹھنا چاہیئے، کھائے کمائے اور بچوں کے لیئے بھی چھوڑ جائے مگر حدودِ شرعیہ سے آگے نہ بڑھے اور نہ مال کو معبود بنائے نہ کسی حال میں خدا سے غافل ہو، باقی کھیتی کرنا، باغ لگانا، تجارت کرنا اکی فضیلت خود احادیث سے ثابت ہے۔

بدگمانی پر عمل کرنے کی سزا و علاج

تحقیق۔ ایک صاحب نے لکھا کہ میرا روپیہ میز پر سے گم ہو گیا تھا محض شبہ میں میں نے ایک بچہ کو مارا۔ بعد میں دوسرے کے پاس وہ چوری نکلی، مجھے سخت ندامت ہے کیا کروں تحریر فرمایا کہ اگر بالغ ہے تو اس سے معافی مانگو اور اگر نابالغ ہے تو اس کے سامنے اعتراف غلطی کا کرو۔ اور ایک مدت تک اس کی دل جوئی کرو اور اس سے پوچھ پوچھ کر اس کی فرمائش پوری کرو۔

فرمایا کہ طاعات میں نفس کو بھی اگر لذت ہو تو یہ خوشی کی بات ہے

تحقیق رہا کمی بیشی یہ امر طبعی ہے، ہر طبیعت کا خاصہ جدا ہے اس پر ملامت نہیں۔

فرمایا کہ سفارشوں سے مجھے بڑی ضیق ہوتی ہے

تحقیق میرے یہاں تو اگر کوئی آوے تو طالب بن کر آوے اور مجھ کو ذمہ دار شفا کا نہ سمجھے

حضرت والا کا مسلک

تحقیق فرمایا کہ میں بڑی مشکل سے کسی سے بدگمان ہوتا ہوں،

بڑی چشم پوشی کرتا ہوں، اور جب کسی پر خفا ہوتا ہوں محض اصلاح کے لیئے ہوتا ہوں بغض اس وقت بھی نہیں ہوتا، یہ حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت ہے۔

شیخ کے ساتھ گستاخی کی بے برکتی

تحقیق ۔ شیخ کے ساتھ گستاخی سے پیش آنے والا برکاتِ باطنی سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ شیخ کے ساتھ جو نسبت ہے کیا وہ بھی قطع ہو جاتی ہے، فرمایا کہ ہاں شیخ کے ساتھ جو نسبت ہے وہ بھی قطع ہو جاتی ہے۔ گستاخی بڑی خطرناک چیز ہے اگر معصیت نہیں ہے مگر خاص اثر اس کا معصیت سے بھی زیادہ ہے۔ اس طریق میں سب کوتاہیوں کا تحمل ہو جاتا ہے مگر اعتراض اور گستاخی کا نہیں ہوتا ؎

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق　　گردد اندر وادیٔ حسرت غریق

ہر کہ بے باکی کند در راہِ دوست　　رہزنِ مرداں شد و نامرد اوست

کسی کے درپے ہونا مناسب نہیں

تحقیق ۔ فرمایا کہ حالات میں اصلاح متردد کی ہوتی ہے اور جو کسی خاص خیال میں جزم کیئے ہوا اس کی نہیں ہوتی اس لیئے ہم کسی کے پیچھے کیوں پڑیں جب حق واضح ہوگیا تھا اب سمجھ گئیں اب کچھ ہو

فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے کہ خدا سے صحیح تعلق پیدا کرے

تحقیق ۔ پھر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے متکبروں اور فرعونوں کی گردنیں اس کے سامنے جھکا دیتے ہیں۔

الہام کی مخالفت کا حکم

تحقیق ۔ فرمایا کہ الہام کی مخالفت سے بھی دنیا میں مواخذہ ہو جاتا ہے مثلاً کسی بیماری میں مبتلا ہو جاوے یا اور کوئی آفت آجاوے مگر آخرت میں نہیں ہوتا، کیونکہ الہام حجت شرعیہ نہیں، اس لیئے اس کی مخالفت معصیت نہیں جس سے آخرت میں مواخذہ ہو اور وحی کی مخالفت کا آخرت میں بھی مواخذہ ہوتا

تکبر کی حقیقت اور اس کا علاج

تحقیق ۔ تحریر فرمایا کہ تکبر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کمال میں اپنے کو دوسروں سے اس طرح بڑا سمجھے کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے۔ علاج یہ ہے کہ اگر یہ سمجھنا غیر اختیاری ہے تب تو اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضا پر عمل نہیں یعنی زبان سے اپنی تفضیل اور دوسرے کی تنقیص نہ کرے نیز دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے۔ اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھنا تو بلا قصد ہوا

لیکن اس کے مقتضاء مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت اور عقوبت ہے۔ اور اگر اس علاج کے ساتھ زبان سے بھی اس کی مدح وثنا کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم کرے تو یہ اعون فی العلاج ہے۔

(۱) زیادہ عمل کی توفیق سے غوائل عجب کا اندیشہ ہے (۲) تمام فضائل عمل سے مقصود مشاہدہ حق اور استحضار ہے

تحقیق۔ ایک صاحب علم نے عرض کیا کہ حضرت دنیاوی ارادے بھی اکثر ٹوٹتے رہتے ہیں اور دینی تو کوئی مشکل سے پورا ہوتا ہے۔ پانچ وقت کی الٹی سیدھی نماز کے علاوہ جماعت و تہجد تک کا التزام نہیں قائم رہتا، برسوں سے یہی حال ہے اب ہمت بالکل ٹوٹتی جارہی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حکیم ورحیم ہیں بندوں کی مصلحت کو ان سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ زیادہ عمل کی توفیق سے دیگر غوائل کا اندیشہ ہو سکتا تھا مثلاً عجب کا پھر اسی میں اللہ تعالیٰ کے تصرف و قدرت اور اپنے عجز و عبدیت کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ اذکار و اشغال اور تمام فضائل عمل کی بڑی غایت مشاہدہ حق و استحضار ہے الحمدللہ وہ اس طرح بھی حاصل ہے۔

تحقیق۔ انہیں صاحب علم نے لکھا کہ دینی امور میں ارادوں کے اس ٹوٹتے رہنے سے کبھی کبھی اپنی راندگی کا خیال آتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ خیال صحیح نہیں۔ بُعد اور راندگی کی علامت غفلت و بے پروائی ہے جیسا کہ اس قسم کے لوگوں میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے نہ کہ کوتاہیوں کا احساس اور صدمہ و قلق۔

ارادہ اور نیت پر بھی اجر ملتا ہے گو عمل سے خالی ہو

تحقیق۔ ان ہی صاحب علم نے عرض کیا کہ ارادوں کی اس بے بسی سے بعض اوقات جی چاہتا ہے کہ بس ارادہ کیا ہی نہ کروں لیکن پھر بھی قدرت نہیں۔ ارشاد فرمایا ارادہ و نیت کا اجر تو بہر حال حاصل ہوتا ہے اس کو مفت کیوں ضائع کیا جاوے عمل کی کوتاہیوں پر استغفار کرتے رہنا چاہیئے۔ لیکن استغفار کے بعد پھر کام میں لگ جانا چاہیئے، ہر وقت کوتاہیوں کا مراقبہ مضر ہے۔ مایوسی و پست ہمتی پیدا ہوتی ہے حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ توبہ و استغفار کے بعد معاصی کا ذہول قبول توبہ کی علامت ہے۔ اس زمانہ میں خاص کر رجا کا غلبہ بھی مفید ہے۔ میں تو احیاء العلوم میں کتاب الخوف کا جو حصہ ہے اس کے مطالعہ سے منع کرتا ہوں۔

دوسرے شیخ سے رجوع کرنے کی حد

تحقیق۔ فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے شیخ سے نفع یا مناسبت نہ ہو تو دوسرے سے رجوع کر سکتا ہے لیکن اپنے شیخ سے یہ عقیدہ ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ اگر اس کے ناراضی کا اندیشہ ہو تو دوسرے کے ساتھ تعلق کی اطلاع نہ دینی چاہیئے۔

خشوع مطلوب کی حد

تحقیق۔ فرمایا کہ نماز میں جی لگتا نہیں، لگانا مطلوب ہے اس پر بھی نہ لگنا مجاہدہ و مشقت کے اجر کو زائد کرتا ہے خشوع کو مثال سے یوں سمجھنا چاہیئے کہ ایک شخص کو نہایت پختہ عمدہ کلام مجید یاد ہے اور دوسرے کو خام۔ اس دوسرے کو خام۔ اس دوسرے کو نسبتہً سوچ سوچ کر اور ذرا توجہ سے پڑھنا پڑتا ہے بس خشوع و مطلوب اس درجہ کی توجہ ہے باقی وساوس اور خطرات کا سرے سے نہ آنا، یہ صرف استغراق میں ہوتا ہے جو حال ہے نہ کمال ہے۔

حال۔ اذکار سے قلب کی حالت میں کچھ تغیر نہیں کہ جس سے شوق و محبت میں اضافہ ہو یا قلب میں کچھ رقت پیدا ہوگئی ہو۔ اگر یہ حالت غیر محمود ہے تو علاج تحریر فرمایا جاوے۔

شوق و محبت و رقتِ قلب زائد عن المقصود ہیں

تحقیق۔ یہ حالت بالکل غیر محمود نہیں، مقصود اصلی اجر و رضا ہے۔ یہ چیزیں زائد علی المقصود ہیں ان کا فقدان ذرہ برابر موجبِ قلق نہیں۔

حال۔ سفر میں تو عموماً اور حضر میں کبھی کبھی معمولات کل یا بعض ناغہ ہو جاتے ہیں، ان کی قضا کیسے کروں؟۔

تحقیق۔ تھوڑی مقدار میں کر لیا کیجئے۔

علمِ عظیم

(۱) فرمایا کہ مدار ہی فی الواقع فسادِ عقیدہ ہی ہے لیکن فسادِ عقیدہ عام ہے خواہ فاعل اس کا مباشر ہو خواہ اس کا سبب ہو۔ پس فاعل اگر جاہل عامی ہے تو خود اسی کا عقیدہ فاسد ہوگا اور اگر وہ خواص میں سے ہے تو گو وہ خود صحیح العقیدہ ہو مگر اس کے سبب سے دوسرے عوام کا عقیدہ فاسد ہوگا اور فساد کا سبب بننا بھی ممنوع ہے اور گو تقریر سے اس فساد پر تنبیہ عوام کی ممکن ہے مگر کل عوام کی اس سے اصلاح نہیں ہوتی اور نہ سب تک اس کی تقریر پہنچتی ہے پس اگر کسی عامی نے اس خاص کا فاعل ہونا تو سُنا اور اصلاح کا مضمون اس تک نہیں پہنچا، تو یہ شخص

اس عامی کے ضلال کا سبب بن گیا اور ظاہر ہے کہ اگر ایک ضلالت کا بھی کوئی شخص سبب بن جائے تو برا ہے۔ اور ہر چند کہ بعض مصلحتیں بھی فعل میں ہوں لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل میں مصلحت اور مفسدہ دونوں مجتمع ہوں اور وہ فعل شرعاً مطلوب بالذات نہ ہو وہاں اس فعل ہی کو ترک کر دیا جائے گا۔ پس اس قاعدہ کی بنا پر ان مصلحتوں کی تحصیل کا اہتمام نہ کریں گے بلکہ ان مفاسد سے احتراز کے لیے اس فعل کو ترک کر دیں گے البتہ جو فعل ضروری ہے اور اس میں مفاسد پیش آویں وہاں اس فعل کو ترک نہ کریں گے بلکہ حتی الامکان ان مفاسد کی اصلاح کی جاوے گی۔

(۲) اول یہ کہ سالک حتی الوسع اپنے قلب کی تقویت اور تفریح کے لیے مقویات اور مفرحات کا استعمال اور اسباب مشوشہ قلب سے حتی الامکان اجتناب رکھے تاکہ قلب میں قوت رہے اور ایسے احوال کا تحمل کر سکے۔

خطرہ کی حقیقت بلا اختیار نفس کا کسی بُری چیز کی طرف متوجہ ہو جانا ہے

دوم۔ چونکہ غیر اختیاری ہے اس لیے مطلق معصیت نہیں ہاں مکلف ضرور ہے۔ اس کے انسداد کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ ان کی طرف التفات ہی نہ کرے یہاں تک کہ بقصد دفع بھی التفات نہ کرے بلکہ ذکر میں توجہ کے ساتھ مشغول ہو جائے لیکن توجہ میں بھی مبالغہ اور تندہی کرے ورنہ کاوش کرنے سے طبیعت تھک کر ملول ہو جاوے گی اور پھر خطرات کا اثر ہونے لگے گا پھر ذکر میں مشغول ہو جانے کے بعد اس کا منتظر نہ رہے کہ خطرات بند ہوئے یا نہیں کیونکہ باوجود ایک طرف توجہ قائم ہو جانے کے بھی دوسرے خیالات اگر بلا قصد آویں وہ مخل یا منافی یکسوئی کے نہیں کیونکہ خزانہ خیال میں تو بہت سی اشیاء ہوتی ہیں۔ وہ ضرور سامنے آئیں گی۔ جیسے کوئی شخص بہت سے نقطوں میں سے ایک مرکزی نقطہ پر نظر جمائے رکھے تو نظر کی شعاعیں ادھر ادھر ضرور پھیلیں گی اور جو پاس والے نقطے ہیں وہ بھی بلا قصد نظر کے سامنے ضرور آئیں گے لیکن مستقل طور پر نظر اسی ایک مرکزی نقطہ پر قائم رہے گی۔

سوم۔ کسی اہم، واجب یا مباح یا طاعت میں قلب کو مشغول کر دیا جاوے چنانچہ کلمہ استرجاع کی تعلیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کا حاصل ایک مراقبہ خاص ہے اور ایک عارف کا مقولہ بھی اس کا صریح مؤید ہے کما قال فی طبقات الکبری عن الحسین بن عبد اللہ الضجی قال لا یقطعک شیٔ من شیٔ الا اذا کان القاطع اتم واکمل واعلی

عندك فان کان مثلہ او دونہ فلا یقطعك فانحکم لما غلب علی قلبك ۔

چہارم ۔ ترک مشاغل مباحہ میں مبالغہ نہ کرے اور بالکل یکسوئی اختیار نہ کرے تاکہ قلب میں ایسی چیزیں بھی مہیا رہیں جو اس قسم کے خطرات کو آنے سے روکیں بفحوائے ع تا ئے کہ پُر شد دگر چوں پر د۔ جیسے اگر کوئی شخص بوتل کو ہوا سے خالی کرنا چاہے تو اس کی سہل صورت یہ ہی کہ اس کو پانی سے بھردے پھر اس کے اندر ہوا نہ رہے گی، نہ ہوا کا گذر ہو سکے گا۔ لیکن مشاغل مباحہ میں تعلقات جی کا بڑھانا داخل نہیں کہ وہ بھی مضر ہیں صرف تعلقات انتظامی و تفریحی کافی ہیں۔ مثلاً انتظامات معاش۔ سیر و تفریح۔ مطالعہ تواریخ وغیرہ۔ واقعہ غم و عشق کو بقصد سوچنا اور اس میں خوض و فکر کرنا، یا اس کا بکثرت تذکرہ کرنا اس سے بھی قلب ایک معتد درجہ میں متاثر ہو کر مشوش اور مضمحل ہو جاتا ہے اس لیے اس کا انسداد بھی تدبیر نمبر سوم سے کرنا لازم ہے۔

(۴) واقعہ حزن سے حزن طبعی ہونا گو غیر اختیاری ہے جو مضر بھی نہیں لیکن اس کا بار بار یاد کرنا اختیاری ہے اور مضر بھی ہے

چنانچہ اسی بنا پر لاتحزن اور لاتحزنی وارد ہے کیونکہ منہی عنہ ہونا دلیل ہے اختیاری ہونے کی اور جس طرح اس کا احداث یا ابقاء اختیاری ہے اسی طرح اس کا ازالہ بھی اختیاری ہے جس کا طریق تجربہ بتائید بالنص تدبیر نمبر سوم میں مذکور ہوا۔

(۵) واقعہ غم کے تذکرہ کا اعتدال اور اس کی تائید بالنص

واقعہ غم کا بالکل تذکرہ نہ کرنا اور ضبط میں مبالغہ کرنا بھی تجربہ سے مضر ثابت ہوا ہے کہ سب غبار اندر ہی اندر رہنے سے طبیعت گھُٹ جاتی ہے اور اس کی قوت تحمل گھٹ جاتی ہے اس لیے مصلحت یہ ہے کہ شروع شروع میں گاہ گاہ اپنے کسی دیندار ہمدرد سے اعتدال کے ساتھ حدود شرعیہ میں رہ کر اس واقعہ غم کا کسی قدر تذکرہ بھی کر لیا کرے۔ اس کی تائید بھی نص سے ہوتی ہے کہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات پر روئے بھی اور یہ بھی ارشاد فرمایا انا بفراقك یا ابراھیم لمحزونون

(۶) ہمدردی کی حد معتدل

زیادہ ہمدردی اور ترحم سے بھی قلب کو تکلیف و تشویش ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات خلاف تسلیم اور تفویض خیالات

پیدا ہونے لگتے ہیں جو سخت اندیشہ کی بات ہے اس لیئے دوسرے کے ساتھ اپنی ہمدردی کو بھی حد کے اندر رکھے اور وہ حد یہ ہے کہ دوسرے کو نفع تو پہونچ جائے لیکن اپنے کو ضرر نہ پہنچے۔ اس کے لیئے بس عقلی ہمدردی کافی ہے اور طبعی ہمدردی کو صرف اسی حد تک رہنے دیا جاوے جس حد تک عقلی ہمدردی کے مؤثر ہونے کے لیئے ضروری ہو۔

(۷) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے میرے ایک عریضہ کے جواب میں فرمایا کہ جو کچھ قلب پر وارد ہو منجانب اللہ خیال کرو جو واردات مضر ہوں گے اس مراقبہ سے سب دفع ہو جائیں گے

(۸) فرمایا کہ صاحب مقام ہو جانے کے یہ معنی نہیں کہ سالک تغیرات احوال سے بالکل ہی خالی ہو جاتا ہے کیونکہ تغیرات عارضی تو بر بنا ر مصالح لوازم سلوک سے ہے جو رسوخ کامل اور تمکین تام کے حصول کے بعد بھی سالکین کے احوال میں گاہ گاہ واقع ہوتے رہتے ہیں لیکن ان میں استبداد و امتداد و اعتداد نہیں ہوتا جیسے صحت کاملہ کے حاصل اور اعتدال مزاج قائم ہو جانے کے بعد بھی موسم کے بدلنے یا دیگر اسباب خارجی سے احیاناً کبھی زکام ہو جاتا ہے کبھی طبیعت کسلمند ہو جاتی ہے کبھی بخار ہو جاتا ہے مگر اس قسم کے عارضی شکایات صحت طبیہ کے منافی نہیں ہوتیں غرض باعتبار غالب حالت کا ہے اگر سالک میں آثار مقام غالب ہیں تو وہ صاحب مقام ہے گو احیاناً اس میں آثار حال کا بھی ظہور ہو۔ اور اگر آثار حال غالب ہیں تو وہ صاحب حال ہے گو احیاناً اس میں آثار مقام بھی پائے جائیں۔ غرض کاملین پر بھی کبھی کبھی غلبہ حال ہو جاتا ہے لیکن وہ منافی کمال نہیں ہوتا۔ بلکہ حضرات انبیاء علیہ السلام پر بھی کبھی کبھی ان حضرات کی شان کے موافق غلبہ طاری ہوا ہے چنانچہ یوم بدر میں حضور سرور عالم سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ابتہال کے ساتھ دعا فرمائی تھی وہ بھی غلبہ حال سے ناشی تھا۔ بلکہ گاہ گاہ فرشتوں سے بھی غلبہ منقول ہے۔ حالانکہ ان میں انفعال بشری بھی نہیں ہوتا چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام کا فرعون کے منہ میں کیچڑ ٹھونسنا روایت ترمذی میں مذکور ہے۔ لیکن صاحب مقام پر جو غلبہ حال ہوتا ہے اس میں وہ حدود سے خارج نہیں ہوتا بخلاف صاحب حال کے کہ وہ کبھی حدود سے خارج ہو جاتا ہے مگر اس کو گناہ نہیں ہوتا کیونکہ بوجہ مغلوبیت وہ اس وقت مرفوع القلم ہوتا ہے۔

(۹) قبض شدید اعلیٰ درجہ کا معین حصول مقام عبدیت ہے	اصطلاح صوفیہ میں۔

ابتلاء شدید کو ہیبت سے تعبیر کرتے ہیں جو قبض کی اعلیٰ ترین قسم ہے جس کا طریان کاملین ہی پر ہوتا ہے ایسے شدید قبض میں ثابت قدم رہنے کے بعد سالک بعون اللہ تعالیٰ مقام عبدیت میں (جو اعلیٰ ترین مقام سلوک ہے) نہایت متمکن اور راسخ القدم ہو جاتا ہے کیونکہ متصرف حقیقی کے تصرفات عظیمہ کو خود اپنے اندر مشاہدہ کر لینے کے بعد اس کو اپنا ہیچ در ہیچ لاشئی محض ہونا روز روشن کی طرح مشاہد ہو جاتا ہے اور اس مشاہدہ عجز کی بدولت وہ بفضلہ تعالیٰ نزول کامل سے (جو ترقیات باطنہ کی انتہائی منزل ہے) مشرف وممتاز اور سربلند وسرفراز ہو جاتا ہے۔ نیز چونکہ تغیرات احوال قلب کا اس کو خوب اچھی طرح اور ذاتی طور پر تجربہ ہو چکا ہوتا ہے اس لیئے عدم غلبہ ہیبت کی حالت میں بھی وہ عظمت وجلال خداوندی اور شوکت وہیبت قضا وقدر الٰہی سے ہمیشہ ترساں ولرزاں ہی رہتا ہے اور اچھی سے اچھی باطنی حالت کو بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے اس کو کبھی عجب وناز کا واہمہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ بربنا تجربہ سابق وہ اس حالت کو حدوثاً محض موہبت خدا اور بقاءً ہر وقت زیر تصرف رب العالمین کیئے ہوتا ہے غرض استحضار عظمت حق اسکا حال دائمی اور غایت ادب واحترام حضرت ذوالجلال والاکرام اس کا اقتضای طبعی اور تفویض کامل وفنا رتام اس کا شعار زندگی ہو جاتا ہے یا بطور حاصل یوں کہیئے کہ عبدیت محضہ اس کی صفت لازمہ اور بندگی وسرافگندگی اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔

(۱۰) واقعات عبدیت حضرت والا

(۱) بار بار قسم کھا کھا کر فرمایا کہ میں اپنے کو کسی مسلمان سے حتیٰ کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق وفجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتمالاً فی المآل افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی مجھے وسوسہ بھی نہیں آتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے۔ مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں بھی جگہ مل جاوے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہو۔ اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی۔ اور اتنی ہوس بھی بربنا استحقاق نہیں بلکہ اس لیئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں۔

(۲) فرمایا کہ یہ جو بضرورت اصلاح زجر وتوبیخ کیا کرتا ہوں تو اس وقت یہ

مثال پیش نظر رہتی ہے جیسے کسی شاہزادے نے جرم کیا ہو اور بھنگی جلاد کو حکم شاہی ہوا ہو کہ اس شاہزادے کو دُرّے لگائے۔ تو کیا اس بھنگی جلاد کے دل میں دُرّے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ میں اس شاہزادے سے افضل ہوں۔

(۳) فرمایا کہ کوئی مؤمن کیسا ہی بداعمال ہو میں اس کو حقیر نہیں سمجھتا بلکہ فوراً یہ مثال پیش نظر ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی حسین اپنے منہ پر کالک مل لے تو اس کو جاننے والا کالک کو بُرا سمجھے گا لیکن اس حسین کو حسین ہی سمجھے گا اور دل میں کہے گا کہ جب کبھی بھی صابون سے منہ دھولے گا۔ پھر اس کا وہی چاند سا منہ نکل آئے گا غرضیکہ مجھ کو صرف فعل سے نفرت ہوتی ہے فاعل سے نفرت نہیں ہوتی۔

(۴) فرمایا کہ بھلا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق کیا کوئی عمل پیش کیا جا سکتا ہے پھر لیلۃ اللبن والی حکایت بیان فرمائی۔

(۵) فرمایا کہ خدا ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہمارا ہر قول فعل حال قال سب ہی پُر از خطر ہے تو یہ شعر اکثر یاد آیا کرتا ہے ؎

من نگویم کہ طاعتم بہ پذیر   قلمِ عفو بر گناہم کش

(۶) فرمایا کہ بہت ہی نازک بات ہے اور بہت ہی ڈرنے کا مقام ہے اپنی کیسی ہی اچھی حالت ہو ہرگز ناز نہ کرے اور دوسرے کی کیسی ہی بُری حالت ہو ہرگز اس پر طعن نہ کرے۔ کیا خبر ہے کہ اپنی حالت اس سے بھی بدتر ہو جاوے۔

(۷) ایک بار نہایت خشیت کے لہجہ میں فرمایا کہ دیا سلائی کی طرح سارے موادِ خبیثہ نفس میں موجود ہیں بس رگڑ لگنے کی دیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک رگڑ سے بچا رکھا ہے بچے ہوئے ہیں۔ فرعون و ہامان کو نہیں بچایا ان میں وہ مادّے سُلگ اُٹھے۔ اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہر وقت خطرہ ہے۔

(۸) فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا قہر ہوتا ہے تو باطل چیزیں بھی حق نظر آنے لگتی ہیں اور اوہامِ باطلہ بھی حقائق کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

(۹) ایک مجمع سے مصافحہ کرنے کے بعد فرمایا کہ میں نے تو اس نیت سے مصافحہ

کیا ہے کہ کیا اتنے سارے محبت کرنے والے مسلمانوں میں سے کوئی بھی خدا کا مقبول و مرحوم بندہ نہ ہوگا۔ اگر ایک بھی مرحوم ہوا تو کیا مجھ کو دوزخ میں جلتا ہوا دیکھ کر رحم نہ آئے گا اور اللہ میاں سے سفارش کر کے وہ مجھ کو دوزخ سے نہ نکلوالے گا۔

(۱۰) بارہا فرمایا کہ یہ جو اصلاح نفس کی سہل سہل اور نافع تدابیر اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈال دیتے ہیں، یہ سب طالبین ہی کی برکت ہے میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ میرے بندوں کی اصلاح ہو اور نفع پہنچے، لہٰذا ایک ناکارہ سے خدمت لے رہے ہیں۔ ماں یہ ناز نہ کرے کہ میں بچہ کو دودھ پلاتی ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہے کہ بچہ کی پرورش ہو اس لیے اس نے گوشت میں بھی دودھ پیدا کر دیا ہے، اگر ماں بچہ کو دودھ پلانا چھوڑ دے تو پھر دودھ ہی خشک ہو جاوے۔ اسی طرح اگر کنویں میں ڈول نہ ڈالا جاوے اور پانی نہ نکالا جاوے تو نیا پانی آنا بند ہو جائیگا غرض شیخ اگر القا چھوڑ دے تو تلقی بھی بند ہو جائے، اس لیے شیخ کو بھی ناز کا حق نہیں۔

(۱۱) فرمایا کہ میرے اندر نہ علم ہے نہ عمل ہے نہ کوئی کمال ہے لیکن الحمد للہ اپنے خلو کا اعتقاد تو ہے اللہ تعالیٰ بس اسی سے فضل فرمائے گا۔ انشاء اللہ۔

(۱۲) فرمایا کہ امر اصلاح میں نہ میرے علم کو دخل نہ فہم کو۔ خدا نے ایک کام میرے سپرد کیا ہے وہ میری مدد کرتے ہیں میرا کچھ کمال نہیں۔

(۱۳) فرمایا کہ مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں، میری اگر کوئی برائی کرتا ہے تو یقین جانیے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں بلکہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کون سی تعریف کی بات ہے جو اس کا یہ خیال ہے۔ اس کو دھوکہ ہوا ہے، حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے اس لئے مجھ کو کسی کا برا بھلا کہنا مطلق ناگوار نہیں ہوتا۔

(۱۴) فرمایا کہ اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہو تو اسی وقت اپنے دس عیوب پیش نظر ہو جاتے ہیں۔

(۱۵) فرمایا کہ میں مدت سے یہ دعا مانگ رہا ہوں اور اب تازہ کر لیا کرتا

ہوں کہ اے اللہ میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق پر مواخذہ نہ کیجیو۔ جو کچھ کسی نے میرے ساتھ برائی کی ہو یا آئندہ کرے، سب میں نے دل سے معاف کی۔ پھر فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کر دیا کروں اور دوسرے کو عذاب بھی ہو تو مجھے کیا نفع حاصل ہوا۔

(۱۶) کئی بار فرمایا کہ گو میں اعمال میں بہت کوتاہ ہوں لیکن الحمد للہ اپنی اصلاح سے غافل نہیں، ہمیشہ یہی اُدھیڑ بُن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت کی یہ اصلاح کرنی چاہیئے، فلاں حالت میں یہ تغیر کرنا چاہیئے۔

(۱۷) گو میں نجات کو اعمال پر منحصر نہیں سمجھتا محض فضل پر سمجھتا ہوں، لیکن بندہ کے ذمہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس کے اوامر کو بجا لائے اور نواہی سے اجتناب رکھے، اس لیئے مجھ کو اپنے اعمال کی کوتاہی پر سخت ندامت ہے اور ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر رہتی ہے۔

(۱۸) اپنے کسی منتسب کی دینداری اور تقویٰ کے حالات سن کر فرمایا کرتے ہیں کہ وہ باپ بڑا خوش قسمت ہے جس کی اولاد کمالات میں اس سے بڑھ جاوے۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو میرا نیک نام کرنا منظور ہے کہ جو پہلے ہی سے نیک ہیں ان ہی کو میرے پاس بھیج دیتے ہیں اور میں مفت میں نیک نام ہو جاتا ہوں ؎

نے دام خوش نہ دانہ خوش امّا ز اتفاق ؛ ہر بار شاہبازے در افتد بہ دامِ ما

(۱۱) عارف اپنے کمالات کی جو نفی کرتا ہے اس کی وجہ

فرمایا کہ عارف کی جتنی بصیرت بڑھتی جاتی ہے عظمتِ حق کا انکشاف روز افزوں ہوتا چلا جاتا ہے اور آدابِ عبودیت کے روز بروز نئے نئے دقائق پیشِ نظر ہوتے چلے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی عبادت و طاعات کو گو وہ کتنے ہی کامل ہوں حقوقِ عظمتِ حق کے لحاظ سے ہیچ در ہیچ سمجھتا ہے۔ اور اس کا یہ سمجھنا بالکل حق بجانب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق کسی طرح ادا ہی نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے عارف کو اپنی کسی درجہ کی حالت پر بھی قناعت نہیں ہوتی۔ اور کسی درجہ کی بھی اصلاح پر اطمینان نہیں ہوتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ قسمیں کھا کھا کر اپنے کمالات کی نفی کرتا رہتا ہے۔

(۱۲) شفقت علی المریض

حضرت والا کو مریض پر اس قدر شفقت ہوتی ہے کہ اس کی درخواست کو حتی المقدور ضرور پوری فرماتے ہیں۔

(۱۳) مبتلائے قبض و ہیبت

مبتلائے قبض و ہیبت کو تکلیف تو بے شک سخت ہوتی ہے لیکن قطع طریق میں کوئی حرج نہیں ہوتا

(۱۴) حکم حالت قبض و ہیبت

۱۔ اس شخص کو کبھی عجب نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میں بدحال ہوں۔

۲۔ ہمیشہ ترساں رہتا ہے۔ اپنے علم و عمل پر ناز نہیں ہوتا سمجھتا ہے کہ میرا علم و عمل و حال کیا چیز ہے۔ اس کی حقیقت دیکھ چکا ہوں۔

۳۔ اگر یہ عقبہ پیش آچکتا ہے تو شیطان کے مقابلہ میں اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اس سے ڈرتا نہیں کہ بس اس سے زیادہ کیا کرلے گا۔ اور بدون اس کے گذرے ہوئے لطیف الطبع کو ہر مضر صحبت تک سے اندیشہ رہتا ہے۔

۴۔ مرتے وقت دفعتاً اگر یہ حالت پیش آتی تو پریشان ہو کر خدا جانے کس کس خیال میں مرتا، اگر یہ عقبہ گذر جاوے تو اس کے تحمل کی قوت ہو جاتی ہے اگر اس وقت بھی ایسا ہوا تو پریشان اور حق تعالیٰ پر بدگمان نہ ہوگا۔ اطمینان و محبت حق میں جان دے گا۔

۵۔ یہ شخص محقق ہو جاتا ہے دوسرے مبتلا کی دستگیری آسانی سے کر سکتا ہے۔

۶۔ ہر وقت اپنے اوپر حق تعالیٰ کی رحمت دیکھتا ہے کہ ایسے نالائق کو ایسی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

۷۔ اس حدیث کے معنی برائے العین دیکھتا ہے کہ مغفرت عبد کی عمل سے نہ ہوگی، رحمت حق سے ہوگی وغیر ذالک مما لا یحصیٰ۔

(۱۵) فرمایا کہ سالک کو خطرات منکرہ سے پریشان نہ ہونا چاہیئے، نہ ان کی بناء پر اپنے کو مردود سمجھنا چاہیئے۔ اکثر عادۃ اللہ یہی ہے کہ بعد وصول تمام خطرات فنا ہو جاتے ہیں۔ اگر بمقتضائے اسباب و مصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مؤاخذہ نہیں، نہ وہ معصیت ہیں، البتہ اذیت و کلفت ضرور ہوتی ہے مگر اس پر بھی اجر ملتا ہے اور درجے بڑھتے ہیں

(۱۶) فرمایا کہ خطرات کی خاصیت بجلی کے تار کی سی ہے کہ اگر اس کو اپنی طرف کھینچنے کی نیت سے ہاتھ لگایا جاوے تب بھی وہ لپٹتا ہے اور اگر ہٹانے کی نیت سے ہاتھ لگایا جائے تو بھی وہ لپٹتا ہی ہے۔ بس خیریت اسی میں ہے کہ اس کو ہاتھ ہی نہ لگایا جاوے نہ جلباً نہ سلباً، اسی طرح خطرات و وساوس سے امن کی صورت یہی ہے کہ ان کی طرف التفات ہی نہ کیا جاوے نہ جلباً نہ دفعاً۔

(۱۷) فرمایا کہ قلب کی مثال شاہی سڑک کی سی ہے۔ جس پر امیر، غریب، شریف رذیل سب چلتے ہیں کسی کو حق نہیں کہ ایک دوسرے کو روکے۔ اگر چمار اور بھنگی بھی چل رہے ہیں تو حرج ہی کیا ہے وہ اپنے رستے جارہے ہیں، یہ اپنے راستے چلتا ہے۔ اسی طرح قلب کی ساخت ہی من جانب اللہ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس میں اچھے بُرے بھی قسم کے خیالات کا ورود ہوتا رہتا ہے۔ کسی کو اس مطالبہ کا حق نہیں کہ میرے قلب میں اچھے ہی اچھے خیالات آیا کریں بُرے خیالات بالکل آویں ہی نہیں۔ اگر بلا اختیار بُرے خیالات آتے ہیں تو کیا ڈر ہے۔ ہاں قصداً بُرے خیالات نہ لاوے نہ قصداً ان کو باقی رکھے اور پھر اطمینان و سکون کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے خطراتِ منکرہ کی طرف التفات ہی نہ کرے۔

(۱۸) تجربہ ہے کہ خطرات پر مغموم ہونے سے قلب میں سخت ضعف عارض ہو جاتا ہے

جس سے خطرات کا اور زیادہ ہجوم ہوتا ہے اور سخت اذیت پہنچتی ہے اس لیے ان کی طرف التفات ہی نہ کیا جاوے۔ کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ یہ سوءِ اعتقاد سے ناشی نہیں بلکہ اس کو ذالک صریح الایمان فرمایا ہے پس بجائے مغموم ہونے کے خطرات کو علامتِ ایمان سمجھ کر اس پر عقلاً مطمئن اور مسرور رہے کہ بحمد اللہ میرے عقائد تو صحیح ہیں اور بیفکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے کو ذکر و طاعت اور ضروریاتِ دینیہ و دنیویہ میں بلا لحاظ دلچسپی و عدم دلچسپی مشغول رکھا جاوے بلکہ حسب تحقیق حضرت والا امورِ مباحہ کا بھی قدرے شغل رکھا جاوے کہ وہ بھی وقایہ ہو جاتے ہیں خطراتِ منکرہ کا۔

(۱۹) دفع خطرات کا نہایت قوی الاثر مراقبہ

خیال کے بدل جانے سے بھی خطرات دفع ہو جاتے

ہیں اس لیئے حضرت والا سالک کے لیئے اس مراقبہ کا کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے بے حد نافع ہونا بتاکید فرمایا کرتے ہیں بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر اپنی حالت اللہ تعالیٰ کی محبت کے قابل نہ ہو تب بھی حسب بشارت انا عند ظن عبدی بی یہی نیک گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے اور محبت حق کے آثار بھی موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان بنایا اور دین کی فکر عطا فرمائی اور خطرات منکرہ پر طبعی غم نصیب فرمایا جو صریح علامت ہے ایمان کی (اس مراقبہ میں علاوہ اور منافع باطنیہ کے یہ بھی بڑا نفع ہے کہ یہ مراقبہ خطرات کے دفع کا نہایت قوی الاثر اور مجرب بلکہ ضروری علاج ہے۔

(۲۰) خطرات کے اندر بس خوض کرنا ہی غضب ہے اس سے بجائے شفا ہونے کے اور زیادہ پریشانی بڑھتی ہے اور خطرات کا بہت زیادہ ہجوم ہونے لگتا ہے۔ اور گو ان کا ہجوم دین کے لیئے مطلقاً مضر نہیں کیونکہ بوجہ غیر اختیاری ہونے کے معصیت نہیں لیکن ان سے اذیت بے حد ہوتی ہے اور ان سے نجات پانے کی جو تدابیر بتائی جاتی ہیں وہ بھی دفع اذیت ہی کے لیئے بتائی جاتی ہے کیونکہ اپنے آپ کو بلا ضرورت مشقت اور پریشانی میں ڈالنا بھی تو مناسب نہیں۔

(۲۱) خطرات کے اسباب فرمایا کبھی خطرات کا سبب لطافتِ طبع اور ذکاوتِ حس ہوتی ہے۔ کبھی عوارضِ طبعیہ کبھی رذایلِ نفسانیہ۔ کبھی تصرفاتِ شیطانیہ، کبھی معاصی اور کبھی حق تعالیٰ کی جانب سے طلب کا امتحان ہوتا ہے اور کبھی تحمل سے زیادہ کام کرنا۔ اور کبھی ان اسباب میں سے ایک سے زائد اسباب بھی جمع ہو جاتے ہیں لیکن ہر صورت میں علاوہ معالجات خاصہ کے سب کا مشترک علاج یہی ہے کہ التفات نہ کرے اور خوض نہ کرے نہ خطرات میں نہ ان کے اسباب میں اور اُس صورت میں کہ سبب تشخیص نہ ہو سکے علاوہ علاج مشترک (عدم التفات) کے سب معالجاتِ خاصہ کو بھی جمع کر لیا جاوے۔

(۲۲) فرمایا کہ ملکات رذیلہ پر مواخذہ نہیں کہ وہ غیر اختیاری ہیں ہاں افعال پر مواخذہ ہے جو اختیاری ہیں۔ بس ملکات رذیلہ کے مقتضا پر عمل نہ ہونے دے۔ باقی اس فکر میں

نہ پڑے کہ ملکاتِ رذیلہ زائل ہو جاویں کیونکہ وہ زائل نہیں ہوا کرتے، البتہ مجاہدات اور تکرار مخالفتِ نفس سے مضمحل ہو جاتے ہیں، وجہ یہ ہے کہ وہ جبلّی ہیں اور جبلّت بدلا نہیں کرتی۔ البتہ افعال جبلی نہیں ان پر اختیار رہے ہی بس ان کا صدور نہ ہونے دے۔ اور نہ اس غم میں پڑے کہ میری جبلت ہی کیوں ایسی ہے، کیونکہ حق تعالیٰ خالق بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں ان کی اس میں سیکڑوں حکمتیں ہیں۔

(۲۴۳) فرمایا کہ نفس کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے کہ رذائل سے خالی نہ ہو چنانچہ کم و بیش رذائل سب میں موجود ہیں، الا ماشاء اللہ، لیکن جب تک وہ رذائل قوت سے فعل میں نہ لائے جائیں۔ اور ان کا ظہور بذریعہ صدورِ اعمال نہ ہو کوئی مؤاخذہ نہیں جیسے دیا سلائی میں سب مادّے جل اٹھنے اور بھڑک اٹھنے کے موجود ہیں لیکن اگر اس کو رگڑا نہ جائے تو چاہے جیب میں لئے پھریئے کوئی اندیشہ نہیں۔ ہاں اس کی ہر وقت سخت احتیاط رکھنی ضروری ہے کہ رگڑا نہ لگنے پاوے۔

(۲۴۴) مراقبہ حق تعالیٰ کے حاکم و حکیم ہونے کا

فرمایا کہ اپنی طرف سے اس پر بالکل آمادہ رہا جاوے کہ اگر ساری عمر بھر خطرات سے نجات نہ ملے تب بھی کچھ پرواہ نہیں جو کام ہم کو بتایا گیا ہے بس وہ ہم کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ کے ہم مکلف ہی نہیں۔ اور ہر حال میں اس امر واقعی اور عقیدہ واجبہ کا استحضار رکھا جاوے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی۔ حاکم ہونے کی بناء پر تو ان کو مخلوق کے اندر ہر قسم کے تصرفات کرنے کا پورا حق اور کامل اختیار حاصل ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اندر جو چاہیں تصرف فرمائیں، کسی کو مجال چون و چرا نہیں۔ اور حکیم ہونے کی بناء پر بندہ کو ان کے ہر تصرف کے متعلق اجمالاً یہ اعتقاد رکھ کر بالکل مطمئن رہنا چاہیئے کہ یہ تصرف میرے حق میں سراسر حکمت ہے گو اس کی تفصیلی حکمتیں معلوم نہ ہوں۔

(۲۴۵) قبض بسط سے ارفع ہے

محققین نے قبض کو بسط سے ارفع کہا ہے کہ اس سے اخلاقِ رذیلہ کا معالجہ زیادہ ہوتا ہے، تمام ذاکرین کو قریب قریب یہ حالت پیش آتی ہیں۔ پھر اس سے نجات بھی ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اور ترقی ہوتی ہے۔

(۲۶) سالک اکثر جس شوق و ذوق سوز و گداز کو کمال سمجھتا ہے نہ وہ کمال ہوتا ہے اور جس خشکی اور وسوسہ کو نقصان سمجھتا ہے نہ وہ نقصان ہے۔

(۲۷) فرمایا کہ یہ کلیہ سمجھ لیا جاوے کہ جو افعال اختیاری ہیں ان میں اللہ و رسولؐ کے خلاف نہ کیا جاوے تو پھر احوال خواہ کچھ ہی ہوں وہ چونکہ غیر اختیاری ہیں ان کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیئے۔ آپ محروم نہیں ایک وقت میں یہ امر تحقیقاً معلوم ہو جاویگا اب تقلیداً مان لیجئے۔

(۲۸) فرمایا کہ میرے تمنائے دلی اپنے متعلقین کے لیئے حالتِ قبض کے طاری ہونے کی بشرط البصیرت والاستقلال ہوا کرتی ہے اور اس کے منافع اس قدر ہیں کہ احصا میں نہیں آتے جن سب کا خلاصہ فنا تام ہے اور اس کے بعد جو بسط ہوتا ہے وہ بے نظیر ہوتا ہے۔

(۲۹) حالتِ قبض کا دستور العمل

فرمایا کہ عین قبض کے وقت گو اس کے منافع معلوم نہ ہوں مگر بعد میں اکثر معلوم بھی ہو جاتے ہیں۔ اور اگر معلوم بھی نہ ہوں تب بھی حاصل تو ہوتے ہیں اور حصول ہی مقصود ہے نہ کہ اس حصول کا علم ہر گز پریشان نہ ہوں۔ ذکر جس قدر ہو سکے کر لیا کریں۔ اگرچہ کسی قدر تکلیف کرنا پڑے۔ اور اگرچہ اس میں دلچسپی بھی نہ ہو۔ اور جس میں زیادہ کلفت ہو تخفیف کر دیں۔ اور استغفار کی قدرے کثرت رکھیں اور جب تک یہ حالت رہے ہفتہ میں ایک دو بار اطلاع دیتے رہیں۔

(۳۰) قبض پیش خیمہ عبدیت ہے

فرمایا کہ تغیرات احوال طبعی و نفسانی ہیں نہ کہ روحانی و قلبی سو ایسے تغیرات مضر تو کیا نافع ہوتے ہیں۔ عبدیت کی حقیقت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے فنا و تہیدستی رائے العین ہو جاتی ہے۔ اختیاری کام کی پابندی ایسے ہی وقت دیکھنے کے قابل اور محل امتحان ہے۔ اگر اس امتحان میں پاس ہو گیا اعلیٰ درجہ کے نمبر کا مستحق ہو گا۔

(۳۱) قبض کی ایک بڑی مصلحت

فرمایا کہ حالت قبض و ہیبت میں سالک یہ دیکھ پریشان ہوتا ہے کہ میرے لیئے چاروں طرف سے راستے بند کر دیئے گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں یہ مصلحت ہوتی ہے کہ سب طرف سے مایوس ہو کر میری طرف رجوع ہو۔ اور اس سدباب سے مقصود اپنے سے محجوب کرنا نہیں ہوتا بلکہ شیطان سے بچا کر خود اپنی پناہ میں لینا مقصود

ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سالک کو اس تنگی میں اس لیئے مبتلا کرتے ہیں کہ مہلکات باطنی عجب وکبر سے محفوظ رہے۔ اور اگر اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جاتا تو رذائل نفس کے پنجہ میں جا پھنستا ہلاک ہو جاتا۔ چنانچہ حضرت مولانا رومیؒ اسی حالتِ قبض اور اس کے معالجہ میں فرماتے ہیں

اے حریفان راہ ہا را بست یار — آہوئے لنگیم و او شیر شکار

جز بہ تسلیم و رضا کو چارۂ — در کفِ شیرِ نرِ خوں خوارۂ

(۳۲) ہیبت و حزن کا دستور العمل مسنون

فرمایا کہ ہیبت اور حزن مبارک اور رفیع حالات میں سے ہے اگر اس میں ختم ہو جاوے شہادتِ کبریٰ ہے۔ مگر سنت کا مقتضاء یہ ہے کہ جہاں تک اپنا علم و قدرت کام دے اعتدال و تعدیل کو اپنا مستقر اصلی بنائے ہیبت کے ساتھ انس اور حزن و سوءِ ظن کے ساتھ رجا و رحمت اور فنا کے ساتھ بقا اور نیستی کے ساتھ ہستی۔ اور مبالغہ فی التواضع کے ساتھ مشاہدہ نعمت کا اہتمام و استحضار کرے۔

(۳۳) غلبہ ہیبت کے وقت کا مراقبہ

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ اگر آپ کو آثار ہیبت اور سوءِ ظن بنفسہ کا زیادہ غلبہ ہوا کرنے تو سوچا کیجیے کہ بیش بریں نیست کہ ہم ہر حالت میں ناقص اور عاصی ہیں، تو خدا تعالیٰ کے یہاں جس طرح کاملین کی نجات ہوگی اسی طرح تابعین کی بھی ہوگی، اگر صدر نشین نہ ہوں گے تو صفِ نعال ہی میں جگہ مل رہے گی۔ اگر اولیت نہ ہوگی تو جوتیاں لگنے کے بعد ہی سہی۔ بس یہ سمجھ کر اللّٰھم اغفر لی کی کثرت کرنی چاہیئے۔

(۳۴) غلبہ قبض کا علاج

فرمایا کہ قبض کے غلبہ کی حالت میں اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت میں یا ملاثین ترجمہ اربعین میں کتاب الرجا یعنی خدا کی رحمت کی امید کا مضمون بار بار دیکھنا چاہیئے۔

(۳۵) شوق کا فقدان سالک کو مضر نہیں

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ مذموم حالت دو ہیں۔ ایک معصیت، دوسری غفلت۔ رہا غلبہ وجوش و خروش اور شوق یہ حالت عارضہ ہیں ہتے ہے اس کا فقدان سالک کو مضر نہیں۔ اور نہ یہ کیفیت بعینہٖ قائم و دائم رہ سکتی ہے حجابات کا آپ کو شبہ ہو گیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہیں۔ اپنے کام میں سہولت اور راحت سے

لگے رہیئے، پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس میں مضر ہونے کا احتمال ہے۔

(۳۶) ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج البتہ فن کے نہ جاننے سے اپنی صحت کی خبر نہیں۔ سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہیں۔

(۳۷) قبض کا ایک سبب امتحان ہے اور اس کا علاج

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ قبض کے اسباب مختلف ہیں۔ اور معالجات بھی مختلف۔ اگر آپ سے کوئی معصیت نہیں ہوئی اور غیر جنس لوگوں سے اختلاط بھی نہیں ہوا تو اس کا سبب امتحان ہے توکل اور صبر سے کام لیجئے استغفار کی کثرت رکھیئے اور میرے مواعظ اور تربیت السالک دیکھیئے کہ رحمت حق متوجہ ہو۔

(۳۸) غیر اختیاری امور کا علاج تفویض ہے

ایک طالب کو فرمایا کہ جتنے کام اختیار میں ہیں کیے جاویں۔ اور جو امر غیر اختیاری پیش آوے اس میں دم جنبش نہ کریں کچھ تجویز نہ کریں بس خدا کے سپرد کرکے خاموش رہیں

(۳۹) وساوس سے پریشانی کا علاج

فرمایا کہ وساوس کوئی پریشانی کی چیز نہیں۔ پریشانی سے قلب ضعیف ہو جاتا ہے جس سے دونا ہجوم ہو جاتا ہے بجز بے پروائی اور بے التفاتی کے اور کوئی تدبیر نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اس پر خوش ہو اس سے قلب کو قوت ہوتی ہے۔ اور وساوس کو قبول نہیں کرتا۔ بہت جلد قطع ہو جاتے ہیں اور حقیقت میں جب اس میں گناہ نہیں تو پھر پریشانی کیوں ہو، گو طبعی حزن و غم مذموم نہیں۔ بلکہ یہ ایمان کی علامت ہے، لیکن عقلاً بے فکری کو بہرحال غالب رکھنا چاہیئے۔ تاکہ وہ حزن طبعی مضمحل ہو جاوے اور موجب پریشانی نہ ہو۔

(۴۰) تخیلات فاسدہ کا علاج

تخیلات فاسدہ کا تو سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آدیں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہو سکتے اور اگر بلا اختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جاوے جب متنبہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اسی تدبیر استحضار سے کام لیا جاوے۔ یہ طریق عمل اس قدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز ہی نہیں۔ اس کو دستور العمل

بنا کر بے فکر ہو جانا چاہیئے۔

(۴۱) فرمایا کہ سالک کو خطرات منکرہ کی بناء پر اپنے کو مردود نہ سمجھنا چاہیئے، کیونکہ ان خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے، لہٰذا سالک بے چارے کا کیا قصور بلکہ اس کو تو چونا گواری کی وجہ سے اذیت ہو رہی ہے اس کا اس کو اجر ملے گا۔

(۴۲) غالب عادۃ اللہ یہی ہے کہ بعد وصول تام خطرات فنا ہو جاتے ہیں۔ اگر بمقتضائے اسباب ومصالح خاصہ پھر بھی فنا نہ ہوں تب بھی کچھ غم نہ کرے کیونکہ خطرات غیر اختیاریہ پر مطلق مواخذہ نہیں۔

(۴۳) فرمایا کہ خطرات داخل قلب میں واقع نہیں ہوتے بلکہ حوالی قلب میں رہتے ہیں اور جو چیز داخل قلب میں متوہم ہوتی ہے وہ خطرات نہیں ہوتے بلکہ ان کا اثر اور محض انعکاس ہوتا ہے کیونکہ داخل قلب میں واقع ہونے کی چیز تو صرف عقیدہ راسخہ ہوا کرتا ہے نہ کہ خطرہ جو ایک محض وہمی اور سطحی چیز ہے اور کچھ نہیں۔

(۴۴) فرمایا کہ شیطان اسی قلب میں وسوسے ڈالتا ہے جس میں ایمان ہوتا ہے جیسے چور وہیں گھستا ہے جہاں مال متاع ہوتا ہے۔ بس یہ سمجھنا چاہیئے کہ خطرات مؤمنین ومقبولین ہی کو پیش آتے ہیں کافرین ومردودین کو پیش نہیں آتے۔

(۴۵) فرمایا کہ خطرات منکرہ کو عقلاً منکر سمجھا جاوے اور اپنے اختیار کو ان سے ہرگز متعلق نہ ہونے دیا جاوے نہ حدوثاً نہ بقاءً۔ نہ ان کے مقتضاء پر عمل کی نوبت آنے دی جاوے اور بجائے مغموم ہونے کے خطرات کو علامت ایمان سمجھ کر اس پر مطمئن اور مسرور رہے کہ بحمد اللہ میرے عقائد تو صحیح ہیں اور دستور العمل مرقومہ نمبر ۳۱ کو معمول بنا کر بے فکری اور اطمینان کے ساتھ اپنے کو ذکر وطاعت اور ضروریات دینیہ ودنیویہ میں بلا لحاظ دلچسپی وعدم دلچسپی مشغول رکھا جاوے بلکہ جیسا نمبر ۲ جزو سیوم وچہارم میں تجویز کیا گیا ہے) امور مباحہ کا بھی قدرے شغل رکھا جاوے کہ وہ بھی وقایہ ہو جاتے ہیں خطرات منکرہ کا۔

(۴۶) فرمایا کہ وساوس سے ایک گونہ ظلمت طبعی ہوتی ہے مگر ہر تاریکی مانع قطع مسافت نہیں جبکہ وسائط صحیح ہوں۔ چنانچہ ریل کبھی تاریکی میں بھی چلتی ہے اس طرح کہ اس کی گھڑکیاں بند ہوتی ہیں بس ڈرائیور کا صاحب نور ہونا کافی ہوتا ہے اور ریل کا لائن پر ہونا۔

(۴۷) ان سب مذکورہ معالجوں کی شرائط نفع یہ ہیں کہ ان معالجات کو معالجہ سمجھ کر اور دفع خطرات کی نیت سے ہرگز نہ کیا جاوے بلکہ مستقل اعمال مفیدہ سمجھ کر اختیار کیا جاوے اور

تیجہ خاص یعنی اندفاع خطرات کا بھی انتظار نہ کیا جاوے ورنہ اس انتظار سے تعجیل اور تعجیل سے تقاضہ اور تقاضے سے تشویش پیدا ہوگی اور بھلا تشویش کے ہوتے ہوئے خطرات کیسے دفع ہو سکتے ہیں۔

(۴۸) امور تربیت میں شیخ سے مزاحمت کا کسی کو حق نہیں

فرمایا کہ امور تربیت میں میری را[ئے] میں کسی کو مزاحمت نہ کرنا چاہیئے بس میں جس کے ساتھ جو معاملہ کروں میرے سب [احب]اب کو بھی یہی سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ شخص اس معاملہ کا اہل ہے۔ چونکہ اللہ ت[عالیٰ] نے [یہ ک]ام میرے سپرد فرما رکھا ہے اس لیئے وہی میری دستگیری فرما[تے ہیں] ورنہ میں کیا چیز ہوں۔

(۴۹) حضرت کا معمول متعلق بیعت بحالت سفر

حضرت والا کا عموماً سفر میں معمول بیعت نہیں لیکن مریضوں اور [عورتوں] [بیما]ریوں کی درخواست بیعت کو منظور فرما لیتے [ہیں]۔ کیونکہ مریض تو مرض کی وجہ [س]ے واجب الرحم ہوتے ہیں اور عورتیں اہل الرائے نہیں ہوتیں ان بیچاریوں کا اعتقاد بالکل سیدھا سادھا اور سچا ہوتا ہے۔

(۵۰) انتظار کیفیات طبعیہ حسنہ بھی خلاف اخلاص ہے بلکہ مضر ہے

فرمایا کہ کیفیات طبعیہ حسنہ غیر اختیاریہ محمود تو ہیں مقصود نہیں لہٰذا دعا کا تو مضائقہ نہیں لیکن ان کا منتظر رہنا خلاف اور بوجہ مخل یکسوئی اور شاغل عن المقصود ہونے کے مضر ہے۔

(۵۱) اقتضائے عقلی صدور اعمال کے لیئے عادۃً کافی نہیں

فرمایا کہ عقلی احوال بھی طبعی کیفیات سے بالکل خالی نہیں ہوتے ورنہ محض اقتضائے عقلی صدور اعمال کیلئے عادۃً کافی نہیں اسی طرح بالعکس البتہ ایک صورت میں عقلیت غالب ہوتی ہو اور طبیعت مغلوب اور دوسرے میں برعکس۔

(۵۲) شیخ سے عدم مناسبت کی ایک علامت

فرمایا کہ جو طالب اپنے کام میں باقاعدہ لگا ہوتا ہے اس کو ہر وقت اپنے اندر شیخ کی معنوی کرامتوں کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے لہٰذا اس کو اپنے شیخ کی حسی کرامتیں دیکھنے کی ہوس نہیں ہوتی۔ اور اگر مدت طویلہ تک ایسا مشاہدہ نہ ہو

تو اس کو چاہیے کہ کوئی دوسرا شیخ تلاش کرے کیونکہ یہ دلیل ہے اس کی کہ اس کو شیخ سے مناسبت نہیں۔

(۵۳) شیخ کی مجلس میں توجہ کس طرح رکھے

فرمایا کہ شیخ کی مجلس میں شیخ کے قلب کی طرف متوجہ رہے خواہ وہ کسی کام میں مشغول ہو اور یہ تصور رکھے کہ اس کے قلب سے میرے قلب میں نور آرہا ہے۔

(۵۴) مذاق طبعی حضرت والا

فرمایا کہ مذاق تو میرا یہی ہے کہ اپنی ہی حالت میں محو و مستغرق رہوں اور خاموش بیٹھا رہوں لیکن کیا کروں اہل مجلس اور اہل ضرورت کی خاطر سے بولنا پڑے۔

(۵۵) حضرت والا کا تصوف

ایک بار کسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ یہاں تو ملاپن ہے ہم نہیں جانتے کہ درویشی کیا چیز ہے۔ طالب علم ہیں صاحب علم نہیں۔ بس قرآن و حدیث پر عمل کرنا جانتے ہیں پھر اس میں جو کچھ بھی ملنا ہوتا ہے مل جاتا ہے اور الحمد للہ ایسا ملتا ہے مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر مگر ظاہر میں کچھ نہیں نہ ہو حق ہے نہ وجد و حال ہے نہ کشف و کرامت ہے۔

(۵۶) توجہ کا ماثور طریق

فرمایا کہ مجھے تو اپنی توجہ کو سب طرف سے ہٹا کر ایک خاص شخص کی جانب مبذول کرنے سے کہ ہمہ تن متوجہ ہو جائے میں غیرت آتی ہے یہ توجہ تو خاص اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے کہ سب طرف سے توجہ ہٹا کر بس اسی ایک ذات واحد کی طرف ہمہ تن رہا جائے۔ البتہ ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ تعلیم کرنا اور دل سے یہ چاہنا کہ طالبین کو نفع پہنچے اور ان کی حالت درست ہو جاوے یہ توجہ کا ماثور طریق ہے۔ اور یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور یہ نفع اور برکت میں توجہ متعارف سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس کے اثر کو بقا ہے بخلاف توجہ متعارف کے کہ اسکا اثر بس اسی وقت ہوتا ہے پھر کچھ نہیں۔ اور فرمایا کہ مجھے تو باوجود جائز سمجھنے کے توجہ متعارف سے طبعی توحش ہے جیسے اوجھڑی سے کہ گو حلال ہے لیکن لطیف طبیعتیں اس کو قبول نہیں کرتیں۔

(۵۷) شیخ کے نہایت قوی النسبت اور صاحب برکت ہونے کی علامت

فرمایا کہ یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ بلا قصداً توجہ کیے ہوئے اثر کیسے ہوتا ہے بات یہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے بعض قلوب ہی کے اندر تعدیہ کی خاصیت رکھی ہے جیسے کہ آفتاب کا یہ قصد نہیں ہوتا کہ اس کا نور دوسروں تک پہنچے لیکن پھر بھی اس کا نور دوسروں کو پہونچتا ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر صفت ہی رکھی ہے کہ جو شے اس کے مقابل میں آجاتی ہے منور ہوجاتی ہے۔ بلا قصد ہی فیض کا پہنچنا شیخ کے زیادہ کمال کی بات ہے اور اس کے نہایت قوی النسبت اور صاحب برکت اور مقبول ہونیکی علامت ہے۔

(۵۸) انسان کا کمال فرمایا کہ انسان کا کمال تو یہی ہے کہ معاصی کا میلان ہو اور پھر بھی اپنے آپ کو روکے رہے۔ اور معاصی کا صدور نہ ہونے دے۔

(۵۹) پرانے معمولات کو چھڑانا نہ چاہیئے مع وجہ فرمایا کہ جس ذکر سے دلچسپی ہوتی ہے اس پر مداومت بھی آسان ہوتی ہے اور اس کے دوران میں جمعیت یکسوئی بھی رہتی ہے جو معین مقصود ہے اسی واسطے میں پرانے معمولات کو نہیں چھوڑاتا کیونکہ پرانے معمولات سے اُنس ہوجاتا ہے اور ان نئے دلچسپی بھی زیادہ ہوتی ہے نیز قدیم معمولات میں مداومت کی بدولت ایک خاص برکت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔

(۶۰) حضرت والا کو اگر بعض مجتہدین کے اقوال پر بھی کسی ملازمت کے جواز کی گنجائش ملتی ہے تو اس عام ابتلاء اور ضعف ہمم کے زمانہ میں اس گنجائش کی بناء پر اجازت دیدیتے ہیں کیونکہ تنگی معاش میں اس سے اشد دینی ضرر کا اندیشہ ہے۔

(۶۱) شیخ کی حقیقی کرامت طالبین کے اندر اہتمام دینی اور فکر جائز و ناجائز پیدا کر دینا ہی تو شیخ کی حقیقی کرامت اور اس کے صاحب فیض و برکت ہونے کی بیّن علامت ہے۔

(۶۲) صاحب اجازت کے لیئے ظاہری وجاہت کی شرط فرمایا کہ مصالح دینیہ کا مقتضا یہ ہے کہ صاحب اجازت میں کسی نہ کسی قسم کی کچھ ظاہری وجاہت بھی ہو دینی یا دنیوی مثلاً اہل علم ہو یا کسی معزز طبقہ کا ہو تاکہ اس کی طرف رجوع کرنے میں کسی کو عار نہ آئے اور طریق کی بے وقعتی نہ ہو۔

(۶۳) علامت محبوبیت عند اللہ حضرت والا یہ بارہا ہزارہا کا مشاہدہ ہے کہ

حضرت کو دیکھتے ہی خالی الذہن کے قلب کے اندر حسن عقیدت پیدا ہو جاتی ہے اور بے اختیار کشش ہونے لگتی ہے جو علامت ہے محبوبیت عند اللہ کی۔ چنانچہ ایک موقع پر خود حضرت والا نے فرمایا کہ جس کسی سے میں ملتفت ہو کر دو باتیں کر لیتا ہوں وہ ایسا مسخر ہو جاتا ہے گویا اس کا دل مٹھی میں آ گیا۔

(۶۴) اعزاء کی تربیت باطنی سے عذر مناسب ہے

فرمایا کہ بعد تجربہ یہی اسلم صورت یہی سمجھ میں آئی کہ اعزہ کی تربیت باطنی سے عذر ہی کر دیا جاوے چنانچہ اب میں اکثر صورتوں میں یہی کیا کرتا ہوں کیونکہ ادھر ان کو بھی خصوصیت کی توقع ہوتی ہے اور ادھر خود مجھ کو بھی خصوصیت برتنے کا طبعی تقاضہ ہوتا ہے اور اگر طبعی تقاضہ پر دینی مصلحت کو ترجیح دی جاوے اور سختی ہی کا برتاؤ کیا جائے تو پھر ناگواری کا اثر واسطہ در واسطہ دور تک پہنچتا چلا جاتا ہے۔

(۶۵) امن باطنی کے لیے سیاست بدرجہ اولیٰ ضروری ہے

فرمایا کہ شیخ کامل کے اندر ملوک کی سی سیاست ہونا ضروری ہے، کیونکہ عام طبائع کے اعتبار سے عادت اکثر یہی ہے کہ بدون سختی کے اصلاح نہیں ہوتی۔ اسی لیے اس کی ضرورت سب عقلاء کے نزدیک مسلم ہے اور ہر متمدن جماعت نے حسب ضرورت اپنے اپنے اصول سیاست مقرر کر رکھے ہیں بلکہ نظام عالم ہی اصول سیاست پر قائم ہے۔ جب امن ظاہری کے لیے سیاست ضروری ہے تو امن باطنی کے لیے بدرجہ اولیٰ ضروری ہو گی کیونکہ فساد ظاہری کی اصلاح اتنی دشوار نہیں جتنی فساد باطنی کی۔ پھر تعجب ہے کہ رذائل نفس کے ازالہ کے لیے سیاست کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی۔

(۶۶) جس کو غصہ کی بات بھی غصہ نہ آوے وہ حمار ہے، جو معافی چاہنے پر بھی عفو نہ کرے وہ شیطان ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی ایسا بے حس ہو کہ اس کو غصہ کی بات پر بھی غصہ نہ آتا ہو تو اس کے متعلق امام شافعیؒ کا فتویٰ سنیے من استغضب فلم یغضب فھو حمار و من استرضی فلم یرض فھو شیطان۔ یعنی جس کو غصہ دلایا جاوے (مراد یہ کہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاوے جو فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے غصہ کا موجب ہو) اور پھر بھی اس کو غصہ نہ آئے تو وہ حمار ہے اور جس کو راضی کیا جاوے یعنی اپنی کوتاہی کا تدارک کر کے اس سے معافی

جا ہی جائے) اور وہ پھر بھی راضی نہ ہو تو (چونکہ یہ علامت ہے غایت تکبر کی [illegible] س لئے) وہ شیطان ہے

(۶۷) جو شدت بضرورت سیاست ومصلحت اصلاح ہو وہ سراسر محمود ہے

فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف المزاج پیدا کیا ہے پھر اس کے بعد بعض کو مقبول بنا دیا تو مقبولیت کے بعد مزاج فطری تو نہیں بدلتا [illegible] س لئے بعض مقبولین نرم ہوتے ہیں بعض تیز ہوتے ہیں لیکن نیت سب کی اصلاح [illegible] ہی کی ہوتی ہے۔ آگے مزاج کے اختلاف سے رائے کا اختلاف ہو جاتا ہے ایک [illegible] کے نزدیک نرمی طریقہ ہے اصلاح کا دوسرے کے نزدیک سختی طریقہ ہے اصلاح کا [illegible] شدت علی الاطلاق مذموم نہیں بلکہ جو شدت بلا ضرورت بلا مصلحت ہو وہ مذموم ہے [illegible] تو بقول حضرت والا شدت نہیں قساوت ہے) اور جو شدت بضرورت سیاست اور مصلحت اصلاح ہو وہ سراسر محمود ہے کیونکہ وہ تو بقول حضرت والا شدت نہیں حدت ہے جو مقتضائے ایمان ہے تشدد نہیں تسدد ہے درشتی نہیں درستی ہے جو عرصہ دراز کے تجربوں کے بعد قائم کیے گئے ہیں۔

(۶۸) اصول صحیحہ اصل میں مسائل شرعیہ ہیں جس میں بے شمار مصالح دینیہ و دنیویہ ہیں

فرمایا کہ میرے اصول صحیحہ اصل میں مسائل شرعیہ ہیں جس میں بے شمار مصالح دینیہ و دنیویہ مضمر ہیں اور اصول صحیحہ کی پابندی کو سختی کہنا سراسر زیادتی ہے کیونکہ جو قانون اپنی ذات میں تو سہل ہو مگر اس کی پابندی سختی سے کرائی جائے اس کو سخت نہیں کہا جاتا جیسے نماز کہ اس کے سارے ارکان بہت ہی سہل ہیں اور بحالت عذر تو اس میں اور بھی سہولتیں اور گنجائشیں رکھ دی گئی ہیں لیکن اس کی پابندی بہت سختی کے ساتھ کرائی جاتی ہے یہانتک کہ بعض ائمہ کے نزدیک تو تارک صلوٰۃ واجب القتل ہے۔

(۶۹) سختی ومضبوطی کا فرق

فرمایا کہ اگر اصول تو ہوں نرم لیکن ان کی پابندی سختی کے ساتھ کرائی جاوے تو یہ سختی نہیں بلکہ مضبوطی ہے جیسے ریشم کا رسّا نرم تو ایسا کہ جا ہے اس میں گرہ لگا لو لیکن ساتھ ہی مضبوط اتنا کہ اگر اس سے ہاتھی کو باندھ دیا جاوے تو وہ اس کو توڑ نہیں سکتا۔

(۷۰) اصول صحیحہ کو مقتضائے طبعی بنانے کی ترغیب

فرمایا کہ میں فقط دوسروں

ہی کو اصولِ صحیحہ کا پابند نہیں بناتا بلکہ اپنے آپ کو بھی تو پابند کرتا ہوں اور نہ تکلف وتصنع نہیں بلکہ اللہ کا شکر ہے کہ اصولِ صحیحہ کی پابندی میرا مقتضائے طبعی ہو گیا ہے گو اس میں کسی قدر مشقت بھی ہو اور گو اس کا تعلق میرے محکومین اور تابعین ہی سے ہو کیونکہ اصولِ صحیحہ بہرحال قابلِ احترام ہیں یہاں تک کہ اکثر اہلِ معاملہ کو میری رعایت اصول کا علم بھی نہیں ہوتا لیکن میرے قلب کو تو تسلی رہتی ہے کہ میں نے اصولِ صحیحہ کی رعایت کی کسی کو جتلانا تھوڑا ہی مقصود ہے ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ جب کبھی مجھ کو اپنا حال حکیم محمد ہاشم صاحب مرحوم سے کہنا ہوتا باوجود اس کے کہ ان کو مجھ سے بہت ہی تعلق تھا۔ یہاں تک کہ آخر میں مجھ سے بیعت بھی ہو گئے تھے، تو خود ان کے گھر جا کر اپنا حال کہتا وہ بہت شرمندہ ہوتے لیکن میں کہہ دیتا کہ اس میں شرمندگی کی کوئی بات نہیں محتاج کو محتاج الیہ کے پاس آنا چاہیے نہ کہ برعکس۔ البتہ جب گھر میں کسی کی نبض دکھانی ہوتی تو پھر بلا تکلف ان کو بلا لیتا کیونکہ وہ موقع مجبوری کا تھا وہاں اصولِ صحیحہ کا یہی مقتضا تھا۔

(۱۷) محکومین کا بھی احترام چاہیے۔ اجنبی عورت سے خطاب خلاف حیا ہے

فرمایا کہ گھر میں کھانا کھا کر میں کبھی نہیں کہتا کہ برتن اٹھا لو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ برتن اٹھوا لو گو وہ محکوم ہیں لیکن ان کی حاکمیت کا جو ان کو گھر میں اپنے محکومین پر حاصل ہے لحاظ رکھتا ہوں کیونکہ محکومین کا بھی احترام کرنا چاہیے۔ پھر چاہے وہ خود اٹھائیں یا کسی اور سے اٹھوا دیں میں نوکرانی سے بھی خود کسی کام کے لیے نہیں کہتا بلکہ میں تو گھر میں کہتا ہوں اور وہ نوکرانی سے کہتی ہیں کیونکہ نوکرانی براہِ راست انھیں کی محکوم ہے اس میں بھی ان کی حاکمیت کو محفوظ رکھتا ہوں۔ نیز اجنبی عورت سے بلا ضرورت خطاب بھی ایک درجہ میں خلاف حیا ہے۔

(۲۷) ملازمین کی سہولت و توقیر کا لحاظ

فرمایا کہ میں نوکروں کو دو کام ساتھ نہیں بتاتا۔ پہلے ایک بتاتا ہوں، جب اس سے فراغت ہو جاتی ہے پھر دوسرا تاکہ یکدم بار نہ پڑے اور یاد رکھنے کی زحمت نہ ہو یاد رکھنے کی زحمت کو خود برداشت کرتا ہوں ان پر بوجھ نہیں ڈالتا، اگر کوئی الجھن کا کام ہوتا ہے تو اس میں خود بھی شریک ہو جاتا ہوں تاکہ انھیں کچھ سہولت ہو جاوے۔

(۳۷) ملازموں کو بھی تنخواہ توقیر کے ساتھ دیتا ہوں۔ ان کے سامنے رکھ دیتا ہوں پھینک کر نہیں دیتا جیسا کہ متکبرین کا شعار ہے۔

(۷۴) جب گھر کے لوگ نہیں ہوتے اور صبح کو ملازم کے ساتھ گھر سے باہر جانا ضروری ہوتا ہے تو ملازم کے بیدار ہونے کے بعد میں قصداً کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہوں تاکہ وہ باطمینان اپنی ضروریات سے فارغ ہولے اور میرا تہیہ اور انتظار دیکھ کر اس کو عجلت نہ ہو۔

(۷۵) اہلِ خصوصیت کو بھی جوابی خط لکھنا

اگر اہلِ خصوصیت کو بھی اپنے کسی کام کے لیے کچھ لکھتا ہوں تو جوابی خط بھیجتا ہوں۔

(۷۶) مہمان کو ٹھہرانے میں اصرار نہ کرنا

کوئی کیسا ہی محبوب مہمان ہو اور اس کے ٹھہرانے کو کتنا ہی جی چاہتا ہو کبھی اس کی مرضی کے خلاف اصرار نہیں کرتا اور جب جانے کو کہتا ہے تو نہایت فراخدلی سے کہہ دیتا ہوں کہ جیسی مرضی ہو اور جس میں راحت ہو۔

(۷۷) بڑوں کے حق عظمت کو ادا کرنا

فرمایا کہ میرے چھوٹے گھر میں کے والد پیرجی ظفر احمد صاحب میرے ساتھ اپنے پیر کا سا برتاؤ کرتے ہیں لیکن میرے قلب میں ان کی ویسی ہی عظمت ہے جیسے خسر کی ہونی چاہیئے اور جیسی اپنے بڑے خسر صاحب کی تھی۔ لیکن پیرجی صاحب کو اس کا علم بھی نہیں، نہ مجھ کو یہ اہتمام ہے کہ ان کو اس کا علم ہو، مجھے تو اپنی تسلی کرنی ہے کہ میں ان کا حق عظمت ادا کرتا ہوں ان پر کوئی احسان تھوڑا ہی رکھنا ہے۔

(۷۸) گھر میں رات کو سوتے وقت احتیاطاً لوٹے میں پانی بھر کر رکھ لیتی ہیں، اگر کبھی مجھے پانی کے استعمال کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو میں لوٹے کو پھر بھر کر اسی جگہ رکھ دیتا ہوں تاکہ اگر ان کو ضرورت ہو تو لوٹا بھرا ہوا ہی ملے دوبارہ ان کو بھرنا نہ پڑے۔

(۷۹) حتی الوسع اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا سنت ہے

فرمایا کہ ایک غیر مقلد یہاں آئے تھے، انھوں نے یہاں سے جا کر ایک صاحب سے کہا کہ ہم لوگوں میں تو اتباعِ سنت کا فقط دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اتباعِ سنت تو ہم نے وہاں دیکھا۔ ایک کتاب کی ضرورت ہوئی تو خود اُٹھ کر کتب خانہ سے لائے، کسی سے کہا نہیں کہ لے آؤ، اپنا کام خود کیا دوسرے کو تکلیف نہ دی، سبحان اللہ کیا اتباعِ سنت ہے اور کیسی تواضع ہے کہ بلا تکلف خود اٹھ کر لائے۔

(۸۰) فرمایا کہ میزبان کے نوکر سے اگر کوئی چیز مانگنا ہو تو حاکمانہ لہجہ میں پانی نہیں مانگنا چاہیئے

بلکہ اخلاق کے ساتھ کہنا چاہیئے کہ ذرا پانی دیجئے گا. تھوڑا پانی عنایت کیجئے گا.

(۸۱) حدیث میں ہے الحدۃ تعتری خیار امتی

یعنی تیز مزاجی میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آتی ہے اور اس کی حقیقت حق پر غیرت ہے اور اس کے ظاہر کرنے کی حقیقت ترک تکلف ہے۔

(۸۲) شیخ وطالب میں توافق طبائع کا ہونا شرط نفع ہے

فرمایا کہ عدم مناسبت کی صورت میں جو میں قطع تعلق کر دیتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ بدون مناسبت کے شیخ سے کچھ نفع نہیں ہوتا، ہے تو محض مثال لیکن مثال تو محض توضیح کے لئے ہوتی ہے اسلیے نقل کرتے میں کچھ مضائقہ نہیں، وہ یہ کہ اطبا کا اس پر اتفاق ہے کہ جب تک توافق انزالین نہ ہو حمل نہیں قرار پاتا۔ اگرچہ زوجین دونوں تندرست اور قوی ہوں اسی طرح اگرچہ شیخ اور طالب دونوں صالح ہوں لیکن باہم توافق طبائع نہ ہو تو پھر تعلق ہی عبث ہے اور اس کا قطع کر دینا ہی مناسب ہے کیونکہ اجتماع بلا تناسب نہ صرف غیر مفید بلکہ موجب تشویش جانبین ہوتا ہے

یہ بھی فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ کسی خاص شیخ سے عدم مناسبت طالب کے نقص ہی کی دلیل ہے کیونکہ طبائع فطری مختلف ہوتی ہیں بعض کو کسی سے مناسبت ہوتی ہے بعض کو کسی سے لیکن ہر حال میں مدار نفع مناسبت ہی پر ہے۔ اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ مختلف الطبائع پیر اور مرید دونوں کی استعدادیں اپنی اپنی جگہ کامل ہوں اور دونوں متقی ہوں لیکن پھر بھی بوجہ عدم تناسب طبائع ان کا اجتماع موجب تشویش جانبین ہو جاوے۔

(۸۳) علامت مناسبت شیخ و مرید اور تردد و خطرہ کا فرق

فرمایا کہ بعضوں نے مجھ سے سوال کیا کہ شیخ کے ساتھ مناسبت ہونے نہ ہونے کی علامت کیا ہے تو میں نے ان سے کہا کہ گو یہ امر ذوقی ہے لیکن میں الفاظ میں اس کی تعبیر کئے دیتا ہوں مناسبت کی علامت یہ ہے کہ شیخ کے کسی قول یا فعل پر اس کے (شیخ کے) خلاف طالب کے قلب میں کوئی اعتراض یا شبہ جزم یا تردد (یعنی احتمال صحت جانبین کے ساتھ) پیدا نہ ہو خطرہ کا جس میں جانب مخالف کے بطلان کا تیقن ہوتا ہے اعتبار نہیں یہاں تک کہ اگر اس کے

کسی قول یا فعل کی تاویل بھی سمجھ میں نہ آوے (کیونکہ اول تاویل ہی کرنی چاہیئے) تب بھی دل میں اس کی طرف سے انکار پیدا نہ ہو، بلکہ اپنے آپ کو یوں سمجھائے کہ آخر یہ بھی تو بشر ہی ہے اگر اسکا کوئی قول یا فعل گناہ بھی ہو تب بھی کیا ہوا توبہ سے یا محض فضل سے اس کی معافی ہو سکتی ہے۔

(۸۴) عدم مناسبت کے وقت کا دستور العمل

فرمایا کہ اگر شیخ کے خلاف اعتراضات اور شبہات پیدا ہوتے ہوں تو سمجھے کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں اور اس کو بلا اس کی دل آزاری کیے چھوڑ دے کیونکہ نفع کا مدار یکسوئی اور شیخ کے ساتھ حسن اعتقاد پر ہے اور اعتراضات اور شبہات کی صورت میں کہاں بہذا اس کو چھوڑ دینا مناسب ہے لیکن گستاخی عمر بھر نہ کرے کیونکہ اول اول راہ پر تو اسی نے ڈالا ہی اور اس معنی کر وہ محسن ہے یہاں تک کہ اگر وہ ایسے امور کا بھی مرتکب ہو جو بظاہر خلاف سنت ہوں لیکن اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو خواہ بعید ہی سہی پھر بھی گستاخی نہ کرے۔

(۸۵) طریقہ نجات ایسے شخص کا جس کو کسی سے بھی مناسبت نہ ہو

فرمایا کہ ایسا شخص جس کو کسی سے مناسبت نہ ہو ضروری احکام کا علم حاصل کرتا رہے خواہ مطالعہ سے خواہ اہل علم سے پوچھ پوچھ کر اور سیدھے سیدھے نماز روزہ کرتا رہے اور جو امراض نفس اس کو اپنے اندر محسوس ہوں ان کا علاج جہاں تک ہو سکے اپنی سمجھ کے مطابق بطور خود کرتا رہے اور جو موٹے موٹے گناہ ہیں ان سے بچتا رہے اور بقیہ سے استغفار کرتا رہے اور دعا بھی کرتا رہے کہ اے اللہ ان کا بھی مجھے احساس ہونے لگے اور ان کے معالجات بھی میری سمجھ میں آنے لگیں، اگر مجھ میں سمجھنے کی استعداد نہ ہو تو بلا اسباب ہی محض اپنے فضل سے ان عیوب کی اصلاح کر دے۔ اس سے زیادہ کا وہ مکلف نہیں۔

(۸۶) فرمایا کہ قوت فکریہ ہی سے تو انسان انسان ہے۔ انسان اور حیوانوں میں بس یہی تو فرق ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوت فکریہ عطا فرمائی ہے اور حیوان کو نہیں۔ انسان کو احتمالات سوجھتے ہیں اور حیوان کو نہیں۔ علماء نے تو انسان کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک حیوان ناطق ہے لیکن میرے نزدیک انسان کی یہ تعریف ہونی چاہیئے کہ وہ ایک حیوان متفکر ہے۔ غرض جو انسان اپنی قوت فکریہ سے کام نہ لے اور احتمالات نہ سوچے وہ انسان نہیں حیوان بصورت انسان ہے جیسے بن مانس اور جل مانس ہوتے ہیں۔

(۸۷) اُستاد کی عظمت ہونی چاہیئے افعال و اعمال میں آزادی نہ ہونی چاہیئے

ایک طالب علم جو پانی پت سے خانقاہ میں قرآن کی تعلیم کے لیئے آیا تھا اس سے فرمایا کہ اپنے اُستاد سے اجازت لے کر آئے ہو؟ اُن کو ناراض کر کے تو نہیں آئے؟ کہا ان سے اجازت لے کر آیا ہوں، فرمایا کہ ان کی اجازت کا خط منگوا سکتے ہو؟ کہا جی ہاں منگوا سکتا ہوں، فرمایا اچھا ان کا خط اس مضمون کا کہ ہاں یہ میری اجازت سے گئے ہیں منگوا دو۔ پھر فرمایا کہ اُستاد کی اجازت اس لیئے منگوائی ہے کہ اپنے افعال و اعمال میں آزاد نہ ہوں جو کام کریں اپنے بڑوں سے پوچھ پوچھ کر کریں، نیز اساتذہ کی عظمت بھی قلب میں پیدا ہو۔

(۸۸) تقریر پر تاثیر معالجہ میں ایک سالک مبتلائے قلت فکر و اعجاب نفس کے

ایک صاحب نے جن کو حضرت والا سے پُرانا تعلق تھا حاضر خانقاہ ہو کر بذریعہ عریضہ عرض کیا کہ میں نے مواعظ کا بھی مطالعہ کیا، رسالہ تبلیغ دین بھی دیکھا لیکن مجھے تو اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے ہیں اس غرض سے کہ مجھے اپنے عیوب نظر آئیں حضرت کی خدمت میں رہنا بھی چاہتا ہوں لیکن بال بچوں کا نفقہ میرے ذمہ واجب ہے اور میں مزدوری پیشہ آدمی ہوں اس لیئے قیام کی صورت بھی مشکل معلوم ہوتی ہے۔

(۱) اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ میرے پاس رہنے سے تو کوئی زائد بات پیدا نہ ہوگی کیونکہ مجھ کو تو کسی کے عیوب کی تلاش نہیں اور تم کو اپنے عیوب نظر آتے نہیں، تو ایسی حالت میں رہنا نہ رہنا برابر ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ جب تمھیں اپنے عیوب نظر ہی نہیں آتے تو تم معذور ہو بس دعا کیا کرو۔

(۲) اس تحریری جواب کے بعد جب صبح کی مجلس منعقد ہوئی تو حضرت والا نے سب کے سامنے ان کو اس کہنے پر کہ مجھے اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے جس کا منشاء قرائن قویہ سے قلت فکر و اعجاب نفس معلوم ہوا، زبانی سخت زجر و توبیخ فرمائی اور ایسی ڈانٹ بتائی کہ ہوش درست ہو گئے اور دماغ صحیح ہو گیا، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

خلاصہ تقریر پر تاثیر۔ فرمایا کہ حیرت ہے تمھیں اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے حالانکہ واللہ اگر آدمی کی حس صحیح ہو تو گناہ تو گناہ اس کو تو اپنی طاعات بھی معاصی نظر آنے لگیں، پھر نہایت

خوشی کے ساتھ تین بار قسم کھا کر فرمایا کہ مجھ کو تو اپنی نماز اپنے روزے اور اپنے ہر عمل بلکہ اپنے ایمان تک میں شبہ عدم خلوص کا رہتا ہے۔ اور ہم لوگ تو کیا چیز ہیں صحابہؓ سے بڑھ کر کون مخلص ہوگا۔

حدیث میں وارد ہے کہ اصحاب بدر میں سے ستّر حضرات ایسے تھے جن کو اپنے اوپر نفاق کا شبہ تھا کہ کہیں ہم منافق تو نہیں۔ حضراتِ صحابہؓ کی تو یہ حالت اور ان حضرات کو اپنے اندر کوئی عیب ہی نظر نہیں آتا، کیا ٹھکانہ ہے اس بے حسی کا۔ اس پر انھوں نے عرض کیا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ میرے اندر عیب ہیں لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کیا ہیں۔ فرمایا کہ سبحان اللہ اس کی تو ایسی مثال ہوئی کہ یہ معلوم ہے کہ میرے جسم میں درد ہو رہا ہے لیکن یہ پتہ نہیں کہ کہاں ہو رہا ہے اور کس قسم کا درد ہے آیا پیٹ کا درد ہے یا سر کا یا ہاتھ پاؤں کا۔ یہ کیا حماقت کی بات کہی، جس کو درد کا احساس ہو رہا ہوگا کیا اس کو یہ پتہ نہ چلے گا کہ کہاں ہو رہا ہے یہ تو بے حسی سے بھی بڑھ کر ہے یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو تمہارے پرچے کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ جب تمھیں اپنے عیب ہی نظر نہیں آتے تو تم معذور ہو یہ تو علیٰ سبیل التسلیم محض لطیفہ کا جواب

نری کتابیں دیکھنے سے عیوب نظر نہیں آتے

یہ بھی فرمایا کہ تم نے جو مجھ کو یہ لکھا ہے کہ میں نے مواعظ کا بھی مطالعہ کیا رسالہ تبلیغ دین بھی دیکھا لیکن پھر بھی اپنے عیب نظر نہیں آتے تو عیب کہیں محض مطالعہ سے نظر آیا کرتے ہیں نری کتابوں کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ ان کتابوں کا اثر نہ لیا جاوے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے پریس میں قرآن شریف بھی چھپتا ہے۔ حدیث شریف بھی چھپتی ہے لیکن اس پریس پر سوائے اس کے کہ محض نقوش مرتسم ہو جائیں معانی کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا اگر کسی کو اپنے اوپر مسلط کر لیا جائے کہ جو عیب دیکھے متنبہ کر دیا کرے تو یہ بھی کلیۃً کافی نہیں کیونکہ اکثر تو یہ ہی ہے کہ اگر وہ محب ہوا تو اس کو عیب بھی نظر نہ آئیں گے اور اگر معاند ہوا اس کو ہنر بھی عیب نظر آئیں گے۔

مراقبہ نافع برائے دفع قلت فکر و اعجاب نفس

پھر فرمایا کہ کسی کو اپنے افعال و احوال پر ناز ہو اور ان میں کوئی نقص ہی نظر نہ آتا ہو تو ذرا یہ مراقبہ کر کے تو دیکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں اور وہ میرے سارے افعال و احوال کو دیکھ رہے ہیں اور پھر یہ غور کرے کہ آیا میرے سارے افعال و احوال

ایسے ہیں کہ ان کو بلا تردد اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت اس کو اپنے اعمال کی حقیقت نظر آجائے۔ واللہ پھر ایک بھی ایسا نکل نہ سکے جو دربار خداوندی میں پیش کیے جانے کے قابل ہو۔ ایک نماز ہی کو دیکھ لیجیے کہ ہم لوگ اس کا کیا حق ادا کر رہے ہیں اس خشوع وخضوع کو تو جانے دیجیے جس میں کچھ دشواری ہے جس استحضار میں کوئی دشواری نہیں اس میں بھی تو ہم لوگ کوتاہی کرتے ہیں۔ پھر آخر میں ان سے فرمایا کہ اب تمھیں نہ کبھی حالات کا خط لکھنے کی اجازت ہے نہ یہاں آنے کی جب تک تمھیں اپنے عیب نظر نہ آنے لگیں۔ اور عیب بھی ایک دو نہیں بلکہ بہت زیادہ تعداد میں۔ گو جب معالجہ چاہو گے تو اس میں ایک ہی ایک عیب کا علاج بتاؤں گا لیکن علاج جب شروع کروں گا جب ایسے بہت سے عیوب کی فہرست اور تفصیل لکھو گے اس درمیان میں بس صرف دریافت اور طلب دعا کے لیے خط لکھنے کی اجازت ہے اور کسی تعلق کی اجازت نہیں۔

نتیجۂ تقریر۔ پھر ان صاحب نے لکھا کہ گذارش یہ ہے کہ جس روز سے تھانہ بھون سے آیا ہوں اس روز سے برابر غور وفکر کے ساتھ ہر کام میں اپنے نفس کے ساتھ محاسبہ کر رہا ہوں اور جس مراقبہ کو مجلس مبارک میں ذکر فرمایا تھا کہ یوں سوچے کہ یہ کام یا یہ بات حق تعالیٰ کے سامنے ہوں تو کر سکتا ہوں یا نہیں۔ تو اس مراقبہ سے معلوم ہوا کہ میری جتنی باتیں اور کام ہیں سب بے کار ہیں میری کوئی بات اور میرا کوئی کام اس قابل نہیں کہ باری تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ پہلے سے جو اپنی غلطیاں نظر نہیں آتی تھیں تو اس کی وجہ محض بے پروائی اور بے توجہی تھی۔ اس تنبیہ کے قبل میں اپنے قلب کو مثل ایک صندوقچی کے سمجھتا تھا جس پر وارنش کیا ہوا اور جس کے اندر عجیب عجیب اشیاء رکھی ہوں مگر جناب کی تنبیہ کے بعد جواب اس صندوقچی کو کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے اندر گوہ در گوہ ہو رہا ہے لہٰذا حقیر نے اپنے پہلے خیال سے کہ مجھ کو اپنا کوئی عیب نظر ہی نہیں آتا تھا توبہ کی اور حضور کی تنبیہ کا یہ اثر ہوا کہ اب مجھ کو اپنے عیوب اس قدر صاف نظر آنے لگے کہ میں اپنے عیوب پر بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں اور اب اس کی اجازت چاہتا ہوں کہ میں اپنے عیوب پیش کر کے ان کے علاج دریافت کروں جس پر یہ جواب حضرت والا کا گیا۔ مبارک ہو یہ گوہ خاکساری کی خاک سے مل کر کھاد کا کام دے گا اور ایسی اجناس پیدا ہوں گی کہ روحانی غذا پیدا ہو جاویں گی۔ دعا کرتا ہوں اور عیب پیش کرنے کی

اجازت دیتا ہوں مگر ایک خط میں ایک بات سے زیادہ نہ ہو۔

(۸۹) پند از لطائف ذخیرۂ حقائق

۱۔ ایک طالب نے عبادت میں کسل و سستی کا علاج پوچھا، تحریر فرمایا کہ سستی کا علاج چستی ہے۔

۲۔ ایک طالب نے غلبۂ خشیت میں لکھا مجھے سخت خطرہ ہے، تحریر فرمایا کہ یہ خطرہ بحرِ معرفت کا قطرہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر دریا کرے۔

۳۔ حضرت خواجہ صاحب نے ایک عریضہ میں کسی باطنی پریشانی کے سلسلہ میں لکھا تھا کہ سخت الجھن ہوتی ہے اس پر فرمایا کہ یہ الجھن مقدمہ ہے سلجھن کا اِنَّ مَعَ العُسْرِ یُسْرًا ع چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بیں۔

۴۔ فرمایا کہ یہ امر بسہولت یاد رکھنے کے لئے کہ شیخ کے ساتھ طالب کو کیا معاملہ رکھنا چاہیئے۔ بس ان ہم قافیہ الفاظ کو یاد رکھے۔ اطلاع اور اتباع، اعتقاد و انقیاد

۵۔ ایک بار فرمایا کہ اس طریق میں خود رائی نہ کرے بلکہ خود کو رائی کرے یعنی اپنے کو حقیر و ذلیل سمجھے۔

۶۔ ایک صاحب کو خیال ہو گیا تھا کہ وہ ابدال ہو گئے۔ فرمایا کہ ہاں پہلے گوشت تھے اب دال ہو گئے یعنی اس عجب سے وہ گھٹ گئے۔

۷۔ شملہ کے سفر کے بعد وہاں کی برائیاں جو غالب ہیں بیان فرما کر فرمایا کہ ہم تو سنا کرتے تھے کہ شملہ بمقدار علم ہو گا (یعنی اچھی جگہ ہو گی) لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ شملہ بمقدار جہل ہے (یعنی بری جگہ ہے)

۸۔ ایک طالب کا خط فضول مضمون سے لبریز تھا اور آخر میں لکھا تھا کہ مضمون طویل ہونے سے تکلیف ضرور ہوئی ہو گی۔ معاف فرمائیں۔ حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ طویل ہونے سے تو تکلیف نہیں ہوئی مگر لاطائل ہونے سے ہوئی۔

۹۔ فرمایا کہ آج کل لوگوں کی مال پر تو نظر ہے مآل پر نہیں۔

۱۰۔ فرمایا کہ درستی تو درشتی ہی سے ہوتی ہے۔

۱۱۔ ایک بار کسی سے اظہارِ خفگی کے وقت فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں اور بشر بھی وہ جس میں باجارّہ ہے فاکلمہ نہیں۔

۱۲۔ فرمایا کہ آجکل کے اکثر مدعیانِ توکل اہل توکل کیا اہل تاکل ہیں۔

۱۳۔ فرمایا کہ آجکل بعض طلباء کی دستار بندی تو ہو جاتی ہے لیکن ان میں دس تار تو کیا ایک تار بھی علم و عقل کا نہیں ہوتا

۱۴۔ فرمایا کہ محبت کی عینک خوردبین کی خاصیت رکھتی ہے جس سے چھوٹی چیزیں بھی بڑی نظر آنے لگتی ہیں۔ اور جس طرح ایک محبت کی خوردبین ہوتی ہے جس سے چھوٹا ہنر بڑا نظر آتا ہے اسی طرح ایک نظر خوردہ بین بھی ہوتی ہے جس سے چھوٹا عیب بھی بڑا دکھائی دیتا ہے۔

۱۵۔ منصب افتاء کی ذمہ داریوں کا تذکرہ تھا فرمایا مفتی ہونا بھی قیمتی کا کام ہے مفتی کا نہیں۔

(۹۰) فرمایا کہ طالبین اصلاح کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کا مشورہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ مسہل طلب مرض کا مفرحات سے علاج کرو، یا جس دنبل کے اندر مادہ فاسدہ بھرا ہوا ہو اور اپریشن کی ضرورت ہو وہاں یہ کہا جاوے کہ نہیں صرف اوپر ہی اوپر مرہم لگادو۔ پھر وہ مادہ فاسدہ اندر ہی اندر پھیل کر سارے جسم کو سڑا دے۔

(۹۱) فرمایا کہ سیاست کی اس طریق ہی میں کیا ہر جگہ ضرورت پڑتی ہے چنانچہ میانجیوں کا اپنے اپنے شاگردوں کو اور ماں باپ کو اپنی اولاد کو تادیب کے لیے مارنا پیٹنا اور حاکموں کا اپنے محکومین مجرمین کو سزائیں دینا۔ اور محض فہمائش کو کافی نہ سمجھنا عام طور پر بلا نکیر معمول ہے۔

(۹۲) مرض بدنظری کا ایک علاج

ایک مجاز مخصوص مبتلائے مرض بدنظری کا علاج یوں فرمایا کہ جب ایسی کوتاہی ہو دو مہینے تک میرے پاس خط بھیجنے کی اجازت نہیں۔ اور ہر بار کی میعاد جداگانہ شروع ہوگی مثلاً اگر ایک ہی دن میں چھ بار ایسی کوتاہی ہوگئی تو سال بھر تک خط و کتابت بند چونکہ خط و کتابت کی ممانعت بوجہ خصوصیت تعلق بغایت شاق تھی اس لیے انھوں نے یہ تہیہ کر لیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کبھی ایک مرتبہ بھی اس سزا کی نوبت نہ آنے دیجاوے گی چنانچہ جس جرم کا ترک محال نظر آرہا تھا اس ممانعت کے بعد اس کا ارتکاب محال نظر آنے لگا اور اتنے بڑے اور پرانے مرض کا ایسا آسانی کے ساتھ استیصال کلی ہو گیا۔

(۹۳) صفتِ سیاست کی تائید ایک حدیث سے اور اس کی توضیح

عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ عمر یقول الحق وان کان مراً ترکہ الحق وماله من صدیق۔ اللہ تعالیٰ رحمت (خاص) نازل فرماوے عمرؓ پر وہ حق بات کہدیتے ہیں اگرچہ کسی کو عقلاً یا کسی کو طبعاً تلخ (و ناگوار) معلوم ہو (یعنی ان میں یہ صفت ایک خاص درجہ میں غالب ہے۔ اس درجہ کی حق گوئی نے ان کی یہ حالت کردی کہ ان کا کوئی (اس درجہ کا) دوست نہیں رہا (جیسا تسامح و رعایت کی حالت میں ہوتا ہے)۔

ف۔ ترجمہ کے درمیان توضیحات سے تین شبہے رفع ہوگئے۔ ایک یہ کہ کیا دوسرے حضراتِ صحابہؓ میں یہ صفت حق گوئی کی نہ تھی۔ دوسرا شبہ یہ کہ کیا حضرت عمرؓ کا کوئی دوست نہ تھا۔ تیسرا شبہ یہ کہ کیا اس مجمع خیر میں حق بات کے تلخ سمجھنے والے موجود تھے

اول شبہ کا جواب یہ ہے کہ اصل صفت سب صحابہؓ میں مشترک تھی لیکن یہ اختصاص غلبہ کے ایک خاص درجہ کے اعتبار سے ہے اور یہی توجیہ ہے خاص خاص حضرات کے لئے خاص خاص فضائل کا حکم فرمانے کی۔ اور اس غلبہ کا مصداق یہ ہے کہ حق کے درجات متفاوت ہوتے ہیں۔ ایک درجہ یہ ہے کہ اس کا اظہار واجب ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اولیٰ یا مباح ہوتا ہے۔ سو پہلا درجہ تو سب صحابہؓ میں بلکہ سب اہلِ حق میں مشترک ہے اور دوسرے درجہ کے اعتبار سے بزرگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں بعض مروت یا تسامح کو مصلحت پر ترجیح دے کر سکوت فرماتے ہیں بعض مصلحت کو مروت پر ترجیح دیکر کہہ ڈالتے ہیں۔ پہلا درجہ نفس انصاف کا ہے اور دوسرا درجہ غلبہ کا ہے۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ دوستوں کے ایک خاص درجہ کی نفی مقصود ہے یعنی اگر حضرت عمرؓ مروت کو مصلحت پر غالب رکھ کر طرح دے جاتے تو اس حالت میں ان کے جیسے دوست ہوتے ویسے اب نہیں رہتے۔

تیسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ طبعی تلخی و ناگواری اور اس کے مقتضا پر عمل نہ ہونا یہ خیریت کے منافی نہیں۔ باقی ایسے لوگ بھی ہر زمانہ میں ہوتے ہیں جن کو عقلی تلخی بھی ہوتی ہے اگرچہ اس وقت ایسے اقل قلیل تھے

(۹۴) کوئی حدیث کی کتاب دیکھئے اس میں جہاں اور ابواب ہیں وہاں کتاب الحدود، کتاب القصاص، کتاب التعزیرات بھی ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہیں کہ ضرورت کے مواقع پر سیاست کا استعمال اور جرائم کے ارتکاب پر سزاؤں کی تنفید کی جاوے۔

(۹۵) اپنے نفس کے ساتھ ہمیشہ سوءِ ظن رکھنا چاہیئے

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت والا اپنے نفس کے ساتھ ہمیشہ سوءِ ظن رکھتے ہیں اور گو مواقع ضرورت و مصلحت میں سیاست کا استعمال فرماتے ہیں لیکن ہر واقعہ کے بعد بار بار اظہار افسوس و ندامت بھی حالاً و قالاً و عملاً فرماتے ہیں یہاں تک کہ بعض مرتبہ تو اسی رنج و افسوس میں رات رات بھر نیند نہیں آئی اور بعض مواقع پر حضرت والا کو معافی مانگتے ہوئے اور بعض صورتوں میں مالی تدارک فرماتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ اور یہ تو ہمیشہ دیکھا بلکہ اس کا خود بھی ذاتی تجربہ کیا کہ حضرت والا کی خفگی مفتاح عنایات و توجہات و دعوات خاصہ زائدہ ہو جاتی ہے اور اسی سوءِ ظن بنفسہ کی وجہ سے حضرت والا نے معترضین کے مقابلہ میں کبھی رد کی کوشش نہیں فرمائی بلکہ انکے اعتراضوں پر بھی بالخصوص جہاں مظنہ نیک نیتی کا تھا اس نیت سے نظر ثانی فرمائی کہ اگر ان اعتراضات میں کوئی امر واقعی قابل قبول ہو تو اس کو قبول کر کے اس پر عمل کیا جاوے۔

(۹۶) بعض اعتبارات سے بے ادبی شیخ کی زیادہ مضر ہے معصیت سے اور اس کی وجہ

فرمایا کہ اہل اللہ کے دل دکھانے والے اور ان کے ستانے والوں کا اکثر یہی انجام ہوتا ہے کہ وہ مبتلائے آلام و مصائب ظاہری و باطنی کر دیئے جاتے ہیں جس کا بعض اوقات خود ان کو بھی احساس ہونے لگتا ہے اور پھر ان میں سے بعض متنبہ ہو کر تائب بھی ہو جاتے ہیں بالخصوص تعلق ارادت قائم کر لینے کے بعد پھر گستاخی اور بے ادبی کرنا تو خاص طور سے زیادہ موجب وبال ہوتا ہے۔ چنانچہ اس تعلق میں بعض اعتبارات سے معصیت اتنی مضر نہیں جتنی بے ادبی مضر ہو جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ معصیت کا تعلق تو حق تعالیٰ کی ہے اور چونکہ وہ تاثیر و انفعال سے پاک ہیں اس لئے توبہ سے فوراً معافی ہو جاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ویسا ہی تعلق پیدا ہو جاتا ہے بخلاف اس کے بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے اور وہ چونکہ بشر ہے اس لئے طالب کی بے ادبی سے اس کے قلب میں کدورت پیدا ہو جاتی

ہے جو مانع ہو جاتی ہے تعدیہ فیض سے۔

(۹۷) شیخ کے قلب کا تکدّر طالب کے قلب کو تیرہ و مکدّر کر دیتا ہے

حضرت والا نے حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک مثال بیان فرمائی کہ اگر کسی چھت کی میزاب کے مخرج میں مٹی ٹھونس دی جاوے تو جب آسمان سے پانی برسے گا تو گو وہ چھت پر تو نہایت صاف و شفاف حالت میں آئے گا لیکن جب میزاب میں ہو کر نیچے پہونچے گا تو بالکل گندلا اور میلا ہو کر۔ اسی طرح شیخ کے قلب پر جو ملاء اعلیٰ سے فیوض و انوار نازل ہوتے رہتے ہیں ان کا تعدیہ ایسے طالب کے قلب پر جس نے شیخ کے قلب کو مکدّر کر رکھا ہے مکدّر صورت ہی میں ہوتا ہے جس سے طالب کا قلب بجائے منور و مصفا ہونے کے تیرہ و مکدّر ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۹۸) تکدّر شیخ طالب کے داعیہ عمل کا مفوت ہے اور دنیوی وبال کا لانے والا ہے

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے شیخ کے قلب کو مکدّر کرنے اور مکدّر رکھنے کا طالب پر یہ وبال ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں جمعیتِ قلب کبھی میسّر نہیں ہوتی اور وہ عمر بھر پریشان ہی رہتا ہے لیکن چونکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر فعل موجب تکدّر شیخ معصیت ہی ہو اس لئے ایسی صورت میں اس فعل سے براہ راست تو کوئی دینی ضرر نہیں پہونچتا لیکن بواسطہ وہ اکثر سبب ہو جاتا ہے دینی ضرر کا بھی جس کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ اول شیخ کے قلب کا تکدّر سبب ہوتا ہے طالب کے انشراحِ قلبی کے زوال کا اور پھر یہ عدم انشراح اکثر سبب ہو جاتا ہے کوتاہی اعمال کا اور پھر یہ کوتاہی اعمال سبب ہو جاتی ہے دینی اور اُخروی وبال کا۔ گو عدم انشراح کی حالت میں بھی اگر وہ اپنے اختیار اور ہمت سے برابر کام لیتا رہے اور اعمالِ صالحہ کو بہ تکلف جاری رکھے تو پھر کوئی بھی دینی ضرر نہ پہنچے۔ لیکن اکثر یہی ہوتا ہے کہ انشراح کے فوت ہو جانے سے اعمال میں بھی کوتاہیاں ہونے لگتی ہیں اور اس طرح بواسطہ دینی ضرر کا بھی اکثر تحقق ہو ہی جاتا ہے کیونکہ جو داعیہ عادیہ تھا یعنی انشراح وہ تو جاتا رہا اور بلا داعیہ اکثر کو عمل بہت دشوار ہوتا ہے۔

(۹۹) حکم بالا متعقد فیہ میں ہے

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ گو میں خود کوئی چیز نہیں لیکن جب کسی نے کسی شخص کو اپنا

معتقد فیہ بنا لیا اور پھر بلا وجہ اس کے ساتھ خلافِ اعتقاد معاملہ کرکے اس کو مکدر کر دیا تو اس صورت میں بھی ویسی مضرتیں پہنچیں گی جیسی کاملین و مقبولین کو مکدر کرنے سے پہنچتی ہیں

(۱۰۰) عرفی اخلاق مانع خدمات دینیہ ہے

حضرت والا نے اکثر فرمایا کہ اگر میرے یہاں عرفی اخلاق ہوتے تو اس قدر ہجوم ہوتا کہ جو کچھ میں نے دینی خدمت کی ہے اور کر رہا ہوں وہ ہرگز ممکن نہ ہوتی نیز اس ہڑبونگ میں آنے والوں کو کوئی موقع ہی خاص نفع حاصل کرنے کا نہ مل سکتا۔ نیز مخلصین وغیر مخلصین میں بالکل امتیاز نہ رہتا۔ اب جتنے ہیں بفضلہ تعالیٰ وہ قابلِ اطمینان تو ہیں کیونکہ ایسا ویسا تو میرے یہاں ٹھہر ہی نہیں سکتا۔

(۱۰۱) رخصت کے وقت حضرت والا کی بشاشت و سیاست

اکثر دیکھا گیا کہ حضرتِ والا رخصت کرتے وقت بہت بشاشت کے ساتھ پیش آتے ہیں بجز ان مواقع کے جن میں سیاست کا مقتضا اس کے خلاف ہو۔ ایسے مواقع پر تو رخصت کے وقت بالقصد یاد دلاتے ہیں کہ دیکھو تم مجھ کو اپنی حرکتوں سے اذیت دیکر جا رہے ہو اس کو یاد رکھنا تاکہ آئندہ کسی کو نہ ستاؤ۔

(۱۰۲) حضرتِ والا کو بارہا فرماتے ہوئے سنا کہ نیک کاموں میں دل کے چاہنے نہ چاہنے پر مدار کار نہ رکھنا چاہیئے۔ ہمت اور اختیار سے کام لینا چاہیئے۔

(۱۰۳) سفر میں شیخ کی معیت معین اصلاح ہے اور مورث مناسبت

فرمایا کہ اگر موقع ملے تو طالب کو کبھی کبھی شیخ کے ساتھ سفر بھی کرنا چاہیئے کیونکہ سفر میں زیادہ معیت رہتی ہے اور مختلف قسم کے سابقے پڑتے ہیں جس سے دل کھل جاتا ہے اور دل جاتا ہے اور باہم مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مناسبت ہی پر فیض کا دارومدار ہے۔ نیز ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ معیت سفر اصلاح میں بہت معین ہوتی ہے کیونکہ سفر میں شیخ کو طالب کے مختلف قسم کے حالات و معاملات کے مشاہدہ کا موقع ملتا ہے جن پر وہ روک ٹوک کر سکتا ہے۔ یہ موقع حضر میں مستبعد ہے۔ اسی طرح سے طالب کو بھی شیخ کے بعض ایسے معاملات سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے جس کا اتفاق حضر میں نہیں ہوتا۔

(۱۰۴) اگر ہجوم وساوس کی یا محض میلان الی المعاصی بلا عمل و عزم عمل کی شکایت کرتا ہے

توسب سے پہلے حضرت والا یہی ضابطہ کا سوال فرماتے ہیں کہ اس میں دینی ضرر کیا ہے۔

(۱۰۵) بقائے فیض کی شرط بعد تکمیل

فرمایا کہ تکمیل کے بعد بھی بقائے فیض کی شرط یہ ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ عمر بھر اعتقاد اور امتنان کا تعلق قائم رکھا جاوے ہاں تکمیل کے بعد تعلیم کی حالت البتہ نہیں رہتی۔

(۱۰۶) فرمایا کہ کسی کیفیت کا طاری ہونا اور چندے جاری رہنا یہ بھی بسا غنیمت ہے ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل اور ایمان ہے۔ باقی سب میں آمد و رفت لگی رہتی ہے۔

(۱۰۷) تعلق مع اللہ سرمایہ تسلی ہے

حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار احقر حضرت والا سے رخصت ہوتے وقت بہت دلگیر ہونے لگا تو نہایت شفقت کے لہجہ میں فرمایا کہ دلگیر ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ الحمد للہ سرمایہ تسلی ہر وقت پاس ہے یعنی تعلق مع اللہ۔

(۱۰۸) حضرت خواجہ صاحب کا شعر ہے ؂

بتایا ہے جو گُر حضرت نے استحضار و ہمت کا ٭ عجب یہ نسخہ اکسیر ہے اصلاح امت کا

واقعی اگر اپنے عیوب کا استحضار رکھا جاوے اور وقت پر ہمت سے کام لیا جاوے تو کسی گناہ کا صدور ہی نہ ہو۔ اور ہمت کے متعلق حضرت والا نے فرمایا جس ہمت کے بعد کامیابی نہ ہو وہ ہمت ہی نہیں بلکہ ہمت کی محض نیت ہے۔

ف: سبحان اللہ ہمت کی کیا نفیس اور قابل استحضار حقیقت ظاہر فرمائی۔

(۱۰۹) معمولات کی پابندی بڑی رحمت ہے

ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات تو بفضلہ تعالیٰ جاری ہیں لیکن قلب میں فرحت نہیں پیدا ہوتی، الخ تحریر فرمایا کہ خدا کا شکر کیجئے رحمت تو ہے، فرحت نہیں ہے نہ سہی فرحت تو محض اس کی لونڈی ہے انشاء اللہ وہ بھی اپنی باری میں حاضر ہو جاوے گی۔

(۱۱۰) غلبہ ذکر مزیل خیالات فاسدہ ہے

ایک بی بی نے شکایت کی کہ دوران ذکر میں ادھر اُدھر کے فضول خیالات بہت پریشان کرتے ہیں فرمایا کہ ایسے خیالات کا کچھ غم نہ کریں بلکہ مباح خیالات کو غنیمت سمجھیں کیونکہ وہ وقایہ ہو جاتے ہیں معاصی کے خیالات کے۔ اگر ان سے دل بالکل خالی ہو جاوے تو پھر معاصی کے خیالات آنے لگیں۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کا غلبہ نصیب

فرمائیں گے تب یہ بھی جاتے رہیں گے۔

(۱۱۱) محبت اقرب طریق وصول ہے

فرمایا کہ سالک کو تسلّی دینے سے جس قدر سلوک طے ہوتا ہے کسی سے نہیں ہوتا کیونکہ اس سے حق تعالیٰ کے ساتھ محبت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور محبت ہی اقرب طریق ہے اسی لیے مجھ کو بڑا اہتمام رہتا ہے کہ طالبین کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی جاوے۔

(۱۱۲) جس کے سر پر اللہ ہو اُس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے

ایک صاحب سے جو وساوس سے سخت پریشان تھے مفصل مضامین تسلی بیان کر کے فرمایا کہ میاں بھلا جس کے سر پر اللہ ہو پھر اس کو کیا فکر، شیطان اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ ع دشمن اگر قوی ست نگہباں قوی تر است خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انہ لیس لہ سلطان علی الذین اٰمنوا وعلیٰ ربہم یتوکلون۔

(۱۱۳) کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن

ایک مخلص دیندار نے مدرسہ دیوبند کے موجودہ فتنہ وفساد کے سلسلہ میں بعض علماء و ممبران مدرسہ کے خلاف بدظنی کے وساوس پیدا ہونے کی بہت طویل داستان لکھی کہ چونکہ ان سب حضرات سے بوجہ خاص دیوبندی خیال اور سلسلہ امدادیہ میں داخل ہونے کے پختہ عقیدتمندی ہے اس لیے کسی صاحب کی طرف سے بھی بدگمانی کا خیال نہیں ہو سکتا اور گو یہ سیہ کار اس قابل کہاں جو بزرگانِ دین کی رائے اور مصلحت میں دخل دے سکے لیکن میرا ناقص خیال جس طرف یقین کے ساتھ جھکتا ہے اس طرف سے ہٹنا دشوار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مجبوری ہے اور سخت خلجان میں ہوں احقر کا اطمینان فرمایا جاوے؟۔

حضرت والا نے اس کا حسبِ ذیل مختصر مگر نہایت تسلّی بخش اور جامع مانع جواب ارقام فرمایا جو یہ ہے کہ آپ نے اپنے دین کی درستی کے لیئے بہت محنت کی انشاء اللہ اس کا اجر ملے گا۔ چونکہ ہر مریض کے لیئے جدا نسخہ نافع ہوتا ہے اس لیئے جو نسخہ آپ کے لیئے نافع ہے لکھتا ہوں وہ یہ ہے سے کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن۔ زبان و قلم و قلب سے سکوت رکھیں پریشانی پر صبر کریں۔ نہ کسی کے معتقد رہیں، نہ کسی سے بداعتقاد، کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایذا، دہ ہیں قیامت میں اس کی پوچھ کچھ بھی آپ سے نہ ہوگی والسلام

(۱۱۴) فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ آخر زمانہ میں دین کا سنبھالنا ایسا مشکل ہو گا جیسا

چنگاری کو ہاتھ میں پکڑنا۔ اس زمانہ میں اگر کوئی ایک عمل نیک کرے گا تو اس کو پچاس عاملوں کا ثواب ملے گا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ امنا او منہم، یعنی ہم میں کے پچاس یا ان میں کے پچاس۔ ارشاد فرمایا منکم یعنی تم میں کے پچاس۔ پھر فرمایا اسی لیے تو میں کہا کرتا ہوں کہ اگر اس وقت کوئی ایک نیک کام کرے تو اس کو پچاس ابوبکرؓ کے برابر ثواب ملتا ہے۔

(۱۱۵) ایک طالب اصلاح نے کشاکش نفس کی شکایت کی تو نہایت شفقت کے ساتھ فرمایا کہ جب دو پہلوانوں میں کشتی ہوتی ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ ایک تو زور لگائے جائے اور دوسرا اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہی ڈال دے اور اپنے مقابل کو خود موقع دیدے کہ وہ آسانی سے اس کو پچھاڑ سکے۔ یہ تو نفس سے کشتی ہے اپنا سارا زور لگانا چاہیے پھر اگر پورا غلبہ نہ حاصل ہو تو کم از کم یہ تو ہو کہ کبھی تم نے اس کو پچھاڑ دیا کبھی اس نے تم کو پچھاڑ دیا۔ لیکن ہمت کسی حال میں نہ ہارنا چاہیے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ یہ بیچارہ اپنا سارا زور لگا رہا ہے تو غلبہ بھی عطا فرماویں گے۔ غرض نہ ہمت ہارنا چاہیے نہ مایوس ہونا چاہیے۔

(۱۱۶) مکتوب ملقب بہ تسہیل الطریق

خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی ہو تو اس کا تو علاج ہی نہیں باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں۔ اختیاری میں ہمت سے کام لیں، اگر کوتاہی ہو جاوے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں۔ اور ہمت کے ساتھ دعاء کا بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ

(۱۱۷) حال۔ ایک صاحب نے لکھا کہ وساوس و خطرات کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے اور وساوس و خطرات بھی وہ کہ شاید کسی دہریہ کو بھی نہ آتے ہوں۔ اس وقت دل چاہتا ہے کہ کسی ترکیب سے خودکشی کر لوں، اس لیے عرض پرداز ہوں کہ خاص توجہ مبذول فرماویں اور دعاء سے امداد فرماویں۔

تحقیق۔ دعاء سے کیا عذر ہے مگر یہ حالت مذموم ہی نہیں جس کو ایسا مہتم بالشان سمجھا جاوے۔ صحابہؓ سے اکمل و افضل تو کسی کی حالت نہ تھی، حدیثوں میں مصرح ہے کہ ان کو ایسے وساوس آتے تھے کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ محبوب سمجھتے تھے، ان کو زبان پر لانے سے اور طبیب کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صریح ایمان کی علامت قرار دیا۔ بس جو امر علامت ایمان ہو اس پر اگر مسرت نہ ہو تو غم کے بھی کوئی معنی نہیں۔

ف۔ حضرت والا جذبات انسانی کے ایسے ماہر اور امراض روحانی کے علاج میں ایسے حاذق ہیں کہ طالب مذکور جو اس درجہ غم میں مبتلا تھے کہ خودکشی پر آمادہ تھے اس کا مشورہ نہیں دیا کہ اس حالت پر مسرور رہوں کیونکہ تکلیف مالا یطاق ہوتی۔ اور مشورہ مفید نہ ہوتا سبحان اللہ حکیم الامت کی یہی شان ہونی چاہیے جس طرح حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ جب کسی کے یہاں کوئی موت ہو جاتی ہے اور وہاں ضرورت وعظ کی ہوتی ہے تو معتد بہ زمانہ گذرنے کے بعد کہتا ہوں ورنہ تازہ غم میں اگر وعظ کہا جاوے تو بالکل بیکار ہو جاوے

(۱۱۸) حال۔ ایک طالب کچھ دن کے لیے مقیم خانقاہ ہوئے تھے۔ انھوں نے کبھی حضرت والا کو کسی گفتگو کے سلسلہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ ارشاد فرماتے سن لیا کہ ایسی ہجرت سے کہ جسم تو مکہ میں ہو اور دل ہندوستان میں یہ اچھا ہے کہ جسم تو ہندوستان میں اور دل مکہ میں ہو۔ اس کو انھوں نے اپنے قیام خانقاہ کی حالت پر منطبق کیا تو بیحد سخت پریشان ہوئے کہ مجھ کو تو بیوی بچے بہت یاد آتے ہیں اور خیال لگا رہتا ہے کہ آج سے گھر جانے کے اتنے دن باقی ہیں۔ اس کی اطلاع انھوں نے حضرت والا کو بذریعہ عریضہ کی اور انا للہ کے ساتھ یہ لکھا کہ کیا اس خیال کی بنا پر بقول ارشاد حاجی صاحبؒ میرا یہاں خانقاہ میں حاضر ہونا ہی اکارت گیا۔

تمنا اور شوق کا باریک فرق مع مثال

تحقیق۔ فرمایا کہ یہ یاد آنا اور خیال لگا رہنا امور طبعیہ اور عیال کے حقوق شرعیہ سے ہے اور محمود ہے۔ جو مرتبہ مذموم ہے وہ یہ ہے کہ ہجرت پر ایک گونہ تاسف ہو کہ میں سب کو چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔ غرض تمنا اور چیز ہے جو مضر ہے اور شوق اور چیز ہے جو مضر نہیں۔ روزہ میں کھانے پینے کا شوق ہوتا ہے کہ کب افطار کا وقت آویگا اور تمنا نہیں ہوتی کہ میں روزہ نہ رکھتا تو اچھا ہوتا۔

(۱۱۹) کشش اور میلان الی المعاصی کا حتمی وتحقیقی علاج

ایک طالب کے شدید میلان الی النساء کی شکایت کے جواب میں تحریر فرمایا کہ کشش اور میلان کا بالکلیہ زائل ہو جانا تو عادۃً ممتنع ہے، البتہ تدبیر سے اس میں ایسا ضعف اور اضمحلال ہو جاتا ہے کہ مقاومت صعب نہیں رہتی۔ اور وہ تدبیر صرف واحد میں منحصر ہے کہ عملاً اس کشش کی مخالفت

کی جاوے، گو کلفت ہو برداشت کی جاوے۔ اسی سبب کسی کو جلد کسی کو دیر میں علی اختلاف الطبائع اس کشش میں ضعف و اضمحلال ہو جاتا ہے اور کف کے لیے قصد و ہمت کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے مگر اس ضعف کے سبب اس قصد میں بسہولت کامیابی ہو جاتی ہے اور اس سے زیادہ توقع رکھنا اُمنیہ محضہ ہے الا ان یکون من الخوارق۔ اس اصل سے تمام فطریات میں کام لینے سے پریشانی ہباءً منثوراً ہو جاتی ہے فتبصر و تشکر۔

(۱۲۰) شوق و اُنس کے آثار کا تفاوت

فرمایا کہ بُعد میں شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور قرب میں اُنس کا۔ شوق میں جوش و خروش ہوتا ہے اور اُنس میں سکون۔

(۱۲۱) ایک مجاہد کی تسلی

ایک صاحب اجازت نے دوران قیام خانقاہ میں اپنے آپ کو کورا سمجھ کر اس کی شکایت لکھی حضرت والا نے ان کی اس عنوان سے تسلی فرمائی کہ آفتاب کے سامنے چاند بے نور معلوم ہوتا ہے مگر در اصل وہ بے نور نہیں ہوتا بلکہ وہ آفتاب سے برابر کسب نور کرتا رہتا ہے۔ البتہ آفتاب کے سامنے اس کو اپنا نور محسوس نہیں ہوتا۔

(۱۲۲) مراقبہ حق تعالیٰ کے حاکم و حکیم ہونے کا بے حد نافع ہے

ایک سخت ناگوار واقعہ پر فرمایا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حاکم و حکیم ہونے کا مراقبہ قلب میں ایسا پختہ کر دیا ہے کہ بڑے سے بڑے حادثہ کے وقت بھی خواہ وہ ظاہر کے متعلق ہو یا باطن کے جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ لاحق نہیں ہوتی۔ بس بفضلہ تعالیٰ یہ اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی۔ حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انھیں پورا اختیار و حق حاصل ہے کہ اپنی مخلوق میں جس وقت چاہیں اور جس قسم کا چاہیں تصرف فرمائیں، ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ کسی کو ذرا بھی مجال چون و چرا نہیں۔ اور حکیم ہونے کی بنا پر اطمینان ہے کہ ان کا تصرف ہوگا، سراسر حکمت ہی ہوگا، پھر پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔

ف: سبحان اللہ کیا اعلیٰ درجہ کا مراقبہ ہے اگر اس کو پختہ کر لیا جاوے تو ظاہری یا باطنی کسی قسم کی بھی پریشانی لاحق نہ ہو۔

(۱۲۳) علاج الخیال

فرمایا کہ ایک سالک مبتلائے امراض باطنہ خیالیہ کو تحریر فرمایا کہ اس کا سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہو اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کی طرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہیے اس کے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آویں ان کا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہو سکتے۔ بس اشتباہ رفع ہو گیا۔ اور اگر بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جاوے تو جب تنبیہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اسی تدبیر استحضار سے کام لیا جاوے۔

(۱۲۴) سب مریدوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کی ضرورت نہیں

حضرت والا نے فرمایا کہ پہلے مدتوں میں اس غلطی میں رہا کہ سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہیے جس کی وجہ سے بہت تنگیاں اٹھائیں لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ حقیقت منکشف فرما دی کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ خود حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معاملہ خصوصیت کا حضرات شیخین کے ساتھ تھا وہ دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نہ تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو اپنی مجلس شریف میں دیکھ دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے اور تبسم فرمایا کرتے تھے۔ اور اسی طرح وہ دونوں حضرات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور تبسم فرمایا کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ واجبات میں یکساں برتاؤ ضروری ہے مستحبات میں نہیں۔

(۱۲۵) تصور شیخ کب مناسب ہے

فرمایا کہ اگر بے اختیار تصور شیخ پیدا ہو جائے تو مضائقہ نہیں بلکہ نافع ہے۔ ورنہ حق تعالیٰ ہی کا تصور رکھے کیونکہ وہی مطلوب و مقصود اصلی ہے۔ حضرت حاجی صاحب کی یہی تعلیم تھی۔

(۱۲۶) متوسط اور منتہی کی عجیب مثال

ایک بار فرمایا کہ متوسط کی حالت تو اس ہرے بھرے کھیت کی سی ہے جو دیکھنے میں تو نہایت خوش منظر ہے لیکن حالت موجودہ میں وہ سوائے اس کے اور کسی کام کا نہیں کہ بس کاٹ کر بیلوں کو کھلا دیا جاوے۔ یعنی صرف مویشیوں کا چارہ ہے اور بس۔ برخلاف اس کے منتہی کی حالت اس گیہوں کے کھیت کی سی ہے جو پک کر خشک ہو گیا ہو دیکھنے میں تو بالکل بے رونق دکھائی

پھیکا، سوکھا ساکھا ہو لیکن اس میں دانہ پڑا ہو اور غلہ بھرا ہو جو کاشت کا اصلی مقصود ہے جب چاہو اس سے غلہ حاصل کر لو اور غذا کے کام میں لے آؤ یعنی انسان کی غذا ہے۔ اسی طرح متوسط میں محض کیفیات ہی ہوتی ہیں، جو عام نظروں میں بہت باوقعت ہوتی ہیں، اور بزرگی کی علامات میں سے سمجھی جاتی ہیں۔ برخلاف اس کے منتہی گو کیفیات سے بظاہر بالکل خالی نظر آتا ہے لیکن وہ اصلی دولت سے مالامال ہوتا ہے۔ ف سبحان اللہ کیسی منطبق مثال ہے۔

(۱۲۷) مواجید و احوال عبدیت محضہ کے خلاف ہیں

فرمایا کہ میں پھولدار کپڑا پسند نہیں کرتا گو میں خود اس میں مبتلا ہوں لیکن الحمدللہ میں اپنے ابتلا کی وجہ سے اس کو اچھا نہیں بتلاتا پھر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پھولدار چادر ہدیہ آئی، آپ نے نماز کے بعد اس شخص سے دوسری سادہ چادر منگوائی اور اس کو علیحدہ کر دیا۔ اور فرمایا کہ قریب تھا کہ اس کے نقش و نگار میرے قلب کو مشغول کر لیتے۔ جب نبی کو مشغولی کا احتمال ہوا تو آج ہم میں سے ایسا کون ہے جو دعوی کر سکے کہ ہمارا قلب نقش و نگار میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کپڑوں پر نقش و نگار کیا پسند کرتے جو محققین ہیں وہ کہتے ہیں کہ قلب بھی بے نقش و نگار ہونا چاہیئے۔ اور قلب کے نقش و نگار وہ ہیں جن کا نام مواجید و احوال ہیں۔ قلب ان سب قصوں سے خالی ہونا چاہیئے بس عبدیت محضہ خالصہ ہونا چاہیئے۔ مبتدیوں کو مواجید و احوال سے بہت رغبت ہوتی ہے اور محققین کو اس سے نفرت ہوتی ہے۔

(۱۲۸) ایک بار عام گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ ذکر کے وقت ثمرات کا منتظر نہ رہے نہ کوئی کیفیت یا حالت اپنے لیئے ذہن میں تجویز کرے۔ بس اپنی تجویز کو مطلق دخل ہی نہ دے سارے احوال کو حق تعالی کے سپرد کر دے، پھر جو اس کے حق میں بہتر اور اس کی استعداد کے مناسب ہوگا وہ خود عطا فرما دیں گے ع کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔

بس ذکر کے وقت معتدل توجہ ذکر کی طرف یا اگر آسانی سے ہو سکے تو مذکور کی طرف کافی ہے۔ اور معتدل کی قید اس لیئے لگائی گئی کہ توجہ میں زیادہ مبالغہ کرنے سے قلب و دماغ ماؤف ہو جاتے ہیں جس سے پھر ضروری توجہ میں بھی خلل پڑنے لگتا ہے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ طبیعت میں ثمرات کا تقاضہ نہ پیدا ہونے دے کیونکہ اس سے علاوہ تشویش کے جو مخل جمعیت ہے اور جمعیت ہی اس طریق میں مدار نفع ہے۔ بعض اوقات یاس تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

(۱۲۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو بہ نسبت عزائم پر عمل کرنے کے اصلح سمجھتا ہوں، کیونکہ جو شخص عزائم پر عمل کرتا ہے اس کو ہمیشہ اپنے عمل پر نظر ہوتی ہے اور جو کچھ عطا ہوتا ہے اس کو بمقابلہ اپنے عمل کے کم سمجھتا ہے اس کے دل میں یہ شکایت پیدا ہوتی ہے کہ دیکھو میں اتنے دن سے ایسی مشقت زہد و تقویٰ کی اٹھا رہا ہوں اور اتنا عرصہ ذکر و شغل کرتے ہو گیا اور اب تک کچھ نصیب نہ ہوا۔ یہ کس قدر گندہ خیال ہے برخلاف اس کے رخصت پر عمل کرنے والے کی نظر میں ہمیشہ حق تعالیٰ کے عطاؤں کا پلہ بمقابلہ خود اس کے اعمال کے بھاری رہتا ہے جس سے طبعاً اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔

ف۔ تنبیہ۔ یہ بات خوب یاد رکھنے کے قابل ہے صرف بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو اصلح سمجھتا ہوں، باقی فی نفسہ عزائم پر عمل کرنا ہی افضل ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۱۳۰) زہد کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ زہد ترک لذات کا نام نہیں بلکہ محض تقلیل لذات زہد کے لیے کافی ہے۔ یعنی لذات میں انہماک نہ ہو کہ رات دن اسی کی فکر رہے کہ یہ چیز پکنی چاہیے وہ چیز منگانی چاہیے۔ کہیں کے چاول اچھے ہیں تو وہاں سے چاول آرہے ہیں کہیں کی بالائی مشہور ہے تو کہہ رہے ہیں کہ بھائی وہاں سے بالائی لیتے آنا غرضیکہ نفیس نفیس کھانے اور کپڑوں ہی کی فکر میں لگے رہنا یہ البتہ زہد کے منافی ہے ورنہ اگر بلا تکلف اور بلا اہتمام خاص کے لذات میسر آجائیں تو یہ حق تعالیٰ کی نعمت ہے شکر کرنا چاہیے۔ اسی طرح بہت کم کھانا بھی زہد نہیں ہے۔ نہ یہ مقصود ہے۔ کیونکہ ہمارے کم کھانے سے نعوذ باللہ کوئی خدا تعالیٰ کے خزانہ میں تو وہ چیز تھوڑا ہی جمع ہو جائے گی۔ یہ تھوڑا ہی سمجھا جائے گا کہ بڑے خیر خواہ سرکار ہیں کہ پوری تنخواہ بھی نہیں لیتے وہاں ان باتوں کی کیا پرواہ ہے ہاں اتنا بھی نہ کھاوے کہ پیٹ میں درد ہو جاوے عبادت مشکل ہو جاوے ہمارے حضرت حاجی صاحب کا تو یہ مذاق تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے، لیکن اس سے کام بھی خوب لے ؎

کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

(۱۳۱) فرمایا کہ کیفیات سے خالی تو منتہی بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی کیفیات میں نہایت لطافت ہوتی ہے جیسی بھاپ میں، اور لطافت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ روحانیت سے

ناشی ہوتی ہیں برخلاف اس کے متوسط کی کیفیات میں شورش اور سوزش ہوتی ہے۔ لطافت نہیں ہوتی جیسے دھوئیں میں کیونکہ وہ نفسانیت (یعنی طبیعت) سے ناشی ہوتی ہیں۔

(۱۳۲) حضرت والا نماز پڑھنے کی حالت میں کسی کو پنکھا جھلنے ہی نہیں دیتے جس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں بھی مخدومیت کی شان بنانا حضرت والا کو غلبۂ عبدیت کے اثر سے طبعاً سخت گراں ہوتا ہے۔

(۱۳۳) فرمایا کہ ہزار ریاضات و مجاہدات سے بھی وہ بات پیدا نہیں ہوتی جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک جذبہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے ہزار پنکھے ایک طرف اور قدرتی ہوا کا ایک ٹھنڈا جھونکا ایک طرف۔

(۱۳۴) خواجہ صاحب جب منتخب کردہ اشارات کو بنظر اصلاح حضرت والا کے سامنے پڑھتے تو نہ صرف حاضرین مجلس بلکہ خود حضرت والا بھی متاثر ہوتے اور بے اختیار فرماتے کہ بھلا یہ مضامین میں اپنی معلومات سے لکھ سکتا تھا، ہرگز نہیں یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ طالبین کے اصلاح کے لئے میرے قلم سے بوقت ضرورت ایسے مضامین نافعہ لکھوا دیئے۔

(۱۳۵) ایک طالب نے لکھا کہ مجھ کو موت سے بہت وحشت و نفرت ہے حالانکہ وہی ذریعہ خدا تعالیٰ سے ملاقات کا ہے تحریر فرمایا کہ بعض مسلم بزرگوں کو میں نے موت سے ایسا ہی ڈرتا ہوا دیکھا ہے منشاء اس کا ضعف قلب ہے جو بالکل مذموم نہیں۔

(۱۳۶) فرمایا کہ بدعتی سے نفرت کبر نہیں۔ البتہ اگر وہ توبہ کرے اور پھر بھی اس سے نفرت رہے یہ کبر ہے ورنہ بغض فی اللہ ہے۔

(۱۳۷) ایک طالب نے کلام مجید کی "تلاوت کی فضیلت دیکھ کر چاہا کہ سوائے تلاوت اور سب وظائف و اوراد ترک کر دوں۔ تحریر فرمایا کہ یہ بھی خبر ہے کہ کسی چیز کی طرف زیادہ کشش اسی وقت ہوتی ہے جب دوسری چیزیں بھی ہوں ورنہ اس سے طبیعت اکتا جاتی ہے۔ ؎ گر نبیست غیبتے نہ دہد لذت حضور

اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ سلف نے ایسا نہیں کیا۔

(۱۳۸) ایک سالک نے دریافت کیا کہ حصول نسبت کے آثار غیر متخلفہ کیا ہیں، نیز زوال کبر کے بھی آثار غیر متخلفہ پوچھے تھے، تحریر فرمایا کہ یہ سب امور ظنیہ ہیں جیسی صحت بدنیہ ظنی ہے مگر اقناع ہی کو اس باب میں مثل یقین کہا جاتا ہے سوامر اول میں آثار

ہیں دوام اطاعت و مشابہت اعمال اختیاریہ بہ امور طبعیہ و شذوذ مخالفت اور بعد مخالفت اتفاقیہ کے قلق شدید و تدارک بلیغ اور غلبہ ذکر لسانی و قلبی یعنی استحضار اور امر ثانی میں اصلی وجدان ہے معالج کا اور آثار سے اس کی تائید ہو جاتی ہے یعنی واقعات کبر کا عدم صدور و غلبہ آثار شکستگی و ندامت شدیدہ بر صدور افعال موہمہ کبر۔

(۱۳۹) ایک طالب نے لکھا اعمال میں تو فرق نہیں آتا مگر معلوم ہوتا ہے کہ دل محبت سے خالی ہے۔ تحریر فرمایا کہ کون سی محبت سے خالی ہے۔ اعتقادی و عقلی سے یا انفعالی اور طبعی سے۔ اگر شق ثانی ہے تو مضر نہیں کیونکہ غیر اختیاری ہے اور اگر شق اول ہے تو اس میں خالی ہونے کا افسوس نہیں ہوا کرتا ہے اور آپ کو افسوس ہے یہ افسوس خود دلیل ہے کہ آپ اس سے خالی نہیں۔

(۱۴۰) ایک طالب نے لکھا کہ حالت جیسی چاہئے ویسی بالکل نہیں ہے۔ جواب تحریر فرمایا کہ وہ دن ماتم کا ہو گا جس دن یہ سمجھو گے کہ جیسی حالت چاہئے تھی ویسی ہو گئی کیونکہ اس درگاہ میں تو حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اپنی حالت کے متعلق یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ جیسی حالت چاہتے ہیں ویسی نہیں ما عبدناک حق عبادتک کا حال ہوتا ہے۔

(۱۴۱) ایک طالب نے لکھا نظر بد کے تقاضہ کے وقت بندہ دل کو یہ تسلی دیتا ہے کہ جس گناہ سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو اس کو کرنے سے کیا حاصل۔ تحریر فرمایا کہ نہایت نافع اور مؤثر مراقبہ ہے۔

(۱۴۲) **بدنظری کا علاج**

ایک طالب نے لکھا کہ پہلے بھی نے اگر کسی لڑکے یا عورت پر نظر پڑ جاتی ہے تو بندہ فوراً نظر کو ہٹا لیتا ہے۔ اب دریافت کرنا ہے کہ نظر اول معصیت ہے یا نہیں۔ تحریر فرمایا کہ اس نظر اول میں قصد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر حدوث میں قصد نہ ہو تو اس کے ابقاء میں قصد ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ابقاء میں بھی قصد نہ ہو تو اس نظر سے جو صورت ذہن میں پیدا ہوتی ہے اس کے ابقاء یا اس سے التذاذ میں قصد ہوتا ہے یا نہیں۔ انھوں نے یہ بھی لکھا کہ نظر ہٹانے کے بعد اس کی صورت ذہن میں ایک قسم کی تصویر ہو جاتی ہے مگر بعض وقت اس صورت کو ذہن میں آتے ہی فوراً دفع کرنا یاد نہیں رہتا۔ اس پر حضرت والا نے تحریر

فرمایا کہ یاد رکھنے کا اہتمام ضروری ہے، اگر دل سے یاد نہ رہے ایک پرچہ پر اسکی وعید لکھ کر وہ پرچہ اپنے کلائی یا بازو پر باندھ لیا جاوے۔

(۱۴۳) جھوٹ بولنے کا علاج

ایک طالب نے حضرت والا کے اس استفسار پر کہ جھوٹ اختیار سے بولتے ہو یا بلا اضطرار یہ لکھا کہ یہ جھوٹ بولنا ہے تو اختیاری لیکن کثرت انہماک سے اضطراری جیسا ہو چکا ہے اس کا علاج فرمادیں۔ اس پر تحریر فرمایا کہ جب ہمت واختیار سے چھوڑ دو گے بتکلف عادت کر لوگے تو اسی طرح عدم صدور اضطراری جیسا ہو جائے گا یہی علاج ہے۔

(۱۴۴) ایک طالب صاحب فضل نے لکھا کہ جس زمانہ میں کتب تصوف کا مطالعہ رہتا ہے خصوصاً مثنوی شریف وکلید مثنوی (شرح مثنوی حضرت والا) احیاء العلوم وغیرہ کا تو اس زمانہ میں قلب میں ایک خاص انشراح محسوس ہوتا ہے۔ اور طبیعت میں کیفیت ورقت اور خواب بڑے بڑے پاکیزہ نظر آنے لگتے ہیں اور جب سے انگریزی ترجمہ قرآن میں اور معاندین کے اعتراضات کے جواب میں مشغولی ہے اس حالت میں نمایاں کمی پاتا ہوں۔ اب کتب تصوف کا مطالعہ بالکل ترک ہے اور بجائے اس کے ہزارہا ہزار صفحات عقائد مشرکین ومعاندین اسلام کے پڑھ رہا ہوں انہیں یہ ظلمت وقساوت اسی کا نتیجہ تو نہیں۔ حضرت والا نے حسب ذیل تحریر فرمایا۔

اس تفاوت کا یہی سبب ہے مگر اس کی حقیقت قساوت یا ظلمت نہیں کیونکہ حقیقی قساوت یا ظلمت ہمیشہ اعتقادی ہوتی ہے۔ اور یہ کیفیت اور اثر طبعی ہے جیسا ایک انقباض گوہ کھانے میں ہو یہ مشابہ ہے حقیقی قساوت وظلمت کے اور ایک انقباض ہاتھ یا پاؤں میں نجاست لگ جانے سے ہو یہ مشابہ ہے اس کیفیت واثر زیر بحث کے۔ اور ظاہر ہے کہ گوہ کھانا بوجہ معصیت ہونے کے مضر باطن ہے اور نجاست بدن کو لگ جانا مضر باطن نہیں بلکہ اگر بقصد تطہیر اپنے جسد کے یا غیر کے جسد کے ہاتھ لگانا پڑے تو بوجہ طاعت ہونے کے باطن کو زیادہ نافع ہوگا۔ اور اس میں جو طبعی کدورت وکلفت ہوتی ہے وہ بوجہ مجاہدہ ہونے کے موجب اجر وقرب ہوگا اور اس کے بعد جو مٹی سے صابون سے رگڑ رگڑ کر ہاتھ دھویا جاوے گا پہلے سے زیادہ پاک صاف ہو جاوے گا۔ بس آپ ماشاء اللہ تطہیر میں مشغول ہیں آپ کی طہارت اور نورانیت

میں اضافہ ہو رہا ہے۔ البتہ ساتھ ساتھ صابون بھی استعمال میں رہے تو بہتر ہے یعنی کسی قدر مطالعہ تصوف و ذکر اللہ۔

(۱۴۵) ایک طالب نے لکھا کہ ان دنوں بجز ذکر اسم ذات کے کسی چیز میں جی نہیں لگتا۔ حد یہ ہے کہ درس حدیث و تلاوتِ قرآن میں بھی حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ ابتداء میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ بچہ کو ہر وقت دودھ ہی مرغوب ہوتا ہے پھر ہر وقت پر اس کے مناسب اشیاء مرغوب ہونے لگتی ہے اور اکثر اس کا سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ ذکر میں ایک گونہ بساطت ہے۔ قرآن و حدیث میں ایک گونہ ترکیب ہے اور بساطت یکسوئی سے اقرب ہے اور ترکیب بوجہ اختلاف اجزا تشویش سے قریب ہے۔

(۱۴۶) ایک صاحب نے لکھا کہ حضرت کا خوف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تحریر فرمایا کہ اس کا منشاء محبت مشوب بہ عظمت ہے جو طریق میں نہایت نافع ہے۔

(۱۴۷) ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات میں سرور نہیں پیدا ہوتا، تحریر فرمایا کہ سرور مقصود ہے یا حضور اور حضور بھی اختیاری یا غیر اختیاری۔

(۱۴۸) ایک طالب نے لکھا کہ نماز میں لطف نہیں آتا، تحریر فرمایا کہ لطف ضروری ہے یا عمل؟۔

(۱۴۹) ایک طالب نے لکھا کہ حضور کے ساتھ غلبۂ محبت کا آج کل یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی کم محسوس کرتا ہوں تحریر فرمایا کہ یہ شبہ صحیح نہیں، حق تعالیٰ کی محبت میں شانِ عقلیت غالب ہوتی ہے اور اپنے مجانس کی محبت میں شانِ طبعیت غالب ہے اور سرسری نظر میں محبتِ عقلی محبتِ طبعی کے سامنے ضعیف و مضمحل معلوم ہوتی ہے اس سے وہ شبہ ہو جاتا ہے حالانکہ امر بالعکس ہے۔ چنانچہ اگر اسی محبوبِ طبعی سے نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی شان کے خلاف کوئی معاملہ قولی یا فعلی صادر ہو تو وہی محبوب فوراً مبغوض ہو جاوے جس سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ ہی کی محبوبیت غالب ہے۔

(۱۵۰) ایک طالب نے لکھا کہ میں لوگوں کے اصرار سے لمبی سورتیں پڑھتا ہوں کبھی کبھی بعد نماز جی خوش ہوتا ہے کہ قرآن مجید بہت اچھا پڑھا۔ دل میں یہ سوچ لیتا ہوں کہ یہ میرا کمال نہیں محض انعام الٰہی ہے۔ کیا یہ اصلاح کافی ہے۔ تحریر فرمایا

کہ مسنون سورتوں میں جو چھوٹی ہوں وہ پڑھا کرو اور بہت جوش سے مت پڑھا کرو یہ عملی اصلاح ہے اور لفظی اصلاح کافی نہیں۔

(۱۵۱) ایک بیوہ نے لکھا کہ شوہر مرحوم کے غم کی وجہ سے باوجود ڈیڑھ سال گذر جانے کے اس قدر تڑپ ہے کہ ہر چند قلب کو راجع الی اللہ کرتی ہوں لیکن یکسوئی نہیں ہوتی۔ تحریر فرمایا کہ سکون مطلوب ہی نہیں، عمل مطلوب ہے، ظاہری بھی باطنی بھی۔ ظاہری تو جانتی ہو، باطنی ہر وقت کے واسطے وہ عمل جو اختیار میں ہو مثلاً صبر اختیار میں ہے وہی مطلوب ہوگا، سکون و دل جمعی اختیار میں نہیں وہ مطلوب نہ ہوگا۔

(۱۵۲) حضرت والا کے صاحب اجازت کو لوگوں نے زبردستی میونسپلٹی کا ممبر بنا دیا بالآخر حضرت کی خدمت میں لکھا تاکہ گلو خلاصی ہو۔ تحریر فرمایا جب تک نسبت مع الخالق راسخ نہ ہو تعلق مع الخلق بلا ضرورت سراسر مضرت ہے۔ اور جو منفعت سوچی جاتی ہے کہ ادائے حق خلق ہے وہ حق خلق بھی جب ہی ادا ہوتا ہے کہ نسبت مع الخالق راسخ ہو جاوے ورنہ حق خلق ادا ہوتا ہے نہ حق خالق۔ یہ تجربہ ہے اور ایک کا نہیں بلکہ ہزاروں اہل بصیرت کا اسی لیے ہم سے اور آپ سے زیادہ اہل تمکین نے ایسے تعلقات کو چھوڑ دیا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم بلخیؒ حضرت شجاع کرمانیؒ کے واقعات معلوم ہیں اور حضرات خلفائے راشدین پر اپنے کو قیاس نہ کیا جاوے ع

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

(۱۵۳) ایک طالب نے لکھا مروت مجھ کو بہت ہے جس سے بعض دفعہ خلاف شرع کام سرزد ہو جاتے ہیں محض اس خیال سے کہ دوسرے کا دل نہ دکھے انکار اس قدر دشوار معلوم ہوتا ہے کہ پسینہ آجاتا ہے۔

جواب تحریر فرمایا کہ دشوار ہونے سے غیر اختیاری ہونا لازم نہیں آتا۔ جہاں مروت کرنا خلاف شرع نہ ہو اس مروت پر عمل جائز ہے اور جہاں خلاف شرع ہو جائز نہیں گو دشواری اور تکلیف ہو اس تکلیف کو برداشت کرو۔ اس کے سوا کوئی علاج نہیں۔

(۱۵۴) ایک طالب نے لکھا، تا بعد از معمولات ادا کیے جاتا ہے مگر قلب کی حالت بدستور ہے۔ تحریر فرمایا کہ کیا یہ نعمت نہیں کہ دو وقت روٹی ملے اور صحت و قوت بحال رہے گو

اس میں ترقی نہ ہو۔

(۱۵۵) ایک طالب نے لکھا کہ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں پاتا کہ کچھ عرض معروض کرسکوں، فرمایا کہ ناقابلی کا اعتقاد اس طریق میں قابلی ہے۔

(۱۵۶) ایک طالب نے لکھا کہ جو کچھ معمولات ادا کرتا ہوں محض عادۃً کرتا ہوں، تحریر فرمایا کہ کیا اچھے کام کی عادت نعمت نہیں۔

(۱۵۷) ایک مبتدی طالب نے لکھا کہ حضور سے دور ہوں اذکار صحیح طریقہ سے کیونکر کروں۔ جواب تحریر فرمایا کہ یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے۔ قلب اور زبان دونوں کو شریک رکھنا یہی طریق صحیح ہے۔ ان ہی صاحب نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اپنے فلاں مجاز سے فرمادیں مجھے ایک مرتبہ دوازدہ تسبیح کا ورد کرادیں۔ جواب تحریر فرمایا کہ اس کی حاجت نہیں یہ قیود غیر مقصود ہیں، مقصود صرف ذکر ہے۔ اگر کوئی نہایت موزوں رفتار سے چلتا ہو اور دوسرا غیر موزوں رفتار سے تو اصل مقصود تو منزل پر پہونچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہوجاتا ہے آگے رہی موزونیت اس میں اور مصالح زائدہ ہیں جن پر منزل کی رسائی موقوف نہیں انھیں صاحب نے لکھا تھا کہ صحیح طریقہ اذکار کا معلوم ہوجاوے، تاکہ ان کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوں تحریر فرمایا کہ ثمرات کی روح اجر و قرب ہے۔

انھوں نے لطائف ستہ کی کوشش کرنے کا حال بھی لکھا تھا تحریر فرمایا کہ حقائق مقصود ہیں لطائف مقصود نہیں۔

(۱۵۸) حجاب کی حقیقت خجلت ہے

ایک طالب نے لکھا کہ گوشت کی دکان پر جانے کی ضرورت تھی اور میں حجاب محسوس کرتا تھا۔ اس سے شبہ کبر کا معلوم ہوتا ہے۔ تحریر فرمایا کہ حجاب اور چیز ہے اور کبر اور چیز ہے حجاب کی حقیقت خجلت ہے جس کا سبب مخالفت عادت ہے حتیٰ کہ اگر اس شخص کی تعظیم کا سامان عادت کے خلاف کیا جاوے تو اس سے بھی شرماوے مثلاً کوئی ہاتھی پر بٹھلا کر دس بیس سوار جلوس میں کرکے جلوس نکالے۔

(۱۵۹) کبر کا علمی علاج

فرمایا کبر کا ایک عملی علاج یہ ہے کہ ایسے کام شروع کردو جو شرع کے خلاف تو نہ ہوں مگر وضع کے خلاف ہوں اور عرفاً سبب ذلت ہوں۔

(۱۶۰) بدنظری کا علاج جس میں فاعل اپنے کو مجبور سمجھتا تھا | ایک طالب علم زیر تربیت نے

بدنظری کی شکایت لکھ کر دعا اور علاج کی آسان صورت کی درخواست کی تھی۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ باوجود نیچی نظر کر لینے کے پھر نظر اُٹھ جاتی ہے۔ حالانکہ حضرت والا کے فرمان کے بموجب عذاب دوزخ وغیرہ کو سوچتا ہوں لیکن طبیعت کچھ ایسی مجبور ہوتی ہے جس کا رکنا دشوار اور شاق نظر آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دل کے اندر سے کوئی پکڑ کر دل کو ابھار رہا ہے۔ اس فعلِ بد سے نہایت ہی مجبور ہو گیا ہوں، اس کا حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔ حرفاً حرفاً پڑھا غیر اختیاری مصائب پر تو اجر ملتا ہے ان کے ازالہ کی دعا بھی کرتا ہوں لیکن مصائب اختیاریہ یعنی معاصی پر نہ اجر ملتا ہے اور نہ اس کے ازالہ کی دعا ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا ازالہ تو عبد کا فعل ہے البتہ توفیق کی دعا ہو سکتی ہے وہ بھی جب کہ فاعل اسباب کو جمع کرے اور اعظم اسباب قصد و ہمت ہے۔ اور اس کے متعلق جو عذر لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے سوچو کہ اگر ایسے موقع پر کہ نفس میں تقاضہ شدید ہو تمہارا کوئی بزرگ موجود ہو جو تمہاری اس نظر اُٹھانے کو دیکھ رہا ہو تو کیا اس وقت تم ایسی بے حیائی کر سکتے ہو اگر کر سکتے ہو تو تم لاعلاج ہو، اور اگر نہیں کر سکتے تو معلوم ہو کہ نظر از خود نہیں اُٹھتی نہ مجبوری ہوتی ہے نہ رکنا شاق ہوتا ہے نہ کوئی ابھارتا ہے، سب کچھ تمھیں کرتے ہو، تو تم اس کے خلاف پر بھی قادر ہو سو تمہارا یہ عذر ویسا ہی بے ہودہ عذر ہے، جیسے ایک شاعر نے بکواس کی ہے ؎

بے خودی میں لے لیا بوسہ خطا کیجیے معاف ؎ اس دلِ بیتاب کی صاحب خطا تھی میں نہ تھا

(۱۶۱) ایک طالب کو جو مدرس تھے اور جنھوں نے بوجہ کثرت کار تعلیم عدم مواظبت معمولات پر سخت افسوس کا اظہار کیا تھا، یہ جواب تحریر فرمایا کہ افسوس بھی ایک درجہ میں مواظبت کا بدل ہے جب عدم مواظبت کسی عذر سے ہو۔

(۱۶۲) ایک طالب نے لکھا کہ احقر جب بھی کوئی اچھی چیز کسی کے پاس دیکھتا ہے تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ میرے پاس ہو تو اچھا ہو۔ پھر کوشش کرتا ہوں کہ وہ چیز مجھے کسی طرح سے حاصل ہو جاوے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں حرص دنیا ہے۔ اگر میرا خیال صحیح ہو تو علاج ارشاد فرمایا جاوے۔ اس کا حسب ذیل جواب رقام فرمایا۔

مرض تو نہیں مگر مفضی الی المرض ہونے کا احتمال ہے علاج اس کا یہ ہے کہ بجز داس تمنا کے یہ عزم کیا جاوے کہ اگر یہ چیز مجھے مل بھی گئی فوراً کسی کو ہبہ کر دوں گا خصوص اس شخص کو جس کے پاس ایسی چیز پہلے سے موجود ہے یا اگر اس سے ایسی بے تکلفی نہ ہوئی تو کسی دوسرے کو دیدوں گا، اگر وہ چیز اتفاق سے اپنی ضرورت کی ہوئی تو اس کے دام مساکین کو دیدونگا جب تک ایسی تمنا زائل نہ ہوگی ایسا ہی کیا کروں گا اور دعا بھی کرتا ہوں۔

(۱۶۳) ایک طالب نے لکھا کہ نماز اور ذکر کے قبل اور بعد اکثر یہ خیال آتا رہا کہ اتنی محنت بے کار ہے میں کوئی بزرگ تو ہو نہیں سکتا۔ رہے احکام اس کی پابندی کرلی جاوے تو اس کے لیے زیادہ فکر کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ بخشائش تو رحمت پر منحصر ہے الخ۔

جواب تحریر فرمایا کہ ایک علاج یہ سوچا ہے کہ اعمال صرف مغفرت ہی کے لیے نہیں بلکہ مالک کا حق ہے مملوک پر اور مغفرت مستقل تبرع و عنایت ہے۔

(۱۶۴) ایک طالب نے لکھا کہ مجھے دین و دنیا کے متعلق یہ ہوس ہوا کرتی ہے کہ جو چیز اور جو بات ہو وہ اعلیٰ درجہ کی ہو اور اس میں ہر فن میں سب سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس کا یہ علاج تحریر فرمایا کہ جس دنیوی چیز کی تمنا ہو اس کے فنا کا استحضار کرو تاکہ اس کا ہیچ اور بے نتیجہ ہونا مستحضر ہو۔ اور اگر وہ دین میں مضر ہو تو اس کے نتیجہ بد کا استحضار کرو اس مراقبہ کے بار بار استعمال کرنے سے یہ ہوس مضمحل ہو جاوے گی۔ اور اگر وہ امر دینی ہے تو اس کی تمنا محمود ہے اس کے علاج کی ضرورت نہیں۔ البتہ شرط یہ ہے کہ جس کو وہ نعمت عطا ہوئی ہے اس سے زائل ہونے کی تمنا نہ ہو، ورنہ وہ حسد و حرام ہے۔ اگر خدانا کردہ ایسا ہو تو اس کے متعلق مستقل سوال کیا جاوے، باقی اعتدال کی بھی دعا کرتا ہوں۔

(۱۶۵) فرمایا کہ ریا ہر خیال کا نام نہیں۔ بلکہ جس خیال کی بنا، قصد رضائے خلق بذریعہ دین ہو۔

(۱۶۶) ایک طالب نے احوال باطنی میں کمی کی شکایت لکھی تو تحریر فرمایا کہ ایسی کمی بیشی لازم عادی ہے یکساں حال رہ ہی نہیں سکتا، دوام تو اعمال پر ہوتا ہے نہ کہ احوال پر۔ یہ تغیر مضر نہیں بلکہ اس میں مصالح ہیں جن کا مشاہدہ اہل طریق کو خود ہو جاتا ہے مثلاً غیبت کے بعد حضور میں زیادہ لذت ہونا اور مثلاً غیبت میں انکسار و ندامت کا غالب ہونا اور مثلاً اپنے عجز کا مشاہدہ ہونا و مثل ذلک۔

(۱۶۷) نماز میں یکسوئی کی تدبیر

ایک طالب کے استفسار پر نماز میں یکسوئی کی تدبیر تحریر فرمائی کہ نماز میں توجہ ایک طرف رکھی جاوے جس کی صورت یہ ہے کہ قیام کے وقت اس طرف التفات نہ کرے کہ اس کے بعد رکوع کرنا ہے۔ رکوع میں اس طرف التفات نہ کرے کہ اس کے بعد قومہ کرنا ہے وعلیٰ ہٰذا۔ بلکہ ہر رکن میں صرف اسی رکن کو مقصود بالذات سمجھے اور اسی طرف متوجہ رہے اسی طرح پھر دوسری رکعت میں الیٰ آخر الصلوٰۃ

(۱۶۸) ایک طالب نے لکھا کہ حضور جب کسی شخص میں فی الواقع خداداد فضیلتیں موجود ہیں تو اب ان موجودہ فضیلتوں کو کس طرح اپنے میں معدوم سمجھ کر اپنے آپ کو دوسروں سے ادنیٰ سمجھے۔ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ اکمل سمجھنا جائز ہے مگر افضل بمعنی مقبول حق اور اس کو مردود مطرود سمجھنا جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ فی الحال اس کا کوئی عمل صالح ایسا ہو کہ اس کے تمام اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہو اور اس میں کوئی رذیلہ ایسا ہو کہ اس کے سب رذائل سے زیادہ ناپسندیدہ ہو۔ یا فی الحال نہ ہو تو فی المآل اس کا احتمال ہے بس ان دونوں احتمالوں کا مستحضر رکھنا علاج کبر کے لیے کافی ہے۔ انسان اس سے زیادہ کا مکلف نہیں۔

(۱۶۹) غصہ کا علاج

(۱) ایک طالب کو غصہ کا یہ علاج تحریر فرمایا کہ مغضوب علیہ کو اپنے پاس سے جدا کر دیا جاوے یا اس کے پاس سے خود جدا ہو جائیں اور فوراً کسی شغل میں لگ جاویں۔

(۲) اسی طرح ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ اس کا التزام کریں کہ جب ایسا ہو جاوے مغضوب علیہ کو کچھ ہدیہ دیا کریں۔ گو قلیل ہی مقدار میں ہو۔

(۳) اسی طرح ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ جس پر غصہ کیا جاوے۔ بعد غصہ فرو ہو جانے کے مجمع میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑے، پاؤں پکڑے بلکہ اس کے جوتے سر پر رکھے ایک دو بار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آجاوے گی۔

(۴) اسی طرح ایک طالب کو غصہ کا یہ تدارک تحریر فرمایا کہ ایسے بے جا اور بے حد غصہ پر دو وقت کا فاقہ کرو۔

(۵) ایک طالب نے جو افسر پولیس ہیں اپنی بیوی کی شکایت لکھی کہ آئے دن مجھ

لڑتی رہتی ہے۔ روز کے طعنوں اور لڑائی جھگڑے سے سخت پریشان ہوں، اور خوف ہے کہ کوئی بُری راہ نہ اختیار کر بیٹھوں۔ اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ایسا نہ کیجئے، ممکن ہے کہ ان کے نہ ہونے سے اس سے زیادہ تکلیف ہو اور مشورہ کے متعلق فرمایا کہ مشورہ تو اہلِ تجربہ دیتے ہیں، میں خود اس شعر کا مصداق ہوں ؎

آں راکہ عقل وہمت وتدبیر ورائے نیست
خوش گفت پردہ دار کہ کس درسرائے نیست

البتہ بجائے تجربہ کے جذبات رکھتا ہوں، ان جذبات کی بناء پر رائے دیتا ہوں کہ بی بی کو ایسے وقت شیطان کی مینا سمجھ کر نقال اور تماشہ سمجھ لیا کیجئے غیظ نہ ہوگا چنانچہ انھوں نے لکھا کہ اس فقرے سے بہت لطف آیا اور اب بجائے غیظ کے رحم آنے لگا۔

(۱۷۰) روح الطریق مقصود تو رضائے حق ہے اب دو چیزیں رہ گئیں طریق کا علم اور اس پر عمل سو طریق صرف ایک ہے یعنی احکام ظاہرہ و باطنہ کی پابندی۔ اور اس طریق کی معین دو چیزیں ہیں ایک ذکر جس پر دوام ہو سکے دوسرے صحبت اہل اللہ کی جس کثرت سے مقدور ہو اور اگر کثرت کے لیے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات ومقالات کا مطالعہ اس کا بدل ہے اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں۔ معاصی اور فضول میں مشغولی اور ایک امر ان سب کے نافع ہونے کی شرط ہے یعنی اطلاع حالات کا التزام۔ اس کے بعد اپنی استعداد ہے حسب اختلاف استعداد مقصود میں اُویر سویر ہوتی ہے، میں سب کچھ لکھ چکا۔

(۱۷۱) فتوح الطریق ایک طالب نے لکھا کہ بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے، جواب تحریر فرمایا کہ کچھ اعمال مامور بہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی کچھ اعمال منہی عنہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی، ہر دو قسم میں کچھ علمی وعملی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ مشائخ طریق طالب کے حالات سن کر ان عوارض کو سمجھ کر ان کا علاج بتلا دیتے ہیں، ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے اور اعانت طریق کے لیے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں۔ اس تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہو گئے۔

(۱۷۲) وضوح الطریق

ایک طالب نے پوچھا کہ میں ایک اناڑی آدمی ہوں حضور مطلع فرماویں کہ بزرگوں سے کیا چیز حاصل کی جاتی ہے اور اس کے مطابق مجھ عامی مشغول کو طریق تعلیم ارشاد فرماویں۔ اس کا جواب حسب ذیل تحریر فرمایا:-

نفس میں کچھ امراض ہوتے ہیں ان کا علاج کتابوں میں لکھا ہے مگر جیسے جسمانی امراض کا علاج گو کتابوں میں لکھا ہے، لیکن پھر بھی طبیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی درجہ میں نفسانی امراض کے معالجہ میں شیخ یعنی معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ بات سمجھ میں آگئی ہو تو پھر امراض بتلاؤں گا، پھر اس کے سمجھ جانے کے بعد علاج بتلاؤں گا۔

(۱۷۳) تسہیل الطریق

ایک صاحب نے لکھا کہ اپنا حال ابتر ہی پاتا ہوں سوائے ادھیڑ بن کے اور کچھ نہیں۔ اس کا جواب تحریر فرمایا، خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی ہو تو اس کا علاج ہی نہیں، باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں۔ اختیاری میں ہمت سے کام لیں۔ اگر کوتاہی ہو جائے ماضی کا استغفار سے تدارک کرکے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لیں اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ۔

(۱۷۴) الیمّ فی السّمّ

ایک طالب نے اپنے خط میں کوئی ایسا وظیفہ یا طریقہ پوچھا تھا جس سے طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسر ہو۔ جواب تحریر فرمایا کہ طاعات اور معاصی دونوں امورِ اختیاریہ ہیں جن میں وظیفہ کو کچھ دخل نہیں رہا طریقہ سو طریقہ امور اختیاریہ کا بجز استعمال اختیار اور کچھ بھی نہیں۔ ہاں سہولت اختیار کے لیے ضرورت ہے مجاہدہ کی، جس کی حقیقت ہے مخالفت یعنی مقاومت نفس اس کو ہمیشہ عمل میں لانے سے بتدریج سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے تمام فن لکھ دیا۔ آگے شیخ کے دو کام رہ جاتے ہیں اول بعض امراض نفسانیہ کی تشخیص۔ دوسرے بعض ترکِ مجاہدہ کی تجویز جو کہ ان امراض کا علاج ہے۔

(۱۷۵) الطمّ فی السّمّ

ایک طالب نے اپنے حالات لکھکر اصلاح چاہی تھی۔ جواب رقام فرمایا کہ غیر اختیاری کے درپے نہ ہونا۔ اختیاری میں ہمت کرنا۔ اس میں جو کوتاہی ہو جاوے

اس پر استغفار اور اس کا تدارک اور توفیق کی دعا کرنا یہی اصلاح ہے۔

(۱۷۶) توکل و تفویض کا فرق:- فرمایا کہ توکل بعض کے لئے مطلق تدبیر ظنی کو ترک کرنا ہے کہ تدبیر غیر مباح کو اور انہماک فی التدبیر المباح کو ترک کردے۔ اور تفویض یہ کہ اس کے بعد اگر تدبیر میں ناکامی ہو یا وہ واقعہ تدبیر سے تعلق ہی نہ رکھتا ہو جیسے غیر اختیاری مصائب تو حق تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے۔ حقیقت تفویض کی توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور اس درجہ علیا کا اثر رضا ہے۔

(۱۷۷) اصلی مطلوب دعا:- فرمایا کہ دعا سے اصل مطلوب حق تعالیٰ کی توجہ خاص ہے اور عبد نے جو طریق معین اختیار کیا ہے یہ مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود کا محض ایک طریق ہے جیسے اس مقصود کے اور بھی طریق ہیں۔ لہٰذا وہ جس طریق سے توجہ خاص فرمادیں وہ اجابت دعا ہی ہے خواہ وہ عبد کا مجوزہ طریق ہو یا حق تعالیٰ کا مجوزہ طریق ہو۔ ف۔ جو شخص صرف حاجت پورا کرنے کو نعمت سمجھتا ہے وہ محجوب ہے۔ بلکہ اصل نعمت مولیٰ کی توجہ اور التفات اور اس کا جواب و خطاب ہے اور اللہ تعالیٰ سے کلام و سلام اور سوال و جواب اور رضا ہی کا نام تو وصول ہے۔ ہاں وصول کے درجات میں کسی کو اعلیٰ درجہ حاصل ہے اور کسی کو ادنیٰ مگر کوئی مومن وصول سے محروم نہ رہے گا یہی وہ ولایت عامہ ہے جو ہر مسلمان کو حاصل ہے واللہ ولی الذین امنوا الآیۃ

(۱۷۸) کبر کی حقیقت اور ماتحتوں کے ساتھ وقوع کبر کا علاج ایک صاحب نے کبر کی حقیقت کے متعلق سوال کیا اور یہ بھی لکھا کہ اپنے ماتحتوں پر اگر زیادتی ہو جائے تو ان سے معافی مانگنے میں مصالح فوت ہوتے ہیں۔ اس کا جواب حسب ذیل ارقام فرمایا:-

کبر کی حقیقت ہے اپنے کو دوسرے سے بڑا سمجھنا اس طرح سے کہ اس دوسرے کو حقیر سمجھے پھر اس بڑے سمجھنے میں درجے ہیں۔ ایک بے اختیار بڑائی کا آنا اور ایک بالاختیار ایسا خیال کرنا پھر اول میں دو درجے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس خیال کے مقتضا پر عمل نہ کرنا یہ مذموم نہیں۔ دوسرے اس پر عمل کرنا یہ مذموم و معصیت ہے۔ اسی طرح قصداً بڑا سمجھنا یہ بھی علی الاطلاق مذموم ہے گو اس کے مقتضا پر عمل بھی نہ ہو۔ امر ثانی کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم صریح الفاظ سے معافی مانگیں گے تو یہ گستاخ ہو کر زیادہ نافرمانی کریگا۔ بعض اوقات

یہ خیال ہوتا ہے کہ شرمندہ ہوگا۔ یہ اس وقت تک عذر ہے جب اس سے تعلق رکھنا چاہیں۔ ان صورتوں میں تو صرف اس کا خوش کر دینا امید ہے کہ قائم مقام معافی کے ہو جائیگا۔ اور اگر اس سے تعلق ہی رکھنا نہیں مثلاً ملازم کو موقوف کر دیا۔ یا وہ خود چھوڑ کر جانے لگا۔ اس وقت ضروری ہے کہ زیادتی ہو جانے کی صورت میں اس سے صریح معافی مانگی جاوے کیونکہ یہاں دونوں عذر نہیں اس میں اگر رکاوٹ ہو تو میرے نزدیک اس کا سبب ضرور کبر ہے۔ گو اپنے کو بڑا نہ سمجھے لیکن کبر کے مقتضا پر عمل تو ہوا۔ غائت سے غایت کبر اعتقادی نہ ہوگا مگر کبر عملی ضرور ہے اور اگر کبر کی تقسیم کو کوئی قبول نہ کرے تب بھی ظلم تو ہوا جس سے معافی مانگنا واجب ہے تو معافی نہ مانگنے میں اگر کبر کا گناہ نہ ہو تو ظلم کا تو ہوا۔

(۱۷۹) فرمایا کہ جو تشتت تحصیل جمعیت میں ہو وہ اثر میں جمعیت ہی ہے۔ مضر نہیں۔

(۱۸۰) تعلق غالب کی تعریف

فرمایا کہ تعلق مغلوب مذموم نہیں بلکہ ایسا تعلق مذموم ہے کہ محل تعلق کے بعد یا اس کے فوت سے قلب پر ایسا اثر ہو کہ قلب کو ایسا بے چین کر دے کہ اسی کے تصور و حسرت میں اشتغال ہو جاوے۔ اور اس اشتغال سے طاعات میں قلت و ضعف آ جاوے۔ اگر یہ نوبت نہ پہنچے تو محض حزن کا اثر مانع نہیں ہے۔ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے حزن شدید کا کوئی انکار کر سکتا ہے اور کیا ان کی حالت کو کوئی مانع عن الحق کہہ سکتا ہے۔

(۱۸۱) علاج حب جاہ

ایک طالب نے لکھا کہ میرے اندر حب جاہ ہے۔ جی چاہتا ہے کہ لوگ میری تعریفیں اور ثنائیں بیان کریں اور تعریف سے ایک فرحت اور خوشی ہوتی ہے اگر کوئی تعریف یا مذمت سے خاموش رہے تو یہ نفس پر نہایت ناگوار گذرتا ہے الخ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ ہر علاج میں مجاہدہ کی ضرورت ہے یعنی داعیہ نفس کا استحضار اور داعیہ کی عملی مخالفت۔ اس مرض کا علاج بھی مرکب ہے ان ہی دو جزسے۔ اول اس رذیلہ کی جو مذمتیں اور وعیدیں وارد ہیں ان کا ذہن میں حاضر کرنا بلکہ زبان سے بھی انکا تکرار بلکہ ان مضامین سے اپنے نفس کو زبان سے خطاب کرنا کہ تجھکو ایسا عقاب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح سے عیوب کا استحضار اور نفس کو خطاب کہ اگر لوگوں کو ان رذائل کی اطلاع ہو جاوے تو کتنا ذلیل و حقیر سمجھیں تو یہی غنیمت سمجھ کہ لوگ نفرت و تحقیر نہیں کرتے نہ کہ ان سے توقع تعظیم و مدح کی رکھی

جاوے۔ اور عملی جزو یہ ہے کہ مداح کو زبان سے منع کیا جاوے اور اس میں ذرا اہتمام سے کام لیا جاوے سرسری لہجہ سے کہنا کافی نہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی جو لوگ ذلیل شمار کئے جاتے ہیں ان کی تعظیم کی جاوے گو نفس کو گراں ہو۔ اس پر عمل کر کے ایک ہفتہ کے بعد پھر اطلاع دی جاوے

(۱۸۲) علاج ترفع اول میں یہ اعتقاد رکھیں کہ میں سب سے کمتر ہوں۔ اور اس اعتقاد کے لئے اپنے معائب کا استحضار معین ہو گا۔ اور جن کی بے وقعتی ذہن میں آوے ان کی خوب تکریم کی جاوے۔ اور تکلف سے ان سے سلام کیجئے گو نفس کو ناگواری غیر اختیاری ہے اس پر مواخذہ نہیں ہے لیکن معاملہ اختیاری ہے اس میں اخلال موجب مواخذہ ہے ان شاء اللہ اس سے منشائے فساد بھی ضعیف ہو جاویگا واللہ الموفق۔

(۱۸۳)۔ ایک طالب نے لکھا کہ رضا بالقضا کے حصول کے لئے کوئی علاج تحریر فرمایا جاوے۔ اور اس کا معیار اور مقدار بھی کہ انسان اس کے متعلق کس قدر کا مکلف ہے۔

جواب تحریر فرمایا کہ رضا بالقضا کی حقیقت ترک اعتراض علی القضاء ہے اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضائے طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے۔ اول حال ہے جس کا عبد مکلف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلف ہے۔ تدبیر اس کے تحصیل کی استحضار رحمت و حکمت الٰہیہ ہے واقعات خلاف طبع میں۔

(۱۸۴) نسبت کی حقیقت نسبت کے لغوی معنی ہیں لگاؤ و تعلق اور اصطلاحی معنی ہیں بندہ کا حق تعالیٰ سے خاص تعلق یعنی اطاعت دائمہ و ذکر غالب"۔ اور حق تعالیٰ کا بندہ سے خاص قسم کا تعلق یعنی قبول و رضا جیسا عاشق مطیع اور وفادار معشوق میں ہوتا ہے۔ اور صاحب نسبت ہونے کی یہ علامت تحریر فرمائی کہ اس شخص کی صحبت میں رغبت الی الآخرۃ و نفرت عن الدنیا کا اثر ہو اور اس کی طرف دینداروں کی زیادہ توجہ اور دنیاداروں کی کم مگر یہ پہچان خصوص اس کا جزو اول عوام محجوبین کو کم ہوتی ہے اہل طریق کو زیادہ۔ ف۔ جب نسبت کے معنے معلوم ہو گئے تو ظاہر ہو گیا کہ فاسق و کافر صاحب نسبت نہیں ہو سکتا۔ بعضے لوگ غلطی سے نسبت کے معنے خاص کیفیات کو (جو ثمرہ ہوتا ہے ریاضت و مجاہدہ کا) سمجھتے ہیں۔ یہ کیفیت ہر مرتاض میں ہو سکتی ہے مگر یہ اصطلاح جہلاء کی ہے۔

(۱۸۵) مکتوب مفرح القلوب

پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں اور وہ کاملین بھی اپنے کو کامل نہیں کہتے۔ سب کو اپنے نقص نظر آتے ہیں خواہ وہ نقص حقیقی ہوں یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ہیں۔ اور مغموم بھی ایسے کہ اگر ہم جیسوں پر وہ غم پڑ جاوے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے۔ کمال کی تو توقع ہی چھوڑ دینا واجب ہے۔ ہاں سعی کمال کی توقع بلکہ عزم واجب ہے نجات بلکہ قرب بھی کمال پر موقوف نہیں مگر تکمیل پر موعود ہے۔ بس اسی طرح سے عمر ختم ہو جاوے تو اللہ تعالےٰ کی بڑی رحمت ہے و هٰذا هو معنى ما قال الرومی ؒ ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش تا دمِ آخر دمے فارغ مباش
تا دمِ آخر دمِ آخر بود کہ عنایت با تو صاحب سِر بود

یہ بھی تحریر فرمایا کہ میں بھی اسی کشمکش میں ہوں مگر اس کو مبارک سمجھتا ہوں جس کا اثر یہ ہے کہ یہ نہیں سمجھ سکتا کہ خوف کو غالب کہوں یا رجاء کو مگر مضطر ہو کر اس دعا کی پناہ لیتا ہوں جس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے اَللّٰھُمَّ کن لی واجعلنی لک

حکایات

حکایت ۱۔ تواضع سے عزت ہوتی ہے نہ کہ ذلّت

فرمایا کہ میں طالب علمی کے زمانہ میں ایک مرتبہ طلباء کے ساتھ باہر تفریح کو گیا آم کا زمانہ تھا طلباء چونکہ آزاد ہوتے ہیں ایک باغ میں درخت پر چڑھ کر آم توڑنے لگے۔ باغ والا آگیا تو وہ لڑنے لگا اور طلبا بھی لڑنے لگے میں اکیلا چُپ کھڑا رہا کیونکہ باغ والا حق پر تھا اور یہ ساتھی تھے۔ میری خاموشی کا اس باغ والے پر اتنا اثر ہوا کہ شرمندہ ہو کر معذرت کرنے لگا اور سب آم توڑے ہوئے دیدیئے اور کہا کہ آپ لوگوں کو ایسا نہ چاہیئے اور گو باغ آپ کا ہے مگر دریافت تو کر لینا چاہیئے پھر جب تک آموں کی فصل رہی وہ مجھے آم بھیجتا رہا۔

حکایت ۲۔ تقویٰ کلابی

ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا۔ اسے حمل رہ گیا لوگوں نے ملامت کی کہ کم بخت عزل ہی کر لیا ہوتا۔ کہا خیال تو مجھے بھی آیا تھا مگر علماء نے اس کو مکروہ لکھا ہے اس لئے نہ کیا۔ خوب! تو کیا زنا کو جائز لکھا ہے۔ اسی کو تقویٰ کلابی کہتے ہیں یعنی کتّوں کا سا تقویٰ کہ موتتے وقت تو ٹانگ اُٹھا کر موتتا

ہے کہ چھینٹ نہ پڑے ٹانگ پر اور کھانے کو گو بھی کھا لیتا ہے۔

حکایت ۳ - جس کے دل میں جو بسا ہوتا ہے اسے ہر موقع پر وہی یاد آتا ہے!

(۱) فرمایا مجھے ریل میں ایک بنیا ملا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے یہاں گیہوں کا کیا نرخ ہے میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں وہ تعجب سے کہنے لگا کہ گیہوں کا نرخ معلوم نہیں۔ صحیح فرمایا ؎

بسکہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی ہر چہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

(۲) فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے ایک ککڑی والے نے آواز لگائی الخیار العشرۃ بدانق بس آپ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے کہ جہاں دس دس خیار کی یہ قیمت ہے وہاں ہم اشرار کی کیا قیمت ہوگی۔

حکایت ۴ - اس طریق میں شیخ کے ساتھ نہایت عقیدت کی ضرورت ہے

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی نے ایک ڈاکو کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ کسی بستی میں لب دریا اپنا بھیس بدل کر جھونپڑی ڈال کر اللہ اللہ کرنے لگا۔ لوگوں کو اس سے عقیدت ہوئی۔ اس کے پاس آنے لگے بعضے مرید ہو کر وہیں ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے۔ خدا کی قدرت کہ بعضے ان میں صاحب مقام بھی ہو گئے۔ ایک دن ان پیر صاحب کے بعض مرید مراقب ہوئے کہ دیکھیں اپنے پیر کا مقام کیا ہے مگر وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ ہر چند مراقبہ کیا مگر کچھ ہو تو نظر آوے۔ ناچار ہو کر اپنے پیر سے کہا۔ پیر میں چونکہ ذکر اللہ کی برکت سے صدق کی شان پیدا ہو چکی تھی سب قصہ صاف کہدیا کہ میں تو کچھ نہیں ایک ڈاکو ہوں۔ پھر انھوں نے سب نے مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے پیر کو بھی صاحب مقام بنا دیا۔ دیکھئے یہاں صرف عقیدت ہی عقیدت تھی باقی میدان صاف تھا۔ اس حکایت سے عقیدت کے نفع کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

حکایت ۵ - مقبول بندہ کا احترام بھی جاذب رحمت الٰہی ہے

فرمایا کہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کسی نہر پر وضو کرنے بیٹھے اور ان سے قبل اوپر کی طرف ایک اور شخص وضو کر رہا تھا وہ ادباً امام صاحب کے پائیں جا کر بیٹھ گیا۔ کسی شخص نے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیا حال ہے کہا اللہ تعالیٰ نے اس پر مغفرت فرمائی کہ تجھ کو

محض اس بات پر بخشدیا کہ تونے ہمارے ایک مقبول بندہ کا احترام کیا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جب ایسے بہانوں سے مغفرت ہوجاتی ہے تواب کسی کو کیا حقیر سمجھئے۔ میرے خیال میں عذاب تو ایسے متمرد کو ہوگا جو کسی طرح بیچے نہیں اور خود چاہے کہ مجھے عذاب ہو۔ سچ ہے ؎

رحمت حق بہانہ می جوید رحمت حق بہانمی جوید

حکایت ۶۔ اگر کوئی شماتت سے کسی کے فعل پر نکیر کرے تو جب تک وہ شخص اس میں مبتلا نہ ہوگا وہ اس وقت تک نہ مریگا

گوالیار کی فوج میں ایک شخص داڑھی منڈاتا تھا لوگ ہر چند ملامت کرتے لیکن باز نہ آتا تھا۔ اس کے بعد اتفاقاً راجہ نے قانون نافذ کردیا کہ فوجی آدمی سب داڑھی منڈایا کریں۔ اس پر سب لوگوں نے اس سے کہا کہ بھائی خوش ہوجا ہم تو تجھے ملامت کرتے تھے۔ اب سب کو تجھ جیسے ہی ہونے کا حکم ہوگیا۔ اس نے کہا پہلے تو میں شرارت نفس سے ایسا کرتا تھا اب ایک کافر راجہ کا حکم ہے تو اس کے کہنے سے شریعت کو نہ چھوڑوں گا اور داڑھی نہ منڈاؤں گا گھاس کھود کر یا اور کسی ذریعہ سے گذر کرلوں گا۔ چنانچہ اس نے فوراً نوکری چھوڑ دی۔ اور جو لوگ اس پر ملامت کیا کرتے تھے انھوں نے سب نے داڑھی منڈائی۔ اب بتلایئے اس کے قلب کی حالت کسے معلوم تھی اور حق تعالیٰ زیادہ قلب ہی کو دیکھتے ہیں ان اللہ ینظر الی قلوبکم ونیاتکم ولا ینظر الی صورکم واموالکم۔ سچ ہے ؎

دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر
سب سے ربط آشنائی ہے اُسے دل میں ہر ایک کے رسائی ہے لسے
زوجۂ فرعون ہووے طاہرہ اہلیہ لوط نبی ہو کافرہ
زادۂ آذر خلیل اللہ ہو اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو
کچھ نہیں دم مارنے کا ہے مقام پہونچے اس نکتہ کو کب فہم عوام

حکایت ۷۔ چھوٹی سے چھوٹی اختیاری کوتاہی کا علاج بھی مغفرت کے قریب کرتا ہے

فرمایا کہ ایک صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک تحصیلدار صاحب جو داڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑی بڑی رکھتے تھے شکار میں کسی گولی سے مرگئے مرنے کے وقت کہنے لگے بڑے شرم کی بات ہے

کہ خدا کے سامنے یہ صورت لے کر کیسے جاؤں۔ فوراً انھوں نے قینچی منگائی اور مونچھیں ترشوائیں اور کہا کہ داڑھی کا بڑھانا تو میرے اختیار میں نہیں ہے، مگر مونچھیں تراشنا تو میرے اختیار میں ہے۔

حکایت ۸۔ حضرت علیؓ کی خوش طبعی

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ و حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے درمیان چل رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چھوٹے قد کے تھے اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دراز قد تھے۔ حضرت علیؓ شاعر بھی تھے اور بڑے خوش مزاج بھی تھے اور عموماً شاعر خوش مزاج ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی بیننا کالنون فی لنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ جواب دیا لولا کنت بینکما لکنتما لا۔

حکایت ۹۔

فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر حضرت علی رضؓ میں مزاح نہ ہوتا تو میں اپنی حیات ہی میں ان کو خلیفہ بنا دیتا۔ مزاح سے وقار جاتا رہتا ہے حضرت علی رضؓ خوش مزاج بہت تھے اکثر ہنستے بولتے رہتے تھے۔ اور یوں سب ہی حضرات صحابہ خوش مزاج تھے۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو شعر بھی دیکھے ہیں ؎

ابو بکر حبانی اللہ مالا — واعتق من ذخائرہ بلالا

وقد واسی النبی بکل فضل — واسرع فی اجابتہ بلالا

حکایت ۱۰۔ حکومت بڑی ذمہ داری کی چیز ہے

فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وفات سے دو برس کے بعد خواب میں دیکھا کہ پیشانی کا پسینہ صاف کر رہے ہیں۔ پوچھا یا امیر المومنین آپ کا کیا معاملہ ہوا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی ابھی حساب سے فارغ ہوا ہوں قریب تھا کہ عمر کا تخت لوٹ جائے مگر میں نے اللہ کو بڑا رحیم کریم پایا۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھ لیجئے یہ حکومت ایسی چیز ہے جس کی لوگ ہوسیں کرتے ہیں کیا حضرت عمر رضؓ جیسا انصاف کسی میں ہو سکتا ہے، پھر بھی ان کا یہ واقعہ ہوا۔

حکایت ۱۱۔

فرمایا امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ آپ ایک مرتبہ کسی کرایہ کے گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ راستہ میں کوئی چیز گر گئی۔ گھوڑا ذرا آگے بڑھ گیا جب معلوم ہوا تو گھوڑے کو وہیں روک کر خود اتر کر وہ چیز اٹھا لائے اور پھر گھوڑے پر سوار ہوئے کسی نے عرض کیا کہ گھوڑے ہی کو لوٹا کر اس کو اٹھا لیتے فرمایا کہ یہ مسافت عقد میں

نہ ٹھہری تھی اس لئے ایسا کرنا جائز نہ تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ سلف میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ اگر ہم ہوتے تو اس کے جائز کرنے کے لئے ہزار بہانے نکال لیتے۔

حکایت ۱۲۔ فرمایا کہ ایک پنجابی درویش مجھ سے جب ملتے تو فرماتے خواجہ رات کا سونا چھوڑ دے جو کچھ کسی کو ملا ہے رات کے جاگنے ہی سے ملا ہے۔ میں نے ہنسکر کہا کہ سونا تو نہیں چھوڑا جاتا رانگ ہو تو چھوڑ دوں۔

حکایت ۱۳۔ بزرگوں کا سوال و جواب بھی لطیف ہوتا ہے

فرمایا حضرت صابر نے شیخ شمس الدین ترکی کو پانی پت کی خدمت سپرد کی۔ اس زمانہ میں حضرت شاہ بوعلی قلندر زندہ تھے۔ انھوں نے اپنا ایک پیالہ جو پانی سے بالکل لبریز تھا شاہ شمس الدین کی خدمت میں روانہ کیا آپ نے اس پر ایک پھول رکھکر واپس فرمادیا۔ شاہ قلندرؒ کا یہ مقصود تھا کہ جیسے یہ کٹورا پانی سے لبریز ہے اور اس میں اور پانی کی گنجائش نہیں اسی طرح یہ پانی پت میری ولایت سے لبریز ہے اس میں آپ کے قیام کی حاجت نہیں شیخ شمس الدین نے پانی کے پیالہ پر پھول رکھکر یہ کہدیا کہ کچھ حرج نہیں میں مثل پھول کے رہوں گا جیسا کہ اس پیالہ میں پھول سما گیا۔

حکایت ۱۴۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی عجیب عجیب طرح حفاظت کرتا ہے

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب قصہ بیان فرماتے تھے کہ ایک مقام پر دو میاں بیوی نہایت خوش حال تھے ان کے کوئی اولاد نہ تھی آرام سے رہتے تھے ایک مرتبہ ایک کوٹھری کے اندر سو رہے تھے اسی کوٹھری میں چوروں نے نقب لگائی کیونکہ اس کوٹھری میں رہ بیہ نکلنے کا گمان تھا پھر احتیاط کے لئے ان کی چارپائی وہاں سے پکڑ کر باہر صحن میں کردی کہ جاگ کر غل نہ مچادیں۔ جوں ہی چارپائی باہر رکھکر آئے ہیں کہ یکایک چھت گر گئی سولہ کے سولہ وہیں دب کر رہ گئے۔ جب میاں بیوی صبح کو اٹھے تو دیکھا کہ ہماری چارپائی باہر ہے اور چھت گری پڑی ہے خدا کا بڑا شکر ادا کیا مٹھائی تقسیم کی اور سمجھے کہ ضرور ہماری چارپائی فرشتوں نے اٹھا کر باہر کی ہے۔ جب مزدوروں کو بلا کر وہاں سے مٹی اٹھائی گئی تو سولہ نعشیں نکلیں اس وقت سمجھ میں آیا کہ چارپائی اٹھانے والے یہ سولہ شیطان یعنی چور ہیں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا دیکھیے تو ان میاں بیوی کی تو حیات اور ان چوروں کی موت مقدر تھی ان کے دل میں کیا مال کی محبت ڈالی کہ فلاں جگہ نقب لگاؤ مال ملے گا

اور کیسے چارہ پانی باہر کھوانی۔

حکایت ۱۵ طمع بُری بلا ہے۔ فرمایا کہ میرے دوست مارہرہ کے رہنے والے کہتے تھے کہ ایک سرائے میں ہم چند آدمی کھانا کھا رہے تھے کہ سامنے سے ایک کُتّا آیا ایک نے بہت ادب سے سلام کیا۔ لوگوں نے ملامت کی تو اُس نے کہا کہ جن بھی کتے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں سو ممکن ہے یہ جن ہو اور جنوں میں بھی جنوں کا بادشاہ ہو اور ممکن ہے کہ مجھ سے راضی ہو کر مجھے کچھ دیدے۔ دیکھئے اس نے کتنے بعید احتمالات اور امکانات نکالے۔

حکایت ۱۶۔ پہلے سلاطین میں بھی دین کی وقعت اور دین کی پابندی تھی والی کابل کے عدل کی حکایت

فرمایا کہ میرے پیر بھائی محمد خاں صاحب خورجہ والے ایک واقعہ امیر عبدالرحمٰن خاں والی کابل کا بیان کرتے تھے کہ ان کی بیوی کے ہاتھ سے ایک قتل ہو گیا ایک ماما کو پستول سے مار ڈالا۔ امیر عبدالرحمٰن خاں سے ماما کے ورثاء نے فریاد کی۔ حکم فرمایا کہ قاضی شرع کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا جاوے اور بعد تحقیق شرعی کے جو حکم ہو اس پر عمل کیا جاوے۔ چنانچہ وہاں دعویٰ دائر ہوا قاضی نے کہلا کر بھیجا کہ مجرم کی حراست کی ضرورت ہے مگر شاہی محل کا معاملہ ہے وہاں تک رسائی کیسے ہو سکتی ہے۔ فوراً فوج کو حکم دیا کہ قاضی صاحب کے ماتحت کام کریں۔ باضابطہ محل سے گرفتاری ہوئی اور بیانات لئے گئے۔ مقدمہ شروع ہو گیا۔ امیر صاحب کے صاحبزادے امیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا والدہ کے متعلق کیا ہوگا فرمایا کہ بیٹا میں اس میں مجبور ہوں جو حکم شرعی ہوگا وہ ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تمہاری تو ماں ہے اس لئے تمہیں اس کا خیال ہے اور میری بیوی ہے اس لئے مجھ کو بھی خیال ہے مگر حکم شرعی کے سامنے چون وچرا کی کیا گنجائش ہے۔ اور تعجب ہے کہ تم کو اپنی بڑھیا ماں کا تو خیال ہے اور بوڑھے باپ کا خیال نہیں کہ رعایت کرنے سے میدان حشر میں خدا کے سامنے گھٹنا گھٹنا پھرے گا۔ غرض مقدمہ ہوا اور قاتلہ کے اقرار سے قتل ثابت ہو گیا۔ قاضی شرعی نے حکم قصاص کا صادر کر دیا۔ صاحبزادوں نے امیر صاحب سے عرض کیا کہ اگر مقتول کے ورثاء کو کچھ دے کر راضی کر لیں اور وہ اپنا حق معاف کر دیں تو اس میں تو کوئی حرج نہیں۔ فرمایا کہ کوئی حرج نہیں شریعت میں اس کو دیت کہتے ہیں مگر یہ شرط ہے کہ وہ طیب خاطر سے اس

پر رضامند ہوں۔ کوئی حکومت کا اثر یا دباؤ ان پر نہ ڈالا جائے غرضکہ کوشش کرکے ان کو راضی کیا انھوں نے بخوشی معاف کر دیا تب بیگم صاحبہ کی جان بچی۔ یہ ہے عدل۔ ایسے شخص کو حکومت کرنا جائز ہے اور اگر بادشاہ ہو گر اس میں عدل نہ ہو بلکہ ظلم ہو بے حد قبیح ہے

حکایت امیر عبدالرحمٰن صاحب والی کابل کے فراست کی حکایت

فرمایا کہ وہی محمد خاں راوی ہیں وہ چند روز امیر صاحب کے مہمان بھی رہے ہیں کہتے تھے کہ میں نے ایک شب میں خلوت میں فلاح ملک کے متعلق کچھ اصلاح یادداشت بطور نوٹ کے لکھی تھیں اس خیال سے کہ صبح دربار میں امیر صاحب کو مشورہ دوں گا کہ ان چیزوں کی ملک میں ضرورت ہے وہ یادداشت جیب میں رکھ کر امیر صاحب کے دربار میں گیا۔ موقع کا منتظر رہا کہ موقع ملے تو وہ اصلاحی نوٹ پیش کر دوں کہ دفعۃً خود بولے کہ بعض احباب ملک کی اصلاحات کے متعلق یہ مشورہ دیتے ہیں کہ فلاں فلاں چیزیں ملک کی ترقی کے لئے مفید ہیں اور اس کے بعد نمبروار ہر نوٹ کے جوابات دینے شروع کئے کہ اس میں اگر یہ مفاد ہے تو یہ مضرت ہے۔ منجملہ اور نوٹوں کے ایک نوٹ یہ بھی تھا کہ ملک سے ہوشیار اور سمجھدار نوعمر لوگ منتخب کرکے جرمن وغیرہ بھیجے جاویں تاکہ صنعت و حرفت سیکھ کر آویں اور پھر دوسرے لوگوں کو ملک میں آکر سکھلا دیں اس پر فرمایا کہ مشورہ تو بالکل ٹھیک ہے لیکن طریق کار غلط ہے اس لئے کہ جو لوگ یہاں سے بھیجے جاویں گے وہ وہاں جا کر آزاد ہو جاویں گے، دوسری جگہ کے جذبات اور خیالات کا ان پر اثر ہوگا پھر جب ملک میں آویں گے تو ان کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ اوروں کے اندر بھی وہی جذبات اور خیالات پیدا ہو جاویں گے اس لئے اس کی دوسری مفید صورت یہ ہے کہ اہل کمال لوگوں کو جو صنعت و حرفت میں کامل و ماہر ہیں باہر سے یہاں بلایا جائے اور ان کے ذریعہ سے لوگوں کو سکھلایا جاوے تو چونکہ وہ محکوم ہوں گے اور ہر قسم کی ان کی نگرانی ہوگی اس سے وہ اندیشہ نہ ہوگا۔ راوی بیان کرتے تھے کہ مجھ کو حیرت ہو گئی ان کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ نوٹ لکھ کر لایا ہے اور اسی ترتیب سے نوٹ ہیں

کہتے تھے کہ میں نے دربار برخاست ہونے پر امیر صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو کشف ہوتا ہے یہ تو میں لکھ کر لایا تھا اور کسی کو اطلاع ہی نہ تھی۔ فرمایا کہ کشف تو بزرگوں کو ہوتا ہے میں ایک گنہگار شخص مجھ کو کیا کشف ہوتا لیکن حق تعالیٰ نے عقل عطا فرمائی ہے

اور یہ بھی فرمایا کہ جہاں تک کشف کی رسائی ہوتی ہے وہیں تک عقل کی بھی رسائی ہوتی ہے اور اس پر ایک مثال بیان فرمائی کہ دیکھو دو چیزیں ہیں ایک ٹیلیفون اور ایک ٹیلی گراف سو کشف ٹیلیفون کے مشابہ ہے کہ جس میں صاف صاف گفتگو ہوتی ہے اور عقل ٹیلی گراف ہے اس میں کچھ اشارات ہوتے ہیں قدرے خوض کی ضرورت ہوتی ہے۔ عجیب تحقیق بیان کی یہی تو ہے مومن کی فراست جو ایک نور ہے اور عطائے خداوندی ہے اور یہ اکثر پیدا ہوتا ہے تقویٰ و طہارت سے۔

حکایت ۱۸۔ اودھ کا تکلف

(۱) فرمایا کہ دو شخص اودھ کے سٹیشن ریل میں سفر کا ارادہ تھا مگر عین سوار ہونے کے وقت تکلف کی مشق ہو رہی تھی ایک کہتا تھا قبلہ آپ سوار ہوں، دوسرا کہتا تھا کہ کعبہ آپ سوار ہوں اسی میں ریل چھوٹ گئی۔ (۲) ایسے دو شخص کیچڑ میں گر گئے اب آپس میں ایک دوسرے کو کہہ رہا ہے قبلہ آپ اٹھئے کعبہ آپ اٹھئے۔

حکایت ۱۹۔ انگریزوں میں ظاہری تہذیب بہت ہے

فرمایا ایک شخص بیان کرتے تھے کہ ایک نواب زادے ایک جہاز میں سوار تھے اور ان کے چند دوست احباب ہمراہ تھے ایک انگریز بھی بڑے درجہ کا اسی جہاز میں سفر کر رہا تھا اور ان کو رئیس سمجھ کر ان کے پاس ملنے آیا تھا اور انگریزی میں بات چیت کرتا تھا۔ یہ یوں سمجھے کہ یہ اردو نہیں جانتا انہوں نے مذاق میں اس کا نام الّو کا بچہ رکھا تھا اور یہی سمجھتے تھے کہ یہ اس کو نہیں سمجھتا اور وہ باوجود سمجھنے کے کبھی چیں بہ جبیں نہ ہوا۔ جب جہاز سے اتر کر چلنے لگے تو وہ نواب زادے سے رخصت ہونے کے لئے کہتا ہے کہ الّو کا بچہ آداب بجا لاتا ہے اور اودھ کا سا سلام کیا اس وقت معلوم ہوا کہ یہ اردو اعلیٰ درجہ کی جانتا ہے مگر غضب یہ کیا کہ سارے راستہ ان کو محسوس ہونے نہیں دیا کہ میں اس کو سمجھتا ہوں برابر اس کہنے پر بھی بولتا رہا اور کوئی ناگواری نہیں ہوئی۔ نواب زادہ کی تو یہ حالت ہوئی کہ مارے شرمندگی کے پسینے پسینے ہو گئے اور بے حد محجوب اور شرمندہ ہوئے اور وہ کہہ کر چل دیا۔ اس ضبط کو ملاحظہ فرمایئے یہ ایسی قوم ہے مگر دین نہ ہونے کے سبب اخلاق کی نقل ہے اصل نہیں۔

حکایت ۲۰۔ مہمان کا ادب

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے

ایک اعرابی بدوی آپ کے دسترخوان پر کھانا کھارہا تھا اور بڑے بڑے لقمے کھارہا تھا آپ انتظار و نگرانی فرما رہے تھے آپ نے شفقت سے فرمایا کہ بھائی اتنا بڑا بڑا لقمہ مت لو بعض دفعہ تکلیف ہو جاتی ہے۔ وہ بدوی فوراً دسترخوان سے اُٹھ گیا اور کہا کہ آپ نگرانی کرتے ہیں مہمانوں کے لقموں کی۔ یہ دسترخوان اس قابل نہیں کہ کوئی بھلا آدمی اس پر کھانا کھائے یہ کہہ اور دسترخوان سے اُٹھ کر چلا گیا۔ ہرچند امیر معاویہؓ نے کوشش کی لیکن نہیں رُکا چلا گیا۔ مجھ کو حیرت ہو گئی کہ بدوی بھی اصولی ہیں جن کا یورپ کے بڑے بڑے مہذب مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جہلا کہتے ہیں کہ اسلام میں انتظام نہیں۔ اسلام میں تو وہ انتظام ہے کہ دوسروں نے بھی اسی سے لیا ہے۔ اسلام کا انتظام اور اسلام کے اصول تو وہ ہیں کہ آج دنیا کی اقوام کا اقرار ہے کہ ہم نے اسلام ہی سے لئے ہیں۔

حکایت ۲۱۔ ترغیب احتیاط

دو شخص حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے۔ وہ کہیں آپس میں کہہ رہے تھے کہ ہمارے وطن کی مسجد میں جو حوض ہے وہ یہاں کے حوض سے بہت بڑا ہے۔ بات سلطان جی نے بھی سن لی فوراً طلب فرمایا اور پوچھا کہ کیا تم نے دونوں حوضوں کی پیمائش کر لی ہے۔ عرض کیا پیمائش تو نہیں کی اندازہ سے کہا ہے۔ فرمایا اندازہ کا کیا اعتبار بلا تحقیق بات کیوں کہی۔ اچھا جاؤ ناپ کر آؤ چنانچہ وہ ڈرتے ڈرتے گئے کہ کہیں ہماری بات غلط نہ نکلے لیکن خیر جب وہاں جا کر ناپا تو واقعی وہ حوض ایک بالشت بڑا ہی نکلا۔ اس پر وہ بہت خوش ہوئے کہ ہماری بات غلط نہ نکلی اور جب حاضر ہوئے تو اپنے نزدیک سُرخرو ہو کر عرض کیا کہ حضرت ناپنے پر بھی وہی حوض بڑا نکلا فرمایا کہ تم نے تو کہا تھا کہ وہ حوض اس حوض سے بہت بڑا ہے کیا صرف ایک بالشت بڑے ہونے پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہت بڑا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے اندر احتیاط کا مادہ نہیں ہے۔ لہٰذا ہمارے یہاں تمہارا کام نہیں اور کہیں جاؤ چنانچہ ان کو بیعت میں قبول نہیں فرمایا۔

حکایت ۲۲۔ حسب نسب کی بعض خاصیتیں فطری ہیں

(۱) ایک پیر کے مرید راجپوت تھے۔ اس نے اپنے پیر سے کہا کہ اپنے لڑکے کو جو آپ وصیتیں کر رہے ہیں ایک وصیت یہ بھی کر دیجئے کہ کسی راجپوت کو مرید نہ کرے۔ پیر نے کہا یہ کیا بات ہے دیکھو تم راجپوت ہو اور کیسا

مخلص ہو۔ کہنے لگا بار ہا میرے دل میں آیا کہ تمہاری بھینس کھول لے جاؤں۔ میں تو ضبط کرتا رہا لیکن سب ضبط نہیں کر سکتے۔

(۲) ایک رئیس خاں صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک شخص نے ایک پٹھان بزرگ کی تعریف کی۔ مخاطب نے کہا کہ دیکھے ہم نہ مانیں گے چنانچہ دونوں ان کی خدمت میں گئے اور مخاطب نے ان کو جوش دلانے کے لئے کہا کہ آپ جنگل میں تنہا رہتے ہیں جہاں شیر بھیڑیئے رہتے ہیں آپ کو تو بہت ڈر لگتا ہوگا۔ بزرگ کو جوش آگیا کہ بزدلی کی نسبت ان کی طرف کی کہنے لگے میں شیر بھیڑیئے سے کیا ڈرتا میں خدا تک سے تو ڈرتا نہیں۔ اسی طرح ایک بار حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ شیخ زادہ کی قوم بڑی خبیث ہے۔ ایک شخص نے اسی مجلس میں کہا کہ حضرت آپ بھی تو شیخ زادہ ہیں بے ساختہ فرمایا کہ میں بھی خبیث ہوں حضرت نے فرمایا میں یہ کہا کرتا ہوں کہ شیخ کی قوم فطرتی ہوتی ہے۔

حکایت ۲۳۳۔ فیضی اور ابوالفضل وغیرہ شاہی دربار میں کسی اور دوسرے اہل کمال کو نہیں آنے دیتے تھے ایک روز ایک شاعر جو نووارد تھا بوسیدہ لباس پہنے شکستہ حالت میں فیضی کو سڑک پر نظر آیا۔ فیضی کی سواری اس شاعر کے سامنے نظر آئی تو اس نے اٹھ کر سلام کیا اور گاڑی روک لینے کا اشارہ کیا۔ فیضی نے اس کو مسافر سمجھ کر کہا کہ ماعر ہستم۔ پوچھا ماعر کدام باشد۔ کہا ہر کہ معر گوید۔ پوچھا معر کہ اگو بند اس نے کہا ہے

رفتم در بازار خر بیدم بیک گت   قل اعوذ برب الناملک الناالہ الناا

فیضی نے یہ سمجھا کہ کوئی مسخرہ ہے دربار میں نقل مجلس ہوگا۔ دربار میں حاضر کیا اس حالت کو دیکھ کر کسی نے ان کی طرف التفات نہ کیا وہ شاعر جا کر زمین پر بیٹھ گئے اور سب اپنے اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے تھے وہ شاعر بے تکلف بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے۔

گرفروتر نشست خاقانی   نے مرا ننگ و نے ترا ادب است

قل ہو اللہ کہ وصف خالق ماست   زیر تبت یدا ابی لہب است

مثال عجیب دی کہ جو مسخرہ سمجھ کر لے گئے تھے زرد پڑ گئے بادشاہ نے اس شاعر کا بڑا احترام کیا اسی وقت حمام بھیجکر غسل دلوا کر جوڑا بدلوایا اور دربار میں جگہ دی۔

(۱۸۷) محبت حق پیدا کرنے کی ترکیب اول تو یہ کہ نیک عمل میں بہ نیت ازدیاد محبت استقامت کے ساتھ مشغول رہو۔ دوم یہ کہ اللہ کا نام تو جی لگا کر یعنی تھوڑا تھوڑا اللہ اللہ بھی کرو۔ سوم یہ کہ اہلِ محبت کی صحبت اختیار کرو اور وہ جو کہیں وہ کرو۔ پھر تو تھوڑے دنوں میں دل نور سے معمور ہو جائے گا اور خدا کی قسم اس قدر محفوظ ہو گے کہ تمہاری نظر میں پھر سلطنت کی بھی کچھ حقیقت اور وقعت نہ رہے گی۔

(۱۸۸) اصلاح کا طریق مؤثر ایک بار فرمایا کہ اعمال میں ہمت کر کے شریعت کے پابند رہو ظاہراً بھی باطناً بھی اور اللہ اللہ کرو اور کبھی کبھی اہل اللہ کی صحبت میں جایا کرو اور ان کی غیبت میں جو کتابیں وہ بتائیں ان کو پڑھا کرو۔ بس جی یہ چار چیزیں ہیں۔ میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ جو ان چار پر عمل کر کے دکھلا دیگا وہ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ کا مصداق یعنی اللہ تعالیٰ کا محبوب اور محب ہو جاوے گا ضرور ہو جاوے گا ضرور ضرور بالضرور ہو جاوے گا۔

(۱۸۹) کام کرنے سے ہی اس طریق میں کام چلے گا فرمایا کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تو غایت شفقت سے بہت چاہتے تھے کہ پکی پکائی ہی کھلا دیں مگر غیرتِ حق اور مصلحت دین کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہ دی۔ تو بھائی خوب سمجھ لو کہ کام کرنے ہی سے اس طریق میں کام چلے گا۔ بس طریق یہی ہے کہ کام کرو محنت کرو خدا برکت دیگا۔ اگر کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو تو بجز اس کے کوئی صورت نہیں جیسا کہ یجاھدون فی سبیل اللہ سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱۹۰) فرمایا کہ دو چیزیں لازم طریق ہیں ایک عمل دوسری محبت۔ اول میں ہمت کی ضرورت ہے۔ دوسری میں اہل اللہ کی صحبت اور ان کے اتباع کی۔

(۱۹۱) طریق تفہیم مؤثر جو بات مخاطب کی قوت فکریہ پر بوجھ پڑنے کے بعد سمجھ میں آتی ہے یا بتائی جاتی ہے وہ اس قدر پختگی کے ساتھ ذہن نشین ہوتی ہے کہ پھر کبھی ذہن سے نہیں نکلتی اور اسی نافعیت کی بناء پر حضرت والا تمام دوران تربیت میں اسی طریق تفہیم کا بکثرت اہتمام فرماتے رہتے ہیں۔

(۱۹۲) ملفوظات متعلق بیعت شیخ و مرید میں مناسبت پیدا کرنے کا طریقہ

مناسبت کے لئے نِری بیعت کافی نہیں بلکہ اور چیزیں بھی ضروری ہیں مثلاً کچھ دن پاس رہنا خصوصیات مزاج کا تتبع اور ان کی رعایت کرنا چند تعلیمی خط و کتابت جاری رکھنا وغیرہ بلکہ شیخ کو تو طالب کے ساتھ زیادہ تر اس ہی کے برتاؤ سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔

(۱۹۳)۔ فرمایا کہ بیعت میں جس چیز کا مجھے انتظار رہتا ہے وہ باہمی مناسبت اور صحت عقیدہ ہے

(۱۹۴)۔ فرمایا کہ حصول مقصود کا مدار بیعت پر نہیں۔ بلکہ نِری تعلیم تو حصول مقصود کے لئے بالکل کافی ہے لیکن نِری بیعت ہرگز کافی نہیں۔

(۱۹۵) صورت بیعت کا درجہ

فرمایا کہ صورت بیعت کا محض وہ درجہ ہے جو پھولوں کی کیاری میں گھاس کا ہوتا ہے کہ اس سے ایک خوشنمائی تو ضرور پیدا ہو جاتی ہے اور پھولوں کی رونق بڑھ جاتی ہے لیکن پھولوں کے نشوونما میں گھاس کا کچھ بھی دخل نہیں۔

(۱۹۶) بیعت کی صورت و حقیقت

فرمایا کہ بیعت کی ایک صورت ہوتی ہے ایک حقیقت۔ اس کی صورت مطلوب نہیں حقیقت مطلوب ہے چنانچہ بیعت کی حقیقت ہے اعتقاد و اعتماد جازم اپنے تعلیم کرنے والے پر یعنی اس کو یہ یقین ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دے گا وہ میرے لئے نہایت نافع ہوگا۔ غرض اس پر پورا اطمینان ہو اور اپنی رائے کو اس کی تجویز و تشخیص میں مطلق دخل نہ دے جیسا کہ طبیب حاذق و شفیق کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے بس ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے۔ باقی رہی بیعت کی صورت وہ اول وہلہ میں خواص کے لئے نافع نہیں عوام کے لئے البتہ اول وہلہ میں بیعت کی صورت بھی نافع ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے ان کے قلب پر ایک عظمت اور شان اس شخص کی طاری ہو جاتی ہے جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اس کے قول کو باوقعت سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ خواص کے لئے کچھ مدت کے بعد بیعت نافع ہوتی ہے کیونکہ اس کا خاصہ ہے کہ جانبین میں ایک خلوص پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱۹۷) بیعت کا لطف کب ہے

ایک بار فرمایا کہ بیعت کا لطف تو جب ہی ہے جب پہلے تعلیم حاصل کرے اور پھر بیعت ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ جب اس تعلیم سے نفع ہوگا تو اپنے معلم سے محبت پیدا ہو جانے کے بعد بیعت میں جو لطف ہوگا وہ اس کے قبل کہاں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک تو عقد کی یہ صورت

ہے کہ ماں باپ نے جس کے ساتھ چاہا نکاح کر دیا پھر اس کے بعد تعلق پیدا ہو اور ایک صورت یہ ہے کہ اتفاقاً اضطراراً کسی پر عاشق ہو گئے پھر حدود عفت میں نہایت سختی کے ساتھ رہ کر اس کی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح نکاح ہو جاوے چنانچہ جدوجہد بسیار اور شدید کلفت انتظار اور بڑی تمناؤں کے بعد خدا خدا کر کے اس میں کامیابی ہوئی اور نکاح ہو گیا تو اب دیکھ لیجئے کہ نکاح کی ان دونوں صورتوں کے لطف میں زمین آسمان کا فرق ہو گا۔

(۱۹۸) تاخیر بیعت کی ایک مصلحت

ایک بار تاخیر بیعت میں یہ مصلحت بیان فرمائی کہ امید بیعت میں طالب اپنی اصلاح کی اور مناسبت پیدا کرنے کی بہت کوشش کرتا ہے ورنہ اگر درخواست پر فوراً بیعت کر دیا جاوے تو پھر بے فکر ہو جاتا ہے۔

(۱۹۹) جہاں ضرورت ہو وہاں انتظام ہی مناسب ہے

بارہا فرمایا کہ مجھے انتظامات کا خواہ مخواہ شوق نہیں ہے بلکہ مجھے تو ان قصوں سے وحشت ہے کیونکہ میری طبیعت فطری طور پر آزاد ہے مگر جہاں ضرورت ہو اور بدون انتظامات کے کام ہی نہ چلے وہاں منتظم ہونا ہی پڑتا ہے اور وہاں منتظم ہونا ہی ضروری ہے بلکہ جہاں ضرورت ہو وہاں تو انتظامات میں مجھے بجائے مشقت اور وحشت کے نہایت مسرت اور دلچسپی ہوتی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میرا مقصود ان قواعد سے صرف یہ ہے کہ نہ مجھے کوئی اذیت ہو نہ دوسروں کا کوئی کام اٹکے۔

(۲۰۰) اصلاح کیلئے مناسبت شیخ کی ضرورت ہے

فرمایا کہ ہر شخص کو ہر شخص اچھا نہیں بنا سکتا۔ اور اصلاح کا دارومدار ہے مناسبت پر ممکن ہے کہ ایک شخص کو مجھ سے مناسبت نہ ہو اور دوسرے سے مناسبت ہو لہٰذا ہر شخص کو اپنی اصلاح کے لئے اسی کے پاس جانا چاہئے جس سے مناسبت ہو لیکن وہ ہو محقق۔

(۲۰۱) حد مقرر کرنے کی ضرورت جس سے حضرت والا کی سیاست کی بنا ہوتی ہے

اپنے طرز سیاست کے سلسلہ میں بیان فرمایا کہ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اپنے اور حضرات کا تو یہ طرز نہ تھا میں نے کہا کہ یہ بات تو حضرت عمرؓ کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے کہ حد خیر نہ حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی نہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے زمانہ میں تھی صرف تعزیر تھی حضرت عمر رضؓ نے بجائے تعزیر کے یہ حد کیوں مقرر کردی بس جو وہاں جواب ہے وہی یہاں بھی ہے یعنی پہلے طبائع میں سلامتی تھی اس لئے واقعات میں قلت تھی لہذا صرف تعزیر کافی تھی حد مقرر کرنے کی ضرورت نہ تھی بعد کو طبائع کا رنگ بدل گیا اور واقعات زیادہ ہونے لگے اس لئے حد مقرر کرنے کی ضرورت واقع ہوئی۔ تو جو فاروقؓ نے کیا وہی ایک فاروقی نے بھی کیا۔

(۲۰۲) اصلاح کن کن امور کی شیخ کے ذمہ ہے

فرمایا کہ میرے ذمہ ساری باتوں کی اصلاح نہیں ہے بلکہ صرف ان ہی باتوں کی ہے جو تمہاری سمجھ سے باہر ہوں اور ایسی باریک ہوں کہ سوچنے سے بھی سمجھ میں نہ آدیں۔

(۲۰۳) غیر مقلدی کی حد غنیمت

فرمایا کہ اگر کوئی اہل حدیث تقلید کو حرام نہ سمجھے اور بزرگوں کی شان میں بدزبانی اور بدگمانی نہ کرے تو خیر یہ بھی بعض سلف کا مسلک رہا ہے اس میں بھی میں تنگی نہیں کرتا ہوں ہاں دل کا پوری طرح ملنا نہ ملنا اور بات ہے۔

(۲۰۴) تربیت کی ذمہ داری کب لینی چاہیئے

فرمایا کہ کسی کی تربیت اپنے ذمہ اس وقت تک نہ لینی چاہیئے جب تک اپنے دل کو اس سے اتنا کھلا ہوا نہ پائے کہ اگر خود اس کی ذات کو نالائق نہ کہہ سکے تو کم از کم اتنا تو کہہ سکے کہ آپ کی یہ حرکت بڑی نالائق تھی۔ ورنہ پھر اس کو اس تعلق سے فائدہ ہی کیا پہونچ سکتا ہے۔

۲۰۵ طریقہ برتاؤ حضرت والا کا امراء کے ساتھ

فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں امراء کے ساتھ نہ تملق کا برتاؤ کرتا ہوں نہ اہانت کا بلکہ متوسط درجہ کا برتاؤ کرتا ہوں جس میں ان کی امتیازی شان اور حفظ مراتب کی بھی رعایت کرتا ہوں کیونکہ جس برتاؤ کے وہ عادی ہوتے ہیں اور عام طور سے متوقع رہتے ہیں اس کا بھی بقدر ضرورت لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ دل شکنی نہ ہو لیکن اگر ان کی طرف سے کوئی برتاؤ نازیبا ہوتا ہے بالخصوص ایسا برتاؤ جس سے اہل دین کا استخفاف مترشح ہو تو پھر میں ان کی بالکل رعایت نہیں کرتا۔

(۲۰۶) اذیت مالی بدنی عرضی نفسانی سے سخت تحرز کا اہتمام

فرمایا کہ سب سے زیادہ اہتمام مجھ کو اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جاوے خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ۔ خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر کسی کی غیبت، خواہ نفسانی ہو جیسے کسی کو تشویش میں ڈال دینا یا کوئی ناگوار و رنج دہ معاملہ کرنا۔ اور اگر غلطی سے کوئی بات ایسی ہو جاوے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا۔

(۲۰۷) عورتوں کے ساتھ بیعت کا طرز

حضرت والا عورتوں کو بوجہ ترحم اور مستورات کو ناقص درجہ سے کہ وہ ذی رائے نہیں ہوتیں بیعت فرمانے میں تنگی نہیں فرماتے لیکن بہت سی مصالح کی بنا پر مستورات کا محض اس غرض کے لئے تھانہ بھون آنا پسند نہیں فرماتے کیونکہ بعض عورتیں سفر میں نماز قضا کر دیتی ہیں اور پردہ کا بھی اہتمام مشکل ہوتا ہے پھر عورتوں کا ہجوم بھی خلاف مصلحت ہے لہذا حضرت والا اکثر یہ ارشاد فرما کر بے بیعت فرمائے ہی واپس فرما دیتے ہیں کہ یہ کام تو خط کے ذریعہ سے بھی ہو سکتا تھا۔ اب بھی اگر جی چاہے تو واپس ہو کر خط ہی کے ذریعہ سے درخواست کرنا جو مناسب ہوگا وہ جواب دیا جائے گا۔

(۲۰۸) ایضاً

حضرت والا مستورات کو اس وقت تک بیعت نہیں فرماتے جب تک کہ وہ اپنے شوہروں سے یا بے شوہر ہونے کی صورت میں اپنے کسی محرم سرپرست کی صریح اجازت حاصل کر کے پیش نہیں کرتیں۔ اس میں علاوہ بہت سی مصالح مثلاً انسداد آزادی وغیرہ کے یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر شوہر یا سرپرست مختلف المشرب ہوا تو گھر میں ہمیشہ لڑائی ہی رہنے لگے اور بیچاری عورت کی عافیت ہی تنگ ہو جاوے۔

(۲۰۹) ایضاً

حضرت والا نے ایسی بڑھیوں کو بھی جو حضرت والا سے پردہ نہیں کرتی تھیں بیعت کرنے کے وقت پردہ میں بٹھلایا۔ اسی کا منشا بھی تحفظ ادب طریق ہے۔

۲۱۰ سارے طریق کا خلاصہ ادب ہے

فرمایا کہ اس راہ میں ناشکری بہت ہی مضر ہے۔ یہ طریق بس بالکل ادب

یہی ادب ہے سارے طریق کا خلاصہ بس ادب ہے۔ بے ادبی سے بڑھکر اس طریق میں کوئی چیز مضر نہیں۔ یہاں تک کہ بعض حیثیتوں سے معصیت بھی اتنی مضر نہیں۔ کیونکہ معصیت کا تعلق ایسی ذات سے ہے جو انفعال سے پاک ہے اور بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے جو بشر ہے اور جس کو بے ادبی سے تکدر ہوتا ہے جو مرید کے حق میں سم قاتل ہے۔

(۲۱۱) بیعت نام کی مناسب نہیں بلکہ کام کی ہونی چاہیئے

حضرت والا کے یہاں محض نام کی بیعت نہیں ہوتی بلکہ کام کی بیعت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس امر میں عجلت کو ہرگز گوارا نہیں فرماتے اور فرمایا کرتے ہیں بیعت کرنا تو متبنیٰ کرنا ہے جب تک باہمی مناسبت و موافقت کا پورا اطمینان نہیں کر لیا جاتا کسی کو بیٹا نہیں بنایا جاتا کیونکہ عمر کے لئے تعلق پیدا کرنا ہوتا ہے البتہ مٹھائی بانٹنے میں اس کی تحقیق نہیں ہوتی کہ بیٹوں ہی کو دیا جاوے بلکہ سب لڑکوں ہی کو دی جاتی ہے۔ اسی طرح میرے یہاں تعلیم تو عام ہے لیکن بیعت مقید ہے۔

(۲۱۲)۔ فرمایا کہ سلسلہ تعلیم و تلقین میں قلوب کے اندر ادنیٰ حجاب ہونا بھی حاجب عن المقصود ہو جاتا ہے اس لئے اختلاف مسلک کی صورت میں بیعت مناسب نہیں۔

(۲۱۳)۔ حضرت والا کسی گمراہ سے گمراہ معتقد فیہ کے متعلق بلا ضرورت شرعیہ ایک حرف بھی زبان پر نہیں لاتے اور بلا وجہ کسی کی دل آزاری کو نہایت ناپسندیدہ اور ناز یبا حرکت سمجھتے ہیں۔

(۲۱۴) بزرگوں کے ساتھ سوء ظن سے احتمال سوء خاتمہ کا ہے

فرمایا کہ بزرگوں کے ساتھ سوء ظن بعض اوقات سوء خاتمہ کا سبب ہو جاتا ہے ورنہ برکات سے محرومی تو ضرور ہو جاتی ہے۔

(۲۱۵) شیخ کا سب سے پہلا کام

فرمایا کہ شیخ کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ سالک کو طریق کی حقیقت بتا دے اور صحیح راستہ پر ڈال دے تاکہ پھر صرف چلنا رہ جاوے اور بلا ادھر ادھر بھٹکے چلتا رہے اور بسہولت منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

(۲۱۶)۔ فرمایا کہ پیر اور مرید کا تعلق بالکل طبیب اور مریض کا سا ہے کیونکہ یہ مثال اس تعلق کی سیکڑوں جزئیات پر منطبق ہوتی ہے۔

(۲۱۷) وصول الی اللہ کا طریق اصلاح اعمال ہے

فرمایا کہ طالب کے اندر اصلاح اعمال

کا اہتمام پیدا کر دینے کے قبل اس کو اذکار و اشغال میں مشغول کر دینا اکثر مضر ثابت ہوتا ہے کیونکہ پھر وہ اپنے کو بزرگ سمجھنے لگتا ہے۔ خاصکر اگر کہیں اتفاقاً اذکار و اشغال سے یکسوئی ہو کر اس پر کیفیات کا بھی ورود ہونے لگا تب تو گویا اس کے نزدیک بزرگی کی رجسٹری ہو گئی۔ حالانکہ اس قسم کی کیفیات کا بزرگی سے کیا تعلق۔ ایسی کیفیات تو بعض ریاضات اور مشق سے فساق و فجار بلکہ کفار کو حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ ان کیفیات ہی کو بزرگی سمجھ لیتا ہے تو پھر اس کو اصلاح نفس و اصلاح اعمال کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوتی۔ اس لئے ہمیشہ جہل میں مبتلا رہتا ہے اور اصل مقصود یعنی وصول الی اللہ سے محروم رہتا ہے جس کا طریق تحصیل نصوص نے صرف اصلاح اعمال ہی کو بتلایا ہے۔

(۲۱۸) اصلاح کیلئے کن چیزوں کی ضرورت ہے

فرمایا کرتے ہیں کہ محض اذکار و اشغال اصلاح اعمال کیلئے ہرگز کافی نہیں اصلاح کیلئے تو ہمت اور بہ تکلف استعمال اختیار اور تدابیر استحضار اور ان کے تکرار کی ضرورت ہے البتہ اذکار و اشغال معین اصلاح ضرور ہو جاتے ہیں۔ اذکار و اشغال کا اصلاح نفس میں اتنا ہی دخل ہے جتنا عرق بادیان کا مسہل میں۔

(۲۱۹) حضرت والا کا طرز ابتدائی طالب کے ساتھ

ابتداء میں حضرت والا کی تمام توجہ اسی بات پر رہتی ہے کہ اصلاح اعمال کی اہمیت طالب کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جاوے۔ جب اصلاح اعمال کی اہمیت اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے اور طالب اپنی اصلاح اعمال میں خاص اہتمام کے ساتھ مشغول بھی ہو جاتا ہے پھر بلا تامل اذکار اشغال بھی تعلیم فرما دیتے ہیں۔ پھر اس کا انتظار نہیں فرماتے کہ جب اصلاح اعمال کی تکمیل ہو جاوے اس وقت اذکار و اشغال شروع کرائے جاویں۔

(۲۲۰) طریق میں اصل چیز اصلاح اعمال ہے

ایک طالب نے لکھا کہ میرے معمولات فلاں فلاں ہیں ان سب میں جو کچھ کمی ہو اس سے سرفراز فرمائیں۔ حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ یہ تو اپنی فرصت اور عمل پر ہے۔ اصل چیز جس میں کمی بیشی دیکھی جاتی ہے وہ اصلاح اعمال ہے۔

(۲۲۱) ادنیٰ بے تمیزی پر بھی روک ٹوک چاہیئے

حضرت والا کا مطمع نظر چونکہ اصلاح کے درجات کی تکمیل ہے اس لئے طالب کی ادنیٰ بے تمیزی بلکہ اتفاقیہ کو بھی گوارا نہیں فرماتے اور فوراً صاف صاف تنبیہ فرماتے ہیں

چنانچہ ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ تمہارے خط میں ایک جملہ ہے کہ اس کے پہلے بھی ایک بار مستفتی ہو کر جواب سے محروم ہوں کیا اس جملہ میں مجھ پر اعتراض نہیں اور کیا وہ اعتراض بلا دلیل نہیں۔ اور کیا اعتراض بلا دلیل سے اذیت نہیں ہوتی اور کیا اذیت کی حالت میں کوئی خدمت لی جاسکتی ہے پھر اپنے کو مرید اور معتقد لکھتے ہو یہ جمع بین المتضادین کیا افسوس ہے اھ

(۲۲۲) قصد عدم ایذا ضروری ہے عدم قصد ایذا کافی نہیں

اکثر فرمایا کہ بعض لوگ قصداً ایذا نہیں پہونچاتے لیکن محض قصد عدم ایذا ضروری ہے۔

(۲۲۳) بہ تکلف نفس کی مخالفت تدبیر تحصیل بھی و تدبیر تسہیل بھی

فرمایا کہ گو سہولت کی تدبیر بتانا مصلح کے ذمہ نہیں لیکن تبرعاً بتلاتا ہوں۔ وہ یہ کہ بہ تکلف نفس کی مخالفت کرتے رہنے سے رفتہ رفتہ داعیہ ضعیف ہو جاتا ہے اور اس کی مقاومت سہل ہو جاتی ہے غرض جو تدبیر تحصیل ہے وہی تدبیر تسہیل ہے لیکن یہ قاعدہ اکثری ہے کلی نہیں۔ بعض کو عمر بھر مجاہدہ ہی کرنا پڑتا ہے اور مجاہدہ ہی سے تو اجر و قرب بڑھتا ہے۔ اور جن کو بعد مجاہدات کے سہولت ہو جاتی ہے ان کو بھی برابر مجاہدہ کا اجر ملتا رہتا ہے کیونکہ یہ سہولت مجاہدات ہی سے تو مسبب ہوتی ہے۔

(۲۲۴)۔ فرمایا کہ انسان عقلی امور کا مکلف ہے کیونکہ وہ اختیاری ہیں اور طبعی امور کا مکلف نہیں کیونکہ وہ غیر اختیاری ہیں۔

(۲۲۵) فرمایا کہ اعمال مقصود ہیں احوال مقصود نہیں کیونکہ اعمال اختیاری ہیں اور احوال اختیاری نہیں

(۲۲۶)۔ فرمایا کہ اس طریق میں افعال کا اعتبار ہے انفعالات کا اعتبار نہیں۔ لہٰذا افعال کا اہتمام چاہیے جو اختیاری ہیں انفعالات کے درپے نہ ہونا چاہیے جو غیر اختیاری ہیں۔

(۲۲۷)۔ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ مقصود مقامات ہیں یعنی اعمال اختیاریہ نہ کہ احوال غیر اختیاریہ

(۲۲۸) احوال محمودہ بھی مقصود نہیں

اکثر فرمایا کہ گو احوال محمودہ محمود ہیں لیکن مقصود نہیں کیونکہ وہ اختیاری نہیں نہ ان کا حصول لازم نہ ان کا بقا دائم۔ اگر حاصل ہوں شکر کرے کمال نہ سمجھے۔ اگر نہ حاصل ہوں یا حاصل ہو کر زائل ہو جاویں تو غم بھی نہ کرے دھو معنی قول الرومی رح

روزہا گر رفت گو رو باک نیست　　تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

(۲۲۹) ثمرات کی روح

فرمایا کہ ثمرات کی روح اجر و قرب ہے بس اس ثمرہ پر نظر رکھنا چاہیئے اور کسی ثمرہ کا منتظر نہ رہنا چاہیئے۔

(۲۳۰) ثمرات و کیفیات کیلئے بھی یکسوئی کی ضرورت ہے

فرمایا کہ اگر ثمرات و کیفیات کی تمنا بھی ہو تب بھی ان سے یکسوئی ہی رہنا ضروری ہے کیونکہ کیفیات پیدا ہوتے ہیں یکسوئی سے اور جب کیفیات کی ورود کی جانب توجہ رہی تو یکسوئی کہاں رہی۔

(۲۳۱) ورود کیفیات کا سبب مع مثال

اگر کوئی اپنی کیفیات کی اطلاع دیتا ہے تو اکثر بس یہی فرماتے ہیں کہ ان کی طرف التفات نہ کیا جاوے اپنے کام میں لگا جاوے اور کام ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ رہا جاوے ورنہ غیر مقاصد میں مشغول ہو کر طالب اپنے اصل کام سے بھی رہ جاتا ہے اور پھر کیفیات بھی منقطع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان کا ورود بھی تو کام ہی کی برکت سے ہوتا ہے جیسے چراغ میں روشنی اسی وقت تک رہتی ہے جب تک بتی میں تیل پہونچتا رہتا ہے اگر تیل ہی ڈالنا چھوڑ دیا جاوے رفتہ رفتہ روشنی کم ہو کر چراغ گل ہو جاوے گا۔

(۲۳۲) صاحب احوال و غیر صاحب احوال کی مثال

ایک بار فرمایا کہ کشف اور احوال و مواجید وغیرہ راہ سلوک میں کوئی چیز نہیں بلکہ یہ چیزیں اکثر موانع طریق ہو جاتی ہیں ان کا نہ ہونا زیادہ اچھا اور بے خطر ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص تو سواری گاڑی میں سفر کر رہا ہے جو ہر اسٹیشن پر ٹھہرتی ہوئی دلی پہونچتی ہے اور جس کی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی ہیں وہ شخص خوب سیر کرتا ہوا راستہ کے مناظر دیکھتا ہوا ٹونڈلہ اٹاوہ وغیرہ بیچ کے اسٹیشنوں پر ٹھہرتا اور اترتا ہوا دلی پہونچا اور دوسرا اسپیشل ٹرین میں سوار کھڑکیاں بند کئے ہوئے جو چلا تو دھڑ دھڑ سیدھا دلی میں آ کر اترا سواری گاڑی والے کے لئے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ کسی بیچ والے اسٹیشن کے نقش و نگار دیکھ کر وہیں اتر نہ پڑے اور عمر بھر دلی پہونچنا ہی نصیب نہ ہو۔ بس بلا کشف و کیفیات وغیرہ کے جو سلوک ہوتا ہے وہ زیادہ اسلم ہے کشف وغیرہ بعض صورتوں میں خطرناک ہوتا ہے چنانچہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاب نورانی حجاب ظلمانی سے اشد ہوتا ہے

کیونکہ حجاب ظلمانی میں تو سالک کو اس وجہ سے کوئی دھوکا نہیں ہوتا کہ اس کا مخل مقصود ہونا بالکل ظاہر ہے بخلاف حجاب نورانی کے کہ اس کی نورانیت سے دھوکا کھا کر سالک اسی کو مقصود سمجھنے لگتا ہے

حضرت والا کا ارشاد ہے کہ کیفیات

(۲۴۳)... غلبۂ کیفیت کے وقت اصل طریق عمل ضبط ہے ... وارد غالب مہمان ہے نہ کہ وارد مغلوب!

کے طریان کے وقت اصل طریق عمل تو یہی ہے کہ ضبط کرے، لیکن اگر غلبہ ہو اور ضبط کرنے میں تکلف ہو تو پھر یہی مناسب ہے کہ اس کیفیت کا اتباع کرے تاکہ غلبہ فرو ہو جاوے اور جب غلبہ فرو ہو جاوے اور کیفیات عدم ضبط کی اندر آ جاوے تو پھر ضبط کرے اور یہ جو بزرگوں کا ارشاد ہے کہ وارد کو مہمان عزیز سمجھے اس کا حق ادا کرے، ورنہ وہ اس کی بے التفاتی سے رخصت ہو جائے گا تو وارد کو مہمان بھی کہیں گے جب اس وارد کا غلبہ ہو۔ غلبہ سے پہلے پہلے نہ وہ مہمان ہے نہ اس کا کوئی حق لازم ہوتا ہے۔ قبل غلبہ کے اگر اس کا حق ادا کیا جاوے تو یہ تو ایسا ہے کہ جیسے کوئی راہ چلتے مسافر کو زبردستی اپنا مہمان بنائے اور خواہ مخواہ اس کے سر ہو جائے کہ تو تو میرا مہمان ہے میں تیرا حق ادا کروں۔

فرمایا تقویٰ

(۲۴۴)... امتیازی شان سے احتراز کی ترغیب۔ ۲۔ کثرت ضحک قلب کے لئے مضر ہے

اور بزرگی کا اہتمام تو بہت رکھے لیکن اپنی طرف سے حتی الامکان کوئی ایسی امتیازی صورت نہ پیدا ہونے دے جس سے شہرت ہو جاوے۔ جب لوگوں سے ملنے جلنے کا اتفاق ہو تو کبھی کبھی قدرے ہنس بول بھی لے۔ تاکہ لوگوں کو خواہ مخواہ بزرگی کا گمان نہ ہو لیکن ہنسنے بولنے کی کثرت ہرگز نہ کرے کیونکہ کثرت سے ہنسنا بولنا مضر ہے۔ چنانچہ حدیث ہے ایاک وکثرۃ الضحک فان کثرۃ الضحک تمیت القلب۔ یعنی اپنے آپ کو زیادہ ہنسنے سے بچاؤ کیونکہ ہنسنے کی کثرت قلب کو مردہ کر دیتی ہے۔ واقعی زیادہ بولنے سے دل بے رونق ہو جاتا ہے۔ جیسے اگر ہانڈی میں ابال آئے اور اس کی روک تھام نہ کی جاوے تو سارا مصالحہ نکل جائے گا اور ہانڈی پھیکی رہ جاوے گی۔ اگر اچھی اچھی باتیں بھی بلا ضرورت کی جائیں تو ان کا بھی یہی اثر ہوتا ہے۔

(۲۴۵)... مباحات کے ساتھ اشتغال موجب نشاط ہے لیکن بشرط اعتدال ہے

فرمایا کہ جو شخص فضولیات میں مشغول ہو جاتا ہے وہ ضروریات میں ضرور کوتاہی کریگا اور صرف بقدر

لینا ہی نہیں بلکہ جتنے بھی مباحات ہیں ان سب کی کثرت مضر ہے لیکن اگر کثرت نہ ہو بلکہ مباحات میں اعتدال کے ساتھ اشتغال ہو تو پھر وہ بجائے مضر ہونے کے نافع ہیں خصوص جب وہ اشتغال کسی مصلحت پر مبنی ہو کیونکہ اس اشتغال سے طبیعت میں نشاط ہوتا ہے اور نشاط سے طاعات میں اعانت وسہولت ہو جاتی ہے

(۲۳۶) اشتغال بہ مباحات کا درجہ مضرت

فرمایا کہ جس وقت مباحات کے اشتغال سے قلب کے اندر کدورت پیدا ہونے لگے تو سمجھے اب مضرت کا درجہ پہونچ گیا ہے فوراً الگ ہو جاوے لیکن یہ معیار اس کے لئے ہے جس کے قلب کے اندر صحبت شیخ اور التزام واہتمام ذکر و طاعات سے احساس پیدا ہو گیا ہو باقی مبتدی اپنے لئے بطور خود کچھ تجویز نہ کرے بلکہ شیخ سے اپنی ہر حالت کی فرداً فرداً اطلاع کر کے ہر حالت کے متعلق جزئی طور پر طریق عمل دریافت کرتا رہے اور جس حاجت کے متعلق جو طریق عمل وہ تجویز کرے اسی پر کاربند رہے۔

(۲۳۷) ذوق شوق سے صرف اطفال طریق کی تربیت کی جاتی ہے

فرمایا کہ کیفیات کا درجہ تو بس ایسا ہے جیسے شروع میں بچوں کو پڑھانے کا شوق دلانے کے لئے مٹھائی دیتے ہیں یہی مراد ہے حضرت جنید رح کے اس قول سے تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقۃ یعنی بعض مبتدیوں کو جو اطفال طریق ہیں راہ پر لگانے کے لئے ذوق و شوق وغیرہ کی کیفیات عطا فرما دی جاتی ہیں۔

(۲۳۸) رسوخ سے مقصود عمل ہے عمل سے رسوخ مقصود نہیں

اگر عمل بلا رسوخ ہوتا رہے مقصود حاصل ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ رسوخ حال ہے اور استقامت مقام۔ رسوخ اصلاح کا طبعی درجہ ہے جو ایک کیفیت غیر اختیاریہ ہے اور استقامت اس کا عقلی درجہ ہے جو اختیاری ہے استقامت مقصود ہے رسوخ مقصود نہیں گو محمود ہے۔

(۲۳۹) کبھی کیفیات کا منشا معدہ کی خرابی ہوتی ہے

اکثر فرمایا کہ اس طریق میں جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں وہ سب باطنی ہی نہیں ہوتیں بلکہ بطنی بھی ہوتی ہیں جو پیٹ کی خرابی اور معدہ کی تبخیر وغیرہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲۴۰) حبِ شیخ واتباعِ سنت کی تاکید

حضرت والا حضرت مجدد الف ثانی کے اس ملفوظ کو نہایت تاکید اور اہتمام کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ حبِ شیخ اور اتباعِ سنت کے ہوتے ہوئے اگر لاکھ ظلمات بھی ہوں تو وہ سب انوار ہیں اور اگر ان میں سے ایک چیز بھی کم ہو تو پھر لاکھ انوار ہوں وہ سب ظلمات ہیں۔

(۲۴۱) ذکر وطاعات میں مشغولی ہی اصل مقصود ہے

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ذکر وطاعات میں بتکلف مشغول رہنا چاہیئے نہ سہولت کا متمنی رہے نہ یہ دیکھے کہ مجھے کچھ نفع ہو رہا ہے یا نہیں۔ ذکر وطاعات میں مشغول رہنا ہی اصل مقصود ہے اور اصل نفع ہے۔

(۲۴۲) روح سلوک

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ مقصد کے حصول کا قلب میں تقاضا اور انتظار نہ رکھیں کہ یہ بھی حجاب ہے کیونکہ اس سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش برہم زن جمعیت و تفویض ہے اور جمعیت و تفویض ہی وصول کی شرط عادی ہے اس کو خوب راسخ کر لیں کہ روح سلوک ہے۔

(۲۴۳) کثرت صحبتِ شیخ کو بڑا دخل ہے مناسبت پیدا کرنے میں

فرمایا کہ طالب شیخ کے پاس رہ کر در دیدہ طور پر اس کے اخلاق و عبادت کو اخذ اور کمالات کو جذب کرتا رہتا ہے اور اس طرح روز بروز شیخ کا رنگ چڑھتا چلا جاتا ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ نیز صحبتِ شیخ میں بدون معتد بہ مدت تک رہے شیخ سے مناسبت نہیں پیدا ہوتی اور شیخ کی مناسبت ہی اس طریق میں نفع کی عادۃً موقوف علیہ ہے۔

(۲۴۴) شیخ کی اطاعت و اتباع کافی ہے متعارف محبت ضروری نہیں یعنی حب عقلی ضروری ہے حب طبعی ضروری نہیں

فرمایا کہ حبِ شیخ (جو مرادف ہے مناسبت کاملہ کی) کلید کامیابی ہے اور کلید جملہ سعادات و برکات ہے لیکن حب عقلی اطاعت و اتباع کو بالکل کافی و وافی قرار دیتے ہیں کیونکہ حب طبعی اختیاری نہیں اور عبد غیر اختیاری امور کا مکلف نہیں۔ چنانچہ ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ توجہ الی اللہ اصل مقصود ہے اور شیخ کی محبت اسی مقصود کا ذریعہ ہے پس اگر کسی کو خدا تعالیٰ یہ مقصود نصیب کر دے اور شیخ

سے ذرا بھی متعارف محبت نہ ہو مگر اطاعت اور اتباع ہو تو وہ شخص سراسر حق پر فائز ہے۔

(۲۴۵) واسطہ شیخ کی مثال فرمایا کہ دراصل تو کام ذکر و شغل ہی بناتا ہے لیکن شیخ کا واسطہ بھی ضروری ہے جیسے کاٹ تو تلوار ہی کرتی ہے لیکن اس کا کسی کے قبضہ میں ہونا شرط ہے۔

ذکر و شغل کے متعلق

(۲۴۶) صحبت شیخ کے نفع کی شرط فرمایا کہ غالب حصہ وقت کا ذکر و شغل کا ہونا چاہیے تب صحبت شیخ نافع ہوتی ہے۔ اور اگر بزرگوں سے ملے چلے تو ہمیشہ اور کرے دھرے کچھ نہیں یا زیادہ وقت تو صحبت شیخ میں گذارے اور تھوڑا سا وقت نکال کر کچھ اُلٹا سیدھا ذکر و شغل بھی کرے تو یہ کافی نہیں۔

(۲۴۷) مقدار ذکر کا معیار نفع حضرت والا ذکر کے متعلق فرمایا کرتے ہیں نہ اتنی زیادہ مقدار ہو کہ بہت زیادہ تعب ہو اور نہ اتنی کم کہ کچھ تعب ہی نہ ہو۔ بلکہ اتنی مقدار ہونی چاہیے جس میں تعب تو ہو لیکن جس کی مداومت قابل عمل ہو کیونکہ تھوڑا تعب بھی ہونا نفع کے لئے ضروری ہے تاکہ نفس کو کسی قدر مجاہدہ بھی کرنا پڑے۔

(۲۴۸) ایضاً مقدار ذکر کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے ذمہ تو صرف اتنی ہی مقدار رکھے جس پر دوام ہو سکے باقی جب فرصت و نشاط دیکھے تو زیادہ کرے۔ اس میں یہ مصلحت ہے کہ ناغہ کی بے برکتی اور قلق سے حفاظت رہے گی اور یہ دونوں چیزیں مضر ہیں اور جب کبھی زیادہ کی توفیق ہوگی تو مسرت ہوگی اور ہمت بڑھے گی۔

(۲۴۹) ذکر کا طرز نافع کیفیت ذکر کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ جس طرز میں دلچسپی ہو وہی اختیار کرے کیونکہ دعا کا طرز زیادہ نافع وہی ہوتا ہے جس میں زیادہ دل لگے لیکن اس کا خاص خیال رکھے کہ قلب میں ورد کے جلدی پورا کرنے کا تقاضہ نہ پیدا ہونے دے۔ ہاں اگر کسی کا طرز ہی روانی کے ساتھ ذکر کرنے کا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں۔

(۲۵۰) ذکر کا صحیح طریق فرمایا کہ ذکر کے وقت قلب اور زبان دونوں کو شریک رکھنا یہی طریق صحیح ہے اگر کوئی نہایت موزوں رفتار سے چلتا ہو اور دوسرا غیر موزوں سے تو اصل مقصود منزل پر پہونچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے

آگے رہی موزونیت اس میں اور مصالح زائدہ ہیں جس پر منزل کی رسائی موقوف نہیں۔

(۲۵۱) قیود ذکر و لطائف ستہ کی فکر موجب تشویش ہیں

قیود و ذکر کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس زمانہ کی طبائع چونکہ ضعیف ہیں اس لئے اکثر یہ قیود موجب تشویش و تشتت ہو جاتی ہیں لہٰذا ان کے اہتمام میں نہ پڑے۔ اسی طرح لطائف ستہ کی فکر میں بھی نہ پڑے کہ یہ بھی موجب تشویش ہے اصل چیز لطیفہ قلب ہے بس ساری توجہ اسی پر رکھے۔

(۲۵۲) ذکر میں توجہ کا طریق

فرمایا کہ ذکر کے دوران میں اگر بسہولت ہو سکے تو مذکور کی طرف ورنہ ذکر کی طرف توجہ رکھے۔

(۲۵۳) ۱۔ توجہ میں زیادہ کاوش مضر ہے۔ ۲۔ معتدل توجہ کافی ہے۔ ۳۔ تصور ذات حق افضل وانفع ہے

حضرت والا ذکر کرتے وقت تصور ذات حق کو سارے مراقبات سے افضل وانفع بلکہ اصل مقصود قرار دیتے ہیں بشرطیکہ بسہولت ہو سکے لیکن اس کی تاکید فرماتے رہتے ہیں کہ توجہ استحضار میں زیادہ کاوش نہ کی جاوے ورنہ قلب و دماغ ماؤف ہو جاویں گے اور یکسوئی فوت ہو جاویگی۔ زیادہ کاوش سے تعب و پریشانی ہوتی ہے جس سے نفع بند ہو جاتا ہے بس معتدل توجہ کافی ہے۔ اسی سے شدہ شدہ ملکہ تامہ حاصل ہو جاتا ہے۔ غرض زیادہ کاوش مضر ہے بس اتنی توجہ کافی ہے جیسے کچا حافظ سوچ سوچ کر قرآن سناتا ہے۔

(۲۵۴) برکات ذکر سے محرومی کی ایک وجہ

فرمایا کہ لوگ اکثر برکات ذکر سے محروم رہتے ہیں اس کی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے کہ نفع اور برکت کی نیت سے ذکر نہیں کرتے۔

(۲۵۵) اعمال سے محبت حق پیدا نہ ہونے کی وجہ

فرمایا کہ اعمال سے جو محبت حق پیدا نہیں ہوتی اس کا سبب یہ ہے کہ محبت حق کی نیت سے اعمال نہیں کئے جاتے خالی الذہن ہو کر کئے جاتے ہیں۔

(۲۵۶) ذکر میں جہر و ضرب کی حد

حضرت والا ذکر میں خفیف جہر و ضرب تعلیم فرمایا کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ اگر بعد کو

جوش میں آواز بلند ہونے لگے تو بلند ہونے دے طبیعت کو گھونٹنے کی ضرورت نہیں البتہ اگر سونے والوں یا مصلیوں کو تکلیف یا تشویش ہو تو بالکل خفی کی تاکید فرماتے ہیں۔

(۲۵۷) ذکر لسانی ضروری ہے ذکر قلبی کافی نہیں

حضرت والا محض ذکر قلبی پر اکتفا نہیں فرماتے کیونکہ اس میں اکثر ذہول ہو جاتا ہے اور طالب اسی دھوکہ میں رہتا ہے کہ میں ذکر قلبی میں مشغول ہوں اس لئے ذکر لسانی بھی اس کے ساتھ ضروری ہے۔

(۲۵۸) ۱- اوراد معمولہ قدیمہ کو ترک نہ کرایا جاوے
۲- اذکار و اشغال معمولہ مشائخ کیلئے اسکے ترک کا معیار

فرمایا کہ مختصر اوراد کو بھی معمولی نہ سمجھا جاوے اور جن اوراد پر پہلے سے مداومت ہو ان سے طالب کو دلچسپی بھی ہوتی ہے اور دلچسپی کی وجہ سے وہ سہولت اور جمعیت کے ساتھ ان پر مداومت رکھ سکتا ہے جس سے بہت نفع ہوتا ہے بہ نسبت نئے اوراد کے۔ لہٰذا ان ہی کو برقرار رکھنا مصلحت ہے۔ لیکن اگر پچھلے اوراد اتنے زیادہ ہوں کہ اگر ان سب کو برقرار رکھا جاوے تو اذکار و اشغال معمولہ مشائخ کے لئے جو ذکر کے لئے زیادہ معین ہیں۔ وقت ہی نہیں بچتا تو بجائے بعض کو بالکل حذف کرانے کے انکی مقدار میں بضرورت کمی کرا دیتا ہوں اور کمی کا معیار بفحوائے آیت کریمہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها یہ تجویز کر رکھا ہے کہ دسواں حصہ باقی رکھتا ہوں تاکہ کم از کم اصل ثواب تو بدستور قائم رہے بالکل حذف کرانے کو جی نہیں چاہتا۔

(۲۵۹) معمولات کے ناغہ میں بڑی بے برکتی ہوتی ہے

حضرت والا بتاکید فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے معمول کو ضرور پورا کر لینا چاہیئے خواہ عذر کی حالت میں بے وضو ہی سہی یا چلتے پھرتے ہی سہی کیونکہ معمول کو مقرر کر لینے کے بعد ناغہ کرنے میں بڑی بے برکتی ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں بھی اس کی تاکید ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا عبد اللہ لا تکن مثل فلان کان یصلے باللیل ثم ترکہ یہ ایسا ہے جیسے کسی نے اپنے حاکم کے پاس آنا جانا شروع کیا اور خصوصیت کا تعلق قائم کرنے کے بعد پھر آنا جانا موقوف کر دیا تو حاکم کو بہت ناگوار ہوگا۔ اور جو خصوصیت کا تعلق پیدا ہی نہیں کرتا اس سے کوئی شکایت نہیں ہوتی بشرطیکہ غائبانہ اطاعت کا تعلق قائم رکھا جاوے جو بہرحال ضروری ہے اھ

(۲۶۰) طالب علم کو ذکر و شغل سے ممانعت لیکن اصلاح اعمال کیلئے مشورہ کی تاکید

حضرت والا

عموماً اُن کو جو تحصیل علوم دینیہ میں مشغول ہیں ذکر و شغل تعلیم نہیں فرماتے تاکہ تعلیم میں حرج واقع نہ ہو کیونکہ علاوہ وقت صرف ہونے کے ذکر و شغل سے ایسی دلچسپی ہو جاتی ہے کہ پھر تحصیل علوم سے دلچسپی کم ہو جاتی ہے لیکن چونکہ اصلاح اعمال بہر حال فرض ہے اور اس میں کوئی حرج اوقات نہیں بلکہ ترک فضولیات کی وجہ سے وقت اور بچ جاتا ہے اس لئے اس کے متعلق خط و کتابت کی اجازت بلکہ کبھی ابتداءً مشورہ بھی دیدیتے ہیں چنانچہ ایک خصوصیت کی جگہ فرماتے ہیں کہ چاہے مشوروں پر عمل بھی نہ کرنا لیکن اپنی اصلاح کے متعلق مجھ سے ضرور مشورے حاصل کرتے رہنا۔ اس سے بھی انشاء اللہ تم دیکھو گے کہ بہت نفع ہوگا۔

(۲۶۱) اس طریق کا اول قدم اور آخر قدم فنا ہے

حضرت والا نہایت اہتمام کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق کا اول قدم فنا ہے (یعنی اپنے کو شیخ کے سپرد کر دینا) جس میں یہ صفت پیدا نہ ہوئی بس سمجھ لو کہ اس کو طریق کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اور جو بزرگوں کا قول ہے کہ طریق کا آخر قدم فنا ہے وہ بھی بالکل صحیح ہے اس سے مراد کمالِ فنا ہے کیونکہ فنا کے بھی تو آخر درجات ہوتے ہیں۔

(۲۶۲) سارے طریق کا حاصل فنا و عبدیت ہے

فرمایا کہ میں نے جو اپنی اس تمام عمر میں سارے طریق کا حاصل سمجھا ہے وہ فنا و عبدیت ہے پس جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو مٹایا جاوے۔ بس اسی کے لئے سارے ریاضات و مجاہدے کئے جاتے ہیں اور بس اپنی ساری عمر فنا اور عبدیت کی تحصیل ہی میں گذار دینی چاہیئے۔ بالخصوص چشتیہ کے یہاں تو بس یہی ہے۔

افروختن و سوختن و جامہ دریدن — پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت
تو در و گم شو وصال این است و بس — گم شدن گم کن کمال این است و بس

(۲۶۳) تخلیہ و تحلیہ دونوں میں بہ تکلف عمل کی ضرورت ہے مع مثال

حضرت والا تخلیہ (یعنی رذائل دور کرنا) اور تحلیہ (یعنی اخلاق حمیدہ پیدا کرنا) دونوں کے متعلق بہ تکلف عمل کرنے پر بہت زور دیا کرتے ہیں چنانچہ ایک طالب نے لکھا کہ بدنظری سے بچنا نفس پر بہت شاق ہوتا ہے کوئی تدبیر ایسی ارشاد فرما دیجئے کہ جس پر عمل کرنے سے اس فعل شنیع سے طبعاً نفرت پیدا ہو جاوے۔

جواب تحریر فرمایا کہ بجز ہمت اور تحمل مشاق کے کوئی تدبیر نہیں اور معین اس کی دو چیزیں ہیں استحضار

عقوبت اور ذکر کی کثرت یہ تو تخلیہ کے متعلق ہوا۔

(۲۶۳) دولت یقین سے آراستہ ہونے کا طریقہ

اور تحلیہ (بالحاء المہملۃ) کے متعلق یہ ہے کہ ایک طالب نے لکھا کہ حصول یقین کا طریقہ ارشاد فرمایا جاوے۔ جواب تحریر فرمایا کہ اوّل بہ تکلف عمل کرنا۔ اس کی برکت سے یقین پیدا ہو جاتا ہے بجز اس کے اور کوئی طریقہ نہیں اور یہ اشعار بکثرت تحریراً و تقریراً فرمایا کرتے ہیں (للعارف الرومی)

اندریں رہ می تراش و می خراش　　تا دم آخر دمے فارغ مباش
تا دم آخر دمے آخر بود　　کہ عنایت با تو صاحب سر بود
دوست دارد دوست ایں آشفتگی　　کوشش بے ہودہ بہ از خفتگی
کار کے می کن تو وُ کاہل مباش　　اندک اندک خاک چہ رامی تراش
چوں زچاہے می کُنی ہر روز خاک　　عاقبت اندر رسی در آب پاک

(وللحافظ الشیرازی)

چوں نشینی بر سر کوئے کسے　　عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
دست از طلب ندارم تا کارمن برآید　　یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

(حضرت حاجی صاحبؒ)

یابم اورا یا نیابم جستجوئے می کنم　　حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

(شیخ سعدی صاحبؒ)

کار کن کار بگذر از گفتار　　اندریں راہ کار باید کار
قدم باید اندر طریقت نہ دم　　کہ اصیلے نہ دارد دم بے قدم

(۲۶۴) متعلق طرز مکاتبت

علاج متردد بوقت کتابت عیوب۔ علاج یہ ہے کہ ایک کاغذ پر اپنی سب برائیاں لکھ لو اور جو یاد آتی رہیں اسمیں لکھتے رہو اور ان کا علاج بھی کرتے رہو۔ اور علاج سے جو بالکل زائل ہو جاویں ان کا نام کاٹ دو اور جو رہ جاویں پوری یا ادھوری ان کو لکھا رہنے دو۔ پھر جب خط لکھنے بیٹھو ان برائیوں کی تعین کے لئے قرعہ ڈال لو جس کا نام نکل آوے خط میں وہی لکھدو اگر اس کا کچھ علاج کیا ہو اس کی بھی اطلاع کردو۔ بس اس طرح خط لکھتے وقت تشویش نہ ہوگی باقی دعا کرتا ہوں۔

(۲۶۵) سالک کو تحریر فرمایا بلا رعایت کسی خاص قاعدہ و ضابطہ کے بے تکلف جو دل میں

آوے لکھے صرف دو تین باتوں کا خیال کافی ہے۔ ایک تو واقعہ صاف لکھا جاوے تکلف یا عبارت آرائی نہ ہو۔ دوسری بلا ضرورت طول نہ ہو۔ تیسری ایک خط میں متعدد مضامین نہ ہوں لیکن اگر اس میں ارتباط ہو تو وہ ایک ہی مضمون شمار ہوگا۔

(۲۶۶) ایک بے تہذیبی سے تعرض

فرمایا کہ جس کو آدمی بڑا سمجھے گو وہ واقع میں بڑا نہ ہو اس کے لکھے ہوئے پرچہ پر جواب لکھنا خلاف تہذیب و خلاف ادب ہے۔

(۲۶۷) معتقد فیہ کے عظمت کا حق ادا کرنا ضروری ہے

فرمایا کہ جب کسی نے ایک شخص کو اپنے اعتقاد میں معظم سمجھ لیا ہے تو پھر وہ اب اپنے اعتقاد و عظمت کا حق کیوں نہیں ادا کرتا۔ اپنے اعتقاد کے خلاف اس کے ساتھ کیوں معاملہ کرتا ہے مجھ کو تو واللہ اس تصحیح معاملہ کی تعلیم کرتے ہوئے بھی نہایت خجلت ہوتی ہے مگر بضرورت اصلاح کرنا پڑتا ہے۔

(۲۶۸) ڈاک کا اہتمام

حضرت والا اس امر کا اہتمام بلیغ رکھتے ہیں کہ ڈاک والوں کو کوئی پریشانی نہ ہو نہ خط کے ضائع ہو جانے کا احتمال رہے نہ خط پلنے والے کی کوئی مصلحت فوت ہو۔

(۲۶۹) حضرت والا کی طبع مبارک کا اصول

چونکہ حضرت والا کی طبع مبارک بفضلہ تعالیٰ فطری طور پر نہایت با اصول ہے اس لئے جہاں واقعی ضرورت ہوتی ہے وہاں تو سخت سے سخت تعب بھی موجب پریشانی نہیں ہوتی اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں ذرا سا تعب بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

(۲۷۰) خلاف احتیاط کام کرنا خلاف شریعت بھی ہے

چونکہ حضرت والا بلا ضرورت شرعیہ خلاف احتیاط کام کرنا جس میں اپنی آبرو کا یا کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ ہو خلاف مصلحت بلکہ خلاف شریعت سمجھتے ہیں اس لئے مشکوک ٹکٹ ہرگز نہیں لگاتے بلکہ جن مستعمل ٹکٹوں پر مہر کا نشان بہت کم یا بالکل نہیں ہوتا ان کو فوراً چاک فرما دیتے ہیں تاکہ کوئی آدمی اسے نکال کر مکرر استعمال نہ کر سکے۔

(۲۷۱) مشورہ کے جواز کی مصلحت

فرمایا کہ آجکل لوگ عموماً مشورہ کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے اور اس کے مضر ہونے پر یا مفید

ہونے پر خود مشیر کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں حالانکہ مشورہ تو محض دوسرے کی اعانت کے لئے ہوا کرتا ہے کہ رائے قائم کرنے میں سہولت ہو۔

(۲۷۲) مشورہ کے متعلق غلو فی الاعتقاد

فرمایا کہ آجکل مشورہ دینے میں یہ بھی خرابی ہے کہ معتقدین بوجہ غلو فی الاعتقاد مشورہ کے متعلق یہ غلط عقیدہ رکھتے ہیں کہ شیخ کے قلب میں مضر یا غلط بات آ ہی نہیں سکتی اور اس میں یقینی خیر سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے میں یقینی ضرر سمجھتے ہیں یہ سب غلو فی الاعتقاد ہے اسکی اصلاح ضروری ہے۔

(۲۷۳) مشورہ میں طرز حضرت والا

اگر مواقع خصوصیت میں حضرت والا کوئی مشورہ دیتے بھی ہیں تو اکثر اس عنوان سے کہ اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو یہ کرتا۔

(۲۷۴) عملیات کے ناپسندیدگی کے وجوہ

حضرت والا تعویذ گنڈوں کے شغل کو بہت ہی ناپسند کرتے ہیں کیونکہ اول تو اس میں عوام کا اور دنیاداروں کا بہت ہجوم ہوجاتا ہے جس سے دینی ضرر اور تضییع اوقات کا قوی اندیشہ ہے دوسرے اسکے متعلق لوگوں نے عقیدہ میں بہت غلو کر رکھا ہے اور اس کو اس کے درجہ سے بھی آگے بڑھا رکھا ہے چنانچہ اس کے برابر نہ دعا کو مؤثر سمجھتے ہیں نہ ان تدابیر کو جو ایسے مقاصد کے لئے موضوع ہیں اور اگر اثر ہو جاوے تو اس کو بزرگی کی علامت سمجھتے ہیں حالانکہ عملیات کا اثر زیادہ تر قوت خیالیہ کا ثمرہ ہے۔

(۲۷۵) وسعت رزق کا وظیفہ

ایک صاحب نے وسعت رزق کے لئے کوئی وظیفہ پوچھا فرمایا کہ پانچوں نمازوں کے بعد یا باسط بہتر بار پڑھ لیا کرو۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر اور کوئی وظیفہ اسی مقصد کے لئے پوچھا فرمایا کہ دواؤں میں تو یہ بات ہوتی ہے کہ اگر ایک دوا نافع نہ ہو تو دوسری دوا نافع ہو جاتی ہے لیکن دعاؤں میں یہ تفصیل نہیں وہی پہلی دعا کافی ہے اس کو معمول رکھا جاوے جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا قبول فرمالیں گے۔

(۲۷۶) دفع تشویشات کا علاج وظیفہ نہیں

فرمایا کہ تشویشات کا علاج وظیفہ پڑھنا نہیں بلکہ تدابیر ہیں اور ہر تشویش کی تدبیر جدا ہے جب کوئی خاص تشویش پیش آئے اس کے متعلق دریافت کیا جاوے۔

(۲۷۷) کسی پر کسی قسم کا بار ڈالنا پسند نہیں

چونکہ حضرت والا اس امر کا انتہا درجہ کا لحاظ رکھتے ہیں کہ کسی پر ایسا بار نہ ڈالا

جاوے جو اس کے ذمّہ نہ ہو اس لئے خود بھی کسی کا بیجا طور پر ڈالا ہوا بار اٹھانا حضرت کا معمول نہیں۔

(۲۷۸) دلائل الخیرات پر درود ماثور کی فضیلت

بعضوں کو جن کا معمول دلائل الخیرات کی منزلیں تھیں یہ تجویز فرمایا کہ ایک منزل پڑھکر یہ دیکھا جاوے کہ اس میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے بس روزانہ اتنی ہی دیر کوئی ماثور درود شریف پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

(۲۷۹) جھگڑے کے معاملہ میں جوابی رجسٹری کو واپس کر دینا

اگر کوئی جوابی رجسٹری بھیجتا ہے تو اس کے متعلق حضرات والا کا یہ معمول ہے کہ اگر قرائن سے معلوم ہو کہ کوئی جھگڑے کا معاملہ ہے اور بھیجنے والا اس لئے رسید طلب کرتا ہے کہ مرسل الیہ خط لینے سے انکار نہ کر سکے تو واپس فرما دیتے ہیں۔

(۲۸۰)۔ فرمایا کسی مسلمان پر بلا دلیل شرعی کاذب ہونے کا احتمال معصیت ہے۔

(۲۸۱) عریضہ بدیر بھیجنے پر معذرت کرنے کا جواب

اگر کوئی طالب اپنے عریضہ میں اس کی معافی طلب کرتا ہے کہ بہت دن سے حضرت والا کی خدمت میں عریضہ نہیں لکھا تو اس کو تحریر فرما دیتے ہیں کہ میں کسی کے خط کا منتظر نہیں رہا کرتا۔ معافی چاہنے کی ضرورت نہیں۔ اور ایسے موقع پر حاضرین سے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کوئی خط نہ لکھے گا تو میرا کیا نقصان کریگا خود اپنا نقصان کریگا مجھ سے معافی مانگنے کی کیا ضرورت۔

(۲۸۲) فرمایا کہ قرآن خود پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے اور دوسرے سے سننے میں لطف اور اثر زیادہ ہے۔

(۲۸۳) صحبت شیخ کے فوائد

فرمایا کہ پاس رہنے سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ مناسبت پیدا ہوتی ہے اور اپنے امراض کو پیش کرنے اور پیر کے جوابات سمجھ کر ان پر عمل کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔

(۲۸۴) اگر اصلاح کی نیت ہو تو شیخ کے پاس الگ الگ جانا مناسب ہے

فرمایا کہ اگر محض ملاقات کے لئے آئیں تو جس طرح چاہیں چلے آئیں لیکن اگر اور کچھ ارادہ ہو یعنی اصلاح کا، تو مجموعی طور پر نہ آئیں بلکہ ہر شخص تنہا آئے ورنہ نفع نہ ہوگا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اس کے مناسب حال برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اور اگر سب ایک ساتھ آئے تو سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا پڑے گا۔ اگر کسی کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا مناسب ہوا تو اس کو

اپنے ساتھیوں سے شرمندگی ہوگی۔ بس ہر شخص کا الگ الگ آنا ہی ٹھیک ہے۔

(۲۸۵) بیعت یا تعویذ و دعا کیلئے سفر مناسب نہیں

حضرت والا محض بیعت کیلئے سفر کی نہ اجازت دیتے ہیں نہ بوجہ غیر ضروری ہونے کے محض اس غرض کے لئے کسی کا آنا پسند فرماتے ہیں کیونکہ بیعت بذریعہ خط کے بھی ہوسکتی ہے اسی طرح محض دعا یا تعویذ کیلئے بھی کسی کا آنا پسند نہیں فرماتے۔

(۲۸۶) - فرمایا کہ انتظامات کو دوسروں کے سپرد کرکے مطمئن ہوجانے کو ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے کافی نہیں سمجھتا بلکہ کام سپرد ہونے کے بعد یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ آیا وہ کام اچھی طرح ہوا بھی یا نہیں۔

(۲۸۷) - فرمایا جب تک کسی کام کو خود کرسکے اس وقت تک تو کرے اور جب اپنے قابو کا نہ رہے تو بجائے اس کے کہ دوسروں کے ذریعہ سے اس کو کرائے اس کو بالکل ہی چھوڑ دے کیونکہ میرا تجربہ ہے محض دوسروں کے اعتماد پر کام چھوڑ دینے سے وہ کام اکثر مکمل نہیں ہوتا۔

(۲۸۸) مہمانوں کے ساتھ برتاؤ کا طریقہ

حضرت والا کے یہاں صرف بقدر ضرورت و مصلحت ہی مہمانداری ہوتی ہے ضرورت سے زیادہ جھگڑا اپنے سر نہیں لیتے بلکہ جو خاص مہمان ہوتے ہیں ان کی مہمانداری میں بھی اپنا معتد بہ حرج اوقات نہیں ہونے دیتے کچھ دیر خصوصیت کے ساتھ متوجہ رہ کر اور راحت و آرام کے سب ضروری انتظامات کرکے اور اجازت لے کر اپنے کام میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ جب کسی خاص مہمان کی آمد ہوتی ہے تو معمول سے زیادہ تعب برداشت فرما کر پہلے ہی ضروری کام سے فارغ ہولیتے ہیں تاکہ ان کی جانب متوجہ ہونے کے لئے کافی وقت مل سکے۔ محض خاص مہمانوں سے بات چیت کرنے کے لئے جو ہر روز واپس جانے والے ہوتے ہیں اپنا قیلولہ بھی ناغہ فرمادیتے ہیں اور ڈاک کا کام بھی کچھ دیر کے لئے ملتوی فرمادیتے ہیں۔ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کم قیام کرنے والے جمع ہوجاتے ہیں تو بہت زیادہ وقت افادات میں صرف فرمادیتے ہیں۔ اور بہت جوش وخروش اور سرگرمی کے ساتھ نہایت عجیب وغریب اور نافع حقائق و معارف دیر دیر تک (یہاں تک کہ بعض اوقات کھانے کا وقت بھی بہت مؤخر ہوجاتا ہے) زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرماتے رہتے ہیں۔ تاکہ آنے والوں کی تسلی بھی ہوجاوے اور اشاعت طریق بھی خوب ہوجاوے جس کے حضرت والا بہت حریص ہیں بشرطیکہ سچے طالبین کا مجمع ہو۔ یہ فن

کا مسلّم مسئلہ ہے کہ شیخ کو اشاعت طریق کا حریص ہونا چاہیئے۔

۲۸۹) مدد و اعانت میں حضرت والا کی نظر کسی پر نہیں

فرمایا کہ الحمد للہ میں کسی کو اپنا معاون و مددگار نہیں سمجھتا اللہ کے سوا کسی پر میری نظر نہیں کہنے کی بات تو نہیں لیکن اس وقت ذکر ہی آگیا تو کہتا ہوں کہ میں دنیا میں اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہوں سوا اللہ تعالےٰ کی اکیلی ذات کے کسی کو اپنا نہیں سمجھتا بس یہ سمجھتا ہوں کہ میں دنیا میں بالکل اکیلا ہوں اور ایک اکیلے شخص کے ساتھ ایک اکیلی ذات ہے اور کوئی نہیں۔ لوگوں کو تو اپنے خدام پر اور محبین پر نظر ہوتی ہے میری کسی پر بھی نظر نہیں۔ میں کسی کو اپنا محب اور معین و مددگار نہیں سمجھتا۔ یہ بھی ایک وجہ ہے میری خشکی کی کہ میں کسی کو اپنا محب بنانا یا رکھنا نہیں چاہتا جیسے مرنے کے وقت ہر شخص اکیلا ہی جاوے گا۔ میں مرنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھتا ہوں۔ کسی کو اپنا ساتھی نہیں سمجھتا اور مبنیٰ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی نے میری اس وضع کو محض اپنے فضل و کرم سے نباہ رکھا ہے کیونکہ وہ عین وقت پر غیب سے میری ہر حاجت پوری فرما دیتے ہیں ورنہ اگر احتیاج ہوتی تو سارا استغناء دھرا رہ جاتا۔

۲۹۰) ابتدائی ملاقات کا طریقہ

طریقہ ملاقات۔ ابتدائی ملاقات کے لئے اصولاً پہونچنے کے بعد جلد ہی ملاقات کر لینی چاہیئے ورنہ اجنبی شخص کو دیکھکر حضرت والا تعارف کے منتظر رہتے ہیں لیکن سلام و مصافحہ کے وقت اس کا لحاظ کر لینا چاہیئے کہ حضرت والا باتوں میں مشغول نہ ہوں اور ہاتھ بھی مصافحہ کے لیئے خالی ہوں۔ آرام نہ فرما رہے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ غرض موقع و محل دیکھ کر ملنا بہر حال ضروری ہے۔ اگر مشغول دیکھیں بیٹھ جانا چاہیئے انتظار میں کھڑا نہ رہنا چاہیئے کیونکہ یہ تقاضے کی صورت ہے جس سے قلب پر بار ہوتا ہے۔ اگر قبل حاضری حضرت والا سے خط و کتابت ہو چکی ہو تو سب سے اخیر کا خط بھی پیش کر دیا جاوے گفتگو بیٹھ کر کی جاوے اور صاف اور اتنی آواز سے کہ باآسانی سنائی دے سکے۔ بات پوری کہی جاوے اگر کوئی غلطی ہو جاوے تو بلا تاویل اور بلا تامل اس کا اقرار کر لینا چاہیئے۔

۲۹۱) حضرت والا کی یہ ایک خاص امتیازی صفت ہے

کہ ہر شئے کو اپنی حد پر

رکھتے ہیں اور جس حالت اور جس وقت کا جیسا مقتضا ہوتا ہے اس کے مطابق عمل فرماتے ہیں طبیعت و مصلحت اور عقل پر غالب نہیں ہونے دیتے۔

(۲۹۲)۔ فرمایا کہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کو چاہیئے کہ مریدین کو آپس میں بھی اپنی مجلس کے علاوہ جمع نہ ہونے دے اور جو شیخ اس میں مسامحت کرے وہ مریدین کے حق میں بُرا کرتا ہے

(۲۹۳) صفت استغنائے حضرت والا

چونکہ حضرت والا نہایت استغنا کے ساتھ رہتے ہیں اس لئے چاہتے ہیں کہ میرے اہل تعلق بھی نہایت استغناء کے ساتھ رہیں امراء سے میل جول پیدا نہ کریں لیکن خشونت اور بداخلاقی کی اجازت نہیں۔

(۲۹۴) حریت حضرت والا

فرمایا سب اپنے اپنے کام میں لگے رہیں خواہ مخواہ میری خدمت کے لئے مجھ پر مسلط نہ ہوں تاکہ وہ بھی آزاد رہیں اور میں بھی آزاد رہوں۔ خلاصہ میری مذاق کا حریت ہے کہ چاہے اہانت ہو چاہے تعظیم جس سے آزادی میں فرق آئے اپنی یا دوسرے کی اس سے مجھ کو اذیت ہوتی ہے۔ اور ہر مسلمان کا یہی مذاق ہونا چاہیئے کہ غیر اللہ سے بالکل آزاد رہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی عبدیت مخلوق کی عبدیت کے ساتھ کیسے جمع ہو سکتی ہے۔

(۲۹۵) دوسرے کے وظیفہ میں خلل اندازی سے احتیاط چاہیئے

فرمایا کہ میں اس کی احتیاط رکھتا ہوں کہ کسی کے وظیفہ میں خلل انداز ہوں کیونکہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بڑی غیرت آتی ہے کہ جو بندہ اس کے ذکر میں مشغول ہو اس کو دوسری طرف متوجہ کیا جاوے۔

(۲۹۶) شیخ کے سامنے نمایاں طور پر تسبیح لیکر بیٹھنا خلاف ادب ہے

فرمایا جس کو آدمی اپنے سے بڑا سمجھے اس کے سامنے نمایاں طور پر تسبیح لے کر بیٹھنا خلاف ادب ہے کیونکہ یہ ایک دعویٰ کی صورت ہے اس لئے حضرت والا کے مواجہہ میں تسبیح لے کر نہ بیٹھیں یا رومال اوپر سے ڈال کر پڑھیں یا محض زبان سے پڑھتے رہیں۔

(۲۹۷) شیخ کی مجلس میں باتیں کرنا خلاف ادب ہے

مجلس میں بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرنا خلاف آداب مجلس

ہے۔ اس کی حضرت والا ممانعت فرماتے رہتے ہیں کہ اگر بات چیت کرنی ہو تو مجلس سے باہر جا کر کریں اگر کسی سے بہت ہی ضروری اور مختصر مجلس ہی میں کہنے کی مجبوری ہو تو چپکے چپکے نہ کہیں بلکہ اس طرح کہیں کہ حضرت والا بھی سن سکیں نہ تو سرگوشی کریں نہ بہت پکار کر کہیں متوسط آواز سے اور ذرا کھل کر کہیں۔

(۲۹۸) آداب تخاطب حضرت والا عام ارشادات میں صرف اہل خصوصیت کو اپنا مخاطب بناتے ہیں۔ مخاطب کو چاہیئے کہ وہ خاص طور سے حضرت والا کی جانب متوجہ رہے اور جو قابل تحسین باتیں ہوں ان پر بشرہ سے اور اگر موقع ہو تو زبان سے اظہار بشاشت کرے کیونکہ حسب ارشاد حضرت والا یہ آداب تخاطب میں سے ہے ورنہ بے حس و حرکت اور ساکت و صامت بیٹھے رہنے سے خطاب کرنے والے کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ میرا مخاطب بات کو سمجھتا بھی ہے یا نہیں اور پھر مضامین کی آمد ہی بند ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حسب ارشاد حضرت والا آداب تخاطب میں سے یہ بھی ہے کہ سُنی ہوئی بات کو بھی اس طرح سُنے کہ جیسے پہلے سے سُنی ہوئی نہیں ہے تاکہ بات کہنے والے کا دل افسردہ نہ ہو جاوے اور جن کو مخاطبت کی اجازت بھی ہو وہ بھی بلا ضرورت نہ بولیں زیادہ تر حضرت والا ہی کو کلام فرمانے دیں تاکہ سب حاضرین کو جو زیادہ تر اسی غرض سے مجلس شریف میں حاضر ہوتے ہیں حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے مضامین نافعہ سننے کا زیادہ سے زیادہ موقع نصیب ہو۔ نیز حضرت والا کے دوران کلام میں دخل در معقولات نہ کریں نہ بے جوڑ سوالات کریں نہ اس وقت کوئی اشکال پیش کریں کہ ان سب باتوں سے کلام کا لطف جاتا رہتا ہے اور مضامین کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ اگر کسی تقریر کے متعلق ضروری بات پوچھنی ہو تو ختم مضمون کے بعد سلیقہ کے ساتھ پوچھیں بشرطیکہ مخاطبت کی اجازت بھی پہلے سے حاصل ہو۔

(۲۹۹)۔ فرمایا کہ راستہ چلتے وقت پشت کی جانب سے کسی قسم کا تخاطب نہایت بد تہذیبی ہے چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تم کو کوئی پشت کی طرف سے خطاب کرے تو اس کا جواب مت دو کیونکہ اُس نے تمہاری بڑی اہانت کی یا در تم کو اس نے گویا جانور سمجھا۔ جانوروں ہی کو پشت کی طرف سے خطاب کیا جاتا ہے۔

(۳۰۰) اخلاص کی زیادتی یعنی جوش محبت کبھی مانع ہدیہ ہوتا ہے فرمایا

کہ اخلاص کی کمی تو ہدیہ قبول کرنے کی مانع ہوتی ہی ہے میرے یہاں اخلاص کی زیادتی (یعنی زیادہ جوشِ محبت) بھی منجملہ موانع کے ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تو جوشِ محبت میں کچھ نہیں سوجھتا جب جوش ٹھنڈا ہوگا تب حساب کتاب کا ہوش آئے گا کہ دس تو پیر ہی کو دیدیئے۔

(۳۰۱) شیخ کی عزت دین کی عزت سے ہے فرمایا کہ ہماری طرف جو کچھ لوگوں کی توجہ ہے وہ سب دین ہی کی بدولت ہے پس ہم کو اس دین کی عزت قائم رکھنے کی سخت ضرورت ہے اگر اس کی عزت نہ رہے تو پھر ہمیں کون پوچھتا ہے۔

(۳۰۲) ہدیہ کے آداب (۱) فرمایا کہ ہدیہ اس طرح پیش کرے کہ جس کو ہدیہ پیش کیا جارہا ہے اس کو کسی قسم کی مؤنت نہ اٹھانی پڑے۔

(۳۰۳) ہدیہ کے آداب (۲) فرمایا کہ ہدیہ پیش کرنے والے کا ادب تو یہ ہے کہ دوسروں سے چھپا کر دے بلکہ دے کر خود بھی علیحدہ ہوجاوے اور ہدیہ لینے والے کا ادب یہ ہے کہ اس کو دوسروں پر ظاہر کردے۔

(۳۰۴) ہدیہ کے آداب (۳) فرمایا کہ درحقیقت ہدیہ وہ ہے جو محض محبت سے ہو اور اس کا قبول کرنا سنت ہے۔

(۳۰۵) ایضاً (۴) فرمایا کہ بعض لوگ پہلے ہدیہ پیش کرتے ہیں پھر اپنا کوئی کام بتلاتے ہیں یہ نہایت ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ میں کام تو کردیتا ہوں لیکن ہدیہ واپس کردیتا ہوں۔

(۳۰۶) بزرگوں کے اصل برکات کیا ہیں فرمایا کہ بزرگوں کے اصل برکات تو ان حضرات کے اقوال و اعمال و احوال ہیں ان سے برکت حاصل کرنی چاہیئے۔ لیکن بزرگوں کی شان میں ادنیٰ بے ادبی بھی موجب محرومی برکات باطنی ہے اس لئے باوجود عدم شغف کے بزرگوں کے برکات ظاہری کا بھی بہت ادب کرنا چاہیئے۔

(ف)۔ عدم شغف سے مراد یہ ہے کہ جو آجکل لوگوں نے برکات کے متعلق اعتقاد اور عمل میں غلو کر رکھا ہے اس کو ناجائز سمجھے۔

(۳۰۷) برکات حاصل کرنے کا طریقہ فرمایا کہ بزرگوں سے برکات

حاصل کرنے کا سہل طریقہ جس میں ان کو کوئی تردد نہیں کرنا پڑتا یہ ہے کہ اپنی کوئی چیز اُن کو عاریۃً دے کر یہ عرض کر دیا جائے کہ کچھ دیر اس کو استعمال فرما کر واپس فرمادیں۔

(۳۰۸) نوزائیدہ بچوں کیلئے تبرک کا طریقہ

چونکہ نوزائیدہ بچوں کے کرتوں کے لئے اکثر حضرت والا سے کپڑا بطور تبرک مانگا جاتا ہے اس لئے حضرت والا اپنے کہنہ مستعمل کرتوں میں سے ایسے بچوں کے ناپ کے چند چھوٹے چھوٹے کرتے قطع کرا کر ایسے موقعوں کے لئے رکھ لیتے ہیں تاکہ وقت پر تردّد نہ کرنا پڑے۔

(۳۰۹) عقیدہ سے زیادہ مجھے محبت پسند ہے

فرمایا کہ مجھ کو بہ نسبت عقیدت کے محبت زیادہ پسند ہے کیونکہ عقیدت خیالی چیز ہے ذرا میں زائل ہو جاتی ہے۔ اور محبت زائل نہیں ہوتی ہے۔

(۳۱۰) اصلاح اعمال مقدم ہے ذکر و شغل پر

فرمایا کہ کوئی ذکر و شغل کرتا ہو تو مجھے اس وقت تک اس کی قدر نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے اعمال درست نہ ہوں عمل تو وہ ہے کہ جس میں کلفت ہو اور پھر بھی رضا حاصل کرنے کے لئے اسے کرے۔ اسی طرح چاہیئے کہ خود تنگی اُٹھائے اور دوسروں کے حقوق ادا کرے۔

(۳۱۱) تہذیب اخلاق و دیانت مقدم ہے تعلیم ظاہری پر

فرمایا مجھ کو علم کے پڑھانے لکھانے کا زیادہ اہتمام نہیں ہے جس قدر تہذیب اخلاق و دیانت کا کیونکہ لکھنے پڑھنے کا اہتمام تو ہر جگہ ہوتا ہے لیکن اخلاق کی طرف کسی کو خیال بھی نہیں ہے مثلاً میں اس پر زیادہ نظر نہیں کرتا کہ کس نے جماعت سے نماز پڑھی کس نے نہیں پڑھی۔ اول تو عذر کا احتمال ہے دوسرے اس میں صرف فاعل کا حرج ہے کسی دوسرے کو اذیت نہیں۔ بخلاف اس کے کہ کسی سے کوئی حرکت خلاف تہذیب سرزد ہو اس کا اس لئے اچھی طرح تدارک کیا جاتا ہے کہ اس میں اوروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

(۳۱۲) تجسس سے حضرت والا کی نفرت

حضرت والا تجسس ہرگز نہیں فرماتے

البتہ جب خود کسی کی بے عنوانی ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر تسامح بھی نہیں فرماتے۔ سبحان اللہ یہی طریق شریعت کے مطابق بھی ہے۔

(۳۱۳)۔ فرمایا کہ آجکل لوگوں کو دوسرے کی راحت و تکلیف کا ذرا خیال نہیں اب اگر کوئی انتظام کرنے لگے تو اسے قانون ساز کہتے ہیں۔ ایک صاحب نے تو میرے منہ پر کہا کہ تمہارے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے۔ افسوس گویا اسلام میں انتظام نہیں بس اسلام تو ان کے نزدیک بے انتظامی کا نام ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ انگریزوں میں مسلمانوں کا سا انتظام ہے تو ایک درجہ میں صحیح ہو سکتا ہے۔

(۳۱۴) انتظام کی ترغیب

فرمایا کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے تمام کاموں کو انتظام کے ساتھ کرے اس سے اپنے کو بھی راحت ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی۔

(۳۱۵) آنے والی چیز آتی ہے اس کو لاکھ واپس کیا جائے

حضرت والا اکثر بڑے بڑے بیموں اور منی آرڈروں کو خلافِ اصول ہونے کی بنا پر واپس فرماتے رہتے ہیں اور جب وہی واپس کردہ رقم اصول کے مطابق مکرر موصول ہوتی ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو اس وقت حضرت والا حاضرین سے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ دیکھئے جو چیز آنے والی ہوتی ہے وہ آتی ہی ہے چاہے اس کو لاکھ واپس کیا جائے۔ پھر کیوں نیت خراب کی جائے اور خلاف اصول کا ارتکاب کیا جائے۔

(۳۱۶) بدگمانی کا علاج استغفارات سے

ایک طالب نے بدگمانی کا علاج پوچھا تھا۔ تحریر فرمایا کہ وہ بدگمانی اختیار سے ہوتی ہے یا بلا اختیار۔ اور صرف بدگمانی ہوتی ہے یا اس کے موافق عمل بھی ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے۔ مع ایک دو مثال کے لکھو۔

(۳۱۷) کسی کو مسلسل دیکھنے سے قلب پر بار ہوتا ہے

اکثر نو واردین حضرت والا کی نشست و برخاست کو اس طرح تکا کرتے ہیں کہ حضرت والا کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے جو نہایت نازیبا حرکت ہے کیونکہ اس سے دوسرے کی آزادی میں فرق آجاتا ہے۔ اور قلب پر بڑا بار ہوتا ہے۔ ایسے

موقعوں پر اکثر اظہار ناراضی میں یہ فرمایا کرتے ہیں کہ کیا کوئی تماشہ ہو رہا ہے جو اس طرح مجھے تک رہے ہو۔ اگر دیکھنے ہی کا شوق ہو تو اس طرح دیکھو کہ حضرت والا کو یہ محسوس نہ ہو کہ فلاں شخص مجھکو مسلسل تک رہا ہے یا اہتمام کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔

(۳۱۸) سچائی وصفائی وحریت حضرت والا

فرمایا کہ مجھ میں نہ تواضع ہے نہ تکبر، سچائی اور صفائی ہے اور طبیعت میں بے ساختگی اور سادگی ہے جس کا سبب آزاد مزاجی ہے۔

(۳۱۹) النظام فی الکلام

بارہا فرمایا کہ گو میں متقی و پرہیزگار تو نہیں لیکن الحمد للہ اپنی اصلاح سے غافل بھی نہیں ہمیشہ یہی ادھیڑ بن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت میں فلاں حالت تغیر کرنا چاہئے۔ غرض مجھکو اپنی کسی حالت پر قناعت نہیں ؎ اندریں رہ می تراش و می خراش تادم آخر دمے فارغ مباش

چنانچہ سہولت استحضار کے لئے خود ہی ایک شعر تضعیف فرما کر اور اس کو جلی قلم سے ایک موٹی دفتی پر لکھوا کر اپنے ڈسک پر رکھ چھوڑا ہے جس کی نقل یہ ہے۔ النظام فی الکلام کثرت ذکر وقلت تبیان، وقت ہیجان طبع کف لسان۔

(۳۲۰) سیر عابد ہر شبے یک روزہ راہ سیر عارف ہر دمے تا تختِ شاہ

اعمال باطنہ سالک کو کہیں سے کہیں پہونچا دیتے ہیں۔ حضرت والا اب تک بھی ہر وقت اپنے نفس کی نگرانی اور دیکھ بھال ہی رکھتے ہیں اور بوجہ دائمی مجاہدہ نفس دائمی ترقی فرما رہے ہیں اور یہ وہ ترقی ہے جو ہر وقت ہو رہی ہے اور جس کا کسی کو عام طور سے پتہ بھی نہیں چلتا۔ اور یہی وہ اعمال باطنہ ہیں جن کے بارہ میں حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ سالک کو کہیں سے کہیں پہونچا دیتے ہیں اور دوسروں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کو قلت ورد کہتے ہیں۔ اس کو عبادت نافلہ کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا جتنا اپنے قلب کی نگہداشت کا اور اعمالِ قلبیہ کا مثلاً جب کوئی واقعہ پیش آیا تو فوراً اس کے قلب نے اس واقعہ کے متعلق حق تعالیٰ کے ساتھ کوئی معاملہ صبر و شکر تفویض ابدیت وغیرہ کا کیا پس وہ ایک مستقل باطنی عمل ہو گیا اور اس درجہ کا ہوا کہ اس کی بدولت کہیں کا کہیں پہونچ گیا۔ اور چونکہ حوادث بکثرت پیش آتے ہی رہتے ہیں اور وہ ہر وقت اپنے قلب کی نگہداشت میں رہتا ہے اور اس شخص سے بڑھ جاتا ہے جس کو عبادت نافلہ کا اہتمام تو بہت ہے لیکن کی نگہداشت کا اہتمام نہیں بمصداق ارشاد حضرت

مولانا رومیؒ سے

سیرِ عابد ہر شبے یک روزہ راہ سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ

(۳۲۱) فرمایا کہ ایک شیخ کا قول ہے کہ جو درویش اپنی باطنی زیادتی کمی کو ہر دم نہ محسوس کرتا رہے وہ درویش نہیں۔

(۳۲۲) حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب شیخ ہر روز اپنے حالات کی نگرانی اس طریق سے نہ کرے جس سے اس کو یہ تمکین (یعنی دوامِ اطاعت اور کثرتِ ذکر کی عادت) حاصل ہوئی تو عجب نہیں کہ وہ دھوکہ میں پڑ جاوے اور آہستہ آہستہ طبیعت اور عادتِ قدیمہ اس کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر وہ خلوت میں بھی رہنا چاہے تو انس حاصل نہ ہو بلکہ خلوت سے وحشت ہونے لگے اور یہی حال ہے ان تمام حالات و کیفیات کا جو نفس کی طبیعت و جبلت کے موافق ہیں کہ ان حالات کے حصول پر اعتماد نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بہت سریع الزوال ہوتے ہیں اور ہم نے بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے درجہ سے گر گئے اللہ تعالیٰ ہمیں اور اُن کو عافیت عطا فرمائے (آمین) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے کہ جتنے فضائلِ نفس کو حاصل ہیں وہ اس کے جبلی اور طبعی نہیں اس لئے ان کا تحفظ واجب ہے۔

(۳۲۳) بدنظری کا علاج

ایک صاحبِ علم کو جو حسن پرستی میں مبتلا تھے اس سے اجتناب کی اس عنوان سے ممانعت فرمائی کہ چاہے جان نکل جاوے لیکن نظر نہ ڈالی جاوے۔ انھوں نے لکھا تھا کہ مجھ میں اس قدر حسن پسندی ہے کہ معمولی اشیاء کو بھی نہایت قرینے اور خوش ترتیبی کے ساتھ رکھتا ہوں۔ اسی طرح حسنِ صورت کی طرف بھی بے حد کشش ہو جاتی ہے حظ حاصل ہوتا ہے اس پر بزبانِ عربی یہ فصیح و بلیغ جواب ارقام فرمایا بعضہ خیرٌ فاشکروا علیہا و بعضہ شرٌ فاصبروا عنہا ای غضوا البصر حیث امر الشارع بالغض ولو بتکلف شدید یحتمل زهوق الروح فان اللہ غیور و تشتد غیرتہ علی النظر الی ما نہی اللہ اذ ینظر اللہ فالحذر الحذر ان یسخط المحبوب الاکبر۔

(۳۲۴) عشق کی لذت و کلفت کی مثال

فرمایا کہ اس طریق میں تو عمر بھر لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں اور گویا جسم کو روگ لگ جاتا ہے۔

بڑی عشق میں ہیں بہاریں مگر ہاں   گھری خارزاروں سے پھلواریاں ہیں

(۳۲۵) تعلق مع اللہ پیدا ہو جانے کے بعد طریق کی دشوار یونکا خاتمہ ہے

ایک صاحب سے فرمایا کہ اس وقت تو دشواری نظر آرہی ہے لیکن جب قلب میں تعلق مع اللہ پیدا ہو جاویگا تو پھر کوئی دشواری نہ رہے گی قلب میں خود ہی اصلاح کا تقاضہ پیدا ہوگا اور اس وقت اپنی حالت میں تغیرات ضروریہ کرنے کو خود ہی نہایت خوشی کے ساتھ جی چاہے گا یہ جو قبل از وقت دشواری نظر آرہی ہے وہ محض خیالی ہے ؎

بس چلا چل قطع راہِ عشق اگر منظور ہے   یہ نہ دیکھ اے ہم سفر نزدیک ہے یا دور ہے
مشکلیں عاشق کو ہیں بس قبل از دیوانگی   کچھ دنوں غم سہہ لیا پھر عمر بھر مسرور ہے

بلکہ پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ اگر کبھی فکر باطنی اور نگرانی نفس میں کمی محسوس ہونے لگتی ہے تو سالک غم نہ ہونے کے غم میں گھلنے لگتا ہے بمصداق ارشاد حضرت عارف رومیؒ ؎

بر دلِ سالک ہزاراں غم بود ،   گر ز باغِ دل خلالے کم شود ،

غرض یہ باطنی مجاہدات جو حضرت والا کے یہاں کے سلوک میں ہیں چندے دارو مدار زندگی اور غذائے روح ہو جاتے ہیں جن کے بغیر سالک کو چین ہی نہیں پڑتا اور جن کے فقدان کو وہ اپنی موت سمجھتا ہے اور فی الواقع حقیقۃ الامر بھی یہی ہے کیونکہ یہی مجاہدات باطنہ تو اسباب وعلامات حیات قلب اور موجب ترقیات باطنہ دائمہ ہیں ؎

غم گیا قلب کی حیات گئی   دل گیا ساری کائنات گئی

(۳۲۶) حضرت والا کا سلوک تو شاہی سلوک ہے

کیونکہ حضرت والا نہ ریاضت کراتے ہیں نہ مجاہدات، نہ ترک تعلقات کراتے ہیں نہ ترک لذات ومباحات بلکہ بہ تاکید فرماتے ہیں کہ خوب راحت وآرام سے رہو تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہو اور طبیعت میں نشاط رہے جو معین عبادت ہو البتہ معصیت کے پاس نہ بھٹکو اور نفس کی ہر وقت نگرانی رکھو اور ہمت سے کام لو اور بقدر تحمل وفرصت کچھ ذکر وشغل بھی کرتے رہو۔ بس انشاء اللہ مقصود کا حصول یقینی ہے نہ کم کھانے کی ضرورت نہ کم سونے کی ضرورت یہ دونوں مجاہدے آجکل متروک ہیں کیونکہ طبائع میں پہلے ہی سے ضعف غالب ہے البتہ کم بولنا کم ملنا جلنا ضروری ہے لیکن نہ اتنا کم کہ جس سے قلب میں انقباض پیدا ہو جاوے، لیجئے

یہ شاہی سلوک نہیں تو کیا ہے۔ چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ درویشی کے لئے کمبل اور گدڑی کی ضرورت نہیں بلکہ اگر اللہ تعالیٰ دے تو دوشالہ اور شاہی میں بھی درویشی حاصل ہو سکتی ہے بشرطیکہ طریقہ سے حاصل کی جاوے سبحان اللہ حضرت والا نے طریق کو اس قدر آسان فرمادیا ہے کہ کوئی دشواری ہی نہیں رہی ؎

اتنا کیا ہے آپ نے آساں طریق کو　　　کہہ سکتے ہیں کہ راہ کو منزل بنا دیا

البتہ اگر بے اصول چل کر اس طریق کو خود ہی دشوار کر لیا جاوے تو یہ طریق کا نقص نہیں بلکہ چلنے والے کا بے ڈھنگا پن ہے ؎

جو آسان سمجھو تو ہے عشق آساں　　　جو دشوار کر لو تو دشواریاں ہیں

فرمایا کہ راستہ تو بالکل صاف اور ہموار ہے لیکن لوگ خود ہی اس کو اپنے سوء استعمال اور اوہام سے دشوار کر لیتے ہیں اور خود اپنے ہاتھوں پریشانیوں میں پڑتے ہیں چنانچہ ایک مولوی صاحب جو بڑے عالم فاضل اور فہیم شخص ہیں وہ بھی اس پریشانی میں مبتلا تھے کہ اب تک تہجد کے وقت بلا الارم (جگانے والی گھڑی) آنکھ ہی نہیں کھلتی افسوس کہ ابھی تک ان خارجی چیزوں کی احتیاج باقی ہے اب تک قلب میں اتنا بھی تقاضہ پیدا نہیں ہوا کہ الارم کی حاجت نہ رہے۔ اور خود بخود تہجد کے وقت آنکھ کھل جایا کرے۔ حضرت والا نے ان کی تسلی کی کہ آخر کس کس خارجی چیز کی احتیاج سے بچو گے کیونکہ ایک الارم ہی کیا سیکڑوں خارجی چیزوں کی احتیاج ہے لباس کی احتیاج ہے۔ مکان کی احتیاج اور سیکڑوں ضروریات زندگی احتیاج ہے۔ اور یہ سب خارجی چیزیں ہیں ان سب چیزوں سے بچو۔ جب اتنی ساری خارجی چیزوں کی احتیاج سے نہیں بچ سکتے تو ایک الارم کی احتیاج بھی سہی۔ کس فکر میں پڑے۔ جب خود اللہ میاں ہی نے ہمیں اپنی نعمتوں کا محتاج بنایا ہے تو پھر ہم ان نعمتوں سے کیوں استغنار کی تمنا کریں ؎

گر طمع خواہد زمن سلطانِ دیں　　　خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

(۳۲۷) عیوب نفس کے اصلاح کا طریقہ ایک سالک نے تحریر فرمایا کہ اپنے نفس کی ہر وقت نگرانی رکھیں اور عیوب نفس کے اصلاح کے لئے استحضار و ہمت سے برابر کام لیتے رہیں اور گو شروع میں قدرے تعب ہو لیکن تکرار مخالفت نفس سے پھر انشاء اللہ تعالیٰ سہولت ہونے لگے گی۔

(۳۲۸) حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ تکرار عمل ہی سے عمل میں سہولت بھی ہونے لگتی ہے۔

لیکن سہولت کے منتظر نہ رہیں عمل بہرحال کرتے رہیں چاہے عمر بھر سہولت نہ ہو۔

(۳۲۹)۔ فرمایا کہ وہ ہمت ہی نہیں جس کے بعد کامیابی نہ ہو وہ تو ہمت کی محض نیت ہے کیونکہ اختیاری کوتاہیوں سے بچنے کے لئے اگر پوری ہمت سے کام لیا جاوے تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی نہ ہو

(۳۳۰)۔ فرمایا کہ کم ہمتی سے کوئی کوتاہی ہو جاوے تو فوراً توبہ کرے پھر ہمت سے کام لینے لگیں اور مایوس نہ ہوں۔ نہ اس غم میں پڑیں کہ کوتاہی کیوں ہو گئی۔ کوتاہی کا تدارک بھی عمل سے ہی ہو جائیگا۔ (مکتوب نمبر ۱۸۱ الملقب بہ تسہیل الطریق میں طریق کا مکمل دستور العمل مذکور ہے دیکھ لیویں)

(۳۳۱) ذکر کے تعین کا طریقہ اور ناغہ سے ضرر

جب ذکر و شغل کی اجازت شیخ سے حاصل کر لی جاوے تو ذکر مقدار بقدر تحمل و فرصت مقرر کریں۔ نہ اتنی کم ہو کہ کچھ مشقت ہی نہ ہو نہ اتنی زیادہ ہو کہ نبھ نہ سکے حتی الامکان اپنے معمولات میں ناغہ نہ ہونے دیں ناغہ سے بڑی بے برکتی ہو جاتی ہے چلتے پھرتے اور فارغ اوقات میں بھی کوئی ذکر اپنا معمول رکھیں۔

(۳۳۲) دوام ذکر کی ترغیب

فرمایا کہ اپنا اصل کام ذکر کو سمجھیں جب ضرورت ہو بول لیں اور پھر مشغول ہو جائیں جیسے درزی کپڑا سینا رہتا ہے اور ضرورت میں بول بھی لیتا ہے لیکن اس کی اصل توجہ کپڑا سینے ہی کی طرف رہتی ہے۔

(۳۳۳) قلت کلام کی تدبیر

قلت کلام کی ایک تدبیر یہ ہے کہ ابتداءً کلام نہ کریں الا بضرورت۔ اگر کوئی دوسرا کوئی بات پوچھے تو بقدر ضرورت جواب دیکر پھر ذکر میں مشغول ہو جائیں اسی طرح بلا ضرورت کسی کے پاس نہ جائیں۔

(۳۳۴) سالک کو بلا ضرورت میل جول بڑھانا نہ چاہیے

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بلا ضرورت لوگوں سے میل جول نہ بڑھائیں۔ اگر ذکر و خلوت سے جی اکتا جاوے تو بال بچوں میں یا ہم مشرب احباب میں کچھ دیر دل بہلا لیں جب نشاط پیدا ہو جاوے پھر اپنے کام میں لگ جاویں حضرت والا مباحات کے انہماک اور بالکلیہ ترک دونوں کو باعتبار نتائج کے مضر فرماتے ہیں

(۳۳۵) محبت الٰہی پیدا کرنے کا طریقہ

اوراد و اذکار، نماز، تلاوت وغیرہ جو نیک عمل کرے اسی نیت سے کرے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہو اور اس کی رضا حاصل ہو خالی الذہن ہو کر

بطور عادت کے نہ کرے اور جو کیفیت حضور حق کی اس عمل سے پیدا ہو اس کو بعد فراغ بھی محفوظ رکھنے کا برابر خیال رکھے۔ دھن اور دھیان کی اس طریق میں سخت ضرورت ہے۔

(۳۳۶) - فرمایا کہ جمیع مشوشات قلب سے اپنے آپ کو بچائے رکھے جس میں صحت کی حفاظت بھی داخل ہے کیونکہ جمعیت قلب اس طریق میں مدار نفع ہے۔

(۳۳۷) خود رائی خود بینی مانع طریق ہے

حضرات والا اس طریق میں خود رائی اور خود بینی کو سب سے بڑا مانع سمجھتے ہیں اور اس شعر کو اکثر فرمایا کرتے ہیں ؎

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست — کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

(۳۳۸) اپنی رائے و تجویز کو فنا کر دینا چاہیئے

فرمایا کرتے ہیں کہ کوئی اپنی رائے اور تجویز کو فنا کر کے تو دیکھے پھر اللہ تعالیٰ وہ دولتیں عطا فرماتے ہیں جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتیں۔ اس میں اتباع شیخ بھی داخل ہے جس کی سخت ضرورت ہے اپنی رائے سے کچھ نہ کرے۔ علاوہ ادب طریق کے شیخ کے اتباع میں ہر قسم کی سہولت اور راحت اور بے فکری بھی تو ہے۔ لہٰذا بہت جلد اپنے حالات کی اطلاع اور شیخ کی تجویز کی اتباع کا سلسلہ جاری رکھے اور شیخ جس امر میں جو تجویز کرے اس کو بے چون و چرا مان لے اور اسی کے مطابق کامل اعتماد کے ساتھ عمل میں مشغول رہے خواہ کتنا ہی نفس کو ناگوار ہو۔ بس اصل چیز کام میں مشغول رہنا ہے۔ ثمرات جو اس کے مناسب استعداد ہوں گے وہ خود ہی مرتب ہوتے رہیں گے۔ حضرت والا اس کے متعلق حافظ رحمہ کے یہ اشعار اکثر فرمایا کرتے ہیں ؎

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن — کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست — بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

(۳۳۹) فنا اس طریق کا اول قدم ہے اور آخر قدم بھی

فنا کے متعلق حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ فنا اس طریق کا اول قدم ہے جیسا کہ ایک معنی کر آخر قدم بھی ہے اگر کسی کو یہ حاصل نہیں تو سمجھ لو کہ اس کو اس طریق کی ہوا بھی نہیں لگی حضرت والا کے یہاں اس صفت کے پیدا کرنے کا سب سے زیادہ اہتمام ہے۔

(۳۴۰) حضرت والا کے یہاں حقوق العباد کی نگہداشت کی سخت تاکید ہے بالخصوص وہ حقوق جن میں کوتاہی کرنے سے کسی کو اذیت ہو۔

لہٰذا اس کا بہت خصوصیت کے ساتھ اہتمام رکھیں کہ اپنے کسی قول یا کسی فعل سے کسی کو کسی قسم کی ایذا نہ پہونچے۔

(۳۴۱) طریقۂ اصلاح عیوب

ہر طالب اصلاح کو اپنے عیوب کی اصلاح کرانے کے لئے حسب ذیل طریقۂ عمل اختیار کرنا چاہیے وہ حسب ارشاد حضرت والا یہ ہے کہ ایک کاغذ پر اپنی سب برائیاں لکھ لیں اور جو جو یاد آتی رہیں اس میں لکھتے رہیں اور ان کا علاج بھی استحضار اور استعمال اختیار و ہمت سے کرتے رہیں اور علاج سے جو بالکل زائل ہو جاویں ان کا نام کاٹ دیں۔ اور جو رہ جاویں پوری یا ادھوری ان کو لکھا رہنے دیں پھر حضرت والا کی خدمت میں اپنی اصلاح کے متعلق خط لکھنے بیٹھیں تو ان برائیوں میں سے جو اپنے نزدیک سب سے زیادہ اہم ہو پہلے اسکو لکھیں اگر تعین میں تشویش ہو تو قرعہ ڈال لیں جس عیب کا نام نکل آوے وہی لکھدیں۔ اور اگر اس کا کچھ علاج کیا ہو اس کی بھی اطلاع کر دیں ایک عیب سے زیادہ ایک بار نہ لکھیں۔ اور اس کی چند مثالیں بھی لکھیں اور جب تک اس عیب کے علاج میں رسوخ نہ ہو جائے برابر اسی کے متعلق خطوط بھیجتے رہیں اور جب رسوخ ہو جاوے اور حضرت والا بھی اس رسوخ کی تصدیق فرمادیں اور دوسرا عیب پیش کرنے کی اجازت عطا فرمادیں اس وقت دوسرا عیب پیش کریں۔ بس اسی طرح سارے عیوب کی اصلاح کرائیں۔

(۳۴۲) حضرت والا کا سلوک جو تتمہ ہے نمبر ۲ کا

حضرت والا نے خود اپنے سلوک کی حقیقت نہایت واضح اور لطیف عنوان سے بیان فرمائی کہ یہاں تو ملاپن ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ درویشی کیا چیز ہے طالب علم ہیں صاحب علم بھی نہیں بس قرآن و حدیث پر عمل کرنا بتلاتے ہیں پھر اسی میں جو کچھ ملنا ہوتا ہے مل جاتا ہے۔ اور ایسا ملتا ہے کہ مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر من امثالنا یعنی ہم جیسوں میں سے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے قلب میں اس کا خطرہ تک گذرا مگر ظاہر میں نہ تو شوق ہے نہ وجد و کیفیت ہے

نہ کشف وکرامت ہے پھیکا بچا کا طرز ہے جیسے سمندر کی مچھلی کہ خود اس کے اندر نمک ہوتا ہے اوپر سے نمک ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اسی کے اندر کا نمک پکنے کے بعد کھلتا ہے بس یہاں بھی اوپر کا نمک نہیں ہے مگر اندر ہے جو پکنے کے بعد کھلتا ہے لہذا پکانا شرط ہے یعنی عمل میں کوتاہی نہ کرنا اور حضرت والا کے ارشاد فرمودہ اصول کے مطابق کرنا کیونکہ اس طریق میں حسب ارشاد حضرتِ والا کام ہی کام چلتا ہے ؎

کارکن کار بگزار از گفتار اندریں راہ کار باید کار!
قدم باید اندر طریقت نہ دم کہ اصلے ادارد دم بے قدم!
سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی مزد اگر می طلبی طاعتِ استاد ببر

حضرتِ والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر قاعدے سے کام کیا جاوے تو حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں وصول بطریق جذب ہوتا ہے بطریق سلوک نہیں ہوتا۔ اور یہ جذب برکت ہے اتباع سنت کی کیونکہ اتباع سنت کا ثمرہ بوجہ تشبیہ بالمحبوب کے محبوبیت عند اللہ ہے اور محبوبیت کے لئے جذب لازم ہے

(۳۴۳) مناسبت شیخ پیدا کرنے کا طریقہ

فرمایا کہ شیخ سے مناسبت پیدا کرنے کا طریقہ شیخ کے افعال واحوال کا تتبع اور استحضار اور اتباع ہے اور مناسبت پیدا ہونے کے بعد پھر شیخ کو اظہار اسرار کا جوش ہوتا ہے

(۳۴۴) انسداد سوء ظن وغلو در حسن ظن

فرمایا فہرست اجازت سے کسی کو خارج کرنے کی بناء انقطاع خبر کے سبب انتفاء علم اہلیت ہے نہ کہ علم انتفاء اہلیت اور کسی کو داخل کرنے کی بناء بظن غالب ان اوصاف کے درجہ ضروریہ کا وقوع یعنی رسوخ تقویٰ وصلاح۔ مناسبت کا طریق۔ اہلیت کی اصلاح اور اوصاف مذکورہ درجۂ کاملہ کی توقع ہے جیسے علوم درسیہ کی سند کی بناء اسی کی ناظیر ہے۔

اجازت کا مطلب

ف۔ مطلب یہ کہ جیسے علوم درسیہ میں سند فراغ دی جاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ابھی اسی وقت اس کو ان علوم میں کمال کا درجہ حاصل ہوگیا ہے بلکہ محض اس ظن غالب پر سند دی جاتی ہے کہ اس کو ان علوم سے ایسی مناسبت پیدا ہوگئی ہے کہ اگر وہ برابر درس ومطالعہ میں مشغول

تو قوی اُمید ہے کہ رفتہ رفتہ اُس کو کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ پھر اگر وہ اپنی غفلت و ناقدری سے خود ہی اپنی اس مناسبت اور استعداد کو ضائع کر دے تو اس کا الزام سند دینے والوں پر ہرگز نہیں بلکہ خود اسی پر ہے۔ اسی طرح جو کسی کو اجازت دی جاتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ فی الحال ہی اس کو ان اوصاف میں کمال کا درجہ حاصل ہو گیا ہے بلکہ محض اس ظن غالب پر اجازت دی جاتی ہے کہ اس کو فی الحال تو ان اوصاف میں درجہ ضروریہ حاصل ہو گیا ہے اور اگر وہ برابر ان کی تکمیل کی فکر اور کوشش میں رہا تو قوی اُمید ہے کہ رفتہ رفتہ اس کو آئندہ ان اوصاف میں کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔

(۳۴۵) **حضرت والا کی اجازت کا طریقہ** حضرت والا کیف ما اتفق کسی کو مجاز نہیں بناتے بلکہ جب کسی کے متعلق قرائن حالیہ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے تو پھر اس کے حالات کا خاص طور سے بغور ... فرمانے لگتے ہیں بلکہ اس تتبع حالات کے لئے بعض کا نام بھی پہلے سے بطور یادداشت کے لکھکر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور جب اُس کی اہلیت کے متعلق اپنا ظاہری اطمینان اور باطنی شرح صدر بھی ہو جاتا ہے اس وقت اجازت عطا فرماتے ہیں۔

(۳۴۶) **بعد اجازت بھی شیخ سے استغنا نہ چاہیئے مضر ہے** فرمایا کہ شیخ کے ہوتے ہوئے اس سے استغنا بعد تکمیل بھی نہ چاہیئے۔ کیونکہ گو مجاز ہو جانے کے بعد شیخ سے سلسلہ استفادہ جاری رکھنا درجہ ضرورت میں نہ رہے۔ لیکن ترقیات کے لئے تو پھر بھی اس کی حاجت رہتی ہے بلکہ اکثر احوال میں یہ افادہ درجۂ ضرورت میں بھی نہیں رہتا۔ لہذا شیخ حق سے استغنا کسی حال میں نہیں چاہیئے۔ اور جنھوں نے اپنے کو مستقل سمجھ لیا ان کی حالت ہی متغیر ہو گئی۔

(۳۴۷)۔ حضرت والا تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے سر پر بڑا رہے تو سلامتی اسی میں ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں ہی کو بڑا سمجھنے لگے۔ اور ان سے ملا جلا رہے بلکہ امور دینیہ میں بوقت ضرورت ان سے مشورہ بھی لیتا رہے۔ چنانچہ حضرت والا کا اسی پر عمل ہے۔

معمولات

(۳۴۸) **مشورہ کی حقیقت اور اس کی خرابیوں کا بیان** حضرت والا عموماً امور مباحہ میں کسی

کو رائے بھی نہیں دیتے اور فرمایا کرتے ہیں کہ رائے تو اہل تجربہ سے لی جاوے میں دعا کرتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ آجکل لوگ رائے دینے والے کو نتیجہ کا ذمہ دار سمجھتے ہیں اور اگر نتیجہ مرض کے خلاف ہوتا ہے تو الزام دیتے ہیں۔ حالانکہ رائے اور مشورہ دینے کی حقیقت تو صرف یہ ہے کہ دوسرے کو اس امر کے متعلق رائے قائم کرنے میں اعانت اور سہولت ہو جاوے باقی رائے اس کو خود ہی قائم کرنی چاہیئے۔

(۳۴۹) غیر ماہر کا علاج جائز نہیں

جب تک کوئی ماہر طبیب امتحان لیکر مہارت مناسبت فن کی تصدیق نہ کردے میں کسی طبیب کے لئے تحریک نہیں کرتا کیونکہ غیر ماہر کو علاج کرنا جائز نہیں۔

(۳۵۰) - حضرت والا ضرورت میں تو دوسروں کے لئے بہت کچھ تعب برداشت فرما لیتے ہیں لیکن بلا ضرورت اپنے کو مشقت میں نہیں ڈالتے۔

(۳۵۱) زائد از حاجت چیزوں سے وحشت ہوتی ہے

حضرت والا وقتاً فوقتاً اپنی مملوک چیزوں کا جائزہ لیتے رہتے ہیں اس میں سے جو جو چیزیں ضرورت سے زائد نکلتی ہیں ان کو اپنی ملک سے خارج فرماتے رہتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ کو زائد از حاجت چیزوں کا اپنی ملک میں ہونا بھی موجب وحشت ہوتا ہے۔

(۳۵۲) اصول صحیحہ کی پابندی کی ترغیب

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ قواعد ضروریہ اور اصول صحیحہ کی پابندی اتنی ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے آپ کو ان کا ہمیشہ پابند بنائے رکھا۔

(۳۵۳) تعویذ دینے کا طریقہ

حضرت والا جس تعویذ میں کوئی آیت تحریر فرماتے ہیں اس کے اوپر سادہ کاغذ بھی لگا دیتے ہیں تاکہ اس کا بے وضو چھونا جائز ہو جائے اور کسی کو تنگی یا گناہ نہ ہو۔

(۳۵۴) آمدنی کا چوتھائی حصہ صدقات نافلہ میں خرچ کرنا

حضرت والا کا یہ معمول ہے کہ علاوہ صدقات واجبہ کے اپنی آمدنی کا چوتھائی حصہ ہمیشہ مصارف خیر میں بطور صدقات نافلہ صرف فرما دیتے ہیں۔ ع۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

(۳۵۵) کسی پر بیجا بار ڈالنا یا عہدے کے اثر سے کام لینا جائز نہیں

فرمایا کہ کسی پر

بے جا بار ڈالنا یا عہدے کے اثر سے کام لینا شرعاً جائز نہیں۔ اگر کسی مسافر عہدہ دار کے لئے ٹھہرنے کا کوئی ٹھکانہ نہ ہو تو اس کو مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے۔ وہ بہت سے بہت یہ کرے کہ چلتے وقت مسجد کے مصارف کے لئے کچھ دیدے۔ اس صورت میں مسجد کا بھلا بھی ہو جائے گا اور مسافر کے قلب پر مسجد کے اندر ٹھہرنے سے گرانی بھی نہ ہو گی۔

(۳۵۶) سائل کو دینے کا طرز

جب کوئی سائل آتا ہے اور حضرت والا کی نیت دو آنے دینے کی ہوتی ہے تو یہ فرماتے ہیں دو پیسے دے سکتا ہوں تاکہ اس کو پھر دو آنے کی قدر ہو اور جب تک وہ دو پیسے ہی پر اپنی رضامندی ظاہر نہیں کر دیتا نہیں دیتے بعضے بدون لئے چلے گئے تو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے حاجتمند ہی نہیں ورنہ دو پیسے کو بھی غنیمت سمجھتے کیونکہ دو پیسے قبول کرنے میں کچھ نقصان تو تھا نہیں کچھ نہ کچھ نفع ہی تھا چاہے تھوڑا ہی سہی۔

(۳۵۷) مالی اعانت کا طرز

حضرت والا جب کسی کی مالی اعانت کرتے ہیں تو اس کا بہت لحاظ رکھتے ہیں کہ اس کو حرص یا مفت خوری کی عادت نہ پڑنے پائے۔ اور جب وہ اپنی سب تدبیریں ختم کر چکتا ہے اور پھر بھی اس کو احتیاج باقی رہتی ہے اس وقت اعانت فرماتے ہیں اور وہ بھی داشتہ داشتہ تاکہ ایک ساتھ بے فکری نہ ہو جاوے اور جو کچھ ہے اس کی دل سے قدر ہو۔ کیونکہ بیفکری سے نفس کے اندر بہت سے رذائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن خود ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بقدر حاجت اس کے پاس پہونچتا رہے۔ چنانچہ اگر وہ کبھی کچھ قرض مانگتا ہے تو اسی مقدار سے کسی قدر رقم دے کر فرما دیتے ہیں کہ یہ ہبہ ہے اس کے ادا کرنے کی فکر نہ کرنا۔ کسی موقع پر کمی کو بھی اسی طرح پورا فرما دیتے ہیں۔

(۳۵۸)۔ حضرت والا مصالح کے مقابلہ میں ردّ و قبول خلق یا رسمی لحاظ و مروت کا ذرہ برابر خیال نہیں کرتے۔ غرض حضرت عقل کو ہمیشہ اپنی طبیعت پر غالب رکھتے ہیں اور اسی طرح دین کو عقل پر۔ اور یہ وہی کر سکتا ہے جو بڑا صاحب تمکین اور ابو الحال ہو۔

(۳۵۹)۔ اگر کوئی بڑی رقم مصارف خیر کے لئے آتی ہے تو اس کا حساب بھی رقم بھیجنے والے کے پاس ارسال فرما دیتے ہیں لیکن اگر کوئی خود حساب طلب کرتا ہے تو خود اس رقم ہی کو یہ تحریر فرما کر

واپس فرما دیتے ہیں کہ جس کو ہم پر اطمینان نہیں وہ ہم سے یہ خدمت ہی کیوں لے۔

(۳۶۰) حضرت والا کا کئی سال سے یہ بھی معمول ہے کہ اختیاری رقوم میں سے بشرط گنجائش کتابیں خرید کر مدارس دیو بند و سہارنپور میں بھجوا دیتے ہیں۔

(۳۶۱) استعداد علمی پیدا کرنے کا طریقہ

طلبا کے نفع کے لئے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں بس تین چیزوں کا التزام کرلیں پھر چاہے کچھ یاد نہ رہے یا نہ رہے میں ٹھیکہ لیتا ہوں کہ استعداد علمی پیدا ہو جاوے گی اول تو سبق کا مطالعہ کریں پھر استاد سے سمجھ کر پڑھیں پھر ایک مرتبہ اپنی زبان سے تقریر کرلیں اور ایک چوتھی بات درجہ استحسان میں ہے وہ یہ کہ آموختہ بھی بالالتزام پڑھتے رہا کریں۔ بس پھر نہ رٹنے کی ضرورت نہ محنت کرنے کی۔

(۳۶۲) نظافت کا طرز اہتمام

اگر کسی کپڑے یا انگلی وغیرہ پر سیاہی وغیرہ کا کوئی ذرا سا بھی داغ دھبہ پڑ جاتا ہے تو حضرت والا کو وہ اس قدر بدنما معلوم ہوتا ہے کہ اس کو فوراً خاص اہتمام کے ساتھ دھوتے ہیں۔ اسی طرح جس زمانہ میں زکام ہوتا ہے رومال کے ایک گوشہ میں گرہ لگا لیتے ہیں اور جب ضرورت ہوتی ہے اس طرف کے گوشہ میں ناک صاف فرماتے رہتے ہیں تاکہ کل رومال آلودہ نہ ہو اور جو گوشہ آلودہ ہوا ہے بس وہی آسانی کے ساتھ دھو لیا جاوے۔

(۳۶۳) تناسب اور ترتیب کا اہتمام

فرمایا کہ مجھ کو تناسب اور ترتیب کا اتنا اہتمام ہے کہ استنجے کے ڈھیلوں میں بھی جو سب سے بڑا ہوتا ہے پہلے اس کو استعمال کرتا ہوں پھر اس سے چھوٹا پھر اس سے چھوٹا۔

(۳۶۴) کھانے پینے کا طرز

اگر کوئی آبخورہ میں بہت سا پانی بھر کر لاتا ہے تو جب اس کو کم کرا دیتے ہیں تب پیتے ہیں ورنہ ایسی وحشت ہوتی ہے کہ تھوڑا بھی نہیں پیا جاتا۔ کسی کا جھوٹا کھانا نہیں کھا سکتے جھوٹا پانی نہیں پی سکتے البتہ ساتھ کھانے میں انقباض نہیں ہوتا۔

(۳۶۵) کسی کے معمولات کی تفتیش کے عبث ہونے کی دلیل

کسی صاحب معمولات کے معمولات کی تفتیش عبث ہے۔ کیونکہ اتباع امتی کے افعال کا نہیں ہوتا صرف انبیاء علیہم السلام کے افعال و اقوال متبوع ہیں تاوقتیکہ کوئی تخصیص کی دلیل قائم نہ ہو۔ یا جس کے افعال کے اتباع

کا سنت میں امر وارد ہوا ہو جیسے حضرات خلفاء راشدین یا اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مثلاً۔ غرض باستثناء مذکور غیر نبی کی تعلیمات قولیہ کا اتباع ہوتا ہے نہ کہ اس کے معمولات فعلیہ کا۔ کیونکہ ممکن بلکہ غالب ہے کہ اس کے معمولات فعلیہ اس کی خصوصیات میں سے ہوں اور وہ اتباع کرنے والے کے مناسب حال نہ ہوں۔

(۳۶۶) حضرت والا کی زیادہ نظر اصلاح ملکات پر ہے

فرمایا کہ میری نظر ملکات پر ہوتی ہے افعال پر نہیں ہوتی کیونکہ افعال تو ارادہ بدلنے پر ایک منٹ میں درست ہو سکتے ہیں لیکن ملکات کی اصلاح برسوں میں بھی ہونا مشکل ہے مثلاً بے نمازی تو ارادہ بدلنے پر ایک منٹ میں نمازی ہو سکتا ہے لیکن کبر کا برسوں کے مجاہدوں میں بھی زائل ہونا مشکل ہے۔

(۳۶۷) حضرت والا کی نصیحت کا منشاء دلسوزی و خیر خواہی ہوتا ہے

فرمایا کہ میں جو کچھ کسی کو کہتا ہوں الحمد للہ دل سوزی اور خیر خواہی سے کہتا ہوں تحقیر یا نفرت سے نہیں۔ اس کے افعال کو تو برا سمجھتا ہوں لیکن اس کی ذات کو برا نہیں سمجھتا۔

(۳۶۸) اس سلسلہ کی ایک برکت خاتمہ بالخیر ہونا ہے

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے سلسلہ کی یہ برکت ہے کہ جو بلاواسطہ یا بالواسطہ حضرت سے بیعت ہوا اس کا بفضلہ تعالیٰ خاتمہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض متوسلین گو مرید ہونے کے بعد دنیا دار ہی رہے لیکن ان کا بھی خاتمہ بفضلہ تعالیٰ اولیاء اللہ کا سا ہوا۔

(۳۶۹) ازواج محترمات کے متعلق عدل

فرمایا کہ میں تو ایک کی باری میں دوسری کا خیال لانا بھی خلاف عدل سمجھتا ہوں کیونکہ اس سے اس کی طرف توجہ میں کمی پیدا ہوگی جس کی باری ہے اور یہ اس کی حق تلفی ہے۔

(۳۷۰) ازواج کے ساتھ برتاؤ کا طریق

فرمایا کہ اگر عورت مہر معاف بھی کر دے تب بھی مرد کی غیرت کا مقتضا یہی ہونا چاہیے کہ وہ پھر بھی مہر ادا کر دے اپنی بیویوں کے ساتھ خود ہی احسان کرنا زیبا ہے نہ کہ خود ان کا احسان لینا۔

(۳۷۱) **حسن معاشرت**

حضرت والا اپنے گھروں میں بہت ہی نرمی اور لطف و بے تکلفی کا برتاؤ فرماتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات پیرانی صاحبان حضرت والا کے گھر میں تشریف لانے کے وقت اگر کسی کام میں مشغول ہوئیں تو حضرت والا نے نہایت لطف آمیز لہجہ میں فرمایا کہ ہم تو دن بھر کے کام کے بعد تھکے تھکائے تھوڑی دیر کے لئے اپنے دماغ کو راحت دینے کی غرض سے تمہارے پاس آتے ہیں اور تم اس وقت بھی اپنے کام میں لگی رہتی ہو۔

(۳۷۲) **تواضع**

ایک بار حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو بعض اوقات چولھے ہی کے پاس بیٹھ کر کھانا کھا لیتا ہوں اور بوقت ضرورت پانی کا گھڑا بھی اٹھا کر رکھ دیتا ہوں۔

(۳۷۳) **حسن معاشرت و بے تعلقی**

حضرت والا جب تک گھروں میں رہتے ہیں بے تکلف اور ہشاش بشاش رہتے ہیں... مخدومیت کی شان سے نہیں رہتے اور گھر والوں کی طرف ایسے ملتفت رہتے ہیں جیسے ان کے ساتھ بہت زیادہ تعلق ہو لیکن جب تھوڑی دیر بعد پھر خانقاہ میں تشریف لا کر مشغول بمشاغل دینیہ ہو جاتے ہیں تو پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کسی سے کچھ تعلق ہی نہیں۔

(۳۷۴) **ہر محل کا پورا پورا حق ادا کرنا**

حضرت والا ہر موقع اور محل کا پورا پورا حق ادا فرماتے ہیں لیکن اصل تعلق صرف اپنے محبوب حقیقی ہی سے ہے چنانچہ کسی خاص غلبہ میں ایک بار بطور راز کے فرمایا کہ بعض اوقات تو تعلقات سے اس قدر وحشت ہونے لگتی ہے کہ گو محض وسوسہ اور غلو کے درجہ میں ہوتا ہے لیکن یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ یہ جو تھوڑا بہت تعلق گھر والوں کا لگا ہوا ہے یہ بھی ختم ہو جاوے لیکن میں اس وسوسہ کے آتے ہی فوراً ان کی درازی حیات کی بہ تکلف دعا کرنے لگتا ہوں تاکہ اس کا تدارک ہو جاوے اور کسی ضرر کا احتمال بھی نہ رہے کیونکہ بعض اوقات قوت خیالیہ سے بھی دوسرے کو ضرر پہونچ جاتا ہے۔

(۳۷۵) **اہل کے ساتھ حسن معاشرت کی تاکید**

حضرت والا بیویوں کے ساتھ سلوک کرنے کی عام طور سے بہت تاکید کرتے رہتے ہیں کہ عورتیں بیچاریاں ہر طرح بس شوہر کے رحم پر ہوتی ہیں۔ سوائے شوہر کے اور ان کا کون ہوتا ہے لہذا بہر حال رحم ہی کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اور ہندوستان کی عورتیں

وعموماً اپنے شوہر کی نظر پڑی ہوتی ہیں ان کے اوپر تشدد نوادر گویا بے رحمی ہے اور عموماً عفیف بھی ایسی ہوتی ہیں جیسے حوریں جن کی صفت قرآن مجید میں قاصرات الطرف فرمائی گئی ہے چنانچہ مردوں میں تو نامحرم کے وسوسہ سے شاید ہی کوئی بچا ہوا ہو اور شریف عورتیں قریب قریب سب ہی ایسی ہیں کہ ان کو کبھی عمر بھر کسی غیر مرد کا وسوسہ تک نہ آیا۔

(۳۷۶) اہل کے راحت و عافیت کا بیحد خیال

حضرت والا کو اپنے دونوں گھروں کی راحت و عافیت کا بہت ہی زیادہ خیال رہتا ہے چنانچہ دونوں کی بیماریوں کے علاج کے لئے متعدد بار ہر قسم کی تکلیفیں اور اخراجات برداشت فرما کر دور دور کے شہروں میں خود اپنے ہمراہ لے گئے اور بعض دفعہ زنانے شفاخانوں میں بھی ٹھہرا کر ان کا علاج کرایا۔ اور باہر میدان میں خیمہ نصب کر کے اس میں قیام فرمایا۔

(۳۷۷) ادائے حقوق اہل و حفظ حدود

ایک بار حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا چھت پر سے گر پڑیں اس وقت حضرت والا خانقاہ میں فجر کی سنتیں پڑھ رہے تھے اسی دوران میں اطلاع ہوئی حضرت والا نے فوراً نیت توڑ دی اور گھر تشریف لے جا کر ان کی تیمارداری فرمائی۔ جب سب ضروری انتظامات فرما چکے اس وقت واپس تشریف لا کر نماز فجر ادا کی۔ ایسی حالت میں نیت توڑ دینا واجب تھا کما فی الدر المختار باب ادراک الفریضۃ یجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق۔

ف۔ سبحان اللہ کیا ادائے حقوق اور حفظ حدود ہے ورنہ زاہدان خشک تو نماز تو درکنار ایسے مواقع پر وظیفہ بھی چھوڑنا خلاف زہد سمجھتے جو سراسر حدود شرعیہ سے تجاوز ہے۔

(۳۷۸) بیویوں کی آسائش کی فکر

حضرت والا نے اس بناء پر کہ اپنے بعد بھی بیویوں کی آسائش سنت ہے چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث مرفوع میں اس کی تصریح بھی ہے اور نیز امر طبعی بھی ہے) اپنے بعد اپنی دونوں ازواج محترمات کی کفالت کے لئے اپنے بہت ہی خاص مخصوصین کو بعنوان عام وصیت بھی فرمائی ہے۔

(۳۷۹) حفظ حقوق صفائی معاملات امانات کو خلط سے محفوظ رکھنے کا بیحد اہتمام

حضرت والا کو دوسرے کے حفظ حقوق کا غائت درجہ اہتمام ہے اور یہ حضرت والا کے خصوصیات خاصہ میں سے ہے چنانچہ اگر کبھی تھوڑا سا بھی مسجد کا گرم پانی وضو سے بچ جاتا ہے تو اس کو بھی سقاوہ ہی میں جا کر

ڈال آتے ہیں تاکہ مسجد کا اتنا سا مال بھی ضائع نہ جائے۔ اسی طرح حضرت والا کو صفائی معاملات اور امانات کو خلط سے محفوظ رکھنے کا بڑا اہتمام ہے۔

(۳۸۰) تعلیم دین کی وصیت

وصیت فرمایا کہ میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے خواہ بذریعہ کتاب ہو یا بذریعہ صحبت بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتن دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آجکل بے حد کثرت ہے اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

(۳۸۱) طلبا کو وصیت خدمت و صحبت اہل اللہ کی

وصیت فرمائی کہ طلبار کو وصیت کرتا ہوں کہ نری درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت وصحبت و نظر عنایت پر۔ اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں ؎

بے عنایت حق و خاصانِ حق　　گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

(۳۸۲) وصایا عامہ

فرمایا کہ دینی و دنیوی مضرتوں پر نظر کرکے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ (۱) شہوت و غضب کے مقتضا پر عمل نہ کریں۔ (۲) بے مشورہ کوئی عمل نہ کریں۔ (۳) کثرت اختلاط خلق بلا ضرورت شدیدہ و بلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جبکہ دوستی کے درجہ تک پہونچ جاوے۔ پھر خصوصاً جبکہ ہر کس و ناکس کو راز دار بھی بنا لیا جاوے نہایت مضر چیز ہے۔ (۴) اسی طرح کثرت کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو سخت مضر ہے (۵) غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔ (۶) بدون پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں۔ (۷) بدون سخت تقاضہ کے ہم بستر نہ ہوں۔ (۸) بدون سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔ (۹) فضول خرچی کے پاس نہ جاویں (غیر ضروری سامان جمع نہ کریں)۔ (۱۱) سخت مزاجی و تند خوئی کی عادت نہ کریں۔ رفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بناویں۔ (۱۲) زیادہ تکلف سے بہت بچیں اقوال و افعال میں بھی طعام و لباس میں بھی۔ (۱۳) مقتدا کو چاہیے کہ امراء سے نہ تملق کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بناوے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کیلئے۔ (۱۴) معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں (۱۵) روایات و حکایات میں بے انتہا احتیاط کریں۔ اس میں بڑے بڑے دیندار فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔ (۱۶) بلا ضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت و تجویز

طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔ (۱۷) زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت ولایعنی سے احتیاط رکھیں۔ (۱۸) حق پرست رہیں اپنے قول پر جمود نہ کریں۔ (۱۹) تعلقات نہ بڑھاویں۔ (۲۰) کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔ (۲۱) حتی الامکان دنیا ومافیہا سے جی نہ لگاویں اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ (۲۲) ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیام اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین اور ہر وقت یہ سمجھیں کہ شاید ہمیں نفس واپسیں بود اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبک دوش رہیں۔ (۲۳) خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل واکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصاً پانچوں نمازوں کے بعد نہایت لجاجت وتضرع سے اس کی دعا کیا کریں اور ایمان حاصل پر شکر کیا کریں کہ حسب وعدہ لئن شکرتم لازیدنکم یہ بھی اعظم اسباب ختم بالخیر سے ہے۔

(۳۸۳) ترک فضول کا معیار

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ترک فضول کا معیار کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ امر اجتہادی ہے اجتہاد سے یہ دیکھا جاوے کہ اگر یہ بات ہم نہ کہیں گے تو اس سے اپنا یا دوسرے کا خفیف یا شدید دنیوی یا دینی ضرر ہوگا ایسی بات تو کہی جاوے اور جو ایسی نہ ہو نہ کہی جاوے۔ ابتدا میں یہی معیار رہے۔

(۳۸۴) تفریح طبع کیلئے کلام کیا یہ بھی فضولیات میں داخل ہے

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ احباب سے تفریح طبع کے لئے کلام کرنا یہ بھی فضولیات میں داخل ہے یا اس کی اجازت ہے اگر اجازت ہے تو کس حد تک فرمایا کہ اوپر کے معیار سے تو ظاہراً خارج ہے لیکن اس کے بالکلیہ ترک سے اکثر طبائع میں ملال وکلال کی کیفیت پیدا ہونے سے تنفر وکسل کا احتمال قریب ہو سکتا ہے جو ایک خفیف سا ضرر ہے۔ باقی حد اس کی یہ ہے کہ ایسے وقت اس کو چھوڑ دیا جاوے کہ اس کا کسی قدر اشتیاق طبیعت میں رہ جاوے۔

(۳۸۵) زوائد تصوف کی طرف التفات نہ چاہیئے

ایک سالک نے ذکر کا اثر وتصور شیخ کے عدم استقلال کی شکایت لکھی تھی۔ تحریر فرمایا کہ ان چیزوں کو مقصود سے وہ نسبت ہے جیسے باغ کی گھاس

پھولوں سے کہ اگر بالکل بھی نہ ہو تو بلاغ کی روح میں کوئی کمی نہیں بلکہ بعض اوقات جب بڑھ جاتی ہے تو کلٹنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کام میں لگے رہیئے اور ان زوائد کی طرف اصلاً التفات نہ کیجیے۔

(۳۸۶) ارادۂ غیبت کے وقت کف لسان مطلقاً احسن ہے

ایک سالک نے لکھا کہ اب کسی مجلس میں کسی کی نسبت کوئی ایسی بات کہنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہے جو غیبت میں داخل ہو سکتی ہے تو فوراً یہ تصور بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس سے معاف کرانا پڑیگا یہ تصور آتے ہی زبان رک جاتی ہے بسا اوقات بولنا شروع کرتا ہوں ساتھ ہی وہ تصور بھی پیدا ہوجاتا ہے اور بجائے اس بات کے کوئی دوسری بات کہہ دیتا ہوں۔ فرمایا کہ عمل حسن ہے اور اس سے احسن یہ ہے کہ دوسری بات بھی نہ کہی جاوے بلکہ خاموش ہو جاویں اس میں نفس کا زجر بھی زیادہ ہے نیز دوسروں کے لئے تنبیہ ہے کہ جب کلام کا نامناسب ہونا مستحضر ہو جاوے اس طرح سے رک جانا چاہیئے۔ دوسری بات کی طرف منتقل ہونے میں یہ تنبیہ نہیں جو نفع متعدی ہے۔

(۳۸۷) قدرت سے باہر غائبین کی غیبت کا تدارک

ایک سالک نے دریافت کیا جن لوگوں کی غیبتیں پہلے ہو چکی ہیں اور ان میں سے بہتوں کے متعلق اب یاد بھی نہ ہوگا اور بہت سے لوگ دوسری جگہ کے ہوں گے یا ان کی وفات ہو چکی ہوگی اس کے متعلق کیا کروں فرمایا اپنے ساتھ ان کے لئے استغفار ایک حدیث میں وارد ہے غالباً ابوداؤد کی روایت ہے۔

(۳۸۸) فرمایا کہ سالک کو ہمت سے کام لینا چاہیئے نرے ندم و تمنی سے کچھ نہیں ہوتا۔

(۳۸۹) یکسوئی کی تحصیل میں دو غلطی

ایک سالک نے لکھا کہ میں تمنا کرتا ہوں کہ یکسوئی و دلجمعی کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق ہو جاوے۔ تحریر فرمایا کہ گو حضور اختیاری نہیں لیکن احضار اختیاری ہے جس قدر وسع میں ہو خواہ اس پر حضور مرتب ہو یا نہ ہو۔ اس میں دو غلطیاں ہوتی ہیں ایک احضار کا قصد نہ کرنا دوسرے حضور کا قصد کرنا۔

(۳۹۰) عارف کبھی دعا کی اجابت سے نا امید نہیں ہوتا اس لئے تاخیر اجابت سے دعا ترک نہیں کرتا

حضرات صوفیہ کا یہ خاص مذاق ہے کہ وہ دعا کی اجابت سے کبھی ناامید نہیں ہوتے بعض اہل بعض

امور کے لئے تیئس سال تک برابر دعا کرتے رہے۔ ۲۳ سال کے بعد اجابت کا ظہور ہوا۔ ان کو اجابت دعا کا یقین تھا اس لئے برابر دعا میں لگے رہے۔ مگر عام لوگوں کی عادت یہ ہے کہ چند روز دعا کر کے جب قبول کے آثار نہیں دیکھتے گھبرا کر دعا چھوڑ دیتے ہیں اور یوں سمجھ لیتے ہیں کہ ہم قبول دعا کے اہل نہیں مسلمانوں نے جہاں اپنی کامیابی کے دوسرے طریقوں سے تغافل برتا ہے افسوس ہے کہ وہ دعا جیسی سہل چیز سے بھی تغافل برت رہے ہیں۔ اگر کم از کم ہر مسلمان عزت اسلام و مسلمین و غلبۂ اسلام کے لئے دعا ہی کرتا رہے اور برابر اس میں لگا رہے تو انشاء اللہ تعالیٰ کچھ دنوں کے بعد آثار قبول نظر آجائیں گے فاعتبروا یا اولی الابصار

(۳۹۱) دعا کا طریقہ

حضرات فقہاء اور صوفیہ دونوں نے فرمایا ہے کہ اگرچہ دعا میں ادعیہ ماثورہ کا اختیار کرنا افضل ہے مگر اس کی پابندی کی ضرورت نہیں اگر کسی وقت کسی بات کے لئے اپنی زبان میں اپنے محاورہ میں دعا کرنے کو دل چاہے تو بے تکلف جس لفظ سے چاہے دعا کرے بس اتنی بات کی رعایت رہے کہ حرام چیز کی دعا نہ ہو اور حدود سے تجاوز نہ ہو۔

(۳۹۲)۔ واصل کو اصل فرحت محبوب کے خطاب سے ہوتی ہے۔

(۳۹۳) عارف طالبِ دنیا نہیں ہوتا۔ اور اس کے صحیح معنیٰ

عارف طالب دنیا نہیں

ہوتا۔ زہد اس طریق کا پہلا قدم ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ دل سے دنیا کی محبت اور طلب نکل جاوے عارف طالب دنیا نہیں ہوتا طالب آخرت ہوتا ہے اور بقدر ضرورت کسب دنیا زہد کے خلاف نہیں بلکہ مامور بہ ہے۔ اور بلا طلب کے زیادہ مل جاوے تو اس کا لے لینا بھی زہد کے خلاف نہیں کیونکہ صحابہؓ میں بعض اغنیاء بھی تھے جن کے پاس ضرورت سے زیادہ مال تھا مگر وہ طالب دنیا نہ تھے خدا تعالیٰ نے عطا فرمایا تو انھوں نے اس کو قبول کر لیا اور مصارف خیر میں صرف کیا کما جاء فی الحدیث من ایوب علیہ السلام حین امطر علیہ جراد من ذھب فجعل یحثوہ فی ثوبہ وقال لہ ربہ۔ الم اغنک عن ھذا قال بلیٰ یا رب ولکن لا غنی لی عن برکتک

(۳۹۴) دین میں ایجاد کی دو قسمیں ہیں

ایک احداث فی الدین اور ایک احداث للدین اول بدعت ہے اور دوسری قسم کسی مامور بہ کی تحصیل و تکمیل کی تدبیر ہے خود مقصود بالذات نہیں لہذا بدعت نہیں۔ سو طریق یہ جو ایسی

چیزیں ہیں یہ سب تدابیر کے درجہ میں ہیں سو اگر طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت کہا جاوے تو یہ بھی بدعت کہلائی جاسکتی ہیں ورنہ نہیں۔

(۳۹۵) غلو فی الادب جانبین کو ایذا دہ ہے

فرمایا کہ بعض کو ادب میں بھی بہت غلو ہوتا ہے میں چاہتا ہوں کہ سب بے تکلف ہو کر رہیں اور اس کے ساتھ اپنی راحت کا بھی خیال رکھیں اور میری راحت کا بھی۔ اس سے آگے بڑھنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور جانبین کو تکلیف بھی ہوتی ہے۔

(۳۹۶) صحبت کامل اکسیر اعظم ہے

فرمایا کہ کامل کی صحبت اکسیر اعظم ہے دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے صحابہ کرام رض کیا کچھ ہو گئے۔

(۳۹۷) حضور آئینہ بھی ہیں

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص خواب میں دیکھے وہ حضور ہی ہوتے ہیں مگر ہیأت وحالات کا اختلاف اس لئے ہوتا ہے کہ حضور آئینہ بھی ہیں ایک شخص نے حضور ﷺ کو خواب میں حقہ پیتے دیکھا۔ میں نے کہا تم نے اپنی حالت دیکھی حضور ﷺ چونکہ آئینہ ہیں اپنی ہی حالت تم کو نظر آئی۔

(۳۹۸) حضور ﷺ کی زیارت مثالی بھی خاتمہ بالخیر کی علامت ہے

فرمایا کہ حضور ﷺ کی زیارت جس کو خواب میں ہو جاتی ہے اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مثالی علامت خاتمہ بالخیر کی ہے۔

(۳۹۹) فرمایا کہ کامل اجتماع خاطر تو ذکر اللہ ہی سے ہوتا ہے

اللہ تعالے توفیق بخشے

(۴۰۰) قرآن مجید ایک شفیق اور بڑے حاکم کا کلام ہے جو انفعال سے منزہ ہے

بعض مقامات پر قرآن مجید میں ربط کا نہ ہونا، تصنیفات کا سا رنگ نہ ہونا۔ متعارف مناظرہ کا رنگ نہ ہونا، کفار کے ساتھ مومنین ومطیعین کا ذکر ہونا اور دونوں کا رنگ بالکل مختلف ہونا ایک کا اثر دوسرے پر نہ ہونا دلیل ہے کہ قرآن مجید ایک شفیق اور بڑے حاکم کا کلام ہے جو انفعال سے منزہ ہیں کسی مصنف اور ناقص القدرت کا کلام نہیں۔

(۴۰۱) اہل اللہ کے احوال

اہل اللہ کو چونکہ نعمت کی حقیقت زیادہ معلوم (کہ وہ محض عطائے خداوندی ہے ہمارے کسب کو کچھ دخل نہیں)، اس لئے ان کو نعمت پر شکر زیادہ ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ جس قدر تعلق اُن کو نعمت سے ہے اس سے زیادہ منعم سے تعلق ہوتا ہے۔ ان کی زیادہ نظر منعم پر ہوتی ہے۔ نیز وہ ہر نعمت کو اپنے استحقاق سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ موجودہ پر راضی رہتے ہیں مقصود پر نظر نہیں کرتے۔ چنانچہ ایک شخص نے ایک بزرگ سے شکایت کی کہ مجھے افلاس زیادہ ہے۔ فرمایا اگر دل میں امن و اطمینان ہو۔ بدن میں کوئی مرض نہ ہو ایک دن کا کھانے کو ہو اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے۔ اسی لئے اہل اللہ کی یہ شان ہے کہ اگر مل گیا تو شکر نہ ملا تو اس کو بھی نعمت سمجھ کر صبر۔ اور عبدیت کی وجہ سے وہ حاجت کی ہر چیز مانگتے ہیں لیکن اگر کوئی چیز نہ ملے تو اس پر بھی راضی رہتے ہیں کہ یہ ہمارے لئے نعمت ہے۔ ان حضرات کو کسی نعمت کی طلب ہوتی ہے تو وہ بھی اسی کے واسطے کہ جمعیت قلب میسر ہو قلب کو پریشانی نہ ہو تاکہ اطمینان کے ساتھ کام میں لگیں۔ اسی لئے ان حضرات کے یہاں جمعیت قلب کا بڑا اہتمام ہے۔

(۴۰۲) اتباع سنت بھی دین ہے جمعیت قلب کا اہتمام بھی مسنون ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعیت قلب امت کا اہتمام۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر کا سامان ازواج کو عطا فرما دیتے تھے گو حضورؐ کی جمعیت اس پر موقوف نہ تھی مگر حضورؐ نے اپنے مذاق مبارک کے خلاف صرف ہماری رعایت کی اور ایسا کر کے اس فعل کو جائز سے آگے بڑھا کر سنت بنا دیا کہ میری اُمت کو دنیا میں بھی دین کا ثواب ہے۔ کیونکہ اتباع سنت تو دین ہے کیا انتہا ہے شفقت کی کہ ہم نالائقوں کی رعایت سے سال بھر کا خود انتظام فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ اُمت کو ایسا کرنے سے جمعیت قلب حاصل ہو۔ اور حضورؐ کے ہر فعل میں یہی شفقت ہے کیا یہ شفقت نہیں ہے کہ آپ ساری ساری رات کھڑے ہو کر اُمت کی سفارش کر رہے ہیں حتیٰ کہ قدم مبارک پر ورم بھی آ گیا۔

(۴۰۳) ہر نعمت کی قدر کرنا چاہیئے صورۃً بھی تحقیر نہ چاہیئے

فرمایا کہ میں خود مال کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس ہاتھ میں جو نماز نہیں لیتا جس میں روپیہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ نعمت کی تحقیر کا کسی کو کیا حق ہے نعمت وہ چیز ہے کہ ہمارے یہ سارے لمبے چوڑے دعوی کمالات کے اور سارا طنطنہ جبھی تک ہے جبتک کہ

انھوں نے اپنی نعمت سے نواز رکھا ہے ورنہ ایمان کا سنبھلنا بھی مشکل تھا۔

(۴۰۴) گھر علیحدہ بنالینا مناسب ہے

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے خود مجھ سے فرمایا تھا کہ گھر علیحدہ بنا لینا مناسب ہے اس کی ضرورت ہے کہ اپنا کوئی جدا ٹھکانہ ہو۔

(۴۰۵) دوزخ مومن کیلئے موجب تطہیر ہوگی جیسے بھٹی کپڑے کیلئے

تطہیر مومن کا طرز مختلف

ہوگا کفار سے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ایسے رحیم و کریم ہیں کہ اگر کوئی مومن دوزخ میں بھی جاویگا تو وہ دوزخ بھی دوسرے نوع کی ہوگی یعنی کفار کے لئے تو وہ جیل خانہ ہے اور مسلمان کے لئے حمام ہے اور بعض مومنین کا نور ایمان تو اتنا قوی ہوگا کہ پل صراط پر ان کے گذرنے کے وقت آگ کہے گی جز یا مومن فان نورک اطفأ ناری۔ اے مومن جلدی گذر جا کیونکہ تیرے نور ایمان کی وجہ سے میں ٹھنڈی ہوئی جاتی ہوں۔ اگر تو ذرا ٹھہر گیا تو میں پٹ ہو جاؤں گی۔ اور بعض ضعیف الایمان جو دوزخ میں جاویں گے بھی تو ان کا جانا تزکیہ و تطہیر کے لئے ہوگا۔ یعنی کفار تو دوزخ میں تعذیب کیلئے بھیجے جاویں گے اور مسلمان تہذیب کے لئے۔ جب یہ ہے تو تم میلے کچیلے ہوکر کیوں جاتے ہو پاک صاف ہو کر جاؤ۔ پھر حمام کی صورت بھی دیکھنے میں نہ آئیگی۔ نیز ایک تفاوت دوزخ میں مومن اور کافر کا کشفی ہے یہ کشف شیخ اکبرؒ ہے کہ مومن دوزخ میں سوئیں گے بھی اور خواب میں دیکھیں گے کہ جنت ہے حور ہیں قصور ہیں۔ اور یہ کرنا ایسا ہوگا کہ جیسے کلوروفارم سنگھا کر آپریشن کیا جاتا ہے۔ اس لئے دوزخ میں مومن کو موت کی سی حالت دیدی جائے گی۔ البتہ جنت میں نیند نہ ہوگی کیونکہ یہ نیند مشابہ موت کے ہے اور جنت میں موت ہے نہیں۔ بہرحال دوزخ مومن کے لئے مطہر ہے گو بعض اوقات تطہیر مولم بھی ہوتی ہے۔ دیکھئے بعض میل تو ایسا ہوتا ہے کہ ٹھنڈے پانی سے دور ہو جاتا ہے اور بعض گرم پانی سے۔ اور بعض بدون صابن لگائے دور نہیں ہوتا۔ اور بعض بدون بھٹی پر چڑھائے نہیں جا سکتا۔ ٹھنڈے پانی سے مراد توبہ ہے۔ گرم پانی سے مراد بیماری و حوادث ہیں۔ صابن سے مراد موت ہے بھٹی سے مراد دوزخ ہے۔ بس مومن کا دوزخ میں جانا میل کچیل داغ دھبہ سے پاک صاف ہونا ہے یہاں کی آگ میں بھی تطہیر کی خاصیت رکھی گئی ہے۔ دیکھئے جیسے گوبر ناپاک مگر جل کر راکھ ہو کر پاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تم بھی خدا کی محبت اور عشق میں جل کر فنا ہو جاؤ مٹ جاؤ، سوختہ و فروختہ ہو جاؤ بس پاک صاف ہو کر بھو بچو۔ اسی کو فرماتے ہیں ے

افروختن و سوختن و جامہ دریدن
پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

(۴۰۶) - فرمایا کہ نفس ایمان پر بھی دخول جنت ہو جاتا ہے - یہ دوسری بات ہے کہ دخول اولی نہ ہو۔

(۴۰۷) - فرمایا کہ اکثر اسکولوں اور کالجوں کے مدرسین اور ماسٹروں کی عقلیں لڑکے ہی چھین لیتے ہیں۔

(۴۰۸) - فرمایا کہ یہ نعمتیں بھی خدا کی ہیں ان کا طبعاً محبوب ہونا برا نہیں مگر منعم حقیقی اللہ و رسول سے احب یعنی زیادہ محبوب ہونا برا ہے۔

(۴۰۹) فرح شکر و فرح بطر کا تفاوت

فرمایا کہ نعمتوں پر شکر کے طور پر خوش ہونا یعنی خدا کے فضل و رحمت ہونے کی حیثیت سے اس پر خوش ہونا یہ حق ہے منعم کا جس کے متعلق ارشاد ہے قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا یہ فرح شکر ہے جو محمود ہے اور ایک فرح بطر ہے یعنی خود ذات نعمت پر ناز کرنا یہ ناشکری ہے منعم کی اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ قلب میں نعمت کے زوال کے احتمال کا استحضار نہیں رہتا اسی کے متعلق ارشاد ہے لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین دیکھو قارون بالذات مال سے خوش ہوتا تھا کیا درگت بنی اور اس استحضار زوال کے بعد جو فرح کی کیفیت قلب میں رہ جاویگی وہ عین شکر ہے

(۴۱۰) فرح بطر کو فرح شکر بنانے کا طریقہ

فرمایا کہ جس وقت نعمت پر ناز کا وسوسہ ہو تو اس وقت اس کا مراقبہ کرو کہ اس پر ہماری کیا قدرت ہے تو اس مراقبہ سے فرح بطر جاتا رہے گا فرح شکر باقی رہے گا۔

(۴۱۱) بے نتیجہ خیالات اس طریق میں رہزن ہیں

فرمایا کہ انسان کو چاہیئے کہ کام میں لگا رہے بے نتیجہ فکروں میں نہ پڑے مثلاً یہ کہ معصیت ہو گئی تھی اس سے توبہ بھی کر لی تھی معلوم نہیں وہ قبول ہوئی یا نہیں۔ آخر اس سے کیا فائدہ کہ اگر کسی وقت زیادہ پریشانی ہو تجدید توبہ کرے اور پھر کام میں لگ جاوے۔ مطلب یہ کہ آگے چلنے کی فکر کرے بے نتیجہ خیالات میں وقت صرف نہ کرے اعمال میں وقت صرف کرے۔ اس طرح یہ خیالات مضر ہیں کہ میں کامل ہوا یا نہیں نہیں کچھ ہوا یا نہیں غرض بے نتیجہ خیالات اس طریق میں رہزن ہیں۔ کام کرنے والے ایسے فضولوں کو کب دیکھتے ہیں۔ ان کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے۔

(۴۱۲) تعویذ میں ایک عقیدہ کی خرابی

ایک شخص نے عرض کیا روزگار کے لیے ایک تعویذ دیدیجئے - فرمایا کہ روزگار کے لئے تعویذ نہیں ہوتا - اگر کچھ پڑھ سکو تو اللہ کا نام بتلا دوں - عرض کیا بتلا دیجئے

فرمایا کہ بعد نماز عشاء یا وہاب چودہ تسبیح اور چودہ دانے پڑھ لیا کرو۔ اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف۔ اسی شخص نے مری ہوئی زبان سے کہا بہت اچھا۔ اس پر فرمایا طبیعت خوش نہیں ہوئی۔ یہ اعتقاد کی خرابی ہے۔ عوام سمجھتے ہیں کہ تعویذ سے تو نعوذ باللہ خدا پر قبضہ ہو جاتا ہے جس سے وہ خلاف نہیں کر سکتے خواہ مشیت ہو یا نہ ہو اور پڑھنے پڑھانے سے یا دعا کرانے سے کیا ہوتا ہے وہ اُن کی مرضی پر ہوتا ہے قبول کریں یا نہ کریں۔

(۱۳ا۴) اونی کپڑے کی ناپسندیدگی کی وجہ

فرمایا کہ میں ہدیہ میں اونی کپڑے سے جو خوش نہیں ہوتا تو اس لئے کہ اس میں کیڑا لگ جاتا ہے اور میرے یہاں حفاظت کا اہتمام نہیں ہو سکتا۔ میں کثیر المشاغل ہوں دوسرے ایسے کاموں میں توجہ اور وقت دونوں صرف ہوتے ہیں اور مجھ کو اس سے گرانی ہوتی ہے۔

(۱۴ا۴) ہدیہ لینے دینے کے آداب

ہر چیز اور ہر کام میں رسوم کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ حقائق قریب قریب بالکل مٹ ہی گئے کتنا سہل نسخہ ہے کہ ہدیہ دینا چاہو تو مجھ سے پوچھ لو۔ اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ میں ضرورت کی چیز بتلاؤں گا تو دینے والے کی جو نیت ہے کہ اس کو میں ہی استعمال کروں وہ اس صورت میں بالکل محفوظ ہے نہ فروخت کرنے کی ضرورت نہ کچھ۔ ایک حکمت یہ ہے کہ ہدیہ دینے سے مقصود خوش کرنا ہوتا ہے وہ بھی اس صورت میں زیادہ قریب ہے کہ جی چاہی چیز آئی۔ اور جو مروجہ صورت دینے کی ہے اس میں تو دینے والے کا جی خوش ہوتا ہے جو ہدیہ کے مقصود کے خلاف ہے مقصود تو جس کو ہدیہ دیا جاوے اس کا خوش کرنا ہے مگر خود ہدیہ لینے والے کو دینے والے کی خوشی کی بھی رعایت ضروری ہے۔ ایسا نہ کرے کہ اسی کے سامنے اس ہدیہ کو دوسرے کو دیدے کیونکہ اس میں اس کی افسردگی ہے۔

(۱۵ا۴) بے تکلفی اور دل کا ملنا شرط اعظم نفع باطن ہے

فرمایا کہ جس قدر الفت اور محبت بڑھتی ہے اسی قدر تکلف جاتا رہتا ہے اور بے تکلفی اور دل کا ملنا شرط اعظم ہے نفع باطن کے لئے مگر اکثر لوگوں کو ان باتوں کی خبر نہیں۔

(۱۶ا۴) ہدیہ کا منشا خلوص و محبت ہونا چاہیئے

فرمایا کہ ہدیہ دینا محبت و خلوص سے ہونا چاہیئے

خواہ وہ کسی درجہ کی چیز ہو خواہ وہ فلوس ہی ہو بڑھیا چیز نہ ہو۔

(۴۱۷) تکلّف کی زینت مردوں کیلئے زیبا نہیں

فرمایا کہ میں سب کو تو منع نہیں کرتا لیکن ہاں اکثر لوگ قیمتی کپڑا تکلف اور زینت کی وجہ سے پہنتے ہیں ان کو تو ضرور منع کیا جاوے گا۔ اس کا اثر طبیعت پر بُرا ہوتا ہے۔ ایسے تکلّف کی زینت تو عورتوں کے لئے ہے نہ مردوں کے لئے۔

(۴۱۸)۔ فرمایا کہ کسی چیز کے لینے یا کھانے سے عذر کر دینا حالانکہ ضرورت ہو تو ابتلا اور کفرانِ نعمت ہے اگرچہ فتویٰ سے عذر کی اجازت ہے (مثلاً رغبت اس کے کھانے کی ہے ہی نہیں) تو کفران نہیں۔ مگر فتویٰ اسی کا معتبر ہوگا جو جامع شریعت و طریقت ہو۔

(۴۱۹) اصول اسلام راحت بخش ہیں

فرمایا کہ جس قدر غیر مسلم اقوام ہیں سب نے اسلام کے اصول کے لئے ہیں راحت اٹھا رہے ہیں اور مسلمانوں نے چھوڑ دئے ہیں پریشان ہیں تکلیف اٹھا رہے ہیں۔

(۴۲۰) صفائی روح کی مطلوبیت کی دلیل

حدیث شریف میں ہے نظفوا افنیتکم یعنی گھر سے باہر جو اس کے سامنے میدان ہے اس کو صاف رکھو سو ظاہر ہے کہ جب مکان سے باہر کی صفائی کا اسقدر اہتمام ہے تو خود گھر کی صفائی کس قدر مطلوب ہوگی۔ پھر کپڑے کی اس سے زیادہ اور جسم کی اس سے زیادہ اور روح کی تو کس قدر مطلوب ہوگی۔

(۴۲۱) مہمان کو بے تکلّف کرنے کی تدبیر

فرمایا کہ امام شافعیؒ سماع حدیث کیلئے امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے۔ کھانے کے وقت خادم نے اطلاع کی کہ کھانا تیار ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا لے آؤ۔ وہ ہاتھ دھلانے کے لئے پانی لایا اور پہلے امام شافعی رح کے ہاتھ دھلانے چاہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ پہلے ہمارے ہاتھ دھلاؤ۔ اسی طرح کھانا رکھتے وقت فرمایا کھانا پہلے ہمارے سامنے رکھو اس کے بعد خود پہلے کھانا شروع کر دیا۔ یہ ترتیب اس وقت کے رسم و تکلّف کے خلاف ہے لیکن اسمیں ایک بہت بڑے دقیقہ پر امام کی نظر گئی اس لئے کہ مہمان کو پیشقدمی کرتے ہوئے شرم دامنگیر ہوتی ہے بخصوص کھانے میں ابتدا کرتا ہوا مہمان شرماتا ہے۔ آپ نے یہ ترتیب مہمان کو بے تکلف کرنے کے لئے اختیار فرمائی۔

(۴۲۲) کفار میں اتفاق ہونا عجیب ہے اور مسلمانوں میں نااتفاقی

فرمایا کہ کفر جڑ ہے تمام اخلاق رذیلہ کی اور اسلام جڑ ہے تمام اخلاق حمیدہ کی۔ اس لئے کفر کے ہوتے ہوئے اتفاق ہونا نہایت عجیب ہے، اور اسلام کے ہوتے ہوئے نااتفاقی ہونا عجیب ہے، ان دونوں کا سبب کچھ عوارض ہوتے ہیں۔

(۴۲۳)۔ فرمایا کہ ہدیہ دیکر کسی عنایت کی توقع نہایت ہی سنگر و قبیح ہے مجھ کو تو یہ پسند نہیں کہ ہدیہ دیکر دعا کیلئے کہا جاوے اس لئے کہ ہدیہ تو محض طیب قلب سے اور تطییب قلب کیلئے ہوتا ہے۔

(۴۲۴) مولانا قاسم صاحبؒ کا ایک دستور العمل قبولیت ہدیہ کے متعلق

فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ شبہ ہو جاوے کہ یہ شخص ہم کو غریب سمجھکر ہدیہ دے رہا ہے لینے کو جی نہیں چاہتا۔ ہم غریب ہی سہی مگر اس کو کیا حق ہے کہ وہ غریب سمجھکر دے۔ غرضیکہ مولانا رفع حاجت کی مصلحت کی آمیزش کو بھی نہیں پسند فرماتے تھے۔ اور ایک یہ بھی معمول تھا کہ سفر میں ہدیہ لینا پسند نہ فرماتے تھے۔ بعض اوقات پہلے سے آمادگی نہیں ہوتی مُنہ دیکھکر خیال ہو جاتا ہے۔ تو طیب قلب سے نہ ہوا۔

(۴۲۵) مولانا فضل الرحمن صاحبؒ کا ایک دستور العمل متعلق قبولیت ہدیہ

فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ پر غالب حالت مجذوبیت کی تھی مگر کوئی شخص رخصت کے وقت ہدیہ پیش کرتا تو قبول نہ فرماتے تھے اور جو شخص آتے ہی دیتا یہ لیتے تھے جانے کے وقت دینے کے متعلق فرماتے کہ بھٹیار اسچھا ہے کہ حساب لگا کر دیتا ہے کہ آٹھ آنے کا کھایا ہوگا لاؤ روپیہ دیدو۔ دیکھئے ہدیہ میں یہاں بھی دوسری مصلحت یعنی ادائے عوض کی مل گئی طیب قلب سے نہ ہوا۔

(۴۲۶) حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ایک دستور العمل قبولیت ہدیہ کے متعلق

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مقدار میں ہدیہ نہ لیتے تھے کم مقدار میں لیتے تھے اور لینے کے وقت بیحد شرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میری اتنی بڑی حیثیت نہیں اپنے کو ہیچ در ہیچ سمجھتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ بھائی زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ دیدو۔ اس میں بھی یہ راز ہے کہ بعض اوقات زیادہ مقدار میں طیب قلب نہیں ہوتا قلیل مقدار سے شرما کر زیادہ دیتا ہے۔

(۴۲۷)- فرمایا کہ اہل اللہ اور خاصان حق کی صحبت میں ان کی دعا میں، ان کی نصیحت میں سب میں نور و برکت ہے۔ دہلی میں جو حکیم نابینا ہیں ان کی نباضی مشہور ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ انھوں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ حضرت میں نابینا ہوں بجز نبض کے اور علامات کا مشاہدہ نہیں کر تا نبض شناسی کی دعا کر دیجئے۔ آپ نے نبض کیلئے دعا فرما دی جسمیں اسکا کمال مشاہدہ ہے یہ اسی دعا کی برکت ہے۔

(۴۲۸) فرمایا کہ ان باطنی تعلقات کے نفع کا مدار بشاشت پر ہے

خصوصاً اگر بیعت کے وقت انقباض ہو تو یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ پھر ساری عمر اس کا اثر رہتا ہے۔

(۴۲۹) انگریزی دوا کے استعمال کا حکم

فرمایا کہ انگریزی دوا باستثنا رنادر میں خود تو استعمال نہیں کرتا مگر دوسروں کے لئے برا نہیں سمجھتا کیونکہ ضرورت شدیدہ میں جائز ہے۔

(۴۳۰) طریق کی حقیقت و مقصود

فرمایا کہ اس طریق کی حقیقت یہ ہے کہ اعمال مامور بہا طریق ہیں۔ اور رضا رحق اس طریق کا مقصود ہے۔ اس کے آگے جو شیخ کامل تجویز کرتا ہے یا سلف کا معمول رہا ہے وہ سب تدابیر کا درجہ ہے فن طب کی طرح اس طریق میں بھی تدابیر ہیں۔

(۴۳۱) حصول نسبت حقیقی کا موقوف علیہ

فرمایا کہ وہ نسبت حقیقی کہ بندہ کو خدا کے ساتھ عشق کا تعلق ہو جاوے اور حق تعالیٰ کو بندہ کے ساتھ رضا کا تعلق ہو جاوے یہ موقوف ہے دوام طاعت وکثرت ذکر پر۔ یہ بدون اس کے نصیب نہیں ہو سکتی اور نسبت مطلوب یہی ہے باقی نسبت بمعنی کیفیت مطلب نہیں۔

(۴۳۲) وقت رحلت کا کافی استحضار چاہیئے

فرمایا کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ مجھ کو اپنے وقت ارحلت کا کافی استحضار ہے لیکن زبان پر اس لئے نہیں لاتا کہ دوستوں کو رنج ہوگا۔

(۴۳۳) مسلمان کے فلاح کی صورت

مسلمانوں کے فلاح اور بہبود کی صورت اسی میں ہے کہ ہر جگہ انجمن قائم ہو جائیں تاکہ ایک دوسرے کی خبر گیری کر سکے۔

(۴۳۴) تصدیق کے درجے

فرمایا کہ تصدیق کے دو درجے ہیں ایک اختیاری اور ایک

اضطراری - سوایمان مامور بہ اختیاری ہوتا ہے اور اضطراری میں اکتساب و اختیار کو دخل نہیں اسی لئے وہ ایمان نہیں بلکہ جو تصدیق اختیاری ہو وہ ایمان ہے اور اختیاری یہ ہے کہ اس پر اپنے جی کو جمانا سمجھانا غرض ایمان وہ ہے جو اختیاری ہو اور گاندھی کو تصدیق اضطراری حاصل ہے ورنہ نماز پڑھا کرے یہ نہ سہی مگر کم از کم اس کو فرض ہی سمجھے اس کو ایک دوسرے عنوان سے سمجھو کہ ایک ہے جاننا اور ایک ہے ماننا، جیسے قیصر ولیم، جارج کو بادشاہ جانتا ہے اور جارج، قیصر ولیم کو بادشاہ جانتا ہے مگر ایک کو ایک مانتا نہیں دونوں کی فوجیں لڑتی ہیں - جیسے یہاں فقط جاننے سے اطاعت کا حکم نہیں کیا جاسکتا - ایسے ہی گاندھی جانتا ہے مانتا نہیں - اس سے ایمان کیسے ہوسکتا ہے - اب میں اس سے آگے کہتا ہوں کہ ماننے کے بھی دو طریق ہیں - ایک یہ کہ حکیمانہ طریق پر مانتا ہے یعنی جس کو مانتا ہے اس کو اپنے اوپر حاکم مانتا ہے - سو بعض لوگ حکیمانہ طریق پر اسلام کی بعض باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں مگر وہ بھی ایمان نہیں ایمان کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ حاکمانہ طریق پر مانے - ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک یوروپین عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم کو نماز اچھی اور پیاری معلوم ہوتی ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اوپر حاکم نہیں سمجھتی تو اس سے ایمان اور اسلام تھوڑا ہی ثابت ہوسکتا ہے - یہ تو ایک حکیمانہ طرز پر تسلیم کرتا ہے جو ایمان کے لئے کافی نہیں - حاصل یہ کہ ہر ماننا اسلام نہیں -

(۵۳۴) - ذکر دوا سمجھ کر کرنا چاہیئے - فرمایا کہ بعض طالب شکایت کرتے ہیں ذکر میں لذت نہیں آتی جی نہیں لگتا، وسوسے آتے ہیں تو وہ سمجھ لیں کہ ذکر لذت کے لئے یا جی لگنے کے لئے یا وسوسے نہ آنے کیلئے موضوع نہیں دوا ہی سمجھ کر کئے جاؤ تب بھی نفع ہوگا -

(۴۳۶) طاعات بعض کے اعتبار سے دوا ہوتی ہے اور بعض کے اعتبار سے غذا

طاعات میں لذت ہونے نہ ہونے کا ذکر تھا فرمایا کہ ایک لذت ہوتی ہے اور ایک ضرورت ہوتی ہے مثلاً دوا میں لذت نہیں ہوتی ضرورت کیلئے مستعمل ہوتا ہے سو طاعات بعض کے اعتبار سے دوا ہوتی ہے جسمیں لذت نہیں ہوتی اور بعض طبائع کے اعتبار سے غذا ہوتی ہے جسمیں لذت بھی ہوتی ہے -

(۴۳۷) حفظ میں کوشش کرنیوالا ایسے ہی اُٹھیگا قیامت میں جیسے یاد والے

ایک نے عرض کیا کہ حضرت قرآن شریف جو یاد کرنا شروع کرے اور کامیاب نہ ہو کیا بروز قیامت

اندھا اٹھے گا۔ فرمایا کہ اگر یہ وعید ثابت ہے تو اندھا وہ اٹھے گا جو کوشش چھوڑ دے (یہ شبہات ادھورے علم سے ہوتے ہیں) اور جو کوشش میں لگا رہتا ہے وہ اس وعید کا مستحق نہیں وہ ایسا ہی اٹھے گا جیسے یاد والے اٹھیں گے۔

(۴۳۸) شیطانی وسوسہ سے بچنے کی تدبیر

ایک صاحب جو مبتلائے وساوس تھے ان کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شیطانی وساوس سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ ہمت سے شیطان کا مقابلہ کرو اور مقابلہ یہی ہے کہ اس کی طرف التفات مت کرو جیسے کٹ کھنا کتا بھونکتا ہے بھونکنے دو۔ بھاگنے سے اور زیادہ بھونکے گا۔

(۴۳۹) خدا پر بھروسہ رکھنے والے کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا

خلافت کی شورش کے زمانہ کا قصہ ہے کہ یہاں پر ایک شخص تھا ہندو راجپوت پرانا آدمی تھا میں صبح کو جنگل سے آ رہا تھا وہ مل گیا کہنے لگا کہ کچھ خبر بھی ہے تمہارے لئے کیا کیا تجویزیں ہو رہی ہیں اکیلے مت پھرا کرو۔ میں نے کہا جس چیز کی تم کو خبر ہے مجھکو اس کی بھی خبر ہے اور ایک اور چیز کی بھی خبر ہے جس کی تم کو خبر نہیں۔ پوچھا وہ کیا میں نے کہا وہ یہ کہ بدون خدا کے حکم کے کسی سے کچھ ہو نہیں سکتا کہنے لگا پھر تو جہاں چاہو پھرو تمہیں کچھ جوکھم (یعنی اندیشہ نہیں) دیکھئے ایک ہندو کا خیال کہ خدا پر بھروسہ رکھنے والے کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

(۴۴۰) معاشرت میں حضرت والا کی تعلیم کا خلاصہ

فرمایا کہ معاشرت کے متعلق میری تمام تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ میں ہمیشہ یہ چاہتا ہوں کہ کسی کی طبیعت پر میری وجہ سے بار یا گرانی نہ ہو۔

(۴۴۱) زنا شراب پینے سے اشد ہے اور اس کی دلیل

فرمایا کہ خلافت کمیٹی کے زمانہ میں اچھے برے کی تو کوئی تمیز ہی نہ تھی اغراض پرستی، نفس پرستی، ہوا پرستی، دنیا پرستی کا بازار گرم تھا۔ ایک شخص نے ایک حامی تحریک سے کہا کہ شراب پر تو پیکٹنگ اور پہرہ لگاتے ہو مگر رنڈیوں پر بھی تو پیکٹنگ اور پہرہ لگاؤ یہ بھی تو تمہارا کام ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر دین کی وجہ سے برے کاموں کو روکتے ہو تو جو بھی برے کام ہوں سب کو بند کر دو بلکہ شراب پینے سے تو زنا اشد ہے۔ چنانچہ

شراب کے نہ پینے پر اگر ظالم حاکم وغیرہ قتل کی دھمکی دے شراب کا پی لینا ایسے وقت جائز ہے اور اگر زنا پر قتل کی ایسی ہی دھمکی دے تو ایسے وقت میں زنا کرنا جائز نہیں تو آپ لوگوں نے زنا کو کیوں نہیں روکا نہ اس پر پکیٹنگ ہوا نہ پہرہ لگا۔ پس معلوم ہوا اور بعض نے اس کی تصریح کی کہ یہ دین اس کا سبب تھوڑا ہی تھا۔ بلکہ سبب اس کا صرف انگریزوں سے دشمنی تھی اس لئے کہ شراب کی آمدنی انگریزوں کو پہونچتی ہے اور رنڈیوں کی آمدنی انگریزوں کو نہیں پہونچتی۔

(۳۴۴) خطا معاف کردینے اور عذر قبول کرلینے پر یہ لازم نہیں کہ دوستی اور خصوصیت کا برتاؤ بھی رکھے

فرمایا کہ کسی کی خطا معاف کردینے پر اور عذر قبول کرلینے پر یہ لازم نہیں کہ اس سے دوستی اور خصوصیت بھی رکھے بعض اوقات اس پر قدرت نہیں ہوتی اور بعض اوقات بعد تجربہ کے اس میں مصلحت نہیں ہوتی البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر اتفاق سے ملاقات ہوجاوے تو باہم سلام کرلیں اور اگر ایک طرف سے کوئی ضروری بات چیت ہو تو دوسرا اس کا مناسب جواب دیدے گو مختصر ہی ہو۔ اور اگر ضرورت سے زیادہ بات چیت کا سلسلہ ہونے لگے جس سے بے تکلفی پیدا ہونیکا احتمال ہو عذر کردے اور جس سے دین کے سبب قطع تعلق کیا ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے چنانچہ حاشیہ علی المؤطا میں ہے ومن خاف من مکالمتہ احد وصلتہ ما یفسد علیہ دینہ او یدخل مضرۃ فی دنیاہ یجوز لہ مجانبتہ والبعد عنہ ورب ھجر جمیل خیر من مخالطۃ موذیۃ واما ما کان من جھتہ الدین والمذھب فھجران اھل البدع والاھواء واجب الی وقت ظہور التوبۃ

(۳۴۵) دلسوزی و ترحم وحفظ حدود حضرت والا

حضرت والا بہار کے قیامت خیز زلزلوں کے حالات سن سن کر اس درجہ متاثر ہوتے تھے کہ بے چین ہوجاتے تھے اور پُر درد لہجہ میں دعائیہ الفاظ اے اللہ رحم فرما۔ اے اللہ رحم فرما۔ بار بار بے اختیار منہ سے نکلنے لگتے تھے۔ نیز فرماتے بڑا مشکل معاملہ ہے اگر دل برا نہ ہو تو شفقت علی الخلق میں کمی ہوئی جاتی ہے اگر دل برا کرتے ہیں تو اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں شکایت کی حد تک نہ پہونچ جاوے۔ واقعی حدود کے اندر رہنا بس پل صراط پر چلنا ہے اور پل صراط بعض اہل ذوق کے قول پر دراصل رعایت حدود ہی کی صورت مثالی ہوگی جو تلوار سے بھی تیز اور بال سے بھی باریک ہوگی۔ بس اللہ تعالیٰ ہی اعانت فرماتے

ہیں ورنہ حدود کے اندر رہنا نہایت ہی دشوار امر ہے لیکن اگر بندہ اس کی کوشش اور فکر میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ سب آسان فرما دیتے ہیں۔

(۴۴۴) اہلِ باطل کا اثر مٹانے کا طرزِ مسنون

فرمایا کہ مناظروں اور جوابی رسالوں نے اہلِ باطل کو بہت فروغ دیدیا ہے ورنہ اگر بے پروائی برتی جاتی، ان کے رد کی جانب کچھ التفات ہی نہ کیا جاتا تو اُن کو اتنی اہمیت حاصل نہ ہوتی جتنی اب حاصل ہوگئی ہے۔ مناظروں سے تو اہلِ باطل کو فروغ ہوتا ہے اور نتیجہ کچھ نہیں ہوتا۔ البتہ اہلِ باطل کا اثر مٹانے کیلئے حق کی تقریر و اشاعت بار بار اور جا بجا کرنا البتہ نافع ہے۔

(۴۴۵) حضرت والا کی طبیعت میں احسان کا تاثر بہت ہے

فرمایا کہ میری طبیعت میں تاثر بہت ہے ذرا سے احسان کا بھی میرے اوپر بے حد اثر ہوتا ہے۔

(۴۴۶) مسائلِ مختلف فیہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا مسلک

فرمایا کہ مسائلِ مختلف فیہا میں حضرت حاجی صاحبؒ کا اصل مسلک ترک درکنار تھا الا بعارضِ قوی اور فاعل خوش عقیدہ اور خوش نیت پر نکیر نہ فرماتے تھے۔

(۴۴۷) حضرت والا کا مسلک مختلف فیہا میں

فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ عمل تو ہو مضبوط اور رائے میں ہو نرم۔

(۴۴۸) واہی تباہی اعتراضات کا ایک جواب

ایک شخص نے واہی تباہی اعتراضات لکھکر حضرت والا کی خدمت میں بھیجے تھے۔ تحریر فرمایا کہ مجھ میں اس سے زیادہ عیوب ہیں مگر مجھے اپنے عیوب کی اشاعت کی توفیق نہیں ہوتی تم ان کو مشتہر کردو تاکہ لوگ دھوکہ میں نہ رہیں۔

(۴۴۹) آجکل جواب دینا قاطعِ اعتراضات نہیں اس لئے تضیعِ اوقات ہے

فرمایا کہ آجکل جواب دینا قاطعِ اعتراضات نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ تطویلِ کلام ہو جاتا ہے تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی۔

(۴۵۰)۔ فرمایا کہ تقلیلِ منافعِ مالیہ یا فوتِ جاہ یہ کوئی معتد بہ ضرر نہیں جس کے لئے بڑا اہتمام کیا جاوے۔

(۵۱ھ) حق تعالیٰ کے حکیم اور حاکم ہونیکا مراقبہ حوادث میں اکسیر اعظم کا حکم رکھتا ہے

فرمایا کہ الحمد للہ تعالیٰ نے بس یہ مراقبہ اچھی طرح ذہن میں جما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انھیں اپنی مخلوق محکوم کے ظاہر اور باطن میں ہر طرح کے تصرفات فرمانے کا ہر وقت کامل اختیار اور پورا حق حاصل ہے کسی کو مجال چون وچرا نہیں۔ اور حکیم ہونے کے اعتبار سے ان کا ہر تصرف حکمت پر مبنی ہوتا ہے گو ہماری سمجھ میں وہ حکمت نہ آوے۔ چونکہ بفضلہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا حاکم اور حکیم ہونا اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہے اس لئے بڑے بڑے حادثہ میں بھی جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ الحمد للہ مجھ کو کبھی نہیں ہوتی۔ طبعی اثر ہونا اور بات ہے۔

(۵۲ھ) طبعی تأثر حضرت والا

حضرت والا میں طبعی تأثر اتنا ہے کہ جب حضرت والا کے خواہر زادہ جناب مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا جن سے حضرت والا کو اتنا تعلق شفقت تھا کہ اس کو حضرت والا تعشق کے درجہ تک پہونچا ہوا فرمایا کرتے ہیں تو ابھی زمانہ ہیں خود فرماتے تھے کہ قلب میں بار بار بے اختیار تقاضہ پیدا ہوتا ہے کہ کام چھوڑ کر قبر پر جاؤں لیکن میں بتکلف اس تقاضا کو روکتا ہوں اور اس کے مقتضا پر عمل نہیں کرتا اور اپنے آپ کو کاموں میں برابر مشغول رکھتا ہوں کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ اگر کہیں ایک بار بھی اس تقاضے پر عمل کر لیا تو بس پھر علت ہی لگ جاوے گی۔

(۵۳ھ) تحریکات گزشتہ کے متعلق حضرت والا کی رائے

تحریکات کے زمانہ میں چاروں طرف سے ہر قسم کے زور یہاں تک کہ ناجائز زور تک شرکت کے لئے ڈالے گئے لیکن صاف فرما دیا کہ علاوہ اس کے کہ اعتقاد کے خلاف عمل کرنا تدین کے بھی خلاف ہے۔ ایک قوی مانع یہ بھی ہے کہ میرے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت کی جماعت وابستہ ہے جبتک مجھکو شرح صدر نہ ہو جاوے میں شریک ہو کر اتنے سارے مسلمانوں کی ذمہ داری کس طرح اپنے سر لے لوں۔ کیا قیامت میں میری گردن نہ ناپی جاویگی۔ میں تو ان تحریکات کو مسلمانوں کے لئے سراسر مضر اور اس سلسلہ میں اکثر عوام میں جو طریق عمل اختیار کئے جا رہے ہیں ان کو ناجائز سمجھتا ہوں نیز میرے نزدیک نتیجہ سوائے ضرر کے اور کچھ نہیں۔ سچ ہے ؎ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔

(۵۴ھ) وسوسہ پر ذرا مواخذہ نہیں بلکہ موجب قرب ہے، بوجہ مجاہدہ

ہمارے خواجہ

صاحب نے ایک بار لکھا کہ بعض اوقات تو اپنے خیالات و وساوس کو بالکل کفر یہ سمجھکر سخت مایوسی اور یاس کے عالم میں ہو جاتا ہوں۔ جواب میں تحریر فرمایا کفر کیا وہ تو معصیت بھی نہیں ذرا اندیشہ نہ کریں وسوسہ پر ذرا مواخذہ نہیں بلکہ اس میں ایک گونہ مجاہدہ ہے جس سے قرب بڑھتا ہے اور شیطان اس راز سے ناواقف ہے ورنہ کبھی وسوسہ نہ ڈالے۔

(۴۵۵) ناشکری مذموم کی تعریف ایک نے لکھا کہ چوری ہو گئی ہے اس کا افسوس گو چنے سے بھی نہیں ہوتا۔ کہیں حق تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری وناشکری تو نہیں۔ بتحریر فرمایا کہ چوری کا حال سُن کر چوری کا افسوس اور آپ کے استقلال پر سرور ہوا ناشکری کا احتمال عجیب ہے ناشکری جو مذموم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناشی ہے منعم کی بے تعلقی سے اور جو چیز منعم کی غایت تعلق سے ناشی ہو وہ محمود ہے اگر اس کا نام کسی کی اصطلاح میں ناشکری ہو وہ حقیقتاً ناشکری نہ ہوگی گو صورۃً ہو۔

(۴۵۶) علاج خطرات ان کے دفع کا قصد نہ کیا جاوے بلکہ اپنے کام میں زیادہ متوجہ ہونے سے سب از خود دفع ہو جاویں گے۔

(۴۵۷) آلہ مستلزم فعل نیست ایک طالب نے بذریعہ عریضۂ فارسی بغرض حفاظت بندوق رکھنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت والا نے استفسار فرمایا کہ اجازت گرفتن چہ مصلحت است۔ انھوں نے لکھا کہ قبل ازیں بر بعض کبر وغرور حضرت بعدم بندوق آلہ کبر معلوم می شود۔ اس پر یہ جواب تحریر فرمایا۔ مگر آلہ مستلزم فعل نیست چنانچہ آلہ زنا نزد ہر کس است و قطعش واجب نیست۔

ف۔ چونکہ ان حضرات کے دل پاک صاف ہوتے ہیں اور طبیعت میں بے تکلفی اور سادگی ہوتی ہے اسلئے انھیں ایسی باتوں کے کہہ ڈالنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا۔

(۴۵۸) صحت تصنیف مصنف کے صالح ہونے کی بھی دلیل نہیں چہ جائیکہ مصلح ہونے کی۔ ایک ذی علم مولوی نے لکھا جناب کے بعض مطبوعہ وعظ اور تصانیف پڑھیں جن سے بیعت کے شوق میں زیادتی ہوئی۔ تحریر فرمایا مبنیٰ نہایت ضعیف ہے تصنیف کا صحیح ہونا مصنف کے صالح ہونے کی بھی دلیل نہیں نہ کہ مصلح ہونے کی۔

(۴۵۹) بیعت کے لئے مناسبت شرط بیعت ہے ان ہی صاحب نے لکھا کہ

میں شیروانی، قمیص، ڈھیلی مہری کا پاجامہ، بوٹ جوتا اور ترکی ٹوپی پہنتا ہوں داڑھی فی الحال دو ڈھائی انگل لمبی ہے بڑھانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ جواب۔ میں صدق سے بہت خوش ہوا میں بھی اس کی جزا میں صدق ہی سے کام لیتا ہوں وہ یہ کہ آپ کا ظاہر خراب میرا باطن خراب ایسی حالت میں مناسبت مفقود اور خدمت مزعومہ (تعلیم بیعت) کے لئے مناسبت شرط۔

(۴۶۰)۔ ان ہی صاحب نے لکھا کہ میں اس قابل نہیں کہ حضور کا خادم بننے کا شرف حاصل کرسکوں تحریر فرمایا میں تو مخدوم بنانے کو تیار ہوں مگر مناسبت جو شرط طریق ہے میرے اختیار سے خارج ہے

(۴۶۱) دعا کیلئے داعی کی قبولیت شرط نہیں

اعمال حسنہ کی توفیق کی دعا فرمائیں تحریر فرمایا البتہ دعا کے لئے ہر حال میں حاضر ہوں کیونکہ دعا کے لئے داعی کی قبولیت کی شرط نہیں۔

(۴۶۲) امیر و غربا کی ملاقات کا طرز

فرمایا کہ غربا و امرا کی ملاقات میں دلجوئی کی رعایت تو امر مشترک ہے مگر کیفیت دلجوئی کی ہر شخص کی جدا ہے اس کی حالت و طبیعت و عادت کے تفاوت سے۔ یعنی امرا کی مجموعی حالت طبیعت و عادت کی ایسی ہے کہ جب تک زیادہ توجہ ان کی طرف نہ کی جاوے وہ خوش نہیں ہوتے اور غربا تھوڑی توجہ سے راضی ہو جاتے ہیں اس لئے دونوں کی دلجوئی کے طریق میں ایسا تفاوت مذموم نہیں۔ البتہ غربا کو اُٹھایا نہ جائے خود اُٹھ جاویں کسی بہانہ سے اور اگر اُٹھانا ہی پڑے تو بہت نرمی سے مثلاً یہ وقت میرے آرام یا کام کا ہے آپ بھی آرام کیجئے ومثل ذالک۔

(۴۶۳) ترک عمل و کسل و تعطل عبدیت نہیں

ایک طالب کو تحریر فرمایا ترک عمل و کسل و تعطل کو عبدیت نہ سمجھا جاوے عبدیت کے لئے حرکت فی العمل لازم ہے وھٰذہ مزلۃ اقدام کثیر من اھل الطریق حتی وقعوا ورطۃ الجبر والالحاد زعما منھم بانھم اطوع العباد

(۴۶۴) عین عمل کے وقت تحمل مشقت بغایت راحت بخش ہے

فرمایا کہ اگر اعتماد ہو بتلانیوالے پر اور فہم ہو تو اللہ کا راستہ اس قدر صاف اور آسان ہے کہ دس منٹ کے اندر سمجھ میں آ سکتا ہے دیر اور مشقت جو کچھ ہے وہ عمل میں ہے اور وہ بھی رسوخ میں اور مشقت عین عمل کے وقت ہوتی ہے مثلاً نیند کا غلبہ ہے اور نماز پڑھنی ہے تو اس وقت مشقت ہوتی ہے لیکن اگر اس کو برداشت کر لیا تو تمام

پڑھکر فوراً ایسی راحت میسر ہوتی ہے کہ سبحان اللہ ساری مشقت کا بدل ہو جاتا ہے۔

(   )۔ نفسانی ملکات کے مقتضا پر عمل نہ کیا جاوے ہم اسی کے مکلف ہیں بلکہ مسرت کی بات ہے کہ ان سے اجر بڑھتا ہے عمل کا۔ ایک طالب نے اپنے بعض نفسانی ملکات کو ظاہر کر کے حضرت والا سے ان کی اصلاح چاہی اور ان کے ہونے پر سخت غم واندوہ کا اظہار کیا کہ وہ مجھ میں کیوں ہیں حضرتِ والا نے فوراً تسلی فرمائی اور اس تسلی بخش عنوان سے کہ "ایسے ملکات سے کون خالی ہے یہ تو مجھ میں بھی ہیں ان کے زائل کرنے کی تو فکر بیکار ہے کیونکہ یہ جبلی ہیں اور جبلیت بدلا نہیں کرتی نہ انسان جبلی امور کا مکلف ہے کیونکہ ان کا بدلنا غیر اختیاری ہے البتہ ان کے مقتضا پر عمل کرنا جبلی نہیں نہ غیر اختیاری ہے۔ لہذا ہمت کر کے اختیار سے کام لیا جاوے اور ان ملکات کے مقتضا پر عمل نہ ہونے دیا جاوے باقی نفس ملکات چاہے جیسے فاسد ہوں وہ اس وقت تک مطلق قابل افسوس نہیں جب تک ان پر عمل نہ ہو۔ بلکہ ایک معنی کر قابل مسرت ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے عمل میں مشقت ہوتی ہے جس سے عمل کا اجر بڑھتا ہے اور نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اسی کو مولانا رومی رح فرماتے ہیں ؎

شہوت دنیا مثال گلخن است که از و حمام تقویٰ روشن است

پھر فرمایا کہ ایسا شخص دوسروں کی خوب تربیت کر سکتا ہے اور نفس کی باریک باریک چوریاں بھی پکڑ سکتا ہے کیونکہ اس کو نفس کے آثار چڑھاؤ کا ذاتی تجربہ ہوتا ہے۔

(۷۶۲) جبلی صفات سب محمود ہیں البتہ انکا بے موقع استعمال مذموم ہے

ملکات رذیلہ کے متعلق حضرتِ والا، اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رح کا یہ ارشاد بھی نقل فرمایا کرتے ہیں کہ انسان کے اندر جتنی جبلی صفات ہیں وہ سب محمود ہیں البتہ ان کا بے موقع استعمال کرنا مذموم ہے شیوخِ کاملین ملکاتِ رذیلہ کا ازالہ نہیں کرتے نہ ان کا ازالہ ہو سکتا ہے بلکہ امالہ کر دیتے ہیں جیسے اگر انجن الٹا چل رہا ہو تو اس کے اندر جو بھاپ ہے اس کو تو باقی رکھنا چاہئے کیونکہ بھاپ تو فی نفسہ بڑے کام کی چیز ہے ہاں انجن کی کل کو موڑ دینا چاہئے تاکہ بجائے الٹا چلنے کے وہ سیدھا چلنے لگے۔

(۷۶۳) غصہ کا ایک علاج

ایک طالب کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ غصہ غیر اختیاری ہے وہ عیب یا گناہ نہیں۔ البتہ اس کا بے موقع صرف کرنا گناہ ہے سو اس کی تدبیر یہ ہے کہ غصہ کے وقت کوئی کارروائی نہ کی جائے

جب غصہ ہلکا ہو جاوے سوچ کر مناسب اور معتدل کارروائی کی جاوے۔

(۴۶۸) غصہ مفرطہ کے اسباب اور اس کا علاج

ایک صاحب نے غصہ کے آثار منکرہ کو بہت بسط سے لکھ کر اس کا علاج چاہا تھا۔ یہ علاج تحریر فرمایا کہ یہ حالت یا واقعہ دو سبب سے مسبب ہو سکتا ہے ایک یہ کہ غصہ کے وقت اس کے تبعات یاد نہ رہیں۔ دوسرا یہ کہ باوجود یاد رہنے کے قوت و ہمت ضبط کی نہ ہو۔ اگر اول سبب ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ ایک پرچہ غصہ مفرطہ کی وعیدوں کا لکھ کر کلائی پر باندھ لیا جاوے اس پر نظر پڑتے ہی یاد آجائے گا۔ اور اگر دوسرا سبب ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فوراً وہاں سے خود علیحدہ ہو جاویں یا مغضوب علیہ کو جدا کر دیں۔ جب ہیجان بالکل فرو ہو جاوے اس وقت اطمینان سے سوچا جاوے بلکہ کسی عاقل سے مشورہ لیا جاوے کہ اس جرم کی کیا سزا مناسب ہے۔ بعد تامل یا مشورہ جو طے ہو اس کو بلا کر اس سزا کو جاری کر دیا جاوے مگر ہر حال میں اتنی ہمت کی ضرور ضرورت ہے کہ تدبیر کو اختیار کیا جاوے۔

(۴۶۹) غصہ کے ہیجان کا علاج، غصہ کا علاج

فرمایا کہ غصہ کے وقت کلام بالکل نہ کیا جاوے جب ہیجان بالکل ضعیف ہو جاوے اس وقت ضروری خطاب کا مضائقہ نہیں اور اگر اس خطاب کے دوران میں پھر ہیجان عود کر آوے پھر ایسا ہی کیا جاوے۔

(۴۷۰) شریعت نے ہم کو واقعہ پر عمل کرنے کا مکلف نہیں بنایا بلکہ قواعد شرعیہ کی تحقیق کا

ایک صاحب نے سوال کیا عرفہ کا روزہ جو ہم لوگوں نے رکھا ہے تو کیا اس روزہ کا ثواب ہم کو وہی ملے گا جو واقعی عرفہ کے دن کا ہوتا ہے کیونکہ دوسری جگہ سے ذی الحجہ کے چاند کی جو خبریں آئی ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ وہاں ذی الحجہ کا چاند تیس کو نظر آیا تھا ان کے حساب سے تو پرسوں عرفہ تھا کل نہ تھا تو اس حساب سے کل جو روزہ رکھا گیا وہ عرفہ کے دن کا روزہ نہ ہوا۔ فرمایا کہ یہاں کا عرفہ کل ہی تھا پرسوں نہ تھا اور کل جو روزہ رکھا گیا وہ عرفہ ہی کا روزہ ہے اور اس روزہ کا ثواب ہم کو وہی ملے گا جو عرفہ کے روزہ کا ملتا ہے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ شریعت نے ہم کو واقعہ پر عمل کرنے کا مکلف نہیں فرمایا بلکہ صرف اس بات کا مکلف کیا ہے کہ جو بات قواعد شرعیہ سے ہم کو تحقیق ہو جاوے اس پر عمل کریں خواہ واقع میں وہ بات ہو یا نہ ہو۔

(۴۷۱) - فرمایا کہ پرانے زمانے کے لوگوں میں اختلافات کا اثر نفرت اور انقطاع کی حد تک نہیں تھا

(۴۷۲) - فرمایا کہ زیادہ اذیت تو بے فکری اور عدم اہتمام سے ہوتی ہے۔

(۴۷۳) توسیع دینے سے قوت عملیہ بڑھتی ہے

فرمایا کہ مصلح کو تدبیر اور تربیت اصلاح کا حق ہے چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنی ثقیف کا ایک وفد آیا اور عرض کیا کہ ہم لوگ اسلام لانے کو تیار ہیں مگر دو شرطیں ہیں - ایک تو ہم زکوٰۃ نہ دیں گے، دوسرے جہاد میں شریک نہ ہوں گے فرمایا منظور۔ دیکھئے ایسی شرطیں قبول کرلیں جو خلاف اسلام تھیں صحابہ رضؓ نے عرض کیا بھی کہ حضور یہ کیسا اسلام ہے کہ نہ جہاد نہ زکوٰۃ - فرمایا میاں اسلام میں آنے تو دو - وہ تو پھر سب کچھ کریں گے زکوٰۃ بھی دیں گے جہاد بھی کریں گے - ایمان کی برکت سے ایک نور قلب میں پیدا ہوگا جس سے سب اعمال واجبہ کی توفیق ہو جاوے گی - تو دیکھئے حضور نے اس وقت سختی نہیں فرمائی -

ایک مثال اور لیجئے ایک بی بی کو حضورؐ نے نوحہ سے توبہ کرائی تو انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایک نوحہ میرے اوپر قرض چڑھا ہوا ہے اُسے اُتارنے کی اجازت دیدیجئے پھر توبہ کرلوں گی اور پھر کبھی نوحہ نہ کروں گی - کوئی عورت ان کے کسی عزیز کے مرنے پر آکر روئی ہوگی - اس کے بدلے میں رونے کی اجازت چاہی - حضورؐ نے اجازت مرحمت فرمائی - اس اجازت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ اٹھ کر چلی گئیں تو راستہ ہی سے لوٹ آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سے بھی توبہ کرتی ہوں -

(۴۷۴) نفع ہوتا ہے مرید کو شیخ کے انشراح سے

فرمایا کہ سب سے اقوال و افعال کی تاویل کی اجازت نہیں تاویل یا سکوت وہاں ہے جہاں شاذ و نادر ایسے اقوال و افعال صادر ہوں اور غالب حالت صلاح کی ہو - اور جہاں ایسے ہی منکرات کا غلبہ ہو اور اس کا ہر قول و فعل محتاج تاویل ہو اس سے تعلق تو چھوڑ دینا واجب ہے لیکن اس میں پھر ایک تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اس زمانہ کے بزرگ اس کے ساتھ ادب کا معاملہ کرتے ہوں تو باوجود تعلق نہ رکھنے کے اعتراض نہ کرے ورنہ اس پر نکیر واجب ہے باقی ہر حال میں چھوڑ دے کیونکہ اگر تعلق رکھے گا تو دل تنگ رہے گا اور نفع ہوتا ہے انشراح سے - اور اگر

ہر حال ہیں تاویل ایسی ہی سستی ہو تو ہندوؤں کی بت پرستی کی بھی تاویل ہو سکتی ہے کہ وحدت الوجود کے غلبہ میں بتوں کو پوجنے لگے ہیں لہٰذا ان سے تعرض نہ کیا جاوے۔ یہ تو مرید کے لئے حکم ہے۔ اور پیر پر بھی واجب ہے کہ بلا ضرورت ایسا کوئی فعل نہ کرے جس سے مرید کو شبہ ہو خلاف شرع ہونے کا۔ واقعی اس کا اہتمام تو نہیں چاہیئے کہ سب ہمارے معتقد رہیں۔ لیکن اس کا اہتمام ضروری ہے کہ بلا ضرورت ایسا کام نہ کرے جس سے خلاف شرع ہونے کا شبہ ہو اور دوسرے لوگ سوء ظن غیبت و بہتان کے گناہ میں مبتلا ہوں دلیل حضرت صفیہ والی حدیث ہے جو زیارت کے لئے حاضر ہوئی تھیں جب حضورؐ اعتکاف میں تھے۔

(۵۷۴) مخصوص بننے اور بنانے کی خرابیاں

فرمایا کہ کسی کو نہ مخصوص بنانا چاہیئے نہ کسی کو مخصوص بننا چاہیئے بس خادم رہنا چاہیئے۔ آجکل یہ باعتبار نتائج کے بہت ہی برا ہے اس میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اہل تعلق کو رنج ہوتا ہے کہ ہم سے خصوصیت نہیں۔ دوسری خرابی خود اس کے حق میں یہ ہے کہ اور لوگ اس کے اضرار کے درپے ہو جاتے ہیں۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ لوگ اس کو واسطہ حاجات کا بناتے ہیں۔ جس سے اس کا دماغ خراب ہوتا ہے

(۵۷۶) ہمت کے لئے کامیابی لازم ہے

عرض کیا گیا ہے کہ ہمت تو اصلاح نفس کی کی جاتی ہے مگر کامیابی نہیں ہوتی۔ فرمایا وہ ہمت ہی نہیں ہوتی ہمت کی نیت ہوتی ہے ہمت کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور کامیاب فرماتے ہیں خود ارشاد ہے کان سعیھم مشکوراً ورنہ لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا کے خلاف ہوتا۔

(۵۷۷) شریعت کی رعایت مقدم ہے باطنی مقام کی محرومی پر

ایک بار حضرت والا نے فرمایا کہ باطنی مقام سے محرومی اچھی بہ نسبت اس کے خلاف شریعت ہونے کا اندیشہ ہو۔ سالک کو چاہیئے کہ جو حالت قرآن و حدیث پر منطبق نہ ہو اس سے درگذر کرے مثلاً ہم نے اعلیٰ درجہ کا دودھ برف ڈال کر رکھا لیکن شبہ ہو گیا کہ اس میں سے کچھ دودھ سانپ آکر پی گیا ہے تو اسلم یہ ہے کہ اس دودھ ہی کو چھوڑ دے۔

اخلاق رذیلہ کی اصلاح المکتوبات ملقب بہ عبادۃ الرحمن سے

(۴۷۸) غصہ کا علاج:- ایک سالک نے لکھا کہ غصہ کی حالت بحمد اللہ ایسی نہیں ہوتی کہ بحالت غضب نفس قابو میں نہ رہے اور جنون جیسی حالت ہو جاوے مگر اتنا ضرور ہوتا ہے کہ غصہ کا اثر قلب پر زیادہ دیر تک رہتا ہے اور غصہ کی زیادتی کی وجہ سے بسا اوقات طبیعت کھانے پینے سے رک جاتی ہے اور نیند بھی کم ہو جاتی ہے اور قلب پر اضطراراً ایک قسم کی پریشانی ہو جاتی ہے قلب کو اگر اس سے دوسری جانب متوجہ کیا جاوے تو متوجہ نہیں کر سکتا اور غصہ کے بعد ندامت ہوتی ہے اور طبیعت اس کے لئے بے قرار ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ شخص جس پر غصہ ہوا جلد راضی ہو جاوے۔ فرمایا جس غصہ کے آثار معاصی ہوں وہ واجب العلاج ہے اور جو آثار یہاں تحریر فرمائے ہیں وہ معاصی نہیں لہذا واجب العلاج نہیں البتہ چونکہ اس سے طبعی کلفت اور ضرر ہوتا ہے اس حیثیت سے اس کی تدبیر کرنا چاہیئے مگر یہ تدبیر بتلانا مصلح دین کا کام نہیں ہر تجربہ کار بتلا سکتا ہے۔ سب سے اچھی تدبیر یہ ہے کہ اس مغضوب علیہ کے پاس سے فوراً جدا ہو جاوے اور فوراً کسی ایسے شغل میں لگ جاوے جس سے فرحت ہو۔

حال- اور جس غصہ کے آثار معاصی ہوں ان آثار سے اور ان کے علاج سے بھی متنبہ فرمایا جاوے تحریر فرمایا ایسے غصہ کے وہ آثار اختیاری ہوں گے کیونکہ معصیت کوئی غیر اختیاری نہیں۔ جب اختیاری ہیں تو اس سے رکنا بھی اختیاری ہے اور اصل علاج بھی کف ہے لیکن اس کف کی اعانت کے لئے امور ذیل مفید ہیں۔

(۱)- معاصی پر جو وعید ہیں ان کا استحضار۔ (۲) اپنے ذنوب وعیوب یاد کر کے یہ سوچنا کہ جس طرح میں اپنے لئے یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف فرما دے اسی طرح مجھ کو چاہیئے کہ اس شخص کو معاف کر دوں۔ اور ایک تدبیر مشترک وہی ہے جو پہلے عرض کی گئی کہ مغضوب علیہ کے پاس سے فوراً جدا ہو جاوے۔

(۴۷۹) حسد کا علاج جس پر حسد ہوتا ہو اس کے ساتھ احسان واکرام کا معاملہ کرنا۔ یہ ایک مختصر اور مؤثر تدبیر ہے اُمید ہے کہ مفصل تدبیر کی حاجت نہ ہوگی۔ اگر کسی عارض سے اکرام واحسان اس شخص سے جس پر حسد ہوتا ہو دشوار ہو مثلاً وہ شخص بالفعل پاس موجود نہ ہو بلکہ کہیں

دور دراز مسافت پر ہو یا اس سے تعارف نہ ہو یا ایسا عالی قدر ہو جس سے اکرام واحسان کرنے کی ہمت نہ ہو تو ایسی صورت میں مجمع میں اس کی خوبیاں بیان کی جاویں۔

(۴۸۰) ریا کا علاج بسا اوقات ریا کے اندیشہ سے عمل بھی چھوڑ دیتا ہوں۔ فرمایا ایسا نہ کیا جاوے۔ بس اتنا کافی ہے کہ قصداً ریا نہ ہو۔ اس سے زیادہ کا انسان مکلف نہیں۔

(۴۸۱) معیار قساوت فرمایا کہ ایک تاثر طبعی ہے ایک تاثر عقلی یا اعتقادی یا عملی۔ اول کا فقدان قساوت نہیں ثانی کا فقدان قساوت ہے۔ بس یہ معیار ہے۔

(۴۸۲) فرمایا کہ مواظبت علی الاعمال سے خود ترقی ہو جاتی ہے۔ گو اوراد زائد نہ ہوں۔

(۴۸۳) دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سلمہ کے ساتھ تعلق ومحبت زیادہ کریں اور اس زیادت تعلق کے لئے کوئی علاج بھی تجویز فرمائیں۔ فرمایا کہ جو محبت مطلوب ہے وہ بلکہ اس سے زائد حاصل ہے اور جس کی تمنا ہے وہ مطلوب نہیں یہ مسئلہ الضروری یتقدر بقدر الضرورت کی فرع ہے۔

(۴۸۴) بہت سے اعمال میں ریا کے وساوس پیش آتے ہیں خصوصاً جہر میں۔ اگر ریا کی حقیقت کلیہ سے اور اس کے مذموم ہونے کے مواقع سے مطلع فرمایا جاوے۔ تو شاید اس قسم کے وساوس سے بچنے میں سہولت ہو۔ تحریر فرمایا کہ ریا کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی دین کا کام کرنا غرض دنیوی کے لئے ہو گو وہ غرض مباح ہو۔ یا دنیا کا کام کرنا غرض مباح کے لئے جیسے بڑے پیمانہ پر خرچ کرنا شہرت ونمائش کے لئے غرض ہونے کے معنی یہ ہیں کہ قصداً اس کام سے اسی غرض کا ہو۔ اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ریا فعل اختیاری ہے اور یہ فعل جب ہو گا قصد سے ہو گا۔ پس اگر بلا اختیار کوئی ناجائز غرض قلب میں آجاوے اور اس کو اختیار سے باقی نہ رکھا جاوے تو وہ وسوسہ ریا ہے جس پر اجر ملتا ہے ریا نہیں جس پر مواخذہ ہوتا ہے۔

(۴۸۵) حال علاج جو حضرت سلمہ نے تجویز فرمایا ہے وہ کافی شافی ہے اس کے ساتھ اگر کچھ اور معین بھی ارشاد فرمایا جاوے تو بچنے میں اور سہولت ہو گی۔ تحریر فرمایا ان ١ء

ینظر الیٰ قلوبکم کا استحضار، اس سے غیرت آوے گی کہ اللہ تعالیٰ قلب میں غیر مرضی خیال دیکھیں۔

(۴۸۶) **حال** ۔ بندہ کے اخلاق بہت ہی ناشائستہ ہیں اخلاق کی اصلاح کیلئے دعا فرمادیں

تحریر فرمایا یہی خیال، انشاء اللہ تعالیٰ اصلاح کی علتِ تامہ کے مثل ہے۔

(۴۸۷) **کبر کا علاج** ۔ (ا) کبر کی حقیقت سے متنبہ فرمایا جاوے تاکہ انطباق علی الافراد میں سہولت ہو۔ تحریر فرمایا کہ کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے۔ **علاج** ۔ یہ سمجھنا اگر غیر اختیاری ہے اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اسکے مقتضا پر عمل نہ ہو یعنی زبان سے اپنی تفضیل، دوسرے کی تنقیص نہ کرے دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھنا تو بلا قصد ہے لیکن اس کے مقتضائے مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت و عقوبت کا ہے اور اگر زبان سے اس کی مدح و ثنا کرے اور برتاؤ میں اسکی تعظیم تو اعون فی العلاج ہے۔

(ب) نیز اس سے آگاہ فرمایا جاوے کہ کبر میں اور تکبر و حب جاہ رعونت و شہرت میں کیا فرق ہے۔ تحریر فرمایا عبارا تنا شتی وحسنک واحد کی طرح معتد بہ فرق نہیں۔

(ج) اگر طبیعت میں صرف اپنے کو بڑا سمجھتا ہو۔ فرمایا کہ یہ عجب ہے جو حرمت میں مثل کبر کے ہے

(د) یا صرف دوسرے کو حقیر و ذلیل سمجھنا (جو اپنے کسی کمال کی وجہ سے ہو) اس کو بھی شرعاً کبر کہا جاویگا یا نہیں اور اس پر مواخذہ ہوگا یا نہیں۔ فرمایا کبر میں اصل یہی ہے۔

(س) اور اس کا شرعاً کوئی خاص نام ہے یا نہیں فرمایا اول عجب ثانی کبر۔

(ص) نیز کبر سے اجتناب کیلئے کوئی معین ہو تو مطلع فرمایا جاوے فرمایا اپنے عیوب کا استحضار دوسرے کے کمالات کا استحضار۔

(ط) رعونت و شہرت و جاہ و نخوت و تکبر کا کبر سے اگر کچھ تغایر ہے اسکو ظاہر فرمایا جاوے اور یہ پانچوں اگر آپس میں متغائر ہیں تو رعونت کیلئے علاج تحریر فرمایا جاوے اور اگر سب متحد ہیں تو سب کیلئے مشترک علاج تجویز فرمایا جاوے۔ فرمایا خواہ لغۃً کچھ فرق ہو مگر محاورات میں سب متقارب ہیں اور اگر تفاوت ہو تب بھی عجب و کبر کے علاج سے ان کا بھی علاج ہو جاتا ہے۔

(۴۸۸) **بخل کا علاج** (ا) حب مال اگر طبعاً ہو مگر اس کے مقتضا پر کہ (کسب حرام و امساک عن الواجب ہے) عمل نہ ہو معصیت نہیں اور اگر عقلاً ہو کہ مقتضائے مذکور پر

ہو معصیت ہے اور یہ مقتضا پر عمل کرنا چونکہ اختیاری ہے تو اس کی ضد بھی اختیاری ہے۔ ضد پر بہ تکلف عمل کرنا اور بار بار عمل کرنا اس داعیہ کو ضعیف کر دیتا ہے اور یہی علاج ہے۔

(ب) بسا اوقات طبیعت پر انفاق گراں ہوتا ہے ایسی صورت میں اگر انفاق کیا جاوے۔ تو ثواب نہیں ہوتا کیونکہ خلوص نہیں ہوتا اور اگر انفاق نہ کیا جاوے تو بخل ہے اس کے لئے حضرت سلمہ کچھ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان ہو۔ فرمایا بشاشت اور خلوص میں تلازم نہیں۔ بشاشت نہیں ہوتی خلوص ہوتا ہے بلکہ بوجہ گرانی مجاہدہ کا اجر بھی ملتا ہے اسلئے انفاق کرنا چاہیئے۔

(ج) دفع بخل کے لئے اگر کچھ اور معین ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایا جاوے۔ فرمایا مراقبہ واستحضار فنائے مال کا اور رجائے اجر انفاق کا۔

(۴۹۰) حب دنیا کا علاج (۱) محبت جو بدرجہ میلان ہے وہ ذمیمہ نہیں اور جو اس میلان کے مقتضا پر عمل ہو۔ اگر وہ عمل مباح ہے تو اس میں صرف انہماک مذموم ہے اور اگر غیر مباح ہے تو نفس عمل ہی مذموم ہے اور انہماک اور عمل دونوں اختیاری ہیں۔ ان دونوں کی مخالفت بار بار کرنا اس میلان کو مضمحل کر دیتا ہے یہی علاج ہے۔

انہماک کی تعریف کسی شغل مباح کا خاص اہتمام کرنا کہ وقت کا معتد بہ حصہ اس میں صرف ہو یا ایسی رقم خرچ ہو چکے خرچ کے بعد قرض یا حقوق واجبہ میں تنگی ہو جاوے یا قلب اس میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل ہو جاوے۔ یہ انہماک ہے۔

(ب) دفع حب دنیا کے علاج میں اگر اور کچھ معین ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایا جاوے تحریر فرمایا تذکرۂ موت بکثرت۔

(۴۹۱) عدم توکل علی اللہ کا علاج (۱) اسباب پر نظر زیادہ رہتی ہے، اسباب کے مفقود ہونے سے پریشانی ہوتی ہے۔ قلب میں گویا اسباب ہی پر بھروسہ رہتا ہے تحریر فرمایا یہ طبعی کیفیت ہے جس کا منشا اعتبار بالاسباب ہے۔ اس پر ملامت نہیں اس انسان اس کے ازالہ کا مکلف نہیں ہے۔ بلکہ ایسا شخص اس کا مامور ہے کہ اسباب کا تہیہ رکھے تاکہ قلب مشوش نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سال بھر کا ذخیرہ کر کے اس کو سنت کر دیا۔

(ب) توکل کا یہ درجہ کہ اسباب پر نظر زیادہ نہ ہو مستحب ہے واجب نہیں اول تمام اخلاق جمیدہ سے فراغت کر لی جاوے پھر مستحبات کا سلسلہ شروع ہو، یہ کا وقت ہوگا۔ اس

وقت معلوم ہوگا کہ ان کا زیادہ حصہ تو واجبات کے ساتھ ہی ساتھ حاصل ہوگیا اور بہت ہی کم حصہ باقی رہ جائے گا جو ادنیٰ اہتمام سے راسخ ہو جائے گا۔ اس وقت صرف اس حصہ کا طریق عرض کر دیا جائے گا۔

(۴۹۲) تحصیل خوف مامور بہ کا طریقہ اور اسکی حقیقت (۱) احتمال المکروہ من العتاب والعقاب اصل ہے خوف کا اور اس کا استحضار اختیاری ہے اسی طرح اس کے مقتضا پر عمل کرنا یعنی کف عن المعاصی اختیاری ہے اس کف میں اولاً تکلف ہوتا ہے مگر اس کے تکرار سے تکلف کم ہو کر عادت ہو جاتی ہے پھر اس کا ملکہ ہو جاتا ہے کہ کف عن المعصیۃ سہل ہو جاتا ہے۔

(ب) حق تعالیٰ کا خوف قلب میں بالکل نہیں اور قلب میں ضعف اور جبن بیحد زیادہ ہے خوف الٰہی پیدا ہونے کی جو تدابیر ہوں ان سے بھی مطلع فرمایا جاوے۔ فرمایا کیا قلب میں یہ احتمال بھی نہیں کہ شاید معاصی پر عقاب یا عتاب ہونے لگے چونکہ یہ احتمال ضرور ہر مومن کے قلب میں ہے اسلئے خوف حاصل ہے اسی احتمال کا استحضار اور کف عن المعاصی بالاستمرار یہ خوف کو ملکہ بنا دیتی ہیں اور یہی استحضار و کف عن المعاصی خوف کا قوی معین بھی ہے۔

(۴۹۳) تحصیل صبر کا طریق (۱) مصائب کا تحمل قلب پر بہت ہی گراں ہوتا ہے بلکہ کوئی بات خلاف طبع پیش آجائے اس سے قلب میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور قلب میں اس کی وجہ سے طرح طرح کے وساوس پیدا ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ حضرت اقدس اس کے لئے علاج مرحمت فرمائیں گے۔ تحریر فرمایا نہ سبب مذموم ہے نہ مسبب، دونوں غیر اختیاری ہیں ولا ذم مالا اختیار فیہ۔ اس لئے ضرورت معالجہ کی نہیں البتہ حدود شرعیہ سے بالاختیار تجاوز کرنا یہ مذموم ہے اور بے صبری اسی کا نام ہے۔

(ب) صبر کی حقیقت شرعیہ سے بھی مطلع فرمائیںگے۔ تحریر فرمایا حبس النفس علی ما تکرہ عما یکرہ شرعاً یعنی نفس کی ناگوار باتوں کو تحمل کرنا اس طرح کہ حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہونے پاوے یعنی جزع فزع اور خلاف شرع اقوال سے بچنا۔

(ج) بے چینی اور طبعی اضطراب گو شرعاً مذموم نہیں مگر نفس کو اس سے تکلیف ہوتی ہے تحریر فرمایا کہ اس تکلیف کا معالجہ فن کی غرض سے خارج ہے۔

(د) بسا اوقات اس کی وجہ سے دینی امور فرائض و واجبات میں خلل واقع ہونے لگتا ہے۔ فرمایا خلل غیر اختیاری یا اختیاری۔

(س) جو مصیبت قلب پر عادۃً شاق ہوتی ہے جیسے والدین یا اولاد کا انتقال۔ اگر کسی کو بوجہ قساوت کے ایسے مصائب پر کچھ گرانی قلب پر نہ ہو تو ایسی صورت میں نہ اس کو تکلیف ہوگی اور نہ صبر اور نہ اس پر ثواب۔ ایسی صورت میں تحصیل ثواب کی کیا صورت ہے۔ یا یہ شخص اس مصیبت پر صبر کے ثواب سے محروم رہے گا۔ تحریر فرمایا کہ یہ عزم رکھنا کہ اگر مصیبت پر قلق ہو تو صبر کروں گا۔ یہ بھی تحصیل ثواب صبر کے لئے کافی ہے۔

(ص) مصائب کے وقت حقوق شرعیہ میں خلل کبھی تو اختیاری ہوتا ہے فرمایا کہ اس کا تدارک تو اختیاری ہے۔ تدارک کرنا چاہیئے۔

(ط) کبھی غیر اختیاری کہ قلب ایسی پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ذہول اور غفلت کی وجہ سے دوسری طرف توجہ نہیں ہوتی۔ فرمایا تو اس سے کوئی ضرر دینی نہیں۔ اور ہتم بالشان ایسے ہی ضرر سے بچنا ہے۔

(۴۹۴) میرے نزدیک قساوت کی تفسیر یہ ہے کہ (ا) طاعت کی طرف طبیعت کی رغبت نہیں تحریر فرمایا طبعی یا قصدی استحضار سے۔

(ب) اور نہ معاصی سے طبیعت میں نفرت ہے۔ تحریر فرمایا طبعی یا قصدی استحضار سے۔

(ج) بلکہ بسا اوقات طاعات واجبہ مخلوق کے خوف سے اور ان کے طعن و لعن کے ڈر سے ادا ہوتی ہے۔ فرمایا یہ تو ریا ہے۔

(س) اور طاعات کی طرف نہ طبعی رغبت ہوتی ہے اور نہ قصدی استحضار سے اور ایسے ہی معاصی سے نفرت۔ فرمایا رغبت و نفرت طبعیہ غیر مطلوب ہے، رغبت و نفرت اعتقادی کافی ہے اور یہی مامور بہ ہے اس کے مقتضا پر بار بار عمل کرنے سے اکثر طبعی رغبت و نفرت بھی ہو جاتی ہے اگر نہ ہو تو بھی مضر نہیں۔

(ص) قساوت سے مقصود بندہ کا یہ ہے کہ جیسے بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ حالت صلوٰۃ میں رونے لگتے ہیں۔ قرآن شریف پڑھنے میں رونے لگتے ہیں۔ وعظ میں وعید کے مضامین سن کر رقیق القلب ہو کر گریہ و بکا میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ احقر کو نہ نماز میں رونا آتا ہے نہ قرآن پڑھنے سننے سے رقت قلب ہوتی ہے۔ یہ حالت اگر غیر محمود ہے تو حضرت والا اس کے لئے علاج ارشاد فرمادیں۔ فرمایا یہ امور غیر اختیاریہ ہیں اور ایسے امور میں غیر محمود کا تحقق ہی نہیں ہوتا۔

(۴۹۵) شکر کی حقیقت | جو حالت طبیعت کے موافق ہو خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری اس حالت کو دل سے خدائے تعالیٰ کا عطیہ اور نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی لیاقت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کو جوارح سے گناہوں میں نہ استعمال کرنا یہ شکر ہے۔

تحصیل شکر کا طریق | اس کی ماہیت کے اجزار سب افعال اختیاریہ ہیں، ان کو بہ تکرار صادر کرنا یہی طریقہ تحصیل اور یہی طریقہ تسہیل ہے۔

(۴۹۶) زہد۔ اس کی ماہیت قلت رغبت فی الدنیا ہے۔ طریق تحصیل مراقبہ اسکے فانی ہونے کا اور غیر ضروری کی تحصیل میں انہماک نہ کرنا اور طریق تسہیل ہے صحبت زاہدین کی اور مطالعہ حالات زاہدین کا۔

(۴۹۷) احقر کو حق تعالیٰ کی ذات بابرکات سے امید ہے کہ حضرت کی دعا اور توجہات سے احقر ناکارہ خلائق کی اصلاح ان شاء اللہ تعالیٰ ہو جاوے گی۔

جواب تحریر فرمایا کہ میں کیا چیز ہوں مگر حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے سب امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۴۹۸) صدق و اخلاص | جس طاعت کا ارادہ ہو اس میں کمال کا درجہ اختیار کرنا یہ صدق ہے اور اس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ کرنا یہ اخلاص ہے اور یہ موقوف ہے مابہ الکمال کے جاننے پر اسی طرح غیر طاعت کے جاننے پر اس کے بعد صرف نیت اور عمل خیر داخبر رہ جاتا ہے اور یہ دونوں (نیت وعمل) اختیاری ہیں۔ طریق تحصیل تو اسی سے معلوم ہوگیا۔ آگے رہا معین وہ استحضار ہے وعدہ و وعید کا اور مراقبہ نیت کا۔ مثال صدق کی نماز کو اس طرح پڑھنا جس کو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اس کو مع آداب ظاہرہ و باطنہ کے ادا کرنا۔ علیٰ ہذا تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے تبلایا ہے اسکو اختیار کرنا۔ مثال اخلاص کی نماز میں ریا کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے۔ رضائے غیر حق کا قصد نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے اور اس کے متعلقات ظاہر ہیں۔

(۴۹۹) اخلاص اور خشوع خضوع کا فرق | اخلاص راجع ہے نیت کی طرف اور خشوع خضوع سکون ہے جوارح و قلب کا حرکات منکرہ ظاہرہ و باطنہ سے۔ اگرچہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو پس اخلاص خشوع سے مفارق ہو سکتا ہے۔

(۵۰۰) مراقبہ نیت یہ ہے کہ اس کی دیکھ بھال رکھی جاوے کہ میری نیت غیر طاعت تو نہیں

(۵۰۱) وساوس جو غیر طاعت کے بلا اختیار پیش آتے ہیں ان کے دفع کرنے کا کیا علاج ہے
جواب تحریر فرمایا کہ وساوس مخل نہیں اخلاص میں۔ اول تو وہ غیر اختیاری، دوسرے نماز سے وہ مقصود تو نہیں۔

(۵۰۲) ارادہ صلوٰۃ کے وقت قبیل از تحریمہ ہر چند اس کی کوشش کرتا ہوں کہ غیر طاعت کا وسوسہ قلب میں نہ آوے مگر پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ تحریر فرمایا تو مخذور کیا ہوا۔ اخلاص کے خلاف نہ ہونا اوپر معلوم ہوا۔ البتہ اگر قصداً ہوں تو صدق کے خلاف ہیں۔ مگر جب بلا قصد ہوں تو خلاف صدق بھی نہیں۔

(۵۰۳) اور بسا اوقات قطع تحریمہ کی نوبت آجاتی ہے۔ فرمایا یہ تو حرام ہے۔

(۵۰۴) اور مکرر سہ کرر نیت اور استحضار کرنا پڑتا ہے۔ اس خیال سے کہ تحریمہ کے وقت نیت نہیں ہوئی اور عزم نہیں ہوا یا تحریمہ کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔ فرمایا نیت فعل اختیاری ہے۔ اس وقت دوسری طرف توجہ قصد و اختیار سے نہ ہونا چاہیے اور بلا اختیار منافی نیت نہیں۔

(۵۰۵) اخلاص و خشوع کے فرق کے بیان میں | جو حضرت اقدس کا ارشاد ہے
(اگرچہ ان حرکات میں نیت غیر طاعت کی نہ ہو) اس میں اتنا شبہ ہے کہ جب وہ حرکات منکرہ ہیں تو ان میں نیت طاعت کی ہو ہی نہیں سکے گی۔ ان میں تو بہر صورت نیت غیر طاعت ہی ہوگی۔ تحریر فرمایا لازم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ کسی چیز کی بھی نیت نہ ہو عبث حرکات ہوں جو بے پروائی یا عادت کے سبب صادر ہوں خواہ جوارح کے حرکات ہوں یا قلب کے۔

(۵۰۶) کسی طاعت میں غیر طاعت کا تو قصد نہ ہو مگر دوسری طاعت کا قصد ہو جیسے نماز کی حالت میں ریا کا قصد نہیں اور نہ کسی اور شغل غیر طاعت کا قصد ہے مگر نماز کی حالت میں کوئی قصداً کسی شرعی مسئلہ کا مطالعہ کرتا ہے یا کسی اور سفر طاعت کا نظام قصداً سوچتا ہے (اگرچہ نماز سے قصد و غرض نظام سفر سوچنے کا نہ تھا) جواب تحریر فرمایا یہ مسئلہ دقیق ہے۔ قواعد سے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ اس وقت دو حدیثیں میری نظر میں ہیں ایک مرفوع جس میں یہ جزو ہے صلی رکعتین مقبلا علیهما بقلبه دوسری موقوف حضرت عمرؓ کا قول جس میں یہ جزو ہے انی لاجهز جیشی وانا فی الصلوٰۃ مجموعہ روایتین سے

اخلاص کے دو درجے مفہوم ہوئے ایک یہ کہ جس طاعت میں مشغول ہے اسکے غیر کا قصداً استحضار بھی نہ ہو اگرچہ وہ بھی طاعت ہی ہو۔ دوسرا درجہ یہ کہ دوسری طاعت کا استحضار ہو جاوے (بلا قصد یعنی جیسے نماز سے قصد تجہیز جیش کا نہ تھا اور ہو گیا) دونوں میں یہ امر مشترک ہے کہ اس دوسری کا اس طاعت مشغول فیہا سے قصد نہیں ہے مثلاً نماز پڑھنے سے یہ غرض نہیں ہے کہ نماز میں یکسوئی کے ساتھ تجہیز جیش کرینگے پس حقیقت اخلاص تو دونوں میں یکساں ہے اس میں تشکیک نہیں عوارض کے سبب ان میں تفاوت ہو گیا اور درجہ اولیٰ اکمل ہے اور دوسرا درجہ اگر بلا عذر ہے تو غیر اکمل ہے، اور اگر عذر سے ہے تو وہ بھی اکمل ہے جیسے حضرت عمرؓ کو ضرورت تھی اور اس کا معیار اجتہاد ہے لیکن ہر حال میں اخلاص کے بالکل خلاف نہیں البتہ خشوع کے خلاف ہونا نہ ہونا نظری ہے۔ میرے ذوق میں بصورت عذر خلاف خشوع بھی نہیں اگر ضرورت ہو (اسی کو اوپر عذر کہا گیا ہے)، اب اس پر سوال کو منطبق کر لیجئے۔

(۵۰۷) خشوع اور اخلاص کا دوسرا دقیق مسئلہ مع جواب | یا نماز صرف اس غرض سے پڑھتا ہے کہ کوئی ناواقف آدمی میری اس نماز کو دیکھکر اپنی نماز درست کر لے، ایسی طاعت کا قصد نماز میں مخل اخلاص ہے یا نہیں۔ تحریر فرمایا اس میں خود نماز سے مقصود غیر نماز ہے۔ اس میں بظاہر خلاف اخلاص ہونے کا شبہ ہو سکتا ہے مگر میرے ذوق میں اس میں تفصیل ہے کہ شارع کیلئے تو یہ خلاف اخلاص نہیں کیونکہ وہ اس صورت تبلیغ کے مامور ہیں اور غیر شارع کے لئے مامور بہ نماز میں خلاف احتیاط ہے اور خاص تعلیم کے لئے مستقل نماز کا حرج نہیں۔

(۵۰۸) قبولیت ہدیہ میں حضرت والا کا طرز | کئی مرتبہ طبیعت کا تقاضا ہوا کہ حضرت سلمہ کیلئے کوئی تھوڑی سی چیز بطور ہدیہ حاضر خدمت کروں لیکن چونکہ حضرت کی طبیعت مبارک کے خلاف ہے اسلئے پیش کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور نہ عرض کرنے کی ہمت ہوئی۔ درخواست ہے کہ اگر حضرت والا اجازت فرمائیں تو صرف دو روپیہ کی کوئی چیز (جو حضرت سلمہ پسند فرمائیں) اپنے ساتھ لا کر حاضر خدمت کروں۔ یا اگر احقر کا حاضر ہونا کسی عذر سے ملتوی ہو گیا تو کسی ایسے شخص کے ہاتھ بھیجدوں جو حضرت سلمہ کا خادم ہو۔ تحریر فرمایا۔ حجاب بھی ہوتا ہے۔ مگر آپ کے تبرک سے محرومی بھی گوارا نہیں کوئی خاص چیز ذہن میں نہیں بے تکلف عرض ہے کہ نقد انفع ہے مگر اس سے نصف یعنی ایک روپیہ۔

(۵۰۹) رضا بالقضاء | اس کی حقیقت ترک اعتراض علی القضاء ہے اگر الم کا احساس

ہی نہ ہو تو طبعی رضا ہے اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے اور اول حال ہے جس کا عبد مکلف نہیں اور ثانی مقام ہے جس کا عبد مکلف ہے۔ تدبیر اس کی تحصیل کی استحضار رحمت و حکمت الٰہیہ کا واقعات خلاف طبع میں۔

(۵۱۰) **توکل مستحب** اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے، فطرۃً قوت قلب اور حقوق واجبہ کا ذمہ نہ ہونا یا اہل حقوق کا بھی ایسا ہی ہونا۔ اگر کسی میں یہ شرائط متحقق نہ ہوں تو واجب پر اکتفا کیا جاوے اور اس سے زائد کی دعا کی جاوے خود قصد نہ کیا جاوے۔

(۵۱۱) **تعلیم فنا** مجلس حضرت والا میں ایک شخص نے حضرت والا کی تقریر پر بطور تصدیق کچھ کہہ دیا تھا۔ تنبیہ فرمائی کہ بہت دن سے میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے اندر فنا کی شان بالکل نہیں۔ مجلس میں اپنے آپ کو بالکل فانی محض بنا کر بیٹھنا چاہیئے جس کو آدمی اپنا بڑا سمجھے اس کے سامنے کسی قول کے تصدیق کرنے کے قابل بھی نہ سمجھنا چاہیئے۔ دوسرے کے قول کی تصدیق بھی وہی کرتا ہے جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے ؎

در محفلے کہ خورشید اندر شمار ذرہ است خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد

لیکن اگر قرائن حالیہ سے خطاب کرنیوالے کی اجازت متیقن ہو تو بقدر ضرورت مضائقہ نہیں۔

(۵۱۲) ایک صاحب نے بعض امور کی نسبت عرض کیا کہ سیکڑوں مرتبہ انکے ترک کا ارادہ کیا اور ہر بار یہ ارادہ ٹوٹتا رہا حتی کہ اب ارادہ کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ جواب میں تحریر فرمایا۔ بے جی چاہے ہی کرنا چاہیئے وہ خالی نہیں جاتا خدا جانے کس وقت اس کے اثر کا ظہور ہو جاوے۔ یقین فرمایئے کہ الحمدللہ اس سے مردہ ہمت میں تازہ جان آگئی۔

(۵۱۳) **نمایاں وصف حضرت والا** حضرت والا کے عادات و اخلاق میں سب سے نمایاں وصف بے تکلفی اور ضبط انتظام ہے۔ محض تکلف یا عام رسم و رواج کی خاطر کوئی ایسی بات نہ پسند فرماتے ہیں اور نہ اختیار فرماتے ہیں جو اپنے یا دوسرے کیلئے بار خاطر یا حقیقی نفع کے منافی ہو۔ تکلف میں سراسر تکلیف کے باوجود لوگ اسی کو خوش اخلاقی سمجھتے ہیں۔ حضرت کو اس خوش اخلاقی سے نہ صرف بالطبع بُعد معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ اکثر صورتوں میں تعلیم و تربیت کے مصالح بھی اس کے مقتضی نہیں ہوتے۔ لیکن چونکہ لوگ عام طور سے تکلف و تصنع ہی کے عادی و دلدادہ بن گئے ہیں۔ اس لئے حضرت کی معاشرت میں بعض باتیں غیر مانوس نظر آتی ہیں اور غلط فہمی کا باعث بن جاتی ہیں۔ مثلاً۔ لوگ کثرت سے حاضر ہوتے رہتے ہیں جن کی عام طور سے

مہمانداری کا اہتمام حضرت والا نے اپنے ذمہ نہیں رکھا ہے۔ ابتدا میں کچھ دن رکھا تھا مگر حضرت کی طبیعت و طریقہ سے جو لوگ واقف ہیں جانتے ہیں کہ چھوٹا بڑا جو کام بھی اپنے ذمہ قبول فرما لیتے ہیں اس کا پورا اہتمام و حق بھی ادا فرماتے ہیں جسکا اثر لازماً ارشاد و افادہ کی ان خدمات پر پڑتا تھا جو حاضر ہونے والوں کا اصل مقصود ہوتا ہے۔

(۵۱۴) حضرت والا کی ہر بات میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ حضرت والا اکثر خصوصاً جب ایک سے زائد وقت کا مہمان ہو تو تکلف ہم طعامی کا نہیں فرماتے۔ تکلف پسند مہمانوں کو یہ بات گراں ہو سکتی ہے۔ ایک مرتبہ خود ہی فرمایا کہ میزبان کے ساتھ مہمان بے تکلف ہو کر نہیں کھاتا۔ اندازہ کرنا چاہیئے کہ جب ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں ایسی دقیق رعایتیں فرماتے تھے تو مہمات امور میں کیا کیا حکمتیں نہ پیش نظر رہتی ہوں گی۔

(۵۱۵) جو لوگ ہر جگہ رسمی تکلفات یا مصنوعی خوش اخلاقیوں کی تلاش میں رہتے ہیں ان کو تو یقیناً حضرت کے ہاں بعض امور اجنبی معلوم ہوں گے جن کو وہ ناسمجھی یا غلط فہمی سے خدا جانے کس کس چیز پر محمول کریں گے۔ لیکن جو شخص کسی اد طبیعت کی تلاش میں حاضر ہوتا ہے وہ تو دبلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ حضرت کی ساری معاشرت کو حکمت و مصلحت پر مبنی پائیگا اور نام نہاد تشدد کے بجائے ہر امر میں انتہائی راحت و سہولت محسوس کریگا۔

(۵۱۶) مکالمہ وقف کمیٹی متعلق تجویز قانون نگرانی اوقاف۔ حضرت والا نے اس کمیٹی سے صاف فرما دیا کہ چونکہ وقف مذہبی فعل ہے اسلیئے اسکے اندر غیر مسلم کا دخل دینا خود مذہبی دخل اندازی ہے اور مذہبی دست اندازی کی درخواست کرنا اور کسی طرح سے اس مداخلت کی کوشش کرنا صاف جرم ہوگا۔ جیسے کہ نماز ایک خالص مذہبی فعل ہے اس کے اندر کسی طرح جائز نہیں کہ غیر مسلم کو دخیل بنایا جائے اسی طرح یہ بھی جائز نہ ہوگا کہ وقف میں کسی غیر مسلم سے دست اندازی کی درخواست کی جاوے یا کوئی ایسی کوشش کی جاوے کہ وہ غیر مسلم وقف کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو۔ اس کے جواب میں ایک مشہور بیرسٹر صاحب نے جو وفد کی طرف سے گفتگو کے لئے تجویز ہوئے تھے اور جو جرح کے اندر اسقدر لائق شمار ہوتے ہیں کہ لوگ ان کو جرح کا بادشاہ کہتے ہیں انہوں نے کہا معاف فرمایئے نماز میں اور وقف میں فرق ہے اسلیئے کہ نماز کا تعلق مال سے نہیں ہے اور وقف کا تعلق مال سے ہے اور اسوقت چونکہ متولیوں کی حالت خراب ہو رہی ہے اس لئے اوقاف کے اندر وہ بڑی گڑبڑی کرتے ہیں۔ اس کی آمدنی مصارف

میں صرف نہیں کرتے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اچھا اگر آپ کے نزدیک نماز کی تنظیر ٹھیک نہیں تو زکوٰۃ ہی کو لے لیجیے یہ ایک خالص مذہبی فعل ہے اور اس کا تعلق مال سے بھی ہے اور بہت سے مسلمان ویسے بھی ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتے مگر چونکہ مذہبی فعل ہے اس لئے اس میں غیر مسلم کی مداخلت جس قسم کی بھی ہو ناجائز ہے۔ بیرسٹر صاحب نے کہا اچھا صاحب نکاح اور طلاق بھی آپ کے نزدیک خالص مذہبی فعل ہے یا نہیں۔ حضرت والا نے فرمایا۔ جی ہاں۔

بیرسٹر صاحب نے کہا۔ بہت اچھا اگر ایک عورت کو شوہر نے طلاق دے دی مگر اب وہ عورت اس مرد سے جدا ہونا چاہتی ہے اور مرد اس کو جانے نہیں دیتا بلکہ روکتا ہے اور طلاق سے انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں کیا اس عورت کو جائز نہیں کہ عدالت غیر مسلم میں اس کے متعلق استغاثہ دائر کرے اور شہادت سے طلاق کو ثابت کر کے حکومت سے اپنی آزادی میں مدد حاصل کرے تو دیکھئے نکاح و طلاق مذہبی فعل ہیں مگر اس میں غیر مسلم کا دخل جائز ہوا۔

حضرت والا نے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا یہاں دو چیزیں جدا جدا ہیں، ایک تو وقوعِ طلاق اور ایک اثر طلاق، یعنی وہ حق جو اس عورت کو مرد کے طلاق دیدینے سے حاصل ہو گیا ہے اور مرد اس حق کو چھیننا چاہتا ہے جس میں عورت کا ضرر ہے تو یہاں وہ عورت غیر مسلم کا دخل قصداً خود طلاق میں نہیں چاہتی بلکہ طلاق سے جو اس کو حق آزادی حاصل ہے جس کے استعمال نہ کر سکنے سے اس کو ضرر پہنچتا ہے اس ضرر کو دفع کرنے کیلئے وہ عورت عدالت سے مدد چاہتی ہے۔ بیرسٹر صاحب نے کہا معاف کیجئے اسی طرح ہم یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے یہاں عورت کا ضرر ہے اسی طرح اوقاف کے اندر گڑبڑ ہونے میں مساکین کا ضرر ہے تو جیسے وہاں اس ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کے دخل کو جائز رکھا گیا ہے اسی طرح یہاں اوقاف میں ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کا دخل جائز ہونا چاہیئے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا وہاں تو شوہر کے حبس سے اس عورت کا ضرر ہے اور یہاں اوقاف میں متولی کی خیانت سے مساکین کا ضرر نہیں بلکہ صرف عدم النفع ہے۔ ضرر اور چیز ہے اور عدم النفع اور چیز ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے مثلاً آپ کی جیب میں ایک سو روپیہ کا نوٹ تھا ایک شخص نے وہ آپ سے چھین لیا تو یہ آپ کا ضرر ہوا اور اگر میں آپ کو ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں مگر کوئی اس نوٹ کو دینے سے منع کر دے تو اس میں آپ کا ضرر کچھ نہیں ہوا بلکہ صرف عدم نفع ہوا۔ اس پر سب لوگوں نے بیساختہ سبحان اللہ اور صل علی کہنا شروع کیا اور بیرسٹر صاحب خاموش ہو گئے۔

نقل یادداشت متعلق تجویز قانون نگرانی جو بوقت مکالمہ وقف کمیٹی بماہ شوال ۵۸ھ ان کو لکھ کر دی گئی۔

۱۔ وقف کرنا ایک مالی عبادت ہے اور خالص عبادت ہے جیسے زکوٰۃ دینا مالی عبادت ہے اور خالص عبادت ہے، ردالمحتار وکذا علی العتق والوقف والاضحیہ الخ

۲۔ گو وقف کا نفع بعض اوقات عباد کو بھی پہنچتا ہے، جبکہ ان عباد کیلئے کوئی استحقاق مقرر کر دے مگر تب بھی وقف خالص عبادت رہے گا معاملہ نہ ہوگا۔ جیسے زکوٰۃ خالص نفع عباد ت کیلئے ہی موضوع ہے ہر دوسرے مصارف مساجد وغیرہ میں صرف نہیں ہو سکتی بخلاف وقف کے کہ وہ ان مصارف میں بھی شرط واقف کے موافق صرف ہو سکتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ کا تعلق عباد کے ساتھ بہ نسبت وقف کے زیادہ ہے، مگر باوجود اس کے زکوٰۃ خالص عبادت ہے معاملہ نہیں، بس وقف خالص عبادت ہونے میں زکوٰۃ سے بھی زیادہ ہے اور بدرجہ اولیٰ معاملہ نہیں۔

۳۔ جب وقف مثل زکوٰۃ کے بلکہ زکوٰۃ سے بھی زیادہ خالص عبادت ہے اس میں کسی خرابی کا ہونا ایسا ہوگا جیسے زکوٰۃ میں کسی خرابی کا ہونا اور اس خرابی کی اصلاح کے لئے گورنمنٹ کا دخل دینا ایسا ہوگا جیسے زکوٰۃ کی خرابی کی اصلاح کے لئے گورنمنٹ کا دخل دینا۔

۴۔ زکوٰۃ میں ایسا دخل دینا یقیناً دخل فی المذہب ہے، اسی طرح وقف میں دخل دینا دخل فی المذہب ہوگا خواہ خود دخل دیا جائے خواہ کسی کی درخواست پر دخل دیا جائے۔

۵۔ باقی یہ سوال کہ پھر وقف کی خرابیوں کا کیا انسداد ہو، ایسا ہے جیسا یہ سوال کیا جائے کہ اگر کوئی نماز یا روزہ یا حج یا زکوٰۃ میں کوتاہی کرے، اس کا کیا انسداد ہے۔ کیا اس کے جواب میں کوئی شخص یہ تجویز کر سکتا ہے کہ گورنمنٹ کو ان کوتاہیوں پر جرمانہ وغیرہ مقرر کرنے کا حق ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ اس کا انتظام مسلمان بطور خود کر سکتے ہیں، خواہ اس کو افہام تفہیم کریں، خواہ اس کو تولیت سے معزول کرے جبکہ واقف نے ان کو اس قسم کا اختیار دیئے ہوں، خواہ اس سے قطع تعلق کرے۔ اگر ایسا نہ کریں تو ان کو کوتاہی ہوگی، گورنمنٹ کو پھر دخل دینے کا حق نہیں۔

نوٹ۔ نگرانی وقف کے متعلق جو سوالات دائر سائر ہیں، وہ اس پر مبنی ہیں کہ وقف عبادت نہ ہو، جب اس کا عبادت ہونا محقق ہوگیا، اب سوالات کی گنجائش نہ رہی، اس لئے ان کے جوابات کی بھی حاجت نہ رہی۔

معروضات متعلقہ تحقیق مسائل جو مکالمہ کیلئے بطور اصول موضوعہ ہیں

۱۔ مسائل کا جواب عرض کرنے کے لئے میں حاضر ہوں مگر مشورہ و مصلحت کے متعلق کچھ عرض کرنے سے میں اس لئے معذور ہوں کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں۔

۲۔ مسائل بعضے عین وقت پر مستحضر نہیں ہوتے ان کے جواب سے معذور ہوں گا۔ البتہ اگر ان کی یادداشت لکھ کر مجھ کو دیدی جائے تو کتابیں دیکھ کر اطمینان سے جواب دے سکتا ہوں۔

۳۔ مسائل پر اگر کچھ شبہات ہوں تو ان کا جواب دینا ہم لوگوں کے ذمہ نہیں، کیونکہ ہم لوگ مسائل کے ناقل ہیں، بانی نہیں، جیسے قوانین کے متعلق اگر کوئی شبہ یا خدشہ ہو اس کا جواب مجلس قانون ساز کے ذمہ ہے، جج یا وکیل کے ذمہ نہیں۔

(۵۱۷) حب جاہ کا مرض بڑا خبیث ہے۔ فرمایا حب جاہ کا مرض بھی بڑا ہی خبیث اور منحوس مرض ہے، اس کی بدولت یہاں تک نوبت آگئی ہے کہ لوگ حسب نسب تک بدل دینے کو تیار ہیں، ان لوگوں کو خبط سوار ہے، ورنہ عزت اور ذلت تو کمال اور عدم کمال پر موقوف ہیں۔

(۵۱۸) تعلیم استغناء عن الاعراء۔ فرمایا کہ اہل علم پہلے زمانہ میں جو ہوئے ہیں ان میں استغناء کی شان ہوتی ہے۔ اب تو جس کو دیکھو امراء کے دروازوں پر نظر آتے ہیں پہلے فقر و فاقہ کو اپنا زیور سمجھتے تھے، دنیا سے نفرت اور دین سے رغبت اور اسی میں مشغولی رہتی تھی، اسی کی برکت تھی، اب جب سے اپنے بزرگوں کا مسلک اور مشرب چھوڑا دیسے ہی ذلیل و خوار ہیں، ایک غلام مصطفیٰ نامی کانپور میں مولوی ہیں، بڑے دلیر ہیں، ایک بڑے انگریز لفٹنٹ گورنر کے پاس پہنچے ملاقات ہوئی کہا کہ کیا مولویوں کا آپ کے یہاں کوئی حق نہیں، کیا یہ آپ کی رعیت نہیں لفٹنٹ گورنر نے کہا کہ حق ہے، حق کیوں نہ ہوتا۔ آپ فرمائیے بات کیا ہے، کہا کہ نوکری دلوائیے۔ کہا کہ نوکری بہت مگر آپ کو ایک نیک اور مفید مشورہ دیتا ہوں کہ آپ عالم ہیں، آپ کو اللہ نے علم دین عطا فرمایا ہے، آپ ان کے بھروسہ پر کسی مسجد میں بیٹھ کر درس دیجئے، آپ کے شان کے لئے یہی شایاں ہے ہمارے یہاں کی نوکری آپ کی شان کے خلاف ہے۔ اللہ آپ کے کفیل ہوں گے اس کے بعد اپنے خدمتگار کو اشارہ کیا وہ ایک کشتی میں پچاس روپیہ لے کر حاضر ہوا، لفٹنٹ گورنر نے وہ کشتی اپنے ہاتھ میں لے کر نہایت احترام و ادب سے ان مولوی صاحب کے سامنے پیش

کی۔ یہ قبول فرمالیجئے۔ انھوں نے کہا کہ آپ کے مشورہ پر عمل کرنے کی نیت کر چکا ہوں کہ اب تو اللہ ہی دے گا تو لوں گا، اس مشورہ پر یہیں سے عمل شروع کرتا ہوں، اس لئے یہ نہ لوں گا کس قدر حوصلہ کی بات ہے، میں نے سن کر کہا کہ اتنی ہی کمی نکلی میں اگر ہوتا لے لیتا، اس لئے کہ دین پر نیت کر لینے ہی کی خلوص کی برکت تھی کہ اللہ نے وہیں سے کفالت شروع کر دی۔ وہ بھی تو اللہ ہی دلوا رہے تھے وہ بیچارہ کیا دیتا۔ غرض کہ اہل علم کو استغناء کی سخت ضرورت ہے، خصوص امراء کے دروازوں سے تو ان کو بالکل ہی اجتناب چاہئے اس میں دین، علم دین، اہل دین سب کی ذلت ہے مجھ کو تو بڑی نفرت ہے۔ میں تعلق کو منع نہیں کرتا تملق کو منع کرتا ہوں، یہ اہل علم کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔ مگر کس طرح دل میں ڈال دوں۔

(۵۱۹) فرمایا کہ خدمت سے اسوقت راحت ہوتی ہے جبکہ روح کو تکلیف نہ ہو۔

(۵۲۰) پیر کو بھی مرید پر سیاست کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ اگر لوہار لوہے کی رعایت کرے، اس کو بھٹی میں نہ دے اور اس پر گھن نہ بجائے تو پھر اس کے کھرپے، پھاوڑے، گنڈاسے پھالی کیسے بن سکتے ہیں یا اگر سنار چاندی کے ساتھ رعایت کرے، اور جنتری میں دے کر نہ کھینچے اور کٹھالی میں رکھ کر نہ دھونکے تو کیسے زیور بن سکتا ہے۔

(۵۲۱) وقف جگہ میں زیادہ زمین گھیرنا جائز نہیں۔ فرمایا کہ ایک شخص پختہ قبر بنانا چاہتا تھا، میں نے سوال کیا کہ زمین ملک کس کی ہے کہا کہ وقف ہے میں نے کہا کہ وقف جگہ میں زیادہ زمین گھیرنا جائز نہیں، اگر کسی ایک شخص کی ملک ہوتی تو جگہ اس کی اجازت سے گھیر سکتے ہیں، لیکن پختہ قبر بنانا پھر بھی ایک فعل زائد ہوتا۔

(۵۲۲) زندہ دلی اور مردہ دلی کی شناخت۔ فرمایا کہ مسلمانوں کے شرکت سے ہر کام میں رونق ہو جاتی ہے، اس لئے کہ یہ زندہ دل ہیں اور ان کے زندہ دل ہونے کی ایک یہی پہچان ہے کہ اگر اس پر حوادث بھی آتے ہیں تب بھی ایمانی قوت کی وجہ سے ان کی زندہ دلی نہیں جاتی اور باقی جتنی اور قومیں ہیں وہ بوجہ محبت دنیا کے مردہ دل ہیں، ان کے مردہ دلی کی ایک یہی پہچان ہے کہ حوادث کے وقت بدحواس ہو جاتے ہیں، گھبرا جاتے ہیں۔

(۵۲۳) فرمایا کہ جس طرف عوام الناس ایک دم چل پڑیں، کچھ لوگ دال میں کالا ہے، کیونکہ خالص حق اور دین پر چلنا نفس پر گراں ہوتا ہے اس لئے عام طور پر لوگ اس سے گھبراتے ہیں،

فرمایا کہ یہ سمجھنا ہی غلط ہے کہ

(۵۲۴) ہماری نالائقی سے سلطنت پر کفار حکمراں ہیں

کفار ہم پر سلطنت کر رہے ہیں اور ان میں کوئی لیاقت ہے، نہیں بلکہ ہمارے اندر نالائقی ہے اس وجہ سے مسلط کر دیئے گئے ہیں، اگر وہ نالائقی دور ہو جاوے تو پھر وہی معاملہ ہے۔

(۵۲۵) اتفاق کا مدار اعمال صالحہ پر ہے۔ فرمایا کہ اتفاق کا تعلق تدابیر سے ہے ہی نہیں۔ اسی لئے میں نے اس اتفاق کا بیان آج تک وعظوں میں مستقلاً بیان نہیں کیا اسلئے بیکار ہے۔ جو چیز اصل ہے اتفاق کی وہ اعمال صالحہ ہیں، اگر مسلمان ان کو اختیار کریں خود بخود اتفاق ہو جاوے گا، دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مدبر اور اتنا بڑا سامان تدبیر کا کہ نام مافی الارض کا اتفاق مگر ان سب تدبیروں کا نتیجہ اور حاصل دیکھئے کیا ارشاد ہے، ھوالذی ایدک بنصرہ وبالمومنین والف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم

(۵۲۶) زندگی میں بے لطفی اور بے مزگی کا سبب۔ فرمایا کہ بڑے لطف کی بات ہے کہ چھوٹے یہ سمجھیں کہ ہم چھوٹے ہیں اور بڑے یہ سمجھیں کہ یہ چھوٹے نہیں۔ اگر سب ایسا کریں تو بہت ہی راحت ہے، اب جو بے لطفی اور بے مزگی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ چھوٹے تو اپنے کو چھوٹا نہیں سمجھتے اور بڑے ان کو چھوٹا سمجھتے ہیں پھر لطف کہاں، بے لطفی ہی ہوگی۔

(۵۲۷) سوئیاں پکانا کھانا عید کے روز بدعت نہیں۔ فرمایا ایک بار مجھ کو عید کے روز شیر پکانے کے متعلق بدعت کا شبہ ہوا۔ میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ کو لکھا، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ایسے امور میں زیادہ کاوش نہیں کرنا چاہئے۔ لوگ بدنام کرتے ہیں۔ اور عید کے روز سوئیوں کے پکانے کو کوئی عبادت اور دین نہیں سمجھتا جس سے بدعت کا شبہ ہو۔

(۵۲۸) تکدر معلم کا نتیجہ۔ فرمایا کہ یہ سخت قاتل ہے کہ معلم کو مکدر کیا جاوے اس حالت میں خاک نفع نہیں ہوتا بلکہ پہلا نفع بھی برباد ہو جاتا ہے۔

(۵۲۹) فرمایا کہ اتفاق کے لئے عقل ضرورت ہے عقل سے کام لو، یہ تعویذ کا کام نہیں۔

(۵۳۰) اصل چیز یہی احکام ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اور اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے قلب میں دین کی محبت اور عظمت پیدا فرما دی حق کے قبول

کرنے میں اپنی کوئی مصلحت نظر میں نہیں رہتی۔ اور ہماری مصلحت ہے ہی کیا چیز۔ اصلی مصلحت تو احکام شرعیہ ہی کی ہے اور اصل چیز یہی احکام ہیں اور ہم محض اسکے تابع ہیں۔

(۵۳۱) خلاصہ تعلیم انگریزی۔ فرمایا اس منحوس تعلیم انگریزی کا یہ اثر ہے کہ اس میں بجز کبر کے اور کچھ نہیں، آپ کو بڑا سمجھتے ہیں دوسروں کو چھوٹا سمجھتے ہیں، یہ خلاصہ ہے اس تعلیم انگریزی کا۔

(۵۳۲) اہل تشیع کی درخواست بیعت کا جواب۔ بعض شیعوں نے بیعت کی درخواست کی، میں سوچ میں پڑا کہ بدوں تشیع چھوڑے بیعت کیسے ہو سکتی ہے اور تشیع کے چھوڑنے کو خصوص جبکہ میں اس درخواست کو محض رعایت مہمانداری سمجھتا ہوں کیسے کہوں، آخر میں نے کہا کہ بیعت کے کچھ شرائط ہیں جو اس جلسہ میں مفصل بیان نہیں ہو سکتے، اس کی مناسب صورت یہ ہے کہ جب میں وطن پہنچ جاؤں، اس وقت آپ مجھ سے خط و کتابت فرمائیں، میں جواب میں شرائط سے اطلاع دوں گا، اور خیال دل میں یہ تھا کہ اگر ان لوگوں نے وطن پہنچے کے بعد لکھا تو یہ جواب دوں گا کہ اس طریق میں نفع کے لئے مناسبت شرط ہے بدون مناسبت نفع نہیں ہو سکتا اور اختلاف مذہب ظاہر ہے کہ مناسبت کی ضد ہے تو نفع کی کیا صورت ہے خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ سنی ہو جاؤ تو بیعت ہو سکتے ہو۔

(۵۳۳) تقلید و بیعت کا فرق۔ ایک شیعہ نے سوال کیا کہ تقلید اور بیعت میں کیا فرق ہے، فرمایا کہ تقلید کہتے ہیں اتباع کو، اور بیعت کہتے ہیں مجاہدہ اتباع کو۔

(۵۳۴) کسی کے قلب کی گرانی گوارا نہیں۔ فرمایا کہ مجھ کو کسی طرح یہ گوارا نہیں کہ ایک منٹ ایک سکنڈ کے لئے بھی میرے وجہ سے کسی کا قلب گرانی میں مشغول ہو۔

(۵۳۵) بدتمیزی کا سبب تعلیم ناقص ہے۔ فرمایا کہ اکثر بدتمیزی کا سبب بے تعلیمی نہیں بلکہ تعلیم ناقص ہے، ورنہ یہ سب امور فطری ہیں، اگر تعلیم بھی نہ ہو تب بھی ان بدتمیزیوں کا صدور نہ ہونا چاہئے، یہ تعلیم ہی کا اثر ہے کہ بدتمیزی کرتے ہیں مگر ہے وہ تعلیم ناقص۔

(۵۳۶) نیچریت زینہ ہے الحاد کا۔ فرمایا کہ سرسید احمد خاں کی وجہ سے بڑی گمراہی پھیلی، نیچریت زینہ ہے اور جڑ ہے الحاد کی، اس سے پھر شاخیں چلی ہیں، یہ قادیانی اسی نیچریت ہی کا اول شکار ہوا۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ استاد یعنی سرسید احمد خاں سے بھی بازی لے گیا کہ نبوت کا مدعی بن بیٹھا، غلام احمد ایسا بچہ نہ تھا۔ قصداً ایسا کیا شروع میں

گو ممکن ہے کہ دھوکا ہوا ہو، لیکن آخر میں تو اپنی بات کی پچ اور اس پر ہٹ اور ضد ہو گئی تھی غرض کہ یہ پنچریت ہی سے ناشی۔

(۵۳۷) امارت میں خاصہ ہے تبعید مساکین کا۔ فرمایا کہ جس قوم کے مذہبی راہبر امیر ہوں گے۔ وہ مذہب اور قوم گمراہ ہو جائے گی، اس لئے کہ ان کو تو ضرورت قوم سے واسطہ رکھنے کی رہے گی نہیں۔ اور جب واسطہ نہ رہا تو گمراہ ہونا قریب ہے ہی، اس کا یہ سبب نہیں کہ اب واسطہ قوم سے مال کے سبب ہے بلکہ امارت میں خاصہ ہے تبعید مساکین کا۔

(۵۳۸) فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ باوجود بہت لوگوں کے ستانے کے اور بدنام کرنے کے میرے دل میں نہ کسی کے طرف سے کینہ ہے نہ کپٹ نہ بغض و عداوت۔

(۵۳۹) عجیب ثبوت اس امر کا کہ اللہ تعالیٰ بلا زبان متکلم ہیں۔ ایک نوجوان ہندو نے ایک سوال کی اجازت چاہی، میں نے اجازت دی کہنے لگا کہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ کلام اللہ خدا کا کلام ہے اور کلام ہوتا ہے زبان سے جو ایک عضو ہے، اس کے ساتھ یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ جوارح اور اعضاء سے منزہ ہیں، خدا تعالیٰ نے کلام کیسے کیا، میں نے کہا کہ زبان سے کلام کرتے ہیں تو ہم تو متکلم بواسطہ زبان کے ہوئے اور اصل متکلم زبان ہوئی تو اب اگر تکلم کے لئے زبان کی ضرورت ہے تو زبان جو متکلم ہے اس کے لئے بھی ایک زبان ہونا چاہیئے مگر اس کے زبان نہیں اور وہ پھر بھی متکلم ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ زبان کو تکلم کے لئے زبان کی ضرورت نہیں تو تعجب ہے کہ زبان جو کہ ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ اس پر قادر ہو کہ وہ بدون زبان کے متکلم ہو سکے اور خدا کو اتنی بھی قدرت نہ ہو کہ بدون زبان کے متکلم ہو سکیں، یہی تقریر آنکھ، کان سب پر جاری ہو سکتی ہے۔

(۵۴۰) نئی قسم کی بہادری میں کیا مزہ ملک و حکومت کا ملے گا۔

فرمایا کہ آج کل بہادری کی نئی قسم نکلی ہے، مار کھانا ذلیل ہونا، بھوک ہڑتال کر کے مر جانا یہ سب کچھ اس لئے کہ حکومت مل جائے۔ ایسے ذلیل کم حوصلہ لوگوں کو تو حکومت کا نام بھی نہ لینا چاہیئے پٹتے تو خود ہی پھرتے ہیں، کیا بد نصیبوں کو حکومت اور ملک کا مزہ ملے گا۔

(۵۴۱) محبت صدیقیہ کے مشابہ محبت قابل شکر ہے۔ ایک سالک نے لکھا کہ الحمد للہ حضرت سے عقیدت تو بہت پاتا ہوں، لیکن اپنے منعم و محسن سے کچھ نہ کچھ طبعی محبت

ہوجانا بھی تو معمولی انسانیت ہے، حضرت کے میرے دنیا و دین دونوں پر کتنے احسانات ہیں۔ اور پھر کتنی شفقت ہے، اس کا خیال کرتا ہوں تو اپنی قساوت قلب کی شرم سے گڑ جاتا ہوں۔ اتنی سنگدلی بھی بڑی بیماری ہے کہ مشکل سے کبھی رونا آتا ہے۔

جواب تحریر فرمایا کہ ایک محبت تھی صدیق اکبرؓ کی اور حضرت فاروق اعظمؓ کی، اور آثار دونوں کے مختلف جو وفات شریف کے وقت ظاہر ہوئے اور روایات صحیحہ سے ثابت ہیں کیا حضرت صدیق اکبرؓ کی محبت محبت نہ تھی یا غیر کامل تھی، اگر اللہ تعالیٰ کسی پر فضل فرما کر محبت صدیقیہ کے مشابہ محبت عطا فرمادے تو محل شکر ہے یا محل شکایت۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ الوان کا اختلاف ہے جس کا منشا کبھی اختلاف استعداد ہوتا ہے کبھی دوسرے اسباب، اس تفتیش کی کوئی حاجت نہیں۔ ؎

عباراتنا شتی و حسنک واحد
و کل الی ذالک الجمال یشیر

(۵۳۲) تکبر و تخجلت کا علاج۔ ایک سالک نے لکھا کہ مجھ میں حب جاہ کا مرض معلوم ہوتا ہے کہ بازار وغیرہ میں تنہا جاتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ہے۔

فرمایا کہ بہ تکلف آباد راستوں سے تنہا بازار جایا کرو۔

ایک مرتبہ اپنے اعزا میں گیا بوجہ بارش وغیرہ راستہ خراب تھا گرنے کا اندیشہ تھا اس لئے سامان کو اپنے پشت پر خلاف عادت باندھ لیا، مگر جب ان اعزا کے گھر کے قریب پہنچا تو حجاب محسوس ہونے لگا۔ ناچار بغل میں دبا لیا۔ اس حجاب سے احقر کو خیال ہوا کہ کہیں نفس کا مکر نہ ہو، اور یہ بھی خیال ہوا کہ یہ عادت کے خلاف ہونے سے ہے۔ اب حضرت تحریر فرما کر مطمئن فرمادیں کہ یہ کوئی مرض تکبر وغیرہ ہے یا خلاف عادت ہونے کا عار ہے نیز علاج تحریر فرمادیں۔

تحریر فرمایا دونوں احتمال ہیں، لیکن علاج تو شبہہ مرض میں بھی احتیاط کی بات ہے اور علاج ہے وہی بہ تکلف خلاف نفس کرنا۔

(۵۳۳) تدارک کمیت میں تماثل ضرور نہیں۔ قوت میں تماثل کافی ہے۔

اپنے سارے اعمال میں عدم اخلاص کے شبہ و قلق کا جواب۔ اپنے نفس سے سوال کرو کہ اس کوتاہی کا تدارک اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ ظاہر ہے کہ اختیاری ہے۔ ورنہ شکایت

اور قلق ہی بے معنی ٹھہرتا ہے۔ جب اختیاری ہے تو اب ماضی پر حسرت انفع واہم ہے یا مستقبل میں تدارک۔ سو ظاہر ہے کہ شق ثانی ہی متعین ہے بس تو اس کے اہتمام میں مشغول ہونا چاہیے اور شاید کسی کو پریشانی میں یہ وہم ہو کر کوتاہی کی عمر تو اتنی دراز اگر تدارک کے لئے اتنا دراز وقت نہ ملا تو تدارک کیسے ہوگا۔ سو حل اس کا یہ ہے کہ تدارک کا کمیت میں تماثل ضروری نہیں قوت میں تماثل کافی ہے۔ اور وہ بھی اختیاری ہے اور اختیاری کے ساتھ سہل بھی۔ اب اس تدارک کی تعیین باقی رہی اور اس میں کوئی کلام بھی نہیں ہو سکتا کہ عدم اخلاق کا تدارک صرف اخلاص ہے پس ماضی پر استغفار کر کے مستقبل میں اخلاص اختیار کیا جاوے جو نہایت سہل تدبیر ہے بلا ضرورت مشقت و تعب میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ؎

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع

سخت می گیرد جہاں بر مردمانِ سخت کوش

چنانچہ حدیث شریف میں ہے من شاق شاق اللہ علیہ میں بھی دعا کرتا ہوں تحصیل کی بھی تکمیل کی بھی تعدیل کی بھی تسہیل کی بھی۔

حال۔ جواب گرامی حسب توقع جامع بھی تھا اور شافی بھی تھا۔ اب عرض یہ ہے کہ خود اخلاص کا معیار کیا ہے یعنی قلب کو یہ اطمینان کیسے ہو کہ فلاں عمل خالصۃ لوجہ اللہ صادر ہوا ہے۔

تحریر فرمایا جواب کے پسند آنے سے دل خوش ہوا۔ اس کے ساتھ معیار اخلاص کے متعلق سوال کرنے پر ایک مشہور شعر یاد آگیا۔ ؎

باسایہ ترا نمی پسندم

عشق است و ہزار بدگمانی

انطباق کی تقریر یہ ہے کہ اخلاص کی حقیقت معلوم چنانچہ سوال میں اس کو ظاہر کر دیا گیا ہے کہ فلاں عمل خالصاً لوجہ اللہ صادر ہوا ہے، پھر وہ حقیقت چونکہ مثل صفات نفس کے ہے جن کا علم حضوری ہوتا ہے۔

(۵۴۵) فرمایا کہ اس راہ میں قدم رکھنا اور کچھ خلاف طبع کا برداشت نہ کرنا عجب ہے کوئی شخص ایک مردار کتیا بازاری عورت سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کیا کچھ ناز دکھلاتی ہے اور کیسی کیسی تکلیفیں دیتی ہے مگر یہ سب کو سہتا ہے برداشت کرتا ہے۔

(۵۴۵) فرمایا اللہ والوں کی شان ہی جدا ہوتی ہے۔ وہ اہل دنیا سے نفرت تو نہیں کرتے مگر اعراض رکھتے ہیں، ان کو دوسرے طرف مشغولی ہی سے کب فرصت ملتی ہے وہ تو ایک کے سوا دوسرے کسی کام ہی کے نہیں رہتے۔

(۵۴۶) فرمایا کہ میں کسی کی وجہ سے کسی حالت کا اخفا نہیں کرتا، خواہ کوئی معتقد رہے یا نہ رہے مجھ کو اس تلبیس و تصنیع سے طبعی نفرت ہے، کون مخلوق پرستی کرے، مسلمان کا ہر کام ہر بات اللہ کے واسطے ہونا چاہئے۔

(۵۴۷) فرمایا کہ معاملات میں تو سوء ظن چاہئے اور اعتقاد میں حسن ظن، اور معاملات میں سوء ظن سے مراد یہ ہے کہ جس کا تجربہ نہ ہو چکا ہو اس سے لین دین نہ کرے، روپیہ نہ دے تو اس معنی کر معاملات میں سوء ظن رکھے باقی اعتقاد میں سب سے حسن ظن رکھے، کسی کو برا نہ سمجھے

(۵۴۸) صورت مروجہ توکل ایک درجہ کی گستاخی ہے، فرمایا کہ آج کل بہت سے مسلمانوں کو توکل کا سبق یاد ہے کہ ہو رہے گا جو کچھ ہونا ہوگا تدبیر نہ کرنا مریض کی دوا نہ کرنا ان کے نزدیک توکل ہے، آدمی تدبیر کرے، دوا کرے اور پھر خدا پر بھروسہ رکھے یہ ہے اصل توکل، باقی صورت مروجہ توکل کی یہ تو ایک درجہ کی گستاخی ہے کہ خدا تعالیٰ کا امتحان لیتے ہیں کہ دیکھیں بلا اسباب بھی کچھ کریں گے یا نہیں یہ توکل کہاں ہوا۔

(۵۴۹) حضرت والا کے تحریکات سے علیحدہ رہنے کی وجہ۔ فرمایا کہ بعض تحریکات سے ہمارا علیحدہ رہنا اس وجہ نہیں کہ وہ ہم کو دوست سمجھیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ بلا ضرورت اور بدوں قوت کے خطرہ میں نہیں پڑنا چاہیے، یہ علیحدگی تو انگریزوں کے ساتھ دوستی نہیں، بلکہ اپنے ساتھ دوستی ہے، ایک انگریز کلکٹر کا خط آیا، اس میں میرے علیحدگی پر شکریہ لکھا تھا۔ میں نے جواب میں لکھا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اپنے بھائیوں کے واسطے کیا ہے، اپنا مذہبی فرض سمجھ کر ادا کیا ہے، گورنمنٹ پر کوئی احسان نہیں اس لئے آپ کے شکریہ کا مستحق نہیں، لیکن اگر اس پر بھی آپ شکریہ ادا کرتے ہیں تو میں آپ کے شکریہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اسی طرح علیگڈھ میں کلکٹر نے مجھ سے ملنا چاہا، میں نے صاف انکار کر دیا کہ میں آپ سے ملنا اپنی مصلحت کے خلاف سمجھتا ہوں جواب سن کر بہت شرمندہ ہوا اور کہا کہ واقعی میری غلطی تھی، باوجود اس قدر اعراض اور خشک برتاؤ کے ہم کو حامی موالات کہا جاتا ہے اور خود شب و روز ان میں گھسے رہتے ہیں، صورت، سیرت لباس، رفتار، گفتار سب ان کی سی اور پھر تارک موالات عجیب بات ہے۔

(۵۵۰) عورتوں کے پردہ میں رہنے کا عجیب ثبوت۔ فرمایا حق تعالیٰ فرماتے ہیں، المال والبنون زینۃ الحیوٰۃ الدنیا اور یوں نہیں فرمایا کہ المال والبنات اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز عام منظر پر لانے کی نہیں ہوتی وہ حیوٰۃ دنیا کی زینت میں نہیں بلکہ زینت کے لئے تو ظہور ضروری ہے، اس لئے بنون فرمایا کہ یہ ہے حیوٰۃ دنیا کی زینت، اس لئے عورتوں کے پردہ میں رہنے کا ثبوت ہوتا ہے،

(۵۵۱) مناظرہ طالب علموں کا شطرنج ہے۔ فرمایا کہ مناظرہ طالب علموں کا شطرنج ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ سوائے قیل وقال کے اور تضییع اوقات کے اور کچھ نتیجہ نہیں، اظہار حق کی نیت تو کسی کی بھی نہیں ہوتی، اور ماشاء اللہ بس یہ نیت ہوتی ہے کہ ہیٹی نہ ہو، سبکی نہ ہو، صرف ہٹ دھرمی، سخن پروری ہوتی ہے۔

(۵۵۲) بدوں واقفیت حقائق کے بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ حقائق نہ جاننے کی وجہ سے عالم پریشان ہے، بدوں حقائق کی واقفیت کے بڑی پریشانی ہوتی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بقدر ضرورت ہر چیز موقع کی قلب میں پیدا فرما دیتے ہیں، ضرورت کے وقت کوئی پریشانی یا الجھن نہیں ہوتی۔

(۵۵۳) حضرت والا کی تین مفید رائے مدرسہ اسلامیہ کے لئے۔ فرمایا میری پرانی رائے ہے کہ تعزیرات ہند کے قوانین اور ڈاکخانہ اور ریلوے کے قواعد بھی مدارس اسلامیہ کے درس میں داخل ہونا چاہئے، دوسرے یہ کہ مدارس اسلامیہ جیسے دیوبند سہارنپور کی طرف سے ہر جگہ مبلغ رہیں، تمام ملک کے ہر حصہ میں مستقل طور پر ان کا قیام ہو، باضابطہ نظام ہو، اور دیگر ممالک میں مبلغ تیار کر کے بھیجے جاویں، تیسرے یہ کہ مدارس اسلامیہ کے ماتحت صنعت و حرفت کا شعبہ ضرور ہونا چاہئے تاکہ فراغ کے بعد کسی طرح محتاج نہ ہوں۔

(۵۵۴) صلوٰۃ اللیل و تہجد کی تعریف۔ فرمایا کہ عشاء کے بعد قبل از نوم تو نوافل کا نام صلوٰۃ اللیل ہے اور تہجد بعد النوم ہے، ان دونوں کی ایک مشترک فضیلت ہے اور ایک خاص فضیلت تہجد کی ہے مگر صلوٰۃ اللیل قائم مقام تہجد کی ہو جاتی ہے۔

(۵۵۵) چالاکی کی تعریف۔ فرمایا چالاکی تو وہ ہے جس کو کوئی سمجھ نہ سکے ورنہ وہ تو پھوہڑپن ہے، جب پتہ لگ گیا تو ہوشیاری اور چالاکی ہی کیا ہوئی۔

(۵۵۶) معافی کے بعد دل ملنا غیر اختیاری۔ فرمایا کہ معافی کے دو درجے ہیں ایک تو معافی یعنی انتقام نہ لینا نہ دنیا میں نہ آخرت میں، دوسرے معافی کے بعد دل ملنا، اول اختیاری ہے ثانی غیر اختیاری جس پر ملامت نہیں۔

(۵۵۷) پڑوس کی حد۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پڑوس کی حد کہاں تک ہے۔

فرمایا کہ عرف میں جہاں تک پڑوس کہلاتا ہے، پھر اس میں جتنا زیادہ قریب ہے اتنا ہی زیادہ حق زائد ہے، اور جتنا دور ہے اتنا ہی کم۔

(۵۵۸) اہل عقل و اہل دین و اہل فہم کی مشکل۔ فرمایا کہ اگر کچھ مشکل ہے تو اہل حق اہل عقل اہل فہم اہل دین ہی کو ہے، کیونکہ ان کو آخرت کی فکر ہے، اس لئے وہ حدود سے گذر کر نہ کچھ کہہ سکتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں۔

(۵۵۹) محسن کشی کی وجہ بد دینی ہے۔ فرمایا کہ محسن کشی آج کل مرض عام ہو گیا ہے بڑا ہی نازک زمانہ ہے، یہ سب بد دینی کی بدولت ہو رہا ہے۔

(۵۶۰) ہم لوگوں کے خواب بعض پریشان خیالات ہیں۔ فرمایا کہ خواب ہوتے ہیں انبیاء کے صحابہ کے اولیاء کے، ہم جیسوں کے بھی بھلا کوئی خواب ہیں، ہم لوگوں کے خواب، خواب ہی نہیں ہوتے، جس کی تعبیر ہو، پریشانی خیالات کا نام خواب رکھ لیا ہے، پھر ان کی تعبیر ہی کیا ہو،

(۵۶۱) مسلمانوں کا نقطہ نظر بس ایک ہے۔ مسلمانوں کا تو یہ مذہب ہونا چاہئے کہ باستثنا ضرورت شدیدہ ایک ہی کے طرف مشغول رہے اور یہ حالت رہے

ع ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

(۵۶۲) دنیوی یا دینی ضرورت سے کسی سے تعلق شغل مع اللہ کے منافی نہیں، فرمایا کہ گو دنیوی یا دینی ضرورت سے کسی سے تعلق شغل مع اللہ کے منافی نہیں مگر بعض اوقات اس تعلق کا اثر ضرورت پر غالب ہوتا ہے، یہ البتہ قابل ترک ہے۔

(۵۶۳) تقدیر کا مسئلہ ہمت بڑھانے کو سکھلایا گیا ہے، فرمایا کہ تقدیر کا مسئلہ اس لئے تعلیم کیا گیا ہے کہ مسلمان کو ناکامی پر حسرت نہ ہو، اور حسرت میں، ہمت نہ گھٹے تو یہ مدار

ہمت بڑھانے کو سکھایا گیا تھا، اب لوگ الٹا سمجھ گئے کہ کچھ نہ کرو، ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاؤ، یہ سب کمی علم کی ہے۔

(۵۶۴) کبھی صورت بھی سیرت تک پہنچا دیتی ہے اسلئے نقالی بھی بیکار نہیں۔
فرمایا کہ جو عمل خلوص اور محبت سے خالی ہوگا وہ بے مغز کا بادام ہے، بے رس کا آم ہے اس کے پیدا کرنے کی تو کوشش کرتے رہنا چاہئے مگر جب تک نہ اسوقت تک اسکی نقالی کو بھی بے کار نہیں سمجھنا چاہئے اس لئے کہ کبھی صورت بھی سیرت تک پہنچا دیتی ہے، اصل میں تعمیر الظاہر والباطن کی ضرورت ہے اگر اجتماعاً نہ ہو تو تعاقباً سہی، ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ عمل ریا سے بھی ہو اس کو بھی نہیں چھوڑنا چاہئے، کرتا رہے اس لئے کہ ریا سے عادت ہو جاتی ہے اور عادت سے عبادت۔

(۵۶۵) جوش کا نہ ہونا نقص نہیں۔ فرمایا کہ لوگ جوش نہ ہونے کو نقص سمجھتے ہیں یہ تو محض خیال ہی خیال ہے، بعض کو محبت ہوتی ہے عمل میں خلوص بھی ہوتا ہے مگر جوش نہ ہونے کی وجہ سے احساس نہیں ہوتا، مگر جوش کوئی مقصود چیز نہیں یہ اختلاف فطری ہے، بعض میں ضبط ہوتا ہے اور بعض میں جوش خروش۔

(۵۶۶) اپنے کو اکمل سمجھنا جائز ہے افضل سمجھنا جائز نہیں فضیلت کی حقیقت
فرمایا کہ کسی صفت میں اپنے کو دوسرے سے اکمل سمجھنا جائز ہے، کیونکہ وہ حسی چیز ہے، مگر افضل سمجھنا ناجائز ہے کیونکہ وہ غیبی چیز ہے، فضیلت کی حقیقت ہے، کثرت ثواب عنداللہ جس کا حاصل مقبولیت ہے، مثلاً ایک شخص کے ایک آنکھ ہے اور دوسرے کے دو تو دو والے کو یہ سمجھنا کہ میں اکمل ہوں، میرے پاس خدا کی دی ہوئی نعمت ہے، یہ جائز ہے مگر اس سے افضل سمجھنا جائز نہیں، کیونکہ آنکھ کو قرب عنداللہ میں کوئی دخل نہیں، یا ایک شخص عالم ہے، اور ایک جاہل تو یہ اکمل تو ہے مگر افضل ہونا خدا ہی کو معلوم ہے، افضل جاہل ہے یا عالم کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ عالم کے لئے افضل ہونا بھی لازم ہے۔ ممکن ہے کہ اس جاہل کے قلب میں ایسی کوئی چیز ہو کہ وہ علم سے کہیں زیادہ خدا کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہو، تو اپنی اکملیت کے بناء پر اپنے کو افضل سمجھنا یہ برا ہے، یہی علوم ہیں جو باخبر کی صحبت میں میسر ہوتے ہیں۔

(۵۶۷) فرمایا کہ کتنا ہی بڑا ذی استعداد ہو، بدون صحبت شیخ کامل بصیرت نہیں

ہو سکتی، ہاں بصیرت کے بعد پھر خواہ شیخ سے بڑھ جائے یہ ممکن ہے۔

(۵۶۸) فرمایا کہ بعض بندوں میں کوئی ایسی خداداد صفت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے سامنے دوسروں کے کمالات گرد ہوتے ہیں، اس لئے کسی کی کمی کو دیکھ کر اس ناقص اور اپنے کو کامل سمجھنا غلطی ہے ممکن ہے اس کا نقص عارضی ہو، اسی طرح تمہارا کمال، اس عارض کے ارتفاع کے بعد عکس کا ظہور ہو جائے گا، تو حتمی فیصلہ کہا جا سکتا ہے۔

(۵۶۹) طریق مستقیم شریعت کا یہی پُل صراط ہے اور اس کے تلوار سے زیادہ باریک اور تیز ہونے کی توجیہ۔ فرمایا کہ بعض اہل لطائف نے لکھا ہے کہ یہ طریق مستقیم شریعت جو ہے یہی پل صراط ہے یہی بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے، اس کی توجیہ یہ لکھی ہے کہ طریق مستقیم کی حقیقت ہے ہر چیز میں اعتدال اور اعتدال کی حقیقت ہے وسط حقیقی اور وسط حقیقی متجزی نہیں ہوتا تو بال سے باریک ہوا، کیونکہ بال عرض میں متجزی ہو سکتا ہے نیز حقیقی وسط میں عمل مشکل بھی ہے اس لئے تلوار سے تیز ہوا، پھر فرمایا کسی کامل کی جوتیاں سیدھی کرنے سے یہ دشوار راہ طے ہو سکتی ہے، بدون رہبر کامل کے اس میں قدم رکھنا خطرہ سے خالی نہیں۔

(۵۷۰) صاف بات کہنا فطری امر ہے۔ فرمایا کہ کثرت سے غلطی یہ کرتے ہیں کہ صاف بات نہیں کہتے، اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان لوگوں کو تعلیم نہیں ہوئی اور میں کہتا ہوں کہ یہ تکلفات تعلیم ہی کی وجہ سے ہیں مگر تعلیم فاسد ورنہ فطری امر ہے کہ آدمی صاف بات کہدے۔

(۵۷۱) اسرار طریقت عرائس باطنی ہیں۔ فرمایا کہ اسرار باطنی کے اخفاء کی بڑی زبردست تاکید ہے جیسے اپنی دلہن اغیار کو دکھلانے سے غیرت آتی ہے اسی طرح اس میں غیرت آتی ہے، یہ اسرار عرائس باطنی ہیں۔

(۵۷۲) ایسے فکروں میں پڑنا جس سے انسان دوست کی مشغولی سے رہجاوے عبث ہے۔ فرمایا کہ انسان ایسے فکروں میں کیوں پڑے کہ کافر جہنم میں ابد الآباد کے لئے کیوں جائیں گے، ایسے عبث فکروں میں پڑ کر انسان دوست کی مشغولی سے رہجاتا ہے مسلمان کا تو یہ مذہب ہونا چاہئے کہ جن سے ان کی صلح ہماری بھی صلح، جن سے ان کی جنگ ہماری بھی جنگ، اس صلح و جنگ کے علل کی تفتیش کیوں کی جاتی ہے، اسی طرح ان امور میں

بلکہ خود اپنے متعلق بھی رائے تجویز کیوں لگائی جاوے۔

مگر خود درائے خود در عالم رندی نیست کفر است دریں مذہب خود بینی وخود رائی

(۵۷۳) روپیہ ہونے سے عقل کو اور زوال ہوتا ہے۔ فرمایا کہ یہ جو مشہور ہے کہ ایک روپیہ ایک عقل دو روپیہ دو عقل تجربہ کے خلاف اور بالکل غلط ہے، تجربہ تو یہ ہے کہ روپیہ ہونے سے عقل کو اور زوال ہوتا ہے، اور یہ خود اہل اموال کی اقراری ڈگری ہے، وہ اس کے مقر ہیں اور عام طور سے زبان زد ہے کہ سو روپیہ میں ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے، اگر کسی کے پاس ہزار روپیہ ہوں تو دس بوتلوں کا نشہ ہوا۔ اور جب ایک چلو شراب میں آدمی الو بن جاتا ہے تو دس بوتلوں میں بھلا عقل کہاں، ہاں بجائے عقل کے اگر یوں کہا جائے کہ پیسہ پاس ہونے سے اکل بڑھتا ہے تو بالکل مناسب ہے۔

(۵۷۴) فتح و نصرت کا مدار قلت و کثرت نہیں (۲) ہر امر میں مسلمان کا مطمح نظر خدا تعالیٰ کی رضا ہونا چاہئے۔ فرمایا کہ فتح و نصرت کا مدار قلت اور کثرت پر نہیں، وہ چیز ہی اور ہے، مسلمانوں کو صرف اسی ایک چیز کا خیال رکھنا چاہئے یعنی خدا تعالیٰ کی رضا، پھر کام میں لگ جانا چاہئے، اگر کامیاب ہوں شکر کریں، ناکامیاب ہوں صبر کریں، اور مومن تو حقیقتاً کبھی ناکامیاب ہوتا ہی نہیں، گو صورۃً ناکام ہو جاوے، اس لئے کہ اجر آخرت تو ہر وقت حاصل ہے۔ جو ہر مسلمان کا مقصود ہے، حضرت خالدؓ نے ساٹھ ہزار کے مقابلہ میں تیس آدمی تجویز کئے تھے، حضرت عبیدہؓ نے فرمایا کہ امت محمدیہ کو ہلاک کراؤ گے، تب ساٹھ آدمی تجویز کئے۔ یعنی ایک ہزار کے مقابلہ میں ایک آدمی۔ قلت و کثرت کی طرف ان حضرات کا خیال ہی نہ تھا۔

(۵۷۵) فرمایا کہ تنعم اور تعیش کا اکثری خاصہ ہے کہ حدود محفوظ نہیں رہتے، ہاں اگر تنعم کے ساتھ دین ہو اور کسی کامل کی صحبت میسر آ گئی تب تو حدود کا خیال رہتا ہے اس لئے کہ اس سے ہر چیز کو اعتدال کے ساتھ قلب میں رسوخ ہو جاتا ہے۔

(۵۷۶) حضرت عمر فاروقؓ کی ایک فراست۔ فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حکم فرمایا تھا کہ ہمارے بازار میں صرف وہ لوگ خرید و فروخت کریں جو فقیہ ہوں اس سے تمام ملک کو درس گاہ بنا دیا تھا، اس لئے کہ سب خریداروں کو ان ہی کے ساتھ سابقہ پڑتا تھا، عجیب فراست تھی۔

(۵۷۷)۔ محبت کا مدار بے غرضی پر ہے فرمایا پیر بھائیوں میں آپس میں سب سے زیادہ محبت ہونا چاہیئے، اس لئے کہ محبت کا مدار بے غرضی پر ہے اور بے غرضی اس طریق والوں میں اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔

(۵۷۸)۔ فرمایا کہ ہم کو بندہ بنکر رہنا چاہیئے خواہ رعب ہو یا نہ ہو، فرعون بنکر نہ رہنا چاہیئے۔ اگرچہ اس سے رعب بھی جاتا ہو۔

(۵۷۹)۔ فرمایا کہ نہ اسکی فکر چاہیئے کہ کوئی اپنا ہے اور نہ اسکی کہ کوئی برگشتہ ہے بس اپنے کام میں مشغول رہے۔

(۵۸۰) جی کے بندہ نہ بنو، اللہ کے بندے بنو۔ فرمایا کہ جو کام ضروری ہیں ان کو کرنا چاہیئے خواہ جی لگے یا نہ لگے، یہ تو حالت ہی بُری ہے کہ جی لگنے کا انتظار کیا جاوے۔ کیا اپنے جی کی پرستش کرنا چاہتے ہو جی کے بندے ہو یا اللہ کے۔

(۵۸۱)۔ فرمایا کہ یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ صاف بات رہی ہی نہیں، دھوکہ دے کر کام نکالنا چاہتے ہیں، ہر چیز میں مکاری و چالاکی پیدا ہو گئی ہے، دوسرے شخص کو گدھا اور بے وقوف بنانا چاہتے ہیں۔

(۵۸۲)۔ فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں اپنے ذمہ تو کوئی کام رکھتا نہیں۔ نہ دوسرے کو بھروسہ دیتا ہوں مگر فکر ذمہ داروں سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

(۵۸۳) فرمایا کہ دوستوں میں جب تک شکایت ایک دوسرے کی باقی رہے دوستی باقی ہے کیونکہ شکایت اسی وقت ہوتی ہے جب تعلق کا باقی رکھنا مقصود ہوتا ہے اور قطع تعلق کے بعد شکایت کو بے کار سمجھتے ہیں اسی سے کہا گیا ہے۔ ویبقی الود مابقی العتاب۔ ؎

بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے

بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے

(۵۸۴)۔ فرمایا کہ مسلمان خوف سے تو مغلوب نہیں ہوتے مگر طمع سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور میرا یقین ہے کہ اگر کسی کامل کی صحبت میں کچھ روز رہے تو یہ طمع کا مادہ مغلوب ہو جاوے گا۔ پھر اس سے بھی مغلوب نہ ہوگا۔

(۵۸۵) خوش آوازی کی تعریف فرمایا کہ قرآن مجید خوش آوازی سے پڑھنے کی تعریف سلف سے یہ منقول ہے کہ جب تم اس کو پڑھتے ہوئے سنو تو یہ معلوم ہو کہ یہ

خدا سے ڈر رہا ہے

(۵۸۶) تبلیغ میں تشدد کا لہجہ ہرگز مناسب نہیں اور اس کی وجہ - فرمایا جس شخص کو احکام پہنچ چکے ہوں اس کو تبلیغ کرنا کوئی فرض نہیں واجب نہیں محض ایک مستحب فعل کی وجہ سے اپنے کو خطرہ میں ڈالنا مناسب نہیں - اور طبعی بات ہے کہ حکومت کی سختی لوگ ہر طرح برداشت کر لیتے ہیں مگر بدون حکومت کے کوئی کسی کا دباؤ سہہ نہیں سکتا، اس لئے تبلیغ میں تشدد کا لہجہ ہرگز مناسب نہیں مناسب طرز ہمارے لئے یہی ہے کہ نرمی اختیار کریں -

(۵۸۷) آج کل زور سے کام نہیں چلتا ترغیب سے چلتا ہے فرمایا کہ آدمی کا اپنا برتاؤ عمر بھر ساتھ دے سکتا ہے - اپنے برتاؤ سے امن اور عافیت حاصل ہو سکتا ہے، دوسرے کی امداد سے کام نہیں چلتا - اگر سختی کرتے پر کسی نے ناقابل برداشت تکلیف پہنچا دی اور اس میں کسی نے امداد بھی کر دی تو کہاں تک اس کا نباہ ہو سکتا ہے - بس آج کل ترغیب سے کام کرنا مصلحت ہے - یہ وہ زمانہ ہے کہ بیٹے پر تو حکومت ہے ہی نہیں - زور سے کام نہیں چلتا -

(۵۸۸) امراء کو نفع شیخ کے استغناء سے ہو سکتا ہے - فرمایا اگر امراء کو نفع دینی پہنچانا ہو تو ان سے استغنا برتو -

(۵۸۹) ہدیہ قبول کرنے کے شرائط حضرت والا کے یہاں - فرمایا کہ میں مخالف سے ہدیہ قبول کرنے میں شرائط کی ضرورت نہیں سمجھتا، کیونکہ اس میں کسی دھوکہ کا شبہ نہیں ہوتا، البتہ دوستوں سے ہدیہ لینے میں بچر بچر کرتا ہوں - کیونکہ ان میں احتمال دھوکہ کا ہے کہ شاید بزرگ سمجھ کر دیتے ہوں، اسی طرح ایسی جگہ بھی ہدیہ لینے میں احتیاط کرتا ہوں جہاں ذلت کا شبہ ہوتا ہے، اسی طرح اجنبی شخص سے ہدیہ نہیں قبول کرتا کہ غیرت آتی ہے اور نہ اجنبی شخص سے خدمت لیتا ہوں، یہ خیال ہوتا ہے کہ میں نے اس کی کوئی خدمت ابھی تک تو کی نہیں اس سے کیا خدمت لی جائے -

(۵۹۰) بدعتی کی تعریف - فرمایا کہ بدعتی وہ ہے جس کے عقیدے میں خرابی ہو اور جس کے صرف عمل میں کوتاہی ہو اس کو بدعتی نہ کہو -

(۵۹۱) عاجزی انکساری خوشہ نویسی و شکستگی کی ترغیب - فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھکو عربی میں خط لکھا، میں نے پوچھا کہ عربی میں خط کیوں لکھا جب کہ اردو میں لکھ سکتے تھے، جواب

میں لکھا کہ جنتیوں کی زبان عربی ہی ہوگی اس لئے برکت کے لئے عربی میں لکھا کر قسم کھا کر لکھو کہ اگر تم یہاں پر کبھی آئے تو کیا تم عربی میں گفتگو کرو گے۔ اس لئے کہ جیسے عربی تحریر میں برکت ہے ایسے ہی عربی تقریر میں بھی برکت ہے۔ اجی تفاخر بڑائی اور اظہار علم و قابلیت کے سوا اور کچھ نہیں۔ عاجزی، انکساری، پستی اور شکستگی تو رہی ہی نہیں۔

(۵۹۲)۔ دیکھنے کی چیز درحقیقت قلب ہے۔ فرمایا زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ دل میں دین کی وقعت ہو، عظمت ہو۔ لوگ اعمال کو دیکھتے ہیں مگر دیکھنے کی چیز درحقیقت قلب ہے کہ اس کے دل میں اللہ اور رسول کی محبت اور عظمت کس قدر ہے۔

(۵۹۳) بے کاری میں شیطان قلب میں تصرف کرتا ہے۔ فرمایا کہ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ ہر شخص کام میں لگے، چاہے وہ کام دین کا ہو یا دنیا کا۔ جو شخص مشغول ہوتا ہے وہ بہت سی خرافات سے بچا رہتا ہے۔ ایک بزرگ اپنے خدام کے ساتھ جا رہے تھے ایک شخص پر بیٹھا ہوا تھا۔ بزرگ نے اس کو سلام نہیں کیا اور جب اسی راستہ سے لوٹے تو وہ شخص زمین کرید رہا تھا۔ ان بزرگ نے اسکو سلام کیا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت اس میں کیا راز تھا کہ اس شخص کو آپ نے پہلے تو سلام نہیں کیا، اور اب کیا فرمایا کہ پہلے وہ بے کار بیٹھا تھا اس لئے اس کے قلب میں شیطان تصرف کر رہا تھا۔ اور اب مشغول ہے۔ گو بے کار ہی شغل میں صحیح۔ جو معصیت بھی نہیں، اس لئے شیطان اس سے دور ہے۔

(۵۹۴) ہم لوگوں کے خواب اضغاث و احلام ہیں۔ ایک سالک نے اپنا خواب لکھا فرمایا کہ مجھکو خواب کی تعبیر سے مناسبت نہیں اور اگر ہے بھی تو اکثر لوگوں کے خواب خواب نہیں ہوتے جن کی تعبیر دی جاوے، بعض پریشان خیالات کا نام خواب رکھا ہے۔ خواب تو ہوتے ہیں انبیاء کے صحابہ کے اولیاء کے، ہم جیسوں کے بھی کوئی خواب ہیں۔

(۵۹۵)۔ اللہ کا نام دنیا کے لئے نہ لو۔ ایک شخص نے لکھا کہ میں وظائف پڑھتا ہوں۔ ہفت ہیکل شش قفل۔ مگر افلاس پھر بھی نہ گیا۔ اگر آپ فرمائیں تو ان وظائف کو چھوڑ دوں۔ فرمایا کہ میں نے لکھ دیا ہے کہ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر اللہ کا نام آخرت

کیلئے پڑھا جاتا ہے نہ دنیا کے لئے تم بھی دنیا کے لیے نہ پڑھو۔

(۵۹۶) نصیحت کرنا عالم کا کام ہے۔ فرمایا ناصح اگر عالم نہ ہوگا اور نصیحت کرے گا تو اس میں تکبر ہوگا۔ کیونکہ وہ اس خیال سے نصیحت کرے گا کہ میں اس سے اچھا ہوں تو اس کا اثر نہ ہوگا۔ مناسب طریق سے نصیحت کرنا یہ عالم ہی کا کام ہے۔ دوسرے فطری طور پر طالب کے قلب میں اس کی عظمت و محبت ہوتی ہے۔ اس کی سختی بھی گوارا کرلی جاتی ہے مگر عالم کو ہرگز یہ نہ چاہیئے کہ تبلیغ میں تشدد کرے۔

(۵۹۷)۔ ایک سنّی مولوی کا جواب ذہانت کا ایک شیعی کی بات کا۔ فرمایا کہ ذہانت بھی عجیب چیز ہے۔ ایک شیعی نے ایک مولوی صاحب سے کہا کہ آج یہ جس قدر نئے نئے فرقے بنتے ہیں، یہ سب سنّیوں میں سے بنتے ہیں۔ آپ نے شیعوں میں سے کوئی فرقۂ باطلہ بنتے نہ دیکھا ہوگا۔ مولوی صاحب نے اس شیعی کو جواب دیا۔ بنتے دیکھنا کیا معنیٰ سُنا بھی نہیں یہ تو واقعہ ہے جو بالکل صحیح ہے۔ لیکن اس کی وجہ جناب کو معلوم نہیں مجھکو معلوم ہے اور وہ یہ کہ یہ تو آپ کو تسلیم ہوگا کہ شیطان اپنا وقت بے کار نہیں کھوتا پھرتا جو اس کا فرضِ منصبی ہے شب و روز اس کی انجام دہی میں مصروف رہتا ہے۔ شیعی نے کہا یہ تو مسلم ہے۔ مولوی صاحب نے کہا اب سنیئے کہ شیطان شیعوں کو انتہائے مرکز گمراہی پر پہنچا چکا ہے اور اس سے آگے کوئی درجہ گمراہی کا رہا نہیں۔ اس لئے ان کو اور کہاں لے جاوے۔ باقی سنّیوں کو حق پر سمجھتا ہے اس لئے رات دن ان کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ اِس کو بہکا دیا، اس کو بہکا دیا۔ وہ شیعی بے چارہ مبہوت رہ گیا۔

(۵۹۸) بدعتی کی تعریف۔ فرمایا کہ بدعتی وہ ہے جس کے عقیدے میں خرابی ہو اور وہ نہیں جس کے عمل میں خرابی ہو۔ اور عقیدہ میں نہ ہو۔

(۵۹۹) ایک سلسلہ کی تحقیر سب کی تحقیر ہے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ چاروں سلسلے میں اس لئے بیعت فرماتے تھے کہ دوسرے سلسلوں کی تحقیر اور بدگمانی و بدظنی کا قلب میں وسوسہ نہ آسکے۔ کیونکہ حاصل مقصود تو سب سلسلوں کا ایک ہی ہے، صرف طرق تربیت کے اعتبار سے فرق ہے، معنوں میں ایک ہے، عنوان میں فرق ہے اگر ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کرے گا۔ وہ اس طریق میں بھی محروم رہے گا۔ کیونکہ ایک سلسلہ کی تحقیر سب کی تحقیر ہے۔

(۶۰۰) تعجیل بیعت کی حد - ایک شخص کی درخواست بیعت پر حضرت والا نے فرمایا۔ تعجیل مناسب نہیں، پھر اس نے لکھا کہ تعجیل کی حد کیا ہے تاکہ اس وقت تک کچھ نہ بولوں۔ فرمایا کہ جس وقت تک میرے چالیس وعظ اور رسائل نہ دیکھ لو، اور بیس مرتبہ خط و کتابت نہ کرلو اور دس بار ملاقات نہ کرلو۔ بس یہی حد ہے۔

(۶۰۱) شیخ کا تو بس ایک کام ہے - فرمایا کہ میں تو صرف ایک کام کا ہوں وہ یہ کہ اللہ کا راستہ معلوم کرو۔ یعنی اللہ کا نام اور اس کے احکام پوچھ لو اس سے آگے مجھے کچھ آتا جاتا نہیں۔

(۶۰۲) حال - ایک صاحب نے کہا کہ میری ایک لڑکی ہے، جب وہ بیمار رہتی ہے تو میں بدحواس ہو جاتا ہوں، قلب میں دنیا کی اس قدر محبت ہے۔

تحقیق - اولاد دنیا نہیں ہے، ہاں دنیا میں رہتی ہے، مگر ان کے حقوق ادا کرنا دین ہے

حال - وطن چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں تب اس بلا سے نجات ملے گی۔

تحقیق - بلا سے بھی نجات ملے گی لیکن ثواب سے بھی نجات ملے گی۔

حال - اولاد نے بندہ کو تباہ کر دیا۔

تحقیق - بندہ کو تباہ کر دیا لیکن بندے کے دین کو تباہ نہ کیا۔

حال - بندہ کی مشکل حضرت کی توجہ اور دعا سے آسان ہوگی۔

تحقیق - اگر مشکل ہی رہے تو ثواب زیادہ ملے گا۔

(۶۰۳) آج کل صحبت بزرگانِ دین فرض عین ہے کیونکہ یہ تحفظ دین و تحفظ ایمان کا موقوف علیہ ہے فرمایا کہ یہ زمانہ نہایت ہی پر فتن ہے اس میں تو ایمان ہی کے لالے پڑے ہیں۔ اس وجہ سے میں نے بزرگانِ دین کی صحبت کو فرض عین قرار دیا ہے اور اس میں شبہ کیا ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ جس چیز پر تجربہ سے تحفظ دین، تحفظ ایمان موقوف ہو، اس کے فرض ہونے میں شبہ کی کیا گنجائش ہے۔

(۶۰۴) نظام صحیح فلاح دارین برائے مسلمانان - فرمایا کہ مسلمانوں کی غفلت شعاری کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ حالانکہ آخرت کے لئے اپنے اعمال کی اصلاح اور دنیا کے لئے اپنے قوت کا اجتماع اور آپس میں اتحاد و اتفاق یہ سب انکا فرض تھا۔ اور یہ جو مسلمانوں کو اپنی فلاح سے استغنا ہے اس کا منشا چند غلطیاں ہیں۔

(۱) ایک غلطی استعمال توکل کا۔ سو توکل تو فرض ہے ہر مسلمان کو براہ راست خدا تعالیٰ سے ایسا ہی تعلق رکھنا چاہیئے کہ کسی چیز کی پرواہ نہ کرے یہ عقیدہ رکھے کہ جو خدا کو منظور ہو گا وہی ہو گا کوئی کچھ نہیں کر سکتا، لیکن توکل کا استعمال خلاف محل کرتے ہیں،

(۲) دوسری غلطی یہ کہ جو کام کرتے ہیں جوش کے ماتحت کرتے ہیں۔ اگر ہوش کے ماتحت کریں تو بہت جلد کامیاب ہوں۔

(۳) تیسری غلطی یہ کہ ہر کام کرنے سے پہلے یہ معلوم کر لینا واجب ہے کہ شریعت مقدسہ کا اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ پھر اللہ و رسول کی بتلائی ہوئی تدابیر پر عمل کرے۔

حاصل نظام صحیح کا یہ ہوا کہ جوش کے ماتحت کوئی کام نہ کرے ہوش کے ماتحت کیا کرے دوسرے اپنی قوت کو ایک مرکز پر جمع کر لیں۔ تیسرے آپس میں اتحاد و اتفاق رکھیں۔ چوتھے احکام کی پابندی کریں جن میں توکل بھی داخل ہے۔

اگر ایسا کر لیں تو میں دعوے کے ساتھ خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ چند روز میں کایا پلٹ ہو جائے۔ بہت جلد مسلمانوں کے مصائب اور آلام کا خاتمہ ہو جائے۔

نیز جو کام کریں اس میں کامیابی کے لئے خدا سے دعا کریں پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے، مگر اس وقت کام کی ایک بات نہیں محض ہڑبونگ ہے۔

(۶۰۵) مسلم اور غیر مسلم سے مشترک سلطنت اسلامی سلطنت نہیں ۔ فرمایا کہ قاعدہ عقلیہ ہے کہ مرکب کامل اور ناقص کا ناقص ہی ہوتا ہے۔ تو کفار اور مسلم سے جو سلطنت مرکب ہو گی وہ غیر اسلامی ہو گی۔ پس جبکہ ترکی میں (یورپ کی تقلید میں جمہوریت) قائم ہو گئی ہے جو مسلم اور غیر مسلم سے مشترک ہے تو وہ اسلامی سلطنت نہ ہوئی لیکن مسلمانوں پر اس کی نصرت واجب ہے، کیونکہ دوسری غیر مسلم سلطنتیں اس کا مقابلہ اسلامی سلطنت سمجھ کر کرتی ہیں۔

(۶۰۶) دعا سے بڑھکر کوئی وظیفہ اور عمل نہیں ۔ فرمایا کہ دعا بڑی چیز ہے تمام عبادات کا مغز ہے اور سب سے زیادہ اسی سے غفلت ہے، اور دعا ایسی چیز ہے کہ دنیا کے کاموں کے واسطے بھی جو دعا مانگنا عبادت ہے۔ بشرطیکہ وہ کام شرعاً جائز ہوں۔ یہ غلطی ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ دین ہی کے کاموں کے واسطے اور آخرت ہی کی فلاح اور بہبود کے لئے دعا عبادت ہے۔ بعض لوگ بجائے درخواست دعا کے لکھتے ہیں کہ فلاں کام کے لئے کوئی مجرب عمل اور کوئی وظیفہ تبلا دیجئے۔ میں لکھ دیتا ہوں کہ اس قید (مجرب) کے ساتھ مجھکو عمل معلوم

نہیں اور دعا سے بڑھکر کوئی وظیفہ اور عمل نہیں۔

(۶۰۷) واقعی عربی زبان میں شوکت ہے۔ فرمایا کہ واقعی عربی زبان میں ہے ہی شوکت۔ دیکھیے عطاء اللہ کس قدر پُر شوکت نام معلوم ہوتا ہے۔ اور اللہ دیا میں وہ بات نہیں۔ اسی طرح عائشہ کا ترجمہ ہے، جیونی مگر عربی میں کیسی شوکت معلوم ہوتی ہے اور ترجمہ میں وہ بات نہیں۔

(۶۰۸) ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں ✿ ایں خیال است و محال است و جنوں

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک استاذ الاستاد بزرگ کا قول نقل فرماتے تھے کہ کسی کو لڑکے کو دین کا بنانا ہو تو درویش کے سپرد کرو۔ اور دنیا کا بنانا ہو تو طبیب کے سپرد کرو۔ اگر دونوں سے کھونا ہو تو شاعر کے سپرد کرو۔ میں نے عرض کیا کہ چوتھی ایک صورت اور رہ گئی کہ اگر دونوں کا بنانا ہو۔ فرمایا یہ ہو نہیں سکتا۔ واقعی حضرت مولانا نے صحیح فرمایا۔ اسی کو فرمایا گیا ہے ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

(۶۰۹) دنیا کی طرف کامل توجہ کرنے سے حقیقت دنیا کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ اور دنیا کی ناپائے داری کی مثال

فرمایا کہ ناصحین حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی طرف التفات نہ کرو۔ اور میں کہتا ہوں کہ خوب التفات کرو، خوب توجہ کرو تاکہ اس مردار کی حقیقت واضح ہو جائے اور پھر کامل درجہ کی اس سے نفرت ہو۔ ؎

بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد
چوں باز کنی مادر، مادر باشد

یہاں کے جو لذات ہیں ان میں بھی کدورت ہے، کھانا ہے، پینا ہے، بیوی کے ساتھ عیش و عشرت ہے۔ اس میں بھی ساتھ کے ساتھ کدورت ہے، گو بوجہ مستی محسوس نہ ہو اب چاہے وہ مستی دولت کی ہو یا جوانی کی ہو اس سے حس پر پردہ پڑ جاتا ہے ؎

ضعف سر بینداز آں و تن پلید ✿ آہ ازاں نفس پدید و ناپدید
حال دنیا را بہ پرسیدم من از فرزانۂ ✿ گفت یا خوابے ست یا بادے ست یا افسانۂ

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل درو بے بہ بست ۔۔۔ گفت یا خوے ست یا دیوے ست یا دیوانہٗ

(۶۱۰) مال وجاہ کی مقدار مطلوب ۔ فرمایا کہ ایک مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بس مال تو اتنا ہو کہ بھوکوں نہ مروں، اور جاہ اتنی ہو کہ کوئی مارے پیٹے نہیں ۔ بس کافی ہے ۔ اسی کو فرماتے ہیں ؎

نہ بہر خورش ہر آنکہ نانے دارد ۔۔۔ وز بہر نشست آستانے دارد

نے خادم کس بود نہ مخدوم کسے ۔۔۔ گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

(۶۱۱) حسن وجمال کا فرق ۔ حسن اور چیز ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی صفت میں وارد ہے، اور جمال جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں اور چیز ہے اور حسن سے جمال بڑھا ہوا ہے ۔ حسن کو دیکھکر تو ایک گونہ تحیر ہو تا ہے، اور جمال کو دیکھکر کشش ہوتی ہے ۔ اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اجمل کہا جائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو احسن کہا جاوے تو کسی نص کی مزاحمت ہے اور نہ کسی کی تنقیص ہوتی ہے، یعنی یوں کہا جاوے کہ حسن میں حضرت یوسف علیہ السلام سب میں فائق تھے ۔ اور جمال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۔ تو کیا حرج ہے ۔

(۶۱۲) حجب نورانی اشد ہیں حجب ظلمانی سے اور اس کی وجہ ۔ فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے کہ "انوار ملکوتی حجابات نورانی ہیں اور کائنات ناسوتیہ حجابات ظلمانی ہیں اور حجب نورانیہ اشد ہیں حجب ظلمانیہ سے، اس لئے کہ انسان ان کو مقصود سمجھکر آگے کی ترقی سے رہ جاتا ہے، اور حق تعالیٰ سے محجوب ہو جاتی ہے، اور حجابات ظلمانی کو ہر شخص ناقابل التفات اور حجاب مذموم سمجھتا ہے، اسی طرح اشغال وغیرہ اس طریق میں تدابیر کے درجے میں ہیں ۔ یہ سب دوائیں ہیں غذا نہیں اور دوا کبھی مقصود نہیں ہوا کرتی ۔ ہاں مقصود کی معین ضرور ہوتی ہے ۔ مقصود تو تندرستی ہے، ایسے ہی یہاں سمجھ لو کہ یہ تدابیر مقصود نہیں بلکہ مقصود اعمال واجبہ کی اصلاح ورسوخ ہے، اور وہ تدابیر اس کی طرف معین ہیں ۔

(۶۱۳) فروع میں کسی جانب کا جزم کر لینا غلو فی الدین ہے ۔ فرمایا توحید اور رسالت وعقائد اصل ہیں اور قطعی دلائل اس پر قائم ہیں، اس میں مذاہب حقہ سب شریک ہیں، آگے فروع ہیں، جس کے دلائل خود ظنی

ہیں ان میں کسی جانب کا جزم کرنا غلو فی الدین ہے اس لئے مذہب حنفی کے کسی مسئلہ کو اس طرح
ترجیح دینا کہ شافعی مذہب کے ابطال کا شبہ ہو، طرز پسندیدہ نہیں۔

(۶۱۴)۔ جو کام کرو شرعی اصول کے ماتحت کرو! فرمایا کہ ان نیچریوں سے
اگر کہا جاوے کہ کچھ تعلیم دینی پڑھکر پھر بعد میں انگریزی پڑھو تو کہتے ہیں کہ انگریزی کو منع
کرتے ہیں، اسی طرح مدارس کی حالت ہے کہ اگر ان کو شرعی اصول کے ماتحت تحصیل چندہ کا
طریقہ بتلاؤ تو کہتے ہیں کہ چندہ وصول کرنے کو منع کرتے ہیں۔ اسی طرح تحریک خلافت کے
زمانے میں میں نے تصریحاً کہہ دیا تھا کہ میں مقامات مقدسہ کی حفاظت اور اسلامی حکومت
کے خلاف نہیں ہوں، مجھکو صرف طریق کار سے اختلاف ہے۔ کہا گیا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں
کا دشمن ہے۔ اور سی۔ آئی۔ ڈی سے تنخواہ پانے والا ہے۔ یہ لوگوں کا دین ہے۔

(۶۱۵) خطبہ فرمان شاہی ہے اس لئے عربی میں ہونا واجب ہے فرمایا
کہ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل اُردو میں خطبہ جمعہ پڑھنے پر بڑا زور
دیا جا رہا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے کہتے ہیں خطبہ سے مقصود نصیحت ہے، جس کو سامعین
سمجھ سکیں۔ فرمایا کہ نصیحت ضرور ہے مگر اس میں دلیل سے عربی ہونے کی قید ہے۔
دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) شریعت چونکہ زبان عربی میں ہے اور یہ شاہی زبان ہے۔ اس لئے اسی میں
اس کا نفاذ ہونا چاہیے۔ دیکھو قانوناً ہر وائسرائے کو واجب ہے کہ فرمان شاہی کا انگریزی ہی
زبان میں اعلان اور تقریر کی جائے۔ وائسرائے کو اجازت نہیں اردو میں تقریر کر سکے
اسی طرح یہ خطبہ فرمانِ شاہی ہے، اس کا عربی میں ہونا واجب ہے۔

(۲) بقدر ضرورت علم دین سیکھ لیں۔ اگر سامعین میں بعض ہندی ہوں بعض
عربی، بعض ترکی، بعض مصری، تو اس صورت میں خطبہ کیا ہوگا معجون مرکب ہوگا۔ اور
اس میں وقت کتنا صرف ہوگا، ممکن ہے کہ نماز ہی کا وقت ختم ہو جاوے۔ تو خطیب کس
کس کا تابع ہو۔ پس خطیب کو کیوں مجبور کیا جاوے کہ سامعین کی رعایت سے خطبہ کو عربی
سے اُردو میں کر دیا جائے اور سامعین سے کیوں نہ کہا جاوے کہ بقدر ضرورت دین
کی تعلیم حاصل کریں عربی سیکھیں۔ دین کو اپنا تابع کیوں بناویں اور خود دین کے
کیوں نہ تابع بنیں۔

(٣) بقاءِ قوم کا ایک جزو بقاءِ زبان ہے۔ دوسری قومیں اپنی اپنی زبانوں کی بقا کی کوشش میں ہیں اور بقاءِ قوم کا ایک جزو بقاءِ زبان پر بھی سمجھتے ہیں، تم اس میں ان کی تقلید کیوں نہیں کرتے۔

---

(٦١٦) - پالیسی، چالاکی، مکاری سے کام انتقام میں بھی نہ چاہیئے۔ فرمایا کہ عقل اور فہم لوگوں میں ہے نہیں محض پالیسی، چالاکی، مکاری ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ سب ہی کو آتی ہیں۔ مگر جن کو نفرت ہے وہ اس کو عمل میں نہیں لاتے۔ جیسے سور کو گو کھانا آتا ہے انسان کو بھی آتا ہے مگر آخر کون کھاتا ہے۔ اگر میں بھی ان چیزوں سے کام لیتا تو لے سکتا تھا۔ مگر میں انتقام میں بھی اس سے کام نہیں لیتا۔

(٦١٧) شریعت کو طبیعت ثانیہ بنانے کی ترغیب۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اور اپنے بزرگوں کی دعا اور توجہ کی برکت سے شریعت مثل میری فطرت کے بن گئی ہے، میں ایک منٹ اور ایک سکنڈ کے لئے بھی اپنے مسلک اور مشرب سے نہیں ہٹ سکتا۔ میں تو الحمد للہ ایک انچ احکام شرعیہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہوں۔ نہ پیچھے ہٹ سکتا ہوں۔ جیسے تمہیں دنیا کی فکر سے فراغ نہیں رات دن اسی میں کھپ رہے ہو۔ اسی طرح مجھکو آخرت کی فکر سے فراغ نہیں، ہر وقت اسی کی فکر ہے۔ مقید دونوں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک محبوب کا مقید ہے اور ایک غرض کا مقید ہے، مگر ہیں دونوں مقید۔ فرصت نہ تمہیں، نہ ہمیں ؎

تمہیں غیروں سے کب فرصت ، ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی، نہ ہم خالی

---

(٦١٨) - (١) لزوم عملی تکرار اور کثرت سے ہوتا ہے۔ (٢) رطوبت فضلیہ مقلل شہوت ہے۔ (٣) تقلیل رطوبت اصلیہ معین شہوت ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ مجھے شہوت کا غلبہ رہتا ہے اور نکاح کی وسعت نہیں۔ فرمایا کہ کثرت سے روزہ رکھو اس سے شہوت مغلوب ہو جاوے گی۔ دو چار روزے کافی نہیں۔ کیونکہ خود حدیث میں ہے۔ علیہ بالصوم علیہ لزوم کے لئے ہے اور یہ لزوم اعتقادی تو ہے نہیں عملی ہے۔ اور لزوم عملی تکرار و کثرت سے ہوتا ہے۔ اور مشاہدہ بھی ہے کہ رمضان کے اول روزوں میں شہوت بڑھتی ہے۔ کیونکہ رطوبت فضلیہ مقلل شہوت

ہے اور حرارت غریزیہ معین شہوت ہے۔ اوّل روزوں میں رطوبت فنا ہوکر حرارت بڑھتی ہے اور آخر روزوں میں بوجہ کثرت جب رطوبت اصلیہ گھٹنے لگتی ہے اس سے شہوت گھٹتی ہے۔

(۶۱۹) ۔فرمایا اگر کسی کو لکھنا آجاوے اور علمی لیاقت ہو نہیں تو یہ بھی ایک عذاب ہے۔ کیونکہ اس سے دوسرے کو اذیت پہنچتی ہے۔

(۶۲۰) پردہ میں عورتوں کو رکھنا قید نہیں اور اس کی عقلی دلیل ۔میں کہتا ہوں کہ یہ قید نہیں بلکہ حفاظت ہے۔ جو ہر نفیس چیز کے لئے عقلاً تجویز کی جاتی ہے۔ دیکھو ریل کے سفر میں کوئی اپنے روپے پیسے کو کھول کر عام منظر پر دکھلاتا ہوا نہیں چلتا، ایسے ہی عورت کا عام منظر پر لانا ظاہر ہے کہ خطرات سے خالی نہیں۔ پس جو اندیشہ وہاں ہے وہی اندیشہ یہاں ہے ۔ دوسرا اعتراض کیا جاتا ہے کہ پردہ میں رکھنے کی مصلحت یہ کہی جاتی ہے کہ عفت محفوظ رہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پردہ میں بھی خرابیاں ہو جاتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پردہ کے اندر قیامت تک خرابی نہ ہوگی جب خرابی ہوگی بے پردگی ہی سے ہوگی۔ جب تک وہ پردہ رکھیں گی خرابی ہو ہی نہیں سکتی۔

(۶۲۱) بدعتی بوجہ ظلمت بدعت کے حقائق سے کورے ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اہل بدعت اکثر بدفہم ہوتے ہیں۔ بوجہ ظلمت بدعت کے علوم اور حقائق سے کورے ہوتے ہیں، ویسے ہی لغویات ہانکتے رہتے ہیں، جس کے سر نہ پیر۔ مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب محیط ہے اور یہ کہ حضور کا مماثل پیدا کرنے کی اللہ کو قدرت نہیں۔

(۶۲۲) معقولیوں کی سزا۔ فرمایا کہ یہ جو اکثر معقولیوں کو خبط ہے کہ جاہل فقیروں کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ علماء حق سے بد اعتقاد ہونے کی سزا ہے کہ ان کو جہلا کے سامنے ذلیل کیا جاتا ہے۔

(۶۲۳) تقسیم ترکہ کی ترتیب۔ فرمایا کہ ترکہ میں سب سے پہلے دیکھنے کی ضروری چیز یہ ہیں کہ مرحوم کے ذمہ قرض تو نہیں۔ اگر قرض ہے تو فرض ہے کہ پہلے اس کو ادا کیا جاوے۔ اگر قرض نہیں یا ادا ہو کر کچھ ترکہ بچ گیا! یہ دیکھو کہ مرحوم کی کچھ وصیت

تو نہیں، جب اس سے بھی یکسوئی ہو جاوے اور ترکہ خالص وارثوں کا قرار پایا جاوے تو پھر دوسرے خیر خیرات خصوصاً متعارف رسومات سے مقدم یہ دیکھنا ہے کہ میت کے ذمہ کچھ نماز روزہ تو قضاء نہیں، اگر ہے تو اس کا فدیہ دیں۔ اگر اس کے ذمہ زکوٰۃ ہو اس کو ادا کریں۔ محلہ میں جو غریب یا یتیم بیوہ محتاج ہوں ان کو تقسیم کر دیا جاوے۔ یہ تطوع ایصال ثواب سے بڑھکر ہے۔

---

(۴۴۴) ایصال ثواب کے لئے اطعام الطعام کا حسن طریق پھر اس کی ترتیب: ایصال ثواب کے لئے کھانا کھلانے کے متعلق فرمایا کہ اگر ایک دم کھانا پکا کر کھلایا جاوے تو اس صورت میں تو زیادہ برادری ہی کھا جاوے گی جیسے کہ رسم ہو رہی ہے، اس سے صورت بہتر ہے، جو میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) پکا کر کھلایا جاوے (۲) خشک جنس دیجائے۔ (۳) نقد تقسیم کیا جاوے تو سب سے افضل اور بہتر صورت تو یہی ہے کہ مستحقین کو نقد تقسیم کر دیا جاوے، کیونکہ معلوم نہیں انکو کیا ضرورت درپیش ہو۔ دوسرے درجے کی صورت یہ ہے کہ خشک جنس دیدی جاوے کہ جب جی چاہے گا، اور جس طرح جی چاہے گا پکا کر خود کھاوے گا، تیسرے درجے کی صورت یہ ہے کہ پکا کر کھلایا جاوے اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ روزانہ ایک دو خوراک پکا کر مستحقین کو پہنچا دیا جاوے ایک دم پکانے سے مستحق اور غیر مستحق سبھی جمع ہو جاتے ہیں بلکہ ہر گاؤں میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ مستحق رہ جاتے ہیں اور غیر مستحق کھا جاتے ہیں۔

---

(۴۴۵) ایصال ثواب میں قرآن پڑھنے کا طریقہ۔ فرمایا کہ جس طریق سے آج کل قرآن شریف پڑھکر ایصال ثواب کیا جاتا ہے یہ صورت مروجہ تو ٹھیک نہیں، ہاں احباب خاص سے کہدیا جاوے کہ اپنے اپنے مقام پر حسب توفیق پڑھکر ثواب پہنچا دیں۔ باقی اجتماعی صورت اس میں کچھ مناسب نہیں۔ چاہے تین بار قل ھو اللہ ہی پڑھکر بخشدیں جس سے ایک قرآن کا ثواب مل جاوے گا، یہ اس سے اچھا ہے کہ اجتماعی صورت میں دس قرآن ختم کئے جاویں، اس میں اکثر اہل میت کو جتلانا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے یہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا جاتا، خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک مُد کھجور خیرات کرے اور غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا تو وہ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا، یہ فرق خلوص اور عدم خلوص ہی کا تو ہے

کیونکہ جو خلوص ایک صحابی کو ہوگا وہ غیر صحابی کو ہو نہیں سکتا۔

(۶۲۶) شیخ کا فن داں ہونا شرط ہے قطب غوث ہونا شرط نہیں۔ فرمایا کہ جیسے طبیب جسمانی کا بزرگ ولی قطب غوث ہونا شرط نہیں صرف فن داں ہونا شرط ہے اسی طرح طبیب روحانی میں شیخ کا فن داں ہونا شرط ہے بزرگ ولی قطب غوث ہونا شرط نہیں۔ اگر بزرگ ولی قطب غوث ہو مگر فن نہ جانتا ہو تو وہ اصلاح نہیں کر سکتا۔

(۶۲۷) صورت طلب بھی جاذب فضل ہو جاتی ہے سالک کو وصول العمل تضرع وزاری کی فضیلت فرمایا کہ خوب یاد رکھو کہ جب تک کسی کے قلب میں اس کی ہوس ہے کہ ہم کچھ ہو جائیں یہ شخص محروم ہے چاہیئے کہ ہوسوں کو فنا کرے اور خدمت میں مشغول رہے اور فضل کا امید وار رہے اور مایوس نہ ہو۔ اور اپنی ناقابلیت پر نظر کر کے ہراساں نہ ہو۔ ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست | با کریماں کارہا دشوار نیست

لیکن طلب شرط ہے طلب ہو تو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے ؎

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب است

اگر طلب کی حقیقت نہ ہو تو صورت تو ہو وہ صورت پر بھی فضل فرما دیتے ہیں بڑی کریم رحیم ذات ہے۔ چنانچہ یہی طلب ونیاز ہے جسے مولانا گریہ سے تعبیر فرماتے ہیں ؎

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست | اے خوشا آں دل کہ آں بریانِ اوست

در تضرع باش تا شاداں شوی | گریہ کن تا بے دہاں خنداں شوی

در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست | مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

(۶۲۸) نیاز کے ساتھ تضرع وزاری کامیابی کا مقدمہ ہے۔ اگر نیاز نہیں تو نرے رونے سے کچھ نہ ہوگا۔ جب تک قلب اس کے ساتھ ساتھ نہ ہو۔ کیونکہ آنکھ سے رونا۔ سو بعض کو رونا آجاتا ہے۔ اور بعض کو نہیں آتا یہ محض غیر اختیاری ہے جس کا منشا محض ایک غیر اختیاری کیفیت ہے جو مقصود نہیں گو محمود ہے۔ چنانچہ بعض کو ساری عمر رونا نہیں آتا اور سب کام بن جاتا ہے اور اسی نرے رونے کو بدوں نیاز کے کہتے ہیں ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

غرضیکہ یہی نیاز کے ساتھ گریہ و زاری کامیابی کا مقدمہ ہے اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ؎

تا نہ گرید کودکِ حلوا فروش
بحرِ بخشائش نمی آید بجوش

تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن
تا نہ گرید ابر کے خندد چمن

کام تو موقوف زاریِ دلاست
بے تضرع کامیابی مشکل ست

ہر کجا پستی است آب آنجا رود
ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

ہر کجا رنجے شفا آں جا رود
ہر کجا دردے دوا آنجا رود

(۶۲۹) طریق کی ددغلطی - فرمایا کہ آج کل مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود بنا رکھا ہے۔ چنانچہ اوراد و وظائف کو تو طریق سمجھتے ہیں اور کیفیات و لذات کو اس کا ثمرہ مقصودہ - کس قدر دھوکہ ہے - حالانکہ اعمال مقصود ہیں اور رضائے حق ثمرہ ہے -

(۶۳۰) اہل باطن کا مطمح نظر آرائش ظاہری مطلق نہیں فرمایا کہ درویشی صرف خدا سے صحیح تعلق کا نام ہے آگے سب عبث فضول ہے، طریق کی بھی یہی حقیقت ہے باقی یہ بناؤ سنگار اور تن آرائی وہ شے ہے - جس کی نسبت ایک دانشمند کا قول ہے ؎

عاقبت سازد ترا از دیں بری
ایں تن آرائی و ایں تن پروری

جن کے قلوب میں حق تعالیٰ کی محبت ہے اور اس طرف کا تعلق ہے ان کو بناؤ سنگار کی کہاں فرصت ان کی تو یہ حالت ہے ؎

نباشد اہلِ باطن درپئے آرائش ظاہر
بنقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

دلفریبانِ نباتی ہمہ زیور بستند
دلبر ماست کہ با حسن خدا داد آمد

(۶۳۱) عقل سلیم کیا ہے - فرمایا کہ ایسی عقل جو محبوب سے دوری پیدا کرے وہ عقل نہیں بلکہ بڑے درجہ کی بد عقلی ہے - اور جو محبوب سے واصل کرے وہ دیوانگی بھی ہے تو ہزار عقلوں سے افضل ہے، نری عقل و ذکاوت سے کیا کام چل سکتا ہے

جب کہ اطاعت و محبت نہ ہو اسی کو فرماتے ہیں ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

(٦٣٢) صراطِ مستقیم بس ایک ہے۔ بس راستہ صرف ایک ہی ہے کہ محبت و اطاعت کے ساتھ احکام شریعت کے سامنے اپنے کو پیش کر دو اور بجز اس کے کوئی راستہ نہیں، کیونکہ اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہو کہیں راستہ نہ ملیگا۔

(٦٣٣) فرمایا کہ بزرگوں کی شان میں بد زبانی یا ان کی طرف بدگمانی کرنا نہایت ہی خطرناک چیز ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بزرگوں کے معتقد ہو۔ معتقد ہونا فرض نہیں۔ مگر بد زبانی اور بدگمانی سے بچنا البتہ فرض ہے۔

(٦٣٤) ایک ادبِ مجلس طعام۔ فرمایا کہ یہ مجلس طعام کے آداب کے خلاف ہے کہ ایسا سوال کیا جاوے کہ جس سے دماغ پر تعب ہو۔ کھانے کا وقت فراغ اور تفریح کا وقت ہوتا ہے اس وقت تفریح ہی کی باتیں کرنا مناسب ہے۔ اسی طرح میزبان کو یہ حق نہیں کہ مہمان سے ایسا کوئی سوال کرے جس سے اس کے قلب پر بار یا گرانی ہو۔

(٦٣٥) ضعف سلوک۔ فرمایا کہ انسان کو چاہیئے کہ بات ایسی نہ کرے کہ جس سے دوسرے کو اذیت پہنچے۔ یہ ضعف سلوک بلکہ ایک معنی کر کل سلوک ہے۔

(٦٣٦) ایک خاص حالت میں ہر چیز کو زوال ہے۔ فرمایا کہ حکومت ہی کی کیا تخصیص ہے ایک خاص حالت میں ہر چیز کو زوال ہے خواہ وہ حکومت ہو یا قوت اور شجاعت ہو مال ہو، عزت ہو، جاہ ہو، علم ہو، عمل ہو، کمال ہو۔ اور وہ خاص حالت یہ ہے کہ یہ شخص اسکو اپنا کمال سمجھنے لگے، عطیہ خداوندی نہ سمجھے اور راز اس کا یہ ہے کہ اس کو اپنا کمال سمجھکر اس میں حقوق کی ادائیگی کی طرف نظر نہیں رہتی۔ اس لئے امانت سے برطرف کر دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ کل ہمارے پاس کچھ تھا، آج کچھ بھی نہیں۔

(٦٣٧) مختلف بزرگوں کی خدمت میں جانا اندیشہ کی چیز ہے۔ فرمایا کہ میں جو منع کرتا ہوں کہ مختلف بزرگوں کی خدمت میں جانا اندیشہ کی چیز ہے اس سے بدعتی ہی مراد نہیں بلکہ اہل حق بھی مراد ہیں وجہ یہ کہ مزاج کا اختلاف۔ طبائع کا اختلاف۔ وجوہ تربیت کا

فرماتے ہیں ؎

شکرِ نعمت خوشتر از نعمت بود

یعنی نعمت کا شکر خود نعمت سے بھی اچھا ہے، اس لئے کہ شاکر مصیبت میں نہیں پڑتا اور صاحبِ نعمت مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ نیز شکر نعمت کی روح ہے اور نعمت اس کا قالب۔ اور یہ فرق اس لئے کہ شکر تم کو حق سبحانہٗ تک پہنچانے والا ہے، برخلاف نعمت کے کہ وہ اکثر گمراہ کر دیتی ہے، کیونکہ نعمت سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور شکر سے ہوشیاری حاصل ہوتی ہے۔ پس شکرِ نعمت افضل ہوا نفسِ نعمت سے، اچھا ہم نے مانا کہ نعمت ہی اچھی چیز ہے کیونکہ نعمت بھی تو شکر ہی سے ملتی ہے، پس اگر تم نعمت خداوندی ہی کے طالب ہو تو اس کی تحصیل کا ذریعہ بھی شکر ہی ہے اس لئے بھی شکر ضروری ہے۔ شکر جو کہ نعمت ہے اگر تم کو حاصل ہو جائے تو تم سیر چشم اور دولت مند ہو جاؤ گے کہ تم دوسروں کو نعمت دے سکو گے اور غذائے روحانی خوب پیٹ بھر کر کھاؤ گے اور غذائے جسمانی کا زیادہ کھانا اور اس کی تکلیف تم سے دور ہو گی۔

(۶۴۹) عمل کا بار بار تکرار کرنا بدون تکمیل عمل کے بے کار ہے۔

(۶۵۰) جب تک سوال نہ کیا جاوے مسئلہ بتلانا واجب نہیں

(۶۵۱) ہر ذمہ دار کو اپنے ماتحت لوگوں کے اعمال کی نگہداشت کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ میں جب معتبر اہل شخص کو کوئی عہدہ دیتا ہوں تو یہ کافی ہے کہ عہدہ دینے سے پہلے اس کی اہلیت، لیاقت، دیانت و امانت کی تحقیق کر لوں، پھر میں سبکدوش ہوں یا مجھے عہدہ دینے کے بعد اس کے کام کی بھی تحقیق کرنا چاہیے کہ جیسا میرا گمان تھا ویسا ہی ثابت ہوا یا میرا گمان غلط نکلا۔ سب نے جواب دیا کہ عہدہ دینے سے پہلے پوری طرح تحقیق کر لینا کافی ہے اس کے بعد آپ سبکدوش ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ جواب صحیح نہیں بلکہ مجھے اس کے کام کی بھی تحقیق کرنا چاہیے کہ جیسا میرا گمان تھا اس نے اسی طرح کام کا حق ادا کیا یا میرا گمان اس کے متعلق غلط ثابت ہوا۔ بدون اس کے میں سبکدوش نہ ہوں گا۔ محققین صوفیہ کا بھی یہی خیال ہے کہ جس کو کوئی خدمت سپرد کی جاوے، اس کے اعمال کی بھی جانچ کرنا چاہیے کہ جو خدمت اس کے سپرد کی گئی ہے وہ اس کا اہل ثابت ہوا یا نہیں۔

(۶۵۲) **طالب علم کے محرومی کی وجہ تکبر و شرم ہے** - حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم صرف دو وجہوں سے محروم رہتا ہے یا تکبر کی وجہ سے یا شرم کی وجہ سے کیونکہ دین میں تکبر یا شرم کا کام نہیں نہ حق بات کہنے میں، نہ اس کے بتلانے میں نہ معلوم کرنے میں اسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

نعم النساء نساء الانصار لم یمنعھن الحیاء ان یتفقھن فی الدین

یعنی انصار کی عورتیں بہت اچھی عورتیں ہیں کہ ان کو مسائل دین کے دریافت کرنے میں حیاء و شرم نہیں ہوتی -

(۶۵۳) **نفس کشی کی تعریف** - نفس کشی تصوف کی اصطلاح میں تکبر دعویٰ، عجب و پندار، خود رائی، خود بینی زائل کرنے کا نام ہے - جب تک یہ رذائل نفس کے اندر موجود ہیں وہ زندہ ہے جس دن ان سے پاک ہوگیا مردہ ہوگیا۔ مگر اس موت کے بعد اس کو جو زندگی ہوتی ہے وہ روحانی حیات ہے اور لازوال حیات ہے ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(۶۵۴) **تصوف میں کامیابی کا انحصار اتباع سنت پر** - صوفیہ متبعین سنت کو جماعت کا بہت زیادہ اہتمام ہوتا ہے، ہم نے اپنے اکابر کو اسی قدم پر پایا ہے اور حضرات سلف صالحین کا بھی یہی طریقہ رہا ہے - افسوس کہ آج کل کے جاہل صوفی جماعت کا تو کیا اہتمام کرتے نماز کی بھی پوری پابندی نہیں کرتے - نہ معلوم ان لوگوں نے تصوف کس چیز کا نام رکھ لیا ہے، جو مخالف سنت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے -

(۶۵۵) - **حال** - ایک صاحب نے لکھا کہ گھر میں بڑی اذیت چھوٹے بھائی سے ہے ان کے لئے روزانہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکی جھوٹ اور خیانت کی عادت چھوڑا دے دین و دنیا دونوں اپنی برباد کر رہے ہیں۔ حضرت سے بھی دعا و تدبیر کی درخواست ہے -

تحقیق - دعا سے کیا عذر ہے، باقی تدبیر تو ہم جیسے ناقصین کے لئے تو دوسرے کے لئے تدبیر کرنے سے اپنے لئے تدبیر اسلم ہے، اور وہ تدبیر اسلم ہے کہ فکر خود کن فکر بیگانہ مکن اور ایک وقت وہ آتا ہے جس میں کاملین کو بھی یہی تجویز فرمایا گیا ہے علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم - اور وہ وقت ہے، جب باوجود سعی کے دوسرا نہ مانے

کذا فی بیان القرآن، اور اس کے ساتھ بھی اگر فکر بے گانہ کا ہجوم ہو جاوے وہ مجاہدہ اضطراریہ اور موجب قربت ہے، خلاصہ یہ کہ زیادہ حصہ حالات موجودہ کا مجاہدات اضطراریہ ہیں نہ انبیاء خالی ہیں نہ اولیاء نہ دوسرے مومنین۔ گو الوان سب کے مختلف ہوتے لیکن قدر مشترک سب کے لئے نعمت ہے اور سب سے بڑی اور مختصر اور جامع اور ہر وقت کے استحضار کے قابل اور ہر حالت پر منطبق اور اس کے مناسب چیز یہ ہے کہ جس حالت سے دین کا ضرر نہ ہو خیر محض ہے، خواہ طبیعت کے کیسے ہی خلاف ہو، اور وہ عمر بھر لازم حال رہے ہے۔ بس قلب میں اس کو راسخ کر لیا جاوے اور زبان کو مشغول بالذکر رکھا جاوے اور اس کو اصل شغل سمجھا جاوے تکے ہوتے ہوئے کسی شغل کے فوت ہونے کا افسوس نہ کیا جاوے، کیونکہ علاوہ عبادت موظفہ کے اور اشغال عارض کے سبب ہیں اور یہ مشغولی بالذکر سب عوارض کے انصرام اور اختتام کے بعد باقی ہے۔ بس اس نظام کے بعد فکر اور سوچ اور تمنا اور انتظار کو دل سے نکال دیا جاوے انشاء اللہ تعالیٰ حیوٰۃ طیبہ کا صرف حصول ہی نہیں بلکہ مشاہدہ ہو جاوے گا اور بعد چندے نفس مطمئنہ ہو کر اس پر راضی بلکہ لذت گیر ہو جاوے گا بقول ایک صاحب حال کے۔ ؎

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

ومن لم یذق لم یدر۔ رزقنا اللہ ھٰذا الذوق فی حیاتنا ووقت مماتنا و اختتم الکلام مستغنیاً برحمۃ اللہ العلام۔

(۶۵۴) ایک صاحب خیر نے جو اپنے فرزندان کے ناکامی و رنج معاش سے پریشان تھے لکھا کہ "اپنی اولاد کے معاملات سے اس قدر وابستگی رہتی ہے کہ دن رات اسی خیال میں مستغرق رہنا ہو نماز کے بعد نیز سوتے جاگتے۔ اٹھتے بیٹھتے بس بچوں کی کامیابی فلاح و بہبود کے علاوہ سب دعائیں کرنا چھوڑ دیں۔ اسی خیال سے بڑی تکلیف محسوس ہوتی ہے کہ خدانخواستہ اگر مرتے وقت بھی بچوں کا خیال رہا تو میں نہ دین کا رہوں گا نہ دنیا کا۔ توکل میرے اندر نہیں رہا۔ قلب میرا تاریک ہو گیا۔ حالت میری بد سے بدتر ہو گئی۔ حضور اپنے ذلیل و خوار غلام کی طرف خاص توجہ فرماویں۔

تحقیق۔ یہ احساس و فکر خود علامت ہے ایمان کامل کی۔ اللہ تعالیٰ مزید تکمیل و رسوخ عطا فرماوے اور توکل سے نقص کا شبہ بھی محض وہم ہے توکل کامل کے درجات ہیں۔ کاملین کا سا نہ سہی مگر جو درجہ توکل کا مامور بہ ہے وہ کوئی مامور بہ ناقص نہیں ہوتا۔

بھی بفضلہ تعالیٰ حاصل ہے۔ جس کی کھلی علامت ہر حالت میں دعا کرنا ہے۔ اگر کارساز پر نظر نہ ہوتی تو دعا ہی کیوں کی جاتی اور یہی نظر توکل مامور بہ ہے اور اس سے آگے کے درجات زیادہ کمال کے ہیں مگر یہ بھی ناقص نہیں بالکل اطمینان رکھا جاوے۔ رہا یہ شبہ کہ اولاد سے شدید تعلق ہے، اور یہ کہ اگر آخری وقت میں اس کا استحضار رہا تو محض تباہی ہے یہ خوف علامت ایمان کی اور اس خوف پر بشارت ہے ایمان کی کمائی قولہ تعالیٰ۔ ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کبیر۔ اور ظاہر ہے کہ مغفرت ہے ایمان کے محفوظ رہنے پر تو خوف پر اس طرح بشارت ہے حفاظت ایمان کی، پھر تباہی کا وہم کیوں کیا جاوے۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ اولاد کے مصالح و فلاح کا اہتمام طاعت اور انکا حق مامور بہ ہے۔ تو مامور بہ کا اہتمام سوء خاتمہ کا سبب کیسے ہو سکتا ہے۔ البتہ انکی ایسی محبت کہ اس میں دین کی بھی پروا نہ رہے۔ اور اس محبت میں معصیت کا بھی ارتکاب کر لیا جاوے یا احکام ضروریہ میں خلل ہونے لگے۔ یہ ہے غیر اللہ کی محبت مذمومہ۔ یہ تو ضابطہ کا جواب ہے۔ اور بالکل صحیح و حقیقت لیکن اس کے ساتھ عادۃ اللہ یہ ہے کہ مومن کے اخیر وقت میں یہ جائز محبت بھی فنا کر دی جاوے گی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں دم نکلتا ہے۔

(۶۵۷) حال۔ خادم کی یہ حالت ہے کہ نماز تہجد کو بھی آنکھ نہیں کھلتی، اور اگر کھلتی ہے تو وہ سستی ہے کہ اٹھا نہیں جاتا اپنی حالت پر افسوس ہے۔

تحقیق۔ افسوس تو علامت ہے محبت کی جو مطلوب ہے۔ مگر افسوس کے بھی حدود ہیں جو چیز اختیاری ہے۔ وہاں افسوس کے ساتھ اختیار سے بھی کام لینا چاہیے مثلاً تہجد اگر اخیر شب میں نہیں ہوتا تو بعد نماز عشاء پڑھ لیا جاوے۔ جو چیز اختیاری نہ ہو وہاں صبر و استغفار و دعا کرنا چاہیے۔

(۶۵۸) صرف دعا پر اکتفا کرنا ضعف علمی و عملی ہے۔ حال۔ حضرت والا کی دعا اگر ہوئی تو یہ مشکل آسان ہو جاوے گی۔

تحقیق۔ دعا سے انکار کب ہے۔ لیکن ہر امر میں صرف دعا پر اکتفا کرنا ضعف علمی و عملی ہے اوپر کی تفصیل کی ضرورت ہے۔

(۶۵۹) ترک تعویذ کا انتظام۔ فرمایا کہ اصل تو یہ ہے کہ تعویذ گنڈے کو بالکل موقوف و مسدود کیا جاوے۔ لیکن اگر غلبہ شفقت سے کسی شفیق کو

افسوس کے حدود

یہ گوارا نہ ہو تو تدریج سے کام لیا جاوے - جس کا نظام یہ ہے کہ اس سلسلہ کو ظاہراً جاری رکھا جاوے، لیکن ہر طالب سے یہ بھی ضرور کہہ دیا جاوے کہ میں اس کام کو نہیں جانتا۔ مگر تمہاری خاطر سے کئے دیتا ہوں - چند روز کے بعد یہ سمجھا جاوے کہ لوگ اس کو جس درجہ کی چیز سمجھتے ہیں یہ اس درجہ کی چیز نہیں ہے - اس کے بعد ایسا کیا جاوے کہ کسی کو دیدیا کسی سے عذر کر دیا مگر نرمی سے - پھر بالکل حذف کر دیا جاوے -

(۶۶۰) کثرت اساتذہ مناسب نہیں - وہ محض دو چار روز کے لئے کیونکہ کثرت میں سب کے حقوق ادا نہیں ہو سکتے - کیسے کام کی بات ہے -

(۶۶۱) فرمایا کہ میرا دل ذرہ برابر گوارا نہیں کرتا کہ کسی کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے، البتہ جب مجھ کو تکلیف پہنچاتے ہیں تو اس سے بچنے کی تدبیر کرتا ہوں -

(۶۶۲) اسراف کی مذمت - ایک صاحب نے عرض کیا حضرت مسلمان اس زمانہ میں فضول اخراجات کی بدولت تباہ و برباد ہیں مگر اب تک یہ حالت ہے کہ فضول اخراجات سے نہیں رکتے، فرمایا کہ یہی ہو رہا ہے - پھر جب پیسہ پاس نہیں رہتا جھوٹ فریب کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں -

(۶۶۳) امر بالمعروف کی ادنیٰ شرط - فرمایا کہ ادنیٰ شرط امر بالمعروف کی یہ ہے کہ جس کو نصیحت کرے عین نصیحت کے وقت یہ سمجھے کہ میں اس سے کم درجہ کا ہوں اور وہ مجھ سے افضل ہے -

(۶۶۴) دین میں خصوص طریق میں تو پریشانی ہے ہی نہیں - فرمایا کہ اگر اصول صحیحہ کا اتباع کیا جاوے تو کوئی بھی پریشانی نہیں - خصوص اس طریق میں تو پریشانی ہے ہی نہیں، دین میں تو پریشانی ہے ہی نہیں - خواہ وہ احکام ظاہرہ ہوں یا باطنہ لوگوں نے بوجہ اپنی لاعلمی کے اور فن سے ناواقف ہونے کے خود اپنے اوپر پریشانیاں لے رکھی ہیں اور اگر کوئی بات نفس کے خلاف بھی ہو تو جب اس میں عبد کا سر امر نفع ہے تو پھر اعتراض اور شبہ پریشانی کا کیا

(۶۶۵) فرمایا کہ ہر چیز میں خدا کی حکمتیں اور اسرار ہیں جن کو بندہ سمجھ نہیں سکتا - اس لئے خود تمناؤں کو فنا کر کے تفویض اختیار کرے -

(۶۶۶) طلب صادق - فرمایا کہ طلب صادق ایسی عجیب چیز ہے کہ بڑے بڑے سخت کام کو سہل بنا دیتی ہے -

(۶۶۷) اصرار علی البیعت کی وجہ - فرمایا کہ جب بدون بیعت ہوئے ہی (اتباع شیخ سے) وہ کام ہو جاوے جو بیعت ہونے سے ہوتا تو پھر بیعت پر کیوں اصرار ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کالا ہے کوئی نفسانی غرض قلب میں بیٹھی ہوئی ہے اور میں اسکو بتلائے دیتا ہوں کہ کام کرنا مقصود نہیں، نام کرنا مقصود ہے کہ ہم بھی فلاں سے تعلق رکھنے والے ہیں جس کا منشا رجاہ ہے اور یہ ناشی ہے کبر سے، جیسے ایک عورت ہے اس کو شہوت تو ہے نہیں مگر نان نفقہ کی ضرورت ہے، وہ ایک شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے - اس نے کہا بیوی نکاح تو میں کرتا نہیں، ہاں پچاس روپے ماہوار تجھکو دیا کروں گا - تو اس عورت کا اس میں کیا حرج ہے - لیکن اگر نکاح ہی پر اصرار ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں شہوت ہے -

(۶۶۸) حق تعالیٰ انفعال سے منزہ ہیں جو بھی ہوتا ہے ارادہ سے ہوتا ہے اور ارادہ حکمت سے ہوتا ہے - ایک شخص نے کہا کہ حضرت دشمن کو آگ میں جلتا ہوا دیکھکر ہم کو بھی رحم آجاتا ہے تو کیا حق تعالیٰ کو رحم نہ آئے گا - جب کفار دوزخ میں جلیں گے، فرمایا کہ آپ کا قیاس مع الفارق ہے - آپ ہیں تو انفعال ہے اور اللہ تعالیٰ انفعال سے منزہ ہیں وہاں تو جو بھی ہوتا ہے ارادہ سے ہوتا ہے، پھر وہ ارادہ بھی حکمت سے ہوتا ہے -

(۶۶۹) بچوں کے مطیع بنانے کی تدبیر - فرمایا کہ جب تک شفقت نہ ہو پرورش کا خیال نہ ہو، کوئی اور طریقہ اور کوئی تدبیر بچوں کے مطیع بنانے کی نہیں -

(۶۷۰) سرسید کے متعلق حضرت والا کی رائے - فرمایا کہ سرسید سے ایک رئیس میرٹھ نے پوچھا کہ تم چاہتے کیا ہو، دنیا یا دین، جواب دیا کہ میں نہ دنیا چاہتا ہوں نہ دین، صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے بھائی ننگے بھوکے نہ رہیں - مگر بندۂ خدا نے یہ نہ دیکھا کہ ننگے بھوکے تو دین پہ عمل کرتے ہوئے بھی نہ رہتے، ایسے جواب کا سبب عقل کی کمی، دین کی کمی ہے - غرضیکہ سرسید کی نیت تو بری نہ تھی مسلمانوں کا ہمدرد تھا - مگر عقل و دین کی کمی کی وجہ سے جو راہ مسلمانوں کی فلاح اور بہبودی

کے لئے نکالی وہ مضر ثابت ہوئی۔

(۶۷۱) فہانت بھی عجیب چیز ہے، بشرطیکہ استعمال محل پر ہو۔ فرمایا کہ سلطان عبدالحمید سے کسی یورپین بادشاہ نے کہا تھا کہ آپ یورپ کے درمیان میں ایسے ہیں جیسے بتیس دانتوں کے درمیان زبان۔ اس سے تعریض تھی عجز وضعف کی طرف۔ جس کو سلطان سمجھ گئے، اور برجستہ کہا "بالکل ٹھیک ہے۔ مگر قدرتی سنت یہ ہے کہ دانت پہلے فنا ہو جاتے ہیں اور زبان باقی رہتی ہے۔

(۶۷۲) خواص مسلمان۔ فرمایا کہ استغناء۔ حسن ظن۔ ترحم۔ اعتقاد۔ یہ سب شجاعت کے لوازم سے ہے۔ اور مسلمانوں کے خواص ہیں، اور یہ دوسری قوموں میں نہیں۔

(۶۷۳) انگریزی خوانوں کا معیار مقبولیت۔ فرمایا کہ انگریزی خوانوں کے یہاں معیار مقبولیت صرف یہ ہے کہ وہ چیز نئی ہو چاہے کتنی ہی بعید از عقل ہو مگر ہو نئی اس کو قبول کر لیتے ہیں، اور کوئی بات کتنی ہی قریب از عقل ہو مگر ہو پُرانی اسکو قبول نہ کرینگے، چنانچہ غلام احمد قادیانی کو دیکھ لیجئے، اس نے پہلے مجدد ہونیکا دعویٰ کیا، پھر محدث ہونیکا پھر مہدی ہونیکا پھر کرشن ہونے کا، پھر نبی ہونے کا۔ پھر کے لفظوں میں خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔ کبھی عورت بنا، پھر اس کو حمل قرار پایا۔ کیا اسکو ہذیان نہ کہیں گے۔ مگر انگریزی خواں ہیں کہ معتقد ہیں۔

(۶۷۴) مناظرہ بہت خطرناک چیز ہے۔ فرمایا کہ ہر شخص کو مناظرہ کرنا مناسب نہیں اس کے لئے بڑے فہم اور عقل کی ضرورت ہے۔ میں نے خود بہت لوگوں کو دیکھا ہے کہ مناظرہ کرتے کرتے خود بگڑ گئے اور بددین ہو گئے۔ سلامتی اسی میں ہے کہ سیدھا سیدھا اپنے روزہ نماز میں لگا رہے اور ان جھگڑوں میں نہ پڑے۔

(۶۷۵) معراج کا اثبات۔ وقوع معراج کے متعلق فرمایا کہ یہ واقعہ عقلاً ممکن اور نقلاً ثابت، اور جس ممکن کے وقوع پر نقل صحیح دال ہو وہ ثابت۔ پس اس کا وقوع ثابت۔ ایک انگریزی خواں صاحب نے کہا کہ اس سے پہلے اس کی کوئی نظیر بھی ہے۔ فرمایا کہ آپ جو نظیر مانگتے ہیں، تو اس نظیر کی ضرورت ہوگی۔ پھر اسی طرح اس نظیر کی بھی ضرورت ہوگی۔ آخر کہیں جا کر آپ کو کوئی واقعہ بلا نظیر کے ماننا پڑے گا تو معلوم ہوا کہ ہر واقعہ کے ماننے کے لئے نظیر کی ضرورت نہیں، لہٰذا اس کو ہی بلا نظیر کے مان لیجئے۔ جو کام آخر میں جا کر کرنا پڑے گا وہ شروع ہی میں کر لیجئے۔

(۶۷۶) انگریزی پڑھنے کے لئے وقف کرنے کا ثواب ہوگا یا نہیں - فرمایا کہ ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا ہے - میں نے جواب میں لکھدیا ہے (۱) انگریزی پڑھنے سے کیا نیت کیا ہے ، (۲) انگریزی پڑھنے کے قواعد کیا ہیں (۳) کورس کیا ہے (۴) بادشاہ وقت کے حامی ہوتے ہوئے اس کی ضرورت کیا ہے -

(۶۷۷) تقویٰ کی برکت کا اثر - فرمایا کہ ذہن کے بڑھنے کا کوئی طریقہ نہیں - اور حافظہ کی قوت کے لئے تقویتِ دماغ کی ضرورت ہے - پھر فرمایا کہ تقویٰ کی برکت سے علومِ صحیحہ ذہن میں آسکتے ہیں ، مگر خود ذہن تقویٰ سے بڑھتا ہے ، جیسے کسی شخص کی بینائی کمزور ہو تو تقویٰ سے نہیں بڑھتی -

(۶۷۸) - فرمایا کہ طریق سے لوگوں کی عدم مناسبت کا سبب اسکی حقیقت سے بےخبری ہے ، رسوم کا نام ان جاہلوں نے تصوف رکھ لیا ہے - حالانکہ طریق کی حقیقت اعمالی ہیں اور مقصود طریق رضاء حق ہے ، اس سے آگے یا تو بے تعلق چیزیں ہیں یعنی ان کو طریق سے کوئی تعلق نہیں - یا ان کا درجہ مثل تدابیر طبیہ کے تدابیر کا درجہ ہے ، یا اگر وہ غیر اختیاری کیفیات ہیں تو یہ مقصود نہیں - گو محمود ہیں - اور مقصود میں معین بھی ہیں ، ان تدابیر کو بدعت کہنا اصول سے ناواقفی ہے ، جیسے طبیب جسمانی کی تدابیر کو بدعت نہیں کہہ سکتے -

(۶۷۹) ایک صاحب کا خط آیا جو نہایت ہی بدخط تھا اور اصلاح اور نفس کی اصلاح چاہی تھی - تحریر فرمایا کہ نفس کی اصلاح سے پہلے ضرورت ہے اصلاح خط کی کہ اس کا تعلق دوسرے کی راحت و کلفت سے ہے - اگر اس میں شبہ ہو تو لفافہ پر جو پتہ لکھا ہے اسی کو دیکھ لو ، غالب یہی ہے کہ ڈاکخانے والے بھی پریشان ہوئے ہوں گے -

(۶۸۰) فرمایا اس طریق میں سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے کہ کسی کامل کے سامنے اپنے کو پامال کردے ، مٹادے - فنا کردے ؎

حال را بگذار مردِ حال شو   پیشِ مردِ کاملے پامال شو

(۶۸۱) جائے بزرگاں بجائے بزرگاں سے مراد برکت ہے - اور یہ واقعہ ہے کہ اس میں برکت ضرور ہے - چنانچہ مولانا شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ پر بیٹھ کر جب ذکر کرتا ہوں تو زیادہ انوار و برکت محسوس کرتا ہوں۔

(۶۸۲) فرمایا کہ کثرت تکلم کا منشا و کبر ہے کہ اور لوگ یہ سمجھیں گے کہ اسے کچھ نہیں آتا، اس لئے بولتا ہے۔

(۶۸۳) مشورہ حضرتِ والا برائے مدرسہ دیوبند۔ فرمایا کہ میں نے مشورہ یہ دیا تھا کہ مدرسہ کو ایک دم مقفل کر دیا جائے۔ اور ملک میں اعلان کر دیا جائے کہ ان وجوہ سے مدرسہ کو بند کئے دیتے ہیں۔ فضا خوشگوار ہونے پر کھول دیں گے، اور سب مفسدوں کو نکال باہر کر دیا جاتا، اور پھر جو داخل ہوتا وہ ایک تحریری معاہدہ کے ساتھ داخل کیا جاتا۔ کہ اگر ان شرائط کے خلاف کیا تو مدرسہ سے خارج کر دیئے جاؤ گے، اور یہی شرائط مدرسین کے ساتھ ہوں، باقی اب تو مدرسہ کو اکھاڑہ بنا رکھا ہے، میں نے مہتمم صاحب سے صاف کہدیا تھا کہ مدرسہ کی حالت یہ ہے کہ جیسے بے روح کے جسم ہوتا ہے۔ اب اگر اس صورت میں مدرسہ کو ترقی بھی ہوئی تو یہ ترقی ایسی ہوگی جیسے مرجانے کے بعد لاش پھول جاتی ہے اور اندیشہ ہوتا ہے کہ اس صورت میں پھول کر جب پھٹے گی تو محلہ بستی کو بھی مارے بدبو کے سڑا دے گی۔ اس پر مہتمم صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب سنا جاتا ہے کہ طلبہ کا تو بالکل ہی طرز بدل گیا۔ یہی پتہ نہیں چلتا دیکھنے سے کہ یہ علی گڑھ کالج ہے۔ یا دینی مدرسہ، اپنے بزرگوں کا طرز چھوڑ دیا، پھر نور و برکت کہاں۔ یہ سب اسی جنت نیچریت کی نحوست ہے، طلباء کے لباس میں طرز معاشرت میں نیچریت کی جھلک پیدا ہوگئی۔ منتظمین اساتذہ سب کے سب طلباء سے مغلوب ہیں محض استغناء سے کہ اگر یہ رہا ہے تو ہماری مدرسی بھی جاتی رہے گی۔

(۶۸۴) فرمایا کہ لوگوں نے اصول صحیحہ کو چھوڑ دیا ہے جس سے ایک عالم کا عالم پریشانی میں مبتلا ہے۔ حتیٰ کہ حکومت اپنی رعایا سے۔ باپ اپنے بیٹے سے، استاد اپنے شاگرد سے، پیر اپنے مرید سے، خاوند اپنی بیوی سے، آقا اپنے نوکر سے۔ اور اگر اصول صحیحہ کا اتباع کیا جاوے، اور ہر چیز کو اپنی حد پر رکھا جاوے تو کوئی پریشانی یا تکلیف نہیں ہو سکتی۔

(۶۸۵) خادمان دین کے نفع کے لیئے چند تجربہ کی باتیں۔ فرمایا کہ خادمانِ دین

یعنی جن کے متعلق افتاء و تبلیغ و تعلیم و تربیت کا کام سپرد ہو وہ کسی کی گواہی نہ دیں، نیز کسی کے معاملہ میں حکم یعنی فیصلہ کنندہ بھی نہ بنیں۔ کیونکہ ایسے کرنے سے وہ ایک جماعت سے شمار کر لیا جاوے گا، اور دوسری جماعتوں کے مسلمان اس کے فیوض اور برکات سے محروم رہ جائیں گے۔ غرض ایسے خادمان دین کو ہرگز ایسے معاملات میں نہ پڑنا چاہیئے، اس میں بڑی مضرت کا اندیشہ ہے۔ خصوص دین کا ضرر کیونکہ اس زمانہ میں ہر شخص آزاد ہے نہ کسی کا کسی پر اثر۔ نہ کسی کے اعتقاد اور محبت کا اعتماد۔ صرف مطلب اور اغراض تک سب کچھ ہے اور ان کے خلاف کوئی بات پیش آجاوے۔ اسی وقت اثر اور اعتقاد و محبت سب ختم ہو جاوے یہ تجربہ کی باتیں ہیں۔

(۶۸۶) فرمایا کہ اکثر جھگڑے کے جب استفتاء آتے ہیں تو یہاں سے یہ جواب آتا ہے کہ دونوں فریق جمع ہو کر آؤ، اور دونوں زبانی واقعہ بیان کرو۔ سننے کے بعد حکم شرعی ظاہر کر دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اس سے کون خوش رہ سکتا ہے۔

(۶۸۷) سلوۃ الکئیب بخلوۃ الحبیب یعنی غموم و ہجوم کا علاج۔ ایسا شخص تلاش کیا جاوے جس میں یہ صفت ہوں۔

(۱) دل سے اپنا خیر خواہ و محب و ہمدرد ہو۔ (۲) عاقل ہو اور اگر صاحب تجربہ بھی ہو تو سونے پر سہاگہ (۳) رازدار یعنی حافظ اسرار ہو۔ (۴) بے تکلف ہو کہ اگر اس کی رائے میں آپ کی کوئی غلطی ہو تو اس کو محبت سے ظاہر کر دے (۵) اور اگر دیندار ہو تو نور علیٰ نور۔ ایسے شخص کے مل جانے کے بعد کسی غم و فکر کا بوجھ اپنے دل پر نہ رکھا جاوے۔ بلکہ ہر اس امر کو جس سے خلجان بڑھنے لگے اس پر ظاہر کر دیا جایا کرے خود اس اظہار ہی میں خاصیت ہے کہ غم خفیف ہو جائے گا۔ اور اگر وہ کچھ تسلی کر دے یا کوئی مناسب تدبیر بتلا دے تو اور اخف ہو جائے گا۔ اگر ایسے شخص سے روزانہ ملاقات ممکن ہو تو غم بڑھنے ہی نہ پاوے اور کسی فصل سے ملاقات ہو سکے تو بڑھنے کے بعد گھٹ جاوے گا۔ یہ تو مادی تدبیر ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ روحانی علاج کو اس سے زیادہ اہم سمجھ کر اس کا التزام کیا جاوے اور وہ دعا و استغفار کی کثرت ہے بالخصوص یہ دعا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ تو اس سے یا غم کا وقوع ہی نہ ہو گا یا وہ مؤثر نہ ہو گا۔ اور اگر بقدر تحمل و سہولت اجزاء ذیل کو بھی منضم کر لیا جائے تو قوی اور مقوی بدرقہ کا کام دے گا۔

(الف) غیر ضروری تعلقات کی تقلیل (ب) دوسروں کے مصالح کے اہتمام میں اعتدال یعنی ترک۔ (ج) افعال غیر مقدر یا غیر کے مقدور کی عدم تعدی۔ (د) اجمالی مراقبہ خدا کے حاکم اور حکیم ہونے کا (س) کوئی شغل تفریح کا جس میں کچھ قوتِ دماغیہ کا بھی صرف ہو مگر تعب کا درجہ نہ ہو۔ اور اپنے اختیار کا ہو اور سب سے بہتر تصنیف ہے۔

نوٹ:۔ ایک شخص نے اپنے ضیق و پریشانیوں کا حال لکھا تھا کہ

(۱) جس سے نفع کی توقع ہے وہ نقصان واذیت کے درپے ہوتا ہے۔ (۲) نوکروں چاکروں کی سخت دقت ہے اور اوسطاً ۱۲، ۱۵۔ آدمیوں کا کھانا رہتا ہے۔ (۳) والدہ دائم المریض ہیں، بیماری میں کوئی پانی اٹھا کر دینے والا نہیں۔ (۴) معلم کوئی ڈھنگ کا ملتا نہیں لڑکے خراب خستہ مارے مارے پھرتے ہیں (۵) نہ گھر میں کسی کو راحت نصیب نہ مجھکو۔ فکر و تردد میں ہر وقت گرفتار رہتا ہوں۔ (۶) خواجہ صاحب پر بڑا رشک آتا ہے۔

(۶۸۸) فرمایا کہ عمل کے لئے دعا را اہم ہے و اکسیر۔

(۶۸۹) شریعت کو چھوڑ کر طبیعت کے اقتضاء پر عمل کرنا ایسا ہے جیسا سونا چھوڑ کر تانبے کو لینا۔ کیا یہ خسارہ نہیں۔

(۶۹۰)۔ ضیاع نعمت پر بالکل رنج نہ ہونا بھی مذموم نہیں بلکہ لکیلا تاسوا علیٰ ما فاتکم سے اس کا مطلوب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ نعمت کی بے قدری کا شبہ ہو تو بے قدری نعمت کی یہ ہے کہ اس کو غیر مصرف میں صرف کیا جاوے۔

(۶۹۱)۔ بھائی کے انتقال سے قلب پر وحشت تھی اس کے متعلق علاج دریافت کیا گیا تھا۔ فرمایا کہ طبعی وحشت کوئی معصیت نہیں، جس کی تدبیر بتلائی جاوے۔ لیکن تبرعاً لکھتا ہوں وہ دو جز سے مرکب ہے۔ ایک مرحوم کا بلاضرورت تذکرہ نہ کرنا۔ نہ سننا۔ دوسرے اپنے کو کسی جائز کام میں لگائے رکھنا۔ خواہ دنیوی کام ہو یا دینی، اپنے کو فارغ نہ رکھنا۔

(۶۹۲) ایک شخص نے معاصی شہوانیہ کا علاج پوچھا، فرمایا بجز ہمت و مقاومت نفس کے اور کوئی علاج نہیں۔ اس معاملہ میں تکلیف ضرور ہوتی ہے، مگر دوزخ کی تکلیف سے کم ہے۔

(۶۹۳) فرمایا کہ بے تکلفی کا مدار مناسبت پر ہے۔ بعض سے پہلی ہی ملاقات

بے تکلفی ہو جاتی ہے۔ بعض سے عمر بھر بھی نہیں ہوتی۔ اس کی کوئی خاص تدبیر نہیں۔

(۶۹۴) فرمایا کہ سالک کے لئے یہ مبارک اعتقاد ہے کہ مجھے دنیا میں اپنا دشمن کوئی نظر نہیں آتا، سوا اس کے کہ میں خود اپنا دشمن ہوں۔ نیز اس استحضار رحمت ہے۔

(۶۹۵) فرمایا کہ پھل آنے سے پہلے باغ بیچنے میں دو گناہ ہیں۔ ایک عقد باطل جس کا تدارک بجز فسخ عقد اور استغفار کے اور کچھ نہیں۔ دوسری چیز حرمت ثمر ہے جس کا تدارک یہ ہے کہ بائع زبانی کہے کہ میں نے موجودہ پھل اتنی قیمت کو فروخت کیا اور مشتری کہے کہ میں نے قبول کیا۔

(۶۹۶) فرمایا کہ ذکر کے برکت کی شرط توجہ ہے۔ اور توجہ عام ہے، چاہے ذکر کا تصور کرے یا مذکور کا یا ذاکر (یعنی قلب کا)

(۶۹۷)۔ مبتدی کو اس کی ضرورت ہے کہ جس قدر چیزیں قلب کو مشوش اور پریشان کرنے والی ہیں، ان سے حتی الامکان اجتناب کرے۔ یعنی اپنے اختیار سے اپنے قلب کو ایسی باتوں میں نہ پھنسائے۔

(۶۹۸) عمل کے نفع کا مدار نیت پر ہے۔ دیکھئے نماز بدون نیت کے نہیں ہو سکتی، زکوٰۃ بدون نیت کے ادا نہیں ہو سکتی۔ ایمان جو سب کی جڑ ہے بدون نیت کے نہیں ہو سکتا۔

(۶۹۹)۔ فرمایا کہ جو متواضع ہو اور اپنے متواضع ہونے پر اس کو نظر ہو وہ متواضع نہیں متکبر ہے۔

ضمیمہ

---

(۱) وحدۃ الوجود کی حقیقت اور اس کی ابتدا۔ وحدۃ الوجود نہ مقاصد تصوف سے ہے نہ مقامات سلوک میں اس کا شمار ہے، چنانچہ سلف میں اس کا مفصل تذکرہ تحریراً یا تقریراً نہ تھا۔ ابہام کے درجہ میں کہیں کہیں اس کے آثار کا ظہور ہو جاتا تھا

جس کا حاصل یہ ہے کہ معنون تھا عنوان نہ تھا۔ پھر خلف میں اس کا عنوان مختلف تعبیرات سے ظاہر ہوا، وحدۃ الوجود ان حضرات کی خاص حالت اور کیفیات کا نام ہے۔ جو غلبۂ عشق و محبت الٰہیہ سے ان پر وارد ہوتی ہے، جیسا عشاق مجازی پر بھی اس قسم کی کیفیت بعض دفعہ طاری ہوتی ہے کہ محبوب کے سوا کسی چیز پر التفات نہیں ہوتا۔ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اسی کا دھیان لگا رہتا ہے، اسی طرح حضرات صوفیہ کو غلبۂ محبت وعشق اور غلبۂ استحضار محبوب کی وجہ سے حضرتِ حق کے سوا کوئی بھی موجود نہیں معلوم ہوتا۔ قلب پر سلطان حق کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اس کے سوا ہر چیز حتیٰ کہ خود اپنی ذات بھی معدوم نظر آتی ہے ؎

چو سلطان عزت علم بر کشد جہاں سر بہ جیب عدم در کشد

(۲)۔ اسلم یہ ہے کہ بدون اجازت مشائخ شیخ نہ بنے۔ گو اہلیت رکھتا ہو۔ اگر کوئی از خود دیانتاً اپنے کو مشیخت کا اہل سمجھتا ہو تو گو شرعاً اس صورت میں شیخ سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں مگر اسلم یہی ہے کہ بدون اجازت مشائخ کے ایسا نہ کرے تاکہ مشائخ کے دل میں کدورت پیدا نہ ہو، اور ان کے دل میں اس کے مدعی ہونے کا خیال نہ آوے اور اس طریق میں اسبابِ تکدر شیخ سے احتراز بہت زیادہ ضروری ہے کہ استقامت اور تمکین کامل رضائے شیخ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ تکدر شیخ سے گو اخروی ضرر نہ ہو مگر دنیوی ضرر یہ ہوتا ہے کہ جمعیت قلب فوت ہو جاتی ہے، اور پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے جیسا کہ ابن منصور کو یہ سب کچھ پیش آیا۔

اللّٰھم انی اسئلك رضاك ورضا اولیاءك واعوذبك من سخطك وسخط اولیاءك

(۳) کثرت ریاضت اور شدت مجاہدات۔ کی وجہ سے حسین ابن منصور حلاج کی گدڑی میں بہت بڑی بڑی جوئیں ہو گئیں تھیں اور ان کو اپنے شغل سے اتنی فرصت نہ تھی کہ کپڑوں کو صاف کریں یا جوئیں ماریں۔

(۴) قصداً دھوپ میں ذکر و شغل کے لئے بیٹھنا اشقت مذموم وخلاف سنت ہے اگر قصداً ایسا کیا جاوے کہ سایہ کو چھوڑ کر دھوپ میں ذکر و شغل کے لئے تو واقعی مذموم و خلافِ سنت ہے اور قصداً ایسا نہ کیا جاوے، بلکہ ذکر و شغل سایہ میں شروع کیا ہو، پھر دھوپ آ گئی ہو، مگر ذکر یا مذکور کے ساتھ غایت دلبستگی کی وجہ سے دھوپ کی خبر نہ ہوئی تو یہ حالت نہ مذموم ہے نہ خلاف سنت۔ مگر محققین کے نزدیک کیفیات کا اتنا اہتمام شدید اور نفس پر اتنا تشدد محمود نہیں من شاق شاق اللہ علیہ حدیث ہے۔

(۵) سب سے بڑی کرامت ولی کی یہ ہے کہ شدائد و مصائب میں بھی محبت الٰہی پر قائم رہے۔

(۶) عارف کی تعریف بقول امام قشیری۔ بقول قشیری معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء و صفات کے ساتھ پہچانے۔ تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوص و صدق اختیار کرے، اخلاق ردیہ اور آفات باطنہ سے پاک ہو جاوے۔ اللہ کے دروازہ پر جما رہے اور دل کو ہمیشہ اس کی طرف لگائے رکھے۔ پھر اللہ تعالیٰ بھی اچھی طرح اس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور تمام گناہ چھوڑ کر اللہ کے لئے صادق و مخلص بن جاوے، اور خواطر نفسانی منقطع ہو جاویں، اس کا دل کسی ایسے خاطر کی طرف مائل نہ ہو جو غیر حق کی طرف داعی ہو۔ جب یہ مخلوق سے اجنبی اور آفات نفس سے بری اور مخلوق پر نظر کرنے سے پاک ہو جاوے اس کا باطن ہمیشہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی سے مناجات میں لگا رہے، ہر لحظہ اسی کی طرف رجوع کرتا رہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ سزاوار ہے کہ اسرار بطور الہام کے منکشف ہوتے رہیں جو تقدیر کی گردشوں میں جاری و ساری ہیں۔ اس وقت اس کو عارف اور اس کی حالت کو معرفت کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص نہ غیر اللہ پر نفع و ضرر اور تاثیر کی حیثیت سے نظر کر سکتا ہے نہ اس حیثیت سے اس کا ذکر کر سکتا ہے چنانچہ یہی مطلب ہے حسین بن منصور حلاج کے اس قول کا کہ لا یجوز لمن یری غیر اللہ ویذکر غیر اللہ ان یقول عرفت اللہ الاحد الذی ظھر عنہ الاحاد۔

(۷) چونکہ صوفیائے کرام اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہوتے ہیں ان میں رحم و کرم زیادہ ہوتا ہے تو وہ مسلمانوں کے تمام مختلف فرقوں سے ہمدردی کا معاملہ کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر فرقہ ان کو اپنی جماعت میں داخل سمجھتا ہے اور ان کا فیض مسلمانوں تک ہی محدود نہیں رہتا کفار بھی ان کے معتقد ہوتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں جس طرح اطبائے اجسام کی طرف ہر فرقہ اور ہر جماعت کو میلان ہوتا ہے۔

(۸) حسین بن منصور حلاج فرماتے ہیں کہ اولین و آخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتیں ہیں (۱) رب جلیل کی محبت (۲) متاع قلیل (یعنی دنیا) سے نفرت (۳) کتاب منزل کا اتباع (۴) تغیر حال کا خوف۔

(۹) عین الجمع اور جمع الجمع کی تحقیق۔ اس کی حقیقت اصطلاح صوفیہ میں یہ ہے کہ سالک

کے مخلوق کا مشاہدہ سلب کرلیا جاوے حتی کہ اپنی ذات کا بھی مشاہدہ فنا ہو جاوے۔ سلطان حقیقت کے غلبۂ ظہور کی وجہ سے غیر حق کا احساس بالکلیہ جاتا رہے، وہ کسی کمال کو اپنی جانب کی طرف منسوب نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ کاسب اور مظہر وہی ہے (الجمع بالحق التفرقۃ عن غیرہ والتفرقۃ عن غیرہ جمع بہ) اور اس حالت کا پورا غلبہ ہو جاوے تو جمع الجمع یا عین جمع کہلایا جاتا ہے اصطلاح صوفیہ میں۔

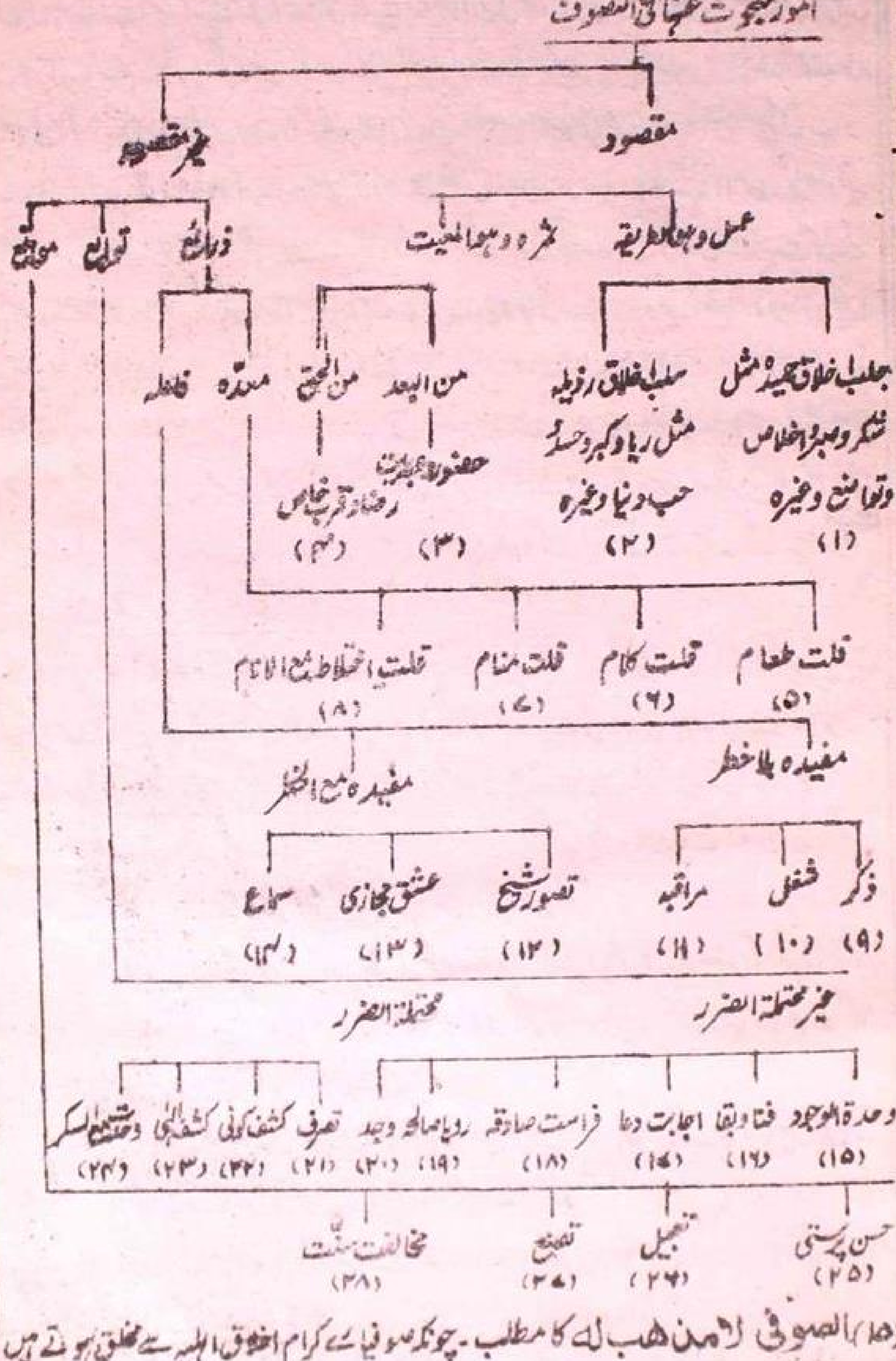
(۱۰) غیر مقبول سے حسن ظن مضر نہیں مقبول سے بلا وجہ بدگمانی مضر ہے

(۱۱) سوء ظن کے لیے دلیل قوی کی ضرورت ہے اور حسن ظن کیلئے سوء ظن کی دلیل کا نہ ہونا کافی ہے جس شخص کی زبان یا قلم سے کلمۂ کفر صادر ہو اگر وہ معنیٰ کفر کا التزام کرے تو کسی تاویل کی ضرورت نہیں، بلکہ اس پر حکم کفر کا لگا دیا جاوے گا۔ اور اگر وہ معنیٰ کفر کا التزام نہ کرے بلکہ اس سے اپنی برأت ظاہر کرے اور کلام میں دوسرے معنیٰ کا احتمال بھی ہو یا وہ خود اپنے کلام کے دوسرے معنیٰ بیان کرے جس کا لفتاً یا عرفاً یا اصطلاحاً مستعمل ہو تو اس صورت میں تکفیر جائز نہیں۔ یا اگر اس سے برأت بھی منقول ہو لیکن کوئی وجہ اس میں صحت کی نکل سکتی ہو تب بھی تکفیر جائز نہیں اگرچہ وہ وجہ بعید ہو خصوص جبکہ اس کے قائل میں آثار قبول وصلاح کے غالب ہوں، خلاصہ یہ کہ سوء ظن کے لیے دلیل قوی کی ضرورت ہے حسن ظن کیلئے سوء ظن کی دلیل کا نہ ہونا ہی کافی ہے۔

(۱۲)۔ ابن خفیف جیلخانہ میں ابن منصور کے پاس گئے اور کہا میں آپ سے تین مسئلے تصوف کے پوچھنا چاہتا ہوں ایک تو یہ کہ صبر کسے کہتے ہیں۔ ابن منصور نے کہا کہ میں اپنی ان بیڑیوں کی طرف نظر کروں تو وہ ٹوٹ جاویں مگر باوجود اس قدرت تصرف کے رات دن پیروں میں بیڑیاں ڈالے رکھتا ہوں۔ اور دیوار جیلخانہ کی طرف نظر ڈالوں تو دیوار پھٹ کر کھل جاوے، مگر باایں ہمہ ہر وقت جیلخانہ ہی میں رہتا ہوں، صبر یہ ہے پوچھا کہ فقر کیا ہے۔ ابن منصور نے ایک پتھر پر نگاہ ڈالی تو وہ فوراً سونا اور چاندی بن گیا کہا یہ فقر ہے کہ باوجود اس قدرت تصرف کے میں ایک پیسہ تک کا محتاج ہوں۔ پھر پوچھا کہ فتوت و فراخی کسے کہتے ہیں، ابن منصور نے کہا کہ اس کو تم کل دیکھو گے، چنانچہ ابن خفیف کہتے ہیں کہ جب رات آئی تو میں نے خواب میں دیکھا گویا قیامت قائم ہے، اور ایک منادی پکار رہا ہے کہ حسین بن حلاج کہاں ہیں، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے کئے گئے ان سے کہا گیا جو تم سے محبت رکھیگا جنت میں داخل ہو گا اور جو تم سے بغض رکھیگا دوزخ میں جائیگا۔ حلاج نے کہا نہیں یارب بلکہ سب کو بخش دیجئے۔ اور پھر میری طرف ہوئے اور کہا فتوت یہ ہے

(۱۳) سب سے بڑی کرامت ولی کی یہ ہے کہ شدائد مصائب میں بھی محبت الٰہی پر قائم رہے اسمیں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہو

(۱۴) - فرمایا امور مبحوث عنہا فی التصوف حسب ذیل ہیں -



(۱۵) الصوفی لا مذہب لہ کا مطلب - چونکہ صوفیائے کرام اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہوتے ہیں ان میں رحم وکرم زیادہ ہوتا ہے، وہ مسلمانوں کے تمام مختلف فرقوں سے ہمدردی کا معاملہ کرتے ہیں

اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر فرقہ ان کو اپنی جماعت میں داخل بھی سمجھتا ہے اور اپنے سے الگ بھی، اپنے ساتھ ان کی ہمدردی و بے تعصبی دیکھتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے گویا الگ ہیں۔ اس لئے بعض لوگوں نے یہ کہہ دیا ہے الصوفی لامذھب لہ یعنی صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، مگر تصوف میں ایسا نہیں۔ صوفیائے کرام کامل متبع کتاب و سنت ہوتے ہیں، مگر ان کی دعوت و تبلیغ کا وہ طریقہ نہیں ہے جو دوسروں کا ہے۔ اس لئے صوفیہ کا فیض مسلمانوں تک ہی محدود نہیں رہتا۔ کفار بھی ان کے معتقد ہوتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں جس سے بعض دفعہ ان کو اسلام کی طرف ہدایت ہو جاتی ہے۔ صوفیہ اطبا روحانی ہیں پس جس طرح اطبائے جسمانی کی طرف ہر فرقے اور ہر جماعت کو میلان ہوتا ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا، اسیطرح صوفیہ سے ہر فرقہ اور ہر جماعت کو میلان ہوتا ہے اس پر بھی کسی کو اعتراض کا حق نہیں، بشرطیکہ وہ کتاب و سنت پر پوری طرح عامل ہوں۔ اگر میلان کا منشاء مداہنت فی الدین ہو تو ایسا شخص صوفیہ میں شمار نہیں ہو سکتا۔ مدارات اور شئے ہے مداہنت اور۔ دونوں میں فرق نہ کرنا جہل عظیم ہے۔

(۱۶) ابن منصور کا تواضع۔ ابن منصور کا قول ہے کہ میں جو بڑے بڑے شدائد کا تحمل کر لیتا ہوں، اس میں میرا کچھ کمال نہیں، کیونکہ طبیعت انسانیہ ہر حالت کی عادی ہو جاتی ہے۔ اور عادت کے بعد تحمل آسان ہو جاتا ہے۔ مقصود تواضع ہے کہ میرا کوئی کمال نہیں۔ یہ تحمل شدائد ہے۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ کی محبت کا طریقہ۔ ابن منصور نے فرمایا کہ واجبات اور فرائض کو ادا کرتے رہو اسی سے اللہ تعالیٰ کی محبت تم کو حاصل ہوگی۔

(۱۸) نفس کی نگہداشت کا طریقہ۔ ابن منصور نے فرمایا کہ اپنے نفس کی نگہداشت رکھو۔ اگر تم اسے حق کی یاد اور اطاعت میں نہ لگاؤ گے تو وہ اپنے شغل میں لگا دے گا یعنی شہوت میں پھنسا دے گا۔

(۱۹) حسین ابن منصور نے فرمایا کہ اولین و آخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتیں ہیں۔

(۱) رب جلیل کی محبت۔

(۲) متاع قلیل یعنی دنیا سے نفرت۔

(۳) کتاب منزل کا اتباع۔

(۴) تغیرات حال کا خوف۔

(۲۰) حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کا فتویٰ۔ منصور معذور تھے بے ہوش ہو گئے تھے ان پر کفر کا فتویٰ دینا بے جا ہے، ان کے باب میں سکوت چاہیئے اس وقت رفع فتنہ کی غرض سے قتل کرنا ضرور تھا۔

(۲۱) حضرت اقدس حکیم الامت کا فتویٰ۔ میری رائے ابن منصور کے متعلق یہ ہے کہ وہ اہل باطل میں تو نہیں۔ اور ایسے اقوال احوال جن سے ان کے صاحب باطل ہونے کا وہم ہوتا ہے وہ میرے نزدیک ماوّل یا قبل دخول فی الطریق ایسے حالات ہوں، مگر اس کے ساتھ ہی کاملین میں سے نہیں مغلوب الحال ہیں، اس لیے معذور ہیں۔

(۲۲) یہ ہے وحدۃ الوجود کی اجمالی حقیقت۔ کہ ممکنات کا وجود نظر سے غائب ہو جاوے یہ نہیں کہ ممکنات کو خدا مان لیا جائے ابن منصور نے صاف تصریح کر دی ہے کہ انا الحق کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں کچھ نہیں۔ یہ معنیٰ نہیں کہ میں ہی سب کچھ ہوں

(۲۳) احوال و کیفیات کے آثار۔ ابن منصور نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام احوال و کیفیات پر غالب ہوتے ہیں اور ان کے مالک۔ وہ احوال و کیفیات کو پلٹ دیتے ہیں احوال ان کو پلٹ نہیں سکتے۔ انبیاء کے سوا دوسروں کی یہ شان ہے کہ ان پر احوال و کیفیات کی سلطنت ہوتی ہے احوال انکو پلٹ دیتے ہیں اور وہ احوال کو نہیں پلٹ سکتے۔ اسی طرح اولیاء ہیں جو کامل متبع سنت ہوتے ہیں وہ بھی انبیاء علیہم السلام کی طرح احوال پر غالب ہوتے ہیں، مگر درجۂ کمال تک پہنچنے سے پہلے احوال و کیفیات ہی غالب رہتی ہیں۔

(۲۴)۔ ابن منصور سے غلبۂ حال کے وقت یہ کلمہ انا الحق بے ساختہ نکل جاتا تھا اور انھوں نے تو معنیٰ بھی بتلا دیئے کہ اپنی ہستی کا دعویٰ نہیں بلکہ فناء کا اظہار ہے کہ ایک کے سوا میری نظر میں کچھ نہیں خود اپنی ہستی بھی نہیں ؎

دل ہو وہ جس میں کہ کچھ نہ ہو جلوۂ یار کے سوا

میری نظر میں خار بھی جام جہاں سے کم نہیں

(۲۵) فرمایا کہ اولیاء فانی صفت ہوتے ہیں یعنی ان میں نہ رنج اثر کرتا ہے نہ راحت مطلب یہ کہ وصول کے بعد مجاہدہ مجاہدہ نہیں رہتا، بلکہ غذا بن جاتا ہے، تمہارے نزدیک ہزار رکعت پڑھنا مجاہدہ ہے، اور میرے نزدیک نہیں کیونکہ یادِ محبوب میری غذا بن گئی ہے میرے نزدیک جیلخانے اور خسخانہ برابر ہے۔ کیونکہ اپنی صفات کا فنا اور صفات محبوب

کا مشاہدہ مجھے ہر جگہ حاصل ہے۔

(۲۶) ترک تقلید وہ مذموم ہے جس کا منشا اتباع رخص ہو۔ حسین بن منصور کی عمر جب پچاس برس کی ہوئی فرمایا کہ اب تک میں نے مذاہب مجتہدین میں سے کوئی مذہب اختیار نہیں کیا بلکہ جملہ مذاہب میں سے دشوار تر کو اختیار کیا ہے کہ خروج من الخلاف احوط ہے اور ایسی ترک تقلید بالاتفاق مذموم نہیں، ترک تقلید وہ مذموم ہے جس کا منشاء اتباع رخص ہے اور اب کہ میری عمر پچاس سال کی ہے، ایک ہزار سال کی نمازیں پڑھ چکا ہوں اور ہر نماز غسل کر کے پڑھی وضو پر اکتفا نہیں کیا۔

(۲۷) توکل متعارف کا حاصل عدم اہتمام غذا ہے کہ اس چیز کی حرص نہ کرے اللہ پر نظر رکھے جو وہاں سے عطا ہو جائے لے لے۔

---

(۲۸) فرمایا کہ فانی فی التوحید ہو جاؤ مشاہدہ حق سے توکل بھی کامل ہو جائے گا۔

---

(۲۹) اپنے اعمال پر نظر نہ کرو۔ فرمایا کہ اپنے اعمال پر نظر نہ کرو، اعمال کو موصل نہ سمجھو، کیونکہ وصول وہبی ہے کسبی نہیں۔ گو عادۃً کسب ہی پر مرتب ہوتا ہے مگر ترتیب یہ ہے کہ اپنے اعمال کو کامل نہ سمجھے، جب تک اعمال پر نظر رہیگی وصول میسر نہ ہوگا۔

---

(۳۰) عارف ہر وقت مشاہدۂ حق میں رہتا ہے۔ فرمایا کہ عارف کی شان یہ ہے کہ عارف ہر وقت مشاہدۂ حق میں رہتا ہے۔ واردات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ تفویض کلی کر دیتا ہے۔ اگر کسی وارد کا حق ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے ادا کر دیتا ہے ورنہ نہیں۔

(۳۱) فرمایا کہ محبوب کے عتاب سے بھاگنا محبت و عشق کے خلاف ہے ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

چنانچہ جس شخص نے حسین بن منصور کے تازیانے مارے تھے اس نے یہ بیان کیا کہ ہر تازیانے پر غیب سے فصیح اور صاف آواز میں سنتا تھا کہ کوئی کہتا ہے کہ یا ابن منصور لا تخف هذا معراج الصادقین۔

(۳۲)۔ ابن منصور جب سولی پر چڑھا دیئے گئے، ان کے مریدوں نے پوچھا "ہمارے بارے میں کہ آپ کے ماننے والے ہیں، اور منکرین کے بارے میں جو آپ پر پتھر پھینکیں گے آپ کیا فرماتے ہیں؟"

فرمایا "ان کو دو ثواب ملیں گے اور تم کو ایک ثواب، کیونکہ تم کو مجھ سے حسن ظن ہے اور وہ توحید کی قوت اور شریعت پر مضبوط رہنے کی وجہ سے یہ حرکت کریں گے، اور شریعت میں توحید اصل ہے اور حسن ظن فرع ہے"

ف سبحان اللہ یہ جواب ہزار کرامات سے بڑھکر ہے، جو مخلص صادق ہی کی زبان سے نکل سکتا ہے، یہاں سے ان صوفیوں کو سبق لینا چاہیئے جو شریعت کی عظمت نہیں کرتے

(۳۳) مشہور ہے ابن منصور شیر پر سوار ہو جاتے، اور سانپ کا تازیانہ بنا لیتے۔

(۳۴) تصوف کی حقیقت۔ تصوف کی حقیقت کتاب و سنت کی معرفت اور ظاہر و باطن کا ان سے رنگین ہونا ہے اور ورع و تقویٰ میں کمال حاصل ہونا ہے۔ احوال و کیفیات و کشفیات و الہامات نہ تصوف اصلاحی کا جزو ہیں نہ اس طریق میں مطلوب، ہر شخص کو اس کی استعداد کے موافق مجاہدات و ریاضات و کثرتِ ذکر و فکر و مراقبات سے حاصل ہوتے ہیں۔ پھر ان احوال و کیفیات میں بھی جو حالت اور کیفیت موافق سنت ہو وہ افضل ہے اور جو سنت کے موافق نہ ہو وہ مستحسن نہیں گو صاحب حال پر ملامت بھی نہیں کہ اس میں معذور ہے۔ اسی طرح جو کشف و الہام نصوص شریعت کے خلاف نہ ہو مقبول ہے ورنہ قابل رد ہے۔

(۳۵) وحدۃ الوجود کا غلبہ کب ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص اللہ کی طلب میں مجاہدہ ریاضت کرے گا اور ہر وقت اس کے دھیان میں رہے گا۔ اس پر فنا اور وحدۃ الوجود کی کیفیت کا غلبہ ضرور ہوگا۔ بلکہ محبوب مجازی کی محبت بھی جب زیادہ غالب ہوگی اس میں بھی یہ کیفیت ظاہر ہوگی چنانچہ مجنوں کو لیلیٰ کی محبت میں درجۂ فنا حاصل تھا۔ اور اس سے آگے بڑھا تو وحدۃ الوجود کی کیفیت طاری ہوگئی کہ جب کوئی پوچھتا کہ لیلیٰ کہاں ہے، کہتا کہ میں ہی تو لیلیٰ ہوں۔

(۳۶) احسان کی تعریف اور اس کے تحصیل کا طریق۔ احسان ظاہر اور باطن یعنی اسلام اور ایمان کی حقیقت اور روح ہے اسی کی تکمیل اور تحصیل کا نام تصوف ہے جو بدون کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی متابعت کاملہ کے حاصل نہیں ہو سکتا، دوسری عبارت میں یوں سمجھیئے کہ علم عمل سے مقرون ہے اور عمل اخلاق سے مقرون ہے اور اخلاق کے معنی یہ ہیں کہ علم و عمل سے اللہ تعالیٰ ہی کی رضا

مقصود ہو، پس تصوف کی حقیقت اخلاص کی تحصیل و تکمیل ہے اور بدون ترک لایعنی اور قطع علائق مانعہ کے اخلاص کا وہ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا جس کو حدیث میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱- کام میں لگا رہنا چاہیئے اگرچہ ساری عمر کامیابی نہ ہو - ارشاد فرمایا کہ دین کے کام میں اگر کسی نے کوشش کی اور کامیاب بھی ہو گیا - دوسرے نے کوشش کی لیکن ناکامیاب رہا تو دونوں کو ثواب برابر ملیگا بلکہ عجب نہیں کہ ایسے ناکامیاب کا اجر کہ جس نے کوشش میں کمی نہیں کی اس کامیاب سے بڑھ جائے - چنانچہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الماھر بالقران مع الکرام البررۃ والذی یقرء القران و تیتعتع فیہ وھو علیہ شاق لہ اجران متفق علیہ اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ وہاں تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہم سے لگاؤ کس کو ہے بس اس کی قدر ہے لہذا کام میں لگا رہنا چاہیئے اگرچہ ساری عمر کامیابی نہ ہو۔

۲- شاغل ذکر کیا کرے جب کوئی کام یاد آجاوے - اگر ذکر کے اندر کوئی کام ایسا یاد آجاوے جس کا انجام دینا فوراً مناسب ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ ایسا اتفاق کبھی کبھی ہوتا ہے یا اکثر اگر کبھی کبھی ہو تو پہلے اس کام کو کرے اس کے بعد اپنا معمول ادا کرے اور اگر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ذکر کرنے بیٹھتا ہے تب ہی کوئی نہ کوئی کام یاد آتا ہے تو ایسی حالت میں ہرگز ذکر کو ترک نہ کرے بلکہ اس کو وسوسہ سمجھے اور اپنا ورد پورا کرنے کے بعد اس کام کو انجام دے لے۔

۳- مرض باطن کی تعریف یہ ہے کہ وہ معصیت ہو، اور جو معصیت نہیں وہ مرض باطن ہی نہیں، مثلاً حبِّ دنیا کو جب مرض کہا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حبِّ دنیا کی ہر قسم مرض ہے بلکہ حبِّ دنیا کی ایک قسم معصیت ہے، مثلاً روپے پیسے کی اتنی محبت ہو کہ اس کے پیچھے حلال و حرام کی تمیز نہ رہے یہ معصیت ہے اور حبِ دنیا کی یہی قسم مرض باطن ہے، اسی طرح حرص کے تمام اقسام مرض باطن میں داخل نہیں بلکہ جو قسم معصیت ہے مثلاً کسی منکر اور منہی عنہ چیز کی حرص ہو یہ مرض باطن ہے اور کسی حلال چیز کی حرص ہو تو وہ لغتاً حرص ہو گی، مگر حرص کی اس قسم کو امراض باطنہ میں داخل نہیں کریں گے۔

۴- فرمایا کہ مؤمن تو کبھی اندیشہ سے خالی نہیں رہ سکتا - کیونکہ اندیشہ کا بڑھنا تو بے فکری ہے جو مفضی الی الکفر ہو جاتی ہے۔

۵- عقیدت کی تعریف - فرمایا کہ آج کل لوگ بزرگوں کی صحبت میں تو رہتے ہیں

مگر جیسی عقیدت ان بزرگوں سے ہونا چاہیئے وہ نہیں ہوتی - اسی لئے شیخ کے علوم ان کو عطا نہیں ہوتے

عقیدت تو یہ ہے کہ بزرگوں کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے کو فنا کردے - اور ایسی فنا کے تحصیل کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل اوّل بہ تکلف اپنی رائے کو شیخ کی رائے کے مقابلہ میں فنا کرے یعنی لاشئ سمجھے پھر چند روز بعد یہ تکلف حال بن جائے گا -

۶ - بدگمانی کی صورت میں احتیاط کاملہ کرنا جائز ہے - فرمایا کہ بلا وجہ کسی کی طرف سے بدگمانی کرنا ناجائز ہے - مگر بدگمانی کے ناجائز ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ دنیا بھر کو اچھا ہی سمجھتا رہے بلکہ اگر کسی کی کوئی بات دل کی قبول نہ کرے اور اس کے قول کے سچا ہونے میں کسی وجہ سے شبہ پیدا ہو جائے تو وہاں پر گناہ سے بچنے کے لیئے اتنا کافی ہے کہ اس قائل کو یقیناً جھوٹا نہ سمجھے لیکن احتمال پیدا ہو جائے جس سے معاملہ احتیاط کا کرے -

۷ - بدگمانی کا علاج اور احتیاط - فرمایا کہ تم کو جو لوگوں کے متعلق یہ گمان ہوتا ہے کہ انکے اندر فلاں فلاں عیب ہے تو اگر تم اس کا یقین نہیں کر لیتے نہ اس بدگمانی کے مضمون کو زبان سے بیان کرتے ہو نہ اس شخص کے ساتھ برتاؤ ایسا کرتے ہو جیسا کہ تم کو اپنے متعلق گمان ہوتا ہے، اگر ان تینوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ ہو تو پھر تم پر مواخذہ نہیں -

۸ - تجربہ سے معلوم ہوا کہ شیخ کی بعض تدابیر اور تعلیم سے طالبین کی اصلاح نہیں ہوتی بلکہ اسکے لئے شیخ میں برکت کی ضرورت ہے اور اس برکت کا حصول تو محض منجانب اللہ تعالیٰ ہے بندہ کے اختیار میں نہیں -

۹ - شیخ کی رعایت و ترجیح اعلیٰ درجہ کی حالت اور جامع بین الحب والعقل ہے اور یہ جامعیت سنت ہے صحابہ کی کہ اپنی محبت کو عقل سے مغلوب رکھتے تھے -

۱۰ - فرمایا کہ یقیناً جو بعد جسمانی قرب روحانی کا سبب بن جاوے وہ قرب کامل کی فرد ہے اگرچہ بصورت بعد ہے -

۱۱ - جو واقعہ اور حادثہ بلا اختیار عبد پیش آوے وہ سب خیر محض اور مصلحت سخت ہے - گو وہ خیر اور مصلحت صاحب واقعہ کی سمجھ میں نہ آوے "در طریقت ہرچہ پیش سالک آید (نہ کہ آرد) خیر اوست"

۱۲ - فرمایا کہ تمام احیاء و اموات کیلئے دعا کرنی چاہیئے بلکہ اپنے لئے دعا کرنے سے یہ افضل ہے داعی کیلئے فرشتے دعا مانگتے ہیں ولک مثلہ - چنانچہ حضرت والا نے ایک صاحب کو ایک مرتبہ یہ دعا بتلائی تھی اللّٰھم کل خیر لکل مسلم و مسلمۃ

۱۳ - فرمایا کہ دوسروں کے قول سے ایسی بے تعلقی کہ قادر ہو کر منکرات سے روک ٹوک

نہ کرے۔ مطلوب نہیں صرف غیر قادر کو تصدی نہ چاہیئے۔

۱۴۔ غیر اختیاری خیالات چونکہ مضر نہیں ہیں اس لئے ان کا دفع کرنا بھی ضروری نہیں صرف تکلیف دہ ہوتے ہیں جسکی تدبیر بتلانا مصلح دین کا کام نہیں اگر تبرعاً اس سے تدبیر پوچھی جائے تو وہ تدبیر صرف یہ ہے کہ ایسے خیالات کی پرواہ نہ کیجائے۔ اگر اس پر بھی دفع نہ ہوں تو عمر بھر صبر کرنے کیلئے آمادہ ہو جانا چاہیئے۔ اگر کسی کو دق کی بیماری ہو جاوے تو اس کا نسخہ بتلانا شیخ کا کام نہیں اور اگر وہ اپنے تجربہ سے کچھ بتلا بھی دے مگر وہ نافع نہ ہو تو وہ ذمہ دار نہیں

۱۵۔ انفعالات غیر اختیاری ہوتے ہیں اور کوئی غیر اختیاری مقصود نہیں گو محمود ہوں۔ ان کے ساتھ یہ معاملہ رکھنا چاہیئے۔ لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتٰکم۔

۱۶۔ ذکر میں اندراج کیا ہے۔ ذکر میں راجح فی نفسہ خفی ہے بعض مصالح کی بنا پر جہر غیر مفرط بھی مطلوب ہے اور مغلوبیت میں مفرط بھی عفو ہے۔

۱۷۔ طرق و وسائل میں تحمل تعب نہ مجاہدہ ہے نہ موجب اجر مع مثال۔ طرق و وسائل میں تعب بلا ضرورت قصداً برداشت کرنا نہ مجاہدہ ہے نہ موجب اجر۔ مثلاً مسجد کے حمام میں سردی کے زمانے میں گرم پانی موجود ہو اور حوض میں ٹھنڈا پانی بھی موجود ہو تو گرم پانی چھوڑ کر حوض سے وضو کرنا مجاہدہ اور ثواب نہیں۔ ہاں مقاصد میں تعب برداشت کرنا مطلقاً موجب ثواب ہے مثلاً نماز کو طویل قراءت اور طویل رکوع و سجود سے ادا کرنا ہر حال میں مجاہدہ و ثواب ہے جبکہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔ کیونکہ امام کو تخفیف صلوٰۃ کا حکم ہے۔ اسی طرح فرض نماز کو جماعت سے ادا کرنا مجاہدہ اور موجب اجر ہے گو جماعت سے ادا کرنے میں تعب ہوتا ہو بشرطیکہ تعب تحمل سے زیادہ نہ ہو اور دوسروں کی پریشانی کا سبب نہ ہو۔ کیونکہ یہ امور مقاصد میں سے ہیں۔ مثلاً اپنے اوراد کا ایسا پابند ہو تا کہ سفر میں رفقاء کی پریشانی کا خیال نہ کرنا شرعاً غیر محمود ہے۔ کیونکہ رفقاء کی رعایت مقدم ہے اپنے معمولات کی رعایت سے۔

۱۸۔ ایک حضرت والا متعلق احکام جمعہ۔ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور مجتہد فیہ میں کسی جانب قطع نہیں ہو سکتا صرف ترجیح ہوتی ہے اور وجوہ ترجیح میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے یہاں بھی باوجود اتحاد منشا قولین (یعنی احتیاط) کے صورت احتیاط میں اختلاف ہو گیا بعض نے جمعہ کو احتیاط بجالانے فیہ لتیقن براءۃ الذمۃ اور بعض نے وجوہ اشتباہ کے ضعف کی بنا پر جمعہ کو عمل کیلئے اختیار کر کے عوام کیلئے ترک ظہر کو احتیاط بجالانے فیہ صونا بعقائد عوام الامۃ اور خواص میں کسی محذور کے محتمل نہ ہونے کے سبب انکو دونوں احتیاطوں کے جمع کرنے کا طریق بتلا دیا۔ یہ تنقیح ہے اختلاف کی۔ اب احقر اپنا مسلک عرض کرتا ہے کہ میں اپنے ذوق سے جو کہ مستفاد ہے کلیات شرعیہ سے عقیدہ کی احتیاط کو عمل کی احتیاط سے

اہم سمجھتا ہوں، لہٰذا عوام کے لئے عمل جمع کو اور علم جمع (یعنی خواص کی جمع کی اطلاع) کو خلاف احتیاط سمجھتا ہوں، اور جمع میں مانعین کی طرف سے جو شبہات ہیں ان میں جماعت ظہر کے شبہہ کو بہت قوی اور اس کے جواب کو ضعیف سمجھتا ہوں، اور جمعہ کا جامع جماعات ہونا تیقن صحت جمعہ کی صورت میں ہے اور جب ہر شق میں احتیاط ہی احتیاط پر عمل ہے تو ظہر کی ترک جماعت جس میں ترک واجب کا شبہہ ہے کیا خلاف احتیاط نہیں۔

۱۹- فرمایا کہ جو کہا جاتا ہے کہ بلا مجاہدہ محض تصرف کے ذریعہ سے دفعۃً حصول کمال ہو جاتا ہے وہ کمال نہیں بلکہ ایسے تصرف سے کچھ کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں جو مقصود نہیں کیونکہ ان سے قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا جو کہ مقصود ہے پھر یہ کیفیات بھی جو کہ توجہ سے پیدا ہوتی ہیں دیرپا نہیں ہوتیں، تیسرے ایسی توجہ سے بوجہ ضعف قویٰ طبعیہ بعض مرتبہ کوئی ضرر جسمانی پہنچ جاتا ہے۔

۲۰- فرمایا کہ ایسا کوئی نہیں جس کو بلا مجاہدہ حصول کمال ہوا ہو الا ماشاء اللہ لہٰذا سالک کو چاہئے کہ وہ صبر و استقلال و یکسوئی کے ساتھ اپنے شیخ کی تعلیمات پر عمل کرتا رہے جب وقت آئے گا تو مقامات و احوال میں سے جو کچھ اس کے لئے مناسب ہوگا وہ خود اسکو عطا ہو جائے گا۔

۲۱- فرمایا کہ دیکھئے کہ ایک ہی بات ہوتی ہے کسی کے کلام میں کچھ اثر رکھتی ہے اور کسی کے کلام میں کچھ، اگر کوئی کسی کافر کا نام لے زبان خراب کرنا کہا جائے گا، لیکن قرآن میں بعض کفار کا نام آیا ہے، جیسے فرعون، قارون، ہامان وغیرہ تلاوت میں جب ان کا نام آتا ہے تو بجائے زبان خراب ہونے کے فی حرف دس نیکیاں ملتی ہیں۔

۲۲- قرآن کا اثر ہونے کیلئے تدبر کے ساتھ پڑھنا شرط ہے۔ فرمایا کہ لوگوں کو شکایت ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں لیکن اثر نہیں ہوتا اس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن کو پڑھتے ہیں مگر تدبر کے ساتھ نہیں پڑھتے صرف الفاظ پڑھ لیتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اثر کے لئے صرف شئی نافع کا وجود کافی نہیں بلکہ وجود مع الشرائط ہونا چاہئے۔

۲۳- ہمارے اعمال من کل الوجوہ ہمارے قدرت میں نہیں صرف آلات ہمارے اختیار میں ہیں پس ہمارے اعمال بھی جو موقوف ہیں آلات پر من کل الوجوہ ہمارے قدرت میں نہ ہوں گے۔

۲۴- علم دین کے سامنے دوسرے علوم علم کہلانے کے ہی مستحق نہیں۔ فرمایا کہ علم کا شرف معلوم کے شرف پر موقوف ہے اور معلوم اس کو کہتے ہیں جس کے حالات اس علم میں بیان کئے جاویں اور ہر علم کا معلوم جدا ہوتا ہے جس علم کا معلوم جس درجہ میں ہے اسی درجہ میں علم بھی

ہوتا ہے مثلاً علم فلاحت کا معلوم زراعت یعنی کھیتی کرنا ہے اور کناسی کا معلوم پاخانہ ہے جو نسبت ان دونوں معلوموں میں ہے یعنی کھیتی اور پاخانہ میں وہی نسبت ان کے علموں میں بھی ہوگی ظاہر ہے کہ پاخانہ نجس اور ارذل چیز ہے اور زراعت صاف ستھری اور ذی شرف چیز ہے لہٰذا علم کناسی ارذل ہوگا اور علم فلاحت اشرف۔ اور علم کناسی علم فلاحت کے سامنے علم کہلانے کا مستحق بھی نہ ہوگا۔ اسی طرح علم دین کا معلوم حق تعالیٰ کی ذات، وصفات اور احکام ہیں تمام علم دین کا حاصل یہی ہے۔ اور دیگر تمام علوم کا معلوم دنیا یا ماسوی اللہ ہے۔ پس جو نسبت دنیا یا ماسوی اللہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ ہے وہی نسبت علوم دنیویہ کو ہوگی علم دین کے ساتھ اور اس نسبت کے متعلق بجز اس کے کیا کہا جا سکتا ہے ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ حق تعالیٰ کی ذات وصفات کو تو کسی چیز کے ساتھ کچھ نسبت نہیں دی جا سکتی، وہ باقی اور سب فانی، وہ زندہ اور سب مردہ، وہ غنی اور سب محتاج، وہ موجود اور سب چیزیں معدوم کل شئی ھالک الا وجھہ غرض دونوں چیزوں میں کوئی نسبت نہیں قرار دی جا سکتی، سوائے اس کے کہ علم دین پر موجود کا اطلاق کیا جاوے اور دیگر علوم پر معدوم کا۔ اب میرا دعویٰ بالکل قریب الفہم ہو گیا ہوگا کہ علم دین کے سامنے دیگر علوم علم کہلانے ہی کے مستحق نہیں مقابلہ تو کیا کیا جاوے علوم دنیا کو علم مت کہو فن کہو پیشہ کہو، حرفت کہو۔

(۲۵) جو چیزیں مفید ہوں ان کے سیکھنے کی اجازت ہے لیکن موجب فضیلت اور جزو دین نہ کہو۔ فرمایا کہ دیکھئے پڑوسی کے بھی حقوق ہوتے ہیں جن کو سب دنیا مانتی ہے لیکن اس بات کو کوئی عقلمند جائز نہیں رکھتا نہ شریعت یہ تعلیم دیتی ہے کہ اس کو باپ بنا لو۔ اس کو میراث دو۔ ہاں یہ حکم ضرور ہے کہ اس کا ہر بات میں جائز لحاظ کرو، اور قدر کرو، اس کو احتیاج ہو اس کی امداد کرو، لیکن اسی حد رکھو جو پڑوس کے لئے مناسب ہے ذوی القربیٰ پر مقدم نہ کرو، اسی طرح ان تمام چیزوں کو جو مفید ہیں سیکھنے کی اجازت ہے، بشرطیکہ حدود کے اندر ہوں، لیکن ان کو کوئی امر شرعی، یا باعث فضیلت اور جزو دین مت کہو۔

(۲۶) عزم کی تعریف۔ عزم کہتے ہیں ارادہ قویہ کو یعنی ایسا پختہ ارادہ ہو کہ چاہے کیسا ہی عارض پیش آوے بشرطیکہ اختیار باقی رہے اس ارادہ میں زوال نہ ہو۔

(۲۷) فرمایا کہ انتفاع بالقرآن کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ دین کا علم ہو دوسرے یہ کہ عمل کرنے کا پختہ قصد ہو علم سے یہ راستہ معلوم ہوگا اور عزم سے اس راستہ پر چلنا نصیب ہو سکے گا۔

۲۸۔ فرمایا کہ بس نیکی کرتے رہو کسی کو ستاؤ مت یہی دین ہے۔

۲۹۔ فرمایا کہ دین کا کوئی جزو بھی زائد نہیں حتیٰ کہ مستحبات بھی اپنے درجہ میں غیر زائد ہیں۔ گو اتنا تفاوت ہے کہ واجبات کی کمی میں خسران ہے اور مستحبات کی کمی میں نقصان و حرمان۔

۳۰۔ دین میں اختصار نہیں ہو سکتا مستحبات بھی قابل اہتمام ہیں۔ فرمایا کہ اگر آپ کو مستحبات کے ثمرات معلوم ہو جائیں تو ان کا بھی کافی اہتمام کرنے لگیں گو یہ حق تعالیٰ کی یہ رحمت ہے کہ مستحبات سے ضرورت کو اٹھا لیا اس وجہ سے کہ ہم لوگوں میں ہمت کم ہے اگر سب کو فرض کر دیا جاتا تو غالباً ہم مستحبات ہی کو نہیں بلکہ فرائض کو بھی چھوڑ دیتے، یہ مانا کہ ضرورت کو اسی سے اٹھا لیا گیا مگر جو ثمرات اور درجات ان مستحبات پر بھی تو بلا ان کے نہ ملیں گے۔ مستحبات کی مثال احکام کے اندر ایسی ہے جیسے دعوت کے کھانوں میں چٹنی کہ چٹنی کسی معنی کر زائد ہی ہے نہ اس پر بقائے حیات موقوف ہے اور نہ پیٹ بھرنا موقوف ہے پھر دیکھئے چٹنی کا بھی کتنا اہتمام ہوتا ہے کہ فرمائش کر کر کے چٹنی منگائی جاتی ہے، صرف فرائض و موکدات ادا کر لینے سے ضرورت کا مرتبہ تو پورا ہو جائے گا۔ اور آخرت میں عذاب بھی نہ رہے گا۔ لیکن بلا مستحبات کے جنت سونی سونی رہے گی، اس کے جنت کا حصہ دوسروں کے حصہ کی نسبت ایسا رہے گا، جیسا کہ کم درختوں کے باغ زیادہ درختوں والے باغ کے سامنے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیغام جو شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت پہنچایا گیا ہے الجنۃ قیعان وغراسہا سبحان اللہ الحمد للہ۔ اس میں تعلیم ہے کہ فرائض پر بس مت کر لینا آگے بھی ہمت کرنا۔ غرض مستحبات اہتمام کے قابل چیزیں ہیں۔ زوائد نہیں ہیں، جبکہ مستحبات بھی زوائد نہیں تو فرائض و واجبات کا کیا پوچھنا۔ پھر دین میں اختصار کیسے ہو سکتا ہے۔

۳۱۔ فرمایا کہ عاشق کو جو تکلیف محبوب کی طرف سے پہنچے تکلیف ہی نہیں بلکہ سراسر راحت ہے اسی طرح اگر تعلق مع اللہ صحیح معنوں میں پیدا ہو گیا تو تمام احکام خداوندی بجا لانے میں لذت ہی لذت آئے گی اور کوئی بھی تکلیف محسوس نہ ہوگی۔

۳۲۔ وصول الی اللہ کیلئے آج کل صرف ممکن مجاہدہ کافی ہے۔ فرمایا کہ صحابہؓ کو مجاہدات کی حاجت نہ تھی کیونکہ اول تو صحابہ کی استعداد قوی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحبت، اسی وجہ سے صحابہ کی وہ شان تھی جیسا کسی نے کہا ہے ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد ٭ فی الحال بصورت طلا شد

جیسے حضرات صحابہ کو بوجہ قوت استعداد اور فیض صحبت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نفس کشی کے لیے مجاہدات شاقہ کی ضرورت (جیسا کہ بزرگان سلف سے منقول ہیں) نہ تھی، اسی طرح بوجہ قوت تحمل ایسے مجاہدات کی ضرورت اب اس زمانہ میں نہیں کیونکہ ایسے مجاہدات کی وجہ سے صحت خراب ہو کر جو کچھ اعمال اس سے پہلے ہوجاتے تھے وہ بھی ترک ہو جاتے ہیں، حالانکہ اصل چیز اعمال ہی ہیں، مجاہدات و ریاضات تو ان کی تکمیل کا ذریعہ ہیں اور حق تعالیٰ کا فضل اس پر موقوف نہیں کہ اس زمانہ میں بھی بزرگان سلف کی طرح شدید مجاہدے کئے جاویں، بلکہ اس زمانہ میں حق تعالیٰ کا فضل بقدر اپنے امکان کوشش کرنے سے متوجہ ہوجاتا ہے، اس لئے اب جس کو جتنا امکان ہو اتنا ہی مجاہدہ اس کے لئے کافی ہے۔ البتہ اتباع شریعت وہ ہر شخص کے لئے ہر زمانہ میں یکساں ضروری ہے بغیر اس کے وصول الی اللہ نہیں ہو سکتا۔

۳۳۔ ثمرہ آجلہ و ثمرہ عاجلہ کی حقیقت و مثال۔ فرمایا کہ ذکر کے دو ثمرے ہیں۔ ایک ثمرہ آجلہ دوسرے ثمرہ عاجلہ، ثمرہ آجلہ تو رضائے حق ہے اور وہ رضائے ذکر سے حاصل دنیا ہی میں ہوجاتی ہے۔ مگر ظہور اس ثمرہ کا آخرت میں ہوگا اور ثمرہ عاجلہ احوال و کیفیات ہیں جیسے ذوق شوق و یکسوئی وغیرہ تو ذکر سے اس کا حاصل ہونا غیر یقینی ہے اور جس ثمرہ کے مرتب کرنے کا حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے وہ ثمرہ صرف ثمرہ آجلہ یعنی رضائے حق ہے، باقی رہے ثمرات عاجلہ سو ان کا نہ حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے نہ ان کا حاصل ہونا یقینی ہے پھر اس کے حاصل نہ ہونے پر تنگدل ہونا کیسا۔ اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ جیسے کوئی شخص کسی کی دعوت کرے کہ تمہاری فلاں دن دعوت ہے اور جب وہ دن دعوت کا آئے اور یہ مہمان اس کے پاس جائے تو وہ اس کی بہت خاطر کرے اور خوب اچھے اچھے کھانے کھلائے اور جب یہ کھانا کھا چکے اور میزبان کے پاس سے رخصت ہونے لگے تو بجائے اس کے کہ اپنے میزبان کا شکریہ ادا کرے اور الٹی شکایت کرنے لگے کہ آپ نے مجھے کھانا تو کھلایا مگر کچھ نقد تو دیا نہیں تو ظاہر ہے کہ ہر شخص اس مہمان ہی کو ملامت کرے گا کہ نقد کا اس نے وعدہ ہی کب کیا تھا جو تو اس کے نہ ملنے پر میزبان سے شکایت کرتا ہے، اسی طرح جب حق تعالیٰ نے ایک شخص پر اپنا احسان فرمایا کہ اس کو ایک ایسے عمل کی توفیق عطا فرمائی کہ جس سے وہ حق تعالیٰ کی رضا کا مستحق ہو گیا تو اس پر یہ واجب ہے کہ حق تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے نہ یہ کہ دوسری چیزیں جن کا حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ بھی نہ تھا نہ ملنے کی وجہ سے تنگدل ہو اور حق تعالیٰ کی شکایت کرے۔

۳۴۔ ہیبت کا اول و دوم و سوم درجہ۔ فرمایا کہ وہ ہیبت جس کا سبب محبت ہو وہ

اعلیٰ درجہ کی ہیبت ہے اور وہ ہیبت جس کا سبب عظمت ہو یہ دوسرا درجہ ہے اور تیسرا درجہ جو سب سے گھٹیا ہے وہ یہ ہے کہ ہیبت کا سبب احتمال ضرر ہو۔

۳۵۔ فرمایا کہ اس طریق باطن میں مقصود اعمال ہیں باقی رہے حالات اور مکاشفات اور تصرفات سو یہ مقصود نہیں نہ ان کا حصول اختیاری ہے اور نہ ان کے عدم حصول سے سالک کا کچھ ضرر۔ بس اصل چیز اعمال ہیں، بغیر ان کے ایک قدم بھی راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ؎ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

۳۶۔ طریق میں اصل چیز اعمال ہیں۔ فرمایا کہ وصول مقصود نہیں بلکہ قبول مقصود ہے اور قبول بغیر اعمال کے ہوتا نہیں لہٰذا اصل چیز اعمال ہوئے بس ان کی فکر میں لگنا چاہیئے۔

۳۷۔ فرمایا کہ قبر میں جس چیز سے رونق حاصل ہو یعنی حق تعالیٰ کی محبت، بس اس چیز سے یہاں بھی رونق بڑھانی چاہیئے لہٰذا جس شخص کے اندر جو بات قابل اصلاح ہو اس کی اصلاح کی طرف سے بے پروائی نہ کرنا چاہیئے خواہ مجمع گھٹے یا بڑھے۔

۳۸۔ مرید کو شیخ سے نفع باطن حاصل ہونے کی شرط ہے عدم تکدر شیخ اور عقیدت مرید گو طالب اس کو اپنے سے بُرا سمجھتا ہے۔ فرمایا کہ مرید کو شیخ سے نفع باطنی حاصل ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ اس کو شیخ سے اعتقاد ہو اور شیخ کو اس مرید کی طرف سے تکدر نہ ہو، غرضیکہ تکدر شیخ یا مرید کے اعتقاد میں خلل ان دونوں کا نتیجہ مرید کیلئے محرومی ہے اگر مرید کو شیخ کے کسی فعل پر کوئی شبہ ہو جاوے تو مرید کو چاہیئے کہ اپنے اس شبہ کو حل تو کرے مگر اپنے شیخ سے حل نہ کرے بلکہ شیخ کے متعلقین میں سے کسی سمجھدار شخص سے اس شبہ کو بیان کرے اور اس سے اس شبہ کو حل کرے تاکہ مرید کی طرف سے اس کے شیخ کا قلب مکدر نہ ہو۔ اور اگر وہ شبہ محض وسوسہ کے درجے میں ہو اور وہ وسوسہ خود بخود دفع ہو گیا اور طالب نے اس وسوسہ کے مقتضا پر عمل بھی نہیں کیا تو ایسے وسوسہ کو شیخ سے کہنا اس طالب کے لئے مضر نہیں مگر بلاضرورت مفید بھی نہیں بلکہ اولیٰ یہی ہے کہ اس کو بالکل نیست و نابود کر دیا جاوے اور اگر اس وسوسہ سے طالب کی طبیعت میں یہ اثر ہوا کہ اتار چڑھاؤ ہونے لگا گویا کہ اس وسوسہ کو ایک گونہ رائے کا درجہ حاصل ہو گیا اور وہ وسوسہ اس کو ناگوار بھی نہیں ہوا اور جب تک اس وسوسہ کو دلائل سے دفع نہیں کیا گیا وہ وسوسہ دفع بھی نہیں ہوا تو اگرچہ اس وسوسہ کے مقتضا پر عمل نہیں ہوا لیکن گو یہ درجہ بھی وسوسہ کا غیر اختیاری ہے، نیز اس وسوسہ کے غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے طالب پر آخرت میں مواخذہ بھی نہ ہوگا، مگر اس وسوسہ کو شیخ سے

کہنا مناسب نہیں بلکہ خلاف ادب اور موجب تکدر شیخ ہے۔ اس کے بعد حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب یہ ایک وسوسہ ہے اور غیر اختیاری ہے تو پھر شیخ پر طالب کے اس وسوسہ کے اظہار سے شیخ کے تکدر کی کیا وجہ، تو یہ ایک باریک بات ہے لہٰذا اس کو ایک مثال سے سمجھیے وہ مثال یہ ہے مثلاً ایک باپ نے بیٹے کو اس کی بدتمیزی پر ڈانٹا جب باپ ڈانٹ چکا اور باپ کا غصہ فرو ہو گیا تو اس کے بعد بیٹے نے باپ سے کہا کہ ابا جس وقت آپ مجھ کو میری بدتمیزی پر ڈانٹ رہے تھے تو میرے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ میں آپ کو قتل کر دوں، مگر وہ وسوسہ دفع ہو گیا تھا۔ تو گو وہ باپ جانتا ہے کہ میرے بیٹے کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ مجھ کو قتل کر دے بلکہ صرف یہ ایک وسوسہ ہے جو اس کے دل میں آیا ہے اور غیر اختیاری ہے اور اس وسوسہ کی وجہ سے میرے بیٹے کو کچھ گناہ بھی نہ ہوگا، مگر باوجود ان سب باتوں کے ذرا سوچیے اور غور کیجیے کہ کیا اس باپ کو اس سے ناگواری نہ ہوگی، ضرور ناگواری ہوگی۔ اور باپ کو یہ خیال ہوگا کہ یہ کمبخت تو خطرناک ہے ساری عمر اس کی صورت نہ دیکھنی چاہیے۔ تو جب اس باپ کو بیٹے کی یہ بات سن کر ناگواری ہوگی تو اگر یہ وسوسہ شیخ کے لئے موجب تکدر ہو تو کیا تعجب کی بات ہے۔

۳۹۔ **شیخ کے خلاف اگر وسوسے پیدا ہوں تو اس وقت کا دستور العمل۔** فرمایا کہ آج کل لوگوں میں نہ بزرگوں کے ساتھ اعتقاد ہے اور نہ بزرگوں کا ان کے قلب میں ادب ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ [illegible] اری عمر ان بزرگوں کے فیض باطنی سے محروم رہتے ہیں اس پر ایک اہل علم نے عرض کیا۔ حضرت بزرگوں کا ادب حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ طریقہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کے صاحب برکت ہونے کا اعتقاد کامل کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ میرے اندر جو نقائص ہیں ان کی اصلاح ضروری ہے اور وہ اصلاح ان بزرگوں ہی سے کرانا ہے، تیسرے یہ عزم رکھے کہ ان بزرگ کی طرف سے میرے ساتھ خواہ کیسا ہی برتاؤ ہو مگر میں برابر ان کی دلجوئی اور ان کی اطاعت کرتا رہوں گا، اگرچہ اس کے دل میں ان بزرگ کے متعلق کچھ وساوس آویں مگر ان امور مذکورہ بالا کا پتہ تو رہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کو بزرگوں کا ادب حاصل ہو جائے گا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہ وسوسے بھی اکثر اس وقت تک آتے ہیں کہ جب تک کمال فنا حاصل نہیں ہوتا۔ جب کمال فنا حاصل ہو جاتا ہے تو وسوسے بھی پیدا نہیں ہوتے۔

۴۰۔ فرمایا کہ تربیت کی حقیقت تحقیق نہیں بلکہ علاج ہے لہٰذا تربیت کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہیے جو تحقیق کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی اگر کوئی بات فی نفسہ جائز ہو لیکن اگر ہم اس بات کی مخاطب کو اجازت

ہوتے نہیں تو اندیشہ ہوتا ہے کہ اس اجازت پر عمل کرنے سے وہ حدود سے نکل جائے گا اور اس کے اخلاق خراب ہوں گے اور اس کو اپنے مرضِ باطن سے جس کا وہ علاج ہم سے کرا رہا ہے شفا نصیب نہ ہوگی تو ہم کو چاہئے کہ ایسی بات کی اس شخص کو کبھی اجازت نہ دیں، ورنہ تربیت نہیں ہو سکتی، مثلاً طالب تکبر کا علاج کرا رہا ہے تو شیخ کو مناسب نہیں کہ التکبر علی المتکبر صدقۃ کے مقتضا پر عمل کرنے کی اجازت دے۔

۴۴۱۔ شیخ اگر خلاف اولیٰ کا حکم دے تو مرید کو مخالفت مناسب نہیں۔ فرمایا اگر شیخ اپنے مرید کو جب تک کسی خلاف شرع بات کا حکم نہ دے اسوقت تک اس کو اس حکم میں شیخ کا اتباع چاہئے پھر فرمایا کہ خلاف شرع سے مراد حرام اور مکروہ تحریمی ہے باقی رہا خلاف اولیٰ سو وہ مراد نہیں یعنی اگر شیخ اپنے مرید کو کسی خلاف اولیٰ کا حکم دے تو مرید کو چاہئے کہ اس حکم میں اپنے شیخ کی مخالفت نہ کرے بلکہ اس حکم کو بجا لائے گو وہ خلاف اولیٰ ہی ہو۔

۴۴۲۔ فرمایا کہ جذبات پر مواخذہ نہ ہوگا بلکہ اعمال اور افعال پر ہوگا مگر باوجود اس کے پھر جو ان جذبات کی اصلاح کی ضرورت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اصلاح سے نفس کی مقاومت اور مقابلہ آسان ہو جاتا ہے جس سے رذائل نفس کے مقتضا کی مخالفت بسہولت ہو سکتی ہے اور جذبات کی اصلاح نہیں کیجاتی تو پھر نفس کی مقاومت دشوار ہو جاتی ہے بلکہ نفس سے مغلوب ہو جاتا ہے اور ان رذائل کے مقتضا پر اکثر عمل ہو جاتا ہے۔

۴۴۳۔ ایک دہریہ کے خط کا جواب۔ میرے نزدیک تمہاری فلاح کی ابتدا دعا سے ہونا چاہئے یعنی سب تدابیر سے پہلے تم یہ عمل شروع کر دو کہ دعا کیا کرو۔ کہ اے اللہ مجھے صراط مستقیم پر قائم فرما۔ رہا یہ شبہ کہ جب تم خدا تعالیٰ ہی کے قائل نہیں تو پھر دعا کس سے کی جاوے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ تم خدا تعالیٰ کے قائل نہیں مگر تمہارے پاس حق تعالیٰ کے نفی کی بھی کوئی دلیل نہیں، جب تمہارے پاس نہ وجود کی دلیل ہے نہ نفی کی تو تم کو حق تعالیٰ کے وجود کے محتمل و ممکن ہونے کا عقلاً قائل ہونا پڑے گا۔ اور دعا کیلئے احتمال کافی ہے جس میں تمہارا نہ کوئی ضرر ہے نہ مشقت جب تم میرے اس تجویز پر عمل شروع کر کے اپنی حالت سے مجھ کو مطلع کرو گے تو پھر آگے مشورہ دوں گا۔

۴۴۴۔ فرمایا کہ مختلف مذاہب کی دیکھنا بلکہ مختلف مذاق کے لوگوں سے ملنا مضر ہے۔

۴۴۵۔ صحبت بڑی چیز ہے۔ فرمایا کہ آج کل صحبت کو سب سے گھٹیا درجہ کی چیز سمجھ رکھا ہے، حالانکہ یہ سب سے بڑی چیز ہے۔ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ کسی بزرگ کی صحبت میں ہم جا کر بیٹھ گئے تو خالی صحبت اور محض پاس بیٹھنے سے کیا فائدہ جب تک کہ وہ بزرگ کچھ تعلیم نہ فرمائیں تو

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہی غلط ہے کہ بزرگوں کی صحبت افادہ سے خالی ہوتی ہے بلکہ اکثر کچھ نہ کچھ افادہ ہوتا ہی رہتا ہے، دوسرے اگر مان بھی لیا جاوے کہ کوئی صحبت ایسی ہو کہ اس کے اندر وہ بزرگ بالکل خاموش رہیں اور کچھ نہ فرمائیں تو ویسی صحبت بھی فائدہ سے خالی نہیں اور اس کی وجہ حکماء نے یہ بیان کی ہے کہ انسان کی طبیعت میں خاصہ ہے مسارقت کا یعنی انسان اپنے ہم نشین کے اخلاق و عادات کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے، اور یہ جذب اور مسارقت ایسی خفیہ طور پر ہوتی ہے کہ خود اس سارق کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ میں چرا رہا ہوں، اور پھر اس مسارقت کے لئے یہ بھی شرط نہیں کہ وہ ہمنشیں معتقد فیہ ہی ہو، بلکہ انسانی طبیعت غیر معتقد فیہ کے اخلاق و عادات کو بھی جذب کرتی ہے تو جب غیر معتقد فیہ کے ساتھ ہی یہ مسارقت ہوتی ہے تو اگر کسی اپنے معتقد فیہ اور بزرگ کی صحبت [illegible] بیٹھ جاوے وہاں تو یہ مسارقت بدرجہ اولیٰ ہوگی۔ بس یہ وجہ ہے کہ بزرگوں کی خالی صحبت بھی مفید ہوتی ہے اور صحبت تو بڑی چیز ہے محض تصور جو کہ صحبت کے اعتبار سے ادنیٰ درجہ کی چیز ہے کیونکہ صحبت میں ذات کے ساتھ معیت ہوتی ہے اور تصور میں صرف اس چیز کی صورت ذہنیہ سے معیت ہوتی ہے مگر پھر بھی وہ اثر سے خالی نہیں ہوتا بلکہ اتنا اثر ہوتا ہے کہ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان سے کوئی شخص مرید ہونے آیا تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم کو کسی چیز سے محبت بھی ہے۔ کہا جی ہاں میری ایک بھینس ہے اس سے مجھ کو بہت ہے۔ فرمایا کہ بس تم یہ تصور کیا کرو کہ چالیس روز تک ایک گوشہ میں بیٹھ کر اس بھینس کا تصور کیا کرو، جب چالیس روز گذر گئے تو وہ بزرگ اپنے اس مرید کے پاس گئے اور اس کو حکم دیا باہر آؤ۔ جب آنے لگا تو در میں پہنچ کر رک گیا اور کہا کہ سینگ اڑتے ہیں کیونکر آؤں۔ وہ بزرگ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ بس اب ساری چیزیں اس کے قلب سے نکل گئیں ہیں صرف بھینس رہ گئی ہے اس کو میں دفع کر دوں گا۔ اور پھر اس شخص کو تعلق مع اللہ بآسانی حاصل ہو جائے گا۔

۴۴۶۔ عشق سے علاج کرنا مناسب نہیں۔ فرمایا کہ امراض باطنی کے علاج کے طریق کئی ہیں۔ ان میں سے ایک عشق بھی ہے مگر قاعدہ عقلیہ ہے کہ جب دو علاج جمع ہو جائیں، ایک بے خطر اور دوسرا خطرناک، تو جو علاج بے خطر ہے اس کو اختیار کیا جائے نہ کہ خطرناک کو اس لئے عشق سے علاج کرنا مناسب نہیں۔

۴۴۷۔ بوڑھوں کے فسق و فجور میں مبتلا ہو جانے کا راز۔ فرمایا کہ پہلے لوگوں کے قویٰ اچھے ہوتے تھے اس لئے ان لوگوں کا عشق مجازی بھی زیادہ قوی ہوتا تھا اور اس کے ساتھ ہی

ان کے اندر قوت مقاومت بھی زیادہ قوی ہوتی تھی، اس لئے صبر و ضبط سے کام لے کر کوئی امر عفت کے خلاف نہ کرتے تھے بخلاف اس کے کہ اب تو فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہی ضعف مقاومت راز ہے اس کا کہ جو لوگ بوڑھے ہوتے ہیں وہ بھی فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں، چنانچہ بہت سے بوڑھے امرد پرستی میں مبتلا ہیں کیونکہ گو بڑھاپے میں جوش کم ہو جاتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے قوت مقاومت بھی ضعیف ہو جاتی ہے اس کی وجہ سے قبل لمس و نظر سے رک نہیں سکتے۔

۴۸۔ ان شہوۃ المتقی اشد کا راز۔ فرمایا کہ بخاری شریف کے ایک حاشیہ میں لکھا ہے کہ ان شہوۃ المتقی اشد اور اس کی وجہ یہ ہے کہ متقی شخص عفت کے خلاف کوئی بات نہیں کرتا نہ دیکھتا ہے نہ بات کرتا ہے، یہاں تک کہ نامحرم کے تصور سے بھی بچتا ہے، اس لئے اس کے قوی مدرکہ فاعلہ مجتمع رہتے ہیں اور ان کے اندر انتشار نہیں ہوتا اس لئے اس کے قوی مدرکہ فاعلہ میں بہ نسبت غیر متقی کے زیادہ قوت ہوتی ہے۔

۴۹۔ تازہ غم میں وعظ و نصیحت مفید نہیں۔ فرمایا کہ ہمیشہ یاد رکھئے کہ تازہ غم میں کبھی وعظ و نصیحت اس مصیبت زدہ کیلئے کچھ مفید نہیں ہوتی، بلکہ الٹی اور مضر ہوتی ہے اور وجہ اس کے مضر ہونے کی یہ ہے کہ اس وقت تو نصیحت ہوتی ہے اس بات کی کہ تم اپنے غم کے جذبہ کو روکو اور وہ مصیبت زدہ اس نصیحت کو سن کر کوشش بھی کرتا ہے غم کے روکنے کی مگر چونکہ اس وقت غم کی شدت ہوتی ہے اس لئے اس کے روکنے سے یہ بات تو ہوتی نہیں کہ غم فرو ہو جاوے بس یہ ہوتا ہے کہ وہ غم دل کا دل ہی میں رہتا ہے اور زیادہ عرصہ تک دل میں اس غم کے رہنے سے اس مصیبت زدہ کے قلب میں گھٹن پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس مصیبت زدہ کے اندر مختلف امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

۵۰۔ فرمایا کہ شدت غم کے وقت نہ تو یہ مناسب ہے کہ اس مصیبت زدہ سے ایسی باتیں کہے کہ جس سے ان کا صدمہ بڑھے کہ ہائے اتنا مال چلا گیا، اتنا نقصان ہو گیا اور نہ ایسی باتیں کرے کہ ارے میاں کیوں فکر میں پڑے، اتنا صدمہ کیوں کرتے ہو، بس جہاں تک ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ اس شخص مصیبت زدہ کی طبیعت دوسری طرف مشغول رہے، اس حادثہ کی طرف توجہ ہی نہ ہونے پاوے اور یہ شبہ کہ اگر مصیبت زدہ کے سامنے اس کے اس نقصان پر کچھ اظہار افسوس نہ کیا جاوے تو اس کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس کو میرے ساتھ ہمدردی نہیں، حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب اوہام ہیں، البتہ یہ شبہ عدم ہمدردی کا اس پر ہوتا ہے کہ جو اس مصیبت زدہ کا مخالف ہو اور محبت والے کے متعلق ایسا شبہ نہیں ہوتا۔

۵۱- ایک ہی مقصد کے کامیاب و ناکام کو برابر ثواب ملے گا بلکہ ناکام کو کامیاب کا دو چند ثواب ملے گا بشرطیکہ سعی میں برابر لگا رہا۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اگر دو شخص نے کسی نیک کام کے کرنے ارادہ کیا اور اس کی کوشش بھی کی مگر ایک شخص تو اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا اور دوسرا ناکامیاب رہا تو ثواب ان دونوں شخصوں کو برابر ملے گا یا کم و بیش مثلاً دو شخصوں نے کلام مجید سیکھنا شروع کیا ان میں سے ایک تو اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا یعنی تلاوت پر قادر ہو گیا اور اس کے بعد وہ برابر تلاوت کرتا رہا اور دوسروں کو بھی پڑھاتا رہا۔ اور دوسرا شخص بوجہ اپنے ضعف یا مرض یا غباوت وغیرہ کے ناکامیاب رہا اور اس کو کلام مجید پڑھنا نہ آیا مگر اس نے اپنی ساری عمر اسی کوشش اور سیکھنے میں گذار دی تو اب دونوں کو ثواب برابر ملے گا یا کم و بیش فرمایا کہ ثانی کو اول سے دو چند ثواب ملے گا۔

۵۲- دیوانگی (یعنی کمال محبت الٰہی) علاج ہے ہموم و غموم کا۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب کے بڑے صاحبزادے کے انتقال پر ایک دوست نے تعزیت نامہ لکھا تھا اس پر خواجہ صاحب نے اشعار ذیل مرقوم فرمائے بغرض عبرت ناظرین کے خدمت میں پیش ہے۔

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی ٭ بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں در اصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی ٭ بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

کسی کو روز و شب مشغول فریاد و فغاں پایا ٭ کسی کو فکر گوناگوں میں ہر دم سرگراں پایا
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیر آسماں پایا ٭ بس اک مجذوب کو اس غم کدہ میں شادماں پایا
جو بچنا ہو غموں سے آپ کا دیوانہ ہو جائے

۵۳- حضرت والا کے اکابر کے خصوصیات۔ حضرت والا نے فرمایا ہمارے اکابر بالخصوص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخالفین کو بھی برا بھلا نہیں کہتے تھے۔ ان میں تحزب اور پارٹی بندی چھو بھی نہیں گئی تھی، تعصب اور تنگ خیالی ان میں مطلق نہ تھی جیسے ائمہ کی شان ہوتی ہے۔

۵۴- دست بوسی رسم کبر اور ریا کا مقدمہ ہے۔ فرمایا کہ بزرگوں کے ہاتھ چومنا یہ بالکل ہی عادت ہے، یوں ہاتھ چومنا بلکہ پاؤں چومنا بھی جائز ہے مگر رسم کبر و ریا کا مقدمہ ہے۔

۵۵- فرمایا کہ جان کا بدل جان یعنی فدیہ میں ذبح کرنا بجز عقیقہ کے کہیں ثابت نہیں۔

۵۶۔ استخارہ سے مقصود محض طلب خیر ہے نہ کہ استخبار۔ فرمایا کہ استخارہ کی حقیقت طلب خیر کہ استخارہ ایک دعا ہے جس سے مقصود صرف طلب اعانت علی الخیر ہے یعنی استخارہ کے ذریعہ سے بندہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اسی کے اندر خیر ہو اور جو کام میرے لئے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجئے۔ پس جب وہ استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ سوچے کہ میرے قلب کا زیادہ رجحان کس بات کی طرف ہے پھر جس بات کی طرف رجحان ہو اس پر عمل کرے اور اسی کے اندر اپنے لئے خیر کو مقدر سمجھے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح کی بناء پر جس بات میں ترجیح دیکھے اسی پر عمل کرے اور اسی کے اندر خیر سمجھے، کیونکہ پہلی صورت میں الہام کا حجت شرعیہ ہونا لازم آتا ہے اور لازم صحیح نہیں لہٰذا ملزوم بھی صحیح نہیں، پس حاصل یہ کہ استخارہ سے مقصود محض طلب خیر ہے نہ کہ استخبار۔

۵۷۔ بے پروائی جڑ ہے مفاسد کی۔ فرمایا کہ بے پروائی کو لوگ دین کے خلاف نہیں سمجھتے حالانکہ بے پروائی جڑ ہے مفاسد کی۔

۵۸۔ عورتوں سے کبھی مناظرہ مناسب نہیں۔ فرمایا کہ عورتوں سے کبھی مناظرہ نہ کرے جو ان سے مناظرہ کرے گا، ان کی کج فہمی کی وجہ سے اس کو ضرور غصہ آوے گا۔

۵۹۔ سفارش کے شرائط۔ فرمایا کہ سفارش سے طیب خاطر کا اثر ہو تو جائز ہے۔ کیونکہ اس اثر میں اذیت نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ گمان ہو کہ وہ سفارش کرنے والے کے خلاف نہ کرنے پر مجبور ہو گا تو سفارش سے ایسا اثر ڈلوانا جائز نہیں۔

۶۰۔ فرمایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ کسی وقت کسی موقعہ پر حضرت حاجی صاحبؒ کو میری طرف سے کسی قسم کی گرانی نہیں ہوئی لتعلیمہ عدم گرانی شیخ

۶۱۔ فرمایا کہ مضمون خط میں زیادہ اختصار بھی روکھا پن ہے۔

۶۲۔ فعل کی نسبت عقلاً علت قریبہ کی طرف کی جاتی ہے۔ فرمایا کہ افعال کو بندہ کے اختیار کی طرف جو منسوب کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل کی نسبت عقلاً علت قریبہ کی طرف کی جاتی ہے اور افعال کی علت قریبہ اختیار عبد ہی ہے اور اختیار عبد کی علت اختیار حق ہے۔ اس لئے اختیار حق ان افعال عبد کی علت بعیدہ ہوئی نہ کہ قریبہ۔

۶۳۔ فرمایا کہ اس مراقبہ سے زیادہ آسان اور سہل کرنے والا مصیبت کا اور کوئی طریق ہی نہیں کہ اس کو سوچ لیا جایا کرے کہ اس مصیبت میں ثواب ملے گا۔ جہاں یہ سوچا کہ اس میں

ثواب ہوگا. بس ساری تکلیف گھل جاتی ہے پھر کچھ تکلیف ہی نہیں رہتی۔

۶۴۔ کیفیات کا فقدان قابل قلق نہیں۔ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میرے اعمال بے معنی (یعنی کیفیات) نہیں۔ فرمایا کہ کیفیات جن کو معنی کہا گیا ہے، یہ چونکہ نظر آتی ہیں یعنی محسوس ہوتی ہیں، اس لئے یہ معنی ہے ہی نہیں تو ان کے فقدان کا کیا قلق بلکہ یہ کیفیات صورت ہیں اور معنی وہ ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے۔

۶۵۔ مامور بہ محبت عقلیہ ہے نہ کہ محبت طبعیہ۔ فرمایا کہ یہ جو حدیث میں آتا ہے۔ لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین یہاں پر مراد محبت سے محبت عقلیہ کاملہ مفضی الی الطاعۃ الکاملہ ہے۔ محبت طبعیہ مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ محبت طبعیہ غیر اختیاری ہے اگر اس کو شرط ایمان کہا جاوے تو ایمان غیر اختیاری ہو جاوے گا حالانکہ ایمان مامور بہ ہے اور مامور بہ کا اختیاری ہونا ضروری ہے پھر فرمایا کہ محبت عقلیہ کو دوام ہوتا ہے اور ہمیشہ ترقی کرتی رہتی ہے، بخلاف محبت طبعیہ کے کہ اس کا دوام بھی غیر اختیاری ہے۔

۶۶۔ فرمایا کہ استغراق میں ترقی نہیں ہوتی جیسے نوم میں کیونکہ ترقی کا ذریعہ ہے ذکر وعمل، اور یہ دونوں اس وقت منقطع ہو جاتی ہیں، اس لئے استغراق تام کا طالب ہونا نہ چاہیے۔

۶۷۔ درود شریف کا ورد مزیل پریشانی ہے۔ ایک صاحب کچھ پریشان تھے حضرت والا نے ان کو درود شریف کی تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ درود شریف سے رحمت ہوتی ہے اس لئے اس سے پریشانی بھی رفع ہوگی۔

۶۸۔ بدفالی کی ممانعت اور نیک فال کی اجازت کی وجہ۔ فرمایا کہ بدفالی سے اثر نہ لینا چاہیے۔ اس لئے کہ وہ یاس ہے اور یاس کی ممانعت ہے، بخلاف نیک فالی کے کہ وہ رجاء ہے اور رجاء کا حکم ہے، یہ فرق ہے فال نیک میں کہ جائز ہے اور طیرہ یعنی فال بد میں کہ ناجائز ہے۔ ورنہ تاثیر کا اعتقاد دونوں جگہ ناجائز ہے۔

۶۹۔ قوت حفظیہ کا وظیفہ۔ فرمایا کہ پانچوں نمازوں کے بعد سر کے اوپر ہاتھ رکھ کر ۱۱ بار یاقوی پڑھنا قوت حافظہ کے لئے نافع ہے۔

۷۰۔ سلام کے جواب کا شرعی طریقہ۔ فرمایا کہ فقہاء نے السلام علیکم کے جواب میں

وعلیکم السلام اور السلام علیکم دونوں کو کافی لکھا ہے، یہ بھی فرمایا کہ بعض بچوں کے طرف سے خطوں میں جو سلام لکھا ہوا آتا ہے، تو عام عادت تو یہ ہے کہ اس سلام کے جواب میں صرف دعا لکھ دیتے ہیں مگر میرے نزدیک اس سے جواب ادا نہیں ہوتا۔ اس لئے میں تو سلام و دعا دونوں لکھتا ہوں، لیکن اگر وہ سلام بچے نے لکھوایا ہو کسی بڑے نے اس کی طرف منسوب کر دیا ہو تو اس کا جواب ہی واجب نہیں۔

۷۱۔ میت کا بھی ادب زندہ کا سا ہے۔ فرمایا کہ فقہا نے لکھا ہے کہ مردہ کے پاس جب اس کی قبر پر جائے تو وہی معاملہ کرے جو معاملہ اس کی زندگی میں اس کے ساتھ کرتا، یعنی مردہ کا بھی ادب اتنا ہی ہے جتنا زندہ کا۔ دلیل اس قول کی یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میرے حجرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدفون ہوئے ہیں، اس وقت سے میری عادت ہے کہ جب میں اس حجرہ میں داخل ہوتی ہوں تو حیاءً من عمرؓ یعنی بوجہ حیا کے اپنا منہ ڈھانک لیتی ہوں، بس معلوم ہوا کہ میت کا ادب بعد موت بھی وہی ہے جو اس کی زندگی میں تھا۔

۷۲۔ برکت کی نیت سے ہدیہ مناسب نہیں۔ فرمایا کہ جو برکت کی نیت سے مجھ کو ہدیہ دیتا ہے میں قبول نہیں کرتا، کیونکہ میں صاحب برکت نہیں اور جو محض محبت سے دیتا ہے اس کا قبول کر لیتا ہوں۔

۷۳۔ ادب کا مدار عرف ہے۔ فرمایا کہ منجملہ احکام شرعیہ کے ایک حکم یہ ہے کہ کسی چیز کے ادب میں غلو نہ کرنا چاہئے اور فرمایا کہ ادب کا مدار عرف پر ہے یعنی کوئی فعل جو فی نفسہ مباح ہو اگر عرفاً بے ادبی سمجھا جائے گا تو شرعاً بھی وہ فعل بے ادبی ہوگا۔

۷۴۔ فرمایا کہ جمعیت اور انشراح سے سالک کو باطنی ترقی ہوتی ہے، زیادہ رنج و غم سے ہم لوگوں کے اندر مایوسی پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے ہم کو ہر وقت اپنے آپ کو خوش رکھنا چاہئے تاکہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھ کر حق تعالیٰ سے ہم کو محبت پیدا ہو، ورنہ بلاؤں کے اندر محبت کا باقی رہنا ہم لوگوں کا کام نہیں، صدیقین کی شان ہے۔

۷۵۔ فرمایا کہ شرک اکبر کے جتنے افراد ہیں وہ جیسے شرعاً باطل ہیں اسی طرح عقلاً ممتنع بالذات ہیں، مثلاً کسی کے لئے علم مستقل کا قائل ہونا یا قدرت مستقلہ کا قائل ہونا کہ ایسا کہ علم و قدرت حادث کے لئے ممتنع بالذات بھی ہے۔

۷۶۔ اشراف وسوال ناجائز ہے۔ فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے ما اتاک من

ھذا المال وانت غیر متشرف ولا سائل فخذہ

۸۷۔ یہ ہرگز زیبا نہیں کہ آدمی اپنی حالت پر ناز کرے اور دوسروں کو حقیر سمجھے خود نفسِ ایمان بھی اپنے اختیار میں نہیں بس حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو یہ دولت عطا فرما رکھی ہے لیکن وہ جب چاہیں سلب کر سکتے ہیں، چنانچہ ابو عبداللہ ایک بزرگ تھے بغداد میں ان کی وجہ سے بہت خانقاہیں آباد تھیں۔ وہ ایک بار مع اپنے مجمع کے چلے جا رہے تھے، راستہ میں ایک گرجا آیا جہاں عیسائی صلیب پرستی کر رہے تھے۔ وہاں ایک عیسائن پر مفتون ہو گئے، ساتھیوں سے کہا اب تمہارے کام کا نہیں رہ گیا تم لوگ چلے جاؤ، ساتھیوں کو بہت صدمہ ہوا، اور مایوس ہو کر چلے گئے، جب ایک مدت کے بعد اتفاق سے اس مقام پر واپس ہوئے اور چاہا کہ شیخ کو تلاش کیا جاوے، کہ کس حال میں ہیں، چنانچہ تلاش کیا تو دیکھا کہ عیسائیوں کا لباس پہنے ہوئے ہیں سامنے خنزیروں کی ایک بڑی قطار ہے چھڑی ہاتھ میں ہے اور سوروں کو چرا رہے ہیں، خدام نے ملاقات کی اور پوچھا کہ حضرت آپ کو کچھ قرآن شریف بھی یاد ہے فرمایا کہ ہاں ایک آیت یاد ہے من یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سواء السبیل پھر پوچھا کہ کوئی حدیث یاد ہے، کہا کہ صرف ایک حدیث یاد ہے من بدل دینہ فاقتلوہ اور کچھ یاد نہیں، حالانکہ ان بزرگ کو تیس ہزار احادیث یاد تھیں اور سبعہ کے حافظ تھے، وہ لوگ ان کا یہ حال دیکھ کر بہت روئے۔ اور خود وہ بزرگ بھی روئے حتیٰ کہ روایت ہے کہ خنزیر تک روئے، اس کے بعد جب وہ آگے بڑھے تو سامنے ایک نہر تھی جب نہر کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں وہی بزرگ نہر کی طرف سے غسل کئے ہوئے ایک سفید چادر تہمد مسلمانوں کا سا باندھے ہوئے آ رہے ہیں، جب پاس آئے تو کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ لوگوں کو بے حد خوشی ہوئی اس کے بعد ان بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا واقعہ تھا۔ تو ان بزرگ نے فرمایا کہ جب پہلے میں اس گرجے کے پاس سے ہو کر گذرا اور ان عیسائیوں کو دیکھا تو میں نے ان کو بہت حقیر سمجھا، فوراً الہام ہوا کہ اچھا کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو جو ان کو حقیر سمجھتے ہو اور اسی وقت دیکھا کہ میرے اندر سے ایک نور نکلا اور غائب ہو گیا اور میرے باطن میں ظلمت ہی ظلمت چھا گئی، اس کے بعد ظاہر سامان یہ ہوا کہ وہاں کنواں پر ایک لڑکی عیسائن کی پانی بھر رہی تھی میں اس پر عاشق ہو گیا، میں نے اس کو پیام دیا اس نے یہ شرط لگائی کہ ہمارے سور چراؤ میں اسی کے ساتھ رہتا تھا۔ اب تمہاری ملاقات کے بعد میں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ حضور اب

تو بہت سزا مل گئی اب تو معاف کیا جاوے تو میں نے دیکھا کہ میرا وہی نور جو میرے اندر سے نکلا تھا پھر میرے اندر داخل ہوگیا اور مجھ کو اسلام کی توفیق ہوگئی، تو جب یہ حال ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس وقت جو ہماری حالت درست ہے وہ ہمارے مستقل اختیار سے ہے۔ علاوہ اس کے یہ بھی تو سمجھنا چاہئے کہ اگر کوئی شخص بہت حسین ہو مگر وہ اپنے چہرے پر کالک مل لے تو اس کا قدرتی حسن حقیقۃً زائل نہ ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بدشکل ہو مگر وہ پوڈر مل لے تو کیا وہ حسین ہو جائے گا۔ تو بعض لوگوں کا ایمان ایسا ہی ہوتا ہے جیسے پوڈر اسی طرح بعض لوگوں کا کفر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کالک جب ذرا ہٹا اصل رنگ عود کر آیا۔ اور اس کا ہٹ جانا اپنے مستقل اختیار میں نہیں یہ حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے، تو پھر کیا زیبا ہے کہ آدمی اپنی حالت پر ناز کرے، اور دوسروں کو حقیر سمجھے۔

تمّت



مطبوعہ:- آزاد پرنٹنگ پریس دیوبند

ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند کی اصلاحی

کتابیں

ان کتابوں کے پڑھنے سے انشاء اللہ زندگی میں بہت جلد انقلاب ہوگا۔

پہلی کتاب

مجموعہ مواعظ التبلیغ۔ حضرت تھانوی کی دینی و اصلاحی خدمات کا بہترین مجموعہ۔ التبلیغ ۱ تا ۶ ہر حصے کا ہدیہ ۲ روپیہ التبلیغ ۷ تا ۱۳ ہر حصے کا ہدیہ ۳ روپیہ التبلیغ ۱۴ سے ہر حصے کا ہدیہ ۳/۵۰۔ اگر آپ مواعظ التبلیغ کا ممبر بن جائیں تو ہر تین ماہ بعد التبلیغ کا ایک حصہ جس میں تین یا چار وعظ ہوں گے ملتا رہے گا، عام ہدیہ ۳/۵۰ اخراجات ڈاک ۱/۵۰ کل پانچ روپیہ۔ مگر ممبر ہونے کی وجہ سے اخراجات ڈاک معاف ہوں گے ہر تین ماہ بعد صرف ۳/۵۰ کی وی پی حاصل کرتے رہیں۔ اور اسلاف دیوبند کی نایاب کتابوں کا اعلان پڑھتے رہیں۔

دوسری کتاب

التکشف عن مہمات التصوف۔ ادارہ اصلی پاکستانی نسخے سے طباعت کرا رہا ہے، یہ اصلی التکشف کبھی نایاب ہے۔ ایک صاحب چند سال پہلے اس کی طباعت کرائے تھے، مگر تقریباً دو سو صفحات جس میں خاص خاص اصلاحی باتیں ہیں چھوڑ کر صرف عرفان حافظ سے طباعت کرائے۔ جن حضرات کے پاس مکمل التکشف نہیں ہے وہ بھی اصلی التکشف مکمل حاصل کریں، ادارہ تالیفات اولیاء مکمل طبع کرا رہا ہے عام ہدیہ ۱۸ روپیہ اخراجات ڈاک دو روپیہ، جو حضرات کتاب چھپنے سے پہلے ہی چار روپیہ ادارہ میں روانہ کردیں گے ان کے نام رعایتی وی پی صرف دس روپیہ کی ہوگی۔ انشاء اللہ یہ کتاب نومبر ۱۹۸۳ء تک تیار ہوگی۔

تیسری کتاب

صداقت اسلام۔ غیر مسلموں کے اسلام لانے کے حیرتناک واقعات دوسرے حصے میں اولیاء اللہ اور مجاہدین اسلام کے عملی نمونے پیش کئے گئے ہیں، یہ کتاب ہر مسلمان کے پاس رہنا چاہئے، تاکہ ان واقعات سے عبرت حاصل ہو۔ اور اعمال اسلام اختیار کرنے کی طرف توجہ بڑھے۔ قیمت ۳/۵۰